

المکرمۃ النبویۃ

فی

الفتاوی المصطفویۃ

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، امام الفقہاء، مفتیٔ اعظم ہند

تصنیف: حضرت علامہ مصطفٰے رضا قادری نوری علیہ الرحمہ

متوفی (۱۴۰۲ھ/1981ء)

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

تقدیم

از فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

بانی مرکز تربیت افتا اوجھا گنج ضلع بستی (یوپی)

نحمدہ تعالیٰ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ

نائب سید المرسلین، سند المحققین، تاجدار اہلسنت، آفتاب رشد وہدایت، واقف اسرار شریعت، دانائے رموز طریقت، امام الفقہاء، مخدوم العلماء، قطب عالم حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان جن کے فتاویٰ کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ دنیائے اسلام میں اگرچہ مفتی اعظم ہند کے نام سے مشہور ہیں لیکن وہ صرف مفتی اعظم ہند نہیں تھے بلکہ اپنے زمانہ کے مفتی اعظم اسلام تھے۔ اس لئے کہ آپ کے افتاء اور تفقہ فی الدین کی عظمت صرف ہندوستان تک محدود نہ تھی بلکہ عرب، افریقہ اور انگلینڈ و امریکہ وغیرہ بہت سے باہری ملکوں میں بھی تسلیم کی جاتی تھی۔

افتاء لفظ افتاء کا لغوی معنیٰ ہے "جواب دینا"۔ اسی معنیٰ کے اعتبار سے قرآن مجید میں بادشاہ مصر کا یہ قول منقول ہے یٰاَیُّھَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ۔ یعنی اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو[1]۔

اور اصطلاح میں افتاء کا معنیٰ ہے حکم مسئلہ اور شرعی فیصلہ بتانا۔ حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں الافتاء بیان حکم المسئلۃ حکم مسئلہ کے بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں[2] اور حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی لکھتے ہیں الافتاء فانہ افادۃ الحکم الشرعی۔ یعنی شرعی فیصلے سے آگاہ کرنے کو افتاء کہتے ہیں[3]۔

افتاء کی اہمیت وعظمت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ خدائے عزوجل نے قرآن مجید میں افتاء کی نسبت خود اپنی جانب فرمائی ہے۔ ارشاد ہے یَسْتَفْتُوْنَکَ۔ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ۔ اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے[4]۔

خداوند قدوس نے سب سے پہلے افتاء کے منصب سے اپنے مظہر اتم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ آپ کے وصال فرمانے کے بعد صحابۂ کرام میں سے جو لوگ اس منصب پر فائز ہوئے ان میں

[1] سورۂ یوسف آیت ۴۳۔ [2] التعریفات ص ۲۶۔ [3] ردالمحتار جلد ۴ ص ۳۳۶۔ [4] سورۂ نساء آخری آیت

جن چند مشہور حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ؎

پھر صحابۂ کرام کے بعد تابعین کے دور میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابراہیم بن یزید نخعی، حضرت حماد بن مسلم اور حضرت نعمان بن ثابت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے مبارکہ سرفہرست ہیں جو افتاء کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ لیکن ان میں حضرت امام اعظم ہی نے فن کی صورت میں افتاء کا آغاز فرمایا۔ اور آپ ہی نے سب سے پہلے تدوین فقہ کا کام کیا اور افتاء کے قواعد و ضوابط بھی مقرر فرمائے۔

اور جب تبع تابعین کا دور آیا تو افتاء کی ذمہ داری ان کے سر آئی۔ اس زمانہ میں جن حضرات نے اس فریضہ کو انجام دیا ان میں سے مخصوص لوگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام اعظم کے مقرر کردہ اصول و قواعد سے مسائل و احکام کے استنباط کو آپ کے شاگرد حضرت امام ابویوسف ہی نے فروغ دیا۔ اور امام اعظم کے اصول فقہ پر سب سے پہلے آپ ہی نے کتابیں لکھیں پھر محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد نے اسے تنقیح و تہذیب کے بعد اتنے بام عروج پر پہونچا دیا کہ پھر اس میں کسی اضافہ کی حاجت نہ رہی۔ ؎

صحابۂ کرام سے تبع تابعین تک مذکورۂ بالا حضرات جو منصب افتاء پر فائز ہوئے سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے۔ پھر حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کوئی مفتی مطلق نہیں ہوا سب مفتی منتسب ہوئے مگر خدائے عزوجل نے ان کو بھی حسب درجہ ایک طرح کی اجتہادی قوت سے سرفراز فرمایا۔ اس لئے کہ اس کے بغیر وہ نئے نئے مسائل کو حل ہی نہیں کر سکتے — حضرت علامہ شامی قدس سرہٗ السامی تحریر فرماتے ہیں۔ التحقیق ان المفتی فی الوقائع لابد لہ من ضرب اجتہاد ومعرفۃ باحوال الناس۔ یعنی نو پید مسائل کو حل کرنے کے لئے مفتی کو ایک طرح کے اجتہاد سے متصف اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہونا ضروری ہے۔ ؎

دشواری افتاء

چونکہ افتاء کے لئے مفتی کا اجتہاد کی ایک گونہ صلاحیت سے متصف ہونا لازمی ہے اس لئے یہ کام تمام دینی خدمات میں بہت زیادہ دشوار ہے۔ ترتیب یوں ہے کہ ان میں سب سے

ؔ مقدمہ عجائب الفقہ ص ۲۸ از علامہ ارشد القادری قبلہ۔ ؎ رد المحتار جلد ا ص ۳۷۔ ؎ شامی جلد ا ص ۴۷۔ ؎ رد المحتار جلد ۲ ص ۳۹۸

زیادہ آسان ہے تقریر اس سے مشکل ہے تدریس۔ اور تدریس سے مشکل ہے تصنیف و تالیف۔ اور اس سے بھی مشکل ہے افتاء ــــ کیونکہ فتویٰ معلوم کرنے والے عبادات اور معاملات وغیرہ کے بہت سے نوپیدا امور سے متعلق بھی ہر طرح کے سوالات کرتے رہتے ہیں اور مفتی کو ان کے جوابات دینے پڑتے ہیں۔ اسی لئے اس میں بیدار مغزی، ذہانت و فطانت، معاملہ فہمی اور تبحر علمی کے ساتھ ایک طرح کی قوت اجتہاد بھی ضروری ہے۔

شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی تحریر فرماتے ہیں ــــــ

فتویٰ دینا ساری دینی خدمات میں سب سے اہم، سب سے مشکل اور سب سے پیچیدہ کام ہے۔ اور ایسا کام جس کی کوئی انتہا نہیں۔ فقہائے کرام نے اگرچہ ہم پر احسان فرماتے ہوئے لاکھوں جزئیات کی تصریح فرمادی پھر بھی حوادث محدود نہیں۔ آئے دن سیکڑوں واقعات ایسے ہوتے رہتے ہیں کہ جس کے بارے میں کوئی جزئیہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ ایک فقیہ اپنی بالغ نظری، نکتہ سنجی، دقیقہ رسی کی بدولت تائید ایزدی سے صحیح حکم اخذ کرلیتا ہے۔ مگر یہ کام کتنا مشکل ہے اسے بتایا نہیں جاسکتا جس کے سر پڑتی ہے وہی جانتا ہے

لیکن آج کل لوگ اس فن کو بہت آسان سمجھنے لگے ہیں کہ ہر مدرسے والے دار الافتاء کا بورڈ لگا کر کسی کو مفتی بناکے بٹھائے ہوئے ہیں جن میں سے اکثر کے فتاوے دیکھ کر بے انتہا افسوس ہوتا ہے کہ وہ غلط فتاویٰ لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اور خود آسمان و زمین کے ملائکہ کی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے من افتی بغیر علم لعنته ملائكة السماء والارض یعنی جو بغیر علم کے فتویٰ دے۔ اس پر آسمان و زمین کے ملائکہ کی لعنت ہے ۱۰

عالم اور خود مدرسے والے یہ سمجھتے ہیں کہ درس نظامیہ کا ہر وہ فارغ التحصیل جس کی کچھ صلاحیت ہو وہ فتویٰ دے سکتا ہے۔ حالانکہ درسی کتابیں پڑھنے سے علم الفتویٰ حاصل نہیں ہوتا مگر جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوجائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ــــ

آج کل درسی کتابیں پڑھنے سے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازہ میں داخل نہیں ہوتا ۱۱ ــــ اور تحریر فرماتے ہیں کہ علم الفتویٰ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مدتہا طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو ۱۲

مگر مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ نے اس گھر میں آنکھ کھولی جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فقہ اور فتاویٰ کا عظیم مرکز رہا کہ آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت کے جد امجد امام العلماء حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ (متوفی ۱۲۸۲ھ) ــــ اور آپ کے جد امجد امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۹ انوار مفتی اعظم ص۲۵۲ ۔ ۱۰ کنز العمال جلد ۱ ص۱۱۱ ۔ ۱۱ فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص۵۶۵ ۔ ۱۲ فتاویٰ رضویہ جلد ۹ نصف اول ص۲۳۱

علیہ (متوفی ۱۲۹۷ھ) نے صرف یہی نہیں کہ فتوی نویسی کا گرانقدر فریضہ انجام دیا بلکہ اپنے اپنے زمانہ کے مفتیان کرام و علمائے عظام سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کا لوہا منوا کر مرجع فتاوی رہے۔

اور آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے ۱۳ ہی برس کی عمر میں پہلا فتوی رضاعت کا لکھا اور پھر ایسے فاضلانہ و محققانہ عربی، فارسی اور خاص کر اردو میں بے شمار فتاوے لکھے کہ علمائے عرب و عجم کو حیرت میں ڈال دیا۔ انھوں نے امام احمد رضا کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کو چودہویں صدی کا مجدد قرار دیا۔ اعلیٰ حضرت کی تصنیف لطیف العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ کی بارہ ضخیم جلدیں اور بہت سی کتابیں و رسالے آپ کی فقہی مہارت و بصیرت پر گواہ ہیں۔

اور حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ پر اللہ و رسول جلت عظمتہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص فضل و کرم رہا اور پیر و مرشد سید المشائخ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۳۲۴ھ) کی خصوصی دعائیں رہیں جن کی برکت سے آپ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں فراغت کے سال ہی اٹھارہ برس کی عمر میں کسی کتاب کی مدد کے بغیر پہلا فتویٰ تحریر کر دیا۔ اور وہ اتنا اہم تھا کہ جس کو لکھنے کے لئے ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین صاحب بہاری فتاوی رضویہ دیکھ رہے تھے۔

اور پھر اس فتوی میں نہ ایک لفظ بڑھانے کی ضرورت تھی اور نہ گھٹانے کی۔ اسی لئے اصلاح کے خاطر جب اس فتوی کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ اسے دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوئے۔ تصدیق فرمائی۔ آپ کو انعام دیا۔ فتویٰ لکھنے کی عام اجازت دی اور آپ کے نام کی مہر بنوا کر عنایت فرمائی۔

فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اس فتویٰ کے متعلق فرماتے ہیں — یہ عجیب اتفاق ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بھی پہلا فتوی رضاعت ہی کا لکھا تھا۔ اور ان کے آئینہ جمال و کمال مفتی اعظم نے بھی پہلا مسئلہ رضاعت ہی کا لکھا۔ اور خاص بات یہ ہے کہ اس پہلے فتوے پر اعلیٰ حضرت نے نہ ایک لفظ گھٹایا اور نہ ایک لفظ بڑھایا۔ کوئی اصلاح نہ کی۔ پہلا فتوی ہی حضرت مفتی اعظم ہند نے ایسا صحیح اور مکمل لکھا کہ اس میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی — ع آغاز کا جب یہ عالم ہے انجام کا عالم کیا ہوگا۔[13]

اور تحریر فرماتے ہیں کہ ذہین سے ذہین علماء برسہا برس تک مشاقی کرنے اور ماہر فن مفتی سے اصلاح لینے کے بعد اس پر قادر ہوتے ہیں کہ وہ ایک مکمل فتویٰ لکھیں۔ مگر جو بات دیگر ذہین و فطین اور ذکی علماء کو برسہا برس میں تنقید، اصلاح اور ہدایت کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ حضرت مفتی اعظم کو پہلے ہی دن حاصل تھی۔[14]

۱۳ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۹۳ ـ ۱۴ ماہنامہ مفتی اعظم ص ۲۵۳

اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ رضوی دار الافتاء میں اس موقع پر پہونچے تھے جبکہ اس سے پہلے ملک العلماء حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری اور حضرت علامہ مفتی سید عبد الرشید عظیم آبادی رضاعت کے اس مسئلہ پر تبادلۂ خیالات کر چکے تھے اور بات کچھ الجھنے پر ملک العلماء فتاویٰ رضویہ سے روشنی حاصل کر رہے تھے۔ اس وقت حضرت مفتی اعظم ہند کسی کتاب کی مدد کے بغیر فتویٰ لکھ کر رضوی دار الافتاء کے مفتیان کرام پر سبقت لے گئے [۵]۔ یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ آپ روز اول ہی مفتی اعظم اور فقیہ اعلم تھے۔

تفقہ فی الدین

احکام شرعیہ کے علم حاصل کرنے کو تفقہ فی الدین کہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے اس کے بارے میں یوں حکم فرمایا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ۔

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں [۱]

اور خدائے عزوجل یہ عظیم نعمت اسی کو بخشتا ہے جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے تفقہ فی الدین عطا فرماتا ہے۔ [۲]

خداوند قدوس نے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ کو اس نعمت عظمیٰ سے بھرپور سرفراز فرمایا تھا بلکہ بقول حضرت علامہ نظامی الہ آبادی آپ کے ضمیر آپ کے خمیر اور آپ کی سرشت و فطرت کو تفقہ فی الدین کے سانچے میں ڈھال کر اسی فطرت پر آپ کو پیدا فرمایا تھا [۳]۔ اس مختصر تقدیم میں آپ کے تفقہ فی الدین کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

انجکشن سے روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ جب پہلی بار مفتیان کرام کے سامنے آیا تو بیشتر حضرات متردد رہے، کچھ حضرات نے یہ فتویٰ دیا کہ ــــ روزہ کی حالت میں انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا کیوں کہ انجکشن کی سیال دوائیں معدہ میں بھی پہونچتی ہیں۔ اور خارج سے کسی چیز کا معدہ میں پہونچنا مفسد روزہ ہے [۴] اھ

اور کچھ حضرات نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ ــــ گوشت میں انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ ہاں رگ میں لگوایا جائے تو فاسد ہو جائے گا کیوں کہ دوائیں گوشت سے معدہ میں نہیں پہونچتی ہیں۔ اور رگ سے

---

[۵] مفتی اعظم اور ان کے خلفا ص ۸۲ ـ [۱] سورۂ توبہ آیت ۱۲۲ ـ [۲] بخاری جلد ۱ ص ۱۶ ـ [۳] مفتی اعظم ہند نمبر استقامت ص ۳۶

پہونچ جاتی ہیں" اھ ـــــ لیکن مفتی اعظم ہند نے ارشاد فرمایا۔

انجکشن گوشت میں لگوایا جائے خواہ رگ میں کسی بھی صورت میں اس کی دوائیں معدہ تک منفذ کے ذریعہ نہیں پہونچتی ہیں۔ بلکہ مسامات کے ذریعہ پہونچتی ہیں۔ اس لئے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ جیسے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے میں اس کی تری مسامات کے ذریعہ بسا اوقات معدہ تک پہونچ جاتی ہے اور روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔ آنکھوں میں دوا ڈالنے، سرمہ لگانے سے اس کا ذائقہ حلق میں محسوس اور رنگت تھوک میں دکھائی دے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا" اھ عـــہ

اور جب پہلے پہل لاؤڈاسپیکر کے ذریعہ سنی گئی آواز پر اقتدار کا مسئلہ درپیش ہوا تو بعض عالموں نے اسے حقیقۃً اور حکماً ہر طرح امام کی عین آواز سمجھ کر اقتدار کو جائز ٹھہرایا ـــــ مگر حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ نے حقیقۃً اور حکماً ہر لحاظ سے لاؤڈاسپیکر کی آواز کو متکلم کی آواز کا غیر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ـــــ "لاؤڈاسپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں۔ مماثل آواز امام ہے۔ اور نماز میں غیر کی اقتدا کرے یہ مفسد ہے" (التفصیل الانور صـ۲۴)

اور ایک دوسرے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں ـــــ اعتبار متکلم کی اس آواز کا ہے جو اس کے دہن سے نکلی اور فضا کی ہوا متحرک کرتی ہوئی بے کسی اور قوت دافعہ کے کان تک پہنچی اس کی وہی آواز جو کسی قاسر سے ٹکرا کر سکون پا گئی۔ اور اس قاسر کے ٹکر کی قوت سے جو متحرک ہو کر پلٹی اس آواز کا اعتبار نہیں ـــــ جیسے گنبد سے ٹکرا کر جو آواز پلٹتی ہے۔ یا کنویں کی پلٹی ہوئی آواز یا صحرا کی صدائے بازگشت نامعتبر ہے۔ آیت سجدہ پلٹی ہوئی آواز سے جسے مسموع ہو اس پر سجدہ اسی لئے واجب نہیں ہوتا کہ اب یہ تو پلٹی ہوئی آواز ہے۔ یہ اگرچہ دہن قاری سے نکلی ہوئی ہے مگر قاسر کے ٹکرانے سے یہ اس حیثیت کی نہ رہی۔ اب قاسر کی ٹکر کی قوت سے کان تک پہنچی ہے ـــــ یہ نہیں ہے کہ بجلی کی قوت سے فضا کی ہوائے قاسر جہاں تک دفع ہو گئی ہے بے کسی اور قاسر سے ٹکراتے ہوئے بے اس قاسر کی قوت دفع کے شامل ہوئے محض بجلی کے اس فعل سے کان تک پہنچی ہے (التفصیل الانور صـ۲۵)

اور جب چاند پر پہلا قدم رکھنے کے لئے روس وامریکہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جدوجہد کر رہے تھے تو چاند کو خدائی درجہ دینے اور اس کی عبادت و بندگی کرنے والوں کے ساتھ ساتھ بعض مفتیان کرام بھی اسے روس وامریکہ کا جنون و بکواس کہہ رہے تھے ان کا استدلال یہ تھا کہ ـــــ

عـــہ ماخوذ از پیغام رضا مفتی اعظم ہند نمبر صـ۵۴ مضمون حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر

چاند آسمان کے اندر ہے اور آسمان تک کسی غیر مسلم کا پہونچنا محال شرعی ہے اس لئے روس یا امریکے کے چاند پر پہونچنے میں کامیاب ہوجانے کا خیال اسلامی اصول کے خلاف ہے ۔۔۔ اور بیشتر علماء کرام گومگو کی کیفیت سے دوچار خاموش تھے لیکن مفتی اعظم نے فرمایا۔

جب چاند کی طرف نگاہ اٹھائی جاتی ہے تو وہ آسمان کے نیچے دکھائی دیتا ہے ۔۔۔ صحابی رسول رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کے مطابق بھی سورج چاند اور ستارے سبھی زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہیں جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے عن ابن عباس ان الشمس والقمر والنجوم کلہا مسخرات بین السماء والارض ۔۔۔ الغرض مشاہدہ اور روایات دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ چاند آسمان کے نیچے ہے اور جب آسمان کے نیچے ہے تو چاند پر پہونچنے سے آسمان پر پہونچنا کہاں لازم آتا ہے، کہ چاند پر پہونچنا محال شرعی ہوجائے۔ ہمارے نزدیک انسان کا چاند تک پہونچنا ممکن ہے اور اور اگر کسی مشینی ذریعہ سے انسان چاند تک پہونچ جائے تو اس سے اسلام کا کوئی اصول مجروح نہیں ہوگا۔

اور اسی زمانہ میں جبکہ امریکہ والوں کے چاند پر جانے کا چرچا تھا ایک روز حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری اور حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہما الرحمۃ اور دوسرے علماء حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھے۔ چاند و سورج وغیرہ کی باتیں چل رہی تھیں۔ حضرت نے فرمایا زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ اور چاند و سورج چلتے ہیں۔

اس پر علامہ میرٹھی صاحب نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا یعنی سورج اپنے مستقر میں چل رہا ہے ؎۵ ۔۔۔ تجری سے معلوم ہوتا ہے کہ چلتا ہے۔ اور مستقر لہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہے ۔۔۔ تو چلتے رہنا اور ایک قرارگاہ میں ٹھہرا رہنا یہ دونوں باتیں کیسے صحیح ہوں گی۔

اس پر حضرت نے فوراً جواب دیا کہ ۔۔۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا گیا وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ؎۶ ۔۔۔ تو کیا وہ زمین کے ایک حصہ پر ٹھہرے رہتے تھے؟ چلتے نہیں تھے۔ اپنے مستقر میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی جائے رفتار سے ۔۔۔ اپنی منزل سے باہر نہیں ہوتا ۔۔۔ چلتا ہے مگر اپنے دائرہ حرکت میں ۔۔۔ اس پر حضرت میرٹھی صاحب خاموش ہوگئے ؎۷

مذکورہ بالا واقعات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ بے شک تفقہ فی الدین کی فطرت پر پیدا کیے گئے تھے۔

؎۳ ماخوذ از پیغام رضا مفتی اعظم ہند نمبر ؎۴ مضمون حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر ؎۵ سورۂ یٰسین آیت ۳۸ ؎۶ سورۂ بقرہ آیت ۳۶ ؎۷ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص ۶۸ بحوالہ مفتی اعظم ہند۔ تصنیف ڈاکٹر عبدالنعیم صاحب عزیزی

تطبیق اقوال

فقہائے کرام کے اقوال جو بظاہر ایک دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہوں ان کے درمیان موافقت ثابت کرنے کو تطبیق کہتے ہیں جو تفقہ فی الدین کا ایک اہم عنصر ہے حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی ذات گرامی تھی جن میں یہ عنصر بدرجہ اتم پایا جاتا تھا یہاں پر اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔

بہار شریعت حصہ دوم ص۴۸ میں ہے ـــــ اگر بے وضو شخص کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وضو میں دھویا جاتا ہو بقصد یا بلا قصد دَہ دَردَہ سے کم پانی میں بے دھوئے ہوئے پڑ جائے تو وہ پانی وضو اور غسل کے لائق نہ رہا۔

ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہوجائے گا۔ کسی نے بہار شریعت کے اس مسئلہ کو غلط قرار دیا اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں فتاویٰ قاضی خاں مع عالمگیری جلد اول ص۱۵ کی اس عبارت کو پیش کیا ـــــ المحدث او الجنب اذا ادخل یدہ فی الاناء للاغتراف ولیس علیھا نجاسۃ لایفسد الماء وکذا اذا وقع الکوز فی الحب وادخل یدہ فی الحب الی المرفق لاخراج الکوز لایصیر الماء مستعملا اھ۔

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو اس کی تطبیق میں آپ نے جو تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ..... بہار شریعت کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت دہ در دہ سے کم ٹھہرے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال دے گا تو وہ مستعمل ہوجائے گا ـــــ اور فتاویٰ قاضی خاں کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت سے ڈالے گا تو مستعمل نہ ہوگا۔ لہٰذا دونوں کتابوں کا مسئلہ صحیح ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف نہیں ـــــ جواب کی پوری تفصیل دلائل کے ساتھ اس مجموعۂ فتاویٰ کے ص۱۳۶ پر ملاحظہ ہو۔

دیوبندی فتوے کا رد

کسی شخص نے دیوبندی مفتیوں سے پوچھا کہ جب سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک کے اندر بینک میں روپیہ رکھے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے؟ ـــــ

دیوبندیوں کے مشہور مولانا انور شاہ کشمیری نے جواب دیا کہ ـــــ جس ملک میں عملداری مسلمانوں کی نہ ہو اور فیصلہ مقدمات کا شریعت پر نہ ہو اس ملک کو حنفی مذہب میں دار الحرب کہتے ہیں۔ اور یہ دار الحرب قانون شریعت سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک خارج ہے۔ دار الحرب میں مسلم اگر غیر مسلم سے سود لے تو حنفی مذہب میں جائز ہے ـــــ لوگوں سے کہتے ہیں کہ بینک میں سے سود لے لو اور غریبوں پر صدقہ کر دو تاکہ پادریوں کے مشن پر خرچ نہ ہو۔

اور مدرسہ امینیہ دہلی کے مفتی حبیب المرسلین نے جواب لکھا کہ ــــ ہند کے علاقہ میں سود کا لینا مطلق ناجائز ہے مگر غیر مسلم کی بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہیے بلکہ ان سے لے کر ایسے محتاجوں پر صرف کرنی چاہئے کہ جن کا ذریعہ بظاہر کچھ بھی نہ ہو اور بظن غالب یہ بات ثابت ہو کہ اگر یہ مال محتاج نہیں کھائیں گے تو ان کی جان تلف ہوگی۔

حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہ سے ان جوابات کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے جوان کا رد فرمایا اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ پہلے نے حنفی مذہب میں بعض جگہ سود کو حلال بتایا حالانکہ وہ حرام قطعی ہے کہیں بھی حلال نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مطلقاً حرام فرمایا۔ ارشاد ہے حَرَّمَ الرِّبٰوا لہ

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلم کا غیر مسلم کو روپیہ دے کر اس سے نفع لینا جسے سود کہا حنفیوں کے نزدیک جائز بتا کر کہا کہ لے لے اور اپنے صرف میں نہ لائے غریبوں کو دے دے ــــ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ان کے نزدیک سود لینا جائز ہے تو اس کا اپنے اوپر خرچ کرنا کس نے حرام کر دیا۔ اور پھر جب وہ سود ہے تو اس کا لینا ایسا ہی ہے جیسے شراب اپنے پینے کے لئے نہ لے دوسروں کو پلانے کے لئے لے تو ان کے نزدیک جائز مگر جب کہ مفت ملے ــــ یعنی کوئی کافر اپنی خوشی سے کسی مسلمان کو شراب دے تو ان کے نزدیک اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ اسے لے لے خود نہ پیے ان غریب مسلمانوں کو پلا دے جو کافروں کی بھٹی سے خرید کر پیتے ہیں اور اپنا پیسہ کافروں کو دیتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ایسی بھٹی سے خریدتے ہوں جس کا روپیہ کسی مشن کے لئے ہو یا مشن ہی کی تجارتی شراب کی دوکان سے ــــ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ــــ اور دوسرے کا جواب بھی محض بیہودہ ہے اور اس پر بھی وہی مواخذات ہیں جو پہلے شخص کے جوابات پر ہیں بلکہ اس سے زائد ہیں۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی اس تحریر سے ان کے تبحر علمی کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے اور دیوبندی مسلک کے یہ مشہور مولوی آپ کی جلالت علمی کے سامنے طالب علم معلوم ہوتے ہیں ــــ تفصیلی جواب مزید مواخذات کے ساتھ اس کتاب کے صــ۴۲ــ پر ملاحظہ ہو۔

سنی فتوای کا رد کسی نے سنی مدرسہ کے مفتی سے سوال کیا کہ زید نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے میری بیوی نہیں رہی اور نہ میرے کام کی ہے۔ پھر اس کو گھر سے نکال دیا۔ دو سال سے وہ اپنے میکہ میں ہے۔ تو ایسی صورت میں اس کی زوجہ نکاح میں رہی یا نہیں؟

سنی مفتی نے چار عالموں کی تصدیقات سے فتوای لکھا کہ زید کی زوجہ کو طلاق ہو گئی۔ اور تین حیض گذرنے سے غیر حاملہ کی عدت گذر جاتی ہے۔ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ ہو سکتا ہے۔

جب یہ فتوای حضرت مفتی اعظم ہند کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے تحریر فرمایا کہ سوال اگرچہ بہت گول (مول) تھا مگر سوال دیکھتے ہی یہ خیال ہوا کہ شوہر نے یہ الفاظ بطور انشاء نہیں کہے ہوں گے بلکہ اخبارًا۔ سائل سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو یہی معلوم ہوا کہ اس نے یہ اس لئے کہے تھے کہ عورت اس کی بے اجازت چلی گئی تھی۔ جاہلوں میں یہ غلط بات مشہور ہے کہ اگر عورت بے اجازت شوہر گھر سے قدم نکالے تو وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔ شوہر نے اس باطل بات پر وہ کہا، نہ یہ کہ اسے طلاق دینا مقصود تھا اور اس وقت طلاق دینے کے لیے یہ لفظ کہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً طلاق نہ ہوئی۔

اور اگر یہ واقعہ نہ بھی ہوتا بلکہ بطور خود اس نے یہ الفاظ کہے ہوتے جب بھی علی الاطلاق حکم طلاق صحیح نہیں ہوتا کہ یہ کنایات ہیں اور کنایہ محتاج نیت...... تو علی الاطلاق حکم طلاق یقیناً محض باطل ــــ پھر حضرت نے اپنے دعوای کے ثبوت میں فقہائے کرام کی عبارتوں کو پیش فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے اس فتوای میں بھی آپ کی وسعت نظر و شان فقاہت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ فقہائے کرام کا یہ قول بالکل صحیح ہے من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل یعنی جو اپنے زمانہ والوں کے احوال و اقوال کو نہ پہچانے وہ جاہل ہے ــــ یہ فتوای دلائل و براہین کے ساتھ اس مجموعہ کے صفحہ ۳۶۳ پر طبع ہے۔

ایمرجنسی دور کا ایک یادگار فتوای

۹۷-۱۳۹۶ھ مطابق ۷۷-۱۹۷۶ء ایمرجنسی کے دور میں جب حکومت نے نسبندی کا جبری قانون نافذ کیا تو لوگوں کو پکڑ پکڑ کر زبردستی ان کی نسبندی کی جانے لگی اور گورنمنٹ کے ملازمین کو سخت تاکید کی گئی کہ خود نسبندی کراؤ اور پانچ دس آدمیوں کو پکڑ کر بھی لاؤ ورنہ تنخواہ روک دی جائے گی اور یا تو ملازمت سے نکال دیئے جاؤ گے حکومت کے اس ظلم و زیادتی کے سبب پورے ملک میں کھلبلی مچ گئی۔ کانگریسی مفتی جو پہلے انگریز اور پھر کانگریس کے اشارہ ابرو پر ہر کام کرتے رہے۔ انھوں نے حکومت سے سودا کر لیا اور نسبندی کے جائز ہونے کا فتوای دے دیا۔

حکومت نے اس فتوای کو ذریعہ بنا کر نسبندی میں اور شدت پیدا کر دی۔ گاؤں اور دیہات میں گھوم

گھوم کر نسبندی کی جانے لگی۔ جب نسبندی ٹیم کی گاڑی گاؤں میں پہونچ جاتی تو لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے اور کھیتوں اور جنگلوں میں جاکر چھپ جاتے ـــــ علمائے حق نے جب اس پر احتجاج کیا تو حکومت سخت برہم ہو گئی اور ان میں سے بعض کو جیل میں ڈال دیا اور دوسرے علماء کی سخت نگرانی کی جانے لگی۔

ایسے وقت میں پاسبان شریعت مجاہد اہلسنت حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان حکومت کے مقابل کلمۂ حق کہنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور بڑی بے باکی سے کام لیتے ہوئے فتویٰ جاری کر دیا کہ ـــــ نسبندی حرام ہے ـــــ اور کئی وجوہ سے حرام ہے ـــــ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا حرام ـــــ بے وجہ شرعی کسی نس یا عضو کا کاٹنا بھی حرام ـــــ دوسرے کے سامنے ستر غلیظ کھولنا بھی حرام ـــــ اور انسان کا خصی ہونا یا کرنا بھی حرام۔

پھر آپ نے حکومت کے خلاف لکھے گئے اس فتویٰ کو سائیکلو اسٹائل کرا کے پورے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ حکومت آپ کے فتویٰ کے مقابل بے بس ہو کر رہ گئی تو اس نے ضلع کلکٹر کے ذریعہ مسلح فورس کے ساتھ حق گوئی کے اس سالار اعظم کی گرفتاری کے لئے ہدایتیں جاری کر دیں۔

لیکن ایک صوبائی وزیر اور سابق اسپیکر یوپی نے مرکزی حکومت کو صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر مفتی اعظم کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑ گئی تو ان کے ماننے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد سڑکوں پر نکل آئے گی اور پورا ہندوستان خون میں ڈوب جائے گا۔ اس طرح حضرت کی گرفتاری کا منصوبہ خاک میں مل گیا ـــــ
ایمرجنسی دور کا یہ اہم فتویٰ قرآن و حدیث اور تفسیر کے حوالوں سے مزین اس مجموعۂ فتاوٰی کے صفحہ ۵۳ پر ملاحظہ ہو

چند اور اہم فتاوے

اس مجموعۂ فتاوٰی میں حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بہت سے اہم فتاوے ایسے ہیں جو آپ کے تبحر علمی اور فقیہانہ بالغ نظری پر شاہد عدل ہیں۔
ہم ان میں سے یہاں چند فتاوے کی نشاندہی کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے ہر شخص کا یہی فیصلہ ہوگا کہ حضرت مفتی اعظم ہند اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے صحیح جانشین اور ان کے مظہر اتم و اکمل تھے۔

ایک سوال میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب سے انکار کرنے والے کی یہ دلیل پیش کی گئی کہ البحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۹۴ میں ہے ـــــ فی الخانیۃ وفی الخلاصۃ لو تزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعلم الغیب۔

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے پہلے علم غیب کے ثبوت میں نو ۹ آیتیں اور گیارہ ۱۱ حدیثیں پیش کیں اس

کے بعد فرمایا کہ مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ شہادتِ خدا و رسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرطِ انعقادِ نکاح گواہوں کا رہنا ہے حدیث میں ہے لانکاح الا بشہود۔ اس میں مجاہیل نے اتنا اور اضافہ کیا کہ وہ مسلمان شخص کافر ہو جائے گا۔ ظاہر تو یہ ہے کہ یہ بعض مجاہیل معتزلی ہوگا۔ اس نے اپنے مذہب کا یہ پیوند اس میں جوڑ دیا۔ پھر یہ بتاویلِ علمِ ذاتی بعض حنفیہ نے بھی اپنی تصانیف میں نقل کر لیا۔

اس کے بعد حضرت مفتی اعظم قبلہ نے اس قول کا ضعیف ہونا فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت کیا پھر ردالمحتار، مضمرات، خزانۃ الروایات اور معدن الحقائق کی عبارتوں کو پیش فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص کافر نہ ہوگا اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم غیب جانتے ہیں۔ اس طرح اور بھی بہت سے ائمہ کرام کے اقوال سے مسئلہ مذکور کو منقح فرمایا ــــ یہ فتویٰ ص۱ سے ص۱۳ تک پھیلا ہوا ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اور حضرت کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ جس نے عشا فرض جماعت سے نہیں پڑھی مگر تراویح باجماعت پڑھی۔ وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وتر کی جماعت میں وہ شامل ہو جائے اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوا کیونکہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے اس واسطے وتر کی جماعت نہ چھوڑے (صغریٰ)

حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ کے جواب کا ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو ــــ جس نے فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو کہ اس میں جماعت نہیں مگر تبعاً کہ وہ من جہۃ نفل ہے۔ وتر کی جماعت رمضان ہی میں یا بہ تبعیتِ فرض ہے۔ یا بہ تبعیتِ رمضان۔ یا بہ تبعیتِ تراویح۔ اور مشہور یہی ہے کہ بہ تبعیتِ جماعتِ فرض یا بہ تبعیتِ جماعتِ تراویح ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے فرض جماعت سے پڑھے وہ تراویح بھی باجماعت پڑھے یا نہ پڑھے۔ اگرچہ صحیح یہی ہے کہ وہ تراویح بجماعت پڑھ سکتا ہے۔ جماعت فرض کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ اگر فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں تو وتر بجماعت نہیں پڑھ سکتا اور بہ تبعیتِ رمضان ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت ہی سے پڑھے بلکہ یہ کہ رمضان میں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ بہر صورت جماعت ہی سے پڑھنا اس سے کہاں نکلتا ہے۔ یوں ہی اگر تبعیتِ جماعتِ تراویح ٹھہرائیں جب بھی ــــ اور میں کہتا ہوں تبعیتِ فرض سے جماعت وتر کچھ کہو نہیں نکلتی۔ رمضان کے تابع کہو تو اس کے یہی معنیٰ ہیں کہ رمضان ہی میں وتر کی جماعت بہ تبعیتِ عشا یا بہ تبعیتِ تراویح

ہوگی۔ یہ نہیں کہ رمضان میں اس میں جماعت علی الاستقلال ہے فانہ لم یقل بہ احد ـــــ یہ علمی فتوٰی ٹھوس حوالوں کے ساتھ ص۱۴۸ سے ص۱۵۶ تک ۹ صفحات پر مشتمل ہے جو تحقیقات کا بحر ذخار ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۹۳ء میں جمعہ کے دن بوقت صبح صادق ہوئی ـــــ اور ۹۲ سال کی عمر میں ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء کو رات میں ایک بج کر چالیس منٹ پر وصال ہوا ـــــ آپ کے حالات ص۲۸ سے ص۳۳ تک تعارف مصنف کے تحت ملاحظہ ہوں۔

تصنیفات وترتیبات

حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ درس وتدریس اور ہدایت وارشاد وغیرہ طرح طرح کی مصروفیات کے باوجود مختلف موضوعات پر تصنیفات وتالیفات کا ایک بے بہا خزانہ چھوڑ گئے ہیں۔ جو آپ کے بے پناہ علم وفضل، ذہانت وطباعی اور علمی عبقریت پر شاہد عدل ہیں۔ ان کے متعلق مولانا افتخار احمد مصباحی رقم طراز ہیں ـــــ وہ (حضرت مفتی اعظم ہند) ایک عظیم محقق ومصنف بھی ہیں۔ ان کی تحریر میں ان کے والد جلیل امام احمد رضا قدس سرہٗ کے اسلوب کی جھلک اور ژرف نگاہی نظر آتی ہے۔ تحقیق کا کمال بھی نظر آتا ہے اور تدقیق کا جمال بھی ـــــ فتاوٰی کے جزئیات پر عبور کا جلوہ بھی نظر آتا ہے اور علامہ شامی کے تفقہ کا انداز بھی ـــــ تصانیف میں امام غزالی کی تحقیق اور امام رازی کی تدقیق اور امام سیوطی کی تلاش وجستجو کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔[۱]

حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ کی جن تصنیفات وحواشی کا اب تک علم ہوسکا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) فتاوٰی مصطفویہ

اس کتاب کا پورا تاریخی نام ہے المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ (۱۳۲۹ھ) ـــــ یہ پہلے چھوٹے چھوٹے تین حصوں میں طبع ہوا تھا ـــــ اس کا پہلا حصہ ایمان واعتقاد کے بارے میں بغیر فہرست مضامین ایک رسالہ سمیت ۴۳ فتاوٰی کا مجموعہ تھا جو ۱۲۴ صفحات پر مشتمل تھا ـــــ اور دوسرے حصہ میں بھی بغیر فہرست نماز اور احکام مسجد سے متعلق ۷۱ فتاوٰی کے

---

[۱] پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ بحوالہ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ص۹۳ ـ [۲] انوار مفتی اعظم ص۴۲ ـ [۳] ایضاً ص۵

تھے۔ جو ۱۱۲ صفحات پر پھیلے ہوئے تھے ـــــ اور اس کے تیسرے حصہ کا آغاز بھی طہارت و نماز کے بقیہ مسائل سے ہوا تھا۔ اور پھر ابواب فقہ کی ترتیب پر جنائز، زکاۃ، روزہ، حج، نکاح و طلاق، بیوع اور وقف، اجارہ و غصب اور حظر و اباحت وغیرہ کے مسائل پر مشتمل فہرست مضامین کے ساتھ کل ۲۵۳ فتاوٰی کا گنجینہ تھا ـــــ یعنی پہلے تین حصوں میں کل ۶۷۳ فتاوے تھے ـــــ اور اب یہ مجموعۂ فتاوٰی مکمل فہرست کے ساتھ تین رسائل اور ۳۹۰ مسائل پر مشتمل ہے۔

جناب قربان علی صاحب حامدی بیسل پوری کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے کے تین حصوں میں صرف ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۹ھ تک کے فتاوے ہیں [1] لیکن مابعد کے کچھ فتاوے بھی اس میں شامل ہیں جیسے کہ حصہ سوم ص۱۸ کا وہ فتوٰی کہ جس میں حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے دیہات میں بنام جمعہ دو رکعت پڑھنے والوں کو ظہر فرض باجماعت پڑھنے کا حکم فرمایا ہے ـــــ اس لئے کہ اس فتوٰی کے سوال میں حضرت مفتی افضل حسین صاحب مونگیری علیہ الرحمہ کے بریلی دار الافتاء سے لکھے گئے فتوٰی کا ذکر ہے اور وہ ان دس برسوں میں بریلی شریف موجود ہی نہیں تھے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاوے بے شمار قرآنی دلائل، حدیث شریف کے بے بہا شواہد اور فقہائے عظام وائمہ کرام کی عبارتوں کے حوالہ جات سے مالا مال ہیں۔ بعض فتاوٰی میں حضرت نے سیر حاصل بحث فرما کر کلام کو انتہا تک پہونچا دیا ہے۔ اور کچھ فتاوے اگرچہ مختصر ہیں مگر وہ بھی بہت جامع ہیں جو آپ کے فقہی تبحر پر شاہد عدل ہیں۔

(۲) اشد العذاب علٰی عابد الخناس (۱۳۲۸ھ) ـــــ مولوی قاسم نانوتوی (جن کو دار العلوم دیوبند کا بانی جھوٹ مشہور کیا گیا ہے [2]) اس رسالہ میں ان کی تصنیف "تحذیر الناس" کا رد بلیغ ہے۔

(۳) وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ) ـــــ یہ کتاب ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف بسط البنان اور مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس پر بھرپور تنقید کی گئی ہے۔ پھر اس کے اندر تھانوی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں سے ۱۳۲ سوالات کئے گئے ہیں۔ جو بذریعہ رجسٹری تھانوی صاحب کے پاس بھیجے گئے۔ جن کے جوابات سے وہ پوری زندگی عاجز رہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کی پوری جماعت قیامت تک عاجز رہے گی۔

(۴) الرمح الدیانی علٰی راس الوسواس الشیطانی (۱۳۳۱ھ) ـــــ یہ رسالہ گویا حسام الحرمین کا خلاصہ

[1] عرض حال فتاوٰی مصطفویہ حصہ سوم ص۱۲۔ [2] ملاحظہ ہو ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بستوی کی تصنیف "دار العلوم دیوبند کا بانی کون؟" ص۹ مقدمہ

دیکھ لے۔ اس میں تفسیر نعمانی کے مؤلف پر حکم کفر و ارتداد ہے۔ اعلیٰ حضرت اور حضرت صدر الشریعہ علیہما الرحمۃ و الرضوان وغیرہما کی اس کتاب پر تصدیقات ہیں۔

(۵) النکتۃ علی مراٰۃ کلکتہ (۱۳۳۲ھ) —— یہ رسالہ مسئلۂ اذان سے متعلق ہے۔ جو ۸ صفحات پر مشتمل ہے اس میں حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ نے بیان فرمایا ہے کہ اذان حدود مسجد یا فنائے مسجد میں ہو۔ داخل مسجد مکروہ و ممنوع ہے۔ یہی ائمہ کرام کی تصریحات ہیں۔ اور یہی حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حدود مسجد میں مسجد کی دیواریں فصیلیں اور دروازہ سب داخل ہیں —— اس رسالہ میں حضرت نے ائمہ عظام کی دس تصریحات پیش کی ہیں اور ان کی روشنی میں اذان سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہہ کو دور فرمایا ہے۔

(۶) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان (۱۳۳۲ھ) —— مولوی عبد الغفار خاں رام پوری نے اپنی کتاب آثار المبتدعین میں مسئلہ اذان سے متعلق سو کتابوں کا جھوٹا نام دے کر مسلمانوں کو دھوکا و فریب میں ڈالا تھا۔ یہ رسالہ اسی کتاب کا پہلا رد ہے۔ حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ نے اس میں مسئلۂ اذان کو اپنی تحقیق و تدقیق سے ثابت کیا اور مولوی مذکور کے جھوٹ سے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا۔

(۷) سیف القہار علی عبید الکفار (۱۳۳۲ھ) —— یہ کتاب آثار المبتدعین کا دوسرا رد ہے۔ مولوی عبد الغفار خاں رام پوری نے بریلی شریف کے ایک مطبوعہ فتاویٰ پر کمال نافہمی کی۔ اس رسالہ میں اس کی بھرپور پردہ دری کی گئی ہے۔

(۸) نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار (۱۳۳۲ھ) —— یہ رسالہ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق مولوی عبد الغفار خاں رام پوری کی تیسری تحریر کا حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے مدلل رد فرمایا ہے۔ جس میں قاضی عطا علی صاحب بیسل پوری اور مولوی سید ظہیر حسن صاحب الہ آبادی کی تحریریں بھی کچھ شامل ہیں۔

(۹) مقتل کذب و کید (۱۳۳۲ھ) —— یہ رسالہ ۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں بھی مسئلہ اذان کے متعلق مولوی عبد الغفار رام پوری کی تحریر کا رد ہے۔

(۱۰) مقتل اکذب و اجہل (۱۳۳۲ھ) —— یہ رسالہ بھی مسئلہ اذان سے متعلق ہے جو ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مفتیٔ اعظم قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے مولوی عبد الغفار خاں رام پوری کی پانچویں تحریر کا رد فرمایا ہے۔ اور مولوی صاحب رام پوری کی اس تحریر کو پہلی تحریروں سے بھی زیادہ اکذب و اجہل ہونا

اظہر من الشمس کر دیا ہے۔

(۱۱) ادخال السنان الی الحنک الحلق بسط البنان (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ کتاب ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے جو حفظ الایمان کی کفری عبارت کی صفائی میں لکھے گئے رسالہ بسط البنان کا دوسرا رد و جواب ہے۔ اس کے متعلق خود حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ــــ اس میں تھانوی صاحب سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال نہیں (بلکہ) سرمایہ پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ چھ سال ہوئے کہ تھانوی صاحب کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے اور آج تک بحمد اللہ لاجواب ہے۔

(۱۲) وقایۃ اہل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رسالہ ۸۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جمعہ میں اذان ثانی کے متعلق کسی کانپوری دیوبندی نے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس میں اس کی جہالتوں اور سفاہتوں کا دو حصوں میں رد ہے ــــ پہلے حصہ میں حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اپنے سنی بھائیوں سے گزارش کی ہے کہ وہ ہر بددین گمراہ سے دور رہیں اور ان کو اپنا دینی دشمن سمجھیں۔

(۱۳) الٰہی ضرب بہ اہل الحرب (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ رد کا دوسرا حصہ ہے جو وقایۃ اہل السنہ کے ساتھ ہے اور اس کے ص۲۲ سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ نے دیوبندیوں پر قہر کی بارش کی ہے اور کانپوری تحریر کا بھرپور رد بلیغ فرمایا ہے۔

(۱۴) الموت الاحمر علیٰ کل انجس الاکفر (۱۳۳۷ھ) ــــ بقول نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی اس کا دوسرا نام "ہشتاد بید و بند بر مکاری دیوبند" ہے[1] ــــ یہ کتاب ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دیوبند کے مسلک پر بھرپور تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور حق کی حقانیت کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ اور مذہب دیوبند پر بڑے ٹھوس اعتراضات اور مضبوط مواخذے کیے گئے ہیں۔ اس کے اندر کل اسی سوالات و مواخذات ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی فقہی تکفیر کی بحثیں بھی نہایت تحقیق سے پیش کی گئی ہیں۔

(۱۵) الملفوظ چار حصے (۱۳۳۸ھ) ــــ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کے علوم و معارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے جو ان کے ارشادات و ہدایات اور کلمات طیبات پر مشتمل ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے علم و حکمت کے جواہر پارے ہیں جنھیں حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے جمع فرما کر شائع کیا۔

[1] انوار مفتی اعظم ص۲۷۶

(۱۶) القول العجیب فی جواز التثویب (۱۳۳۹ھ) ـــ یہ رسالہ اذان کے بعد صلاۃ وسلام پکارنے کے متعلق چند فتاوے کا مجموعہ ہے۔ جو حجم کے اعتبار سے تو بہت چھوٹا ہے کہ صرف ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے لیکن مفاہیم ومعانی کے لحاظ سے نہایت ہی جامع ہے۔

(۱۷) الطاری الداری لھفوات عبد الباری (۱۳۳۹ھ) ـــ یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی لکھنوی کے درمیان ہونے والی جملہ مراسلت کا مجموعہ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مولانا کو ان کے غلط نظریۂ سیاست کے متعلق ۲۲ خطوط لکھے اور انھوں نے جواب میں ۱۶ ـــ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ نے ان سارے خطوط کو اس کتاب میں جمع فرما کر ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں حسنی پریس بریلی شریف سے تین حصوں میں شائع کیا ـــ اور ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء میں شاہ پیر محمود احمد صاحب قادری کی ترتیب جدید اور ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی کی تنقیدات وتعاقبات کے ساتھ لاہور سے ایک جلد میں طبع ہوئی جو ۲۳۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

(۱۸) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد (۱۳۴۱ھ) ـــ اس رسالہ میں جہاد، خلافت، ترک موالات، نان کوآپریشن اور قربانی گاؤ وغیرہ کے متعلق چھ سوالات کے جوابات ہیں۔ اس میں صفحہ نمبر کے ساتھ کتاب تذکرۃ الرشید کے وہ جملے بھی جو انگریزوں کی تعریف اور مسلمانوں کی توہین میں کہے گئے ہیں درج ہیں ـــ اور اس پر حضرت علامہ ابو الشرف محمد شرف الدین اشرف الجائسی کا ایمان افروز ۱۳ صفحات پر مشتمل پیش لفظ ہے ـــ آخر میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی، حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی، شیر بیشۂ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب لکھنوی، حضرت مولانا مفتی سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی اور حضرت مولانا حسنین رضا قادری نوری بریلوی وغیرہ جلیل القدر مفتیان کرام وعلمائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی تصدیقات ہیں ـــ یہ رسالہ اس مجموعۂ فتاوٰی کے ص۵۵۹ سے ص۵۸۹ تک پھیلا ہوا ہے۔

(۱۹) فصل الخلافہ ـــ یہ رسالہ ۱۳۴۱ھ میں پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ اس کا لقب سوراج درسوراخ ہے۔ اس رسالہ میں مسئلہ خلافت اور ترکوں کے ہاتھوں ختم خلافت پر بحث کی گئی ہے۔

(۲۰) محجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرہ (۱۳۴۲ھ) ـــ یہ رسالہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے بعض لیڈروں نے حج بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی تھی جس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی تھی کہ شریف مکہ ظالم ہے اور اس

کے مظالم قرامطہ جیسے ہیں۔ اور اس وقت علمائے حج کی ممانعت فرمائی تھی۔ لہٰذا اس وقت بھی اس کی ممانعت ہونی چاہئے ــــ حضرت مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اس رسالہ میں اس کا رد بلیغ فرمایا۔ اور حج فرض ہونے کے بعد فوراً اس کی ادائگی واجب ہے۔ اس کو واضح دلائل سے ثابت فرمایا۔

(۲۱) القسورہ علی ادوار الحمر الکفرہ (۱۳۴۳ھ) ــــ اس کا لقبی نام "ظفر علی رمۃ کفر" ہے۔ جس سے ۱۹۲۵ء کا عدد نکلتا ہے ــــ اور عرفی نام "سیف الجبار علیٰ کفر زمیندار" ہے ــــ اس میں حضرت مفتی اعظم قبلہ قدس سرہٗ نے اخبار زمیندار میں شائع ہونے والے مندرجہ ذیل تین کفری اشعار کا رد بلیغ فرمایا ہے۔

یہ سچ ہے اس پہ خدا کا چلا نہیں قابو ۔۔۔ مگر ہم اس بت کافر کو رام کریں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں ۔۔۔ وہیں پہنچ کے ہم اس سے کلام کریں گے
جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی ۔۔۔ خدا خدا نہ سہی رام رام کریں گے

اس رسالہ پر تمہید حمید حضرت مولانا سید ابو البرکات سید احمد رضوی صدر انجمن حزب الاحناف لاہور کی ہے۔ جو بڑی اہمیت کی حامل ہے ــــ اس فتویٰ پر حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب اعظمی حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی، حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا محمد حشمت علی صاحب لکھنوی اور حضرت مولانا مفتی تقدس علی صاحب رضوی بریلوی وغیرہ ۱۹ اکابر اہلسنت کی تصدیقات ہیں ــــ اور حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کی تائید میں حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب صدر المدرسین شمس العلوم بدایوں، حضرت مولانا مفتی اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، حضرت مولانا مفتی عبد الکریم صاحب درس السنوی الحنفی مفتی کراچی اور حضرت مولانا مفتی محمد ریحان حسین صاحب مدرس ارشاد العلوم رام پور کے فتاوے بھی علمائے اہلسنت کی تصدیقات کے ساتھ آخر میں شامل ہیں ــــ

ــــ یہ رسالہ اس مجموعۂ فتاوٰی میں ص۵۹۱ سے ص۶۲۶ تک پھیلا ہوا ہے۔

(۲۲) سامان بخشش (۱۳۴۷ھ) عرف گلستان نعت نوری (۱۳۵۴ھ) ــــ یہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ قدس سرہٗ کا نعتیہ دیوان ہے۔ جو ۲۴۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں حمد باری تعالیٰ اور نعت و مناقب کے ساتھ غزل و رباعیات بھی ہیں۔ آپ کی شاعری میں جگہ جگہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کی شاعری کا بھرپور عکس نظر آتا ہے ــــ یہ دیوان ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۴ھ کے درمیان مکمل ہوا اس لئے حضرت نے دونوں سنوں کے حساب سے اس کا دو نام رکھا۔

(۲۳) طرد الشیطان (عمدۃ البیان) ــــ اس کے متعلق جناب ڈاکٹر عبدالنعیم صاحب عزیزی رقم طراز ہیں کہ نجدی حکومت نے (حاجیوں پر) جو ٹیکس لگایا تھا اس کے رد میں حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

(۲۴) مسائل سماع ــــ یہ رسالہ ۳۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں محفل سماع و سرور، راگ و رقص اور مزامیر و معازف سے متعلق پہلا جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے نہایت جامع اور مفصل طور پر تحریر فرمایا ہے جو ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور دوسرا جواب حضرت مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے جو ۱۳ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

(۲۵) مسلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک ــــ حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب رام پوری رقم طراز ہیں کہ صولت لائبریری رام پور کی فہرست مطبوعات اردو (مناظرہ فرق) کے صـ۲۲ سطر ۱۱ میں اس کتاب کو حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کی تصنیف تحریر کیا ہے۔ اندراج ۲۹۷ ہے۔ مگر کتاب طلب کرنے پر نہ مل سکی۔

(۲۶) نہایۃ السنان (۱۳۳۲ھ) ــــ یہ مولوی اشرف علی تھانوی کے رسالہ بسط البنان کا تیسرا رد ہے۔ ادخال السنان کے آخر میں ٹائیٹل پر اس رسالہ کا اعلان ہے۔

(۲۷) شفاء العی فی جواب سوال بمبی ــــ اس رسالہ میں۔ کیا تمامی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر عمل ممکن ہے؟ اور کیا اجماع امت و قیاس مجتہدین اصول مذہب سے ہیں؟ اگر ہیں تو ان کے منکرین کا حکم کیا ہے؟ اور کیا کتب فقہ کے احکام کی تعمیل کے بغیر اسلام کامل ہو سکتا ہے؟ اور کیا اہل قرآن و اہل حدیث اہل سنت و جماعت سے ہیں؟ اسی طرح کے بمبی سے آئے ہوئے چند سوالوں کے ایک استفسار کا جواب ہے۔ جو اس مجموعۂ فتاوی کے صـ۵۳ سے صـ۸۲ تک پھیلا ہوا ہے۔

(۲۸) الکاوی فی العادی والغاوی۔ ۱۳۳۰ھ (۲۹) القسم القاسم للداسم القاسم۔ ۱۳۳۰ھ (۳۰) نور الفرقان بین جند الالٰہ و احزاب الشیطان۔ ۱۳۳۰ھ (۳۱) تنویر الحجہ بالتوار الحجہ (۳۲) وہابیہ کی تقیہ بازی (۳۳) الحجۃ الباہرہ (۳۴) نور العرفان (۳۵) داڑھی کا مسئلہ۔

یہ آٹھ رسالے حضرت مفتیٔ اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیفات میں شمار کئے گئے ہیں مگر راقم الحروف کو ان کے متعلق کچھ تعارف حاصل نہ ہو سکے۔

حواشی

(۳۶) کشف ضلال دیو بند (حواشی وتکمیلات الاستمداد۔ ۱۳۳۷ھ) ــــــ یہ کتاب ۱۸۲ صفحات میں ہے جو کہ ۲۶۰ اشعار پر مشتمل اردو میں ایک قصیدہ ہے جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی نے نظم فرمایا ہے ــــــ ان اشعار پر حواشی اور ان کی شرح حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا ہے۔

(۳۷) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ــــــ حضرت مولانا مفتی محمد اعظم صاحب رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف کی روایت کے مطابق یہ حاشیہ حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان ہی کا تحریر فرمودہ ہے۔

(۳۸) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ــــــ یہ ترتیب جدید کے لحاظ سے ہے۔ اور سابق ترتیب کے اعتبار سے یہ جلد چہارم کا حاشیہ ہے۔ اس لئے کہ موجودہ جلد پنجم کے صہ۳ پر یوں تحریر ہے۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کی ۱۲ مجلدات سے کتاب النکاح کا حصہ چہارم تصحیح واضافہ فوائد از فقیر ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا قادری برکاتی نوری رضوی نور اللہ بالنور الصوری والمعنوی وحقق املہ اصلح عملہ۔

نوٹ۔ بعض لوگوں نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب حضرت مفتی اعظم کی طرف منسوب کی ہے مگر وہ صحیح نہیں۔ شارح بخاری فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی تحریر فرماتے ہیں ــــــ کسی نے فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی ترتیب بھی حضرت مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب کردی جبکہ یہ کام حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ جب میں اجمیر جانے لگا تو کچھ کاغذ مطبع اہلسنت میں موجود تھا۔ میں نے جلدی جلدی فتاویٰ رضویہ جلد دوم کو مرتب کیا اور چھپوا دیا۔ عجلت میں نہ فہرست بنا سکا اور نہ فوائد لکھ سکا۔ ٹائیٹل رہ گیا جسے حضرت جیلانی میاں نے چھپوا کر اس کے ساتھ لگا دیا۔[شہ]

(۳۹) حاشیہ تفسیر احمدی ــــــ (۴۰) حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ ــــــ بقول حضرت مفتی محمد اعظم صاحب رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام یہ دونوں حاشیے رضوی دار الافتاء بریلی میں قلمی موجود ہیں۔

نوٹ۔ تصنیفات وحواشی کے یہ تعارف کتاب مفتی اعظم ہند وان کے خلفا اور انوار مفتی اعظم سے

شہ انوار مفتی اعظم صہ۲۷

ماخوذ ہیں۔

محترم جناب قربان علی صاحب حامدی بیسل پوری اور جناب مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب کی کوششوں سے جب فتاوٰی مصطفویہ حصہ اول و دوم مکتبۃ الرضا بیسل پور ضلع پیلی بھیت سے پہلی بار طبع ہو کر منظر عام پر آئے تو انھیں دیکھ کر بے انتہا افسوس اور بے پایاں رنج ہوا کہ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاء اور ان کے مریدین و معتقدین نے ان علمی جواہر پاروں کے ساتھ بڑی بے اعتنائی اور لاپرواہی سے کام لیا ہے ورنہ یہ فتاوے اتنی خراب کتابت، لیتھو طباعت اور معمولی کاغذ پر نہ طبع ہوتے۔ انھیں دیکھ کر بھی حضرت کے مالدار مریدوں کو غیرت نہیں آئی یہاں تک کہ تیسرا حصہ بھی پہلے دو حصوں کی طرح انھیں مجبورًا خراب ہی چھپوانا پڑا جنھیں کسی کو دکھا کر یہ کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ یہ حضور مفتی اعظم ہند کے فتاوے ہیں

اس لئے میری بہت دنوں سے تمنا تھی کہ حضرت کے فتاوے ان کی شان کے لائق اچھی کتابت اور معیاری طباعت کے ساتھ عمدہ کاغذ پر طبع ہو جائیں۔ اس سلسلے میں ہم نے کئی لوگوں سے کوششیں کیں یہاں تک کہ حضرت مفتی اعظم قبلہ کے ایسے مالدار مریدوں پر دباؤ بھی ڈالا جو اپنے آپ کو حضرت کا بہت بڑا شیدائی و فدائی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن ان میں کوئی بھی فتاوٰی مصطفویہ چھپوانے کے لئے تیار نہ ہوا۔

یہ بہت بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت مفتی اعظم قبلہ کے عرس میں کھانے پینے اور اسٹیج کی سجاوٹ وغیرہ پر چالیس پچاس ہزار بلکہ لاکھ دو لاکھ تک خرچ کر دینا ان کے مریدین کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن جب حضرت کی کوئی تصنیف چھپوانے کے لئے ان سے کہا جاتا ہے تو یہ بات ان کے حلق سے نہیں اترتی۔

فتاوٰی مصطفویہ اعلیٰ پیمانے پر چھپوانے کے لئے رضا اکیڈمی ممبئی کے فعال و متحرک سکریٹری جناب الحاج محمد سعید صاحب نوری سے بھی ہم نے کہا مگر جب ان کی طرف سے بھی خاموشی رہی تو ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ وہ رضا اکیڈمی کی طرف سے بہت سی کتابیں چھپوا کر مفت بھی تقسیم کرتے رہتے ہیں تو اپنے پیر و مرشد کے فتاوے چھپوانے کے لئے کیوں نہیں تیار ہوتے۔ یہاں تک کہ مجھے ان سے ایک طرح کا ملال ہو گیا۔

پھر جب ۱۰؍ شوال ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء کو رضا اکیڈمی کی جانب سے امام احمد رضا ایوارڈ لینے کے لئے ہم ممبئی گئے تو فتاوٰی مصطفویہ نہ چھپوانے کی وجہ ان سے دریافت کی۔ انھوں نے کہا کہ فلاں مفتی صاحب کا مشورہ ہے کہ اس کتاب کی ساری عربی عبارتوں کا اردو ترجمہ ہو جائے اس کے بعد طبع ہو۔ ہم نے کہا جس

طرح فتاوی رضویہ کی ساری جلدیں پہلے اپنی اصلی حالت پر چھپ گئیں اور اب وہ عربی عبارتوں کے اردو ترجمہ کے ساتھ طبع ہو رہی ہیں۔ اسی طرح اصل فتاوی مصطفویہ آپ ترتیب جدید کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر چھپوا دیں۔ پھر بعد میں ان کی عربی عبارتوں کا ترجمہ ہوتا رہے گا۔

بحمدہ تعالیٰ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔ انھوں نے کہا اس کے چھپوانے پر تو ہم پیسے خرچ کر سکتے ہیں لیکن ہم کوئی علمی کام نہیں کر سکتے۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا کہ ترتیب جدید اور اس کی کتابت کی تصحیح وغیرہ کا سارا کام مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج سے فی سبیل اللہ ہو جائے گا۔

واپسی میں اس کے تینوں حصے وہ ہمیں اسٹیشن بھجوا دئے۔ وطن پہونچ کر دار الافتاء امجدیہ کے بہت ضروری کاموں سے فارغ ہو کر کتابت کی غلطیاں صحیح کرنے کے لئے ہم نے اس کو بغور پڑھنا شروع کر دیا۔ ۶ر ذو القعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۶ر مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ دن میں ۱۰ بجے اس کا کچھ مطالعہ کرنے کے بعد ہم سو رہے تھے تو خواب دیکھا کہ حضور مفتی اعظم قبلہ قدس سرہ دار الافتاء امجدیہ اوجھا گنج میں تشریف لائے ہیں اور بہت خوش ہیں۔

جب خواب سے بیدار ہوئے تو اس کی مسرت افزا کیفیت سے ہم شرابور تھے۔ خواب کی تعبیر بالکل ظاہر ہے کہ حضرت ہمارے اس کام سے بہت مسرور ہیں اور وہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے فتاوے نئی آن بان کے ساتھ طبع ہو جائیں۔

اس مبارک خواب نے ہمارے کام میں تیزی پیدا کر دی۔ کتابت پرانے انداز کی تھی ہم نے جدید طرز کے طور پر جگہ جگہ اس میں پیرا بندی کی۔ عزیزم مولانا مفتی محمد ابرار احمد امجدی نے ہماری نگرانی میں نئے ترتیب سے اس کو آراستہ کیا۔ اور آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال فقہا اور افکار ائمہ کو بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ حوالوں سے مزین کیا۔ اس کام کے لئے علیمیہ لائبریری جمدہ شاہی کا دو بار انھیں سفر بھی کرنا پڑا۔ ہم نے اس کی فہرست تیار کی اور کاتب کا مکان چونکہ اوجھا گنج سے دور ہے اس لئے بار بار وہاں جانے آنے کی دشواریوں اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گذرنے کے بعد اس کی کتابت مکمل ہوئی۔ پھر الحاج محمد سعید صاحب نوری کے اہتمام اور رضا اکیڈمی بمبئی کے خرچ سے طبع ہو کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں آئی۔

کتابت مکمل ہونے کے بعد جو فتاوے موصول ہوئے وہ ضمیمہ کے تحت اس مجموعہ میں شامل

کئے گئے ہیں اور مبادیات کے صفحات اصل کتاب سے الگ کر دیئے گئے ہیں تاکہ ضرورت پر ان میں بآسانی حذف و اضافہ کیا جا سکے ــــــ پرانی طباعت اور نئی کتابت کے اغلاط کی تصحیح کے لئے پوری کتاب تین بار پڑھی گئی پھر بھی اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو آگاہ کیا جائے۔ آئندہ اڈیشن میں اسے صحیح کر دیا جائے گا۔

جناب صوفی قربان علی صاحب حامدی اور جناب مولانا ڈاکٹر فیضان علی صاحب بیسل پوری کہ جن کی کوششوں سے حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ کے کچھ فتاوے کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ اور وہ تمام حضرات کہ جنھوں نے فتاویٰ مصطفویہ کی ترتیب قدیم وجدید میں کسی طرح کا بھی تعاون پیش کیا۔ خدائے عزوجل ان سب کو اجر جزیل وجزائے جلیل سے سرفراز فرمائے۔ اور رضا اکیڈمی بمبئی کے بانی الحاج محمد سعید صاحب نوری اور اس کے جملہ اراکین ومعاونین کی ساری دینی وملی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور انھیں حضرت **مفتی اعظم ہند قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ساری تصنیفات کو زیادہ سے زیادہ شائع کرنے کی توفیق رفیق** بخشے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

جلال الدین احمد امجدی

۲۲ر ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ

۲۹ر مارچ ۲۰۰۰ء

تعارفِ مصنّف

از حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولادت مرجع العلماء والفقہاء سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ صبح صادق کے وقت بریلی شریف میں ہوئی۔

پیدائشی نام محمد عرف مصطفےٰ رضا ہے۔ مرشد برحق حضرت شاہ ابوالحسین نوری قدس سرہ نے آل الرحمن ابوالبرکات نام تجویز فرمایا اور چھ ماہ کی عمر میں بریلی شریف تشریف لاکر جملہ سلاسل عالیہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی اور ساتھ ہی امام احمد رضا قدس سرہ کو یہ بشارت عظمیٰ سنائی کہ

یہ بچہ دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے۔

حصول علم سخن آموزی کی منزل طے کرنے کے بعد آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوا اور آپ نے جملہ علوم وفنون اپنے والد ماجد سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ۔ برادر اکبر حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان۔ استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری۔ شیخ العلماء علامہ شاہ سید بشیر احمد علی گڑھی۔ شمس العلماء علامہ ظہور الحسین فاروقی رام پوری سے حاصل کئے اور ۱۸ سال کی عمر میں تقریباً چالیس علوم وفنون حاصل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

تدریس فراغت کے بعد جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہی میں مسند درس وتدریس کو رونق بخشی۔ تقریباً تیس سال تک علم وحکمت کے دریا بہائے۔ برصغیر پاک وہند کی اکثر درس گاہیں آپ کے تلامذہ ومستفیدین سے مالا مال ہیں۔

تلامذہ

بعض مشہور تلامذہ کرام کے اسماء اس طرح ہیں جو بجائے خود استاذ الاساتذہ شمار کئے جاتے ہیں۔

(۱) شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ محمد حشمت علی خاں صاحب قبلہ قدس سرہٗ (۲) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان (۳) فقیہ عصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں صاحب بریلی شریف علیہ الرحمۃ والرضوان (۴) فقیہ عصر شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی دامت برکاتہم۔

مستفیدین اور درس افتاء کے تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے جن کے احاطہ کی اس مختصر میں گنجائش نہیں، صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ آسمان افتاء کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکنے والے مفتیان عظام اسی عبقری شخصیت کے خوانِ کرم کے خوشہ چیں رہے جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند کو افتاء جیسے وسیع و عظیم فن میں ایسا تبحر اور ید طولیٰ حاصل تھا کہ ان کے دامن فضل و کرم سے وابستہ ہو کر ذرے ماہتاب بن گئے۔

درسِ افتاء

فن افتاء کی مثالی تعلیم کا خاکہ خود تلامذہ ہی کی زبانی سنئے۔ نائب مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

میں گیارہ سال تین ماہ خدمت میں رہا۔ اس مدت میں چوبیس ہزار مسائل لکھے جن میں کم از کم دس ہزار وہ ہیں جن پر حضور مفتی اعظم کی تصحیح و تصدیق ہے۔ میں گھسا پٹا نہیں۔ بہت سوچ سمجھ کر جانچ تول کر مسئلہ لکھتا۔ مگر واہ رے مفتی اعظم اگر ذرا بھی غلطی ہے۔ یا لوچ ہے یا بے ربطی ہے یا تعبیر غیر مناسب ہے یا سوال کے ماحول کے مطابق جواب میں کمی رہ گئی ہے یا کہیں سے کوئی غلط فہمی کا ذرا سا بھی اندیشہ ہے تو فوراً اس پر تنبیہ فرماتے اور عتاب اصلاح، تنقید آسان ہے مگر اصلاح دشوار، مگر ستر سالہ مفتی اعظم کا دماغ اور علم ایسا جوان تھا کہ تنقید کے بعد فوراً اصلاح فرما دیتے اور ایسی اصلاح کہ پھر قلم توڑ کر رہ جاتا۔ بارہا ایسا ہوتا کہ حکم کی تائید میں کوئی عبارت نہ ملتی تو میں اپنی صواب دید سے حکم لکھ دیتا کبھی دور دراز کی عبارت سے تائید لاتا۔ مگر مفتی اعظم ان کتابوں کی عبارتیں جو دار الافتاء میں نہیں زبانی لکھوا دیتے۔ میں حیران رہ جاتا۔ یا اللہ کبھی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں۔ یہ عبارتیں زبانی کیسے یاد ہیں۔

مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب پورنوی رقمطراز ہیں۔

آپ درس افتاء میں محض نفس حکم سے آگاہ نہیں فرماتے بلکہ اس کے مالہ و ماعلیہ کے تمام نشیب و فراز ذہن نشین کراتے پہلے آیات واحادیث سے استدلال فرماتے پھر اصول فقہ سے اس کی تائید دکھاتے اور پھر قواعد کلیہ کی روشنی میں اس کا جائزہ لے کر کتب فقہ سے جزئیات پیش فرماتے۔ پھر مزید اطمینان کے لئے فتاویٰ رضویہ سے

امام احمد رضا کا ارشاد نقل فرماتے۔ وغیرہ وغیرہ

یہ اقتباس آپ کی شان فقاہت اور کمال تبحر کا بین ثبوت اور اس بات کا روشن بیان ہے کہ آپ مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی ساز اور فقیہ ہی نہیں بلکہ فقیہ النفس تھے۔

مجاہدانہ زندگی آپ کی ۹۲ سالہ حیات مبارکہ میں زندگی کے مختلف موڑ آئے کبھی شدھی تحریک کا قلع قمع کرنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ کی صدارت فرمائی اور باطل پرستوں سے پنجہ آزمائی کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان خارزار میں کود پڑے، لاکھوں انسانوں کو کلمہ پڑھایا اور بے شمار مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ قیام پاکستان کے نعرے اور خلافت کمیٹی کی آوازیں بھی آپ کے دور میں اٹھیں اور ہزاروں شخصیات ان سے متاثر ہوئیں۔ نس بندی کا طوفان بلاخیز آپ کے آخری دور میں رونما ہوا اور بڑے بڑے ثابت قدم متزلزل ہوگئے۔ لیکن ہر دور میں آپ استقامت فی الدین کا جبل عظیم بن کر ان حوادث زمانہ کا مقابلہ خندہ پیشانی سے فرماتے رہے۔

وصال ۱۴ محرم ۱۴۰۲ھ کا دن گذار کر شب کو ایک بجکر چالیس منٹ پر واصل بحق ہوئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

فتویٰ نویسی کی مدت آپ کے خاندان کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دے رہا ہے۔ ۱۸۳۱ء میں سیدنا اعلیحضرت قدس سرہٗ کے جد امجد امام العلماء حضرت مفتی رضا علی خاں صاحب قدس سرہٗ نے بریلی کی سرزمین پر مسند افتاء کی بنیاد رکھی۔ پھر اعلیٰحضرت کے والد ماجد حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں صاحب قدس سرہٗ نے یہ فریضہ انجام دیا اور متحدہ پاک و ہند کے جلیل القدر علماء میں آپ کو سر فہرست مقام حاصل تھا۔ ان کے بعد امام احمد رضا قدس سرہٗ نے تقریباً نصف صدی تک علوم و معارف کے دریا بہائے اور فضل و کمال کے ایسے جوہر دکھائے کہ علماء ہند ہی نہیں بلکہ فقہاء حرمین طیبین سے بھی خراج تحسین وصول کیا اور سب نے بالاتفاق چودھویں صدی کا مجدد اعظم تسلیم کیا۔

آپ کے وصال اقدس کے بعد آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام نے اس منصب کو زینت بخشی اور پھر باقاعدہ سیدنا حضور مفتی اعظم کو یہ عہدہ تفویض ہوا جس کا آغاز خود امام احمد رضا کی حیات طیبہ ہی میں ہو چکا تھا۔ کہ آپ نے مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ نو عمری کے زمانے میں بغیر کسی کتاب کی طرف رجوع کئے تحریر فرمایا تھا۔ تو اس سے متاثر ہو کر امام احمد رضا نے فتویٰ نویسی کی عام اجازت مرحمت فرمادی اور مہر بنوا کر بھی مرحمت فرمائی جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

"ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا"
یہ مہر دینی شعور کی سند اور اصابت فکر کا اعلان تھی۔ بلکہ خود امام احمد رضا نے جب پورے ہندوستان کے لئے دار القضاء شرعی کا قیام فرمایا تو قاضی و مفتی کا منصب صدر الشریعہ مفتی اعظم ہند اور مفتی برہان الحق جبل پوری قدست اسرارہم کو عطا فرمایا۔

غرضکہ آپ نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک لاکھوں فتاویٰ لکھے۔ اہل ہند و پاک اپنے الجھے ہوئے مسائل آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے اور ہر پیدا ہونے والے مسئلہ میں فیصلہ کے لئے نگاہیں آپ ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ آپ کے فتاویٰ کا وہ ذخیرہ محفوظ نہ رہ سکا ورنہ آج وہ اپنی ضخامت و مجلدات کے اعتبار سے دوسرا فتاویٰ رضویہ ہوتا۔

یہ بھی عالی مرتبت الحاج قربان علی صاحب کی محنت و لگن اور تلاش و جستجو کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ آپ نے جو کچھ جواہر پارے ڈھونڈ نکالے اور ان کو شائع کر کے ہم سب پر احسان عظیم فرمایا ورنہ اس ذخیرہ سے شاید امت مسلمہ کو کچھ بھی ہاتھ نہ آتا۔

پوری کتاب حقائق و دقائق کا خزینہ اور علوم و معارف کا ذخیرہ ہے۔ بعض فتاویٰ اگرچہ مختصر ہیں لیکن نہایت جامع اور بعض پر سیر حاصل گفتگو کر کے کلام کو نہایت تک پہونچا دیا ہے۔ انداز بیان نہایت عام فہم لیکن دلائل کی فراوانی اور براہین کی کثرت ایسی کہ بیشتر مقامات پر شبہہ ہوتا ہے کہ یہ قلم تو مجدد اعظم امام احمد رضا کا ہے۔ گویا آپ کے فتاویٰ "الولد سر لابیہ" کی سچی تصویر اور روشن تفسیر ہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کتاب النکاح باب المحرمات میں ایک فتویٰ حضور مفتی اعظم کا فارسی زبان میں دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ امام احمد رضا کے قلم کی جولانیت و روانی بعینہ اس فتوے میں موجود ہے۔ اور پھر بوجہل شہادتیں اور اپنے مسلک کے اثبات کے ساتھ مخالف کی جہالت و سفاہت کی نقاب کشائی نیز اس کا نہایت بلیغ انداز میں رد۔ یہ سب کچھ بلا شبہہ حضور مفتی اعظم ہند پر آپ کے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہٗ کا علمی فیضان تھا کہ ان کی صحبت نے آپ کو مفتی ہی نہیں بلکہ مفتی اعظم اور فقیہ النفس بنا دیا تھا۔

زیر نظر کتاب کے بارے میں کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے لیکن قارئین کی مزید دلچسپی کے لئے چند مقامات سے کچھ نشاندہی کر دینا ضروری خیال کیا گیا۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیں۔

باب جنائز ص ۲۷۲ پر ایک مسئلہ اذان قبر سے متعلق ہے کہ کسی بد عقیدہ نے اس کو علامہ شامی وغیرہ کی عبارت

کو آڑ بنا کر بدعت کہا تھا جس سے اس کا مطلب عدم جواز ثابت کرنا تھا۔

حضرت نے اس کی تردید باحسن وجوہ فرمائی اور اس کی جہالت کا پردہ فاش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس کو عدم جواز کی دلیل سمجھا تھا وہ عبارت تو خود جواز کا پتہ دے رہی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں جہل مرکب۔ اور فرقہ وہابیہ عام طور پر اس دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔

اسی باب جنائز میں ص۲۷ پر ایک سوال میت کے آگے نعت وغیرہ پڑھتے ہوئے چلنے کے بارے میں ہے کہ کیا یہ جائز ہے یا نہیں اس کا جواب نہایت طویل اور تحقیق کا بحر زخار ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب خاص اس ذکر کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں تو جواز میں شک نہیں۔ بلکہ یہ فعل بدعت حسنہ ملحق بالسنہ ہے کہ اختلاف زمان ومکان سے بہت احکام بدل جاتے ہیں۔ پھر بدعت سے متعلق تفصیلات درج فرمائیں اور حق تحقیق ادا کر دیا بعض متقدمین علماء کہ اس فعل کو مکروہ لکھ چکے تھے ان کے اقوال کی توجیہ وتاویل اور پھر اس پر فقیہانہ بحث۔ یہ تمام چیزیں دیکھ کر بے ساختہ کہا جاتا رہے گا کہ بلا شبہ آپ منصب افتاء کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔

حظر واباحت کے باب میں ص۲۶۹ پر ایک سوال ہے بسا اوقات امام اعظم کے قول کے سوا امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر فتوی ہوتا ہے جبکہ ہم امام اعظم کے مقلد ہیں۔ تو یہ کیونکر درست ہے۔

یہ اہم سوال امام احمد رضا کی خدمت میں بھی پیش ہوا تھا۔ اور آپ نے اس کے جواب میں ایک رسالہ اجلی الاعلام مشمولہ فتاوی رضویہ جلد اول تصنیف فرمایا۔ اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ صاحب بحر نے فرمایا کہ یہ ایسا عظیم اشکال ہے کہ ایک طویل زمانہ تک میرے ذہن میں رہا۔ میں اس کا جواب معلوم نہ کر سکا مگر اب ائمہ کے کلام سے میرے ذہن میں آیا۔ اس مسئلہ پر امام احمد رضا نے تحقیق دقیق کے دریا بہائے۔ لیکن وہ تحقیق ایسی فاضلانہ ومجتہدانہ ہے کہ عوام تو عوام اکثر فضلاء زمانہ کی فہم سے بھی بالاتر ہے۔

حضور مفتی اعظم نے اپنے فتوی میں جو عطر تحقیق پیش فرمایا وہ سمندر کو کوزے میں بھر دینے کی اعلی مثال ہے۔ فرماتے ہیں۔ فتوی ہمیشہ قول امام پر ہوتا ہے۔ ان کے اصحاب کے اقوال پر کبھی فتوی ہونا درحقیقت قول امام ہی پر فتوی ہے کہ قول دو طرح پر ہے۔ صوری، ضروری۔ تو تلامذہ کا قول مفتی بہ اگرچہ امام کا قول صوری نہیں لیکن ضمنی ضروری ہے کیونکہ وہ امام ہی کے اصول پر متفرع ہے۔ پھر مثالوں کے ذریعہ اس کی توضیح اور شواہد کے ذریعہ اس کی توثیق فرما کر اس عظیم واہم مسئلہ کی ایسی وضاحت فرما دی کہ کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق نہ چھوڑا۔

ص۲۰ پر ایک سوال امام احمد رضا کے ایک مصرع۔ یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم۔ سے متعلق ہے کہ ذات

وصفات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا مکروہ ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے یہ قسم کیوں یاد فرمائی۔
جواب میں نہایت تفصیل اور مختلف حیثیات سے اس کا اثبات ہے لیکن ایک گوشہ اس طرح ہے۔ کہ یاد حضور ذکر رسول ہے اور ذکر رسول بلا شبہہ ذکر خدا ہے اور ذکر خدا صفت باری تعالیٰ ہے تو لامحالہ یہ صفت باری کی قسم ہوئی اور یہ جائز۔ لہٰذا اعتراض بے محل اور معترض کے فہم کا قصور ہے۔ یہ تو چند مثالیں۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ کے قبیل سے ہیں۔ ورنہ پوری کتاب پڑھ کر یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب علم وفن اور فقہ وفتاویٰ کا ایک مہکتا ہوا گلشن ہے۔

مولیٰ تعالیٰ حضور مفتی اعظم کے علمی فیضان سے ہم سب کو سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد حنیف خاں نوری
جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

نقشِ سراپا حضور مفتی اعظم ہند

از حضرت مولانا مفتی سید شاہد علی صاحب رضوی رام پوری

گورا مکھڑا جلوے جس پر آ آ کر بکھر جاتے ہیں
آؤ تم کو بھی ہم صورت، ایک ایسی دکھاتے ہیں

لباس نورانی ــــ سیرت نورانی ــــ صورت نورانی ــــ رنگت سرخی مائل سفید ــــ قد میانہ بدن نحیف ــــ سر بڑا گول، اس پر عمامہ کی بہار ــــ چہرہ۔ گول، روشن و تابناک، نور برساتا ہوا، جسے دیکھ کر خدا کی یاد آ جائے ــــ پیشانی کشادہ بلند، تقدس کے آثار لئے ہوئے ــــ بھویں۔ گنجان بالے ہوئے ــــ پلکیں گھنی، بالکل سفید، بال نما ــــ آنکھیں بڑی بڑی، کالی چمکدار گہرائی و گیرائی لئے ــــ رخسار بھرے بھرے گداز، روشن، جلال و جمال کا آئینہ ــــ ناک متوسط قدرے اٹھی ہوئی ــــ مونچھ نہ بہت پست نہ اٹھی ہوئی ــــ لب پتلے گلاب کی پتی کی طرح، تبسم کے آثار لئے ہوئے ــــ دندان۔ چھوٹے چھوٹے ہموار اور موتیوں کی لڑی کی طرح جب تبسم ریز ہوتے ــــ کان متناسب قدرے درازی لئے ہوئے ــــ گردن۔ معتدل ــــ سینہ۔ فراخ کچھ روئیں لئے ہوئے ــــ کمر۔ خمیدہ مائل ــــ ہاتھ۔ لمبے لمبے جو سخاوت و فیاضی میں ضرب المثل ــــ کلائیاں۔ چوڑی روئیں دار ــــ ہتھیلیاں۔ بھری ہوئی گداز ــــ انگلیاں۔ لمبی لمبی، موزوں و کشادہ۔ ــــ پاؤں۔ متوسط ــــ ایڑیاں۔ گول، موزوں۔

لباس

ٹوپی۔ دو پلی کڑھی ہوئی ــــ عمامہ بڑے عرض کا زیادہ تر سفید، بادامی ــــ پوشاک۔ کرتا کلی دار، اس پر صدری، جبہ ــــ پاجامہ۔ چھوٹی مہری کا علی گڑھی ــــ جوتا۔ ناگرہ، جے پوری ــــ چھڑی سینگ یا لکڑی کی۔

فہرست مضامین

کتاب الطہارۃ

طہارت کا بیان

کتاب الصّلاۃ

نماز کا بیان

احکام مسجد

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتہ) کا بیان

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

فقہ اور فقہا کی فضیلت[1]

فقہ کا لفظ عرف شرع میں اکثر احکام شرعیہ کے علم پر بولا جاتا ہے۔ اور فقہ کے جاننے والے کو فقیہ کہتے ہیں۔ فقہا اس کی جمع ہے۔

(۱) مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ۔ متفق علیہ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے (بخاری شریف جلد ا صلا)

(۲) فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ۔ رواہ الترمذی

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۳۴)

(۳) اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ۔ رواہ الطبرانی

عبادت میں افضل فقہ ہے (کنز العمال ج ۱۰ ص۸۵)

(۴) لِكُلِّ شَيْءٍ دِعَامَةٌ وَّدِعَامَةُ هٰذَا الدِّيْنِ الْفِقْهُ۔ رواہ الخطیب

ہر چیز کے لئے ایک کھمبا ہے اور اس دین کا کھمبا فقہ ہے (کنز العمال ج ۱۰ ص۸۶)

(۵) قَلِيْلُ الْفِقْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرِ الْعِبَادَةِ وَكَفٰى بِالْمَرْءِ فِقْهًا اِذَا عَبَدَ اللّٰهَ۔ رواہ الطبرانی

تھوڑی فقہ زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کو فقہ کافی ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے (کنز العمال ج ۱۰ ص۸۸)

(۶) طَلَبُ الْفِقْهِ حَتْمٌ وَّاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔

فقہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے واجب ہے (کنز العمال ج ۱۰ ص۹۱)

(۷) خَيْرُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ۔ رواہ ابو الشیخ

بہترین عبادت فقہ ہے (کنز العمال ج ۱۰ ص۱۰۰)

(۸) لَا عِبَادَةَ اِلَّا بِفِقْهٍ وَّمَجْلِسُ فِقْهٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ رواہ الدار قطنی

فقہ کے بغیر کوئی عبادت نہیں۔ اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے (کنز العمال ج ۱۰ ص۱۰۲)

(۹) علم دین فقہ و حدیث ہے۔ منطق و فلسفہ جاننے والے علماء نہیں۔ یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں۔ تو جو فقہ میں زیادہ ہے وہی بڑا عالم دین ہے اگرچہ دوسرا حدیث و تفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۵۵۲)

---

[1] ماخوذ از کتاب علم اور علماء تصنیف فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان

عقیدے کا بیان

مسئلہ: زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو نہیں جانتے تھے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بحر الرائق جلد ۳ صہ ۹۴ مطبوعہ مصر میں ہے وفی الخانیۃ والخلاصۃ لوتزوج بشھادۃ اللہ ورسولہ لا ینعقد ویکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اھ اور ایسا ہی بزازیہ میں ہے۔ جواب شافی بالدلیل مرحمت فرمائے جاویں۔ فقط بینوا توجروا

الجواب زید بے قید پُر از مکرو کید بدترین وہابی لعین ہے اس کا حضور پُر نور شافع یوم النشور ایمان جان جان ایمان عالم ما یکون وما کان سرور عالم وعالمیاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم غیب سے مطلقاً انکار کفر مبین ہے۔ قرآن عظیم کی آیات باہرہ کثیرہ سے انکار ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم تمہاری طرف وحی فرماتے ہیں۔ اور وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ۔ یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ اللہ اس لئے نہیں کہ اے عامۃ الناس خود تمہیں غیب پر مطلع فرمادے اور لیکن اللہ (اس کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ اور لا یظھر علٰی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول۔ خدا کسی کو غیب پر مسلط نہیں فرماتا مگر رسول مرتضٰی کو۔ اور وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا۔ خدا نے سکھادیا تمہیں جو کچھ تم نہیں جانتے تھے (غیب وشہادت سے) اور اللہ کا تم پر فضل عظیم ہے۔ اور وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ۔ ہم نے یہ کتاب تم پر اتاری ہر شئی کی روشن تر بیان کو اور هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ وہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہر شئے کے علیم ہیں۔ اور یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

۱ سورۂ ہود آیت ۴۹، ۲ سورۂ تکویر آیت ۲۴، ۳ سورۂ آل عمران آیت ۱۷۹، ۴ سورۂ جن آیت ۲۶، ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۳، ۶ سورۂ نحل آیت ۸۹، ۷ سورۂ بقرہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں مابین ایدیہم وما خلفہم کو۔ اور عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ اللہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھا دیا جو وہ نہ جانتے تھے۔ وغیرہا آیات شریفہ اس لعین کا یہ ملعون انکار احادیث شریفہ کثیرہ شہیرہ کا انکار ہے۔

حدیث میں ہے ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ بیشک اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا اٹھائی (میرے پیش نظر فرمادی) تو میں اسے اور جو کچھ اس میں روز قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس کف دست مقدس کو اور حدیث میں ہے۔ اخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم ہمیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے اور جہنمیوں کے اپنے اپنے منازل میں داخل ہونے تک کی خبر دی۔ اور حدیث میں ہے۔ ان اللہ زوی لی الارض۔ فرأیت مشارقھا ومغاربھا۔ تحقیق اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو ملاحظہ فرمالیا۔ اور حدیث میں ہے۔ تجلی لی کل شیئ وعرفت۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوئی اور میں نے پہچان لی۔ اور حدیث میں ہے۔ علمت ما فی السمٰوات والارض۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ اور حدیث میں ہے قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ما کان وما یکون۔ میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا تو میں نے جان لیا ماکان ومایکون کو (جو کچھ ہوگیا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کو۔) اور حدیث میں ہے ما من شیئ کنت لم اراہ الا وقد رأیتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔ اور حدیث میں ہے۔ تجلی لی ما بین السماء والارض۔ اور حدیث میں ہے علمت ما بین المشرق والمغرب اور حدیث میں ہے۔ اخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

اللہ عزوجل بار بار ارشاد فرماتے ہم نے رسول کو غیب کی خبریں دیں۔ ہم نے رسول مجتبیٰ کو غیب پر مطلع فرمایا۔ رسول مرتضیٰ کو غیب پر مسلط کردیا اور رسول کو سکھا دیا جو کچھ وہ نہ جانتے تھے۔ اور ان پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ ہم نے رسول پر وہ کتاب اتاری جو ہر شے کا روشن بیان ہے۔ ہمارا رسول ہر شے کا علیم ہے۔ ہمارا رسول مابین ایدیہم (ابتدائے آفرینش سے) اور ماخلفہم (روز آخر تک) جانتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بار بار اعلان سے فرمائیں۔ میں اپنی کف دست مبارک کی طرح دنیا ومافیہا تا روز قیامت سب کو دیکھ رہا ہوں۔ میں جو کچھ آسمانوں زمینوں میں ہے سب کو جانتا ہوں۔ میں ہر شے کو پہچانتا ہوں ہر شے مجھ پر روشن

ـــــــ
۱؎ سورۂ علق آیت ۵، ۲؎ زرقانی علی المواہب اللدنیہ، ۳؎ بخاری، مشکوٰۃ ص۵۰۶، ۴؎ مشکوٰۃ ص۵۱۲، ۵؎ مشکوٰۃ ص۷۲، ۶؎ مشکوٰۃ ص۷۰، ۷؎ مسلم ج۲ ص۳۹۰

ہوگئی ہے۔ کوئی چیز جو میری دیکھی نہ تھی وہ ایسی باقی نہ رہی جو میں نے اس مقام میں دیکھ نہ لی جو کچھ مشرق و مغرب میں ہے سب کو میں نے جان لیا۔ مگر بے ایمان وہابی نہ رسول کے فرمانے پر یقین لاتا ہے نہ خدا کے ارشاد پر ایمان وہ کافر دونوں سے کفر کرتا ہے اور بکے جاتا ہے کہ رسول غیب کو نہیں جانتے تھے۔ اور بے ایمانی اور دھوکے اور فریب سے ان نصوص کو اپنی برہان بناتا ہے جن میں علم ذاتی مراد ہے۔ اس سے کہو کہ بے ایمان عبارت میں "الغیب" سے مراد علم ذاتی ہے۔ اور یہ تیری سمجھ میں نہیں آتا تو اسے بھی مطلقاً علم غیب کا انکار سمجھتا ہے۔ تو تو بحر پر ایمان رکھتا ہے مگر رسول کے فرمان اور اللہ عزوجل کے قرآن کا منکر ہے۔ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد و فرمان کے آگے بحر کی عبارت پیش کرنا اس کے بھروسہ رسول کے علم سے مطلقاً انکار کرنا یہ تیرے ہی جیسے بے حیا بے ایمان کا ملعون کام ہے۔ اے لعین تو ان ملعون منافقوں کی طرح قرآنی فتوے سے کافر ہے جنھوں نے بکا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں فلاں کا ناقہ فلاں وادی میں ہے اور انھیں غیب کی کیا خبر وہ غیب کیا جانیں اور پھر منکر ہوگئے اور جھوٹے بہانے بتانے لگے جس پر قرآن عظیم کا وہ قہری فتویٰ نازل ہوا اور جتا دیا گیا وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔

منافقوں نے بھی تو یہی بکا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے وہ غیب کیا جانیں انھیں غیب کی کیا خبر۔ اسی پر تو قرآن عظیم نے فرمایا کہ تم اللہ اور قرآن اور رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہو۔ اسی پر تو واحد قہار نے ان کے جھوٹے حیلے بہانوں کو کہ ہم تو یوں ہی ہنس بول رہے تھے فرمایا کہ جھوٹے بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہو چکے بعد (اظہار) ایمان کے۔ اٰمنا باللّٰہ الرحمٰن ورسولہ والقراٰن۔ ہم مسلمان آیات قرآن و احادیث نبی ذیشان پر ایمان رکھنے والے باتباع قرآن اس وہابی بے ایمان کے کفر پر حکم کرتے ہیں۔ جس نے کہا رسول غیب کو نہیں جانتے تھے۔ اور جس نے لکھا یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ ۲ صفحہ ۱) اور بکا کہ دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں (براہین قاطعہ صفحہ ۵۱) اور بک دیا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۶) اور لکھا کسی انبیاء اولیاء امام یا شہیدوں کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر صاحب کی جناب میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے (تقویۃ الایمان صفحہ ۳۰) اور لکھا جو کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ کا عطا کیا ہوا ہے

ع۱: سورۂ توبہ آیت ۶۵

سومحض باطل اور خرافات سے ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ صہ۳۶) اور لکھدیا جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا (تقویۃ الایمان صہ۳۱) اور لکھا اللہ کا سا علم اور ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے (تقویۃ الایمان صہ۱۰) اور ہر چہار ائمہ مذاہب اور جملہ علماء پر افترا کرتے ہوئے بکا۔ اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں۔ (مسئلہ علم غیب صہ۲) غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن (تقویۃ الایمان صہ)

اللہ اللہ۔ اللہ عزوجل اپنے حبیب و محبوب طالب و مطلوب دانائے غیوب کو علم غیب عطا فرمائے، اور اپنی کتاب مجید میں اس عطا کا اعلان فرمادے، اور جو ملعون یہ بکے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غیب کیا جانیں اس کے کفر کا وہ قہری فتویٰ دے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار بر سر مجالس خطبات میں اپنے رب کے اس عظیم نعمت کا اظہار فرمائیں اور طاعنین کا رد علی رؤس الاشہاد ارشاد فرمائیں۔ حدیث میں ہے قام علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شیئ فیما بینکم وبین الساعۃ الا انبأتکم بہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب العزیز الودود الغفور نے منبر مقدس پر قیام فرمایا اللہ عزوجل کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کیا حال ہے ان اقوام کا جو میرے علم شریف میں طعن کرتی ہیں تم مجھ سے نہ پوچھو گے کسی شئی کو جو تمہارے اور قیامت کے درمیان ہے مگر یہ کہ میں تمہیں اس سے خبردار فرمادوں گا۔ مگر وہابی مردود، منافق مطرود کی طرح یہی بکے جائے کہ انھیں غیب کی کیا خبر وہ علم غیب کیا جانیں۔ رسول غیب نہیں جانتے تھے... قاتلھم اللہ انی یؤفکون[۱]۔

آیات و احادیث جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کا ثبوت ہے اور بھی ہیں مگر وہابیہ کے دشت انکار کے مقابل دس دس آیات و احادیث پر بس کریں۔ مشہور ہے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبتا سوار پکڑتا ہے۔ بے ایمان وہابی جب بحر کفر میں غوطے کھانے لگا اور قعر کفر میں ڈوبا تو بچاؤ کے لئے بحر الرائق کی اس عبارت کو پکڑا اس مرجوح قول سے سہارا لیا جس کا غیر صحیح ہونا بالکل واضح اور آشکار۔ اور وہابیہ دیوبندیہ کا گرو مان چکا کہ "شرائط تعارض سے تساوی فی القوۃ ہے" پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے

[۱] سورۂ توبہ آیت نمبر ۳۰

مرجوح ساقط و متروک ہے، اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے۔ (بسط البنان) اس مرجوح قول میں مناسب تاویل نہ کرنے والا اسے اپنی سند بنانے والا بے ادب گستاخ ہے۔ ساقط و متروک و مرجوح کو قرآن و حدیث کے نصوص کے رد کے لئے پکڑنے والا ہے اور اپنے ساتھ کفر کے گڑھے میں صاحب بحر کو بھی ڈبا دینے والا ہے اور طائفہ کے گرو گھنٹال کی معقول بات کو بھی رد کر دینے والا ہے۔

جب طائفہ کے استاد جی کو بھی یہ مسلم ہے کہ ایسی جگہ تاویل مناسب کرنی چاہئے تو لازم تھا کہ بحر وغیرہ علماء کی ایسی عبارت میں یہ سمجھتا کہ ان کی مراد علم ذاتی ہے نہ کہ اس عبارت کو قرآن و حدیث کے رد کے لئے لے دوڑا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا یہ علماء یہ دین کے ائمہ جن کی وسعت نظر ہم جیسوں کے حسابوں سے بے انتہا۔ جس کی حد تک ہمارا مرغ وہم بھی پرواز نہ کر سکے تو یہ کیا کوئی سلیم الحواس ادنیٰ عالم بھی ان آیات و احادیث پر جس کی نظر ہو وہ مطلقاً انکار علم غیب برائے انبیاء کر سکے گا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کیا کسی ادنیٰ سے ادنیٰ عقل والے کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ یہ اکابر ان آیات و احادیث پر نظر نہ رکھتے تھے یا ان کو دیکھتے ہوئے معتزلیوں اور وہابیوں کی طرح ان کو رد کرتے تھے۔ یا یہ کہ ان آیات و احادیث پر نظر تو رکھتے تھے اور یہ اعتقاد بھی رکھتے تھے کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں تو دیں انھیں غیوب پر مطلع تو فرمایا وہ ایسے امور سے واقف تو تھے جن کا بداہت عقل اقتضا نہ کرے جو کسی طرح حواس سے معلوم نہ ہو سکیں جس تک مرغ عقل کتنا ہی اڑے ہرگز نہ پہونچ سکے جو بے اعلام الٰہی معلوم نہ ہو سکیں مگر اسے علم غیب کہنا جائز نہ رکھتے تھے۔ اسے علم غیب اعتقاد کرنے کو کفر ٹھہراتے تھے باوجودیکہ اللہ عزوجل نے اسے غیب ہی فرمایا۔

اور عقلاً بھی یہ ظاہر ہے کہ وہ امور غیب جن کا علم خدا نے بخشا غائب سے حاضر نہ ہو گئے۔ علم بخشا نہ کہ غائب کو حاضر اور جو ہو چکا اور جو ابھی تک نہ ہوا اسے زمانہ حال میں موجود کر دیا۔ ماکان و مایکون کو معلوم و مشہود فرمادیا نہ کہ خارج میں حاضر و موجود۔ اور ہر کس و ناکس کے لئے مشہود۔ تو علم غیب عطا فرمانے سے غیب غیب ہی رہا شہادت نہ ہو گیا۔ اور اپنے حبیب عالم کے لئے معلوم فرما دینے اور اپنے محبوب شاہد کے لئے مشہود کر دینے سے غیب شہادت ہو گیا غیب باقی نہ رہا یہ کہا جائے تو کیا معاذ اللہ یہ جہلا یہ بھی کہیں گے کہ خدا کو بھی غیب نہیں کہ وہاں تو سب شہادت ہی ہے اس سے کوئی شئے غائب نہیں۔ شہادت وہ ہے جو حواس سے معلوم ہو سکے وہ موجود کہ ہر ایک کے لئے مشہود ہو سکے یہ بھی بعطائے الٰہی ہے اوروں کے لئے۔ ایک ذرہ شہادت کا علم بے عطا بھی دوسرے کو نا ممکن۔ جس طرح علم غیب کے ساتھ اللہ تعالیٰ منفرد ہے یوں ہیں علم شہادت کے ساتھ جس طرح

علم غیب اس کی صفت ہے یوہیں علم شہادت۔ قال تعالیٰ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ[1] اور غیب وہ ہے جو بے اعلام الٰہی معلوم نہ ہوسکے جس تک حواس وعقل کی رسائی کسی طرح بے تعلیم الٰہی نہ ہوسکے جو ذاتی طور پر خدا ہی کو ہے اور اس کی عطا سے اس کے محبوبوں کو ہوتا ہے ہر اک کو نہیں ہوتا۔

مختصر یہ کہ شہادت وہ جو ہر اک کے لئے عقل وحواس سے ظاہر فرما دیا ہے اور غیب جو اس کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے محبوبوں کو اس سے جتنا جتنا چاہا بخشا ہے اور ان کو نہیں دیا ہے حواس سے معلوم کر لینے پر قادر نہیں کیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ غیر خدا کے لئے مطلقاً انکار غیب یہ عقیدہ باطلہ بعض معتزلہ ہے اور یہ وہابیوں ہی کا اب سے پہلا نام ہے اس سے پہلا نام اس طائفہ باطلہ کا خارجی تھا۔ جیسے اب دیوبندی وہابی اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اور نجدی وہابی اپنے آپ کو حنبلی بتاتے ہیں دیوبندی فقہ حنفی میں کتابیں لکھتے اور اس میں اپنے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے مسائل ٹھونسے ہیں یوہیں معتزلی اپنے آپ کو حنفی کہا کرتے اور فقہ حنفی میں تصنیف کیا کرتے اور اس میں اپنے مذہب اعتزال کی رعایت کرتے ہوئے بعض مسائل ٹھونس دیا کرتے تھے انھیں مسائل سے یہ مسئلہ بھی ہے بعض نے اسے اخذ کیا اور ان کے ساتھ حسن ظن یہی ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اس سے علم ذاتی مراد لیا۔ پھر ان حضرات صاحب بحر وغیرہ نے بھی یہی سمجھتے ہوئے اپنی تصانیف میں نقل کیا۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض جامع اقوال ہر گونہ اقوال نقل کرتا ہے مثلاً مجمع الانہر میں لکھا کہ لو شتم حیوانا ماکول اللحم بکلمة الجماع یکفر (مجمع الانہر میرے پاس اس وقت نہیں اور میسر بھی نہیں آسکتی یاد پر یہ عبارت لکھی ہے ممکن ہے کہ عبارت میں کچھ فرق ہو) پھر اس سے اوروں نے نقل کیا۔ اور ایسا ہوتا ہے۔ تو بعض کا نقل کردہ قول جب کہ اس میں مطلقاً انکار علم غیب مراد ہو جو معتزلہ کے عقیدہ باطلہ کے موافق ہے یا اس کا اپنا ہی جبکہ وہ حنفی ہو معتزلی نہ ہو اس نے ذاتی مراد لیا ہو اسے دیکھنا اور اسے عطائی پر ڈھالنا اور اکابر علماء جہابذۂ ائمہ کا اس قول کے ضعف ومرجوحیت کا جو اشعار فرمایا اسے دیکھ کر ان دیکھا کر لینا کس درجہ حیاداری ہے؟ ولاحول ولاقوة الا باللّٰه العلی العظیم۔ نیز اس سے بھی وہابی کا نظر چرانا بلکہ بعض خبثاء وہابیہ کا اس اشعار ذاتی کو بھی مطلقاً انکار کی سند ٹھہرانا کس قدر ڈھٹائی ہے والعیاذ باللّٰه تعالیٰ۔

مسئلہ تو صرف اتنا تھا کہ اگر کوئی شخص شہادت خدا ورسول سے نکاح کرے تو یہ نکاح منعقد نہ ہوگا کہ شرط انعقاد نکاح گواہوں کا رہنا ہے حدیث میں ہے لا نکاح الا بشهود[2] مسلمان کے نکاح میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا حضور شرط ہے جو عاقل بالغ ہوں اور یہ سمجھیں کہ نکاح ہو رہا ہے وہ کون سا نکاح

[1] سورۂ رعد آیت ٩، [2] جامع ترمذی اول ص٢١٠

ہے جو خدا سے غائب ہو اگر محض خدا کی شہادت سے نکاح کرتا یا فرشتوں مثلاً کراماً کاتبین کی شہادت سے کرتا جب بھی باطل ہوتا کہ شرط صحت نکاح نہ پائی گئی۔ اس میں بعض مجاہیل نے اتنا اور اضافہ کیا کہ وہ مسلمان شخص کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ معتقد علم غیب برائے رسول ہوا ظاہر تو یہ ہے کہ یہ بعض مجاہیل معتزلی ہوگا۔ اس نے اپنے مذہب کا پیوند اس میں جوڑ دیا۔ پھر یہ بتاویل علم ذاتی بعض حنفیہ نے بھی اپنی تصانیف میں نقل کر لیا، مگر اس کی مرجوحیت کو ظاہر کرتے ہوئے کہ علم ذاتی ہی نہیں ہوتا۔ دوسری قسم علم عطائی بھی ہے تو جب یہ احتمال ہے تو کافر نہیں کہہ سکتے اس احتمال کے ہوتے ہوتے تکفیر صحیح نہیں۔ امام فقیہ النفس قاضی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادخلہ فی الجنان نے اپنے فتاویٰ[1] میں فرمایا رجل تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله كان باطلا لقوله صلى الله عليه وسلم لا نكاح الا بشهود وكل نكاح يكون بشهادة الله وبعضهم جعلوا ذلك كفرا لانه يعتقد ان الرسول صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب۔ امام فقیہ النفس نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کفر ہے بلکہ یہ فرما کر کہ بعض نے اسے کفر ٹھہرا دیا اس کے ضعف کا اشعار فرما دیا۔ فتاویٰ خلاصہ میں یہ مسئلہ دو جگہ لکھا جلد اول کتاب النکاح میں تو تجرید سے اتنا لکھا لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد وهل يكفر عرف فی الفاظ الکفر۔ اور جلد ۲ کتاب الفاظ الکفر میں تحریر فرمایا رجل تزوج ولم يحضر شاهد فقال خدا را و رسول خدا را گواہ کردم يكفر فی الفتاوی لانه يعتقد ان الرسول والملك عالم بالغيب بخلاف قوله فرشتہ دست راست را و فرشتہ دست چپ را گواہ کردم حيث لا يكفر لانهما يعلمان۔

فتاویٰ امام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن بزاز کردری میں فرمایا تزوجها بشهادة الله تعالى جل جلاله ورسوله عليه الصلاة والسلام لا ينعقد ويخاف عليه الكفر لانه يوهم انه عليه الصلوٰة والسلام يعلم الغيب وعنده مفاتيح الغيب الاية وما اعلم الله تعالى لخيار عباده بالوحی والالهام لم يبق بعد الاعلام غيبا لخرج عن حصر بين المستفادين من تقديم المسند والحصر بالا۔ يخاف عليه الكفر نے صاف کر دیا

عہ اس عبارت میں اگرچہ اشارۂ ضعف و مرجوحیت نہیں مگر جب اور علماء کے کلام سے یہ ثابت ہے نیز اس طائفہ وہابیہ کے گرو نے ملک الموت بلکہ ابلیس کے لئے بھی علم غیب مانا ہے اور نصوص سے ثابت لکھا ہے تو قطعاً ظاہر کہ اس عبارت میں بھی علم ذاتی ہی مراد ہے یہ تکفیر بر بنائے علم ذاتی ہے نہ کہ علم عطائی ماننے پر۔ ہم نے یہ عبارت مطبوعہ نسخہ سے نقل کی ہے ممکن ہے کہ قدیم نسخہ کی عبارت میں ضعف و مرجوحیت کی طرف اشارہ کے الفاظ بھی ہوں جو اس طبع کرنے والے نے نکال دیے ہوں۔ اس طبع کرنے والے نے چند جگہ الحاق کیا ہے جو نسخۂ قدیمہ قلمیہ میں نہیں اور جو عقلاً نقلاً محض باطل ہے ۱۲ منہ

[1] فتاویٰ قاضی خاں مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۳۴

کہ مراد امام بزازی علم ذاتی ہے کہ اگر عطائی ماننا بھی کفر ہوتا تو بخاف نہ فرماتے اور ما اعلمہ اللہ تعالیٰ بالوحی والالہام لخیار عبادہ کہہ کر خیار عباد کے لئے منجانب اللہ وحی والہام سے علم ہونے کو تسلیم نہ کرتے۔ لم یبق غیبا پر وہابیہ بہت بغلیں بجاتے ہیں اور قول بزازی دکھا دکھا کر مسلمانوں کو اکثر فریب میں ڈالا کرتے ہیں۔ مگر ہماری تقریر بالا سے روشن ہوگیا کہ لم یبق غیبا خود اسی طرف مشیر ہے کہ یہاں مراد امام غیب سے غیب ذاتی ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیب بعد اعلام باقی نہ رہا جو خدا کے ساتھ خاص ہے۔ علماء اہل فہم کی فہم پر اعتماد کرتے ہوئے ایسی قیود ضروریہ اکثر ترک فرمادیا کرتے ہیں جنھیں شراح ومحشین ذکر کرتے ہیں لم یبق غیبا ای مختصا باللہ تعالےٰ در مختار میں ہے تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لم یجز۔ بل قیل یکفر۔ اس قیل نے ضعف ومرجوحیت تکفیر کا اشعار فرمایا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے اس قول پر رد المحتار جلد ۲ میں تحریر فرمایا قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لایکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال تعالیٰ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی تاتارخانیہ اور حجہ میں فرمایا کہ ملتقط میں ذکر کیا کہ وہ کافر نہ ہوگا اس لئے کہ اشیاء روح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہیں اور بیشک رسل علیہم السلام بعض غیب کی معرفت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول پھر قلت لکھ کر مقطع کا بند یہ فرمایا جس نے وہابیہ کو بالکل ہی ذبح کر دیا ان کی رگ گردن یکسر قطع فرمادی بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بھذہ الایۃ علی نفیھا بان المراد الاظہار بلا واسطۃ والمراد من الرسول الملک لایظہر علی غیبہ بلا واسطۃ الا الملک اما النبی والاولیاء فیظہرھم بواسطۃ الملک اوغیرہ وقد بسطنا الکلام علی ھذہ المسألۃ فی رسالتنا المسماۃ سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی فراجعہا فان فیہا فوائد نفیسہ۔ یعنی میں کہتا ہوں بلکہ بعض علماء نے کتب عقائد میں ذکر فرمایا کہ اولیاء کو کرامات سے بعض مغیبات پر اطلاع ہے اور ان ائمہ نے معتزلیوں کا رد فرمایا جو اس آیت سے نفی غیب پر دلیل لاتے تھے کہ مراد آیت اظہار بلا واسطہ ہے اور مراد رسول سے ملک ہے یعنی نہیں مسلط فرماتا اپنے غیب پر کسی کو بلا واسطہ مگر ملک کو لیکن نبی اور اولیاء تو غیب پر انھیں بواسطہ ملک یا کسی اور واسطہ سے مسلط فرماتا ہے اور بیشک ہم نے اس مسئلہ پر کلام مبسوط کیا ہے اپنے رسالہ سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی میں تو اس کی مراجعت کرو اسے دیکھو کہ اس میں فوائد نفیسہ ہیں۔

امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے تجنیس والمزید اور علماء کرام اصحاب فتاویٰ عالمگیری نے فتاویٰ ہندیہ میں اس قول کے ضعف یا بطلان کی طرف اس کے ترک سے اشارہ فرمایا کہ مسئلہ صرف اتنا ہی لکھا [1] تزوج امرأۃ بشہادۃ اللہ ورسولہ لایجوز النکاح۔ وہ کفر لاعتقادہ ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب چھوڑ ہی دیا۔ قیل لگا کر بھی نہ لکھا مضمرات وخزانۃ الروایات اور معدن الحقائق میں ہے والصحیح انہ لایکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب وتعرض علیہم الاشیاء فلایکون کفرا۔ اور صحیح یہ ہے کہ تحقیق وہ شخص کافر نہ ہوگا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں۔ تو ان کو علم غیب کا اعتقاد کفر نہ ہوگا۔ وہابیہ بحر الرائق کی عبارت ہی دھوکہ کو نہیں دکھاتے اکثر شرح عقائد و شرح فقہ اکبر و بزازیہ کی عبارتیں بھی فریب دینے کو پیش کیا کرتے ہیں۔ عبارت بزازیہ تو اوپر گذر چکی۔ شرح عقائد کی عبارت یہ ہے۔ الحکم بالغیب تفرد بہ اللہ تعالیٰ لاسبیل الیہ للعباد۔ [2] مگر عبارت اتنی ہی نہیں اس کے ساتھ اسی میں یہ بھی ہے الا باعلام منہ او الہام تو یہ عبارت علم عطائی ثابت کر رہی ہے نہ کہ علم عطائی ماننے والے کو کافر مشرک ٹھہرا رہی ہے۔ یوہیں شرح فقہ اکبر کی یہ عبارت ذکر [3] الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب اتنی پیش کرتے ہیں اور اس کے متصل اس سے اوپر کا اتنا ٹکڑا ہضم کر جاتے ہیں۔ ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا الغیب الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا اس کے بعد ہی وہ عبارت ہے۔ وذکر الحنفیۃ الخ۔ اوپر کی عبارت نے روز روشن سے زیادہ واضح و آشکار کر دیا کہ علم عطائی کا اثبات کفر نہیں۔ وہ تو عقیدہ اسلامیہ ہے ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر الخ میں علم ذاتی ہی کے اثبات پر تکفیر ہے۔ علم عطائی تو اعلمہم اللہ تعالیٰ کہہ کر مصنف نے خود مانا۔ تو کیا آگے خود اپنی تکفیر کا ذکر کیا۔ وذکر الحنفیۃ الخ۔ وہابی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے پیشواؤں کے کلام میں بھی علم ذاتی کے اثبات پر حکم کفر و شرک ہے کہ وہابیہ کے پیشواؤں کی عبارتیں جو اوپر گذریں ان میں صاف تصریح ہے کہ علم ذاتی مانے یا عطائی ہر طرح شرک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

کیا معاذ اللہ یہ اکابر علماء اور دین کے ائمہ قدیم وحدیث ذات احدیث اور خود اپنے اوپر اپنی عبارتوں میں حکم کفر کر رہے ہیں؟ صحابہ و اہل بیت اطہار اور عرفاء و علماء دین کی تصریحات سے آفتاب سے زیادہ روشن کہ انبیاء و اولیاء علوم غیب پر مطلع ہیں۔ حضور تو حضور ہیں صلی اللہ علیہ وعلیہم وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم شرح النہایہ میں علامہ شنوانی فرماتے ہیں وقد ورد ان اللہ تعالیٰ لم یخرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اطلعہ

[1] فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ ص ۲۶۸ ، [2] شرح عقائد ص ۱۷۰ ، [3] شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵

علی کل شیئ۔ فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ میں ہے۔ الحق کما قال جمع ان اللہ سبحنہ وتعالیٰ لم یقبض نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اطلعہ علی کل ما ابھمہ عنہ الا امر بکتم بعض والاعلام ببعض ـــــ علامہ صاوی حاشیہ جلالین زیر کریمہ یَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يسئلونك كانك حفی عنها قل انما علمها عند اللہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون تحریر فرماتے ہیں[1] قولہ کانك حفی عنها عن بمعنی الباء والمعنی کانك عالم بها ومتیقن لها قولہ تاکید ای لما قبلہ لبیان انها من الامر المکتوم الذی استاثر اللہ بعلمہ فلم یطلع علیہ احد الا من ارتضاہ من الرسل فالذی یجب الایمان بہ ان رسول اللہ لم ینتقل من الدنیا حتی اعلمہ اللہ بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والاٰخرۃ فھو یعلمها کما ھی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیها کما انظر الی کفی ھذہ ورد انہ اطلع علی الجنۃ وما فیها والنار وما فیها وغیر ذلك مما تواترت بہ الاخبار ولکن امر بکتمان البعض قولہ ولو کنت اعلم الغیب ان قلت ان ھذا یشکل علی ما تقدم لنا انہ اطلع علی جمیع مغیبات الدنیا والاٰخرۃ۔ والجواب انہ قال ذلك تواضعا او ان علمہ بالمغیب کلا علم من حیث انہ لا قدرۃ لہ علی تغییر ما قدر اللہ وقوعہ فیکون المعنی حینئذ لو کان لی علم حقیقی بان اقدر علی ما ارید وقوعہ لاستکثرت الخ

ہاں ہاں او ردل بیمار وہابی جل کر خاک ہو جا واحد قہار اور زیادہ تجھے دنیا و آخرت میں جلنا نصیب کرے پھر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ تجھے جلائے دم بدم تری جلن زیادہ کرے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ہاں ہاں او ردیوبندی اپنی آتش غیظ میں بھنکر کباب ہو جا اللہ تجھے بھنتا رکھے۔ یستحکم بعذاب ذٰلِكَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ النَّارُ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ او کذاب مفتری او بہتان پر جری او تو علماء اسلام پر اتہام رکھتا ہے کہ وہ انبیاء کے لئے علم غیب ماننے والے کو کافر کہتے ہیں مگر اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ او کیاد مکار خائن! تیرا کوئی کید کوئی مکر چھل فریب نہ چلا تیرے مکر و کید چھل فریب کی دھجیاں تو اتنی ہی عبارات علماء سے اڑ گئیں۔ آگے اور اپنی بے نور آنکھیں پھاڑ کر دیکھ تفسیر نیشا پوری مصری جلد ۳ ص۴۴ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ھذا الاستثناء راجع الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانہ قیل من ذا الذی یشفع عندہ یوم القیٰمۃ الا عبدہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] تفسیر صاوی جلد دوم ص۱۰۴ ؍ [2] سورۂ بقرہ آیت ۱۰ ؍ [3] سورۂ آل عمران آیت ۱۱۹ ؍ [4] سورۂ یوسف آیت ۵۲

مابین ایدیھم من اولیات الامر قبل خلق الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ۔

حضرت سیدی شیخ محقق عبدالحق قدس سرہٗ مدارج شریف میں فرماتے ہیں "ہرچہ در دنیاست از زمان آدم تا اوان نفخہ اولی بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبر داد"۔ نیز فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ وہو بکل شیئ علیم وروی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داناست بہمہ چیز از شیونات واحکام الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار و بجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اتمہا واکملہا۔ درۃ الغواص اور الجواہر والدرر کلاہما للعارف سیدی الامام عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہٗ الربانی میں ہے " محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو الاول والآخر والظاھر والباطن قد ولج حین اسری بہ عالم الاسماء اولھا مرکز الارض وآخرھا السماء الدنیا بجمیع احکامھا وتعلقاتھا ثم ولج البرزخ الی انتہائہ وھو السماء السابعۃ ثم ولج عالم العرش الی مالانہایۃ لہ وانفتح فی برزخیتہ صور العالم الالٰہیۃ والکونیۃ۔" محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہی اول ہیں وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن (یعنی خلق میں) وہ شب معراج عالم اسماء میں داخل ہوئے جس کی ابتداء مرکز ارض اور انتہا سماء دنیا ہے اس عالم کے جملہ احکام وتعلقات جان لئے پھر عالم برزخ میں داخل ہوئے اس کے منتہیٰ ساتویں آسمان تک پھر عالم عرش میں داخل ہوئے جس کی انتہا ہی نہیں اور حضور کے باطن میں عالم الٰہی اور حادث عالموں کی صورتیں منکشف ہوگئیں۔

حضرت سیدی عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ کے باب دہم میں فرماتے ہیں وصل زمان نشأۃ الجسم الظاھری المحمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فظھر مثل الشمس الباھرۃ الی قولہ وظھرت بسیادتہ التی کانت باطنۃ فھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم فانہ قال اوتیت جوامع الکلم وقال عن ربہ ضرب بیدہ بین کتفی فوجدت بردا نا ملہ بین ثدی فعلمت علم الاولین والآخرین الخ جسم ظاہری محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آفرینش کا وقت پہونچا تو روشن سورج کی طرح حضور نے ظہور فرمایا (تا) اور حضور کی سیادت باطنہ ظاہر ہوگئی تو (مخلوق میں) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اول وآخر وظاہر وباطن ہیں اوران کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ امام اجل قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفا شریف میں فرماتے ہیں انکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوتی علم کل شیئ۔ حضرت عارف مولانا رومی قدس سرہٗ نے مثنوی

میں فرمایا ہے گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود ۔ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود۔ تفسیر روح البیان میں زیر کریمہ ما انت بنعمة ربك بمجنون فرمایا بل انت عالم بما كان۔ خبير بما سيكون نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد ۳ میں فرمایا الانبياء صلاة الله وسلامه عليهم اجمعين من جهة الاجسام والظواهر مع البشر وبواطنهم وقواهم الروحانية ملكية ولذا ترى مشارق الارض ومغاربها وتسمع اطيط السماء وتشم رائحة جبرئيل عليه الصلاة والسلام اذا اراد النزول اليهم سب انبیاء بنظر ظاہری اجسام بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملائکہ کی سی ہیں اسی لئے مشارق ارض و مغارب زمین ان کی نظر میں ہوتے ہیں اور آسمان کی چرچراہٹ سنتے اور جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام کی خوشبو جب وہ انبیاء کی طرف نزول کا ارادہ کرتے ہیں اسی وقت سے سونگھ لیتے ہیں۔

عارف کبیر سیدی حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر امام شعرانی قدس سرہ النورانی طبقات کبریٰ بندہ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں اطلعه على غيبه لا تنبت شجرة ولا تخضر ورقة الا بنظره مولیٰ تعالےٰ اپنے غیب پر اسے مطلع فرماتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا کوئی پتہ نہیں ہرا ہوتا ہے مگر اس کی نظر کے سامنے۔ حضرت عارف سامی مولینا جامی قدس سرہ نفحات الانس شریف میں فرماتے ہیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام جلیل الشان حضرت سیدی عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے زمین در نظر ایں طائفہ چو سفرہ ایست۔ نیز نفحات میں ہے کہ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عزیزان رضی عنہ اللہ المنان کا وہ کلام شریف نقل فرماتے پھر فرماتے و مالی گوئیم چوں روی ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔ حضور پر نور سید الاسیاد غوث الاغواث قطب الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدۂ خمریہ مبارکہ میں اپنی نسبت ارشاد فرماتے ہیں نظرت الى بلاد الله جمعا كخردلة على حكم اتصال حضرت سیدی شریف عبدالعزیز پھر حافظ الحدیث سجلماسی اپنی کتاب مستطاب ابریز میں فرماتے ہیں ما السموات السبع والارضون السبع الا كحلقة ملقاة فى فلاة من الارض۔ اولیاء کی نظر میں زمین مثل دسترخوان ہے عارف کی نگاہ میں روئے ناخن کی طرح کہ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ سید العرفاء کی نظر اقدس کے حضور رائی کے دانے کے مانند۔ مومن کامل کی نظر میں ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایسی جیسے کسی لق و دق میدان میں چھلا پڑا ہوا

وہابی بے دین تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے عطائی علم غیب کے اعتقاد کو کفر لکھتا اور حنفیہ معتقد علم غیب عطائی کی تکفیر کا افترا و بہتان کرتا ہے کیا حنفیہ کے نزدیک معاذ اللہ یہ علماء اولیاء عرفاء جنہوں

نے انبیاء اولیاء کے لئے یہ کچھ فرمایا کافر ہیں؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایسی نجس ناپاک گندی گھنونی خبیث تکفیر و انکار پر حضرت مولانا روم قدس سرہٗ نے خوب فرمایا ہے۔ رومی سخن کفر نہ گفتہ است و نہ گوید منکر مشویدش کافر شدہ آں کس کہ بانکار برآمد مردود جہاں شد۔ وہابیہ دیوبندیہ کے گرو گنگوہی کا اندھا پن ملاحظہ ہو قرآنی ارشادات ۱؎ نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیئ۔ ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری ہر چیز کے روشن بیان کو۔ ما فرطنا فی الکتب من شیئ۔ ہم نے اس کتاب میں کوئی شیئ اٹھا نہ رکھی۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین o ہر تر و خشک کتاب مبین میں ہے۔ اور ان کے سوا اور آیات باہرات جو اوپر گذریں اور ان کے علاوہ اور احادیث شریفہ زاہرہ جو اوپر بیان ہوئیں اور ان کے علاوہ۔ ان سب کو پیٹھ دیکر براہین قاطعہ ص ۵۱۸ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں اپنے ایک انبیٹھی خلیل احمق عدو احمد کے نام سے۔ اللہ کے حبیب محبوب کو یہ صریح دشنام اور ابلیس کی مدح تام چھاپ دی۔ شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ (وھو تعالیٰ اعلم)

مسئلہ ۲

از شہر بنارس محلہ ہٹیہ مرسلہ اثیر الدین جلال الدین صاحبان۔ ۸ رشعبان المعظم ۲۹ھ

علماء دین مندرجہ ذیل عبارت اور اس کے مسائل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

"اصول کو اہل منطق اور اہل فلسفہ وحدت فطری اور عوام الناس نظم کائنات کہتے ہیں۔ اسی قانون کی برکت اور اسی اصول کا صدقہ ہے کہ کائنات، کائنات کی صورت میں ہے۔ آفتاب کی تیز شعاعیں مہتاب کے تسکین دہ لمعات باد سموم کے تیز جھونکے ریگستان کے رتیلے ذرات کی مہلک لپٹ بارشوں کا نزول اور ابخرات کا عروج غرض کہ کائنات کی ہر حرکت و سکون خاص قوانین اور اصول کے ماتحت ہے۔ جن کو دنیا کی کوئی قوت نہ توڑ سکتی ہے نہ چھوڑ سکتی ہے نہ مٹا سکتی ہے نہ ہلا سکتی ہے وہ اصول پختہ و دائمی مستحکم و ابدی ہیں۔"

کیا اس عبارت کے قائل نے نظم کائنات اور کائنات کو دائمی اور ابدی نہیں کہا اور کائنات کو لا فانی اور باقی نہیں مانا؟ حکم شرع بیان ہو۔ بینوا توجروا

الجواب قائل نظم کائنات کو ابدی کہتا ہے نہ کائنات کو۔ کائنات کو نہ اس نے ابدی و دائمی بتایا نہ

۱؎ سورۃ نحل آیت ۸۹

اس کے کسی لفظ سے یہ مترشح نظم کائنات سے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام دنیا ابدی ہے یوں ہی ابدالآباد تک رہے گا بلکہ نظم کائنات اس نے انھیں اصول کا نام رکھا جن پر نظام کائنات برقرار ہے جن پر نظام کائنات کا مدار ہے۔ رہا یہ کہ کن اصول کو وہ دائمی و مستحکم و ابدی کہتا ہے۔ یہ اس عبارت منقولہ میں نہیں وہ بھی منقول ہوتے تو ان کا حکم بتایا جاتا مگر ایسے اصول ہیں جنھیں ابدی کہہ سکتے ہیں بلکہ وہ بھی جو ازلی بھی ہیں اور ابدی بھی ہمیشہ سے ہے اور ابدالآباد تک رہے گا وہ اصل کیا ہے لا الٰہ الا اللہ جس پر نظام کائنات کا مدار ہے کہ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اور یوں بھی کہ جب عالم میں کوئی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا جب ہی قیامت قائم ہوگی اور یہ نظام عالم درہم برہم اور عالم تہ و بالا نیست و نابود ہو جائے گا۔ فنا کی گھاٹ اتر جائے گا تو اسے ابدی دائمی کہنے میں کیا حرج کہ قطعاً ابدی دائمی ہے۔ اصول کے دائمی و ابدی ہونے سے عالم و نظام عالم ابدی و دائمی نہ ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۳ زید کہتا ہے کہ ہندو بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم کعبہ میں جاکر پتھر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہندو پتھر پر پانی پھول چڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ پانی پھول مہادیو کو پہونچتا ہے اور ہم کعبہ میں جاکر کنکریاں مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شیطان کو چوٹ لگتی ہے پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے۔ اس کا جواب ایسا سمجھا کر دیجئے کہ مجھ کو سیری ہو۔

الجواب یہ شخص جلد تر توبہ کرے۔ کوئی مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتا جہت کعبہ سجدہ خدا کو کرتا ہے کافر بتوں کو سجدہ کرتا ہے۔ ان کی پرستش و بندگی و عبادت کرتا ہے۔ کعبہ جاکر پتھر کو سجدہ کرنا مسلمانوں پر محض افترا ہے جیسے کعبہ سے دور سمت قبلہ سجدہ ہوتا ہے یوں ہی وہاں جاکر عین قبلہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ سجدہ یہاں وہاں سب جگہ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے کیا کوئی آدمی سمجھ والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان مسجد کی دیواروں کو سجدہ کرتے ہیں اور جو مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تو وہ گھر کی دیوار کو سجدہ کرتے ہیں مسجود الیہ کو مسجود لہ ٹھہرا کر فرق اسلام و کفر گنانا کیسی شدید بات ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے۔ مسلمان رمی جمار محض امتثال امر کے لئے کرتے ہیں۔ حکیم کے ہر کام میں مصالح ہوتے ہیں فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ آدمی بہت کام کسی اپنے معتمد کے کہنے سے ایسے کرتا ہے جس کی حکمت خود نہیں سمجھتا جانتا ہے کہ میں اپنے جہل سے اپنی نادانی سے اس کا فائدہ نہیں سمجھتا مگر کچھ نہ کچھ فائدہ ہے ضرور جب تو یہ مجھے اس کے کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ تو اس حکیم حقیقی عزت عظمتہ وجلت حکمتہ جس کی شان ہے لا یسئل

۱؎ سورۂ انبیاء آیت ۲۲

عما یفعل اس کے احکام میں چون وچرا کا کیا موقع۔ کہ محال ہے کہ وہ کسی عیب کا حکم دے تو ضرور اس میں فائدہ ہے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ میرا پتھر شیطان کے جسم پر پڑتا ہے۔ محض امتثال امر کے لئے پتھر مارتا ہے نیز اس لئے کہ رب عز جلالہ کے خلیل جلیل کی سنت کریم ہے علیہ الصلاۃ والتسلیم جہاں خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں شیطان ان سے معترض ہوا بحکم الٰہی آپ نے اسے پتھر مارے کہ وہ خائب وخاسر ہوا ہم بھی رب جلیل کے اس خلیل جلیل محبوب جمیل کے اتباع میں ایسا کرتے ہیں۔ کسی کی جانب پتھر پھینکنے سے مقصود جب ہی حاصل نہیں جبکہ وہ پتھر اس کے جا لگے۔ کسی کو بھگانا مقصود ہوتا ہے تو اس کی طرف پتھر پھینکے جاتے ہیں تو بھاگ جاتا ہے۔ اگرچہ ایک پتھر بھی اس کے نہ لگے۔ بندر اور کوا کیا جب ہی بھاگتا ہے جب اس کے جسم پر جا لگتا ہے؟ بلکہ بھگانے کا مقصود کبھی محض اشارہ سے پورا ہو جاتا ہے ہاتھ میں پتھر نہ ہو جھک کر اٹھانا اور بندر و کوے کی طرف خالی ہاتھ اس طرح پھینکنا جس طرح پتھر ہاتھ میں لے کر پھینکا جاتا ہے بسا اوقات کافی ہوتا ہے۔ تو اس خیال سے کہ وہ عدو اللہ جو ایسے عظیم وجلیل سے یہاں متعرض ہوا وہ ہم جیسوں کا یہاں کیوں تعرض نہ کرے گا جو ہمارے دم کے ساتھ ہر قدم ہے۔ اس کا وہی علاج کیا جائے جو اس خلیل جلیل نے فرمایا۔ ان کے اتباع کی برکت ہوگی اور عدو اللہ دفع ہوگا اگرچہ خلیل جلیل کا کوئی وار خالی نہ گیا اور ہمارا ہر پتھر خالی جائے۔ مگر پتھروں کی جب بارش ہوگی تو وہ رکے گا نہیں بھاگ جائے گا۔ پھر تذلیل کا مقصد تو حاصل ہے ہی۔ کسی کی تصویر بنا کر اس کے جوتے پتھر مارے جائیں تو اگرچہ اس کے جسم پر وہ پتھر وہ جوتے نہیں لگتے، مگر جس کی تصویر ہے اس کے دل پر زخم کاری لگتا ہے۔ تو شیطان کے قلب پر کاری زخم لگانے کے لئے اس عدو اللہ کے ان مقامات پر جہاں وہ اللہ کے خلیل سے متعرض ہوا مسلمان پتھر مارتے ہیں اس میں اور اس لغو وبیہودہ بے معنی حرکت کفری میں فرق نہ گننا کیسی شدید بات ہے۔ پتھر پر پانی پھول چڑھانا اور اس کا مہادیو کو پہونچ جانا اور شیطان کے چوٹ لگنا کیسے ایک سا جانا؟ دل پر چوٹ لگنے کے لئے جسم پر پتھر لگنا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۵: از رنگون مغل اسٹریٹ نمبر ۲۱۰ مسئولہ مولوی حشمت علی لکھنوی قادری برکاتی سلمہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

زید نے اپنے داماد عمرو کے متعلق یہ سنا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں آریہ ہو جاؤں گا جب اس کا چرچا پھیلا تو بکر نے کہا کہ بھائی یہ شریعت کا معاملہ ہے عمرو کو کسی سنی عالم کے پاس لے جاؤ وہ تحقیق کرکے حکم شریعت بتا دیں گے۔ عمرو کو خالد وزید ایک سنی عالم کے پاس لے گئے عالم دین نے عمرو سے پوچھا تم نے کیا کہا تھا اس

نے پانچ آدمیوں کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اگر میرے سسرال والے اسی طرح میری دشمنی پر آمادہ رہے تو میں آریہ ہو جاؤں گا پھر میرا کیا کر سکیں گے اور یہ کلمات میں نے ہنسی مذاق کے طور پر کہے تھے۔ عالم دین نے فتویٰ دیا کہ تم اسلام سے خارج ہو گئے اور تمہاری بیوی نکاح سے خارج ہو گئی اور اسی وقت عمرو سے توبہ کرائی اور از سر نو تلقین اسلام کی۔ اس فتویٰ پر عمرو کے طرفداروں نے شور و غوغا مچا رکھا ہے۔ کوئی کہتا ہے اعلان کردو آج سے ہماری برادری کا کوئی آدمی مولوی صاحب کے وعظ میں نہ جائے۔ کوئی کہتا ہے آج ایسے ہی فتووں کا زور رہا تو دنیا بھر کے نکاح فسخ جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے زید پر برادری کی طرف سے دباؤ ڈالا جائے کہ وہ پھر اپنی لڑکی کا نکاح عمرو کے ساتھ کردے اور اگر نہ مانے تو زید کا حقہ پانی بند کر دیا جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ بکر کے مشورے سے خالد اور زید عالم دین کے پاس عمرو کو لے کر گئے اگر یہ لوگ ایسا نہ کرتے تو فسخ نکاح کا فتویٰ کیوں ملتا لہٰذا اب عمرو کا دوبارہ جو نکاح ہوا اس کا سارا خرچ بکر اور خالد اور زید سے وصول کیا جائے اگر یہ تینوں نہ دیں تو ان کو برادری سے خارج کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ سنی عالم دین کا فتویٰ صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو عمرو کو اپنی بیوی سے دوبارہ جبراً نکاح کرنے کا شرعاً اختیار ہے یا نہیں؟ اور پہلا مہر عمرو کے ذمہ فی الفور واجب الادا ہے یا نہیں اور دوسرے نکاح کا مہر پہلے مہر کے علاوہ اسی قدر ہو گیا یا نہیں جس مقدار پر عورت راضی ہو؟ شور و غوغا مچانے والوں کے کلمات شرعاً کیا حکم رکھتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب عالم دین کا فتویٰ حق و صحیح و صواب۔ اور اس پر شور و غل مچانے اور بیہودہ غوغا کرانے والے باطل پر بے شک بے ارتیاب مستحق عذاب مستوجب قہر و غضب حضرت رب الارباب۔ فی الواقع صورت مسئولہ میں عمرو پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم تھی اسی کا عالم دین نے حکم دیا۔ اگر عمرو اپنے اس بیان میں سچا بھی ہو کہ اس نے یہ ہزلاً بکا تھا جب بھی یہی حکم ہے۔ جب لفظ معنی کفر میں ظاہر ہو تو نیت و عدم نیت کا فرق نہیں ہوتا۔ اس کے قائل پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح ہی کا حکم ہوتا ہے۔ امام ابن حجر مکی قدس سرہٗ "الاعلام بقواطع الاسلام" میں فرماتے ہیں انما یحکم بالکفر باعتبار الظاہر وقصدہ وعدمہ انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن اسی میں فرمایا حکمنا انما ھو باعتبار الظاہر فلا یبحث عن المراد اسی میں ہے نحن نحکم بالظاہر فلذٰلک حکمنا بعدم ایمانہ اسی میں ہے اللفظ ظاہر فی الکفر وعند ظہور اللفظ فیہ لایحتاج الی نیۃ کما علم من فروع کثیرۃ اسی میں فرمایا المدار فی الحکم بالکفر علی الظواہر ولا نظر للمقصود والنیات

ولانظر لقرائن حالہ ۔ یہ وہاں ہے جہاں لفظ محتمل ہو مگر معنی کفر میں ظاہر ہو جہاں دوسرا احتمال راسًا ہی نہیں اس کا کیا پوچھنا عمرو کے قول میں تو یہ ہے کہ میں آریہ ہو جاؤں گا جو عزم بالجزم بتا رہا ہے جس میں اصلًا کوئی اور احتمال نہیں۔

علماء کرام نے اس سے ہلکے اقوال پر بھی حکم کفر فرمایا جیسا کہ بعض عبارات آئندہ سے ظاہر ہے ۔

فتاوٰی بزازیہ میں ہے[۱] لوقال دل تنگ شدم کہ خواستم کافر شدن یکفر اسی میں ہے[۲] وعظ فاسقا وندبہ الی التوبۃ فقال بعد الیوم اضع علی رأسی قلنسوۃ المجوس یکفر لان وضع تلک القلنسوۃ کشد الزنار علامۃ الکفر فاخبرانہ یکفر بعد حین فزال التصدیق المستمر بھذا العزم فتاوٰی ظہیریہ امام ظہیر الدین مرغینانی وشرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے[۳] من وعظوہ ولاموہ علی العصیان فقال آکسوبھذا الیوم قلنسوۃ المجوس وان عنی ھذا المعنی مع استقامۃ القلب کفر لانہ وعد بالاخبار عن الانکار بضد الاقرار المعتبر فی کونہ الشرط الایمان اسی میں فرمایا قالت ان جفوتنی کفرت اوقالت ان لم تشتری کذا کفرت فی الحال شرح فقہ اکبر علی قاری میں جواہر سے ہے[۴] من قال لوکان کذا غدا والا اکفر کفر من ساعتہ اسی میں محیط سے ہے[۵] من قال فانا کافر او فانا اکفر یعنی فی جزاء الشرطیۃ المثبتۃ او مطلقا قال ابو القاسم ھو کافر من ساعتہ اسی میں ہے[۶] اوقال الاخرا تعبتنی حتی اردت ان اکفر قلت وھذا اظاھر لان ارادۃ الکفر کفر اسی میں محیط و مجمع الفتاوٰی سے ہے[۷] من عزم علی ان یامر احدا بالکفر کان بعزمہ کافرا اسی میں ہے[۸] لوقال ما امرنی فلان ای من المشائخ او العلماء او الامراء افعل ولو بکفر اوقال ولوکان کلمۃ کفر کفر ای لانہ نوی الکفر فی الاستقبال فیکفر فی الحال اسی میں قونوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے لوتلفظ بکلمۃ الکفر طائعا غیر معتقد لہ یکفر لانہ راض بمباشرتہ وان لم یرض بحکمہ کالھازل بہ فانہ یکفر وان لم یرض بحکمہ ولا یعذر بالجھل وھذا عند عامۃ العلماء خلافا للبعض۔

فتاوٰی امام فقیہ النفس قاضی خاں میں ہے[۹] من قال دعنی اصیر کافرا کفر فتاوٰی خلاصہ سے اسی شرح فقہ اکبر امام اعظم میں ملا علی قاری ناقل[۱۰] من عزم علی الکفر ولوبعد مائۃ سنۃ یکفر فی الحال اسی فتاوٰی خانیہ میں ہے من قال کدت ان اکفر کفر اوقال دعنی فقد کفرت کفر ای بظاھر کلامہ وان احتمل انہ اراد قاربت الکفر وفیہ ما تقدم واللہ اعلم مجمع الانہر میں ہے[۱۱] من اضمر الکفر اوھم بہ فھو کافر ومن کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر ولا ینفعہ ما فی قلبہ لان الکافر یعرف

۱، ۲ بزازیہ مع ہندیہ ج۶ ص۳۳۱ ۳ شرح فقہ اکبر ص۲۲۹ ۴ ایضاً ص۲۲۶ ۵ ایضاً ص۲۲۶ ۶ ایضاً ص۲۲۵ ۷ ایضاً ص۲۰۳

بما ینطق بہما الکفر فاذا نطق بالکفر کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالیٰ۔ اسی میں ہے اذا عزم علی الکفر بعد حین یکفر فی الحال لزوال التصدیق المستمر اسی میں ہے یکفر بقولہ فلان اکفر منی او قال ضاق صدری حتی اردت ان اکفر او کدت ان اکفر او کان اقرب الی کفر اعلام میں فرمایا فمن ذلک العزم علی الکفر فی زمن بعید او قریب او تعلیقہ باللسان او القلب علی شیئ ولو محالا عقلیا فیما یظہر فیکون ذلک کفرا فی الحال۔ کما نقلہ الشیخان عن التتمۃ وجزم بہ البغوی وغیرہ کالحلیمی وصححہ الرویانی اس کے بعد یہ شبہ لکھ کر وقول ابی نصر القشیری عندنا لا یتصور العزم علی الکفر الذی ہو الجہل باللہ اذ لا یصح من العالم باللہ ان یعزم علی الجہل اس کا جواب فرماتے ہیں یجاب عنہ بان المراد بالکفر فی ھذا الباب ما اشعر بالجہل وان کان قلب من صدر منہ شیئ مما ذکر وما یاتی ممتلئا ایمانا۔ الا تری ان الاستہزاء والہزل لغیرہما وکذلک الفعل الاٰتی فان اراد ابو نصر انہ وان عزم لا یکون کافرا فغیر مسلم لہ ذلک بل لا وجہ لکلامہ حینئذ وان اراد حقیقۃ الکفر الذی ہو الجہل لا یجامع حقیقۃ العلم فمسلم لکن لا مدخل لذلک فیما نحن فیہ۔ اسی میں ہے ان الایمان التصدیق وھو منتف مع العزم اسی میں ہے من نطق بکلمۃ الردۃ وزعم انہ اضمر توریۃ کفر ظاہرا وباطنا یہاں وہ اس سے زیادہ کہہ ہی کیا سکتا ہے کہ میں نے تو ہنسی دل لگی میں ایسا کہہ دیا تھا میرا یہ قصد نہ تھا کہ واقعی آریہ ہو جاؤں گا بس یہی عذر بن سکتا تھا مگر اس عذر بارد کی گردن اگرچہ بعض عبارات مذکورہ سے کٹ چکی پھر بھی خاص جزئیہ لیجئے مجمع الانہر میں فرمایا[۱] من تکلم بکلمۃ الکفر ھازلا او لاعبا کفر عند الکل ولا اعتبار باعتقادہ۔

جب بفضلہ تعالیٰ عمرو سے عالم نے توبہ لی بکرمہٖ تعالیٰ الزام کفر اٹھ گیا[۲] فان التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کما فی الحدیث۔ مگر اس تجدید اسلام سے اسے عورت پر دسترس حاصل نہ ہوئی کہ اس کلمہ کفر سے جو نکاح ٹوٹ گیا وہ اس تجدید اسلام سے جڑ نہ گیا نہ اس سے عمرو کو عورت پر کوئی جبر کا موقع۔ عورت اگر راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے اور راضی نہ ہو تو وہ مثل اجنبیہ ہے۔ اس کا اس پر کوئی قبضہ و اختیار نہیں اور جب وہ عمرو ہی کے کئے سے اجنبیہ محضہ ہو چکی تو اگر برضائے زن عمرو اس سے نکاح جدید کرے گا تو مہر بھی جدید ہوگا اور اتنا ہی ہوگا جتنے پر عورت راضی ہو اعلام میں فرمایا من اتی بلفظ الکفر حبط عملہ وتقع الفرقۃ بین الزوجین ویجدد النکاح برضاء الزوجۃ ان کان الکفر من الزوج وھذا بعد تجدید الایمان والتبری من لفظ الکفر حتی ان من اتی بالشہادۃ عادۃ ولم یرجع عما قالہ لا

یرتفع الکفر عنہ ویکون وطؤہ وحق زنا وولدہ ولد الزنا فتاوٰی خلاصہ میں فرمایا ردۃ احد الزوجین توجب البینونۃ بینہما فی الحال بدون قضاء القاضی ثم بعد ذلک ینظر ان کانت الردۃ من الزوج فہی حرمۃ بغیر الطلاق عند ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ ولاتجبر المرأۃ علی ان ترجع الیہ حتی یتزوجہا وعلیہ مہر المثل او المسمی بعد الدخول ونصف المسمی او المتعۃ قبل الدخول وعلیہا العدۃ ان کانت بعد الدخول مجمع الانہر میں ہے مایکون کفرا بالاتفاق یوجب احباط العمل وتلزم اعادۃ الحج ان کان قد حج ویکون وطؤہ حینئذ مع امرأتہ زنا والولد الحاصل منہ فی ہذہ الحالۃ ولد الزنا ثم ان اتی بکلمۃ الشہادۃ علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قالہ لانہ بالاتیان بکلمۃ الشہادۃ لایرفع الکفر۔ اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہوتا جب بھی عالم کا حکم توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح وغیرہ یقیناً صحیح ہوتا۔ مجمع الانہر میں فرمایا وماکان فی کونہ کفرا اختلاف یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک احتیاطاً لہٰذا اذا تکلم الزوج ام مختصراً۔

پہلا مہر واجب الاداء ہے عالم کے فتوی پر شور وغوغا مچانے والے گنہگار ہیں ان پر توبہ لازم ہے۔ زید پر بلاؤ ڈالنے کا مشورہ طے کرنے والے ستم شعار ظالم جفاکار ہیں یہ سب مستحق نار مستوجب غضب جبار خصوصاً وہ جنھوں نے کہا کہ ابھی اگر ایسے ہی فتووں کا انسداد نہ ہوا الخ شدید ملزم سخت مجرم حق شرع میں گرفتار ہیں حق اللہ و حق العبد میں گرفتار مبتلائے قہر قہار ہیں۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ اللہ عزوجل انھیں اور ہمیں اور سب مسلمانوں کو تمام گناہوں سے توبہ کی توفیق بخشے اور اصرار علی الباطل سے بچائے۔ عناد واستکبار سے محفوظ رکھے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵ از شہر بریلی سنہری مسجد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ زید کہتا ہے کہ قرآن شریف آسمانی کتاب ہے اور خدا کا فرمان ہے۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ نہیں لہٰذا زید کو کیا کیا دلیلیں پیش کرنی چاہئے کہ جس سے اس کی تسکین ہو۔ بینوا توجروا

الجواب آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ قرآن خود اپنی دلیل آپ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ اس زمانہ میں جب فصاحت وبلاغت کا بازار گرم تھا زبان عربی کی ترقی کا عہد شباب تھا فصحا وبلغا کا دور دورہ تھا بچہ، فصیح وبلیغ ماں باپ کی گود میں پلتا زبان کھلتے ہی فصیح وبلیغ ہوتا۔ لڑکیاں قصائد برجستہ کہا کرتی تھیں شعراء اپنے قصیدے لکھ لکھ کر کعبہ معظمہ کے دروازے پر لٹکایا کرتے اور پھر ان کے جواب ہوا کرتے۔ قرآن عظیم

حضرت سیدتنا آمنہ صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہا ثم علیہا وسلم کے یتیم فرزند ارجمند پرجن کے سرمبارک پر بلائے تربیت و تعلیم باپ دادا نہ تھے جن کی عمر شریف اوائل ایام، حلیمہ سعدیہ بدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں بادیہ میں بسر ہوئی۔ جنھوں نے کسی انسان سے کسی کتاب کا کوئی حرف نہ پڑھا، نازل ہوا۔ جس نے تحدی فرمائی کہ [1] وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ یعنی اے مئے فصاحت کے متوالو اے شراب بلاغت سے سرشار والے زبان کے ایسے مدعیو کہ دوسروں کو گونگا بتانے والو اگر تم دربارۂ قرآن کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شک میں پڑے ہو تو اس کی سی ایک چھوٹی سی سورت کہہ لاؤ۔ اور نہ تم ہی بلکہ [1] وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ اور اللہ عزوجل کے سوا جنھیں تم نے معبود بنالیا ہے انھیں بھی مدد کے لئے پکار لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم ایسا نہ کر سکو اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ کہیں فرمایا [2] فاجمعوا امرکم وشرکائکم سب کے سب جمع ہو جاؤ اپنے شرکا کو بھی جمع کر لو۔ کہیں فرمایا [3] لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ہرگز اس کی مثال نہ لا سکیں گے اگرچہ بعض بعض کے مددگار ہوں۔

قرآن تو کلام اللہ صفۃ من صفات اللہ ہے۔ کوئی اس کا مثل کیونکر لا سکے۔ جو شئی بھی اللہ عزوجل کے یہاں سے ہو محال ہے کہ تمام عوالم مل کر بھی اس کا مثل بنا سکیں پانی کا قطرہ قطرہ مٹی کا ذرہ ذرہ ہوا کا ہر ہر حصہ آگ کی ہر ہر چنگاری نور کا ہر ہر لمعہ غرض کہ عوالم کی ہر ہر شئے کا ہر ہر ریزہ اس پر گواہ ہے نہ اصل کی مثل کو لا سکتا ہے نہ فرع کی مثل کوئی بنا سکتا ہے اصل و فرع روح و جسم کا مثل کیا معنی کوئی محض صورت کا مثل بھی نہیں بنا سکتا وہ رنگ و روپ نہیں لا سکتا۔ ایسی جو چیز عالم میں نظر آتی ہے یا محسوس ہوتی ہے جس کا مثل عوالم میں کسی سے ممکن نہ ہو عقل و شعور رکھنے والا بلکہ پاگل بھی اسے اللہ عزوجل کی محض قدرت سے جانتا اور سچے دل سے اسے اللہ عزوجل کا مخلوق مانتا ہے تو قرآن عظیم جو اس خالق جل مجدہٗ کی صفت ہے جس کی کسی مخلوق کا مثل تمام عالموں میں کسی شئے سے ممکن نہیں تو اس کی صفت کا مثل کوئی کیونکر کس طرح لا سکے قرآن کا مثل ناممکن ہونا باعلیٰ ندا رمنادی کہ قرآن منجانب اللہ ہے۔ علماء و بلغاء عرب جس کے مقابلہ سے عاجز ہوئے ان میں بہت وہ جن کے نصیب میں ہدایت تھی اسے سن کر ہی ہدایت یاب ہوئے اور پکار اٹھے کہ یہ کلام کلام بشر نہیں اور سچے دل سے اسے کلام اللہ اعتقاد کر کے ایمان لائے اور بدنصیب جن کے قلوب پر عناد و

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۳، ۲۴، [2] سورۂ یونس آیت ۷۱، [3] سورۂ اسرا آیت ۸۸

جہالت کے غطاسے تھے اگرچہ دل سے وہ بھی ماھٰذا[عــہ] کلام البشر مجبوراً مانا کئے مگر عناداً یہی کہتے رہے کہ لونشاء[عــہ]
لقلنا مثل ھٰذا
مگر عقلاء بے شک می دانند کہ اگر انھیں کچھ مخفی قدرت ہوتی تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے قرآن اگر کلام بشر ہوتا تو کیا وہ زبان داں جو اپنے آگے تمام دنیا کو گونگا جانتے وہ فصحا رو بلغا جن کے آگے فصاحت وبلاغت ہاتھ باندھے کھڑی رہتی جن کی لونڈیاں برجستہ قصائد پڑھا کرتیں قرآن کے آگے کیوں گونگے ہو جاتے؟ قرآن اگر کلام بشر ہوتا تو اس میں ایسی گرفتگی ایسا جذبہ ایسی خوبی ایسی خوش اسلوبی یہ حسن یہ ملاحت یہ سلاست یہ لطافت کہاں ہوتی یہ اثر کب ہوتا کہ معاندوں کو جب کچھ نہ بن پڑتا تو کہتے[عــہ] لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ۔ اس قرآن کو نہ سنو نہ کسی کو سننے دو کہ جو سنے گا اسی کا کلمہ پڑھے گا ہم سے ٹوٹ کر اسی کا ہو رہے گا جب قرآن پڑھا جائے تو غل شور مچاؤ غل بل غل بل کرو کہ تم غالب آؤ کہ نہ لوگ قرآن سنیں گے نہ ایمان لائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ کلام بشر ہوتا تو وہ فصحا و بلغا اس کے مقابلہ سے کیوں عاجز و درماندہ رہتے۔ خود ہی ہر شخص علیحدہ علیحدہ مستقل قرآن اس کے مقابل بنا کر پیش کرتا۔ پھر جب کہ قرآن کی وہ تحدی دیکھتا جب تو جان توڑ کوشش سے مقابلہ کرتا۔ جب کافر اس تحدی پر بھی اس کی سی ایک سورت نہ بنا کر لا سکے جب معانداس کے سننے سے رکے اور اوروں کو روکا اور اس کی آواز کان میں نہ پڑ جائے غل شور مچانے غل بل غل بل کرانے لگے تو روز روشن سے زیادہ روشن و آشکارا ہوا کہ قرآن ایسی بے مثل کتاب ہے جس کا مثل کسی سے ممکن نہیں جو ایسی چیز ہو جس کا مثل ممکن نہ ہو وہ خدا ہی کی ہوتی ہے تو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن و تاباں کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ ہرگز کلام بشر نہیں۔

پھر قرآن کے اٹل احکام لم یزل اور امر و نواہی محکم قواعد قوانین اپنے مخالفوں کو بھی مجبور کر کے کہلوا لیتے ہیں کہ بے شک یہ خداوندی ہے ہرگز یہ بشری نہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ عقلاء جمع ہو کر جو قوانین وضع کرتے ہیں کبھی فوراً کبھی کچھ دن بعد زمانہ انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ ان میں ترمیم کریں یا منسوخ کر کے نئے قوانین بنائیں۔ مگر قرآنی قوانین ایسے قوانین نہیں جن میں کوئی تبدیل کو تغیر ذرا بھی ترمیم یا کسی تھوڑی سی تنسیخ کی حاجت ہو۔ وہ آج سے تیرہ سو برس پہلے جیسے ضروری تھے ڈیڑھ ہزار برس کے قریب زمانہ گزرتا ہے آج بھی ویسے ہی ضروری ہیں۔ اور تا قیامت ان کی اسی طرح حاجت و ضرورت رہے گی۔ دنیا بھر میں قرآنی قوانین کا شہرہ ہے قرآنی قوانیں عالمگیر و ہمہ گیر قوانین ہیں۔ دنیا بھر کے سلاطین انھیں قوانین کی سرکار کے بھکاری ہیں یہ اور بات

عــہ سورۂ انفال آیت ۳۱ ، عــہ پ ۲۴ ع ۱۸

ہے کہ وہ عناد سے تسلیم نہ کریں یا کسی قرآنی قانون کی من مانی صورت بنالیں۔ قرآن خدا کا کلام ہونے کے ثبوت میں کسی کے کہنے کا محتاج نہیں کہ دنیا کے معتبر لوگ کہیں کہ یہ کلام خدا ہے تو اس کا کلام کلام خدا ہونا ثابت ہو وہ خود آپ اپنی دلیل ہے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق للصواب

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶ ۔ زید ایک کافرہ کو جامع مسجد میں امام مسجد کی خدمت میں جو مولوی اور مفتی بھی ہیں مسلمان کرنے کی غرض سے لایا اور مسلمان کرنے کو کہا امام صاحب نے فرمایا بعد جمعہ مسلمان کروں گا حالانکہ جمعہ کی نماز میں ابھی تاخیر تھی کہ امام صاحب نے کچھ دیر بیٹھ کر بعدہٗ سنتیں پڑھیں اور نصف گھنٹہ وعظ فرمایا پھر خطبہ پڑھا زید نے کہا کہ کافرہ کو نہلا کر لایا ہوں ابھی مسلمان کر دیجئے تو وہ جمعہ بھی پڑھ لے امام صاحب نے فرمایا اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہوگا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعد اسلام تجدید غسل فرض ہے یا نہیں نیز امام صاحب اس تاخیر کرنے میں حق بجانب ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب زید اور اس مولوی پر توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم۔ عورت نے زید سے جس وقت کہا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں اسی وقت زید پر لازم تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا۔ تفصیل سے تلقین اسلام پر اگر وہ قادر نہ تھا تو کلمۂ طیبہ تو پڑھا سکتا تھا۔ اللہ عزوجل کی توحید اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی رسالت کا اقرار تو لے سکتا تھا۔ یہ ایمان مجمل کی تلقین اس کے اسلام کو کافی تھی اتنا کرنے کے بعد پھر عالم کے پاس لے جاتا کہ وہ مفصل تلقین کرتا۔ جتنی دیر اس نے اسے غسل کرایا پھر عالم کے پاس لے گیا اتنی دیر کا اس کے ذمہ رضا بہ بقاء الکفر کا الزام ہے۔ عالم کے پاس جب وہ پہونچی تھی عالم پر فرض تھا کہ فوراً اسے مسلمان کرتا۔ زید نے تو ایک وجہ سے یہ تاخیر کی تھی مگر اس عالم نے بالکل بے وجہ تاخیر کی۔ اس پر اس زید سے زائد الزام ہے۔ زید پر تو حکم مختلف فیہ ہے مگر اس عالم پر حکم میں کوئی اختلاف نہیں معلوم ہوتا۔ اور عقلاً بھی اس پر الزام بشدت ہے کہ جاہل کے لئے جہل اگرچہ شرعاً عذر نہ ہو مگر عقلاً عذر ہو سکتا ہے۔ نماز اگر قائم ہوتی جب بھی قطع صلاۃ کی اس اہم کام کے لئے شرعاً اجازت تھی۔ خلاصہ پھر شرح فقہ اکبر علی قاری میں ہے کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی فلان کفر۔ شرح فقہ اکبر میں اس کی وجہ یہ لکھی لانہ رضی ببقائہ فی الکفر الی حین ملازمۃ العالم و لقائہ اولجھلہ بتحقیق الایمان لمجرد اقرارہ بکلمتی الشھادۃ فان الایمان الاجمالی صحیح اجماعا وقال ابو اللیث ان بعثہ الی عالم لا یکفر لان العالم ربما یحسنہ مالا یحسن الجاھل فلم یکن راضیا

بکفرہ ساعۃ بل کان راضیا باسلامہ اتم واکمل۔ (شرح فقہ اکبر ص۲۱۹)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ کافر جاء الی رجل وقال اعرض علی الاسلام فقال اذھب الی فلان یکفر وقیل لا۔ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے۔ یجوز قطعھا بسرقۃ مایساوی درھما وطلب منہ کافر عرض الاسلام علیہ حاشیہ علامہ طحطاوی علی المراقی میں ہے انما ابیح لہ البقاء فی الصلاۃ لتعارض عبادتین ولا یعد بذلک راضیا ببقائہ علی الکفر بخلاف ما اذا اخرہ عن الاسلام وھو فی غیر الصلوۃ (ص۲۴۵) امام ابن حجر مکی اعلام الاعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں ومن المکفرات ایضا ان یرضی بالکفر ولو ضمنا کان یسألہ کافر یرید الاسلام ان یلقنہ کلمۃ الاسلام فلم یفعل او یقول لہ اصبر حتی افرغ من شغلی او خطبتی لو کان خطیبا (ص۱۹) اسی میں ہے لو قال کافر لمسلم اعرض علی الاسلام فقال حتی اری او اصبر الی الغد او طلب عرض الاسلام من واعظ فقال اجلس الی اخر المجلس کفر وقد حکینا نظیرھا عن المتولی (ص۲۸) اسی میں ہے قال لہ کافر اعرض علی الاسلام فقال لا ادری صفۃ الایمان او قال اذھب الی فلان الفقیہ (الی قولہ) ما ذکرہ فی المسئلتین الاولیتین ھو المعتمد کما قدمتہ بما فیہ لما مر انہ متضمن ببقائہ علی الکفر ولو لحظۃ والرضا بالکفر کفر۔ دونوں پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح فرض ہے۔ کہ کفر متفق علیہ ومختلف فیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے مجمع الانہر میں فرمایا ما کان فی کونہ کفرا اختلاف یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک احتیاطا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کافر غیر جنبی اگر اسلام لائے تو بعد اسلام اسے غسل مندوب ہے اس پر واجب نہیں۔ اور اگر جنبی تھا اور اسلام لایا تو بعد اسلام اس پر وجوب غسل میں اختلاف روایۃ ہے۔ ایک روایت میں واجب اور ایک میں واجب نہیں۔ ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔ یجب علی من اسلم جنبا فی روایۃ عن الامام یجب علیہ الغسل اذا اسلم جنبا ووجوبہ بارادۃ الصلوۃ وھو عندھا مکلف فصار کالوضوء ولان الجنابۃ صفۃ مستدامۃ ودوامھا بعد الاسلام کانشائھا فیجب الغسل والا ندب ای ان اسلم ولم یکن جنبا فان الغسل مندوب لہ۔ اور یہاں تو وہ عورت نہلا دھلا کر لائی گئی تھی اب اس کے بعد بھی اس پر غسل فرض بتانا عجیب ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس عالم پر کتنے ہی الزام ہیں سب سے توبہ ورجوع لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جواب حق وصواب۔ ومجیب مصیب ومثاب ہے۔ بلاشبہ صورت مستفسرہ میں جب کہ زید نے صاف کہہ دیا تھا کہ عورت کو نہلا کر مسلمان کرانے لایا ہے کہ نماز جمعہ بھی ادا کرلے پھر کون وجہ اسے اسلام سے روکنے محروم رکھنے کی تھی آہ! مفتی نے اتنی دیر اسے کفر پر رکھا اور کفر پر راضی رہا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ موت کا وقت معلوم نہیں کوئی حادثہ ہالکہ پیش آجاتا اور عورت مرجاتی یا شیطان خناس کوئی وسواس اس کے دل میں پیدا کردیتا تو عورت جہنمیہ ابدیہ ہوکر مرتی اور نعمت اسلام سے محروم ہوجاتی اور یہ کفر زید اور مفتی صاحب کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا۔ ان مفت کے مفتی صاحب کو بفرض غلط اگر تلقین اسلام سے بھی کوئی اشد واہم کام تھا تو کلمۂ توحید کے دو حرف پڑھاتے کیا چھین پہر لگتے تھے کسی کے خواہش اسلام کے وقت تو نماز جیسی افضل واہم عبادت کا توڑ دینا اور اسے مسلمان کرنا حسب تصریحات فقہائے کرام جائز ہے۔ پھر مسجد میں معطل بیٹھے رہنا اور سنتیں پڑھنا آدھ گھنٹہ خطبہ جمعہ سے پہلے وعظ گوئی میں گذارنا کون اہم فریضہ تھا کہ دو حرف کلمۂ شہادت کے نہ پڑھائے گئے اور پھر عذر بھی کتنا معقول کہ اسلام لانے کے بعد غسل اس پر فرض ہے۔ لہٰذا بعد جمعہ بہتر ہے۔

سبحان اللہ اسلام بعد جمعہ بہتر ہے قبل جمعہ اچھا نہیں؟ اعوذ باللہ من ھمزات الشیاطین و ان یحضرون۔ یہ عجیب منطق الطیر ہے۔ بریں عقل ودانش بباید گریست۔ غسل بالفرض اگر فرض تھا تو نماز کے لئے نہ اسلام لانے کے لئے۔ بغیر غسل اتنا ہی تھا کہ نماز ترک ہوتی کیا کلمہ پڑھنا بھی بے غسل کفر وحرام تھا؟ اور بعد اسلام اگر اس پر غسل فرض بھی ہوجاتا تو وہ فرض غسل ادا کرتی یا نہ کرتی مفتی صاحب پر تو اس تاخیر تلقین اسلام سے کفر لازم نہ آتا اور نجاست کفر سے تو وہ پاک ہوجاتی۔ پھر اتنا وقت بھی تھا کہ وہ فریضہ غسل بھی ادا کرلیتی۔ لطف یہ کہ یہ مسئلہ ہی غلط کہ پاک ہوکر بھی کوئی اسلام لائے تو اس پر بھی غسل فرض۔ وہ عورت نہا کر پاک ہوکر قبول اسلام کے لئے بقصد نماز آئی تھی اس پر کون حدث حکمی باقی تھا جس پر فرضیت غسل کا جبروتی حکم جڑ دیا گیا۔ عامہ کتب فقہیہ میں تصریح ہے کہ اسلام لانے سے پہلے اگر نہا لیا اور پاک ہوکر قبول اسلام کیا تو دوبارہ نہانا ہرگز فرض نہیں۔ صرف نظافت کے لئے نہالے تو اچھا ہے۔ محبوب ومندوب ہے فرض نہیں۔ درمختار میں ہے ان اسلم طاھرا فمندوب۔ علامہ شامی نے فرمایا من الجنابۃ والحیض والنفاس بان کان اغتسل او اسلم صغیرا فتامل۔

پھر علامہ عبدالغنی نابلسی نے تصریح نقل فرمائی دربارۂ اغتسالات اربعہ مذکورہ میں فرمایا حاصلہ انھم صرحوا بان ھذہ الاغتسالات الاربعۃ للنظافۃ لا للطھارۃ۔ یعنی نہا کر اسلام لانے اور پورے پندرہ برس کا ہو کر بالغ ہونے اور نماز جمعہ و نماز عیدین کے لئے غسل بتصریح ائمہ محض نظافت کے لئے نہ بضرورت طہارت علمائے کرام نے سولہ چیزیں گنائیں۔ جن کے بعد غسل مستحب فرمایا۔ ایک انھیں میں سے یہی قبول اسلام بطہارت ہے۔ اور تصریح فرمادی کہ یہ سب غسل بغرض نظافت ہیں نہ بضرورت طہارت مراقی الفلاح اور نورالایضاح میں ہے[۲] ویندب الاغتسال فی ستۃ عشر شیئاً لمن اسلم طاھراً[۱] الخ اس پر علامہ شرنبلالی نے فرمایا من[۳] اسلم طاھراً ای عن جنابۃ وحیض ونفاس للتنظیف عن اثر ماکان منہ تو طہارت تو اسے حاصل تھی پھر کیوں اسے کلمہ پڑھا کر جھوٹے حیلہ بہانوں سے شریک عبادت نہ ہونے دیا گیا۔ بہ نیت اسلام جو غسل ہوا اس سے ازالہ حدث حکمی نہیں ہوتا جنابت و حیض و نفاس سے پاک نہیں ہوتا طہارت نہیں ہوتی نماز اس سے حرام ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ ظاہراً قبول اسلام کے بعد ہرگز غسل فرض نہیں مغتی و مغلی امام مرتکب حرام اور مستحق آثام۔ اس پر اور زید پر توبہ و تجدید نکاح و تجدید اسلام کا حکم ضرور صحیح و صواب۔ بلاشک و بلاکلام۔ واللہ الموفق المنعام واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد حامد رضا خانصاحب غفرلہٗ قادری نوری

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ایسی کتاب کے بارے میں جس کا مصنف اپنے کو عالم اہلسنت و جماعت کہتے ہوئے مندرجہ ذیل خیالات و عقائد کا اظہار کرے اور صحابہ کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرے اور ان پر مصر ہو؟

(۱) "حق یہ ہے کہ ابوالبشر کی اولاد میں حضرت علی جیسی صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا اس امر میں تو کوئی شبہہ نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اہل بیت تمام صحابہ سے افضل واعلیٰ تھے۔ اہل بیت کا انحصار موافق حدیث و تشریح آیۃ تطہیر و آیۃ مباہلہ جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین میں ہے اہل بیت کے بعد یقینی و قطعی خلفائے ثلٰثہ تمام صحابہ سے افضل واعلیٰ تھے۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین خصوصاً معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو ہر بدسے بدفعل کو خالصاً لوجہ اللہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا مقتضائے سنیت دے لیا گیا ہے۔

(۳) معاویہ نے سمجھ لیا کہ قیس دام میں نہ آئیں گے یہ جناب امیر کے سچے ہمدرد اور مطیع ہیں تب دوسرا

[۲] نورالایضاح ص۴۲ ، [۳] مراقی مع طحطاوی ص۵۸

جال پھیلایا۔ ان کے بعد عمرو بن عاص کی چالبازیوں نے خوب ترقی کی۔

(۴) حضرات طلحہ و زبیر کی شرکت نے آتش و فتنہ و فساد کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ آنحضرت کی صحبت حضرت معاویہ کو کم نصیب ہوئی تھی۔ اور ان کے فیض سے مستفیض ہونا یہاں بالکل مفقود تھا۔

(۵) حضرت امام حسن کی شہادت میں بھی مروان طعون درمیانی ہے۔ یہ ذہنیت بجز معاویہ کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اگر معاویہ سے زائد مبتلائے معاصی کوئی شخص معاویہ کی جگہ پر ہوتا تب بھی امام حسن اس کو خلافت سپرد کر دیتے۔ معتبر تاریخیں معاویہ کے معائب سے بھری معلوم ہوتی ہیں۔ غرض کہ معاویہ کی دنیا طلبی نے دین سے چھڑا کر تمام رعایا کو دنیاوی خواہشات میں مبتلا کر دیا۔ مسلمانوں کو ان کے حال سے عبرت کرنا چاہئے اور خدا سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔ جو واقعات جناب امیر کی خلافت میں پیش آئے اس میں معاویہ کی خواہش حکومت میں جذبۂ انتقام بھی پنہاں تھا۔ اس قدر مسلمانوں کا خون معاویہ نے محض حکومت حاصل کرنے کی خواہش میں کرایا تھا"

الجواب وہ شخص باوصف ادعار سنیت، نہ سنیت بلکہ ادعار پیشوائی اہل سنت ایسے بیہودہ اقوال رکھتا ہے جنھیں مذہب رفض کی جان کہا جائے تو بجا۔ جو روافض کا دین و ایمان ہیں۔ اس شخص پر ان اقوال سے توبہ و رجوع لازم۔ اس کے اس قول نے کہ ابو البشر کی اولاد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تمام صحابہ ہی نہیں جمیع انبیاء خود سرور عالم سید اعظم مولائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی بڑھا دیا۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام بھی سید الانس والجان ہیں اور از اولاد کرام حضور ابو البشر علیہ الصلاۃ والسلام۔ اور اس قول میں ہے کہ مولیٰ علی جیسی صفات حسنہ مجتمعہ کا ابو البشر کی اولاد میں کوئی انسان پیدا ہی نہیں ہوا۔ تمام صحابہ سے حضرات شیخین کریمین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اکبر و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم بھی ہیں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل بتانا ہی تفضیل ہے تفضیل کو کافی۔ تو یا رب! ایسا قول جس میں ان کی تمام انبیاء پر بھی تفضیل نکلے کے ساتھ کچھ ہوگا؟ اس پر کیا حکم رب جلیل ہوگا؟ پھر ایسے سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حضرت سیدنا طلحہ و حضرت سیدنا زبیر و حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا کی کیا شکایت؟ یہ شخص مدعی سنیت ہے اور نہیں جانتا کہ اہل سنت حضرات صحابہ کے ساتھ کیسا ادب رکھتے ہیں ان کے آپس کے مشاجرات میں اپنی کیا روش رکھتے ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ ارباب سنت افراط وتفریط دونوں بلاؤں میں مبتلا نہیں، دونوں سے پاک ہیں۔ نہ وہ حضرت مولیٰ علی کی اسے محبت جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب، حضرت سیدنا مولیٰ علی کے احباب سے کسی کی تنقیص کریں کہ مولیٰ علی کا دامن تھامنے کے مدعی بنیں اور اوروں کو چھوڑ کر لقب رافضیہ اختیار کریں۔ نہ اوروں کی اس میں محبت مانتے ہیں کہ معاذ اللہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اہانت کریں اور دائرۂ مذہب مہذب سے قدم باہر رکھ کر خارجی کہلائیں۔

حسن سنی ہے پھر افراط وتفریط اس سے کیونکر ہو ÷ ادب کے ساتھ رہتی ہے روش ارباب سنت کی

باپ چچا کی لڑائی میں باپ کی طرف ہو کر چچا کے ساتھ گستاخی کرنے والا چچا کو گالیاں دینے والا کسی ذی عقل کے نزدیک راہ صواب پر نہیں ہو سکتا اگرچہ چچا خطا پر ہو خصوصاً ایسا جس کی پیدائش سے قرنوں پہلے جنگ ہو چکی ہو جس کے حالات جس کے وجوہ وعلل واسباب سے یہ محض بے خبر ہو۔ قطعی طور پر کوئی خبر اسے نہ پہونچی ہو نہ پہونچ سکتی ہو۔ یہ محض اپنے تعلق کی بنا پر باپ کو مظلوم چچا کو ظالم باپ کو حق پر چچا کو ناحق پر بتائے چچا کو گالیاں سنائے۔ یا محض اس لئے کہ اکثر لوگ باپ کو حق پر بتاتے ہیں چچا کو خطا پر چچا کی نیت پر حملہ کرے اور برا کہے۔ تو ان ائمہ دین واعاظم ملت کے باہمی مشاجرات میں کسی ایک طرف ہو کر دوسرے سے تبری، ایک جانب ہو کر دوسرے پر تبرا کیوں کر روا ٹھہرے گا اور کیوں کر سخت تر تبرا نہ ہوگا۔ کیا اللہ عزوجل معاذ اللہ ان کے مشاجرت سے واقف نہ تھا جس نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا جو قبل فتح ایمان لائے۔ اور جو بعد فتح۔ کہ فرمایا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ[۱] جس نے ارشاد کیا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ[۲] اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی۔

وہ عالم الغیوب والشہادۃ عز جلالہ جب ان کی تمام کیفیات سارے حالات معاملات مشاجرات، ان کی نیات وخطرات سب سے واقف ہے۔ اور جو کچھ جس نیت سے جس سے ہوا اس سے سب کا عالم ہے اور پھر فضل صحبت کی بنا پر اپنے فضل وکرم سے ان سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا ہے تو پھر کسی کو ان پر نکتہ چینی کا کیا موقع ہے۔ ان کے اعمال پر اعتراض کرنے کا کیا منہ ہے۔ صحابہ کو معصوم کون کہتا ہے۔ معصوم نہ حضرت معاویہ تھے نہ اور حضرات نہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یا یہ مدعی پیشوائے اہل سنت حضرت مولیٰ علی کو روافض کی طرح معصوم جانتا ہے۔ اور حضرت معاویہ وغیرہ کو غیر معصوم۔ اگر ایسا ہے تو اس کا سنی ہونا معدوم۔ اس تبرا کو تو کسی طرح اس پر محمول کر لیا جاتا کہ ناواقفی سے ایسے کلمات لکھ دیئے۔ روافض کی صحبت

[۱] سورۂ حدید آیت ۱۰ ، [۲] سورۂ مائدہ آیت ۱۱۹

ان کی کتابوں کے مطالعہ کا یہ نتیجہ ہوا مگر اسے کاہے پر محمول کیا جائے؟

اللہ اللہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں الله الله فی اصحابی لاتتخذ وھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی الله ومن اذی الله تعالیٰ یوشك ان یاخذہ اور یہ مدعی پیشوائے اہل سنت امیر معاویہ حضرت طلحہ وغیرہ سے یہ بغض رکھیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ الله والملائکۃ والناس اجمعین۔ نیز فرمائیں من سب اصحابی جلد اور یہ عالم اہل سنت کہلانے والے اجلہ صحابہ کو یوں گالیاں دیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمائیں لاتسبوا احدا من اصحابی فلوان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما ادرك مد احدھم ولا نصیفہ نیز حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا لاتسبوا اصحاب محمد صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم فلمقام احدھم ساعۃ (مع النبی صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم) خیر من عمل احدکم اربعین سنۃ۔ ایک روایت میں ہے خیر من عبادۃ احدکم عمرہ۔ اور یہ مدعی صاحب ایک حضرت معاویہ ہی نہیں اور بھی کتنے صحابۂ عظام پر تبرا بازیاں کریں۔ ع .... میں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ حضرات اہل بیت طہارت واصحاب سرکار رسالت علیہ الصلاۃ والتحیۃ سے ہماری محبت ان کی ذوات ونفوس کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اہل بیت واصحاب ہیں۔ تو ہمارے نزدیک جو محب وجاں نثار سرکار سرکار ہوگا وہ ان سب کا محب ودوست دار ہوگا۔ اور جو ان میں کسی سے بغض رکھے گا ظاہر ہوگا کہ وہ اس سرکار ابد قرار علیہ الصلاۃ والسلام ہی سے بغض رکھتا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا ابھی خود ارشاد حدیث سے معلوم ہو چکا تو جو حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی محبت وعظمت کا اظہار کرتا ہے اور حضرت امیر معاویہ وغیرہ سے سوء رکھتا ہے وہ حضرت علی کی ذات بابرکات سے محبت کا مدعی ہے۔ مولیٰ علی بن ابی طالب کا دوست دار ہے۔ نہ مولیٰ علی اخ الرسول کا وھذا معنی قول المولوی مولانا جلال الدین الرومی قدس سرہ فی المثنوی

اے گرفتار ابوبکر وعلی تو چہ دانی سر حق کہ غافلی

کما فی المعتمد المستند لشیخنا المجدد سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ۔ عجب اس عالم اہل سنت کہلانے والے بزرگ سے جسے نہ مذہب اہل سنت کی خبر نہ مسلک اہل سنت معلوم۔ مولیٰ علی کی تعریف پر آئے تو انھیں برخلاف مذہب اہلسنت بے شبہہ تمام صحابہ سے مطلقا افضل واعلیٰ بتا دیا کہ دائرہ مذہب اہل سنت سے

۱؎ مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴، ۲؎ مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۱۰

نکل کر مذہب تفضیلیہ میں قدم رکھدیا۔ بلکہ اس قول نے انھیں برخلاف اسلام سیدالانبیاء سے بھی بڑھادیا۔ حضرت امیر معاویہ پر نزلہ گراتو انھیں کیا اور کیا کہہ ڈالا۔ مروان کو تو ملعون تک کہا۔ کیا سنیوں کا یہی مذہب ہے۔ سنیوں کا یہی مسلک ہے ؟ کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق وفاجر ہو سنی مسلمان کے نزدیک تو اس پر لعنت جائز نہیں۔ بلکہ کسی خاص کافر کو بھی ملعون کہنا نہ چاہئے سوا ان کفار کے جن کا کفر پر خاتمہ قطعاً معلوم ہولیا جیسے ابوجہل یہ تو جو کچھ تھا مگر۔ ع پتھر کے تلے دبا ہے دامن۔ حضرت امیر معاویہ پر جو طعن اچھل اچھل کر کئے گئے ہیں پھر حضرت سیدنا امام حسن، ان طاعن صاحب کی عنایات ومنن سے کیوں کر بچ سکتے ہیں کہ انھوں نے ایسے اور ایسے کو خلافت دے دی۔ اور معاذ اللہ، اسلام ومسلمین کے ساتھ خیانت کی بلکہ خود حضور تک یہ طعن پہنچا کہ حضور نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تفویض امامت بامیر معاویہ کو پسند فرمایا۔ معاذ اللہ ایسے بدافعال مفتن مفسد، عیبی فریبی دھوکہ باز حیلہ ساز، مبتلائے معاصی، دنیا طلب، خود مطلب، اپنے مطلب کے لئے مسلمانوں کے خون بے دریغ بہانے والے مسلمانوں کو دین سے چھڑا کر دنیاوی فاحشات میں مبتلا کرنے والے کو امام حسن نے خلافت دی اور حضور اسے پسند فرماتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

ے یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ان صاحب مدعی صحابہ نے تو صاف کہدیا کہ اگر معاویہ سے زائد مبتلائے معاصی کوئی شخص معاویہ کی جگہ پر ہوتا تب بھی امام حسن اس کو خلافت سپرد کر دیتے۔ یہ مدعی صاحب اسے امام حسن کے حق میں تبرا نہ جانیں مگر زمانہ تو اسے تبرا ہی جانے گا کہ اتنی عظیم امانت ایسا عظیم مرتبہ مسلمانوں کی جانوں تک کا فیصلہ، اسلام کا بڑے سے بڑا چھوٹے سے چھوٹا نازک سے نازک معاملہ اہم سے اہم فیصلہ ایک خائن ایک فاسق ایک فاجر اور جنیں وچناں کے سپرد کر کے خود چین کی زندگی گذارنے، سکھ کی نیند سونے کو سبکدوش ہوں۔ ایک فاسق کی ذرا زبان سے مدح کرنے یا کسی طرح کوئی تعظیم کرنے پر تو حدیث میں فرمایا[1] اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلذلک العرش۔ یا رب اس قدر اعظم عزت وعظمت، ارفع مرتبت دنیا، مسلمانوں کی سب سے اعظم سیادت، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت وخلافت بخشنا یہ کیوں کر کس طرح روا ہو سکتا ہے؟ خصوصاً امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک، وہ اسے اپنے لئے کیوں کر جائز رکھتے۔

اور پھر اس الزام کا کیا جواب ہوگا کہ بڑے بھائی نے باوجود قوت وشوکت وشش ماہہ خلافت یہ کیا کہ خود پناہ بخدا ایک ایسے ویسے کو خلیفہ کر بیٹھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور چھوٹے بھائی صاحب رضی اللہ

[1] بیہقی، مشکوۃ ص ۴۱۳

تعالیٰ عنہ نے اپنے اور اپنے بچوں اور عزیزوں سب کی جان پر بنوالی مگر یزید کی بیعت ہی نہ کی۔ اب دونوں میں سے ایک پر تو مدعی صاحب ضرور الزام رکھیں گے۔ ان کے نزدیک جب امام حسن حضرت معاویہ سے نائد کو دے سکتے تھے اور حضور نے امام حسن کی اس بات پر کہ انھوں نے خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی ان کی تعریف فرمائی تو امام حسین کو بھی راہ چلنا تھی جس کی حضور نے تعریف فرمائی تھی خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ ایک آن کو بھی خلیفہ نہ ہوئے تھے اور یہ ظاہری شوکت وقوت کے سامان نہ رکھتے تھے۔ اس میں وہ اور ان کے بچے اور اہل خاندان اور مسلمان ہمراہی سب محفوظ رہتے۔ کاہے کو اپنے ہاتھوں یہ مصیبتیں اپنے سر لیں۔ اور اگر امام حسین نے جو کچھ فرمایا وہی انھیں کرنا تھا۔ وہی ان کی شان رفیع کے لائق تھا۔ ایک فاسق فاجر سے ان کی بیعت دین میں رخنہ ہوتی۔ بیعت نہ کرنے پر اپنی اور اپنے بچوں اور ہمراہیوں کی جان مال پر بنی جو بنی بیعت کر لیتے تو جان دین وایمان پر بری بن جاتی۔ تو امام حسن نے کیوں عند المدعی ایک فاسق فاجر کو خلافت سونپ دی؟ وہ بھی لڑنے کی پوری قوت رکھتے ہوتے۔ یا حضرت شاہزادہ گلگوں قبا مظلوم کربلا سیدنا امام حسین شہید جور وجفا، ایک بے نظیر شجاع بے مثل جری ودلیر نہایت بلند پایہ اعلیٰ درجہ کے بہادر تھے۔ اور معاذ اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ......... تھے۔ واستغفر اللہ العلی العظیم۔

ان دونوں شہزادگان کے عمل در آمد ہی نے فیصلہ کر دیا کہ یزید علیہ ما علیہ فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا اور نالائق ونااہل خلافت۔ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ خلافت کے اہل۔ یوں ہی حضرت شہزادہ کلاں نے ان کے سپرد فرمادی اور شہزادہ خورد نے یزید کے ہاتھ پر بیعت بھی اپنے لئے جائز نہ رکھی۔ مدعی صاحب اگر ان صاحبزادگان سرکار ذیشان کے اس عمل ہی پر نظر غور وتامل کریں تو گریبان میں منہ ڈالیں کہ انھوں نے کس پر تبرا کیا ہے اور کس عظیم کو کیا کیا کہا ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ یہ مدعی صاحب جو روافض سے سیکھ کر حضرت امیر معاویہ وغیرہ کبار صحابہ پر تبرا کی بوچھار کر رہے ہیں کیا خارجیوں کے مطاعن کے جواب کو بھی تیار ہیں۔ جیسے بے ثبوت دعوے انھوں نے کئے ہیں وہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی کے لئے انھیں کو دہرا دیں گے تو کیا جواب ہوگا؟ کیا وہ نہیں کہہ سکتے کہ قتل حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پناہ بخدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مشورہ سے ہوا۔ انھوں نے ہی ساری کارروائی کرائی۔ دل سے حکومت کے طالب رہے اور اس کے لئے یہ کچھ کیا مگر زبان سے تقیۃً انکار ہی کرتے رہے۔ یوں ہی ہر ہر بات اگر خارجی حضرت مولیٰ علی کے لئے بکے تو اس کی زبان کون روک لے گا؟

رہا ثبوت تو جیسے تم اس سے بے نیاز بنے ہو ایسے ہی وہ بھی۔ تم نے اٹکل پچو کچھ جھوٹے دعوے کر دیئے اور حضرت معاویہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو سوء رکھتے ہو اس کی کچھ بھڑاس نکال لی۔ یوں ہی وہ بھی یہ بے سروپا باتیں اپنے جلے دل کے پھپولے پھوڑنے کو کہہ بھاگا۔ اے پیشوائے اہلسنت کے مدعی مذہب و مسلک اہل سنت پہلے تو معلوم کر لیا ہوتا پھر ہی عالم اہل سنت کا جلیل لقب اختیار کیا ہوتا۔ تمام کتب اہل سنت دیکھ جائیے تمام صحابہ کا تزکیہ کرتے ہیں۔ سب کو عدول بتاتے ہیں اور اس تزکیہ صحابہ کو اپنا مذہب ٹھہراتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان صاحب کو علم دے اور اس پر عمل کی توفیق۔ اور سچا سنی عالم بنائے۔ آمین۔ واللہ ہو الموفق۔

سوال نمبر ایک میں جو اس کی عبارت نقل کی گئی ہے وہ صراحۃً مولیٰ علی نیز تمام اہل بیت کو خلفاء سے افضل واعلیٰ بتا رہی ہے۔ شیخین پر حضرت مولیٰ علی کو جو تفضیل دی عجب کہ وہ کیوں کر مدعی پیشوائے اہل سنت ہو سکتا ہے وہ روافض کا پیشوا اگر اپنے آپ کو کہے تو بجا ہے۔ اہلسنت کے نزدیک تو یہ تفضیل کھلی گمراہی اور رفض کی پہلی سیڑھی ہے۔ وہ کتاب ہرگز کسی سنی کے مطالعہ کے قابل نہیں۔ اسے تو رافضی ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ مولیٰ عزوجل سنیوں کو اس تبرا کی پوٹ سے محفوظ رکھے۔ واللہ الھادی وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ مسلمانوں کو کافر کہنا کیسا ہے؟ مثلاً وہابڑے بھی تو مسلمان کہلاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کسی کو برا کہنا نہیں چاہیے؟

الجواب وہابی مسلمان نہیں۔ مسلمان کو کافر کہنا بہت سخت شدید جرم عظیم ہے۔ خود اپنے اوپر بے وجہ کی تکفیر عود کرتی ہے۔ جو کہتے ہیں کسی کو برا نہ کہنا چاہیے وہ اسی وقت تک کہہ رہے ہیں جب تک ان کا معاملہ نہیں انھیں یا ان کے باپ بھائی یا کسی عزیز کو کوئی "تم" سے "تو" کہہ دے بلکہ آپ سے تم کہہ دیں تو دیکھیں کہ کیسے آپے باہر ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث تو کافروں کو کافر فرمائیں اور یہ ایسا کہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا نکیر اطلاق ہوتا رہا ہے۔ اور وہ اصل میں خود آ ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کے موجود نہ ہوا ہو۔ اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا درست ہے یا نہیں؟ جو اللہ میاں کہتے ہیں ان پر کس قدر گناہ ہے؟

الجواب اللہ تعالیٰ، اللہ عزوجل، اللہ عزجلالہٗ، اللہ سبحانہٗ، اللہ عزشانہٗ، یا جل شانہٗ وغیرہ کہنا چاہئے۔ میاں نہ کہنا چاہئے۔ عوام میں یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس سے انہیں احتراز کرنا چاہئے۔ تفصیل کے لئے احکام شریعت دیکھیں۔ اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مفصل تحریر فرمایا ہے۔ گناہ نہیں مگر یہ لفظ اس کی جناب میں بولنا برا ہے۔ اس کی شان و عزت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱ [illegible] ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۵۲ھ

ایک پیر جی اپنے مریدوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ قرآن شریف کا چالیس پارہ تھا۔ دس پارہ عثمانؓ نے چاٹ لیا ہے۔ آیا اس پیر جی کے متعلق شریعت و معرفت میں کیا حکم ہے؟ بینوا بالدلیل توجروا

الجواب وہ جاہل پیر روافض کا ہمنوا و ہمسر ہے۔ اس پر اپنے اس گندہ عقیدہ سے توبہ فرض ہے۔ بعد توبہ و تجدید ایمان تجدید نکاح بھی اگر بیوی رکھتا ہو کرے۔ قرآن اللہ عزوجل کی وہ مبارک کتاب ہے جس میں کمی و بیشی، تغیر و تبدیل سے حفاظت و صیانت کا خود اسی نے اسی قرآن میں وعدہ فرمایا ہے۔ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] اور فرمایا لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ[2] اس جاہل نے روافض کی طرح وہ بک کر کہ چالیس پارے تھے۔ دس پارے کم ہو گئے قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار کیا۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ الہادی والموفق۔

مسئلہ ۱۲ از موضع ادری محلہ ملاہا ضلع اعظم گڈھ مرسلہ مولوی حکیم عبدالسلام صاحب سلمہٗ۔ ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۵۲ھ

زید نے چند لوگوں کے سامنے کہا (بلکہ اس کی تحریر و تحقیق بھی بندہ کے پاس موجود ہے) کہ مجھے رسول بالمعنی القاصد کہہ سکتے ہیں۔ اب شریعت ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے۔ حالاں کہ یہ شخص کوئی جاہل بے علم نہیں بلکہ شرح وقایہ، شرح جامی، قطبی وغیرہ پڑھتا ہے۔ کیا ایسا شخص اس کہنے سے ایمان سے خارج نہ ہو گیا اور کافر نہ ہوا؟ گو کہ اس نے اپنے کو رسول بالمعنی المذکور ہی کہا ہے۔ کیا کسی کو رسول بمعنی مذکور کہہ سکتے ہیں۔ اگر کہہ سکتے ہیں تو پھر لاکھوں کروروں رسالت کا دعویٰ بمعنی مذکور کر سکتے ہیں تو پھر لاتعد ولاتحصی رسول دنیا کے اندر موجود ہو سکتے ہیں۔ اور کیا زید کی بی بی اس کے نکاح سے خارج ہو گئی اور اس کو دوبارہ عقد و تجدید اسلام کی ضرورت ہے؟ صاف صاف جواب عنایت فرمائیں اور بادشاہ حقیقی سے اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ بینوا بالکتاب مفصلا توجروا یوم الحساب کثیرا۔

الجواب اگر کوئی رسول کو اللہ عزوجل کی طرف مضاف کر کے اپنے کو یا کسی غیر رسول کو رسول اللہ کہے

[1] سورۂ حجر آیت ۹، [2] سورۂ حٰم سجدہ آیت ۴۲

اور کہے میں نے اس سے قاصد پیامی ہونے کا ارادہ کیا تھا اس کی یہ تاویل مردود ہوگی ہرگز نہ سنی جائے گی کہ صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ زنہار مسموع نہیں۔ ورنہ کوئی کفر کفر نہ رہے اپنے آپ کو خدا کہے اور ارادہ بتائے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا میں خود آیا ہوں۔ خلاصہ و فصول عمادی و جامع الفصولین و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے واللفظ للعمادیۃ قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید به من پیغام می برم یکفر۔ علماء ایسی تاویل کی نسبت فرماتے ہیں لا یقبل (شفا شریف) نیز فرماتے ہیں ھو مردود عند القواعد الشرعیۃ (شرح الشفاء للملا علی قاری) اور فرماتے ہیں لا یلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض) یوں ہی ہماری زبان میں بے اضافت اگر مثلاً یوں کہیں کہ میں رسول ہوں یا وہ رسول ہے عمادیہ وغیرہا کی عبارت پھر دیکھئے او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم الخ ہاں غیر مولیٰ تعالےٰ کی طرف اس لفظ کی جب اضافت ہوتی ہے تو وہاں اس لفظ کے لغوی معنی ہی مراد ہوتے ہیں اور یوں بھی اس کا استعمال شائع ہے۔ خود احادیث میں بھی موجود ہے۔ اردو میں بھی اگر کوئی یوں کہے کہ میں فلاں شخص کا رسول ہوں۔ اور قاصد کا ارادہ کرے تو اس میں کوئی محذور نہ ہوگا۔ اگر شخص مذکور نے اس سے کہ "مجھے رسول بالمعنی القاصد کہہ سکتے ہیں" یہی ارادہ کیا تھا کہ غیر مولیٰ تعالیٰ کی جانب مضاف کرکے جب تو ٹھیک ہے۔ اسے بھی رسول زید یا عمرو یا بکر وغیرہ اگر کوئی کہے تو مواخذہ نہ ہوگا۔ اور اگر اس کی یہ مراد نہ تھی تو اسے توبہ چاہئے اور تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ از ڈیرہ غازی خاں بلاک نمبر ۱۲ مرسلہ حافظ محمد حبیب اللہ صاحب تاجر کتب۔

مکرم معظم جناب حضرت مولانا و بالفضل اولینا دام ظلہم و برکاتہم علی سائر المسلمین بعد از تسلیم نیاز آں کہ شہر ڈیرہ غازی خاں میں ایک شخص بنام عبید اللہ علوم شرعیہ سے بے بہرہ ہے اور اخبار و رسائل مبتدعین کا مطالعہ کرکے امور حسب ذیل کا اعتقاد رکھ کر لوگوں میں ترویج دیتا ہے۔

(۱) جن الفاظ کو علمائے کرام باعث سوء ادب یا موہم سوء ادب فرماتے ہیں ان کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بلا تحاشا بولنا اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ بلکہ منع کرنے والوں کو کمال گستاخی سے ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے حقیقت محمدی بشریت ہے۔

(۲) صوفیاء کرام کو فرقہ غالیہ کے ساتھ نامزد کرکے ان کو بھی یہود و نصاریٰ کا فرد اور کبھی ابن سبا یہودی کا اخص الخواص سے تعبیر کرتا ہے۔

۱؎ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص ۲۶۳ مطبوعہ بیروت

(۳) صوفیاء کرام خصوصًا وجودیہ عظام کے کلمات نہ سمجھ کر ان کو اہل شرک سے سمجھتا ہے۔

(۴) اطاعت رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو حقیقۃً اطاعت اللہ تعالیٰ نہیں سمجھتا۔

(۵) آیات شریفہ واحادیث کریمہ کے معانی غلط لکھ کر، مولویوں کا نام مصنوعی لکھ کر لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔

(۶) فتویٰ لکھ کر مولویوں کا نام مصنوعی لکھ کر مسلمانوں کو غلطی میں ڈالتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بنابریں التماس ہے کہ ایسا شخص مومن صالح ہے یا فاسق؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ اور اس کے ساتھ تعلقات برادرانہ یا دوستانہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب بیشک حضور علیہ الصلاۃ والسلام بشر ہیں مگر لا کالبشر۔ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ بے نظیر و بے ہمتا نے اپنے اس حبیب ومحبوب طالب ومطلوب رسول اکرم سید بنی آدم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے نظیر اور بے مثیل و بے عدیل ویکتا و بے ہمتا مبعوث فرمایا اس جان ایمان وایمان جان کو وہ صفات کمالیہ عطا فرمائے۔ جن میں اس کا شریک کسی کو نہ فرمایا اپنی ہر صفت کا مظہر اتم اپنی ذات مجمع الصفات کا آئینہ اجلی بنا کر بھیجا۔ خود وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو اپنے اس حبیب پاک صاحب لولاک کو بھی اس کی صفات میں وحدہٗ لاشریک ہی بنایا۔ پاک ہے شریک سے اس سبوح وقدوس واحد ویکتا بے نظیر و بے ہمتا وحدہٗ لاشریک لہٗ جل جلالہٗ وعز شانہٗ تبارک وتعالیٰ کو جس نے اپنے اس سب سے اعلیٰ محبوب کو ایسا واحد ویکتا بے نظیر و بے ہمتا عدیم المثل فی الصفات العلیا کو بھی شریک سے منزہ وپاک فرمایا۔ امام محمد بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

سوء ادب سخت بد نصیبی ہے۔ توہین کرنے والا تو بالاتفاق کافر ہے۔ از راہ توہین بشر بشر کرنے والا وہابی انھیں کافروں کی طرح ہے جو انبیاء کو بشر بشر کہتے تھے۔ مثنوی شریف میں حضرت عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

کافراں دیدند احمد را بشر چوں نہ دیدند از وے آں شق القمر

خاک زن بر دیدۂ حس بین خویش دیدۂ حس دشمن عقل ست کیش

دیدۂ حس را خدا اعماش خواند بت پرستش خواند چند ماش خواند

زانکہ او کف دید دریا را ندید زانکہ حالی دید فردا را ندید

خواجۂ فردا وحالی پیش او او نمی بیند ز گنجی خبر بتو

ذرۂ زاں آفتاب آرد ببام　　آفتاب آں ذرہ راگردد غلام
قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر　　ہفت بحر آں قطرہ راباشد اسیر
گر کف خاکی شود چالاک او　　پیش خاکش سر نہد افلاک او

قرآن عظیم نے اس بشر ہی کہنے کے سبب ان پر قیامت قائم فرمائی۔ حیث قال عزمن قائل قالوا[۱] ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیٔ۔

حضرت عارف نامی مولٰنا جامی قدس سرہٗ السامی کا ارشاد گرامی ہے ؎

توجان پاکی سر بسر نے آب وخاک اے نازنین　　واللہ زجان ہم پاک تر روحی فداک اے نازنین

یہ ہے کہ جسے کہا جاتا ہے کہ حضور سر قدرت ہیں۔ حضور جیسے ہیں اس حقیقت تک کسی کو رسائی نہیں، خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور کس سے؟ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنھیں سب سے زائد حضور کی معرفت حاصل ہوئی یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ امام عارف باللہ سیدی عبدالرؤف مناوی قدس سرہٗ تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث کنت اول الناس فی الخلق واٰخرھم فی البعث۔ فرماتے ہیں بان جعلہ اللہ حقیقۃ تقصر عقولنا عن معرفتھا۔ نیز اسی میں فرمایا لم یدرک الانبیاء حقیقۃ صفاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فکیف بغیرھم۔ اسی لئے فقیر نے ایک غزل نعت میں عرض کیا ہے ؎

کوئی کیا جانے جو تم ہو خدا ہی جانے کیا تم ہو　　خدا تو کہہ نہیں سکتے مگر شان خدا تم ہو

ایک دوسری غزل میں عرض کیا ؎

حقیقت سے تمہاری جز خدا اور کون واقف ہے　　کہے تو کیا کہے کوئی چنیں تم ہو چناں تم ہو

مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام خدا ہیں یا خدا ان میں حلول کئے ہے۔ حلول و اتحاد تر الحاد ہے اس کا کوئی مسلمان رہ کر قائل نہیں ہو سکتا۔ اور شامت نفس سے کوئی قائل ہو تو مسلمان نہیں رہ سکتا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام مظہر ذات الٰہی ہیں۔ حضور کی بشریت عظمٰی سے ہماری بشریت کو کیا نسبت؟ تو جو اپنی طرح انھیں بشر جانتا ہے اس سرکار ستر ہر کار کی شان رفیع گھٹاتا ہے اور کھلی توہین کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرات صوفیا کرام کو ایسا کہنے والا خود ہی ایسا ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ خدا اسے ہدایت

[۱] سورۂ یٰس آیت ۱۵

بخشے۔ توفیق توبہ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حضرات صوفیاء کرام کو ان کا کلام نہ سمجھ کر انھیں مشرک کہنے والا اس سے ڈرے معاذ اللہ اس کا خاتمہ برا ہو اور وہ اس وبال میں مشرک ہو کر مرے۔ زمانہ حال کے جہال، صوفی بننے والے متصوفہ نقال کی بعض تمام تر بیہودہ ہزلیات اور واہی تباہی سفہی کلمات کا حکم آخر ہے۔ نہ وہ حضرات صوفیاء میں داخل نہ ان کے کلمات کو کلمات صوفیاء کرام کا حکم شامل۔ بلکہ اگر جاہل، صوفی بننے والا حضرات صوفیاء کے وہ کلمات جو ان کی اصطلاح پر بالکل حق و صدق ہیں۔ بے سمجھے بکے، اور ان کے ظاہری معنی مراد لے تو زندیق ہے۔ کہ صوفی محقق ہے۔ اور اس کا جاہل مقلد نقال زندیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جو ایسا ہے کافر ہے کہ قرآن اطاعت رسول کو اطاعت الٰہی فرما رہا ہے کہ فرماتا ہے مَنْ یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ یہ آیت اگر نازل نہ ہوئی ہوتی جب بھی اطاعت رسول قطعاً اطاعت الٰہی تھی کہ رسول کی اطاعت یونہیں کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ نیز اللہ عزوجل نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ پھر اگر حضور کی اطاعت کو غیر اطاعت الٰہی جانتا ہے تو فرض بھی مانتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کافر ہے کہ قرآن عظیم نے ان کی اطاعت فرض فرمائی۔ کہ ارشاد ہوا "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اگر فرض مانتا ہے اور اسے غیر اطاعت خداوندی مانتا ہے تو بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جو ایسا کرتا ہے مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلائے قہر قہار ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب اور فرماتا ہے انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون۔ حدیث میں ہے مَنْ کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمداً افترا مسلمان کا کام نہیں۔ دھوکا دینا حرام ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا لیس منا من غش۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) حرام کار ہے۔ مفتری ہے۔ کیاد ہے۔ مکار ہے۔ شدید گنہگار ہے۔ حق اللہ اور حق العبد دونوں میں گرفتار ہے۔ سخت شدید مجرم خاطی، غلط کار، ظالم ستم گر جفا شعار، کھلے فساق و فجار میں اس کا شمار ہے۔ بلکہ اپنے ان بعض کفریات کی بنا پر وہ داخل زمرۂ کفار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کیا جائے جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴ از گجرات پنجاب مدرسہ پیر ولایت شاہ صاحب۔ مسئولہ جناب مولینا مولوی عبد الغفور صاحب

چشتی ہزاروی مدرس اول مدرسہ مذکورہ۔ ۴ر رجب سنہ ۵۲ھ۔

فرازندۂ رایت شریعت و مروج احکام فطرت دامت عظمتہٗ۔ بعد سلام سنت و اسلام معروض کیا مغیبات خمسہ کا علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر دیا گیا ہے تو کون سی صحیح حدیث یا آیت قرآن یقینی تحریر یا تفسیر معتبر میں اس کا ثبوت ہے۔ اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق کوئی کتاب تحریر فرمائی ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں دیا گیا ہے تو بھلا جب کل کی بات نہیں جانتے تو قیامت کی باتیں کیسے جانتے ہوں گے دوم یہ کہ حدیث معراج میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں فتجلّٰی لی کل شیئ ۔ یا فعلمت ما فی السمٰوات والارض او کما قال۔ جب شب معراج میں سب کچھ آپ نے جان لیا تو بھلا بعد میں مدینہ منورہ میں کئی ایک ایسے واقعات ہیں جو آپ سے پوچھے گئے آپ نے وحی کا انتظار کیا اور اسی وقت نہ بتایا بلکہ یہ فرمایا کہ انشاء اللہ العزیز وحی کے آنے پر بتاؤں گا۔ ان سوالات کا مفصل جواب مرحمت فرمایا جائے۔ والسلام۔

الجواب اللہ رب و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب مطلع علی الغیوب کو ان غیوب خمسہ کا بھی علم عطا فرمایا اور ان سے بھی پوشیدہ تر نہایت خفی و اخفی خاص اسرار کا علم بھی بخشا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ سائر الانبیاء و بارک وسلم۔ یہ پانچ تو بے شمار غیبوں کی بہ نسبت اخف ہیں ان کی خصوصیت جو حدیث میں ارشاد فرمائی گئی اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو کسی طرح خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، بلکہ معنی یہ ہیں کہ خدا کے بے بتائے ان کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ جب ان کو بھی بے تعلیم الٰہی کوئی نہیں جان سکتا تو جو ان سے اخفی ہیں وہ بے خدا کے بتائے کسی کو کیوں کر معلوم ہو سکتے ہیں۔ یہ مطلب تو کسی عاقل کے نزدیک نہیں ہو سکتا کہ یہ غیوب خمسہ ایسے ہیں کہ انھیں کوئی اور کسی طرح جان ہی نہیں سکتا۔ ان کے سوا اور غیوب تو خدا دے سکتا ہے یہ ایسے ہیں کہ کسی کو نہیں دے سکتا یا نہیں دیتا۔ علماء اہلسنت نے اپنی تصانیف مبارکہ میں ان غیوب کا علم حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کے لئے بھی علماء اعلام، ائمہ کرام کی تصریحات سے ثابت کر دکھایا۔ حضور تو حضور ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ ہو "الدولۃ المکیہ، بالمادۃ الغیبیہ، خالص الاعتقاد، انباء الحی، ازاحۃ العیب، ادخال السنان، الکلمۃ العلیا" وغیرہ

یہاں بھی کچھ مختصر طور پر ثبوت پیش کریں۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ سکھا دیا تمہارے رب نے جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر فضل عظیم ہے اب اس جو کچھ میں کیا کچھ نہیں آگیا؟ حدیثوں میں بکثرت ثبوت موجود ہے۔ حدیث بھی دیکھئے۔ ارشاد

۱؎ مشکوٰۃ ص ۴۳، ۲؎ سورۂ نساء آیت ۱۱۳

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ[1]۔ بلکہ عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے صلی بنا[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما الفجر وصعد علی المنبر فخطبنا (الی) ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیامۃ فاعلمنا احفظنا (رواہ مسلم)

آیت کریمہ میں تو کج بحثوں کو اتنا زبردستی کا موقع تھا بھی وہ کلمۂ ما میں کچھ کٹھ حجتیاں کرتے کہ اس سے یہ مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ حضور کو علم غیب عطا ہوا۔ مگر ان حدیثوں نے تو تسمہ لگا نہ رکھا۔ یہ علوم شاید وہابیوں کے طور پر دنیا سے الگ ہوں گے؟ دنیا میں نہ پانی برستا ہے، نہ دنیا میں ماں کے پیٹ میں بچہ نر و مادہ ہوتا ہے، نہ دنیا میں کل ہوتی ہے، نہ کل میں کچھ ہوتا ہے، نہ دنیا میں کوئی مرتا ہے؟ جب حضور نے صراحتاً بالکل وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ میں، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اور ہونے والا ہے اسے اپنے کف دستِ مبارک کی طرح دیکھ رہا ہوں۔ تو پانی برسنے اور ماں کے پیٹ میں بچے اور کل کی بات اور موت وغیرہ حضور کے پیش نظر ہے۔ اور سب کچھ جانتے اور پہچانتے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام ما دامت اللیالی والایام

اللہ عزوجل فرمائے ہم نے وہ سب اپنے حبیب کو سکھا دیا جو وہ نہ جانتے تھے۔ اور حضور فرمائیں خدا نے دنیا و کائنات سب میرے پیش نظر فرما دیئے ہیں۔ اس سب کو جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ بمثال کف دست ملاحظہ فرما رہا ہوں۔ صحابی فرمائیں کہ حضور نے قیامت تک کی ساری کائنات کی ہمیں خبر دی۔ ہم میں زیادہ اعلم وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ مگر وہابی کو کسی طرح یقین نہیں آتا۔ نہ صحابی کا اعتبار، نہ رسول کردگار کے ارشاد پر یقین، نہ خود پروردگار عز جلالہٗ کے ارشاد پر ایمان۔ وہ یہی بکے جاتا ہے کہ حضور کو کل کی بات معلوم نہیں، حضور پیٹ کے حال سے بے خبر ہیں، حضور کو یہ علم نہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ انتہا یہ کہ گنگوہی پھنکار اٹھا کہ معاذ اللہ "حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں" اور اس کو شیخ محقق کے سر منڈھ دیا کہ انھوں نے اسے روایت کیا۔ حالاں کہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اسے روایت نہ کیا۔ بلکہ اس کا رد فرمایا۔ رد کو روایت بنا لیا۔ حد یہ ہے کہ وہابی نے یہ بک دیا کہ حضور کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ مفسرین کرام کے اقوال اگر وہ سب جمع کئے جاتیں جو ہر ہر آیت علم غیب کے نیچے ہیں جب تو ایک مبسوط کتاب طیار ہو جائے۔ اور اس کی حاجت نہیں۔ علماء اپنی تصانیف مبارکہ میں بہت سے اقوال پیش فرما چکے یہاں تو صرف اسی آیت کریمہ مذکورہ بالا کی تفسیر میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ زیادہ نہیں دو ایک عبارات پیش کریں۔

---

[1] شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی ، [2] مسلم شریف جلد دوم صـ ۳۹۰

مدارک میں زیر آیت کریمہ مذکورہ فرمایا مثل امور الدین والشرائع او من خفیات الامور و ضمائر القلوب خازن میں ہے قیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدھم مالم تکن تعلم ـ بیضاوی میں ہے من خفیات الامور ـ خاص خمس کے بارے میں امام ابن حجر کا ارشاد بطور نمونہ ذکر کروں ـ جسے اور زیادہ درکار ہوں وہ اہل حق کے رسائل کا مطالعہ کریں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ یہ خمس حضور حضور کے غلام بھی باعطاء الٰہی بطفیل سرکار رسالت پناہی جانتے ہیں ـ امام ابن حجر مکی منح المکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں ـ اکثر علوم نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تتعلق بالمغیبات بدلیل فعلمت علم الاولین والاخرین فی الحدیث المشہور ـ ولانہ تعالیٰ اختص بہ لکن من حیث الاحاطۃ بہ والشمول لعلمہ بالکلیات والجزئیات فلاینافی ذلک اطلاع اللہ تعالیٰ لبعض خواصہ علی کثیر من المغیبات حتی من الخمس التی قال فیھن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خمس لایعلمھن الا اللہ تعالیٰ لانھا جزئیات معدودۃ لاغیر ـ وانکار المعتزلۃ لذلک مکابرۃ فقد وقع للانبیاء والاولیاء من ذلک مالم یمکن عدہ لاسیما وقع لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیاتی بسط جملۃ مما اخبر بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ـ یہ "سیاتی" جہاں کے لئے فرمایا وہاں بہت اخبار غیبیہ کا بیان فرمایا ـ فرماتے ہیں (ثانیھما) فی بیان ما اشار الیہ الناظم من کثرۃ ما اخبر بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الغیوب ما فی القرآن منھا مالا یحیط بہ حد ـ

وخبر الطبرانی ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کما انظر الی کفی ھذہ ـ وخبر ابی داؤد قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقاما فما ترک شیئا الی قیام الساعۃ الا حدثنا بہ وفی الحدیث الصحیح فعلمت علم الاولین والاخرین ـ وصح انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبر بموت النجاشی یوم موتہ بالحبشۃ وصلی علیہ باصحابہ ـ وانہ وابابکر وعمر وعثمان صعد والحد ا فتحرک فضربہ برجلہ وقال لہ اثبت فانما علیک نبی وصدیق وشہیدان فاستشہدا ـ وان ملک کسرٰی وقیصر ینقطع بعدہ من العراق والشام ـ فکان کذلک فی زمن عمر وانہ قال سراقۃ کیف بک اذا لبست سواری کسریٰ فالبسھما عمر لما زال ملک کسریٰ فی زمنہ تحقیقا لذلک ـ

واخبر بكتاب حاطب الى اهل مكة۔ وبموضع ناقته حين ضلت وتعلقت بخطامها فى الشجرة۔ وبان قريشا بعد الاحزاب لايغزونه۔ وباستشهاد امراء الجيش الذى ارسله لموتة بلد بارض الشام يوم قتلهم زيد بن حارثة فجعفر بن ابى طالب فعبد الله بن ابى رواحة رضى الله تعالىٰ عنهم۔ وبان فاطمة اول اهله لحوقا به فعاشت بعده ثمانية اشهر اوستة وبان اشقى الاولين والاخرين قاتل على كرم الله تعالىٰ وجهه يضربه فى يافوخه فيبتل من دمها لحيته۔ فضربه الشقى ابن ملجم ضربة كذلك فمات منها وبان معاوية رضى الله تعالىٰ عنه يلى امرامته وبان لم يغلب رواهما ابن عساكر۔ **ومن ثم قال على كرم الله وجهه يوم صفين لوذكرت هذا الحديث ما قاتلته۔** وبان عثمان يقتل مظلوما۔ وبوقعة الحرة من عسكر يزيد عامله الله بعدله بالمدينة فاستحيت نفوس اهلها وابضاعهم واموالهم وقتل سبع مائة يحفظون القرآن۔ منهم ثلثمائة صحابى وافتض منها الف عذراء۔

وبواقعة الجمل وصفين وقتال عائشة والزبير بعلى رضى الله تعالىٰ عنهم۔ ولذلك قال على للزبير لما برزله يومئذ انشدك الله هل سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم تقاتله و انت له ظالم فانصرف الزبير وقال بلى ولكن نسيت۔ وقد يشكل الوصف بالظلم مع ان الزبير مجتهد۔ فغاية انه مخطى وله اجر بنص الحديث الصحيح، ويجاب بان اصل الظلم وضع الشئ فى غير محله وان لم يكن فيه اثم فالمراد وانت قد وضعت القتال فى غير محله خطاء منك لا تعمدا او فانت له ظالم حقيقة لو نظرت فى الدليل حق النظر بقرينة ما تقرر ان المجتهد المخطى له اجر وبقوله فى الحسن بن على كرم الله وجهه ان ابنى هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين فكان كذلك فانه بويع بعد ابيه فمكث خليفة ستة اشهر ثم سار لمعاوية باربعين الفا فلما ترأى الجمعان علم كثرة الفريقين وانه لا يغلب احدهما حتى يقتل الفريق الاخر فرق على المسلمين ورحمهم ورفض الملك فى جنب ذلك ابتغاء لوجه الله تعالىٰ كما جاء عنه رضى الله تعالىٰ عنه ثم ارسل لمعاوية ليشترط عليه شروطا وينزل له عن الخلافة فارسل اليه قرطاسا ابيض وقال اشترط ما شئت فاشترط ونزل له عن الملك فصار معاوية من يومئذ خليفة حقيقة۔

وبقتل الحسين بن على كرم الله تعالىٰ وجهه بالطف۔ واخرج بيده تربة وقال فيها مضجعه ومع خبر استاذن ملك القطر ربه ان يزور النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاذن له فكان فى يوم ام سلمة

فامرها صلى الله تعالى عليه وسلم ان تحفظ الباب فجاء الحسين فاقتحمه فقبّله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال له الملك اتحبه قال نعم. قال ان امتك سيقتله وان شئت اريتك المكان الذى يقتل فيه فاراه فجاء بسهلة بالكسر رمل خشن اوتراب احمر فاخذ فجعلته فى ثوبها فقال الراوى كنا نقول انها كربلاء وفى رواية انه فقال لها اذا صار دما فاعلمى انه قد قتل واخبر عمه انه سيعمى لما رأى جبريل معه فى صورة رجل واخبرام عبد الله بن عباس بانها ستلده وبانه ابو الخلفاء وبان منهم السفاح والمهدى واخبر بان الترك ستغلب على العرب حتى تلحقها بمنابت الشيح والقيصوم وبقوله يوشك الناس ان يضربوا آكباد الابل فلا يجدون عالما اعلم من عالم المدينة قال ابن عيينه وغيره هو مالك ابن انس ومن ثم كان الناس يزدحمون على بابه لاخذ العلم حتى يقتتلوا وممن روى عنه من الاكابر الزهرى والسفيانان والشافعى والاوزاعى امام اهل الشام والليث امام اهل مصر وابو حنيفه وصاحباه ابو يوسف ومحمد وذو النون المصرى والفضيل وابن المبارك وابن ادهم رحمهم الله تعالى وبعالم قريش وانه يملا طباق الارض علما قال احمد وغيره نراه الشافعى لانه لم ينتشر فى طباق الارض لقرشى صحابى اوغيره ما انتشر للشافعى اى والذى انتشر لعلى وابن عباس ونحوهما مسائل قليلة جدا كما يعلم ذلك من سبر كلامهم واطلع عليه۔

واخبرنا بالخوارج الذين خرجوا على علىّ كرم الله تعالى وجهه وان فيهم رجل اسود احد عضديه مثل ثدى المرأة فقاتلهم على واخرج ذلك الرجل حتى راه الناس بالوصف الذى وصفه به صلى الله تعالى عليه وسلم واخبرنا بالرافضة وانهم يرفضون الاسلام وبالقدرية والمرجئة وبان امته تفترق على ثلاث وسبعين فرقة وبانها تكون كلها فى النار الا الفرقة التى تكون على ما كان عليه هو واصحابه وهم الطائفة الذين اخبر عنهم بانهم لا يزالون على الحق لايضرهم من خالفهم الى قيام الساعة اى قربه بقليل۔ وبامارات الساعة الكثيرة جدا فوقع كثير منها وينظر وقوع الباقى ومما وقع منها النار التى قال عنها صلى الله تعالى عليه وسلم كما رواه الشيخان لاتقوم الساعة حتى تخرج نار من ارض الحجاز تضئ لها اعناق الابل ببصرى فخرجت نار عظيمة فى نحو مرحلة من المدينة المشرفة وتقدمتها زلزلة عظيمة بعد عشاء الاربعاء ثالث جمادى الاخرة سنة ۶۵۴ اربع وخمسين وستمائة ولم تزل تشتد وتغلى كغليان البحر الى ان رمت منها

الارض ومن علیہا حتی ایقن اہل المدینۃ بالہلاک وکثرت الزلازل حتی وقع منہا فی یوم واحد ثمان عشرۃ زلزلۃ لکن ببرکتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغشی المدینۃ نسیم بارد ورأیت من مکۃ جبال بصری وانطفأت لیلۃ الاسراء سابع عشرۃ رجب"

قصیدۂ بردہ کے حاشیۂ علامہ بیجوری میں ہے "لم یخرج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالٰی بہذہ الامور الخمسۃ" تفسیر روح البیان میں زیر کریمہ "یسئلونک عن الساعۃ" فرمایا[1] قد ذہب بعض المشائخ الی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یعرف وقت الساعۃ باعلام اللہ تعالٰی وہو لاینافی الحصر فی الآیۃ کما لایخفی" ترجمۂ مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات میں حضرت محقق مطلق مولانا الشیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں "مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل اینہا را نداند۔ آنہا غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آں کہ وے تعالٰی از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداناند۔ فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ میں ہے " والحق کما قال جمع ان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی لم یقبض نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام حتی اطلعہ علٰی کل ما ابہمہ عنہ الا انہ امرہ بکتم بعض والاعلام ببعض"

یہاں تک کہ علماء کرام نے ان پانچوں کا علم حضور کے خدام کے لئے فرمایا اور فرمایا کہ اہل تصرف عالم میں بے ان علوم کے تصرف نہیں کرسکتے۔ کتاب الابریز شریف میں ہے "وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والواحد من اہل التصرف من امتہ الشریفۃ لایمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ہذہ الخمس" اعلٰی حضرت قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" نیز اردو کے ایک مختصر رسالہ "افتائے حرمین کا تازہ عطیہ" میں خمس کی بحث ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نیز ارشادات ائمہ کرام وعلماء اعلام سے ہر سمجھ والے پر روشن تر از شمس وابین من الامس ہو چکا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ عزوجل نے بہت کثیر علوم غیبیہ عطا فرمائے جن کا احصار نہیں ہو سکتا۔ اور اظہر ہوا کہ علوم خمسہ حضور تو حضور، حضور کے غلاموں کو عطا فرمائے جاتے ہیں۔ اب یہ سب دیکھ کر پھر خاص قصۂ معراج میں حضور کا ارشاد علمت ما فی السمٰوات و ما فی الارض پا کر بیہودہ شبہات مسلمان کی شان نہیں۔ یہ تو اس حدیث سے مقابلہ ہوا اور اس کے یہی معنٰی ہوئے کہ حضور نے ایسا فرمایا۔ حالاں کہ حضور کے فرمانے کے بعد جو کچھ پوچھا گیا تو جواب نہ دے سکے، وحی کا

[1] - روح البیان جلد ۳ صـ ۲۹۳

انتظار فرمایا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مسلمان تو کبھی یہ خیال نہیں لا سکتا کہ معاذ اللہ یہ ارشاد غلط ہے اور جب وہ اسے غلط نہیں سمجھ سکتا تو یقیناً اسے حق جانتے ہوئے یہی کہے گا کہ بے شک حضور کو شب معراج مافی السموات والارض کا علم ہو گیا۔ اس کے بعد اگر یہ ثابت ہو کہ حضور سے کوئی سوال کیا گیا اور حضور نے جواب فوراً عطا نہ فرمایا، یہ قطعاً اس لئے نہیں کہ حضور کو اس کے جواب کا علم نہ تھا۔ بہت سوال ایسے ہوتے ہیں کہ جواب معلوم ہوتا ہے مگر فوری جواب نہیں دیا جاتا جس میں مصلحت ہوتی ہے۔

وحی کا انتظار جیسے اس صورت میں ہوتا جب کہ علم نہ ہوتا ایسی ہی اس کی صورت یہ بھی ہے کہ خود جواب عطا ہو اس سے بہتر یہ ہے کہ وحی خداوندی سے جواب ہو۔ جیسا کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کے واقعہ میں ہوا۔ حضور اگر اس کے متعلق خود سے کچھ ارشاد فرماتے اب سے بہت بہتر یہ ہوا کہ حضور نے وحی کا انتظار فرمایا۔ اور وحی میں ان کی طہارت بیان فرمائی۔ پھر وحی کا انتظار اس لئے بھی ممکن کہ اس سوال کا جو جواب باعلام الٰہی معلوم ہے۔ اس کا اظہار ماذون ہو۔ فتوحات وہبیہ کی عبارت پر پھر نظر کیجئے کہ اللہ عزوجل نے ہر شئے پر حضور کو مطلع فرمایا مگر بعض کے کتم کا حکم فرمایا بعض کے اعلام کا۔ جو ذرا بھی سمجھ رکھتا ہے وہ اس سے کہ بعد معراج جب حضور نے معراج کا بیان فرمایا کفار نے بیت المقدس کے متعلق کچھ سوال کئے حضور نے فوراً جواب عطا فرمائے اتنا سمجھ سکتا ہے کہ علم ہوتے ہوئے بھی بعض اوقات جواب میں تردد ہوتا ہے اور فوراً جواب نہیں دیا جاتا۔ یا وہابی یہ کہے گا کہ حضور کو بیت المقدس کا بھی علم نہ تھا یہ تو سوا وہابی کے کوئی پاگل بھی نہیں کہہ سکتا۔ جب حضور بیت المقدس تشریف لے گئے تو ضرور حضور کو بیت المقدس کا علم تھا۔ وہاں کے متعلق سوالات کا جواب فوری عطا نہ فرمانا کسی حکمت پر مبنی تھا۔ یا یہ کہ اس وقت اس کی جانب التفات خاص نہ ہونے پر۔ جیسے موزہ وعقاب کے واقعہ میں ادھر التفات نہ تھا۔

مولانا رومی قدس سرہٗ نے مثنوی میں تحریر فرمایا کہ ؎

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود　　　　دل درآں لحظہ بحق مشغول بود

ملک العلماء بحر العلوم نے شرح میں فرمایا "از جہت استغراق بعض مغیبات بر انبیاء مستور شوند" پھر فرمایا معنی بیت چنیں ست کہ بسبب استغراق توجہ باکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنہ ماند وایں وجہ وجیہ است۔"

وہابی تو دشمن ہے وہ تو زبردستی نقص ہی چاہے گا۔ اللہ ورسول وعلماء کچھ فرمائیں وہ ڈھونڈ ڈھونڈ

کرایسی باتیں لائے گا جس سے عوام کو دھوکہ دے سکے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ از درّو ضلع نینی تال مسئولہ ارسلہ خاں پشاوری وحافظ عبیداللہ امام مسجد وعبداللہ صاحب رضوی۔ ۱۳ ذی القعدہ

زید عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی تھا۔ بالذات نہ تھا۔ بالذات سوا خدا کے دوسرے کے واسطے محال۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب اور حضور، حادث۔ خداوند کریم قدیم، اس کا علم بھی قدیم۔ عمرو یہ عقائد رکھتا ہے کہ حضور پر نور شافع یوم نشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب بالذات ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو صفات الٰہیہ ہیں ان صفات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ قدیم ہے۔ حادث نہیں۔ دونوں سوالوں کے جواب سے بحوالہ کتاب مشرف فرمائیے۔ فقط

الجواب زید کا قول حق وصحیح اور عمرو کا باطل وقبیح ہے۔ عمرو اور اس کے ہم عقیدہ پر توبہ اور تجدید ایمان اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے۔ اللہ عزوجل کا علم ذاتی کہ جو اس کی ذات سے ہے وہ اس کی صفت قدیمہ ہے۔ کسی کا دیا ہوا نہیں۔ اور اس کے حبیب ولبیب علیہ الصلاۃ والسلام کا علم عطائی ہے کہ اللہ کا عطا فرمایا ہوا ہے۔ ایک ذرہ کا علم بھی جو بے عطاء الٰہی مانتا ہے اس پر توبہ فرض ہے۔ از سر نو ایمان لانا لازم محال ہے کہ بے خدا کے بتائے حضور کو ذرہ سے کم تر سے کم تر شیئے کا علم بھی ہو۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "الدولۃ المکیۃ" میں تصریح فرمائی "العلم الذاتی مختص بالمولیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ لایمکن لغیرہ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنی من ادنی من ذرۃ لاحد من العلمین فقد کفر واشرک۔ علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے۔ اس کے غیر کے لئے محال ہے۔ جو اس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کم تر سے کم تر غیر خدا کے لئے مانے وہ یقیناً کافر مشرک ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیم جانے کافر ہے۔"

بے شک حضور علیہ الصلاۃ والسلام اللہ عزوجل کے مخلوق اور عظیم ترین بندہ ہیں۔ اوران کا علم اور ہر وصف خدا کا دیا ہوا ہے۔ وہ بھی حادث ہیں اوران کے اوصاف کریمہ صفات عظیمہ بھی۔ "الدولۃ المکیۃ" ہی میں فرمایا[۲] فی الموضوعات من اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعاً کما لایخفی اھ اقول ان اراد

[۱] الدولۃ المکیہ ص۱۳ مطبوعہ ترکی، [۲] ایضاً ص۲۳

التسویۃ من کل وجہ فنعما ذ یلزم قدم غیرہ تعالیٰ و خلاہ عنہ عزوجل عمرو کو اپنے اس قول سے بھی
توبہ چاہئے کہ حضور میں جو صفات الٰہیہ ہیں کہ اس کے ایک برے معنی بھی ہیں وہ یہ کہ خود صفات قدیمہ الٰہیہ
بذات حضور قائم ہوں اس نے بالذات عطائی کے مقابل اور قدیم حادث کے مقابل کہہ کر اس تعبیر کی راہ
بند کردی کہ بالذات سے مراد یہ ہے کہ حضور کو بے واسطہ علم عطا ہوا اور قدیم کے یہ معنی کہ حضور کو نزول قرآن
ہی سے علم حاصل نہیں ہوا بلکہ حضور کو پہلے سے علم بعطائے الٰہی حاصل تھا نزول قرآن عظیم سے حضور کے
علوم میں اضافہ ہوا اگر اس کی مراد بالذات سے یہ ہوتی تو بالکل حق ہوتی مگر وہ تو عطائی کے مقابل کہہ رہا ہے
تو یہ مراد ہرگز نہیں یوں ہی اگر قدیم سے وہ مراد ہوتی تو کفر سے اسے بچالیتی مگر وہ تو حادث کے مقابل کہہ
رہا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ اللہ عزوجل عمرو اور اس کے ہم عقیدہ کو توفیق توبہ و
استقامت علی الحق عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ ھو الموفق وھو الھادی الی الصراط المستقیم لا الٰہ الا ھو
سبحنہ وتعالیٰ شانہ لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع العلیم۔

مسئلہ ۱۶ ازبنارس رام نگر مسئولہ جناب محمد رضا خاں صاحب۔ ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں قوم مہتر جن کے یہاں حسب ذیل پیشہ و نام و کام ہوتے ہیں و طریقہ و رسوم اجرا ہیں۔

(۱) شہنائی بجانے کا کام ہوتا ہے (۲) ڈکٹر بجانے کا کام ہوتا ہے (۳) جونک لگانے کا کام ہوتا ہے (۴) حرام چمڑے کی تانت بنائی جاتی ہے (۵) حرام تانت سے سوپ وغیرہ بنایا جاتا ہے (۶) ان کے گھروں کی عورتیں جملہ اقوام یعنی مسلم وغیر مسلم کے یہاں پاخانہ کماتی ہیں و غلیظ پھینکتی ہیں (۷) ان کے گھروں کی عورتیں علاوہ مسلمان کے دیگر اقوام کے یہاں کا کھانا جائز اور ناجائز ہر قسم کا لاتی ہیں اور سب اس کو کھاتے ہیں شہنائی و ڈکٹر بجانے کے سلسلہ میں مندروں کا چڑھاوا و پوجا وغیرہ کی چیزیں لاتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں (۹) ان کے یہاں کے مردوں کو غسل دینے کے لئے کوئی مسلمان حجام نہیں جاتا ان کے یہاں کسی کی نذر و نیاز یا فاتحہ خواہ محفل میلاد وغیرہ نہیں ہوتی (۱۱) ان کے یہاں کبھی قرآن خوانی نہیں ہوتی (۱۲) کسی مسلمان کے یہاں ان کی یا ان کے یہاں کسی مسلمان کی آمد و رفت یا شرکت نہیں ہوتی (۱۳) ان کی برادری میں سے جو شخص داخل اسلام ہو پیشہ اپنا ترک کرتا ہے اس سے یہ لوگ کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں (۱۴) ان کے یہاں مردوں کے نام بجو۔ ڈھونڈے۔ بکریدہ۔ جوکرن۔ چمرو۔ رجب۔ بھگیلو۔ فتیل۔ ہینگو۔ پلو۔ تلوا وغیرہ اور عورتوں کے نام جگیا۔ مانکی۔

مولیا۔ سکوتی وغیرہ ہیں ان کل امورات وواقعات کے قائم اجرار رہتے ہوئے کیا وہ قوم مسلمان کہے جا سکتے ہیں اور ان کی آمد ورفت فرش مسجد پر ہو سکتی ہے اور وہ مسجد کے بدھنے اور پانی وغیرہ کو چھو سکتے ہیں اور وہ مسلمان نمازیوں کی صف میں شانہ ملا کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اگر فی الواقع وہ لوگ یہاں کے سے بھنگی نہیں لال گرو کے پیرو لال کتاب کے ماننے والے نہیں، محض گائے کا گوشت کھانے پر اپنے آپ کو ہندو نہیں سمجھتے مسلمان کہتے ہیں، بلکہ واقعی وہ تمام ضروریات دین اسلام پر ایمان اور سچے مسلمان کے سے عقائد رکھتے ہیں اور کسی حرام قطعی کو حلال نہیں جانتے، حرام شئے کو حرام سمجھ کر کھاتے ہیں، مسلمان ہونے پر اعتراض نہیں کرتے، تو وہ مسلمان ہیں اور پاک صاف ہو کر مسجد میں جماعت میں حاضر ہونے کا ہر مسلمان کی طرح حق رکھتے ہیں کوئی انھیں اس سے نہیں روک سکتا۔ جو روکے گا وہ خود شرع کا مجرم گنہگار ہوگا۔ مسجد بیت اللہ ہے کسی کی ملک نہیں اس میں ہر مسلمان آئے گا مگر اس طرح جس طرح شرعًا حاضر ہو سکتا ہے۔ ناپاک یا بدبو کی چیز لے کر کوئی اس پاک طاہر بقعہ میں قدم نہیں رکھ سکتا اگرچہ سلطان ہی کیوں نہ ہو اگرچہ قوم کا سید ہی کیوں نہ ہو۔ ہینگ بیچنے والا پٹھان یا مٹی کا تیل فروخت کرنے والا مسلمان جو کسی قوم کا بھی ہے اگر مسجد میں بایں حال داخل ہو کہ اس کے کپڑوں سے ہینگ کی یا مٹی کے تیل کی بدبو آرہی ہے اسے مسجد سے روکا جائے گا۔ اور یہ مہتر جو مسلمان ہے اگر پاک صاف کپڑے پہن کر آیا ہے مسلمانوں کے برابر کھڑا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال میں جو امور مذکور ہیں ان میں سے کوئی کفر نہیں ہے۔ ہاں نمبر ۲ میں اس وقت حکم کفر ہو سکتا ہے جب کہ یہ ثابت ہو کہ وہ کسی حرام قطعی کو حلال جان کر کھاتے ہیں۔ اور نمبر ۱۳ میں اس وقت جب کہ یہ ثابت ہو کہ وہ مسلمان ہونے کو معیوب جانتے اور جرم قرار دیتے ہیں مگر یہ کیوں کر معقول جب کہ وہ خود اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نام مسلمان سے نہ چڑتے ہوں گائے کا گوشت کھا لینے کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ واقعی مسلمان ہونے کو برا جانتے ہوں اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو بے شک وہ مسلمان نہیں۔ جیسے ملکانے کو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مسلمانوں کے نام بھی رکھتے ہیں اور سچا مسلمان ہونے کو سخت عیب جانتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷ از پیلی بھیت محلہ میاں صاحب مسئولہ جناب اللہ نور خاں صاحب ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ

بکر جو امام ہیں ہم لوگوں کے اور قاری صاحب سے جامع مسجد میں قرات سیکھنے جایا کرتے ہیں ایک دن زید نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں جایا کرتے ہو بکر یعنی امام صاحب نے کہا کہ میں جامع مسجد میں قاری صاحب سے قرات سیکھنے جایا کرتا ہوں تاکہ قرآن شریف صحیح طور سے پڑھ سکوں۔ اس کے بعد زید نے کہا کہ قرات سیکھنا جھگڑا ہے اس کو چھوڑ دو اور سادہ طور سے قرآن شریف پڑھتے رہو پس زید کا یہ قول کیسا ہے؟ اور زید کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور وہ امام بنانے کے قابل ہے یا نہیں؟

(نوٹ) اور جو شخص ان سے میل جول رکھے ان کے پیچھے نماز پڑھے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور عمداً جن لوگوں کے سامنے زید نے ایسے ناگفتہ بہ الفاظ کہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

الالنور خاں پیلی بھیت۔ عبد اللطیف خاں۔ عاشق علی خاں۔ معز الدین خاں۔ اصغر نور خاں۔

گواہان مذکور بالا کے سامنے زید کے دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد جو سورت قرآن عظیم کی پڑھی جائے اس میں بسم اللہ پڑھنا شریعت سے منع ہے اور امام صاحب سے کہتا ہے نماز مغرب اور عشاء میں چھوٹی سورتیں پڑھا کرو۔ زید کے ان اقوال کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب اتنی قرات سیکھنا جس سے آدمی قرآن عظیم صحیح پڑھے فرض ہے۔ جس نے اس سے منع کیا اس نے فرض سے روکا اور ایک فرض کو جھگڑا بتایا اس پر توبہ فرض ہے۔ اسے تجدید ایمان و تجدید نکاح وغیرہ بھی چاہئے۔ بہت بد کلمہ اس کی زبان سے نکلا۔ والعیاذ باللہ۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اول سورت نماز میں بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے؟ امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک نماز میں اول سورت محل تسمیہ نہیں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بعد فاتحہ سورت سے پہلے تسمیہ کا محل ہے۔ اول سورت تسمیہ جائز ہی نہیں، بہتر ہے۔ غنیہ[1] میں ہے۔ اما التسمیة عند ابتداء السورة بعد الفاتحة فانه عند ابی حنیفة لا یاتی بها لا فی حال الجهر ولا فی حال المخافتة وکذا عند ابی یوسف لما تقدم انها لیست بآیة من اول السورة ولم یر وشیئ فی الاتیان بها اول السورة وعند محمد یاتی بها فی اول السورة اذا خافت لا اذا جهر لان المشروع فیها الاخفاء کما تقدم فلو اتی بها حال الجهر مخافته یلزم وجود سکتة فی اثناء القراءة ولم یؤثر ولا یلزم مثله فی المخافتة ملخصا قال الشیخ المجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی قول الغنیة لم یؤثر۔ اقول بلی ماثور تحقیق الصحاح فالصحیح انه یجوز بل یحسن التسمیة اول کل سورة مطلقا۔ نماز مغرب میں بہتر سورہ قصار ہی ہیں۔ عشاء میں غلط کہتا ہے۔ عشاء میں بہتر اوساط ہیں۔

[1] غنیہ ۳۰۱

اس میں اصل حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم کا ارشاد ہے انھوں نے حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا اقرأ فی المغرب بقصار المفصل وفی العشاء بوسط المفصل وفی الصبح بطوال المفصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸ از شہر بریلی محلہ قاضی ٹولہ متصل درخت کیت اقبال حسین پسر فدا حسین جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ

زید کہتا ہے کہ خداوند قدوس کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنے اور کہنے والا گمراہ اور بے دین ہے یہ صفت خداوند قدوس کی نہیں ہے بلکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اولیاء کرام کی نیک بی بیاں مرنے کے بعد ان کے ساتھ قبروں میں رہتی ہیں اور دنیا کے تعلقات قبر میں رہتے ہیں اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ شریعت مطہرہ کا زید کے واسطے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب حاضر و ناظر یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں کبھی کسی مسلمان کو ہاں کہ "حضور" اپنے آپس میں ایک بڑا تعظیمی لفظ ہے مگر اللہ کو حضور سے تعبیر کرتے نہ سنا ہوگا۔ اور اگر کوئی تعبیر کرے تو مسلمان کا ذہن خدا کی جانب انتقال نہ کرے گا۔ بے شک اللہ عزوجل ہر بڑی سے بڑی چھوٹی سے چھوٹی باریک سے باریک کو روشنی اور اندھیری میں ہر وقت ہر آن، جب وقت و آن نہ تھے انھیں اُنھیں سب کو دیکھنے والا، اور سب اس کے علم میں حاضر وہ ہر پست سے پست آواز کا سننے والا ہے، ہمیشہ سے اور ہمیشہ تو وہ شہید و سمیع و بصیر ہے۔ حاضر و ناظر کے لفظ سے ممانعت اور بات ہے۔ اور اس مطلب کا انکار اور بات۔ کون مسلمان ہے جو معاذ اللہ اللہ عزوجل کو شہید و سمیع و بصیر نہیں مانتا۔ تو شہید و بصیر جو اسے مانے وہ لفظ حاضر و ناظر سے منکر ہے کہ یہ لفظ دربار الوہیت کے لائق نہیں نہ بولا جائے۔ نہ کہ سرے سے مطلب ہی کا پھر خدا جگہ سے پاک ہے اور ہر جگہ حاضر کا لفظ بظاہر جگہ میں موجود ہونے کو بتاتا ہے۔ اس لئے اور اس سبب سے جو اس لفظ کو اس دربار عزت کے لائق نہیں بتاتا اور منع کرتا ہے، ٹھیک کہتا ہے۔

وہابی ہمیشہ افترا کیا کرتے ہیں ان کا یہ افترا ہے کہ اولیاء کرام کی بی بیاں ان کے ساتھ مزاروں میں رہا کرتی ہیں اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں صرف اتنا بیان کیا گیا ہے جو امام علام سیدی محمد زرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ انبیاء پر قبور میں ان کی ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ شرح مواہب لدنیہ امام علامہ سیدی محمد عبد الباقی زرقانی قدس سرہ النورانی کی عبارت یہ ہے نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورک انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حی فی قبرہ ابد الاباد علی الحقیقۃ لا المجاز لحیاتہ فی قبرہ یصلی فیہ

ح۱ غنیہ ص ۳۰۳

باذان واقامۃ۔ قال ابن عقیل الحنبلی ویضاجع ازواجہ ویستمتع بھن اکمل من الدنیا وحلف علی ذلک وھوظاھرولامانع منہ۔ باقی کلی پھندنے یہ وہابیہ کے ہیں۔ خذلھم اللہ تعالیٰ۔ جیسے حاضرناظر کے لفظ دربارالوہیت میں بولنے سے ممانعت دربار رسالت میں کہنے کی اجازت کا وہ بنالیا کہ یہ خدا کی صفت نہیں حضور کی صفت ہے۔ اوراس کا مطلب یہ ظاہر کیا کہ خدا، پناہ بخدا شہید وبصیر (جسے وہابیہ حاضر ناظر کہتے ہیں) ہی نہیں۔ حضور حاضر وناظر ہیں ازواج مطہرات کے پیش ہونے پر جو اعتراض کئے گئے ہیں اور جو کچھ مذاق اڑایا ہے وہ دین کے معتمد امام سیدی زرقانی کا اڑایا ہے۔ اور روزی ورزق پہونچنے پر جو مذاق اڑایا ہے۔ وہ خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کا۔ حضور نے فرمایا ہے انبیا زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہے اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام فرمادیا۔ فنبی اللّٰہ حی یرزق۔ اللہ کا نبی زندہ ہے روزی دیا جاتا ہے۔ اب وہابی اپنے گندے چیتھڑے کی ساری گندگیوں سب اعتراضوں کی بوچھاروں مذاق اڑانے کو دیکھیں اور خود اپنے آپ ہی سے ان کا جواب لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹ مرسلہ جناب مولوی عظیم اللہ صاحب نعیمی گورہٹی مسجد ڈاکخانہ انگس ضلع ہگلی۔

بحضور سراپا عطوفت مرکز دائرۂ کرامت سرچشمۂ جود وعنایت حامی سنت ماحی بدعت سیدی ومولانا الافخم دامت برکاتہم العالیہ مادامت الانجم۔ بعد تسلیمات اخلاص وتمنائے قدم بوسی معروض بارگاہ آج کل افتخار الحق رہنگی مصنف حامض الاسنان اس امر کی بڑی پرزور اشاعت کررہا ہے کہ دنیا میں میری تکفیر کرنے والی صرف شاہ علی حسین صاحب کی ذات ہے۔ جو صاحب فتویٰ نہیں ہیں اور ایک شخص کی صدا نہ قابل توجہ اور نہ قابل اعتماد۔ ہاں وہ علماء بریلی کہ حق گوئی اور افتاء جن کا حق وحصہ ہے اور ان کے قلم ایسی حق گوئیوں میں شمشیر بے نیام ہیں اور اظہار حق اور ادماغ باطل میں سب سے پیش پیش ہیں ساکت ہیں۔ میرے معاملہ میں اور ان حضرات کی تحریر وتقریر سے میرا کفر ہرگز ثابت نہیں ہے۔ اور یہ فتنہ نہایت جوش کے ساتھ کلکتہ میں گشت کررہا ہے۔ لہٰذا للمولی الکریم دست اعانت بڑھا کر اس ضلالت کو سر فرمایا جائے اور تحریر مع تنویر سے اس شبہہ کا ازالہ فرمایا جائے۔

الجواب افتخار الحق صاحب رہتکی کی یہاں سے تکفیر ہوئی اور شائع ہوئی۔ یہاں کا رسالہ "بشت خار" چھپ کر ملک میں شائع ہوچکا ہے۔ آہ زمانہ کی حالت اب یہ ہے کہ ایسے واضح فاضح کفریات پر بھی جب

کوئی شخص کفر کا فتویٰ نہ دے لوگ انھیں کفر اور قائل کو کافر نہیں جانتے۔ نہیں نہیں ایک دو نہیں لاکھ کفر کے فتوے دیجئے مگر پھر بھی لوگ نہیں مانتے۔ اور یہی کہے جاتے ہیں سو میں سے ننانوے باتیں بھی کفر کی ہوں ایک اسلام کی ہو جب بھی کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اس غلط و باطل دعویٰ کو دین کا فتویٰ سمجھا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ والیہ المشتکی، فتویٰ دینے والے ہی کے سر ہوتے ہیں۔ اسی کو مجرم ٹھہراتے ہیں گویا ان کے نزدیک کفر بکنا کوئی جرم نہیں کافر کہنا جرم ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وہ امر جس کا کفر ہونا بدیہی ہو روز روشن کی طرح آشکارا ہو وہ جب ہی کفر ٹھہرے گا جب کوئی صاحب فتویٰ اسے کفر بتائے گا؟ صاف صاف غیر خدا کی خدائی کا ادعا اقرار بھی کفر نہیں تو یارب اور کفر کیا ہوگا؟ شاہ علی حسین صاحب صاحب فتویٰ نہیں تو مسلمان تو ہیں انھیں کفر و اسلام میں امتیاز تو ہے ایک بات جو کھلی کفر ہے جو کسی طرح اسلام نہیں اسے ہر مسلمان کفر کہے گا۔ عالم و غیر عالم اس میں برابر ہیں۔ اور یہی کفر تو اخبث کفر ہے۔ جسے ایک عامی بھی کفر بتائے چہ جائیکہ شیخ و عالم۔ فرعون و نمرود کے کفر کو کون کفر نہیں جانتا پھر کیا ان کا کفر ان کی شخصیتوں کے ساتھ خاص تھا کہ وہ انھوں نے کیا تو اس لئے کہ وہ فرعون نے کیا کفر ہوا دوسرا کوئی بھی وہ کفر کرے کفر نہیں؟ کہ وہ خاص فرعون و نمرود نہیں۔ حضرت شاہ صاحب مدظلہم کی خلافت تو معتبر اور دستاویز بنانے کے لائق تھی مگر جب انھوں نے حقیقت حال سے اطلاع پاکر خلافت بوجہ کفر رد فرمادی تو یہ لائق اعتبار نہیں حضرت شاہ صاحب لائق اعتماد نہیں۔ مفتی کا فتویٰ تو اکثر بعد استفتا ہوتا ہے۔ پھر کیا اگر کسی کھلے سے کھلے اشد و اخبث کفر بکنے والے کے کفر کے متعلق کوئی استفتا نہ ہو مفتی کو اس کے کفر بکنے کی اطلاع نہ ہو اور وہ فتویٰ کفر نہ دے اس سے وہ کفر کفر نہ ہوگا؟ کفر تو کفر ہی ہے اگرچہ عالم بھر میں کوئی فتویٰ اس کے متعلق نہ ہو۔ بہت وہ کفریات ہوتے ہیں جنھیں جاہل سا جاہل بھی جانتا ہے۔ وہ لائق استفتا نہیں ہوتے تو ایسے تمام اخبث ترین کفریات کفر نہ ہوں گے کہ ان کے کفر ہونے کا مفتی نے فتویٰ تو دیا ہی نہیں ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ ۲۰ از راتی کھیت ضلع الموڑہ مسئولہ طالب حسین صاحب ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

پیر و مرید کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی اس میں ایک شخص نے کہا کہ قرآن عظیم کی قسم کھا کر یہ بات ٹھیک ہے پیر نے کہا کہ قرآن کی قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ سچے تو اس کا قرآن میں خود ہوں پیر کا یہ کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب پیر نے جو وہ کلمہ کہا برا کیا اگر وہ جاہل ہے۔ عالم ہو جب بھی ایسا کہنا نہ چاہئے۔ قرآن اللہ عزوجل کا کلام اس کی صفت غیر مخلوق ہے۔ پیر اگر صاحب مرتبہ بھی ہو، تو کتنا ہی بلند پایہ رکھتا ہو اللہ کا بندہ اس کی مخلوق ہے۔ قرآن کی جگہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اگر پیر عالم ہے اور اس نے وہ کلمہ بایں معنی کہا کہ اگر یہ سمجھے تو میں اس کا ہادی اور قرآنی تعلیم کرنے والا خدا تک رسائی کا واسطہ ہوں، تو مطلب ٹھیک ہے۔ مگر لفظ برے ہیں۔ اور اگر جاہل ہے تو ہرگز اس مطلب کا وہم بھی اسے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو تو نرا ادعا محض جھوٹ۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے قرآن اپنے آپ کو نہ کہا قرآن کی جگہ اپنے آپ کو نہ رکھا، مصحف فرمایا کہ فرمایا ھذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق۔ او کما قال رضی اللہ عنہ۔ اس میں اس میں بڑا فرق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبت ھذا تفقھا ثم بعد زمان راجعت الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ لسیدی المولیٰ عبد الغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی مسئلۃ فوجدت فیہا بحمد اللہ ما یوید ھذا الفتوی وللہ الحمد۔ وھذا نصہ نعم الخلوۃ وھمۃ الشیخ الصادق العارف الکامل فی مرتبتی العلم والعمل الجامع بین علمی الظاھر والباطن کافیۃ للمریدین ومغنیۃ لھم عن قراءۃ الکتاب والمطالعۃ والاشتغال فی العلوم اذ ھمتہ وحدھا وغیرتہ الالھیۃ لاتترکھم علی جھل فی حکم من الاحکام مطلقا وحیث دخلوا تحت تربیتہ فھو کتاب لھم وزیادۃ لان عندہ جمیع ما یحتاجون الیہ مما فی الکتاب وربما کانت قراءتھم ومطالعتھم ودراستھم علی استاذ غیرہ مانعۃ لھم من الدخول تحت امرہ ونھیہ فیما یعلمہ من صلاح احوالھم علی مقتضی الشریعۃ المحمدیۃ فھو ینھاھم عن طلب العلم لئلا تألف قلوبھم الاکثار من العلم مع ترک العمل بہ فیکون علمھم حجۃ علیھم ویعلمھم ما ینفعھم شیئا فشیئا لانہ اعرف بمصالحھم منھم واما اذا کان شیخھم قاصرا جاھلا لا یعلم حکم اللہ تعالیٰ علیہ ولا علیھم وقد امرھم بذلک فھو ضال مضل اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسئلوں میں۔

(۱) زید باوجود مولوی ہوتے ہوتے یہ کہتا ہے کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا بیل وگدھے سے برا ہے۔

(۲) زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولے گا نہیں۔ زید کے ان قولوں پر کہ

وعمرو وغیرہم کہتے ہیں کہ زید نے اللہ و رسول کی توہین کی۔ اور عوام میں گڑبڑی ہوگئی ایسی صورت میں تین مولویوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بیل گدھے کا اطلاق خیال لانے والے پر ہوتا ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ اور خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر اس کی شان کے خلاف ہے۔ ان کلمات کے اندر ہرگز توہین اللہ و رسول کی نہیں لازم آتی ہے۔ انھیں مولویوں کے کہنے سے زید نے کہا کہ میرے قول میں ہرگز توہین نہیں ہوئی۔ اگر عوام سمجھتے ہوں تو میں توبہ کرتا ہوں۔ اب ایسی صورت میں زید امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب بے شک ان اقوال بدتر از ابوال میں اللہ و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ضرور کذب پر قدرت ماننا، اللہ عزوجل کو عیب لگانا ہے۔ کذب عیب ہے یہاں عیبی وہی نہیں جو عیب میں ملوث ہو۔ مولیٰ عزوجل کے سراپردۂ عزت تک عیب کی رسائی ہوسکتی ماننا بھی اسے عیبی بتانا ہے۔ اور جو عیبی ہوسکے ہرگز خدا نہیں۔ علماء اسلام کتب عقائد و کلام میں تصریح فرماتے ہیں کہ الکذب علی اللہ تعالیٰ محال۔ صدق، اللہ عزوجل کی صفت ہے۔ قال تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا وقال عزوجل ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ اور اس کی صفات واجب۔ کذب ممکن ماننا صدق کو غیر واجب ماننا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس مسئلہ کو تفصیلات سے سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح میں ملاحظہ کیجئے۔ زید کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ اس کے پیچھے نماز حرام ہے۔ وہ مولوی بھی ملّوں سے پرلی طرف ہیں جنھوں نے کہا کہ "بیل گدھے کا اطلاق خیال لانے والے پر ہے۔" ان کا یہ قول نہیق حمار سے بدتر ہے اور صوت حمیر سے انکر ہے۔ قائل صاف بک رہا ہے کہ "خیال لانا بیل گدھے سے برا ہے" نہ کہ خیال لانے والا۔ پھر یہ بولی بول کر بھی کیا بنالیا؟ اب یہ ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا خیال نماز میں لانے والا ایسا ہے کہ بیل گدھے اس سے اچھے ہیں۔ "حضور کا خیال معاذ اللہ اس درجہ شنیع ہے کہ خیال کرنے والا ان بے تمیزوں کے نزدیک بیل اور گدھے سے بدتر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ واللہ ھو الموفق للسداد وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ از فرید پور۔ بنگال۔ مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب قادری رضوی سلمہٗ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مطابق مذہب حنفی اشرف علی تھانوی کو کیا کہنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب علماء عرب وعجم نے شخص مذکور کو اس بنا پر کافر کہا کہ اس نے حضور پر نور محبوب رب العالمین محمد رسول اللہ

۱؎ شرح مقاصد، ۲؎ سورۂ نساء آیت ۱۲۲، ۳؎ ایضاً آیت ۸۷

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسی صریح گستاخی کی اور کھلی گالی دی جس میں اصلاً تاویل ممکن نہیں۔ برسہا برس سے وہ اور اس کے حواری سب سر جوڑ کر تاویل کی کوشش کیا کئے مگر ناکام و نامراد رہے کوئی کچھ کہتا ہے، اور کوئی کچھ۔ اور سب بیہودہ پادر ہوا، محض لغو و باطل پوچ لچر۔ اس کی اس صریح توہین پر کہ اس نے اپنے حفظ الایمان ص ۸ پر کی "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض ہے یا کل۔ اگر بعض ہے تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" لاریب یہ کفر صریح ہے اور سخت تر دشنام حضور سید الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام مادامت اللیالی والایام کی شان رفیع میں شخص مذکور نے مدتہا مدت بعد ایک چورقی کتاب شائع کی جس کا نام "بسط البنان لکف اللسان عن کاتب حفظ الایمان" اس میں لغو باطل تاویلات کیں۔ کفر واضح و فاضح سے توبہ نصیب نہیں ہوئی اس کتبیا کے دو رد جبھی سنہ ۱۳۳۰ھ میں وقعات السنان۔ "ادخال السنان" شائع کر دیئے گئے۔ جو بحمدہ تعالےٰ اب تک لاجواب ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک لاجواب رہیں گے۔ اور حق کے مقابل باطل کب جم سکتا ہے۔ آفتاب حق کے طلوع کرتے ہی ظلمات باطل دور ہو جاتی ہیں، جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کا جلوہ آشکارا ہوتا ہے۔ "وقعات السنان" اور "ادخال السنان" میں روز روشن سے زائد اس قول قبیح کا کفر صریح ہونا واضح کر دیا۔ وللہ الحجۃ البالغۃ علماء حرمین محترمین نے کفر مذکور کی نسبت فرمایا ہے جو اس کے اس قول بد تر از بول پر مطلع ہو کر اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ علماء حرمین کا فتویٰ جسے دیکھنا ہو وہ "حسام الحرمین" دیکھے اور ہند و سندھ و پنجاب وغیرہ کے علماء کا متفقہ فتویٰ جسے ملاحظہ کرنا ہو وہ "الصوارم الہندیۃ" ملاحظہ کرے۔ اور شخص مذکور اور اس کے حواریوں کے دھوکے اور فریبوں سے جسے بچنا اور ان کی تاویلات رکیکہ باطلہ کی دھجیاں جسے اڑانا ہو وہ "وقعات السنان" وغیرہ دیکھے۔

وباللہ التوفیق وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از بمبئی بھوساری محلہ چراغ انور ہوٹل مرسلہ منشی مصطفیٰ خاں قادری برکاتی

بھڑی کی جامع مسجد کا مقدمہ علماء سے ضروری استفسار حضرات مقلدین علماء اہلسنت سے بھڑی کی جامع مسجد کے مقدمہ کے متعلق ایک ضروری استفسار ایک ایسی جماعت نے جو اس کی قائل ہے" کہ

دین کا معاملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہو گیا جب سے علماء نے طریقہ نبوی یعنی عملی تعلیم سے روگردانی کی اور کتب فقہ کے مجادلات اور قیل وقال کو اپنا شیوہ بنالیا پھر ستم یہ کیا کہ مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو ان کتابوں سے حاصل کریں قیود و شرائط رموز پر کاربند ہوں جو انھوں نے اپنی عقل ورائے سے قرار دے رکھے ہیں بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے اور کسی طرح نہیں سمجھتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے وہ محض فرض وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کر دیں ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں۔ علماء نے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کفایت کرتی ہے اس پر زندیقیت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔" مولوی محمد ابراہیم صاحب پیش امام مسجد کھڑک سے تھانہ کے کورٹ میں سوال کرایا کہ صرف قرآن حدیث پر چلنے والا آدمی مسلمان ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ "صرف قرآن حدیث پر چلنے والا آدمی کامل مسلمان نہیں ہوتا اسلام کی تمام ضروری باتیں قرآن وحدیث میں تفصیلاً نہیں ہیں ان میں سے اکثر پائی جاتی ہیں مسلمانوں کو ائمہ اربعہ کی تقلید کی ضرورت ہے جو ان کی تقلید نہ کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے سنی نہیں ہیں۔"

آیا یہ جواب مولوی صاحب موصوف کا صحیح و درست ہے یا خلاف دین وملت اور کیا تمامی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کسی کو عمل ممکن ہے اور کیا اجماع امت اور قیاس مجتہدین اصول مذہب و دین سے نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ان کے منکرین کا کیا حکم ہے اور کیا بغیر کتب فقہ کے احکام کی تعمیل کے کسی کا اسلام کامل ہو سکتا ہے؟ اور جماعت مذکورۂ بالا اور جو کہ اپنے کو اہل قرآن و اہل حدیث کہتے ہیں اہل سنت وجماعت سے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب اصول شرع چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم،

اجماع امت قیاس۔ اصل من کل وجہ اور اصل الاصول کتاب اللہ ہے۔ اور اصلیں ایک جہت سے اصل ہیں دوسری جہت سے فرع۔ جس طرح سنت کو مخالف بھی اصل مانتا ہے مگر اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ فرع کتاب اللہ ہے۔ یوہیں اجماع امت وقیاس ہمارے نزدیک اصل بھی ہیں اور فرع بھی۔ بے شک جو ان اصول اربعہ سے کتاب یا سنت یا اجماع امت کا منکر ہو وہ خارج از اسلام ہے اور قیاس کے منکر کی تکفیر کی گئی ہے۔ سنت کتاب اللہ سے ثابت اور اجماع وقیاس کتاب وسنت دونوں سے۔ تو جو ان تین کے کسی کا منکر ہے وہ اصل کتاب ہی کا در اصل منکر ہے۔ اور جو ان میں سے بعض پر چلے اور بعض پر نہ چلے اس کے دین میں ضرور نقصان ہے۔

مولوی ابراہیم صاحب کا مطلب درست ہے مگر الفاظ برے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا کامل مسلمان نہیں ہوتا جس نے وہ سوال کیا تھا اس سے پوچھا ہوتا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ۔[1]

جب کہ مسلمانوں کا یہ ایمان ہے صرف قرآن پر چلنے والا مسلمان ہے یا نہیں جو جواب وہ اس کا دیتا وہی جواب اپنے سوال کا سمجھ لیتا قرآن وحدیث پر چلنے والا مسلمان ہے تو چاروں اصول کو مانتا ہے۔ جو چار اصول نہیں مانتا وہ قرآن وحدیث کا نام ہی لیتا ہے درحقیقت وہ قرآن وحدیث پر چلتا ہی نہیں۔ اگر قرآن وحدیث پر چلتا تو ہرگز اجماع امت وقیاس کا منکر نہ ہوتا ضرور ان پر چلتا۔ جیسے صرف قرآن پر چلنے کے مدعی اہل قرآن اپنے آپ کو کہنے والے، حدیث کے منکر ہرگز قرآن پر نہیں چلتے۔ کہ مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔[2] اور فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝[3] اور فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝[4] اور وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔[5] اور كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔[6] اور وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝[7] اور فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝[8] وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔[9] اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝[10] ان آیات کریمہ کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

یوہیں یہ حدیث پر چلنے کے مدعی اہل حدیث بننے والے اگلی دو آیتوں کے سوا آیتوں اور حدیث[11] اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلٰى ضَلَالَةٍ۔ وید اللہ علی الجماعۃ۔ ومن شذ شذ فی النار۔ اور حدیث[12] ساَلا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال اور حدیث نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب۔

۱ انعام آیت ۳۸، ۲ حشر آیت ۷، ۳ نحل آیت ۴۳، ۴ توبہ آیت ۱۲۲، ۵ بقرہ آیت ۱۴۳، ۶ آل عمران آیت ۱۱۰، ۷ نساء آیت ۱۱۵، ۸ حشر آیت ۲، ۹ نساء آیت ۵۹، ۱۰ اعراف آیت ۱۵۷، ۱۱ مشکوٰۃ ص ۳۰، ۱۲ ابوداؤد

حامل فقہ غیر فقیہ و رب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ اور حدیث[۱] معروف و مشہور حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین بعثہ النبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء فقال اقضی بکتاب اللہ فقال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتھد برائی فقال علیہ السلام الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ بما یرضی بہ رسول اللہ۔ اور حدیث[۲] انما انزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضا فلا تکذبوا بعضہ ببعض فما علمتم منہ فقولوا وما جھلتم فکلوہ الی عالمہ اور حدیث[۲] انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظھر وبطن ولکل حد مطلع اور حدیث[۲] العلم ثلثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوا ذلک فھو فضل وغیرہ سے منھ پھیرتے ہیں۔

جیسے غیر مقلدوں کے نزدیک بھی، وہ اہل قرآن بننے والے حدیث کا انکار کرنے والے ہرگز مسلمان نہیں۔ کامل الایمان ہونا تو بڑی بات ہے۔ یوں ہی اہل سنت کے نزدیک اجماع امت کا منکر نیز قیاس کا۔ ہاں ہاں قرآن نے فرمایا اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[۳] ہاں ہاں اس نے ارشاد کیا نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہاں ہاں اس کا ارشاد ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الکتاب من شیئ[۵] اور بے شک بے شک لاریب اس کا ہر ارشاد حق ہے۔ جیسے اہل قرآن بننے والے اہل حدیث بننے والوں کے نزدیک بھی اس آیت کو وہ اپنے مذہب کی دستاویز نہیں بنا سکتے نہ اس ارشاد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سند ٹھہرا سکتے ہیں یہ جو انھوں نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ۔ یوں ہیں غیر مقلد، اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے کو حلال نہیں کہ وہ قرآن و حدیث پر اقتصار کرے اور اجماع و قیاس کا انکار۔

بلا شک وارتیاب ضرور ضرور قرآن و حدیث میں سب کچھ ہے۔ مگر کس کے لئے جو آنکھیں رکھتا ہو جس کی آنکھ میں جتنی قوت ہے وہ اتنا دیکھتا ہے۔ یوں تو صرف قرآن عظیم ہی میں سب کچھ ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین اور کل[۶] صغیر وکبیر مستطر اور ما فرطنا فی الکتب من شیئ اور نزلنا علیک الکتب تبیانا لکل شیئ وغیرہا آیات خود اس کے ارشادات ہیں۔ مَن و تو اور ہر کہہ و مہ کے لئے تو یہ نہیں۔ قرآن جن پر نازل ہوا ان کے لئے ہر شئے کا روشن بیان ہے۔ خود امت کے لئے نہیں۔ امت سے تو جس کو جتنا مُبَیِّنِ قرآن علیہ الصلاۃ والسلام نے سکھا دیا اسے اتنا علم ہوا۔ خود

قرآن کا ارشاد ہے۔ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۔ فقہ قرآن وحدیث سے الگ کوئی چیز نہیں۔ فقہ، شرح وتفسیر حدیث وقرآن ہے۔ فقہ انھیں کا روشن بیان۔ فقہ، عطر مجموعہ سنت رسول وکتاب مجید فرقان ہے۔ فقہ مجمل کی تفصیل ہے۔ فقہ دینی تیسیر وتسہیل ہے۔ فقہ، راہ حسن وصواب وہدیٰ وثواب پر دلیل ہے۔ فقہ رحمت رب جمیل ہے۔ تفقہ واجتہاد جہاد اعظم واکبر ہے۔ تقلید ائمہ مجتہدین، فرض شرع مطہر ہے۔ قرآن اس کا گواہ حدیث اس کی شاہد ساری امت مرحومہ اس کی قابل اس کی قائل اس کی فاعل اس پر عامل۔ جس روز قرآن کا ارشاد نازل ہوا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ معلوم ہوگیا کہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارا دین کامل ہوگیا مگر جس طرح غیر مقلد کے نزدیک بھی بغیر حدیث کے کامل دین پر عمل ممکن نہیں جب تک مبین قرآن مُبَیِّن بیان نہ فرمائیں اور مطالب قرآنیہ کا ایضاح نہ کردیں ناسخ منسوخ۔ عام وخاص۔ فرض وندب۔ واباحت وارشاد وغیرہ کی وضاحت نہ فرمادیں۔ یہاں تک بعض الفاظ شریفہ سے کیا مراد یہ نہ بتادیں قرآن پر عمل ناممکن۔

جو کتاب جس موضوع کی ہو اس کے متعلق اس میں سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر جب تک استاد پڑھاتا نہیں مطلب سمجھاتا نہیں شاگرد نہیں جانتا تلمیذ نہیں سمجھتا۔ کتاب کامل ہے۔ جس موضوع پر لکھی گئی اس پر پوری کامل بحث اس میں موجود ہے۔ مگر یہ اس کمال سے منتفع ومتمتع نہیں ہوسکتا جب تک بتانے والا بتائے نہیں۔ یا کتاب اندھیرے میں رکھی ہو روشنی نہ ہو تو اگرچہ وہ کامل ہو مگر دیکھنے والا اسے بے روشنی نہیں دیکھ سکتا۔ یہی ہے وہ جو قرآن نے فرمایا قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ اسی لئے فرماتے ہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام عن المقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ماحرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا لایحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا ومن نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ فان لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ ایک اور حدیث ہے عن الحسن بن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یقعد الرجل منکم علی اریکتہ یحدث بحدیثی فیقول بینی وبینکم کتاب اللہ فما وجدنا فیہ حلالا استحللناہ وما وجدنا فیہ حراما حرمناہ وان ماحرم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما حرم اللہ عزوجل ایک اور حدیث ہے عن

۱؎ سورۂ نحل آیت ۴۴، ۲؎ سورۂ مائدہ آیت ۳، ۳؎ سورۂ مائدہ آیت ۱۵، ۴؎ ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ ص۲۹

ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا الفین احد کم متکئا علی اریکتہ یاتیہ من امری مما امرت بہ او نھیت فیقول لا ادری وما وجدناہ فی کتاب اللہ اتبعناہ ایک اور حدیث ہے عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایحسب احد کم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللہ (تعالیٰ) لم یحرم الا ما فی ھذا القرآن الا وانی قد امرت ووعظت ونھیت عن اشیاء انھا مثل القرآن او اکثر وان اللہ لم یحل ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب الا باذن ولا ضرب نسائھم ولا اکل ثمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم۔

یوہیں جب تک ائمہ مجتہدین علماء دین متین جب تک بہ نظر غور و تامل قرآن و حدیث کو دیکھ کر ہمیں ان کے مطالب سے آگاہ نہ فرمادیں، ناسخ منسوخ وغیرہ نہ بتادیں، کلیات سے نئے نئے حوادث وجزئیات کا حکم استنباط کر کے نہ سمجھادیں اس وقت تک عامۃ الناس کو دین کامل پر کامل عمل ممکن نہیں جیسے سنت حضرت سرکار رسالت وصحابۂ کرام علیہم ثم علیہم الصلاۃ والسلام سے دین کی تکمیل غیر مقلدین بھی مانتے ہیں۔ یوہیں اہل سنت نائبان حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمہ کرام علماء اعلام کے بیان وایضاح مطالب کتاب وسنت سے۔ ان کے ارشادات کوئی اور چیز نہیں، مجمل کی تفصیل کلیات سے احکام جزئیہ کی تشکیل ہیں۔ جس طرح سنت کوئی دوسری چیز نہیں کتاب اللہ کی تفصیل وتفسیر وتاویل اور جزئیات کے احکام کی تشکیل ہے۔ جو کتاب اللہ میں منصوص نہیں۔ ظاہر تکمیل دین کے یہ معنی نہیں کہ دین بعد نزول قرآن ناقص تھا جسے سنت نے کامل کیا بلکہ یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو سنت کی عینک سے دیکھے گا تو کمال پائے گا۔ چراغ سنت ہاتھ میں لے گا تو پوری طرح اسے نظر آئے گا۔ راہ سنت پر چلے گا تو بر وجہ کمال مقصد تک پہونچے گا۔ اسے چھوڑے گا تو کامل طور پر دین نہ سیکھے گا اس کا دین ناقص رہے گا۔ عورتوں سے زیادہ۔ کہ ان کے لئے باعتبار رجال بعض امور میں خود شرع نے کمی رکھی ہے۔ اور اس نے خود اپنے آپ عمل میں کمی کی۔ عورتوں کا دین فی نفسہ کامل ہے اس میں نقصان اعتبار نسبتی ہے۔ اور اس کے دین میں نقصان حقیقی۔ سنت پر عمل کرتا تو دین کامل پر عامل ہوتا۔ اور اگر سنت سے منھ موڑے گا جب تو کتاب اللہ ہی سے روگرداں ہوگا۔ سارے دین پر نہ آدھے پر کسی پر بھی عامل نہ ہوگا۔ ایسے کو عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ نارا حامیۃ [۲] اور وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا [۳] کا مژدہ ملے گا۔ اور وہ کبھی ہرگز منزل

[۱] ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۲۹ ، [۲] سورۂ غاشیہ آیت ۳-۴ ، [۳] سورۂ فرقان آیت ۲۳

تک بے قبول سنت، سنت پر چلے نہ پہونچ سکے گا۔ ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اعاذنا اللہ تعالیٰ من انکار السنن واتباعہا۔ علیٰ ہذا القیاس سنت کو جب تک ائمۂ دین متین حضرات مجتہدین کے ارشادات کی روشنی میں نہ دیکھے گا اندھیرے میں رہے گا۔ ہرگز منزل تک نہ پہونچ سکے گا بھٹکتا پھرے گا۔ ائمہ کا دامن تھامے ان کے قدموں پر چلے گا تو راہ سنت پر گامزن ہوگا۔ اور یوں کتاب اللہ پر عمل کر سکے گا تو اس کا دین کامل ہوگا۔ اور ان کا دامن چھوٹے گا تو ہمیشہ نقصان میں ہوگا اس کا دین ناقص ہی رہے گا اور ان کے اصول سے منھ موڑے گا تو اندھے کنویں میں گرے گا جس سے بے انھیں ہاتھ دیئے نہ نکل سکے گا۔ بئس المصیر پہونچے گا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ آمین۔

بے شک کتاب اللہ نے دین کامل فرما دیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا۔ "تمہارے پاس دو چیزیں آئی ہیں ایک اللہ کی کتاب ایک خدا کا نور"[1] کہ کتاب کو اس نور سے دیکھو۔ اللہ کے رسول سے کتاب اللہ کو سیکھو۔ رسول کتاب وحکمت سکھاتے ہیں کتاب کا ظاہر بھی سمجھاتے ہیں اور اس کا باطن بھی اس کے منصوصات کے مطالب بھی بتاتے ہیں اور اس کے اشارات بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ یعلمہم الکتاب والحکمۃ[1] کلیات بھی پڑھاتے ہیں اور ان سے استنباط جزئیات بھی دکھاتے ہیں۔ رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے مَن[2] یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ اسی لئے ارشاد ہوا اَطِیْعُوا اللّٰہَ[3] وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ بے شک اس کتاب اللہ نے جس نے دین کامل فرمایا[4] ساتھ میں یہ بھی تو فرما دیا وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور اطاعت کرو اپنے اولی الامر (علماء) کی اور یہ بھی تو فرما دیا فَاسْئَلُوْا[5] اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ جب اپنے دین کی تکمیل یعنی دین پر کامل عمل کے لئے اہل ذکر سے دریافت کرنے اولی الامر کے حکم پر چلنے اور ان کی تقلید و پیروی کا حکم صاف ارشاد فرمایا تو تقلید ائمۂ دین اہل ذکر، کمال دین اور غیر مقلدی نقصان دین۔

بے شک بے شک سنت سے تکمیل دین ہے۔ مگر سنت کی تعلیم وہ تو کار ائمۂ دین متین ہے۔ جب تک ان کی پیروی نہ ہوگی راہ راست نہ ملے گی۔ حدیقہ ندیہ[۲۳]ص ۱۴۱ میں ہے "ضد البدعۃ فی العادۃ السنۃ الزائدۃ المقابلۃ لسنۃ الہدیٰ ومعنی زیادتہا کونہا لیست لتکمیل الدین بخلاف سنۃ الہدیٰ فان الدین یتکمل بہا" دیکھو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے باں کہ قرآن کا ارشاد ہے اَلْیَوْمَ[5] اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یہ فرمایا[ف] ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم الا ما فی ہذا القرآن۔ الحدیث بلکہ خود

ا بقرہ آیت ۱۲۹، ۲ نساء آیت ۸۰، ۳ نساء آیت ۵۹، ۴ نحل آیت ۴۳، ۵ مائدہ آیت ۳

قرآن کا ارشاد سنایا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ اور مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ بعد نزول آیت کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ یہ ارشاد نہ فرمایا کہ اب تمہارا دین تو کامل ہوہی گیا ہے قرآن سے ہی اپنے سارے دینی احکام دیکھ لیا کرو۔ دیکھو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہاں کہ سنت اسے کتاب اللہ کے اجمال کی ضروری تفصیل فرمادی ناسخ منسوخ کی، عام خاص وغیرہ کی تعلیم دے دی یہی ارشاد فرمایا اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ صحابہ کی پیروی وتقلید کا حکم ہوا یہ نہ فرمایا کہ ہمارے ارشادات جمع کئے جائیں قرآن کے ساتھ شائع کردیئے جائیں کہ اہل قرآن بننے والے قرآن ہی سے اپنا دین سیکھ لیں اور اہل حدیث بننے والے قرآن وحدیث دونوں سے اپنے دین کی تعلیم حاصل کرلیں۔ بلکہ جمع حدیث کی تو ممانعت فرمائی تھی اگرچہ وہ حتمی نہ تھی۔

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن کے ساتھ اپنی سنت کی پیروی کا حکم فرمایا اپنی سنت کے ساتھ سنت خلفاء کی پیروی کا حکم دیا کہ فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی اس کے ساتھ اقتداء صحابہ کا حکم فرمایا۔ سواد اعظم کے اتباع کو ارشاد فرمایا۔ نیز اجماع امت کو حق بتایا، تفقہ واجتہاد کو سراہا تکمیل دین کی یہ راہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بتائی جو اس سلسلہ کو تھامے رہے گا وہی راہ سنت پر مستقیم رہے گا۔ جو اسے چھوڑے گا سنت سے منہ موڑے گا۔ اپنا نقصان وخسارہ کرے گا۔ تحصیل وتکمیل علم وعمل کی اس راہ پر چلے گا تو دین کامل پائے گا۔ قرآن وحدیث کو ان کے علماء سے حاصل کرے ان کی پیروی کرے۔ ورنہ ڈرے کہ کسی گڑھے میں نہ گر پڑے۔ شیطان اسے دھکا نہ دے دے قرآن وحدیث سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں۔ اور گمراہ ہوجانے والے گمراہ ہوجاتے ہیں۔ خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

یونہی حدیث کے لئے فرمایا گیا الاحادیث مضلۃ الا للفقہاء۔ فقہاء صحابہ کی اقتداء صحابہ غیر مجتہدین وتابعین پر لازم ہوئی کہ ان کی اقتداء حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہی کی اقتداء ہے۔ تابعین کی اقتداء تبع تابعین پر۔ کہ وہ نہیں مگر اقتداء صحابہ جو اقتداء سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہے۔ صحابہ میں بوجہ اختلاف حدیث اور اپنے اپنے اجتہادات کی بنا پر اختلاف جاری ہوا۔ وہ اختلاف ان کے پیروں مقلدوں میں ساری ہوا۔ تابعین وتبع تابعین مجتہدین میں اپنے اپنے اصول سے نئے حوادث کے احکام استنباط کرنے

میں اور اجتہادی اختلافات ہوئے۔ اور وہ ان کے مقلدوں میں جاری اور ساری رہے مگر یہ سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں حاصل سب کا ایک ہی۔ جیسے شاخوں کے متعدد ہونے سے ثمر مختلف نہیں ہو سکتا۔ جس شاخ سے حاصل کرو ثمر وہی ملے گا کسی سے آم کسی سے املی نہیں مل سکتی۔ ایک ہی دریا کی سب نہریں ہیں۔ پانی سب میں وہی، دریا کا پانی ہے۔ ایک ہی راہ کی یہ متعدد شاخیں ہیں جو اصل سے ملی ہیں۔ جس سڑک پر چلوگے اصلی راہ پر پہنچوگے۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے[1] بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔ اور جو اصل راہ ہے اس سے منھ موڑوگے تو بئس المصیر پہنچوگے۔

جس سے بھاگے تھے یعنی اقتدار اور پیروی سے یہاں بھی نجات نہیں۔ اب شیطانی پیروی ہوئی یہ اختلاف، اختلاف مذموم و ممنوع نہیں۔ یہ اختلاف رحمت ہے۔ کمافی الحدیث حدیقہ ندیہ میں فرمایا[2] نعل

قائلا یزعم ان المجتھدین من اھل السنۃ والجماعۃ اختلفوا ایضًا اختلافا کثیرا وتباینوا تباینا اشد یدًا فھم وان اختلف اجتھادھم فیما یسوغ فیہ الاجتھاد فقد اجمعوا من حیث لم یخالف واحد منھم کتابا نصا ولا سنۃ قائمۃ ولا اجماعا ولا قیاسا صحیحا عندہ وان کل واحد منھم قد ادی ما کلف من الاجتھاد واحرز الاجر الموعود علی طلب الثواب۔

دیکھو! ہاں کہ قرآن عظیم میں سب کچھ ہے کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں نہیں۔ مگر حضور کے ارشادات سے یہی واضح ہوا کہ صحابہ بھی قرآن سے ہر حلال و حرام معلوم نہ فرما سکتے تھے۔ من و تو کی کیا گنتی دیکھو! جس طرح ہاں کہ قرآن عظیم ہر شئے کا روشن تبیان ہے۔ اتباع سنت بھی ضرور ہے بے اتباع سنت قرآن عظیم تک رسائی ناممکن۔ یوہیں اگرچہ سنت نہایت روشن بیان ہے مگر اس تک رسائی بے پیروی و اتباع علماء سنت ممکن نہیں۔ کہ جیسے قرآن عظیم میں ناسخ منسوخ وغیرہ ہے یوہیں سنت میں بھی۔ کتاب و سنت کا علم حاصل کرنے، انھیں سمجھنے کے لئے ہم ائمہ و علماء کے محتاج ہیں۔ تفاسیر قرآن و شروح حدیث کے ہم حاجت مند ہیں۔ تقلید کے بغیر ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔

امام بخاری وغیرہ محدثین کو اگر یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ حدیث کے مطالب کے ایضاح کے لئے منھ کھولیں، احادیث سے استنباط مسائل کریں تو ارباب ائمہ مجتہدین جو بخاری وغیرہ سے اقدم اور کہیں زیادہ افقہ واعلم ہیں۔ ان کا یہ حق (جن کی تقلید جن کے اتباع و پیروی کا قلادہ امام بخاری کا بھی زیب گلو ہے) غیر مقلدین کیوں سلب کرتے ہیں؟ یہ بربنائے تقلید ائمہ مجتہدین ہم کو مصداق آیۃ[3] اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا

[1] مشکوٰۃ ص۵۵۴، [2] حدیقہ ندیہ ص ، [3] سورۃ توبہ آیت ۳۱

ومن دون اللہ بتانے والے، بخاری تو بخاری شوکانی بلکہ قنوجی و بھوپالی پر سر منڈانے والے خود اپنے آپ کو اس کا مصداق کیوں نہیں جانتے؟ اے بخاری وغیرہ کو اپنے طور پر ارباب من دون اللہ ٹھہرانے والو امام بخاری وغیرہ محدثین ہی کی مانو تقلید و تفقہ و اجتہاد کو حق جانو۔ دیکھو! تحصیل و تکمیل دینی علم و عمل کی راہ یہ ہے جو اس راہ پر چلو گے تو دین کامل پاؤ گے۔ قرآن و حدیث کو علماء کتاب و سنت سے لو۔ ان کی پیروی کرو ورنہ ڈرو کہ کسی عمیق گڑھے میں نہ گر پڑو۔ بلکہ شیطان نے دھکا دیا اور تم گر چکے ہو۔ اگر اس گہرے گڑھے سے نکلنا چاہو تو اس کی ایک یہی صورت ہے کہ تقلید کرو۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب تک اس عالم ظاہر میں جلوہ افروز تھے اختلاف رہ ہی نہیں سکتا تھا جب حضور نے اس عالم سے رحلت فرمائی صحابہ کہ سب مجتہد تھے جو جو امور مجمع علیہ تھے ان کے سوا بہت امور میں اپنے اجتہاد سے مختلف ہوئے۔ جیسے وہ سب بحکم حدیث حق و ہدایت پر ہیں یوہیں سارے ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ جیسے صحابہ کی اقتدار کمال دین ہے یوہیں ائمہ مجتہدین کی تقلید۔ جو وجوہ اختلاف صحابہ کے ہیں وہی وجوہ ان کے اختلاف کے۔ بے شک وہ کامل الاسلام نہیں جو سنت سرکار رسالت کو چھوڑے اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ پیروی صحابہ، قرآن کے ارشاد فاسئلوا اھل الذکر پر عمل نہ کرے اور وہ مسلمان نہیں جو اوامر قرآنیہ، احکام حدیثیہ سے منہ موڑے انھیں نہ مانے اس کا دین کامل نہیں۔ اس کا دین باطل ہے ترک تقلید گمراہی ہے۔ بے شک وہ شخص سنی نہیں۔

غیر مقلدین زمانہ پر جو حکم کفر ہے اور وجوہ سے ہے نہ بوجہ ترک تقلید۔ ہماری اس تحریر سے اگرچہ سوال کا جواب کافی ہو گیا۔ بیہودگی غیر مقلد کا اگرچہ جواب کچھ ضرور نہیں مگر اسے آگے آئینہ بھی دکھا دیا جائے گا جس میں اسے اس کی مکروہ صورت نظر آ جائے گی یہاں اپنی تائید اور مسلمانوں کے نفع مزید کے لئے اس وقت جو دو ایک کتابیں سامنے موجود ہیں ان سے بعض عبارات پیش کریں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی زیر حدیث حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔[1] ومثلہ معہ وھو السنۃ النبویۃ فان اللہ تعالیٰ اتاہ ایاھا ایضاً کما آتاہ الکتاب پھر مدخل امام بیہقی سے نقل فرماتے ہیں وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ثلاثۃ اوجہ احدھاما نزل اللہ تعالیٰ فیہ نص کتاب فسن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمثل نص الکتاب والثانی ما انزل اللہ تعالیٰ فیہ جملۃ کتاب فبین عن اللہ معنی ما اراد بالجملۃ واوضح

[1] حدیقہ ندیہ صفحہ ۹۹

کیف فرضہا أعاما اوخاصا وکیف اراد ان یاتی بہ العباد والثالث ماسن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مما لیس فیہ نص کتاب فمنہم من قال جعل اللہ لہ بما افترض من طاعتہ وسبق فی عملہ من توفیقہ لرضاہ ان یسن فیما لیس فیہ نص کتاب ومنہم من قال لم یسن سنۃ قط الا ولہا اصل فی الکتاب کما کانت سنتہ لتبیین عدد الصلوٰۃ وعملہا عن اصل جملۃ فرض الصلوٰۃ وکذلک ماسن فی البیوع وغیرہا من الشرائع لان اللہ تعالیٰ قال لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وقال اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فما احل وحرم فانما بین فیہ عن اللہ عزوجل کما بین الصلوٰۃ۔ ومنہم من قال بل جاءتہ بہ رسالۃ اللہ جل ثناؤہ فاثبت سنتہ بفرض اللہ عزوجل ومنہم من قال القی اللہ تعالیٰ فی روعہ کلما سن وسنتہ الحکمۃ التی القیت فی روعہ عن اللہ عزوجل۔

اسی میں مدخل مذکور امام بیہقی کی یہ روایت بھی ہے عن عبد اللہ بن ابی رافع قال سمعت ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قصۃ الرجلین یختصمان فی مواریث واشیاء قد درست فقال انما اقضی بینکما برای فیما لم ینزل علی فیہ۔ اسی میں ہے وروی ایضا باسنادہ عن ابن شہاب ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وھو علی المنبر ان الرأی انما کان من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصیبا لان اللہ عزوجل کان یریہ انما ھو منا الظن والتکلف اسی میں ہے وذکر البیہقی ایضا قال وامر اللہ ایاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجہان احدھما وحی ینزلہ فیتلی علی الناس والثانی رسالۃ عن اللہ تعالیٰ والحکمۃ ما جاءتہ الرسالۃ بہ عن اللہ فاثبت سنۃ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی میں ہے وعن حسان بن عطیۃ قال کان جبرئیل علیہ السلام ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن یعلمہ ایاھا کما یعلمہ القرآن ام وقدمنا ھذا فیما سبق فالسنۃ مما اتاہ اللہ تعالیٰ لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولیست مما جاءھا من تلقاء نفسہ۔

اسی میں حدیث مذکور کے لفظ علیکم بھذا القرآن کے نیچے تحریر فرمایا علیکم ای الزموا الاقتصار علی العمل بھذا القرآن فما وجدتم فیہ ولا یمکن ان یجدوا الا بحسب قدرتہم والا فکل شیئ فی القرآن کما قال تعالیٰ ما فرطنا فی الکتٰب من شیئ فالقاصر یجد علی حسب قصورہ فیلزم ان یجہل اکثر مما یعلم (من) حکم (حلال) وھو ما نص علی تحلیلہ بعینہ اوجنسہ کالبیع واکل الخبز فاحلوہ ای احکموا بحلہ واعملوا علی ذلک وما وجدتم فیہ (من) حکم (حرام) وھو ما نص علی تحریمہ بعینہ اوجنسہ کالربٰوا

والرشوة (فحرموه) ای احکموا بتحریمه ایضا واترکوا العمل به۔ وھذا القول من قائلہ ذلك الرجل المذکور فیه قصور واضح اذ لا یمکنهم ان یجدوا فی القرآن کلما احله الله تعالٰی لهم وحرمه علیهم وان کان القرآن جامعا لجمیع ذلك فلابد من النظر فی السنة النبویة ایضا فان فیها بیان ما خفی فی القرآن و ایضاح مجمله وتفصیل مقتضیاته۔ اسی میں زیر حدیث ابی رافع رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ہے لا الفین ای اجدن والمعنی لا یجعلنی الله تعالٰی اجدن احدکم متکئا علی اریکته یاتیه امری ای شانی مما ای من جهة الامر الذی امرت به الامة بطریق الخلافة عن الله تعالٰی فی الارض اونهیت الامة عنه بالنیابة عن الله تعالٰی فیقول لا ادری هذا الوارد الی من الامر والنھی وما ای الحکم الذی وجدناه فی کتاب الله تعالٰی من الامر والنھی اتبعناه لا غیر وهذا قول من طبع الله علی قلبه فاراد ان یفرق بین الله ورسوله ولن یصل الی ذلك ابدا۔ قال البیهقی فی المدخل زاد ابو عبد الله فی روایته بهذا الاسناد عن الشافعی رضی الله تعالٰی عنه قال وفی هذا تثبیت الخبر عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم واعلامهم انه لازم لهم وان لم یجدوا له نص حکم فی کتاب الله عزوجل۔

اسی میں زیر حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے ایحسب احدکم متکئا علی اریکته یظن ان الله تعالٰی لم یحرم علی الامة شیئا الا ما ای الذی فی هذا القرآن من المحرمات الظاهرة منه لکل احد والا فقد قال تعالٰی ما فرطنا فی الکتاب من شیئ۔ وفی الحدیث قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الحلال ما احل الله والحرام ما حرم الله فی کتابه۔ وما سکت عنه فهو مما عفا عنه۔ اخرجه السیوطی فی الجامع الصغیر۔ فان فی القرآن من الاحکام ما لا یظهر بالبداهة لغالب الانام ولهذا المادق نظر امامنا ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه فی استنباط المسائل من القرآن ما لم یعثر علیه اکثر المجتهدین نسب الیه القاصرون القول بالرأی فان من وجد الحکم فی کتاب الله تعالٰی لا یعدل عنه الی السنة ومن لم یجده فی الکتاب عدل الی السنة الا وانی قد امرت بالمعروف الذی وجدته فی کتاب الله تعالٰی ما لم یجده غیری وهی الحکمة التی قال الله تعالٰی عنها وانزل الله علیك الکتاب والحکمة وهی السنة النبویة کما قدمناه فان امره صلی الله تعالٰی علیه وسلم من امر الله تعالٰی لانه نبیه ورسوله۔

روى البيهقى فى المدخل باسناده عن ابى جعفر عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم انه دعى اليهود فسالهم فحدثوه حتى كذبوا على عيسىٰ عليه السلام فصعد النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم المنبر فخطب الناس فقال ان الحديث سيفشو فما اتاكم عنى يوافق القرآن فهو عنى وما اتاكم عنى يخالف القرآن فليس عنى۔ وقال الشافعى رضى اللّٰه تعالىٰ عنه وليس يخالف الحديث القرآن ولكن حديث رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم مبين معنى ما اراد خاصًا وعامًا وناسخًا ومنسوخًا ثم يلزم الناس ما سن بفرض اللّٰه تعالىٰ فمن قبل عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فعن اللّٰه قبل۔ وعن على رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم انها تكون بعدى رواة يروون عنى الحديث فاعرضوا حديثهم على القرآن فما وافق القرآن فخذوا به وما لم يوافق القرآن فلا تاخذوا به ووعظت اى ذكرت الترغيب والترهيب وبشرت وانذرت اخذا من كتاب اللّٰه تعالىٰ بوجه لم ينكشف لغيرى۔ ونهيت الامة عن اشياء من الاقوال والاعمال والاعتقادات والاحوال التى وصلت الى من كتاب اللّٰه تعالىٰ۔ ولم يهتد الى طريقها احد من المجتهدين اصلا لان طريق الوصول اليها الوحى والنبوة لا الاجتهاد وان اقر النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قول المجتهد المخطى ووعده بالثواب عليه مرة لضرورة فقد ان الوحى والنبوة انها اى تلك الاشياء التى نهيت عنها مثل المناهى الظاهرة لكم من القرآن لانى اخذ تها منه بالوحى والنبوة ولا امر ونهى الا ما فى القرآن۔

يدل عليه ما رواه البيهقى فى المدخل باسناده عن ابن طاوس عن ابيه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فى مرضه الذى مات فيه يا ايها الناس لا تمسكوا على بشيئ فانى لا احل الا ما احل اللّٰه ولا احرم الا ما حرم اللّٰه فى كتابه ام وجميع علم النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم من القرآن لكنه من وجه الوحى والنبوة فلهذا لا يمكن ان يصل اليه غير نبى وفهم الاولياء وان كان فى القرآن ايضًا كذلك ولكنه من وجه اخر غير وجه الوحى والنبوة وكذلك علم المجتهدين ولكنهم زادوا بالاخذ من بيان النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم الذى هو السنة وبيان غيرهم من المومنين الذى هو الاجماع والتأمل بالمقايسة فى الكتاب والسنة والاجماع الذى هو القياس والكل يجتمعون فى اصل واحد هو مأخذهم وهو القرآن اخذ منه النبى سنته والولى فقهه والمجتهد علمه۔ او اكثر من المناهى الظاهرة لكم من القرآن لزيادة اطلاع النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم على كتاب اللّٰه تعالىٰ

مالم تطلع علیہ الاولیاء ولا المجتھدون فیکشف منہ عن اکثر ما ظھر لھم کلھم۔ فلھذا اتمسک الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ من المجتھدین بالسنۃ اکثر من الکتاب حیث قال الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔

حضرت شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ زیر حدیث ان اللہ لایجمع امتی علی ضلالۃ فرماتے ہیں۔ ہر چہ بر آں اتفاق کنند جز حق وصواب نبود۔ و دست قدرت واحسان الٰہی بر جماعت ست وایں کنایت است از برائے استنباط احکام واطلاع بر دریافت حق۔ و کسے کہ تنہا افتد از جماعت و بیروں آید از سواد اعظم انداختہ می شود در آتش دوزخ اھ مختصرا۔ اسی حدیث مذکور کے نیچے حضرت سیدی علامہ عبدالرؤف مناوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ان اللہ لایجمع امتی ای علماء ھم علی ضلالۃ لان العامۃ عنھا تاخذ دینھا والیھا تفزع فی النوازل فاقتضت الحکمۃ حفظھا وید اللہ علی الجماعۃ کنایۃ عن الحفظ ای الجماعۃ المتفقۃ فی الدین فاھل السنۃ ھم الفرقۃ الناجیۃ اھ مختصرا۔ الا سألوا اذا لم یعلموا یہ جس حدیث کا ٹکڑا ہے اس کے نیچے حضرت شیخ محدث لکھتے ہیں۔ گفت جابر بن عبداللہ انصاری بیروں آمدیم ما در سفری پس رسید مردے را از رفیقان ما سنگے پس جراحت کرد آں سنگ در سر آں مرد پس محتلم شد آں مرد پس پرسید یاران خود را آیا می یابید برای من رخصت در تیمم یاران او گفتند نمی یابیم برای تو رخصت در تیمم حالانکہ تو قدرت داری بر آب و آب موجود ست نزد تو۔ فہم کردند ایں جماعت از قول حق سبحانہٗ فلم تجدوا ماءً کہ وجود آب و قدرت بر تحصیل آں مانع ست از جواز تیمم وندانستند کہ مراد قدرت بر استعمال وعدم تضرر بآنست پس غسل کرد آں مرد پس مرد پس ہر گاہ کہ ما قدوم آوردیم بر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر کردہ شد آں حضرت بایں واقعہ فرمود قتلوہ، قتلھم اللہ کشتند او را بکشد ایشاں را خدائے تعالیٰ چرا سوال نکردند علما را وقتیکہ ندانستند حکم پس نیست شفا و دور شدن علت عجز و نادانی و نا فہمیدن مراد و ترسیدن بوے مگر سوال کردن و پرسیدن از دانایاں الخ۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث نضر اللہ عبدا اھ بین بہ ان راوی الحدیث لیس الفقہ من شرطہ انما شرطہ الحفظ وعلی الفقیہ التفھم والتدبر۔ اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ گفت آں حضرت چہ گونہ حکم می کنی و بچہ حکم می کنی وقتیکہ پیش آید ترا قضیہ گفت معاذ حکم می کنم بہ کتاب خدا گفت آں حضرت اگر نیابی آں حکم را در کتاب خدا گفت حکم می کنم بسنت پیغمبر خدا

ـه سورۂ نساء آیت ۸۳، ـه ترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۰، ـه اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۳۳، ـه ایضاً ج ۱ ص ۲۶۳، ـه ایضاً ج ۳ ص ۲۲۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفت پس اگر نیابی در سنت رسول خدا گفت معاذ کاری بندم عقل و فکر خود را و تقصیر نمی کنم در اجتہاد و طلب صواب پس دست زد پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در سینہ معاذ از برائے تثبیت و افاضۂ زیادت علم گفت آں حضرت سپاس و ستائش مر خدائے را کہ توفیق داد رسول رسول خدا را بچیزے کہ راضی و خوشنود ست بوے رسول ۔ و دریں حدیث دلیل ست بر شرعیت قیاس و اجتہاد بر خلاف اصحاب ظواہر کہ منکر قیاس اند۔ الخ۔[1] میں زیر حدیث انما نزل کتاب اللہ الخ ہے۔ آنچہ بدانید از کتاب خدا و برسد علم شما بداں پس بگوید و بیاں بکنید و آنچہ ندانید و نرسد علم شما پس بسپارید آں را بدانندۂ او یعنی اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ و بعضے گفتہ اند مراد عالمے ست کہ علم کتاب و تفسیر آں دارد۔

اسی میں زیر حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف الخ ہے۔[2] مراد فرستادہ شدہ است قرآن بر ہفت حرف۔ حرف در لغت بمعنی طرف ست و ایں جا ہفت نوع و ہفت طریق و آنچہ مناسب ایں معنی افتد مراد ست ہر آیتی را از آں حروف سبعہ کہ قرآن بر آں منزل ست ظاہرے ست و باطنی مراد بظاہر آنچہ ہمہ اہل زباں می فہمند و باطن آنچہ بندگان خاص حق تعالیٰ بر آں مطلع اند یا مراد بظاہر آنچہ بیان می کنند آں را تفسیر و باطن آنچہ کشف می نماید آں را تاویل و تفسیر آنچہ متعلق بروایت ست و تاویل آنچہ متعلق بدرایت ست۔ و بعض گویند مراد بظہر ایمان و بطن عمل۔ یا بظہر قرات و تلاوت و ببطن تفہم و تدبر یا ظہر لفظ و بطن معنی یا مراد آنست کہ قصص قرآن در ظاہر اخبار ست و در باطن اعتبار و لکل حد مطلع بضم میم و فتح طا مشددہ جا بلند کہ بر آں بر آیند و بر پایان و ے مطلع شوند و حد بمعنی طرف و نہایت از ظہر و بطن را حدے و نہایتے ست و ہر حد و نہایت را مقامے ست کہ ترقی و صعود بر آں بمقام اطلاعی واقع می شود بر آں حد و نہایت پس مطلع ظہر تعلم عربیت ست و علومے کہ ظاہر معنی قرآن بداں متعلق ست و معرفت اسباب نزول و ناسخ و منسوخ و امثال و مطلع بطن ریاضت و اتباع ظاہر و عمل بمقتضائے آں و تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب و تخلیۂ سر کہ بعد حصول آں بر بطون قرآن اطلاع افتد۔ و بعضے گفتہ اند کہ مراد بحد احکام شریعت ست کہ تعیین نمودہ و حد فرمودہ است و ہر یک از احکام او را موضعے ست کہ بداں اطلاع افتد بر ہر حکم و تمامۂ آں حدود و احکام و مواضع اطلاع بر آں حاصل نبود مگر حضرت رسالت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علما را دراں طبقات و منازل و مقامات ست بعضہا فوق بعض اھ مختصرا۔

اسی میں زیر حدیث العلم ثلاثۃ الخ ہے[3] علم اصول دین و شریعت سہ است یکے آیتے کہ محکم است

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۶۵ ، [2] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۶۶ ، [3] ایضاً جلد اول ص ۱۶۷

اشارت بکتاب اللہ ہست وتخصیص بآیت محکمہ بجہت آنست کہ ایں ام الکتاب واصل اوست ومحفوظ است از احتمال واشتباہ وہر چہ جز او ہست از متشابہات محمول برآنست وعلومے کہ مبادی ووسائل آنست متعلق است بداں یا سنتے کہ ثابت است بحفظ متون واسانید آں یا فریضہ ایست کہ مثیل وعدیل کتاب و سنت است واشارت است باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط اند از آں وبایں اعتبار آں را مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر از آں بفریضہ کردند تنبیہ برآں کہ عمل برآنہا واجب است چناں کہ بکتاب وسنت پس حاصل معنی حدیث آں شد کہ اصول دین چہار است کتاب وسنت واجماع وقیاس وہر چہ کہ ہست از مواد علوم جزیں پس آں فضل است ولایعنی۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے نیچے ہے۔ او فریضہ عادلۃ ای مساویۃ للقرآن فی وجوب العمل بھا وفی کونھا صدقا وصوابا۔

تفسیرات احمدیہ میں قاضی بیضاوی سے زیر کریمہ فلولا نفر الآیۃ ذکر کیا فی الآیۃ[1] دلیل علی ان الفقہ من فروض الکفایۃ۔ اسی میں فرمایا التفقہ ھو الاجتہاد ومن المعلوم انہ فرض کفایۃ اسی میں[2] ہے التفقہ ھو الجہاد الاکبر اسی میں[3] زیر کریمہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ ہے قد تمسک بہ الامام فخر الاسلام البزدوی وغیرہ علی کون اجماعھم حجۃ لانہ من ثمرات خیریتھم فی الدین وقال القاضی الاجل یستدل بھذہ الآیۃ علی ان الاجماع حجۃ لانھا یقتضی کونھم اٰمرین بکل معروف ناھین عن کل منکر اذ اللام فیھا للاستغراق ولو اجمعوا علی باطل کان امرھم علی خلاف ذلک۔ اسی میں زیر آیہ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا الآیہ ہے۔ قد[4] استدل الشیخ ابو المنصور الماتریدی بالآیۃ علی ان الاجماع حجۃ لان اللہ تعالیٰ وصف ھٰذہ الامۃ بالعدالۃ والعدل ھو المستحق بقبول قولہ فاذا اجمعوا علی شیئٍ وشھدوا بہ لزم قبولہ ھکذا فی المدارک والیہ مال القاضی البیضاوی وتمسک الشیخ الامام فخر الاسلام البزدوی ایضا بہ وبآیتین اخریین قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ وقولہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول الآیہ۔

اسی[5] میں زیر آیہ واطیعوا اللہ الآیہ ہے۔ قیل المراد باولی الامر علماء الشرع فکانہ امر الجاھلین باطاعۃ العلماء والعلماء باطاعۃ المجتہدین۔ لقولہ تعالیٰ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم وقد یضعف ھٰذا التوجیہ بقولہ تعالیٰ

[1] تفسیرات احمدیہ ص۲۸۱ مطبع فتح الکریم بمبئی [2] ایضاً ص۲۸۱ [3] تفسیرات احمدیہ ص۲۹۸ [4] ایضاً ص۱۷ [5] ایضاً ص۲۱ مطبوعہ فتح الکریم بمبئی

فان تنازعتم فی شیئ لان معناہ ان تنازعتم انتم واولوالامر ولیس للمقلد ان ینازع المجتہد فی حکمہ الا ان یقال ان معناہ ان تنازعتم بینکم یا اولی الامر مع اولی الامر۔ وبالجملۃ قد استدل بہ منکرو القیاس علی ان القیاس لیس بحجۃ لان اللہ تعالیٰ اوجب رد المختلف الی الکتاب و السنۃ دون القیاس ولنا ان ندفع شبہتہم بان رد المختلف الی الکتاب والسنۃ انما ہو القیاس علیہما یدل علیہ لفظ الرد ولما امر بہ بعد اطاعۃ اللہ تعالیٰ واطاعۃ الرسول دل علی ان الاحکام ثلثۃ مثبت بظاہر الکتاب ومثبت بظاہر السنۃ ومثبت بالرد علیہما علی وجہ القیاس فکانت حجۃ لنا فی ان القیاس حجۃ ہکذا فی البیضاوی۔ والحق ان المراد بہ کل اولی الحکم اماما کان او امیراً سلطاناً کان او حاکماً عالماً کان او مجتہداً قاضیاً کان او مفتیاً۔ علی حسب مراتب التابع والمتبوع لان النص مطلق فلا یقید من غیر دلیل الخصوص۔

اسی[1] میں زیر کریمہ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ ہے ۔ اللہ تعالیٰ امرنا بالاعتبار وھو التأمل فی المثلات المذکورۃ والقیاس نظیرہ بعینہ لان الشرع شرع احکاما بمعان اشار الیہا کما انزل مثلات باسباب قصصہا وح یکون اثبات حجۃ القیاس عقلیا ای ثابتا بدلالۃ النص المشابہ للقیاس لا ثابتا بعین القیاس والا یلزم الدور او نقول ان اللہ تعالیٰ امرنا بالاعتبار والاعتبار رد الشیئ الی نظیرہ وھو عام شامل للقیاس والمثلات وح یکون اثبات حجۃ القیاس بعبارۃ النص فہذا دلیل جامع بین العقل والنقل ولذا للہ تری اہل الاصول یجعلونہ تارۃ عقلیا واخری نقلیا وقد تمسک بہ صاحب المدارک والبیضاوی۔ وایضاً الحجۃ النقلیۃ ما روی عن معاذ بن جبل قال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بم تقضی یا معاذ الحدیث۔

اسی[2] میں زیر آیۃ ومن یشاقق الرسول الآیۃ ہے۔ معناہ ومن یشاقق الرسول ای یخالفہ ویتبع غیر سبیل المومنین من عمل او اعتقاد نولہ ما تولی ای نسلط علی ما احبہ من الردۃ والکفر والضلال ونصلہ جہنم ای ندخلہ فیہا وساءت الجہنم مصیراً لہ والحاصل ان ہذہ الآیۃ ھی التی تدل علی ان الاجماع کالکتاب والسنۃ کما ذکر اہل الاصول والمفسرون جمیعاً وذٰلک لان اللہ تعالیٰ جعل اتباع سبیل المومنین کمشاقۃ الرسول علیہ السلام حیث جعل کلا منہما مشترکا فی جزاء واحد وھو قولہ ما تولی ونصلہ جہنم والجزاء المذکور جزاء لکل منہما بالاستقلال کما قال فی البیضاوی ذالآیۃ

[1] تفسیرات احمدیہ ص۲۹۲ مطبوعہ فتح الکریم بمبئی [2] تفسیرات احمدیہ ص۳۰۹ مطبوعہ رحیمیہ

تدل علی حرمة مخالفة الاجماع لانه تعالیٰ رتب الوعید الشدید علی المشاقة واتباع غیر سبیل المؤمنین وذلك اما الحرمة کل واحد منهما او احدهما او الجمع بینهما والثانی باطل اذ لا یصح ان یقال من شرب الخمر واکل الخنزیر استوجب الحد وهکذا الثالث لان المشاقة محرمة ضم الیها غیره اولم یضم واذا کان اتباع غیر سبیلهم محرما کان اتباع سبیلهم واجبا لان ترك اتباع سبیلهم ممن عرف سبیلهم اتباع غیر سبیلهم هذا لفظه۔ فعلم ان اتباع سبیل المؤمنین ای ما علیه المؤمنون باجمعهم واجب وذلك یسمی بالاجماع فیکون الاجماع حجة قطعیة یکفر جاحده کالکتاب والسنة المتواترة ویکون مقدما علی الخبر المشهور والاحاد اذا انتقل الینا باجماع کل عصر فی نقله واما اذا انتقل الینا بالافراد کان کنقل السنة بالاحاد ولابد فی الاجماع من داع مقدم وهو قد یکون من خبر الواحد والقیاس یعنی لابد ان یثبت الحکم من خبر الواحد او القیاس ثم تجمع علیه الامة والعزیمة فیه ان یقول کل واحد اجمعنا فی هذا الحکم او یشرع کل واحد علی الفعل والرخصة فیه ان یتکلم البعض او یفعل البعض دون البعض واهل الاجماع من کان مجتهدا غیر ذی هوی ولا فسق وقیل لا اجماع الا للصحابة وقیل لا اجماع الا لاهل المدینة والکلام فیه طویل مذکور فی اصول الفقه ان شئت فارجع الیه۔

حدیقہ ندیہ ص۸ میں فرمایا قوله تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یرید بهم امراء المسلمین فی عهد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وبعده ویندرج فیهم الخلفاء والقضاة وامراء السریة وقیل علماء الشرع لقوله تعالیٰ ولو ردوه الی الرسول و اولی الامر منهم ذکره البیضاوی وقال الواحدی اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول اتباع الکتاب والسنة واولی الامر منکم قال ابن عباس فی روایة الوالبی هم الفقهاء والعلماء اهل الدین یعلمون الناس معالم دینهم اوجب اللّٰه تعالیٰ طاعتهم (کذا) قال جابر وهو قول الحسن والضحاك ومجاهد وقال الزجاج وجملة اولی الامر من یقوم بشان المسلمین فی امر دینهم وجمیع ما ادی الیه صلاحهم وقال شیخی زاده فی حاشیته علی البیضاوی عند قوله تعالیٰ و علم آدم الاسماء کلها المراد من اولی الامر العلماء فی اصح الاقوال لان الملوك یجب علیهم طاعة العلماء ولا ینعکس۔

وقال الشیخ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح الکنز قولہ وللشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاھل فی مسائل شتی اخر الکنز لانہ افضل منہ قال اللہ تعالیٰ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وقال اللہ تعالیٰ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ والمراد باولی الامر العلماء فی اصح الاقوال۔ فان تنازعتم انتم واولی الامر منکم فی شیئ من امور الدین وھو یؤید الوجہ الاول یعنی من المراد باولی الامر الامراء اذلیس للمقلد ان ینازع المجتھد فی حکمہ بخلاف الرؤس الا ان یقال الخطاب لاولی الامر علی طریقۃ الالتفات قالہ البیضاوی وقال الخازن تنازعتم یعنی اختلفتم فی شیئ من امر دینکم والتنازع اختلاف الاراء واصلھا من انتزاع الحجۃ وھو ان کل واحد من المتنازعین ینزع الحجۃ لنفسہ فردوہ الی اللہ والرسول ای ردوا ذلک الامر الذی تنازعتم فیہ الی کتاب اللہ عزوجل والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مادام حیا و بعد وفاتہ الی سنتہ فان وجد ذلک الحکم فی کتاب اللہ اخذ بہ فان لم یوجد ففی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان لم یوجد فی السنۃ فسبیلہ الاجتھاد وقیل الرد الی اللہ و رسولہ ان تقول لما لا تعلم اللہ ورسولہ اعلم وقال البیضاوی فردوہ فراجعوا فیہ الی اللہ الی کتابہ والرسول بالسوال عنہ فی زمانہ والمراجعۃ الی سنتہ بعد وفاتہ واستدل بہ منکر القیاس وقالوا انہ تعالیٰ اوجب رد المختلف الی کتابہ وسنتہ دون القیاس واجیب بان رد المختلف الی المنصوص علیہ انما یقول بالتمثیل والبناء علیہ وھو القیاس ویؤید ذلک الامر بہ بعد الامر بطاعۃ اللہ و طاعۃ رسولہ فانہ یدل علی ان الاحکام ثلثۃ مثبت بالکتاب ومثبت بالسنۃ ومثبت بالرد الیھما علی وجہ القیاس اھ مختصرا۔

اسی میں ہے ومن یشاقق الرسول ای یخالفہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین ای غیر ما ھم علیہ من اعتقاد وعمل ذکرہ البیضاوی نولہ ما تولی ای نجعلہ والیا لمن تولی من الضلال ونخلی بینہ وبین ما اختارہ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ قال البیضاوی الایۃ تدل علی حرمۃ مخالفۃ الاجماع لانہ تعالیٰ رتب الوعید الشدید علی المشاقۃ واتباع غیر سبیل المؤمنین الخ۔ اسی میں اس حدیث کی شرح عن الحارث بن الاعور رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال مررت بالمسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاخبرتہ فقال أو قد فعلوھا قلت

نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول الا انہا ستکون فتنۃ قلت فما المخرج منہا یا رسول اللہ قال کتاب اللہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم ھو الفصل لیس ھو بالھزل من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدیٰ فی غیرہ اضلہ اللہ الحدیث۔ فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المخرج منہا کتاب اللہ تعالیٰ ای التمسک بہ وترک الاراء العقلیۃ فان فیہ بیان حکم ھذہ المسألۃ ففی کتاب اللہ بیان حکم کل شیئ حتی المسألۃ المذکورۃ فی التکلم فی المساجد بکلام اھل الدنیا وفیہ المعافاۃ من کل داء والسلامۃ من کل فتنۃ وکل محنۃ ظاھرًا وباطنًا فیہ ای فی کتاب اللہ نبأ ای خبر ما ای الذین قبلکم وخبر ما بعدکم یعنی علوم الاولین والآخرین وھی قصص الأمم الماضیۃ وحدیث ھٰذہ الامۃ الی یوم القیامۃ وحکم ما بینکم فی الدنیا من حلال وحرام ومندوب ومکروہ ومباح وصحیح وفاسد وفی الأخرۃ من ثواب وعقاب وعتاب و سوال وحساب وخلود فی نعیما وفی عذاب الیم۔ ھو یعنی کتاب اللہ تعالیٰ الفصل لیس ھو بالھزل من ترکہ ای لم یعمل بہ ولم یقف عند حلالہ وحرامہ ولم یتعظ بمواعظہ من جبار بیان لمن ترکہ وھو کل عات قصمۃ اللہ تعالیٰ اھلکہ اللہ ودمرہ فی کل امر شرع فیہ لکونہ ترک الاقتداء والاتباع لکتاب اللہ تعالیٰ وتبع رأیہ وعقلہ ومن ابتغی الی طلب الھدیٰ الایصال الی الحق فی غیرہ ای فی غیر کتاب اللہ تعالیٰ واما السنۃ والاجماع والقیاس التابع لذلک فھی من الکتاب ایضا بدلیل قولہ تعالیٰ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وقولہ وَلَا تَفَرَّقُوْا وقولہ وَلَا تَنَازَعُوْا وقولہ کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ وقولہ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ فان لاعتبار ھو القیاس کما ان النھی عن التفرق والتنازع یقتضی الحث علی الاجماع وذکر الخازن فی تفسیر قولہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول الایۃ قال روی ان الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سئل عن ایۃ من کتاب اللہ قول علی ان الاجماع حجۃ فقرء القرآن ثلث مائۃ مرۃ حتی استخرج ھذہ الایۃ وھی قولہ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ و ذلک لان اتباع غیر سبیل المؤمنین مفارقۃ الجماعۃ وھو حرام۔ فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین ولزوم جماعتھم واجبا لان اللہ تعالیٰ الحق الوعید لمن یشاقق الرسول ویتبع غیر سبیل المؤمنین فثبت بھذا ان اجماع الامۃ حجۃ وذکرہ البیضاوی ایضا فی تفسیر الأیۃ المذکورۃ

اسی میں اس حدیث عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم قال ستة لعنتهم ولعنهم اللّٰہ وکل نبی مجاب الدعوة الزائد فی کتاب اللّٰہ" الحدیث کے نیچے لکھتے ہیں[1] الزائد یعنی الذی زاد فی کتاب اللّٰہ تعالیٰ مالیس منه عامدا متعمدا بان وضع کلمة مثلا زائدة وعلمها لمن لم یقرأ القرآن بعد او کتب کلمة زائدة وادخلها فی کلام اللّٰہ تعالیٰ او اخترع کیفیة عمدا وقرأبها اٰیة من کتاب اللّٰہ تعالیٰ او زاد حکما من احکام اللّٰہ تعالیٰ بمجرد قیاس عقله وطبعه کمن حرم مالم یحرمه اللّٰہ تعالیٰ فی کتابه او اباح مالم یبحه اللّٰہ تعالیٰ فی کتابه ولا یدخل فی ذٰلک من حرم او اباح بالسنة او الاجماع او القیاس فی حق المجتهد فانه حکم بالکتاب ایضا لانها منه کما قدمنا وکذٰلک من اخترع بعقله ورأیه معنی لاٰیة من کتاب اللّٰہ تعالیٰ لا یلیق بالشرع کما روی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما انه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعده من النار وفی روایة من قال فی القرآن برأیه اخرجه الترمذی وقال حدیث حسن۔ قال العلماء النهی عن القول فی القرآن بالرأی انما ورد فی حق من یتأول القرآن علی مراد نفسه وما هو تابع لهواه وهٰذا لا یخلوا ما ان یکون عن علم او لا فان کان عن علم کمن یحتج ببعض اٰیات القرآن علی تصحیح بدعته وهو یعلم ان المراد من الاٰیة غیر ذٰلک لکن غرضه ان یلبس علی خصمه بما یقوی حجته علی بدعته کما یستعمله الباطنیة والخوارج وغیرهم من اهل البدع فی المقاصد الفاسدة لیغروا بذٰلک الناس۔ وان کان القول فی القرآن بغیر علم لکن عن جهل وذٰلک ان تکون الاٰیة محتملة لوجه فیفسرها بغیر ما تحتمله من المعانی والوجوه فهٰذان القسمان مذمومان وکلاهما داخل فی النهی والوعید الوارد فی ذٰلک۔ فاما التاویل وهو صرف الاٰیة علی طریق الاستنباط الی معنی یلیق بها المحتمل لما قبلها وما بعدها وغیر مخالف للکتاب والسنة۔ فقد رخص فیه اهل العلم فان الصحابة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم قد فسروا القرآن واختلفوا فی تفسیره علی وجوه ولیس کل ما قالوه سمعوه من النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ولکن علی قدر ما فهموا من القرآن تکلموا فی معانیه وقد دعی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم لابن عباس فقال اللّٰهم فقهه فی الدین وعلمه التاویل۔ فکان اکثر ما نقل عنه التفسیر کذا قاله ابو محمد الخازن فی اول تفسیره۔

یہی علامہ محمد آفندی رومی برکلی "طریقہ محمدیہ" اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی دمشقی

[1] حدیقہ ندیہ ص۱۱۱

قدس سرہ القدسی اسی "حدیقۂ ندیہ" میں اس شبہہ کے جواب میں کہ جب اوپر فصل الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور اس کے بعد کی فصل میں یہ گذر چکا ہے کہ کتاب عزیز قرآن اور سنت نبویہ محمدیہ امر دین میں ہر مکلف کو کافی ہیں وہ ظاہر و باطن کسی میں ان دونوں کے غیر کی طرف محتاج نہیں انھیں کے انوار اسے کافی ہیں۔ وہ کسی اور روشنی کا حاجت مند نہیں ہو سکتا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو امر کتاب و سنت سے ثابت نہیں بدعت مکروہیہ ہے اور گمراہی و ضلالت۔ جب یہ بات ہے تو فقہا کا یہ ارشاد کہ "ادلہ شرعیہ چار ہیں" کیوں کر مستقیم ہوگا۔ امام نسفی نے منار میں فرمایا اصول شرع تین ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع امت اور چوتھی اصل قیاس ہے۔ امام فخر الاسلام نے فرمایا اصل رابع انھیں اصول سے مستنبط قیاس ہے۔ مرقاۃ الوصول میں فرمایا "ادلہ چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس، کہ دلیل یا وحی ہوگی یا غیر وحی۔ وحی متلو ہوگی تو یہی کتاب ہے یا متلو نہ ہوگی۔ یہی سنت ہے۔ اور غیر وحی اگر ایک زمانہ کے سارے مجتہدوں کا قول ہے تو یہی اجماع ہے اور اگر سب کا نہیں یہی قیاس ہے۔

فرماتے ہیں قلنا فی الجواب عن ذلک نعم ادلۃ الشرع اربعۃ ولکنھا ترجع الی اثنین الکتاب والسنۃ اذ لابد للاجماع من سند ای دلیل یستند قول اھل الاجماع الیہ قال فی شرح مرقاۃ الوصول لابد للاجماع من سند ای دلیل او امارۃ یستند الاجماع الیہ لاستحالۃ الاتفاق بلاداع عادۃ ولان الحکم الذی ینعقد بہ الاجماع ان لم یکن عن دلیل سمعی کان عن عقل وقد ثبت ان لاحکم لہ عندنا وفی شرح المنار لابن ملک وقیل ینعقد الاجماع لاعن دلیل بل بالھام وتوفیق بان یخلق اللہ تعالٰی فیھم علما ضروریا او یوفقھم لاختیار الصواب کبیع التعاطی واجرۃ الحمام ولکن نقول ذلک فاسد لان العدول لایتصور منھم الاجماع علی حکم من احکام اللہ تعالٰی جزافا بل بناء علی حدیث او معنی من النصوص ولو مؤثرا وما ذکرہ من بیع التعاطی واجرۃ الحمام فالاجماع فیھما واقع عن دلیل لانہ لم ینقل الینا اکتفاء بالاجماع کذا فی جامع الاسرار۔

وقال التفتازانی فی التلویح والجمہور علی انہ لایجوز الاجماع الاعن سند وامارۃ لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلادلیل خطاء ویمتنع اجماع الامۃ علی الخطاء وایضا اتفاق الکل من غیر داع مستحیل عادۃ کالاجتماع علی اکل طعام واحد وفائدۃ الاجماع بعد وجود السند سقوط البحث وحرمۃ المخالفۃ وصیرورۃ الحکم قطعیا ثم اختلفوا فی السند

عہ حدیقہ ندیہ ج۱ ص۱۵۳

فذهب الجمهور الى انه يجوز ان يكون قياسا وانه واقع كالاجماع على خلافة ابى بكر رضى الله تعالى عنه قياسا على امامته فى الصلوٰة حتى قيل رضيه رسول الله صلى الله عليه وسلم لامر ديننا افلا نرضاه لامر دنيانا. وذهب الشيعة وداؤد الظاهرى ومحمد بن جرير الطبرى الى المنع من ذلك واما جواز كون السند خبر واحد فمتفق عليه كذا فى عامة الكتب وقد وقع فى الميزان واصول الامام السرخسى ان المذكورين خالفوا فى الظنى قياسا كان او خبر واحد ولم يجوزوا الاجماع الا عن قطعى لانه قطعى فلا يبتنى الا على قطعى لان الظن لا يفيد القطع وجوابه ان كون الاجماع حجة ليس مبنيا على دليله بل هو حجة لذاته كرامة لهذه الامة واستدامة لاحكام الشرع والدليل على بطلان مذهبهما انه لو اشترط كون السند قطعيا لوقع الاجماع لغوا ضرورة ثبوت الحكم قطعيا بالدليل القطعى من احدهما اى من الكتاب والسنة حالا بان كان صريح اٰية او حديث ولو خبر واحد او مآلا اى مرجعا يرجع الى كتاب او سنة وهو القياس كما قدمناه على القول الصحيح اذ فى اشتراط السند للاجماع خلاف ذكرناه وكذا فى كون القياس وخبر الواحد سندا الخلاف الذى مر ولا بد للقياس ايضا من اصل ثابت باحدهما اى بالكتاب او السنة فانه اى القياس مظهر للحكم الثابت به لا مثبت له قال فى شرح مرقاة الوصول القياس مظهر لا مثبت والمثبت ظاهرا دليل الاصل وحقيقة هو الله تعالى ثم قال فى شروط القياس وان يكون المعدى حكما شرعيا ثابتا باحد الادلة الثلثة الكتاب والسنة والاجماع اذ لو كان حسيا او لغويا لم يجز. الخ

اسی میں ہے [عہ] فی شرح المنار لابن ملك قدم الكتاب لانه حجة من كل وجه واعقبه بالسنة لان حجيتها ثابتة بالكتاب واخر الاجماع لتوقف حجيته عليهما ثم قال والقياس اصل بالنسبة الى حكمه فرع بالنسبة الى الثلثة اھ وكون حجية السنة موقوفة على الكتاب لقوله تعالى وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. وتوقف الاجماع عليهما بسبب اشتراط السند له وهو من احدهما حالا او مآلا فالكتاب اصل من كل وجه والسنة والاجماع اصول من وجه وفروع من وجه (ومرجع الاحكام) الشرعية كلها و(مثبتها) اى الحاكم باثباتها (اثنان) فقط فى الحقيقة وهما الكتاب والسنة والادلة الباقية راجعة اليهما واما شرائع من قبلنا فملحقة بالكتاب والسنة. والعرف والتعامل ملحق بالاجماع والاستصحاب والتحرى عمل باحد الاربعة والعمل بالظاهر والاظهر

عہ حدیقہ ندیہ ج ا ص ۱۵۲

عمل بالاستصحاب والاخذ بالاحتياط عمل بقوله عليه السلام دع ما يريبك الى ما لا يريبك والقرعة لتطييب القلب بالسنة او الاجماع وآثار الصحابة وكبار التابعين بشبهة الحديث او بقوله عليه السلام اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم۔ وقوله عليه السلام خير القرون قرني الذين انا فيهم ثم الذين يلونهم الحديث۔

وفی شرح ابن ملک علی المنار فان قلت قد ثبت الحکم بشرائع من قبلنا وبتعامل الناس وبالاخذ بالاحتياط وبالتحری وبآثار الصحابة فكيف حصرت الاصول فی الاربعة قلنا هذه الاحكام غير خارجة عنها اما شرائع من قبلنا فقد صارت شريعة لنا لان نبينا صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قصها علينا ولم ينكرها والتعامل ملحق بالاجماع العملی والاخذ بالاحتياط العمل باقوی الدلائل كما فی الاصول الثلثة والعمل بالتحری عمل بالسنة لانها وردت فی جوازه عند الحاجة والعمل بالآثار عمل بقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اصحابی كالنجوم انتهی۔ والحاصل ان كلما ذكر راجع الی الاصول الاربعة والاصول الاربعة راجعة الی الكتاب والسنه۔ والسنة شرح الكتاب وبيانه فهی راجعة اليه۔ قال البيهقی فی اول المدخل ووضع يعنی اللّٰه تعالیٰ رسوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی دينه موضع الابانة عنه ما اراد بكتابه عاماً وخاصاً وفرضاً وندباً واباحةً وارشاداً ووقتاً وعدداً۔ فقال جل ثناؤه وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اھ فالاصل الحقيقی هو كتاب اللّٰه تعالیٰ لاغير فظهر لك ايها المنصف ان اصول الشريعة اربعة ترجع الی اثنين هما الكتاب والسنة اھ باختصار يسير۔

بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ جہاں بروجہ اتم آیات کریمہ واحادیث فخیمہ واقوال علماء وائمہ سے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن وتاباں ہوا کہ اصول شرع چار ہیں بے ان چار اصول کے شریعت پر عمل ممکن ہی نہیں۔ جو یہ چار اصول نہ مانے وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا نام ہی لیتا ہے درحقیقت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عامل نہیں۔ اور نہ غیر مجتہد کو بے تقلید کتاب وسنت پر عمل ممکن۔ وہاں یہ بھی آشکارا ہو گیا کہ علماء وائمہ محض اپنی رائے سے دین میں کچھ نہیں کہتے نہ اسے جائز رکھتے ہیں وہ تو اسے حرام وکبیرہ جانتے ہیں کذاب غیر مقلدوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ وہ ان پر یہ بہتان اٹھاتے سخت شدید خبیث افترا کرتے ہیں۔ جیسے یہ غیر مقلدین اختراع فی الدین کہہ کے ان کی رائے بتاتے ہیں ہرگز

وہ ان کا اختراع نہیں ہرگز وہ ان کی رائے محض نہیں۔ تفقہ واجتہاد کو رائے اور اختراع کہنے والے آنکھیں کھولیں اگر نزولِ عنادنے ابھی انھیں بالکل ہی اندھا نہ کردیا ہو۔ تفقہ واجتہاد کے متعلق علماء وائمہ کے جو ارشادات اوپر ان کی عبارات میں گزرے انھیں دیکھیں اور عقل رکھتے ہوں تو سمجھیں کہ تفقہ واجتہاد اور چیز ہے اور عقل گدے اور اپنی رائے محض کے ڈھکوسلے اور اپنی خواہش وہوائے نفس وطبیعت کے منصوبے اور چیز۔

اوپر کی عبارات میں اس مطلب کے اشارات نہ سمجھ سکیں یا اس مطلب کے صریح ارشادات تلاش گراں جائیں تو "طریقہ محمدیہ، حدیقہ ندیہ" کا یہ ارشاد ہی دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں لایغرنك طاعات الجهال المتنسكين الفاسدين المفسدين الضالين المضلين بغيرهم الى قوله خارجين عن مناهج علماء الشريعة المحمدية لتمسكهم باحكام عقولهم الضعيفة وآرائهم السخيفة وعلماء الشريعة يتمسكون باحكام كتاب الله وسنة رسوله واجماع الامة المهديين وتعميم الدليل بحكم القياس فى الثابت باليقين الخ تفقہ واجتہاد کا فرض ہونا علماء نے ثابت فرمادیا اور مجرد قیاس عقل وہوائے نفس وخواہش طبیعت سے کوئی حکم کرنا اسے منہی عنہ، ناجائز وحرام بتادیا۔ تفقہ واجتہاد کا سنت صحابہ نہ فقط صحابہ بلکہ سنت رسول علیہ السلام ہونا آشکارا کردیا۔ علماء کے ارشادات پر اگر غیر مقلد عناداً نظر التفات نہ کرے تو اس پر سخت آفت غضب مصیبت تو یہ ہے کہ حدیثوں میں یہی لفظ رائے موجود ہے اوپر دونوں حدیثیں گذریں۔

ایک انما اقضی بینکما برائی فیما لم ینزل علی فیہ دوسری حضرت فاروق عادل اعظم کا فرمان ان الرأى انما كان من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مصيبا لان الله تعالىٰ كان يريه انما هو منا الظن والتكلف یہاں رائے کا لفظ دیکھ کر غیر مقلد معلوم نہیں اپنی اوندھی اندھی سمجھ سے حضرت سیدنا فاروق بلکہ خود حضور سید ناسرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کیا رائے قائم کرے۔ کیا غیر مقلد ان حدیثوں کو بھی مخترعہ بتادینے کی جرأت کرے گا یا معاذاللہ تعالیٰ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رائے کی بنا پر مخترع فی الدین ٹھہرائے گا۔ غیر مقلد سے یہ جرأت تو عجب نہیں مگر اس پر قہر بلا اور سخت قیامت تو خود قرآن عظیم نے قائم فرمائی ہے کہ یہ فرماکر وداؤد وسليمٰن اذ يحكمٰن فى الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شٰهدين ففهمنٰها سليمٰن وكلا اٰتينا حكما وعلما[1] تفقہ واجتہاد کو مجرد عقلی ڈھکوسلوں سے ممتاز فرمادیا۔ تفقہ واجتہاد کو عطیۂ خداوندی نعمت الٰہی قرار دیا۔ تفقہ

[1] سورۂ انبیاء آیت ۷۸

واجتہاد اور اس سے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو سراہا۔ ایک قضیہ سے متعلق حضرت سیدنا داؤد و حضرت سیدنا سلیمان علیٰ نبینا وعلیہما وعلیٰ سائر الانبیاء والرسل الصلاۃ والسلام۔ کے دو فیصلوں کا آیہ کریمہ مذکورہ میں قصہ بیان فرمایا ہے کہ یاد فرمائیے۔ داؤد و سلیمان کو جب وہ دونوں ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جب کہ اس میں گھس کر لوگوں کی بکریاں اسے چر گئی تھیں ہم ان کے فیصلوں کو دیکھ رہے تھے تو ہم نے اس کے بہتر حکم کی سمجھ سلیمان کو دی انھیں سمجھا دیا اور داؤد و سلیمان ہر ایک کو ہم نے حکومت و علم عطا فرمایا۔

مفصل قصہ یوں ہے کہ عہد سیدنا داؤد علیہ السلام میں کسی کے کھیت میں بکریاں رات میں پڑیں اور سارا کھیت چر گئیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے حضور مقدمہ آیا آپ نے نقصان زرع اور بکریوں کی قیمت کا حساب لگایا۔ تو کھیت کا نقصان ساری بکریوں کی قیمت کے برابر تھا لہٰذا آپ نے فیصلہ دیا کہ یہ سب بکریاں جنھوں نے کھیت چر لیا ہے کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں وہ لوگ حاضر ہوئے اور وہ فیصلہ ان سے عرض کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اچھا فیصلہ فرمایا مگر ایک دوسرا فیصلہ جو ارفق بالفریقین ہے۔ جب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے ان کا یہ قول سنا انھیں بلا کر پوچھا کہ تم کیا حکم دیتے انھوں نے فرمایا میں بکریاں کھیت والے کو دلا دیتا اور کھیت بکری والے کو کہ وہ اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ مند ہوتا رہتا یہاں تک کہ جب سال آئندہ اس کا کھیت پھر اسی حالت میں آجائے تو بکریاں واپس کر دے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ بہت پسند فرمایا اپنے فیصلہ کو واپس لیا اور اسی فیصلہ پر عمل کیا گیا تفسیرات احمدیہ میں فرمایا قیل کان بالاجتہاد الا ان اجتہاد سلیمٰن اشبہ بالصواب وھو المختار للامام الزاھد وفخر الاسلام اس آیت اور قصہ سے علماء نے باب اجتہاد کے بعض مسائل مستنبط فرمائے اسی میں ہے واذا کان بالاجتہاد فلیستنبط من الآیۃ والقصۃ مسائل باب الاجتہاد وھو المقصود لنا من ذکرھا فی ھٰذا المقام۔

یوں ہی بفضلہ تعالیٰ یہ بھی ثابت ہو لیا کہ ارشادات علماء وائمہ ارشادات شرعیہ ہیں۔ وہ اوامر ونواہی الٰہیہ ہیں۔ جیسے کہ صحابہ کے ارشادات۔ غیر مقلد جھوٹا ہے کہ "وہ نہ تو خدا کے ارشادات ہیں نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔" بے شک اس نے حکم دیا ہے کہ فرمایا فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ یوں تو وہ صحابہ کے اقوال بلکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات کو بھی یہی کہہ بھاگے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ علماء نے ان کی کوئی رگ پھڑکتی نہیں چھوڑی ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں

سیدی عارف باللہ حضرت ملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بیہودگی کا بھی جواب تحریر فرمادیا ہے ۔ تحریر فرماتے ہیں ان[1] قال قائل ای ضرورۃ فی تبعیۃ ابی حنیفۃ مثلا حیث لم یأمر اللہ بہ ولا رسولہ بل لم یصرح بہ ابوحنیفۃ ایضا ولو سلم ان تبعیۃ المجتہد لازمۃ للمقلد فای ضرورۃ فی التزامہ مذھبا واحدا بعینہ بل یجوز لہ ان یعمل بمذھب ثم ینتقل الی آخر (الی ان قال) قلت اما الاول فلان الانسان لایخلو اما ان لم یعمل شیئا من الاشیاء او یعمل والاول باطل لقولہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی ولانہ یحتاج الیہ فی البیع والشراء واللباس والطعام وغیر ذلک وان لم یفعل الصلوۃ والصوم فتعین ان یعمل باعمال ویشتغل بافعال وحینئذ لایخلو اما ان یتمسک بالکتاب والسنۃ وحینئذ لایخلو اما ان یکون لہ قدرۃ علی معرفۃ وجوھہ ومعانیہ وطرقہ واحکامہ اولا والثانی لابد ان یکون تابعا لاحد من الائمۃ فھو المراد والاول اما ان یکون لہ مع ذلک ملکۃ الاستنباط والقدرۃ التامۃ علی استخراج المسائل اولا۔

الاول ھو المجتہد ولا کلام فیہ بل نحن ایضا مقرون بعدم اتباعہ لمجتہد اخر والثانی اما ان یکون تابعا لاحد من الائمۃ فھو المراد اولا یکون تابعا لاحد بل یقول ان عمل علی الاصول التی ھی ثلثۃ ولست بتابع لاحد فنقول لہ ان کون اصول الشرع ثلثۃ انما ھو اول مسألۃ بناہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وایضا لااقل من ان یحتاج فی المسائل القیاسیۃ وفی معرفۃ الناسخ والمنسوخ وفی معرفۃ کون الاجماع قطعیا مقدما علی خبر الواحد وکون العام المخصوص ظنیا وامثالہ من جمیع تقسیمات الکتاب والسنۃ والاجماع واحکامھا اذ ما کل ذلک الا اصطلاحات ابی حنیفۃ فالی ای شیئ یھرب یلزم التبعیۃ ضرورۃ واما الثانی وھو انہ اذا التزم التبعیۃ یجب علیہ ان یدوم علی مذھب التزمہ ولا ینتقل الی مذھب اخر فلان الانتقال یوجب ان یظھر عندہ بطلان المذھب السابق والحال ان اھل کل مذھب یقولون بحقیقۃ المذاھب الاربعۃ فقد وقع فیما ابی۔ علی ان العامی لاوجہ لہ الی الانتقال والعالم غایۃ وجہ انتقالہ ترجیح الادلۃ من جانب المرجوح الیہ وھو موقوف علی ازدیاد الفضیلۃ ونقصانھا فان کل واحد ینصب دلائل علی طبق مذاھبہ والعالم الغیر المجتہد لیس فی قدرتہ ترجیح المذاھب بحسب الدلائل فان ذلک موقوف علی معرفۃ اصطلاحات کل واحد ومعرفۃ الکتاب بتقسیماتہ الاربعۃ وکذا السنۃ مع تقسیماتھا

[1] تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶ مطبع فتح الکریم بمبئی

المختصة بها والاجماع باقسامها الثلثة والاقيسه بشروطها واحكامها واركانها ووقوعها وكل ذلك متعذر فی حق المقلد وحینئذٍ کل ذلک لایعلم ماھو الحق عند اللہ تعالیٰ فالانتقال من مذھب الی مذھب ترجیح بلا مرجح الخ۔

وہابیہ مقلد ہوں یا غیر مقلد ان پر سب سے زیادہ مصیبت کا پہاڑ شاہ ولی اللہ صاحب یا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اقوال ہوتے ہیں افسوس کہ اس وقت میرے پاس شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں موجود نہیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ سے دو فتویٰ ایک متعلق اہانت علم و علماء دوسرا متعلق انکار کتاب فقہ نقل کرتا ہوں۔ "سوال کسے کہ از کتاب فقہ منکر شود از روئے شرع شریف حکم چیست۔ جواب۔ اگر آں شخص منکر شود بجہت آں کہ ایں کتاب از فقہ اہل سنت ست پس آں شخص مبتدع ست چہ انکار آں شخص بجہت عدم اعتقاد بحقیقت آں کتاب ست -------

گو مطابق باحادیث صحیحہ اہل سنت باشد بخلاف انکار شافعی کتاب حنفی را انکارش بجہت ترجیح مذہب خود برمذہب حنفی می باشد نہ بجہت بطلان اصول و فروع حنفیہ" اھ بالاختصار۔ سوال۔ کسے کہ اہانت علم و علماء کند حکم او چیست۔ جواب۔ کسے کہ اہانت علم دین و علماء نماید بجہت آں کہ ایں علم و ایں علماء موجب اختیار باطل و اہانت حق اند و ایں علم محض برائے قضایا وحق تلفی موضوع ست پس آں شخص کافر ست اھ غیر مقلد۔ شاہ صاحب، اپنے امام الطائفہ التالفہ اسمٰعیل دہلوی کے استاذ و پیشوا اس کے دادا کے یہ فتوے دیکھیں اور اپنا حکم سمجھ لیں۔ توفیق الٰہی مساعدت فرمائے تو توبہ کریں۔ واللہ الھادی وھو الموفق للصواب والیہ المرجع فی کل باب۔ تمام آیات و احادیث پر عمل ممکن نہیں کہ ان میں ناسخ بھی ہیں منسوخ بھی اور عمل بالمنسوخ شرعًا ناجائز و حرام۔ ناسخ ہی پر عمل ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم ———

——— الحمد للہ ثم الحمد للہ جواب باحسن وجوہ تمام ہوا۔ اور شفاء العی فی جواب سوال بمبیٔ اس کا نام

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلِیِّ الْاِنْعَامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ وَسَائِرِ الرُّسُلِ الْکِرَامِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَحِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ مَادَامَتِ اللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامِ۔

جواب کا دوسرا رُخ

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ غیر مقلد کو آئینہ دکھائیں گے لہٰذا حسب وعدہ اس کے منھ کے آگے آئینہ رکھتے ہیں اپنی کریہہ صورت اس میں دیکھے مگر دیکھ کر آئینہ پر غصہ نہ کرے اپنی حالت پر تاسف کرے اور

اس بدحالت کو بدلنے کی کوشش کرے۔ واللہ ھو الموفق۔ کیا غیر مقلد اپنی طرح اہل قرآن بننے والوں کو یہ کہنے کی اجازت دے گا کہ "دین کا معاملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہو گیا جب سے علماء نہ صرف علماء بلکہ صحابہ نے طریقۂ نبوی نہ صرف صحابہ بلکہ (خاک بدہن گستاخ) سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طریقۂ قرآنی سے روگردانی کی۔ علماء نے کتب احادیث کے مجادلات اور قیل وقال (جرح وتعدیل صحیح وحسن وضعیف وغریب ومنکر ومقطوع وموضوع وغیرہ وغیرہ اور صحابہ وتابعین اور امام بخاری وغیرہ محدثین کے اختلافات کثیرہ (معاذ اللہ ان جھگڑوں) کو اپنا شیوہ بنا لیا (پناہ خدا) صحابہ اور (خاک بدہن گستاخ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے احکام لگائے۔ معاذ اللہ دین میں اختراع کرنے کا دروازہ کھول دیا۔ پھر (معاذ اللہ) ستم یہ کیا کہ سب مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو یوں حاصل کریں کتب حدیث اور ان کے قیود وشرائط موزبر کاربند ہوں جو انھوں نے اپنی رائے سے قرار دے رکھے ہیں بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے۔ اور کسی طرح نہیں سمجھتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے وہ محض فرض وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کر دیں ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں (غیر مقلدین کتب حدیث کو مقدس مانتے ہیں تو اپنے منہ ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی سطر سطر کو وحی سمجھتے ہیں) اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں علماء نے تقلید کو شیوہ بنا لیا ہے اور اللہ ورسول وصحابہ نے ان کا دروازہ کھول دیا ہے پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں اگرچہ لفظ تقلید سے بھاگتے ہیں اور اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لئے کتاب اللہ کفایت کرتی ہے اس پر زندیقیت اور خروج عن الملۃ کا فتویٰ لگاتے ہیں"۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ جو جواب اہل قرآن بننے والوں کی اس بیہودہ بک بک کا غیر مقلدین، دیں وہی جواب اپنی اس لغو وباطل جھک جھک کا ہماری جانب سے سمجھ لیں۔ فقط۔

مولیٰ عزوجل انھیں توفیق توبہ دے اور ہمیں اور انھیں سب کو راہ حق و ہدایت پر مستقیم رکھے انہ با الاجابۃ جدیر وھو علی کل شیئ قدیر وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم الی الیوم الاخیر۔

مسئلہ ۲۴ - از بدایوں شریف مدرسہ قادریہ مرسلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب سمستی پوری دربھنگوی ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ

زید نے غیر مقلدین کے سوال پر جو کہ احکام فقہیہ کو اختراعات ائمہ بتاتے ہیں اور فقہیات کو کہتے ہیں کہ یہ خدا اور رسول کے حکم نہیں ہیں حلفاً بیان دیا کہ "صرف قرآن و حدیث پر چلنے والا آدمی کامل مسلمان نہیں اور اسلام کی ضروری باتیں قرآن و حدیث میں تفصیلاً نہیں پائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر بالتفصیل تو پائی جاتی ہیں مگر بتمامہ نہیں" زید کے جواب کو علمائے اہل سنت و جماعت صحیح بتاتے ہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ زید نے قرآن و حدیث کو ناقص بتایا اس نے غیر ضروری باتیں اور لغو باتیں قرآن میں ہونا ثابت کیں کتب فقہ کو قرآن و حدیث سے بالاتر مانا صرف قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے کو کامل مسلمان نہ سمجھا قرآن کو تمام ضروری باتوں سے خالی بتایا لہٰذا زید اسلام سے خارج ہوا اس پر مرتدین کے احکام صادر ہونا چاہئے۔ اب مفتیان دین سے عرض ہے آیا کہ زید کا حلف اور علماء کی تصویب صحیح ہے یا عمرو کا قول؟ بینوا توجروا۔

الجواب زید نے جو کہا اس کا مطلب درست ہے بالکل حق و صواب ہے۔ مگر یہ لفظ قلب پر گراں ہے کہ صرف قرآن و حدیث پر چلنے والا کامل مسلمان نہیں۔ غیر مقلد جنھوں نے تکفیر مسلمین کو اپنا فرض اولین سمجھا ہے وہ زید پر کیوں نہ فتوائے کفر وارتداد دیں گے ان کے کفر شرک کی بوچھار سے مسلمانوں میں کون ہے جو بچ رہا ہے تمام امت حضرات صحابہ حضرت سرکار رسالت بلکہ خود حضور پرنور ختمی مرتبت خاتم نبوت علیہ وآلہ وصحبہ افضل الصلاۃ والتحیۃ بلکہ خود اللہ رب العزت جل جلالہ وعم نوالہ۔[۱] حبک الشیئ یعمی ویصم۔ تکفیر کا شوق دیکھئے۔ کیسا اندھا کیا۔ زید کے کون سے حرف سے یہ نکلا کہ قرآن و حدیث میں غیر ضروری لغو باتیں ہیں؟ زید نے کب قرآن کو تمام ضروری باتوں سے خالی بتایا؟ زید نے کب قرآن و حدیث کو ناقص ٹھہرایا؟ زید نے کہاں کتب فقہ کو قرآن و حدیث سے بالاتر مانا؟ اندھوں کو دن میں سورج نظر نہ آئے تو کوئی کیا کرے تفصیلاً اور بالتفصیل جسے نظر نہ آئے اس کی آنکھوں پر غشاوہ نہیں تو کیا ہے؟ زید پر کوئی غیر خلاف

[۱] ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹۹

کا نرا افترا اور کھلا خبیث بہتان ہے۔
مگر ہاں وہ غیر مقلدین جو زید کو یہ کہتے ہیں ان پر ضرور انھیں کے منھ یہ الزام قائم کہ وہ صرف قرآن کو کافی نہیں جانتے قرآن کو ناقص مانتے ہیں حدیث کو قرآن سے بالاتر نہ سہی اس کے برابر مانتے تھیں "حدیث، حدیث قدسی وارشاد نبوی وآثار صحابہ سب کو شامل" غیر مقلدین اپنے اس قول کی بنا پر قرآن میں (معاذ اللہ) غیر ضروری اور لغو باتیں ماننے والے ہوئے قرآن کو تمام ضروری باتوں سے خالی جاننے والے لہذا وہ خود اپنے منھ کافر و مرتد و خارج از اسلام ہوئے۔ زید کو جواب یوں دینا تھا کہ غیر مقلدین سے سوال کرتا کہ تمہارے نزدیک صرف قرآن پر چلنے والا مسلمان ہے یا نہیں جو جواب غیر مقلد اس سوال کا دیتے وہی جواب ہمارے جانب سے اپنے سوال کا سمجھ لیتے۔ غیر مقلدین، امام بخاری، داؤد ظاہری، ابن قیم، ابن تیمیہ، ابن حزم، اور شوکانی کے اقوال پر سر منڈاتے انھیں قرآن و حدیث سے بالاتر جانتے ہیں۔ آدمی اپنے ہی احوال پر کرتا ہے قیاس۔ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ۔ ساون کے اندھوں کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے۔ آئینے میں اپنی ہی شکل دیکھی اور زید پر اپنے عیوب کا الزام لگا کر کافر مرتد خارج از اسلام کہہ ڈالا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاعلی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵ از ہوڑہ کلکتہ مرسلہ محمد رفیق صاحب سردار معرفت مولوی عبد المجید در بھنگی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین وتابعان سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں اگر کوئی شخص کسی کو از روئے تنبیہ یہ کہے کہ شراب پینا اور تاش کھیلنا یعنی جوا کھیلنا بمقابلہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے ہے۔ یعنی جس طرح ماں کے ساتھ انسان زنا کو حرام سمجھتا ہے اسی طرح شراب تاش جوا کھیلنے کو بھی حرام سمجھے اور بچے۔ ایک مرتبہ مولانا کفر توڑ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جملہ کو دوران تقریر میں بیان فرمایا تھا کہ شراب پینا اور تاش یعنی جوا کھیلنا بمقابلہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کے ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس جملے کا کہنے والا خارج از اسلام ہو گیا۔ اب اسے تجدید ایمان کرنا چاہئے۔ آیا یہ قول زید صحیح ہے۔ اگر صحیح نہیں تو کیا یہ شرابیوں اور جواریوں کی اعانت نہ ہوئی۔ کیا یہ شریعت مصطفویہ کے اندر رخنہ اندازی نہیں ہوئی۔ آیا اس جملے کے کہنے پر خارج از اسلام بتانے والا از روئے شریعت مطہرہ کیسا ہے بمدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب واللہ الموفق للصواب۔ زید کا قول غلط ہے کیوں کہ شراب اور جوا اور زنا تینوں کی

حرمت قرآن مجید سے ثابت ہے جس کا منکر کافر ہے۔ لقولہ تعالیٰ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ الآیۃ لہذا حرمت میں یہ دونوں اشیاء مثل ماں سے زنا کرنے کے ہے بلکہ حدیث میں ہے کہ سود کے ستر دروازے ہیں ان میں سب سے آسان یہ ہے کہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے رواہ ابن ماجہ فی سننہ۔ لہذا زید اپنے قول مذکور کی وجہ سے سخت گنہگار ہوا۔ اس کو توبہ کرنا چاہئے۔ حدیث میں ہے ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما۔ اخرجہ البخاری فی صحیحہ ص۹ یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو بے شک ایک ان دونوں میں سے کفر کے ساتھ لوٹتا ہے۔ واللہ اعلم۔

کتبہ السید محمد عمیم الاحسان المجددی البرکتی عفی عنہ

الجواب بے شک سود کا ایک درہم لینا چھتیس زناؤں سے خطیہ میں بڑھ کر ہے۔ بے شک سود لینا اپنے ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ حدیث میں ہے الربوا سبعون حوبا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ ایک حدیث میں ہے الربوا اثنان وسبعون بابا ادناھا مثل اتیان الرجل امہ۔ ایک حدیث میں ہے الربوا ثلاثۃ وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ۔ اور ایک حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ فی الخطیئۃ من ست وثلاثین زنیۃ یزنیہا الرجل اور فرماتے ہیں اھون الربوا کالذی ینکح امہ۔ وان اربی الربا استطالۃ المرء فی ارض اخیہ۔ پہلی حدیث کے نیچے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ تیسیر میں فرماتے ہیں فیہ وما قبلہ ان الربا من اعظم الکبائر قال بعضھم وھی علامۃ علی سوء الخاتمۃ۔ ان حدیثوں سے اس کا ثبوت ہے کہ ربا اعظم الکبائر ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ سوء خاتمہ کی علامت ہے۔ اور شراب بھی زنا سے بدتر ہے۔ وہ ام الخبائث ہے وہ مزیل عقل وحواس ہے زنا مزیل عقل وحواس نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جوئے کی حرمت زنا کی حرمت کی طرح ہے۔ یہ بھی حرام قطعی وہ بھی حرام قطعی۔ زید جھوٹا ہے۔ مسلمانوں کی ناحق تکفیر کرتا ہے اپنے دل سے فتوی گڑھتا ہے مستحق لعنت ملائکہ سموات وارض ہے مبتلائے قہر وغضب الٰہی مستوجب عذاب نامتناہی ہے۔ اس پر توبہ لازم ہے توبہ کرے اور تجدید ایمان ونکاح اگر بی بی رکھتا ہو۔ واللہ الموفق وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶ از بریلی محلہ بھوڑ مرسلہ منصور حسین صاحب۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ یوم جمعہ ۱۳۵۵ھ

ایک شخص کو نماز کی تاکید کی جاتی ہے حالاں کہ ان لوگوں نے اس شخص مذکور کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اب جو اس کو کہا گیا کہ بھائی ہمارے یہاں سب لوگ نماز کو جاتے ہیں آپ بھی مہربانی کر کے اگر نماز کی طرف توجہ کریں تو بہت اچھی بات ہے۔ اس نے اس کے جواب میں کہا کہ ہزاروں نماز کے دولے دیکھے۔ اور ایک مہینہ کے بعد تمہیں بھی سلام کرلیں گے۔ ہمارے چار پانچ بچے ہیں ہم اس کی پرورش کرتے ہیں یہ بھی عبادت ہے اور کہا کہ مجھے معاف کیجئے مجھ سے نماز کی پابندی نہیں ہو سکتی ہے۔ تو ان لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اور لوگ دنیا میں ایسے نہیں۔ جو تم سے زیادہ اولاد زندہ رکھتے ہیں اور باوجود فاقہ کشی کے ہر وقت پنجگانہ نماز ادا کرتے ہیں تو شخص مذکور نے جواب دیا کہ بہت سے لوگ توکل خدا پر مر گئے اور نماز میں کچھ نہیں ملا۔ پھر وہ لوگ خاموش ہو کر چلے آئے۔ اب شرعاً شخص مذکور کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب اس بدنصیب پر توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے اور نماز کا پابند نہ ہو تو اس سے میل جول سلام کلام قطعاً موقوف کر دیا جائے اگر وہ معاذ اللہ بے توبہ کئے مر جائے تو مسلمانوں کی قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ نماز دین کا ستون ہے جو نماز پڑھتا ہے دین کو قائم رکھتا ہے اور جو قصداً ترک کرتا ہے دین کو ڈھا دیتا ہے۔ مسلم و کافر کے درمیان فارق نماز ہے۔ یہ سب حدیث کا ارشاد ہے حدیث میں ہے اَلصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَهَا اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّیْنَ۔ دوسری حدیث[۲] میں ہے اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ تیسری حدیث میں ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ محض ترک صلاۃ پر حدیثوں میں ایسا ارشاد ہوا۔ جو شخص نماز سے انکار کرتا ہے وہ بھی ایسا کہ بہت لوگ توکل خدا پر مر گئے اور نماز میں کچھ نہیں ملا۔ اس بدنصیب پر اشد غضب الٰہی ٹوٹتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اس بدنصیب کو نماز سے کچھ نہ ملتا نظر آیا مگر قرآن و حدیث سے پوچھو کہ نماز سے لااقل اتنا تو نقد وقت ہوتا ہے کہ نماز بے حیائیوں اور ناجائز باتوں سے روکتی اور دین کو استوار رکھتی مسلم و کافر میں فرق کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر اس بدنصیب کے نزدیک اور کیا ہے جسے کہتا ہے کہ نماز سے کچھ نہ ملا اندھے کو آفتاب نہ سوجھے تو کوئی کیا کرے۔ اس کا یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھا کہے مجھے آفتاب سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ وہ فائدہ اسی کو سمجھتا ہے کہ اسے نظر آئے۔ جو نظر نہ آئے وہ اس کے نزدیک فائدہ ہی نہیں۔ یا دنیا ملنے کے لئے نماز پڑھتا ہے اگر نماز پڑھنے سے دنیا ملتی نظر آتی۔ مگر اندھے کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ برکت کوئی ایسی چیز نہیں جسے آنکھوں سے دیکھ سکے نماز پڑھنے سے ضرور برکات دنیا بھی ملتے

[۲] مسلم، مشکوٰۃ صـ۵۸

ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲ بریلی بڑا بازار مرسلہ فضل الرحمٰن صاحب۔ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ متصل مسجد سنیچر شاہ

زید کہتا ہے کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہئے اس کا مقصد کیا ہے کیا مسلمان اپنے آپس میں بر سبیل تذکرہ کسی کافر کو کافر نہ کہیں یا اس کے سامنے اس کو کافر نہ کہیں جیسا حکم ہو مطلع فرمایا جائے۔ دیگر عرض یہ ہے کہ وہ کون کون سے مشہور مذہب ہیں جن کے افراد کو کافر سمجھا جاتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب زید غلط و باطل کہتا ہے اس پر توبہ لازم ہے کافر کو کافر ہی سمجھا جائے گا۔ کافر ہی کہا جائے گا۔ مسلمانوں کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ ایک غلط بات جاہلوں کی زبان زد ہے۔ "کافر کو کافر اس لئے نہ کہا جائے کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں کیا معلوم کہ وہ آخر میں مسلمان ہو جائے" احمق یہ نہیں سمجھتے کہ کافر کو کافر اس وقت اس کے کفر کے سبب کہا جاتا ہے جب وہ مسلمان ہو جائے گا اسے اس وقت کافر نہ کہا جائے گا۔ یوں تو کسی مسلمان کو بھی مسلمان نہ کہیں گے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں کیا معلوم معاذاللہ کسی مسلمان کہلانے والے کا خاتمہ کفر پر ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ وہ لوگ بکا کرتے ہیں جو اپنا مذہب صلح کل رکھتے ہیں۔ گائے کا گوشت کھانے والے، مسلمانوں کا سا نام رکھنے والے، بعضے کام مسلمانوں کے کرنے والے، ظاہر میں مسلمان بننے والے، چھپے منافق کیسے ہی کفریات بکیں "انھیں مسلمان ہی سمجھو مسلمان ہی کہو کافر کو بھی کافر نہ کہنا چاہئے یہ تو مسلمان کہلاتے ہیں" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ ان کی نئی شریعت ہے۔ شریعت پاک تو کافر کو کافر ہی کہنے کا حکم فرماتی ہے۔ وہ منافق جو حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے حضور حاضر رہتے نمازیں روزے ہی نہیں رکھتے تھے حضور کے ساتھ جہاد بھی کرتے تھے۔ کافروں سے قتال کرتے تھے۔ اللہ عزوجل نے ان کا پردہ چاک فرما دیا۔ قرآن نے ان خبثار کو کافر فرمایا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی مسجد پاک سے ایک ایک کو نکال دیا۔ یہ فرما کر اخرج فانک منافق۔ ایک منافق نے آپس میں کہا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر دیتے ہیں کہ فلاں کی گم گشتہ ناقہ فلاں وادی میں ہے انھیں غیب کی کیا خبر وما یدریہ بالغیب اللہ عزوجل نے اپنے حبیب و محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کی خبر دے دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں گے تو کذاب مکر جائیں گے جھوٹے بہانے بنائیں گے

۱ سورۂ توبہ آیت ۶۵

کہ ہم تو یوں ہی ہنسی دل لگی آپس میں کھیل کررہے تھے۔ ان کی اس بکواس کا جواب بھی قرآن عظیم نے فرمادیا لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ "تم فرمادو جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے (دعویٰ) ایمان کے بعد دین اسلام کے علاوہ جوادیان ہیں سب کفر ہیں اور اسلام کے مدعیوں میں جو جو ضروریات دین سے کسی بات کے منکر ہیں وہ سب کافر ہیں جیسے قادیانی، دیوبندی، وہابی، رافضی، بابی، نیچری وغیرہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ از شہر محلہ قلعہ مسئولہ امجد علی صاحب معرفت مختار احمد صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام۔ بریلی ۴ رجب ۱۳۵۶ھ

ایک شخص مسمی سید احمد ذوقی جو اپنے آپ کو خلیفہ وارث حسین کوٹرا جہان آبادی کا کہتا ہے۔ اور وارث حسین اپنے آپ کو رشید احمد گنگوہی کا خلیفہ کہتا ہے اور ذوقی اس وقت تک مہمان ہے اور زردہ پلاؤ قورمہ۔ طرح طرح کا کھانا کھانے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید مسمیٰ ابوالقاسم جو بریلی شہر کہنہ محلہ کبدز میں رہتا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ بتاتا ہے۔ اور اپنی خانقاہ کو مسجد سے بہتر بتاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ حضور پرنور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تو بہت کمزور ہوگیا تجھ کو نماز معاف ہے۔ ہر سال قوالی مزامیر کے ساتھ عرس میں کراتا ہے اور خود سنتا اور لوگوں کو سنواتا ہے۔ ذوقی نے مع چند دوستوں کے ابوالقاسم کے یہاں جاکر مزامیر کے ساتھ قوالی سنی اور ذوقی کو ابوالقاسم نے نہایت تعظیم وتکریم سے لیا۔ اور اپنی مسند ذوقی کے لئے چھوڑ دی اور اس پر اس کو بٹھایا اور مجلس سماع گرم ہوئی۔ اور خوب گانا سنا۔ جو لوگ ایسے شخص کی تعظیم کریں اور اس کے مرید ہوئے یا ابوالقاسم کے مرید ہوئے ایسے لوگوں سے بیعت ہونا چاہئے؟ یا ان کی تعظیم کرنا اور ان کو پیر بنانا مرید ہونا بموجب شریعت مطہرہ کے جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟ اور جن لوگوں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور سماع سنا ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یا صاحبزادہ مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے یا مولوی مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب نے ان کو یعنی ابوالقاسم کو خلیفہ کیا ہے اور مرید کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں؟ برائے خدا جواب باصواب سے مع مہر اور دستخط کے مشرف فرمائیے اور سیدھے لوگوں نادانوں اور بھولی بھیڑوں کو گمراہی سے بچائیے۔ بینوا توجروا۔

ــــــــ

۱؎ سورۂ توبہ آیت ۶۶

الجواب گنگوہی کی نسبت علمائے کرام حرمین طیبین کا فتویٰ مدت سے شائع ہے۔ بے شک گنگوہی اپنے ان کفریات قطعیہ کے سبب ایسا ہے کہ جو اس کے ان اخبث اشنع کفروں یا ان میں سے کسی ایک ہی پر مطلع ہو کر اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی کافر۔ نہ کہ اسے پیر و پیشوا امام و مقتدا ماننے والا۔ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ وہ محض بے خبر ہے اسے آج تک اس کے ایسے اشنع حال کی اطلاع نہ ہوئی۔ نادانستہ وہ اس کے سلسلہ میں منسلک ہو گیا۔ تو آج گنگوہی کے کفریات اس پر پیش کئے جائیں اگر انھیں دیکھ کر وہ بے تأمل اسے کافر مان لے اور اس سے بیزاری کا اظہار کر دے اور اس بیعت کو اب بیعت نہ مانے جب تو یہ سمجھا جائے کہ واقعی یہ شخص بے خبر تھا۔ اور اگر اب مطلع ہو کر بھی اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے تو وہ اسی کی رسی میں گرفتار ہے۔

ابو القاسم نہ ابن القاسم نہ قاسم اس نام کا کوئی شخص اعلیحضرت کا خلیفہ نہیں۔ اس سے اس کی کیا شکایت کہ وہ اپنی خانقاہ کو مسجد سے بہتر بتاتا ہے جب وہ اپنے لئے نمازہی کو معاف جانتا ہے۔ ما علیٰ مثلہ یعد الخطاء جب کہ اس کی عقل کا دیا اس کی کھوپڑی میں ٹمٹما رہا ہے المعتمد المستند[1] میں اعلیحضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں المتصوفة المتصلفة المبطلة المتكلفة القائلة بالاتحاد والحلول وسقوط التكاليف عن العارفين مع بقاء العقول بمعنى انهم اذا وصلوا حلوا ان يؤمروا بشيئ او ينهوا عنه فيحل الله لهم الحرام ويسقط عنهم الفرائض وترى بعضهم يستخف بالشريعة الغراء جهارا ويقول الشرع طريق فمن وصل فماله وللطريق ويقول صلوٰة الزاهد بين الركوع والسجود وانما صلاتنا ترك الوجود يتمسك به على تهاونه بالصلوٰة وتركه الجمع والجماعات (الٰى قوله) بالجملة هؤلاء كفار ومرتدون وخارجون عن الاسلام باجماع المسلمين وقد قال فى البزازية والدرر والغرر والفتاوىٰ الخيرية ومجمع الانهر والدر المختار وغيرها من معتمدات الاسفار فى مثل هؤلاء الكفار من شك فى كفره وعذابه فقد كفر اھ"

رد المحتار[2] میں علامہ شامی قدس سرہٗ السامی رسالہ ابن کمال وامام غزالی کی کتاب التفرقة بين الاسلام والزندقة سے نقل فرماتے ہیں ومن جنس ذلك ما يدعيه بعض من يدعى التصوف انه بلغ حالة بينه وبين الله تعالىٰ اسقطت عنه الصلوٰة (الى قوله) فهذا مما لا شك فى وجوب قتله اذ ضرره فى الدين اعظم وينفتح به باب من الاباحة لا ينسد وضرر هذا فوق ضرر من يقول بالاباحة مطلقا فانه يمتنع عن الاصغاء اليه لظهور كفره اما هذا فيزعم انه لم يرتكب الا تخصيص عموم

[1] ص۲۴۸ مطبوعہ استانبول [2] رد المحتار جلد سوم ص۳۲۵ مطبوعہ کوئٹہ

التکلیف بمن لیس لہ مثل درجتہ فی الدین ویتداعی ھذا الی ان یدعی کل فاسق مثل حالہ
اھ ملخصًا۔

فتاوی بزازیہ[1] میں ہے لا اصلی اذ لاتجب علی اولم او مربہا یکفر۔ اسی میں ہے دلت المسألۃ ان تہاون الصلوٰۃ والترک مستحقا کفر۔ شفا شریف اور اس کی شرح ملا علی قاری میں ہے کل مقالۃ صرحت بنفی الربوبیۃ او الوحدانیۃ او عبادۃ احد غیر اللہ او مع اللہ فہی کفر کمقالۃ الدھریۃ (الی قولہ) وکذالک من ادعی مجالسۃ اللہ والعروج الیہ ومکالمتہ او حلولہ فی بعض الاشخاص کقول بعض المتصوفۃ ای المتشبہۃ بالصوفیۃ من الحلولیۃ والوجودیۃ والاتحادیۃ زعموا ان السالک اذا امعن فی سلوکہ وخاض فی لجۃ وصولہ واستغرق فی بحر حضورہ فربما حل فیہ سبحانہ وتعالیٰ کالنار فی الفحم فیرتفع الامر والنہی الخ۔ سرکی میں ہے اجمع المسلمون علی کفر بعض غلاۃ المتصوفۃ الزاعمین انہم وصلوا الی اللہ فرفع عنہم التکلیف قال الدلجی وقد ادرکت بعضا منہم یقول اسقط اللہ عنی التکلیف فاستباح فطر رمضان والخلوۃ بالاجنبیات من النساء ونحو ذالک۔

اس کا یہ قول کفر صریح ہے۔ اور حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمداً افترا قبیح یہ یوں بھی کفر ہے۔ اور فرضیت نماز کا انکار ہے یوں بھی۔ اس قائل کے کافر و مستحق عذاب نار ہونے میں کیا شک ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایسے سے قوالی مع مزامیر کرانے سننے سنانے یا کسی حرام کے ارتکاب کی کیا شکایت۔ بدمذہب کی تعظیم بھی حرام ہے۔ جو لوگ ایسوں سے بیعت ہوتے ہیں وہ شیطان کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ جب تک ایسے لوگ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے میل جول موقوف رکھیں۔ واللہ الہادی وہو الموفق وہو تعالیٰ اعلم۔ اس فقیر نے ہرگز ابو القاسم کو نہ ابن القاسم نہ قاسم اس نام کے کسی شخص کو آج تک خلافت نہیں دی اور اگر کسی نے بحالت اسلام ایسے کو خلیفہ کیا بھی ہو تو وہ بیعت ہی نہ رہی خلافت کیسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹ از بریلی محلہ صالح نگر مسئولہ کفایت حسین صاحب رضوی۔ یکم شعبان ۱۳۵۶ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ چند نام جیسے عبد القادر عبد القدیر عبد الرزاق ان میں عبد لفظ عبد ال چھوڑ کر نام لینا کیسا ہے عمرو کہتا ہے کہ انسان کو صرف ایسے نام بغیر عبد ال ملائے پکارنا کفر ہے لہذا حق کیا ہے؟

الجواب ایسے ناموں سے لفظ عبد کا حذف بہت برا ہے۔ اور کبھی ناجائز و گناہ ہوتا ہے اور کبھی

[1] بزازیہ مع عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ بیروت

سرحد کفر تک بھی پہونچتا ہے قادر کا اطلاق تو غیر پر جائز ہے۔ اس صورت میں عبد القادر کو قادر کہہ کے پکارنا برا ہے۔ مگر قدیر کا اطلاق غیر خدا پر ناجائز۔ کما فی البیضاوی اور اگر کسی کا نام عبد القدوس عبد الرحمٰن عبد القیوم ہے تو اسے قدوس رحمٰن قیوم کہنا ایسا ہی ہے جیسے اسے جس کا نام عبد اللہ ہو اللہ کہنا بہت سخت بات ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ جس کا نام عبد القادر ہو اسے بھی عبد القادر ہی کہا جائے جس کا عبد القدیر اسے عبد القدیر ہی کہنا ضروری ہے۔ عبد الرزاق کو عبد الرزاق عبد المقتدر کو عبد المقتدر۔ غیر پر اطلاق قدیر و مقتدر میں علماء کا اختلاف ہے کما فی غایۃ القاضی حاشیہ شرح البیضاوی۔ عبد القدوس کو عبد القدوس عبد الرحمٰن کو عبد الرحمٰن عبد القیوم کو عبد القیوم عبد اللہ کو عبد اللہ ہی کہنا فرض۔ یہاں عبد کا حذف اشد درجہ حرام و کفر ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فتاویٰ ظہیریہ پھر شرح فقہ اکبر[1] میں فرمایا من قال لمخلوق یا قدوس او القیوم او الرحمٰن کفر۔ اھ مختصراً بلکہ یہاں تک ظہیریہ میں فرمایا گیا کہ او قال اسما من اسماء الخالق کفر۔ فتاویٰ ظہیریہ کی اس عبارت کی بنا پر بظاہر عبد القادر کو قادر کہنا بھی کفر ٹھہرے گا مگر اس صورت میں کہ اس کی مراد معنی لغوی ہوں اور وہ کہاں ہوتے ہیں۔ شرح فقہ اکبر میں وھو یفید انہ من قال لمخلوق یا عزیز و نحوہ یکفر ایضا الا ان اراد بھا المعنی اللغوی لا الخصوص الاسمی۔

مگر بات یہی ہے کہ بعض اسماء الٰہیہ جو اللہ عزوجل کے لئے مخصوص ہیں جیسے اللہ قدوس رحمٰن قیوم وغیرہ انھیں کا اطلاق غیر پر کفر ہے ان اسماء کا نہیں جو اس کے ساتھ مخصوص نہیں جیسے عزیز رحیم کریم عظیم علیم حی وغیرہ۔ بعض وہ ہیں جن کا اطلاق مختلف فیہ ہے۔ جیسے قدیر مقتدر وغیرہ۔ اسی لئے اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے شرح فقہ اکبر کی اس عبارت پر اپنے حاشیہ میں فرمایا اقول لیس من ھذہ الافادۃ فی شیئ وانما اراد باسماء الخالق الاسماء المختصۃ بہ۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے ارشاد کی تائید مجمع الانہر کی یہ عبارت فرمائی ہے۔ اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر نیز حدیقہ ندیہ میں ہے واعلم ان التسمی بھذا الاسم حرام وکذا التسمی باسماء اللہ تعالیٰ المختصۃ بہ کالرحمٰن والقدوس والمھیمن وخالق الخلق ونحوھا۔ وکذا فی الشرح النووی علی صحیح مسلم عمرو جو علی الاطلاق حکم کفر کرتا ہے وہ صحیح نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ از کوہ مری ضلع راولپنڈی پنجاب بازار کلاں متصل ہوٹل عجیب خاں۔ مرسلہ جناب عبد الرحمٰن صاحب۔ رجب ۱۳۵۶ھ

[1] شرح فقہ اکبر ص۲۳۸

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں (۱) خاکسار تحریک جو کہ تقریباً ہر شہر و قصبہ اور گاؤں میں ہے اور تقریباً ڈھائی لاکھ مسلمان اس میں شریک ہیں عقیدے سے کوئی بحث نہیں جو سب مسلمانوں کے عقیدے خواہ کیسے ہی ہیں اس میں شامل ہوگئے ہیں اس کے بانی یعنی عنایت خاں المشرقی نے جو کتاب "تذکرہ" لکھی ہے اس کی وجہ سے سب کو کافر کہنے والا حق بجانب ہے یا نہیں۔ اعتقاد صحیحہ کے بیان اور عمل کرنے کے باوجود پھر بھی زبردستی مرتد اور کافر کہنا کہاں تک درست ہے۔ والسلام مع الاکرام

(۲) جس شخص کا یہ بیان ہے کہ میرا عقیدہ صحیح مطابق شریعت غرا کے ہے پنج ارکان اسلام دیگر اصول کو مانتا ہوں اور فی المقدور عمل بھی کرتا ہوں کسی رنج کی بنا پر اس کو کفر کا فتوی دینا کیسا ہے؟

(۳) کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے کہ ملزم کی غیر حاضری اور اس کے بیانات لئے بغیر اس کے خبر کے بغیر اس کو مرتد قرار دیا جائے مرتد کہنے والا کون اور کس گناہ کا مرتکب ہے؟

الجواب (۱) خاکسار تحریک کیا ہے میں نہیں جانتا۔ تذکرہ میں اگر کوئی بات کفر کی ہے تو وہ کفر ہے پھر کفر لزومی ہے یا التزامی۔ اگر کفر التزامی ہے تو جو اس پر مطلع ہو کر کتاب جس کی ہے اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا کافر ہو جائے گا۔ جیسے قادیانی کہ نبوت کا مدعی تھا اور توہین و تنقیص حکام وانبیاء کا مرتکب۔ اس کے مریدین سب کافر مرتدین ہیں کہ اسے بعض نبی جانتے ہیں اور بعض مجدد مانتے ہیں۔ باوجودے کہ اس کی اس گندگی پر مطلع ہیں۔ خاکسار تحریک میں جو لوگ شامل ہوں اگر سب اس تذکرہ کے اس کفر پر مطلع ہیں جو التزامی ہے اور پھر اس تذکرہ والے کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک بھی کرتے ہوں تو خود اس کی طرح کافر ٹھہریں گے۔ اور اگر سب مطلع نہیں تو جو مطلع ہو کر اسے اپنا مقتدا جانے گا بلکہ اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں تردد بھی کرے گا کافر ہو جائے گا۔

خاکسار تحریک میں ہر قسم کے لوگ اگر شامل ہیں تو لااقل گنہگار تو ہیں کہ بدمذہبوں سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا ناروا ان سے سلام و کلام ممنوع۔ قال تعالیٰ وَاِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞ اگر کوئی ایسی بات نہیں ہے جو مسلمان اس میں شریک ہیں وہ کسی کفر کے نہ مرتکب ہیں نہ کسی کو اس کے کفر التزامی کے باوجود جو محل تاویل ہی نہیں یا اس کے ایسے کفر پر جو معلوم ہو کر اس نے کفر ہی کے لئے یہ قول کیا اسے مسلمان سمجھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو کافر کہنے والا جو بطور سب و شتم نہ کہتا ہو بلکہ ان کے کفر کا معتقد ہو ان کی تکفیر کو حکم شرع جانتا ہو خود بحکم حدیث

کافر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اس کی تکفیر کی جائے تو جو شخص بے وجہ اس کی تکفیر کرتا ہے وہ تکفیر بحکم حدیث خود اس کی ناحق تکفیر کرنے والے پر لوٹتی ہے اور اگر بطور سب وشتم کہتا ہے جب بھی سخت گنہگار مستحق نار حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر اس شخص کا کفر وارتداد بروجہ مقبول شرعی ثابت ہوگیا ہو اس کا کلام ناقابل تاویل ہو تو اسے کافر مرتد بے اس کا بیان لئے کہا جائے گا۔ اور اگر قول پہلودار ہو تو اس سے پوچھا جائے گا یہ کہنا بشرط صدور قول یا فعل ہوگا کہ وہ قول یا فعل اس سے صادر ہوا ہے تو حکم یہ ہے۔ رہا حکم قاضی تو قضا علی الغائب جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲ از دہلی سرائے توپ خانہ مرسلہ مولوی محمود حسن صاحب ۲۷ رشوال ۵۶ھ

میاں بیوی کی ناچاقی بہت تھی لیکن قصور اس میں خاوند کا تھا وہ قصور یہ تھا کہ ایک بچے کو اس کی ماں سے جو شیرخوار تھا لے گیا اور اس کا پتہ نہیں دیا ان لوگوں نے رپٹ درج کرادی تب بھی وہ لڑکے کو نہیں لایا اس معاملہ کے اندر اس قدر نا اتفاقی ہوئی کہ لڑکی نے دعوی دائر کردیا اور اس کے بعد جب وہ کچہری میں حاضر نہ ہوا تو لڑکی نے کچہری میں اپنے آریہ ہونے کی درخواست دی۔ درخواست کچہری سے منظور ہوئی اور حکم صادر ہوا کہ تم کو اپنے فعل کا اختیار ہے اب اسی مضمون پر اگر اس شخص نے اس کو طلاق دے دی آریہ وہ نہ ہوئی بلکہ مسلمان ہی رہی اور اب تک ہے۔ اب اس صورت میں طلاق اس کو جائز ہوئی یا نہیں ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق کیا حکم ہے؟

الجواب عورت اپنی اس درخواست کی بنا پر اسلام سے خارج ہوگئی اس پر توبہ وتجدید ایمان فرض ہے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرمایا من اضمر الکفر او ھم بہ فھو کافر ومن کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر ولاینفعہ ما فی قلبہ لان الکافر یعرف بما ینطق بہ بالکفر فاذا نطق بالکفر کان کافرا عندنا وعند اللہ تعالیٰ اسی میں ہے اذا عزم بالکفر بعد حین یکفر فی الحال لزوال التصدیق المستمر عالمگیریہ وغیرہا میں ہے القلم احدی اللسانین جب تک وہ تجدید ایمان نہ کرے اس کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا لانھا مرتدۃ[عہ] ولایجوز نکاح المرتد والمرتدۃ مع احد۔ کما صرح بہ فی العالمگیریۃ وغیرھا۔

عہ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صـ ۲۸۲ مطبوعہ بیروت

اس بارے میں کہ عورت کے کفر سے نکاح پر کیا اثر ہوتا ہے، تین روایتیں ہیں۔ ایک ظاہر الروایۃ کہ فسخ عاجل ہوتا ہے۔ مگروہ توبہ و تجدید ایمان و شوہر ہی سے تجدید نکاح با قل مہر پر مجبور کی جائے گی راضی ہو یا ناراض۔ دوسری روایت نوادر، اس میں بھی فسخ عاجل ہے۔ اور یہ کہ عورت باندی ٹھہرے گی تیسری روایت یہ ہے کہ عورت کی ردت سے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ بدستور اس کی بی بی رہتی ہے۔ تجدید ایمان کرائی جائے گی۔ قال تعالیٰ بیدہ عقدۃ النکاح۔ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ حسّا لباب الفتنۃ فسخ نکاح و بینونت کا حکم نہ ہوگا۔

آج اسی روایت پر فتویٰ ہمارے نزدیک واجب اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق بازغ اور تینوں روایتوں میں صورت تطبیق ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ پہلی دوسری روایت جن میں حکم فسخ نکاح ہے ان پر بھی اگر فتویٰ ہو تو بھی اس طلاق کے وقوع کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت کے اندر ہو۔ مجمع الانہر میں ہے۔ ان النکاح لما انفسخ بالردۃ کانت المرأۃ معتدۃ فان طلقھا یقع اور جب کہ تیسری روایت ماخوذ ہوئی تو ظاہر ہے کہ طلاق ہوگئی اگرچہ کتنے ہی زمانہ کے بعد دی ہو کہ جب فسخ ہی نہ ہوا تو عدت کیسی؟ برجندی میں ہے قال الفقیہ ابو القاسم الصفار والفقیہ ابو جعفر و بعض ائمۃ سمرقند ان ردۃ المرأۃ لا یوجب البینونۃ الخ خانیہ میں فرمایا منکوحۃ ارتدت والعیاذ باللہ تعالیٰ حکی عن ابی نصر و ابی القاسم الصفار انھما قال لا یقع الفرقۃ بینھما حتی لا تصل الی مقصودھا الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ از رام پور محلہ گھیر میاں ضیاء النبی صاحب مسئولہ سید محمد عبد اللہ شاہ صاحب بتاریخ ۲ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

سر زمین ہند میں ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ جو یہ کہتا ہے ہندوستانیوں کو اب مذہب سے آزاد ہو جانا چاہئے خواہ کوئی سا مذہب رکھتے ہوں۔ ان کا خیال ہے کہ مذہب ہی بنی نوع انسان میں جھگڑوں اور تباہی کا باعث ہے۔ حالاں کہ اس گروہ میں جس قدر ہنود ہیں وہ اپنی قدیمی مذہب کے بقا اور قیام اور ترقی کی بیش از بیش کوشش کر رہے ہیں اور ان کو اپنے قرون سابقہ کی معراج تک پہونچانا چاہتے ہیں۔ اس گروہ کا یہ بھی خیال ہے کہ زمینداری کو رفتہ رفتہ یا یک قلم منسوخ کر دیا جائے اور جائدادوں پر کاشت کاران یا گورنمنٹ کا غاصبانہ قبضہ کرا دیا جائے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ سرمایہ داروں کا روپیہ ضبط کر لیا جائے اگر ان کا روپیہ کسی مقروض پر آتا ہے تو قرض کو اصل اور سود سے منسوخ کر دیا جائے اس گروہ کا یہ بھی خیال ہے کہ موجودہ

عہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۷، عہ خانیہ مع عالمگیری جلد اول ص۳۴۶ مطبوعہ بیروت

نظام تمدن کو چاہے وہ کسی قوم و فرقہ کا ہو اس طور پر جبراً و کلیۃً درہم برہم کیا جائے کہ انقلاب پیدا ہو کر موجودہ نظام حکومت فنا ہو جائے۔

حالاں کہ اس گروہ کے دوش بدوش اور اس سے اشتراک عمل کرتا ہوا ہنود کا وہ گروہ بھی شامل ہے جو اس انقلاب سے فائدہ اٹھا کر قدیم تمدن ہنود کو مع اپنے تمام بت پرستانہ واوہام پرستانہ ذہنیت کو قائم کر دینا چاہتا ہے یہاں تک کہ گوشت خور قوم کو اپنے شعار قومی سے ترغیباً یا جبراً باز رکھنا چاہتا ہے اور گائے کو دیوتا کے تخت پر دوبارہ بٹھانا چاہتا ہے ان تحریکات کے کچھ ممد و معاون وہ لوگ ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے چلے آرہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس سے مسلمان کے مذہب اور تمدن یا معاشرت کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ گروہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ اشتراک عمل کی پیہم دعوت دے رہا ہے مگر مسلمین کا سواد اعظم ان تحریکات کے سخت خلاف ہے اور اپنے آپ کو ان کے مقابلہ کے واسطے منظم کر رہا ہے مگر اول الذکر قلیل گروہ مسلمین کا اس سواد اعظم کو ملک اور انسانیت اور ترقی کا دشمن بنا رہا ہے شرعی ارشادات ان مسائل پر کیا ہیں اور مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب دہریوں اور اباحیوں کا وجود آج نہیں عرصہ دراز سے ہے۔ یہ لوگ ابلیس کے ایجنٹ شیطان کے وکیل، شیطنیت کے پروپیگنڈہ کرنے والے ہیں۔ انھیں اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی علاقہ نہیں۔ جیسے ان کے پیر و استاد ابلیس لعین کو ان بدعقلوں نے خطوات شیاطین کا اتباع کیا۔ ابلیس کے نقش قدم پر چلے تو دین و دیانت ہی کو پیٹھ نہ دی بلکہ عقل کو بھی۔ حیا و شرم و غیرت کو بھی۔ واقعات، محسوسات، مشاہدات جن سے روز روشن کی طرح روشن کہ دین و مذہب کے اتباع ہی سے دینی دنیوی ہر قسم کی ترقیاں ہوتی ہیں۔ اور جس قوم نے دین حق کی پیروی سے روگردانی کی ہے وہ ہی قعر مذلت میں گری اور حضیض تنزل میں پڑی ہے سے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؎ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ۔

یہ تماشائی آنکھیں رکھنے والے حقیقۃً حقیق بینائی سے محروم، دل کے اندھے، اس پاگل اندھے کی طرح ہیں جو خاص دوپہر کو جب کہ آفتاب بروجہ کمال روشن و آشکارا ہو آفتاب کے وجود کا انکار کرے نابینائی کے سبب اسے دیکھ نہ سکے۔ اور پاگل پن کی وجہ سے کسی اور طرح بھی اس کے وجود کو محسوس نہ کر سکے۔ جیسے اس پاگل اندھے کے احساسات باطل ہو گئے۔ جو آفتاب کے وجود سے انکار کرے

یوں ہی ان نابیناؤں کے احساسات باطل ہیں جو ایسا بکتے ہیں۔ آج مسلمان کروروں ہیں اور آج سے تیرہ سو برس پہلے کتنے تھے؟ ان نابیناؤں کی آنکھیں چیر کر ان کے کان کھول کر تاریخ ہی کے اوراق دکھاؤ سناؤ۔ جب تک مسلمان دین حق کی بروجہ کمال پیروی تعمیل احکام کرتے رہے روز افزوں دن دونی رات چوگنی ترقیات کرتے رہے۔ دین حق کی پیروی سے اس معراج ترقی پر پہونچے جہاں تک کوئی قوم نہ پہونچی۔ مسلمانوں کے خون کے پیاسے مسلمان کی جان و مال عزت و آبرو سب کے دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے آئے۔ اور آج تک برابر مان رہے ہیں والفضل ما شهدت به الاعداء۔

جب سے مسلمانوں میں سستی آئی احکام دین حق پر عمل میں تکاسل پیدا ہوا جب ہی سے ان کی ترقیاں بند ہوئیں نہ صرف یہ بلکہ روز بروز انحطاط و تنزل ہو رہا ہے جتنی جتنی مذہب سے دوری ہوتی جا رہی ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے وہ قوم جو جاہلیت میں جہالت کا پیکر تھی وحشت کا مجسمہ آن کی آن میں ایسی مہذب ہوئی کہ ہادی و مہذب بن گئی۔ ساری دنیا میں جس کی تہذیب کا ڈنکا بج گیا۔ بحر و بر میں جس کی اعلمیت کا سکہ بیٹھ گیا۔ وہ قوم جو کنگال بھی لوٹ مار اور طرح طرح کے ظلم و جفا کی خوگر، جوڑا کو بھی اور سلطنت کی دشمن۔ انھیں دہریوں اور اباحیوں کی طرح سلطنت سے دیکھتے دیکھتے دنیا بھر کی بادشاہت ان کے قدموں پر نثار ہوئی اور اس کے پاؤں چومنے لگی۔ اس قوم کی خلافت سلطنت سے بہت اعلیٰ چیز ٹھہری جس سے وہ قوم نہ صرف بادشاہ بلکہ شہنشاہ تاج بخش بادشاہوں کی ہوئی۔

اس موضوع پر کچھ زیادہ لکھنے کی حاجت بھی نہیں اور فقیر کو فرصت بھی نہیں۔ جو لوگ مسلمان نام رکھ کر اس دہریت اور اس اباحیت کے حامی ہیں وہ محض نام کے مسلمان ہیں در حقیقت دہریہ اباحیہ ہیں اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں مسلمان محض ان کے اسلامی ناموں کی بنا پر مسلمان نہ سمجھیں محض نام یا گائے کا گوشت کھانا مسلمان نہیں بناتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس ملعون تحریک سے مذہب کا کچھ نقصان نہیں وہ اس پاگل کی طرح ہیں جو قلعہ کی در و دیوار ڈھاتا جاتا ہے اور بکتا جاتا ہے کہ اس سے قلعہ کو کوئی نقصان نہیں۔ حدود الہیہ کو توڑ و دائرۂ دین کو مٹاؤ اور بکے جاؤ کہ اس سے دین و مذہب کو خطرہ نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ان ہی دہریوں اباحیوں کی جماعت کا نام آج کل بولشویک ہے۔ جو اس بولشویک تحریک کا حامی ہے اس سے اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲ از پورنیہ علاقہ بانسی مرسلہ مولوی محمد غیاث الدین صاحب موجبی مدرس مدرسہ قمر گنج۔

کیا فرماتے ہیں علمائے ملت مسائل ذیل کی نسبت؟

(۱) ہنود کا وہ مشرکانہ میلہ جو بتوں کی پرستش کے لئے ہوا کرتا ہے جیسے دسہرہ، جنم اشٹمی، درگا پوجا، کالی پوجا وغیرہم جس میں مراسم کفریہ وشرکیہ کے علاوہ ہر قسم کے ناچ تماشے اور دیگر لہو ولعب ہوتے ہیں۔ اور رنڈیاں بھی منگائی جاتی ہیں ان میلوں میں اکثر ضرورت وغیر ضرورت کی اشیاء ملتی ہیں اور ان میلوں کی زینت زیادہ تر مسلمانوں ہی سے ہوتی ہے چوں کہ یہی زیادہ تر خریدار وتماشہ میں ہوتے ہیں ان میں بیشتر دوکانیں ہنود ہی کی ہوتی ہیں۔ ایسے میلوں میں مسلمانوں کا بحیثیت تماشائی یا بغرض خرید وفروخت شریک ہونا کیسا ہے؟

(۲) بعض جاہلوں کا یہ طریقہ کہ ایام دسہرہ میں نئی دلہن کے لئے اس کے مناسب حال چیزیں مٹھائیاں خرید کر سسرال بھیجنا نیز سسرال والوں کا یہ فعل کہ اشٹمی دسہرہ منانے کی غرض سے توشہ کو نذرانہ دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

(۳) دسہرہ وغیرہ کا میلہ بلا ضرورت بطور رسم جانا اور میلہ سے بطور تحفہ چیزیں خرید کر لانا و نیز مٹھائیاں وغیرہ خرید کر بطور ہدیہ احباب کے یہاں بھیجنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ایسے میلوں میں بحیثیت تماشائی جانا حرام حرام حرام اشد حرام بہت اخبث نہایت ہی اشنع کام بحکم فقہائے کرام معاذ اللہ کفر انجام ہے۔ حدیث کا ارشاد ہے من کثر سواد قوم فھو منھم۔ خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر وعلی قیاس مسئلۃ السدۃ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فی مایفعلونہ فی ذلک الیوم۔ اسی میں ہے کذلک الخروج فی لیلۃ التی یلعب فیھا کفرۃ الھند بالنیران والموافقۃ معھم فی مایفعلون تلک اللیلۃ فیلزم ان یکون کفرا وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الھند فی الیوم الذی یدعوہ الکفرۃ والموافقۃ معھم من تزئین البقور والافراس والذھاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفرا۔

ان لوگوں پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم۔ جو لوگ تجارت کے لئے جاتے ہیں انھیں مجمع کفار سے علیحدہ قیام چاہئے۔ اول تو جانا ہی نہ چاہئے اور جائیں تو وہاں سے دور رہیں اس قدر دور کہ ان سے ان کے مجمع میں اضافہ ہو کر اس کی شوکت نہ ہو۔ ان کی دوکانوں سے اس کی زینت نہ ہو۔ ان کے آگے اعلان کفر نہ ہو۔ مجمع کفار محل لعنت ہے خصوصاً ایسا مجمع جو اظہار واعلان کفر کا ہو۔ محل لعنت سے یوں بھی تو بچنا ضروری ہے اگر چہ اس وقت اظہار کفر نہ ہو۔ تجارت کے لئے اگر جاتے ہیں مجمع کفار سے بالکل علیحدہ جہاں سے ان کی کفر

باتیں دیکھ سن نہ سکیں راہ میں رہیں مقصد تجارت یوں بھی حاصل ہوگا اگر وہ لوگ خریدنا چاہیں گے راہ میں خریدیں گے نہ خریدنا چاہیں گے وہاں بھی نہ خریدیں گے۔ آج کل تو یہ نری ہوس خام ہے۔ کفار تو مسلمانوں کا بائیکاٹ کرچکے ہیں ان سے وہ ضرورت پر تو خریدنا روا نہیں رکھتے۔ میلہ میں بے ضرورت اور گراں ان سے خریدیں گے؟ میلوں میں ہمیشہ چیز گراں بکتی ہے۔ وہ مسلمانوں کو میلوں میں آنے کے روادار نہ ہوتے۔ وہ ممانعت نہیں کرتے کہ مسلمان میلوں میں آئیں اور انھیں موقع ڈھونڈھ کر خوب لوٹیں برسوں سے متعدد مواقع پر ایسا ہورہا ہے مگر مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ لٹتے ہیں مارے جاتے ہیں اور پھر پہونچتے ہیں۔ نہ دین کا لحاظ نہ دنیا۔ خدا ان کی آنکھیں کھولے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق وھو الھادی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) (۳) دسہرہ منانے والے سوال میں جو مذکور ہے ایسا کرنے والے از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں ان پر تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے یہ لوگ اگر باز نہ آئیں، تجدید ایمان تجدید نکاح نہ کریں تو ان سے تا توبہ مقاطع کیا جائے سلام کلام میل جول نشست برخاست یک لخت موقوف کیا جائے فتاوی صغری میں ہے من اشتری یوم النیروز شیئا ولم یکن یشتریہ قبل ذلک ان اراد بہ تعظیم النیروز کفر۔ شرح فقہ اکبر میں ہےعہ من اھدی یوم النیروز والاد بہ تعظیم النیروز کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۴ از پیلی بھیت محلہ ڈرمین گنج۔ دوکان حاجی نبی بخش صاحب حاجی صوفی صفی اللہ صاحب سوداگران تمباکو۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شب میں مسمی چھدا کے مکان پر برادری کے لوگ جمع ہوکے باہم گفتگو ہو رہی تھی اتنے میں مسمی ننھو ولد محمد عیوض نے ملا کفایت اللہ صاحب کو فحش الفاظ کہے۔ چوں کہ ہماری برادری میں ملا کفایت اللہ صاحب مذکور معزز بزرگ ہیں سب ان کا ادب کرتے ہیں بدیں وجہ ننھو ولد محمد عیوض مذکور کو برادری پنچایت سے خارج کردیا دوسرے روز صبح کو چھدا مذکور کے مکان پر چھدا مذکور کی لڑکی کی شادی تھی کل برادران کا شادی بلاوا تھا چھدا مذکور کے مکان پر سب برادری کے لوگ جمع ہوئے۔ وہاں پر ننھو مذکور جو برادری سے خارج کردیا گیا تھا وہ بھی موجود تھا۔ لہٰذا چھدا مذکور سے برادروں نے کہا کہ ننھو مذکور یہاں کیوں موجود ہیں؟ کیوں کہ یہ برادری سے خارج ہے اس کے ہمراہ ہم لوگ کھانا نہیں کھائیں گے۔ اس پر مسمی اتواری نے کہا کہ خدا کے واسطے آپ سب صاحبان میرے مکان پر

عہ شرح فقہ اکبر ص۲۳۰

کھانا کھا لیجئے۔ چوں کہ مسمیٰ اتواری چچا مذکور کا چچا ہے اتواری کے کہنے پر مسمیٰ ولی اللہ نے اتواری سے کہا کہ ایسی ذرا ذرا سی باتوں پر خدا کا واسطہ نہیں دینا چاہئے اور یہ ڈانٹ کر کہا کہ آپ اس کا جواب دیجئے کہ آپ ہم لوگوں برادروں کو کھانا کھلانا چاہتے ہو یا صرف ننھو کو اس پر چچا نے یہ کہا کہ میرے چچا اتواری نے جو کہا ہے کہ خدا کے واسطے سب صاحب میرے یہاں کھانا کھا لیجئے وہی میں بھی کہتا ہوں۔ اس پر ولی اللہ نے جواب دیا کہ آپ لوگ ایسے موقع پر نہ سمجھتے ہوئے ایسی معمولی باتوں پر خدا کا واسطہ دیتے ہو یہ بات شریعت مطہرہ سے منع ہے آپ ان باتوں کا جواب دیجئے کہ آپ ہم لوگوں کو کھانا کھلانا چاہتے ہو یا ننھو کو؟ اگر آپ کو ننھو مذکور کے ساتھ ہمدردی ہے تو ننھو کا معاملہ طے کرا دیجئے تب ساتھ میں کھانا کھا سکتے ہیں ورنہ نہیں کھائیں گے کچھ عرصہ بعد حاجی نبی بخش صاحب تشریف لائے انھوں نے ننھو و برادران کے معاملہ کو معلوم کیا اور ننھو کا قصور ثابت ہوا لیکن ننھو نے بیان کیا میں نے فحش الفاظ کوئی نہیں کہا اگر میں نے کہا ہو تو خدا مجھ کو غارت کر دے ننھو کے اس کہنے پر حاجی نبی بخش صاحب نے ننھو مذکور کے ایمان پر معاملہ ختم کر دیا لہٰذا معاملہ طے ہونے پر کل برادران و ننھو نے باہم مل کر کھانا کھایا۔ اب کچھ نزاع باقی نہیں رہا۔

اس قضیہ کے چند ایام بعد ننھو کی لڑکی کی شادی تھی ننھو نے چند حرکتیں خلاف قواعد اصول پنچایت وخلاف شریعت کیں جو حسب ذیل ہیں۔ (۱) یہ کہ تقریب شادی میں و دیگر معاملات برادری میں برادری کا اصول ہے کہ برادران کے بلا مشورہ کوئی کام نہ ہو اور ہر کام میں سرداران قوم کو ضرور بلایا جائے لیکن ننھو نے اس کی خلاف ورزی کی۔ (۲) یہ کہ ایک شخص ابّن ولد کلن نے اپنی منکوحہ بی بی کو طلاق دے کر کچھ عرصہ بعد بلا حلالہ کئے ہوئے اسی مطلقہ بی بی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں استعمال کر لیا جو کہ شرع کے قطعی خلاف ہے۔ بدیں وجہ جمیع برادران نے ابّن مذکور کو قطعی برادری سے خارج کر دیا تھا جس کو عرصہ تین سال کا ہوا۔ تعلقات قطعی منقطع کر لئے۔ لیکن برخلاف برادری کے حکم کے ننھو و کلن والد ابّن ہر دو نے ابّن ملزم مذکور سے تعلقات قائم رکھے۔ اس پر برادران نے ننھو و کلن ہر دو کو برادری سے خارج کر دیا ان سے بھی تعلق منقطع کر دیئے اور ملا کفایت اللہ و ولی اللہ نے ہر دو اشخاص کو برادری سے خارج کرنے میں زیادہ کوشش کی ان کی رائے پر کل برادران نے اتفاق کر کے ہر دو کو برادری سے خارج کر دیا ان دونوں ملزمان نے بوجہ رنجش کے غلط سوال قائم کر کے فتویٰ حاصل کر لیا جن صاحب سے فتویٰ حاصل کیا ہے وہ صاحب پیلی بھیت کے باشندہ نہیں ہیں باہر کے ہیں۔ سوال و جواب حسب ذیل ہیں:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی چھدا کے یہاں تقریب شادی میں برادری کے لوگ جمع تھے برادرانہ نفاق پر کچھ گفتگو ہو رہی تھی جس میں وقت بہت گذر گیا لہٰذا مسمی چھدا صاحب خانہ نے چودھری و کل برادران سے عرض کیا کہ اب سب لوگ خدا و رسول کے واسطے پہلے کھانا کھالیجئے گا اس پر ولی اللہ و کفایت اللہ نے ملی اٹ کر کہا کہ خدا و رسول کا واسطہ نہیں مانا جائے گا بات طے ہو جاوے دوبارہ کچھ دیر بعد مسمی اتواری نے خدا و رسول کا واسطہ دیتے ہوئے کھانا کھانے کے واسطے کہا تو انھیں دونوں شخصوں نے پھر یہی جواب دیا کہ ہر وقت خدا و رسول کا واسطہ نہیں مانا جاتا ہے۔ جس کے لوگ گواہ حسب ذیل ہیں۔

شرع شریف کی رو سے اس مسئلہ پر کیا حکم ہے اہل محلہ و چودھری صاحب سے حلفیہ اس کی تصدیق ہو سکتی ہے گواہ۔ نتھو ولد قادر بخش۔ گواہ نتھو و محمد عیوض و کلن ولد کریم بخش و فدا حسین ولد چھدا و عبد الرزاق و اتواری ولد گلو و احمد حسین و محمد عیوض و چھدا ولد عبد اللہ و چھوٹے ولد......

الجواب صورت مستفسرہ میں ولی اللہ و کفایت اللہ دونوں بحکم جمہور فقہائے کرام خارج از اسلام ہو گئے دونوں پر از سر نو کلمہ پڑھ کر توبہ کر کے اسلام لانا فرض و ہر فرض سے بڑھ کر اہم فرض ہے پھر اگر اپنی بیوی کو رکھنا چاہیں تو ان کی رضا سے جدید مہر پر نیا نکاح کریں اور اگر وہ معاذ اللہ اس حکم شرعی پر عمل نہ کریں تو برادری والوں پر فرض ہے کہ ان سے میل جول سلام کلام حقہ پانی بند کر دیں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کریں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ ہر بات پر نہیں دینا چاہئے اگر کوئی ضروری بات ہو رہی تھی جس کا طے کرنا پہلے مقدم تھا تو اس کو روکنے کے لئے خدا و رسول کا واسطہ ہرگز نہیں دینا چاہئے تھا جب واسطہ دیا گیا تھا تو اس کے جواب میں یوں کہنا تھا کہ خدا و رسول کا واسطہ برحق ہے مگر اس ذریعہ سے ایک اہم بات چھوڑی نہیں جا سکتی مگر جو کلمہ سوال میں مذکور ہے بہت شنیع و قبیح ہے بہر حال توبہ و تجدید ایمان فرض ہے۔ واللہ اعلم۔

اب از روئے شرع شریف جواب طلب حسب ذیل امور ہیں کہ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے ؟

(۱) یہ کہ غلط سوال قائم کر کے جواب لینا جس سے ولی اللہ و ملا کفایت اللہ کو دلی صدمہ و روحانی تکلیف پہونچی اور توہین ہوئی۔

(۲) یہ کہ ابن ملزم جس نے اپنی عورت منکوحہ کو طلاق دے کر بلا حلالہ کئے ہوئے دوبارہ اپنے پاس

رکھ لیا جس کو برادری نے خارج کیا اور تعلقات قطع کرلئے تھے اس سے ننھو ولد محمد عوض وکلن والد ابن ملزم سے ہر دو اشخاص ننھو وکلن کا تعلقات قائم رکھنا۔

(۳) یہ کہ چھدا کا اپنے یہاں ابن ملزم کو بلانا ومعمولی بات پر بے موقع خدا کا واسطہ دینا و برادروں کو ایسے اہم ملزم کے ہمراہ کھلانے کی کوشش اس کے شرکار وشریک ہمنوا یعنی ننھو وکلن کی کرنا۔

(۴) یہ کہ یہاں ایک مولوی صاحب کو یہ سوال وجواب دکھلایا گیا مولوی صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ جواب غلط ہے ایسی صورت میں غلط جواب لکھنے والے پر از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے جملہ برادران قوم شہر بلی بھیت وسرداران قوم؟

الجواب دھوکا دینا فریب کرنا شدید بدکام ہے ہی۔ خصوصًا مفتی کو فریب دے کر اپنے حسب منشا جواب لینا حدیث میں ہے۔ لیس منا من غشنا[1]۔ جھوٹ بولنا افترا کرنا دھوکا دینا یہ مسلمان کا کام نہیں تحریف کلام یہود کا کام ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ جنھوں نے یہ شنیع حرکت کی توبہ کریں اور جن پر الزام کے لئے کی ان سے معافی بھی چاہیں وہ لوگ حق اللہ اور حق العباد میں گرفتاریاں کار گنہگار ہوئے۔ واللہ اعلم۔

(۲) جس نے اپنی مطلقہ بطلاق مغلظہ کو بے حلالہ رکھ لیا۔ اسے بے حلالہ اپنے تصرف میں لایا زانی ہے اور وہ نابکار عورت زانیہ۔ ان سے تا توبہ قطع تعلق کا حکم برادری کا حکم نہیں حکم شریعت ہے۔ برادری نے حکم شریعت پر عمل کیا اور عمل کرنا چاہا جس نے نہ مانا اس نے برادری ہی کا جرم نہ کیا شریعت کے حکم حکم سے سرتابی روگردانی کی۔ حکم شرع مقدس کو پیٹھ دی۔ شرع مطہر کا مجرم ہوا۔ اس سے بھی برادری نے قطع تعلق کیا اچھا کیا۔ یہی کرنا تھا۔ جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں انھیں برادری سے بند رکھا جائے اور جو ان کا ساتھی ہو اسے بھی یہی سزا دی جائے۔

(۳) جن لوگوں کو برادری نے بحکم شرع بند کیا تھا چھدا نے انھیں اپنے یہاں بلایا برا کیا۔ بلایا تھا تو ان سے توبہ ورجوع کے لئے کہتا جب وہ توبہ کرلیتے تو برادری سے کہتا کہ انھوں نے ہمارے سامنے توبہ کرلی اب ان کی بندش کھول دی جائے برادری اپنے سامنے توبہ کا اقرار لے کر بندش کھول دیتی۔ ان مجرموں کو بلایا پھر اتنا ہی نہیں ان کا جرم اسی طرح رہتے ہوئے برادری سے مل لینے کی کوشش وہ بھی خدا کا واسطہ دے کر۔ جن شرعی مجرموں کو بحکم شرع بند کیا تھا ان کو خدا کا واسطہ دینا یہی ہے کہ خدا کے واسطے یہ خلاف شرع کرو۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

[1] مسلم شریف جلد اول ص۷۰

خدا کے لئے شریعت کا اتباع کیا جاتا ہے یا معاذ اللہ مخالفت شرع خدا کے واسطے کی جاتی ہے۔
کسی سے مخالفت شرع کرانا گناہ ہے اور اس پر خدا کا واسطہ دینا تو اور بھی اشد حرام ہے۔ اگر اس خلاف شرع کو خلاف شرع سمجھتے ہوئے خدا کا واسطہ دے جب تو معاذ اللہ بہت اشد تر الزام ہے۔ ایسے شخص پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح کا حکم ہوگا۔ حقیر بات پر تو خدا کا واسطہ دینا نہ چاہئے اور جو دے تو جسے دے پسندیدہ یہ ہے کہ وہ بات نہ کرے۔ در مختار میں ہے۔ فی المختارات قال ابن المبارك سأل لوجه الله او بحق الله يعجبنى ان لا يعطيه شيئا لانه عظم ماحقر الله تعالى کسی ایسی بات پر خدا کا واسطہ دینے سے اس کا کرنا لازم نہیں ہو جاتا جو جائز ہو۔ جب حقیر بات پر خدا کا واسطہ دینے پر رد کرنا پسندیدہ ٹھہرا تو کسی ناجائز بات پر خدا کا واسطہ دینے اور مان لینے والے کا حکم ظاہر۔ ناجائز بات کا کرنا تو گناہ تھا ہی اس پر خدا کا واسطہ اور گناہ بالائے گناہ ہوا۔

ایسے ہی سائل کے لئے جو ناحق پر خدا کا واسطہ دے حدیث میں ارشاد ہوا ملعون من سأل لوجه الله رواه الطبرانی بسند رجاله رجال الصحیح عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی حدیث کا آگے کا ٹکڑا یہ ہے وملعون من سأل بوجه الله ثم منع سائله مالم يسأل هجرا یعنی قبیحا۔ حدیث سے جہاں یہ واضح ہوا کہ جس شخص نے ناجائز بات ماننے کے لئے خدا کا واسطہ دیا وہ بحکم حدیث مذکور ملعون ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ پادری نے جو یہ واسطہ نہ مانا اچھا کیا اسے یہ واسطہ ماننا جائز نہ تھا۔ یہ لوگ ملعون نہیں کہ ان سے سوال قبیح کا تھا جس پر خدا کا واسطہ دیا گیا تھا۔ قبیح پر خدا کا واسطہ دینا ہی ملعون کا کام ہے۔

(۴) عفا اللہ عن المفتی۔ مفتی نے فتوٰی دینے میں عجلت کی اور غور و تامل سے کام نہ لیا خدا و رسول کا واسطہ ماننے سے انکار دیکھ کر وہ حکم لگا دیا سائل نے مفتی کو دھوکا بھی دیا مگر مفتی اگر تامل کرتا تو یہ حکم نہ دیتا اللہ اسے معاف فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۴۴ مسئولہ مولوی شمس الحسن صاحب محلہ ذخیرہ بریلی۔ ۱۷ ذی قعدہ ۵۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زید نے کہا کہ اگر اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چاہا تو فلاں کام ہو جائے گا یہ سن کر بکر نے کہا کہ توبہ کرو۔ یہ شرکت فی صفات الباری تعالٰی ہے۔ اس کی مشیت میں کوئی شریک نہیں۔ وہ فاعل مطلق و مختار ہے ایسا نہیں کہنا چاہئے۔ زید اس پر ہے کہ میں نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ خدا کی مشیت کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی وابستہ ہے لہذا اس پر حکم شریعت کیا ہے۔ براہ کرم

اس کا جواب بالتفصیل مع حوالہ جات کتب معتبرہ مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب ایسا کہنے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہود کے اعتراض کرنے اور شرک کا چرک لگنے پر ممانعت فرمائی۔ تو جس چیز سے حضور نے ممانعت فرمادی اس سے باز رہنا چاہیے۔ قال تعالیٰ ما نہٰکم عنہ فانتہوا۔ اگر کہیں تو یوں کہیں کہ اللہ پھر اس کے رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہود تو اللہ اور آپ چاہیں پر مونھ آئے تھے۔ مگر یہودی صفت نجدی مت لوگ اس پر بھی شرک شرک بکیں گے حالاں کہ ایسا کہنا حضور نے خود تعلیم فرمایا ابن ماجہ باب النہی ان یقال ماشاء اللہ و شئت میں یہ دو حدیثیں لائے۔

حدثنا ہشام بن عمار حدثنا عیسیٰ بن یونس ثنا الاجلح الکندی عن یزید بن الاصم عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلف احدکم فلا یقل ماشاء اللہ وشئت ولکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئت۔ حدثنا ہشام بن عمار حدثنا سفیان بن عیینۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان ان رجلا من المسلمین رأی فی النوم انہ لقی رجلا من اہل الکتاب فقال نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشاء محمد وذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اما واللہ ان کنت لاعرفہا لکم قولوا ماشاء اللہ ثم شاء محمد (علیہ الصلاۃ والسلام)۔

نسائی شریف کے باب الحلف میں یہ حدیث ہے اخبرنا یوسف بن عیسیٰ امرأۃ من جہینۃ ان یہودیا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم تندّدون وانکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشئت وتقولون والکعبۃ فامرہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ارادوا ان یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقول احد ماشاء اللہ ثم شئت۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صحابہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام میں عرض کیا کرتے تھے کہ اللہ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں اللہ اور آپ چاہیں حضور نے اول اسے نہ روکا۔ پھر اس سے ممانعت فرمائی۔ اگر یہ یہودیوں وہابیوں کا شرک ہوتا تو کیا ایک آن کو بھی وہ ماحی شرک وکفر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر صبر فرماتے۔ جب ممانعت فرمادی تو یوں کہنا ممنوع ہوگیا۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایسا کہنے والے صاحب سے (بطور تغلیظ) یہ بھی ارشاد ہوا کہ کیا تم نے مجھے اللہ کا مماثل ٹھہرایا۔ بغیر میری مشیت کے کہو ماشاء اللہ اس

---

۱ سورۂ حشر آیت ۷، ۲ سنن ابن ماجہ ص۱۵۲ مطبوعہ رشیدیہ، ۳ نسائی جلد دوم ص۱۴۳

حدیث میں بھی یہ نہیں کہ حضور نے اس پر حکم شرک فرمایا ہو اور ان سے توبہ لی ہو۔
طریقۂ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ابن ماجہ سے حدیث نقل کی ہے ص۱۸۵ ج ۲۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکلمہ فی بعض الامر فقال الرجل للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماشاء اللہ وشئت وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجعلتنی للہ تعالیٰ عدیلا (ای معادلا ومماثلا) قل ماشاء اللہ وحدہ۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جب اس سے روکا ہے تو ایسا ہرگز نہ کہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ از بریلی محلہ قلعہ مرسلہ مولوی عزیز احمد خاں وکیل۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس کے متعلق کہ ایک جلوس راج گدی کا اہل ہنود نکالنا چاہتے ہیں جس میں ہندو اوتاروں کی صورت میں انسان بٹھائے جاتے ہیں اور مجمع عام اہل ہنود کا اس کے ساتھ ہوتا ہے مسلمانوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ وہ بحالی امن اور رشتۂ اتحاد مضبوط کرنے کے لئے اس جلوس کی جلو میں چلیں اگر مسلمان اس جلوس کے ساتھ چلتے ہیں تو لازمی طور پر اس سے راج گدی کے جلوس کی زینت اور شہرت میں اضافہ ہوتا ہے کیا اس حالت میں مسلمان بلا ارتکاب گناہ کئے ہوئے اس جلوس کی معیت میں چل سکتے ہیں؟ اور اگر نہیں چل سکتے تو گناہ جو ان سے سرزد ہوگا وہ کس درجہ کا ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب اس کے حرام حرام حرام اشد حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کفار کے ایسے کاموں کے محض تماشہ کے لئے وہاں چلنا تو حرام ہے۔ نہ کہ رشتۂ اتحاد قائم کرنے کے لئے۔ کفار سے رشتۂ اتحاد کفار ہی کا ہے مسلمان کا کسی کافر سے رشتۂ اتحاد قائم نہیں ہوسکتا۔ اس کا مضبوط کرنا کیسا۔ جو لوگ اس نیت سے شریک ہوئے وہ ضرور کفار سے متحد ہوگئے۔ اسلام سے جدا۔ ایسے امور کفار کے جلوس میں شرکت ہی نہیں اس کے جلوس میں چلنا ان کی تعظیم ہے۔ اور ان کے ایسے امور کی تعظیم سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم۔ چاہے یہ تعظیم خود کی ہو یا حکماً۔ آج اگر کسی حاکم کا حکم اس کے لئے مان لیا گیا اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھ لیا ہے تو کل بتوں کو سجدہ کا بھی حکم ہوگا اور ایسے بے خرد لوگ جب بھی تعمیل حکم کریں گے اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھیں گے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ
یہی لوگ ہیں جنھوں نے ایسی ایسی کمزوریاں نمایاں کرکے اسلام کو نظر کفار میں معاذ اللہ ذلیل

کیا ہے۔ کل کافران سے یہی چاہیں گے کہ امن اور رشتہ اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے ہمارے ساتھ ان ان کفروں میں ہماری موافقت کرو۔ ہمارے ساتھ بتوں کو سجدہ کرو اور گلہری پوجو اور مہادیو کے آگے ڈنڈوت بجالاؤ وغیرہ وغیرہ۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو امن نہ رہے گی مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔ تو یہ کافروں سے رشتہ اتحاد کرنے والے اسلام کو کافروں کے آگے معاذ اللہ ذلیل ورسوا ٹھہرانے والے وہ سب کچھ کریں گے جس جس کے کرنے کا انہیں حکم ہوگا۔ کذاب مخالفین جن میں اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ڈر نہیں ہمارے لئے تو یہ نجس پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ان کے یہاں کفر کی مشین ہے جس میں دن رات ایسے فتوے ڈھلتے ہیں جس سے کوئی مسلمان محفوظ نہیں رہتا یہ ہر ایک کو کافر بتاتے ہیں حالاں کہ یہ ہم پر ان کذابوں کا بدترین افترا ہے خود ان مخالفین ہی کا اپنا یہ حال ہے جو بالکل ظاہر ہے۔ بالکل واضح بے پردہ۔ مگر چوں کہ عوام کو ایسا دھوکہ دیتے ہیں اس لئے ہم مخالفوں کا منھ بند کرنے کے لئے مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے فتاویٰ سے ایسے لوگوں کا حکم لکھتے ہیں ان کے یہاں تو تکفیر کی مشین مخالفین نہیں بتاتے۔ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب میں ہے "ایسے لہو ولعب کفار میں اہل اسلام کو شریک ہونا حرام ہے بلکہ ان کی موافقت ورضا موجب کفر ہوتی ہے۔

حدیث میں وارد ہے۔ من کثر سواد قوم فھو منھم۔ اور خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدۃ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر وعلی قیاس مسئلۃ السدۃ الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذٰلک الیوم من المسلمین کفر وکذا الخروج الی لعب کفرۃ الھند فی الیوم الذی یدعونہ بسرتھی والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ من تزئین البقور والافراس والذھاب الی دور الاغنیاء یلزم ان یکون کفر وکذا الخروج فی لیلۃ تلعب فیھا کفرۃ الھند بالنیران والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذٰلک اھ اور فتاویٰ[1] بزازیہ میں ہے۔ **الخروج الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذٰلک الیوم کفر واکثر ما یفعل ذٰلک من کان اسلم منھم فیخرج فی ذٰلک الیوم ویوافق معھم فیما یفعلونہ فی ذٰلک الیوم فیصیر بذٰلک کافرا ولا یشعر بہ" اھ**

اسی میں اس سوال کے جواب میں "زید خالد بکر عمر و یہ چار شخص صاحب ریش کلاں، شریف صورت اگر نوکری نزد برہمن قبول کریں وبعدہٗ امور ذیل کے مرتکب ہوں اول جب کہ برہمن بیٹھا ہو

---

[1] جلد سوم ص۳۳۳ مطبوعہ بیروت

اور زید بکر وغیرہ بھی دربار عام نام پردہ میں بیٹھے ہوں اور بت موسومہ بٹھا کر کو ایک برہمن پوجیری چاندی کے طشت میں لاوے تو برہمن مذکور سر و قد اٹھ کر تعظیم پیشگی کرے زید بکر بھی بخوف ناخوشی وسوء ادبی د برخواستگی خود و بخیال اس کے کہ گستاخی ہوگی اور بے ادب کہلاؤں گا اور مشاہرہ بند ہوجائے گا ساتھ ہی بنظر تعظیم بت مذکور اٹھ کھڑا ہو۔

دوئم۔ برہمن مذکور بروز تولید بتان خود مجلس جشن برقص زنان بدکار بحضور بت قائم کرتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ نوکراں ہمارے آن کر شریک نور روز ہوں۔ اور اگرچہ ہم زیب انجمن نہ ہوں مگر ہر ایک نوکران وحاضران مجلس پر ہمارا حکم ہے کہ حسب دستور بت پرستی جب سامنے آوے یا بت کا پوجا ہو تو سب کے سب حاضران اٹھ کھڑے ہو کر بت کی تعظیم کریں۔ چنانچہ یہ دستور بت پرستی برہمن مذکور و تعظیم و تکریم ہمیشہ سے جاری ہے پس زید بکر اکثر بتعمیل حکم زینت بخش مجلس مذموم رہتے ہیں باوجودیکہ برہمن مذکور نہیں رہتا ہے۔ زید بکر خود بخود دستور العمل بت پرستی نام پردہ یکبارگی فی الفور سب کے سب حضار مجلس بت کی اٹھ کر تعظیم کرتے ہیں اور جب بت کی پوجا ہونے لگتی ہے تو باادب پیش بت جشن مذکور میں تعظیماً کھڑے رہتے ہیں۔ بخوف برخواستگی روگرداں ہو کر علیحدہ ہو نہیں سکتے۔ بطمع زر کھڑے رہتے ہیں۔

سوم۔ جب کہ بت مذکور ایک بت کدہ سے دوسرے بت خانہ میں پہونچایا جاتا ہے تو بڑی تیاری سے مثل اقوام ہند برہمن مذکور بت کے پیچھے پیچھے پاپیادہ جاتا ہے اور تمامی زید و بکر کو یہ حکم عام رہتا ہے کہ اس وقت خوش پوش ہو کر جلوس میں پیچھے پیچھے بت کے تا در بت خانہ چلیں۔ چنانچہ زید بکر وغیرہ بغرض تحصیل مشاہرہ خود بفراموشی وعدہ فی السماء رزقکم وما من دابۃ الخ بخوشی ان افعال کو بجالاتے ہیں۔

چہارم۔ برہمن مذکور کے تعمیل حکم کو مقدم سمجھ کر جان کر روزمرہ اذان سن کر جماعت میں نہیں آتے اور جمعہ کے روز جان بوجھ کر کہ آج جمعہ ہے حکم یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ سے روگرداں ہو کر تارک جمعہ ہو کر یہ عذر کرتے ہیں کہ رزق کا معاملہ ہے۔ بحکم حاکم مرگ مفاجات بوجہ مجبوری انجام امور اسلام نہیں کرسکتے ہیں۔ بظہور امور موجبات کفر متذکرہ صدر جب کے زید بکر استعمال کلمات رد کفر سے غافل و سالہاسال موجبات کفر پر مصر رہیں تو ان سب کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے یا نہیں و بطمع زر زید بکر جان بوجھ کر باز نہ آویں تو کافر اور بیوی ان کی نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں اور بہ نسبت اولاد ان کے کیا حکم ہے؟

فقہائے کرام کتب فقہ میں ایسی صورت میں کہ اس میں تحسین اعمال کفار اور شرکت افعال کفار اور موافقت ان کی عبادت کی ہو حکم کفر لکھتے ہیں۔ اور جو شخص مرتکب ایسے امر کا ہو جس کا سوال میں ذکر ہے اس پر حکم لزوم تجدید ایمان و تجدید نکاح کا دیتے ہیں۔ خزانۃ الروایات میں ہے فی الفصول قال الشیخ ابوبکر الطرخانی من خرج الی السدہ فقد کفر لان فیہ اعلان الکفر اھ اگر ان لوگوں میں ایسا بھی کوئی ہو جسے اعلیحضرت کی خدمت میں عقیدت کی سعادت حاصل تھی اور اب بھی باقی ہے تو اس کے لئے اعلیحضرت قدس سرہٗ کا فتویٰ بھی حاضر۔ بعض فتاویٰ میں فرماتے ہیں " دسہرہ کی شرکت حرام ہے بلکہ فقہانے اسے کفر کہا (الیٰ ان قال) البحر الرائق میں ہے یکفر بخروجہ الی نیروز المجوس لموافقتہ "۔ آخر میں ان دونوں فتووں کی تائید میں ایک عبارت شرح فقہ اکبر کی فقیر بھی پیش کرتا ہے۔ زیادہ نہیں صرف ایک سطر۔ من خرج الی السدہ ای مجتمع اھل الکفر فی یوم النیروز کفر لان فیہ اعلان الکفر وکانہ اعانتھم علیہ۔ محض تماشائی کی حیثیت سے جانے کا تو یہ حکم ہے۔ کفری جلوس کی پیشوائی اور کافروں سے اتحاد و سگائی پر خدائے جبار و قہار کی کس قدر اشد ترین لعنت ہوگی۔ ایسوں کو فوراً فوراً تجدید ایمان و تجدید نکاح و تجدید حج جب کہ بیوی رکھتے ہوں حج کر چکے ہوں لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶ از سورت کھارڈا وارڈ متصل بالا پیر، مرسلہ غلام نظام الدین۔ فیض اللہ صاحبان۔
۲۲ / رجب ۱۳۵۷ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے علمائے اہلسنت و مفتیان ملت مسائل ذیل میں۔

۱۔ زید نے اشتہار کے ذریعہ اعلان کیا کہ سب مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں جمع ہو کر فلاں نصرانی مرحوم کے لئے رحمت کی دعا کریں۔ لہذا زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

۲۔ کافرہ مشرکہ مسلمان ہوتی اور چاہتی ہے کہ کسی مسلمان سے نکاح کر لوں۔ اس کے لئے عدت کا کیا حکم ہے اس نو مسلمہ کا شوہر ہے وہ اسے کفر کی طرف پلٹانا چاہتا ہے اور اسے ڈر ہے کہ اگر کسی سے نکاح نہ ہوا تو سمجھا پھسلا کر پھر اسے کفر کی طرف لوٹائے ایسے موقع پر یہ نو مسلمہ فی الفور نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ اور ایک کافرہ اپنے شوہر سے تین ماہ سے زیادہ مدت سے علیحدہ ہے اور اب مسلمان ہوئی

شرح فقہ اکبر ص ۲۳۰ ... ۱۲ مطبوعہ کراچی

اس کے لئے عدت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب زید بے قید اپنے اس اعلان بادم ایمان کے سبب شدید گنہگار مستحق نار مستوجب غضب جبار ہے۔ اسے توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح چاہئے اگر بی بی رکھتا ہے۔ نصرانی یا کسی کافر کو مرحوم کہنا لکھنا حرام حرام حرام سخت اخبث واشنع بدکام ہے۔ اور اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعاء رحمت کرنا کرانا تکذیب قرآن ہے قال تعالیٰ استغفر لھم اولا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۱ وقال عزمن قال سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم۲ وقال تعالیٰ ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فسقون۳ وقال تعالیٰ ومن یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ ومأوٰنہ النار وقال تعالیٰ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب الجحیم۴ تفسیرات احمدیہ۵ میں حضرت سیدی عارف باللہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ المراد من الصلوٰۃ الدعاء للمیت والاستغفار لہ وھو ممنوع فی حق الکافر۔ اسی۶ میں ہے الدعاء والاستغفار منع مطلقاً فی حق المیت الکافر اھ۔

حربیہ پر عدت تو نہیں مگر فی الفور نکاح بھی نہیں کر سکتی ہے کہ بعد اسلام زن یہاں، جہاں حکومت اسلامیہ نہیں تین حیض کی مدت گزارنا قائم مقام انکار اسلام زوج ٹھہرائی جائے گی کہ عرض اسلام یہاں نہیں ہو سکتا۔ جب تین حیض کی مدت گذر جائے گی تو حکم فرقت ہوگا۔ وہ بائنہ دو ہی طرح ہو سکتی ہے حکومت اسلامیہ جہاں ہو وہاں شوہر پر عرض اسلام کیا جائے اور وہ انکار کرے تو فرقت ہوگی۔ اور جہاں حکومت اسلام نہیں وہاں تین حیض کی مدت گذر جائے اور اس مدت میں شوہر اسلام نہ لائے تو یہ مدت حیض گذرنا اس کے انکار کے قائم مقام ہو کر فرقت ہوگی۔ درمختار۷ میں ہے لو اسلم احدھما فی دار الحرب وملحق بھا لم تبن حتی تحیض ثلاثا قبل اسلام الاٰخر اقامۃ لشرط الفرقۃ اھ رد المحتار۸ میں ہے قولہ (اقامۃ لشرط الفرقۃ) وھو مضی ھٰذہ المدۃ مقام السبب وھو الاباء اھ۔ تفریق القاضی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کی حفاظت کی جائے اس کے کافر شوہر سے اسے ملنے نہ دیا جائے کہ وہ اسے معاذ اللہ مرتدہ بنا سکے۔ عورت جب اسلام لائی ہے خدا اسے اور ہمیں سب کو اسلام پر ہمیشہ قائم رکھے تو وہ ایسے موقع پر کیوں کھڑی ہو جہاں شیطان اور اس کی ذریت اسے بھگائے اور اس کے بہک جانے

۱؎ سورۂ توبہ آیت ۸۰، ۲؎ تفسیرات احمدیہ ص۴۷ مطبوعہ فتح الکریم بمبئی، ۳؎ ایضاً ص۴۷، ۴؎ درمختار مع شامی جلد دوم ص۴۴۳

کا اندیشہ ہو۔ بعد مضی مدت کسی مسلم سے نکاح کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از پیلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی قادری پیلی بھیتی۔ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) مسلمانوں کی کون کون قومیں رذیل ہیں۔ جواب بحوالہ کتب اور مدلل مرحمت ہو۔

(۲) اصل اور کم اصل کی تعریف کیا ہے اور ان کی شناخت کیا ہے؟

(۳) محمد بن عبد الوہاب نجدی۔ مولوی نذیر حسین۔ مولوی اسمٰعیل مقتول۔ رشید احمد گنگوہی۔ خلیل احمد انبیٹھی۔ اشرف علی تھانوی۔ ثناء اللہ امرتسری۔ عبد اللہ چکڑالوی۔ سر سید احمد خاں نیچری۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ مرزا حیرت دہلوی۔ عبد المجید خاں وغیرہم جنھوں نے فرق باطلہ کی بنیادیں ڈالیں یا ان کی تبلیغ کی دعوٰی نبوت کیا یہ سب اور ان کی قومیں رذیل ہیں یا نہیں؟

(۴) اصل طیب کے اکثر یا چند افراد بد مذہب ہوجائیں تو وہ اور ان کی ساری قومیں رذیل کہلانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب مدلل مع حوالہ کتب مرحمت ہو۔

الجواب مسلمان سب بعزت اسلام معزز ہیں۔ قال تعالیٰ وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ اسلام عزت ہے۔ کفر ذلت۔ کافر ذلیل بلکہ ذلیل تر ہیں قال اللہ تعالیٰ اولٰئک فی الاذلین۔ پھر تقویٰ و طہارت عزت و کرامت ہے۔ اور فسق و فجور ذلت و حقارت و رذالت قال تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم اس خالص دینی عزت اسلام پھر عزت تقویٰ میں سب برابر نہیں جو اتقی از روئے ایمان اقویٰ ہے وہ زیادہ معزز اعز المومنین اکرم المتقین ہے جس کو ایمان و تقویٰ سے جس قدر حصہ ملا ہے اتنا ہی وہ عزت والا ہے۔ یوں ہی دنیوی عزت میں چھوٹائی بڑائی ہے خدا نے بادشاہ کو عزت دی اس کی دولت اس کی عزت اس کی حکومت۔ فقیر محتاج اس عزت دولت کرامت سے بے نصیب ہے۔ بیچ میں جو جتنی دولت و حکومت و امارت رکھتا ہے اتنا ہی معزز ہے۔ اس میں چھوٹائی بڑائی ہے۔ یوہیں باعتبار اخلاق فرق مراتب ہے۔ یوہیں باعتبار انساب۔ یہ ہوسکتا ہے اور ہوا ہے اور ہوگا کہ ایک فقیر جو عزت دنیا سے بالکل بے نصیب ہو وہ بعزت دینی و قوت ایمانی و کرامت تقویٰ سے عند اللہ بادشاہ و غیر معززین سے اعز ہو۔

پھر ایک عزت و شرافت شخصی ہے ایک نوعی ایک جنسی و صنفی۔ تو اگر کوئی نوعی یا جنسی شرافت نہیں رکھتا تو شخصی سے بے نصیب ہونا کیا ضرور ہوسکتا ہے کہ شخصی شرافت کے اعتبار سے اعز ہو اگرچہ دوسری قسم کی

شرافت اور عزت سے خالی ہو۔ سوائے عزت و شرافت و کرامت ایمانی و دینی اور اقسام عزت و شرافت و کرامت کا انکار عقل و نقل سب کو بیٹھ دینا ہے۔ اس کی ضرورت ہے کہ تعیین سے کہلوایا جائے کہ مسلمانوں کی کون کون سی قومیں رذیل ہیں اس قسم کے سوال کا جواب حضور پرنور قاسم عزت و ہر نعمت سرکار عالی شان شہنشاہ نبوت و رسالت کے کلام معجز نظام خیارکم خیارکم فی الجاھلیۃ سے روشن۔

قرآن و حدیث و فقہ کے خدام پر تو ظاہر ہی ہے مگر ہر ذی عقل پر یہ روشن ہے کہ "خدا پنج انگشت یکساں نکرد" فلا انساب بینھم یومئذ۔ واتبعک الارذلون اور اناجعلنکم شعوبا وقبائل الایہ کی تفاسیر اور حدیث عن انس ابن مالک قال قیل یارسول اللہ متی نترک الامر بالمعروف والنھی عن المنکر قال اذا ظھر فیکم ما ظھر فی الامم قبلکم قلنا یارسول اللہ وما ظھر فی الامم قبلنا قال الملک فی صغارکم والفاحشۃ فی کبارکم والعلم فی رذالتکم (ابن ماجہ) اور حدیث اذا کان الحفاۃ العراۃ رؤس الناس فذالک من اشراطھا (ابن ماجہ) وغیرہ وغیرہ کثیر احادیث و اقوال صحابہ و علماء سے ظاہر۔

اصل طیب وہ جو فضائل کی حامل اور اخلاق حسنہ طیبہ رکھتی ہو۔ کم اصل وہ جو اس سے خالی ہو یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو باعتبار نسب کم اصل ہو مگر خود فضائل، عمدہ خصائل کا حامل ہو کہ شخصی عزت سے اعلیٰ درجہ کا معزز ہو۔ مگر یوں معزز ہو کہ جنسی و نوعی عزت کا اگر منکر ہو گا تو عقل و نقل سب سے روگرداں ہو گا۔ ہاں باعتبار اپنی نوع کے معزز ہے۔ اگرچہ کسی عارض سے کوئی پان کڑوا ہو۔ اس کی کڑواہٹ کو دیکھ کر کوئی کہے کہ پان کی نوع اچھی نہیں ہوتی۔ اس میں اور نیب میں کیا فرق ہے؟ تو ایسا شخص عقل سے عاری کہا جائے گا یا معاند۔ کھٹے آم کے درخت میں کوئی پھل خوشبودار خوش مزہ ہو اس سے کوئی عاقل اس درخت کو شیریں آموں کے درخت کے برابر نہ ٹھہرائے گا۔ یہ ہوا اور ہے اور ہو گا کہ اصل طیب کے بعض افراد بگڑ کر کسی اور عزت کے مستحق نہ رہے ہوں اور ان کی وہ عزت نسبی وغیرہ لائق اعتبار نہ رہی ہو۔ یونہی کم اصل کے بعض افراد فضائل سے آراستہ عمدہ خصائل اچھے اطوار بہتر شمائل کے حامل ہوں اور ان فضائل کو دیکھتے ان کی کم اصلی ان کے آفتاب فضائل کی تجلی میں گم ہو جائے۔ شرافت نسبی وغیرہ کا اعتبار عقلاً و شرعاً ہر طرح بہت جگہ ہوتا ہے اور بعض مواقع پر نہیں کیا جاتا۔

امام فخرالدین رازی زیر آیہ کریمہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ فرماتے ہیں فان[1] قیل ھذا مبنی علی عدم اعتبار النسب ولیس کذالک فان للنسب اعتبارا عرفا وشرعا حتی لایجوز تجویز الشریف

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۱۰ ص ۱۱۳، [2] ابن ماجہ ص ۳۰۲، [3] ایضاً ص ۲۹۹

بالنعل فنقول اذا جاء الامر العظیم لا یبقی الامر الحقیر معتبرا وذلک فی الحس والشرع والعرف اما الحس فلان الکواکب لاتری عند طلوع الشمس ولجناح الذباب دوی ولا یسمع عند ما یکون رعد قوی واما فی العرف فلان ما جاء مع الملک لا یبقی له اعتبار ولا الیه التفات اذا علمت هذا فنقول فی الشرع کذلک اذا جاء الشرف الدینی الالٰھی لا یبقی الامر هناک اعتبار لا لنسب ولا لنسب الا تری ان الکافر وان کان من اعلی الناس نسبا والمؤمن وان کان من ادون الناس نسبا لا یقاس احدهما بالاٰخر وکذلک ما هو من الدین مع غیرہ ولهذا یصلح للمناصب الدینیه کالقضاء والشهادة کل شریف ووضیع اذا کان دینا صالحا عالما ولا یصلح لشیٔ منها فاسق وان کان قرشی النسب وفاروقی النسب ولکن اذا اجتمع فی اثنین الدین المتین واحدهما نسیب ترجح بالنسب عند الناس لا عند اللّٰہ لان اللّٰہ تعالٰی یقول وان لیس للانسان الا ما سعی وشرف النسب لا یکتسب ولا یحصل بسعی۔ ملا علی قاری مکی لکھتے ہیں المدار علی العلم والتقوی لا علی مجرد النسب المعتبر فی الدنیا لا العقبی مواہب لدنیہ کی شرح زرقانی میں ہے انما ینظر الاصل والعنصر عند التحلی بالفضائل والتخلی عن الرذائل۔

اشخاص مذکورین فی السوال اگرچہ نسبًا اور مال ودولت کے اعتبار سے کیسے ہی زیادہ گنے جاتے ہوں مگر جب وہ کفر وارتداد وغیرہ ذلتوں کے گڑھے میں گرے اور نجاسات فسق وابتداع وکفر وارتداد سے ملوث ہوئے اور ان کی وہ فانی عزتیں ساقط اور بے اعتبار ہوگئیں مگر ان اشخاص کے اپنی عزت پھونک دینے سے ان کی قومی عزتیں نہ جاتی رہیں۔ اصل طیب کے بعض افراد اگر گمراہ یا بدمذہب ہوجائیں یا معاذ اللّٰہ یوں فرض کیجئے کہ سب ایسے ہوجائیں تو اس سے ان کی اصل میں خرابی نہ ہوگی وھذا ظاھر واللّٰہ تعالٰی اعلم۔ قیامت کے قریب جب کوئی لا الٰہ الا اللّٰہ کہنے والا نہ رہے گا تو کیا ان سب افراد کے کفر کے سبب شرافت انسانیت وکرامت آدمیت ہی جاتی رہے گی اس وقت بھی جو کفار ہیں اگرچہ وہ اپنے کفر کے سبب اذلین میں ہیں مگر شرافت انسانیت وعزت آدمیت رکھتے ہیں اگرچہ کفر کے سبب کہیں وہ اعتبار نہیں کی جاتی اور کہیں اس حال میں بھی اس کا اعتبار موجود۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸ از شہر کہنہ بریلی کانکر ٹولہ مسئولہ شمشاد علی خاں اور کمال الدین صاحب۔ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین عنایت اللّٰہ خاں مشرقی کی بابت جس نے اپنی تصانیف "تذکرہ" وغیرہ میں نماز روزہ حج وزکاۃ کلمۂ شہادت کے بنیاد اسلام ہونے سے انکار کیا ہے۔

تذکرہ صنـ٢ میں ہے کہ یورپ کی قومیں اب بھی بدرجہا اچھی ہیں ان میں ایفاء عہد کا خاص اہتمام ہے۔ آگے چل کر لکھتا ہے اسی لئے صحیح معنوں میں متقی و محبوب خدا ہیں۔ تذکرہ دیباچہ صـ١٩ پر ہے "وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ عرب کی امت اسلام کے الٰہی اور نبوی تخیل پر تیس برس سے زیادہ قائم نہ رہ سکی۔" تذکرہ دیباچہ صـ١٩ "قرآن کی الصلاۃ (نماز) صرف ایک ٹوکر کا حج وقتہ سلام ہے۔" آگے چل کر کہتا ہے۔ "مگر عبادت قطعاً نہیں۔ تذکرہ دیباچہ صـ٢٣ آج بھی الصلاۃ نماز وہ شئے ہے جو وہی تکیف دل وہ تیجہ خیز اطاعت وہ ضبط نفس وہ توقیت عمل وہ اخوت اور موالات وہ تعاون محافظت پیدا کر دے جو ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے لائے ہوئے پیغام میں مقصود تھی محمدی نماز کے ظواہر وارکان سے اس کو کچھ سروکار نہیں۔ اور جس طرح نتائج پیدا ہو جائیں اس کی نظروں میں بارگاہ خدا میں مقبول ہیں۔ "تذکرہ صـ٩" ادھر امتوں نے اپنے رہنماؤں سے ذاتی عقیدت اور نیازمندی ظاہر کرنے کو اور حسب مطلب احکام کو ضرورت سے زیادہ اہم سمجھنے میں ناروا غلو کیا۔

"پھر ایک سطر بعد ہے" پھر لوگ انبیاء کی وساطت سے خدائی قانون کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بند بن گئے خدا کو تسلیم کرنے مسلم بننے کے بجائے موسوی گوتمی، عیسائی، محمدی بن گئے انھیں کو سراہنا ان کو اپنے اعمال وافعال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔ چار سطر بعد لکھتا ہے "عیسائی مسیح کو سچ مچ ابن خدا کہنے لگے مسلمانوں نے ڈاڑھیوں تہمدوں مسواکوں ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا یہودی تسبیحوں کے پیچھے لگ گئے، بدھ چلہ کشی میں مصروف ہو گئے۔ گرنے نور آتش کو خدا سمجھ لیا۔ پھر حج جاتری نماز زکاۃ روزے برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے۔

تذکرہ صـ١٦ میں ہے کہ اسلامی جماعت کے اندر سب نظری اور اعتقادی سب قولی اور اعمالی سب اتباعی اور غیر اتباعی سب شرعی اور فقہی تفرقے کے برخلاف ہوں سب کو علانیہ مٹانا چاہتا ہوں سب مطیعوں اور مطاعوں مریدوں مرادوں کو خدا کی سرزنش کا قطعی اہل سمجھتا ہوں۔ اور عذاب آخرت کا مستوجب۔ ایک قول اس کا مرقومہ صـ٩٨ بھی قابل دید ہے کہتا ہے "اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے یہی عبادت خدا ہے صوم وصلاۃ حج وزکاۃ کو رسماً یا عادتاً یا تعظیماً ادا کر لینا یا کلمۂ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں۔" تذکرہ حصہ عربی

شروع کرنے سے پہلے لکھتا ہے "تهدية الى الله عز وجل رب انى قد جئتك بشيئ غريب مما اتيتنى من لدنك وقلبى وجل انى لراجع اليك فى يوم لا ريب فيه فتسئلنى عما فعلت فتقبل منى واصلح لى فى تدبرى وثبت به فؤادى واجعل افئدة من الناس تهوى اليه فيعلموا انه الحق منك فتحيت لك قلوبهم رب واصلح المؤمنين واهدهم بنورك فى هذا كما اصلحتهم وهديتهم من قبل فانهم قوم لا يعلمون رب اخبرتنى انهم لهالكون من قريب فاتيتهم بنبأ عظيم" نبأ عظیم کی تشریح اردو صفحہ پر کر کے لکھتا ہے۔ "یہی اس نبأ عظیم کا لب لباب تھا جو محکمہ قضا و قدر کے آستانہ علیہ سے نبیوں کو ملی اور یہی سچی نبوت ہے یہی انتہا علم و خبر ہے کمال کشف و اکتشاف ہے۔ اس علم کے بالمقابل ماسوا کا علم ہیچ ہے"

الجواب ان ناپاک اقوال میں بہت اقوال بدتر از ابوال وہ ہیں جو صراحتًا ہادم اساس دین و ایمان، نافی و منافی اسلام مومنان ہیں جن میں کوئی تاویل دور کی بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کا قائل اور قابل یقینًا کافر قادیانی مرتد سے زائد اضر اکفر۔ اس کے کفر و استحقاق عذاب میں اصلا شک و تامل کو راہ نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ مسلمانوں ہی کو کافر نہیں ٹھہراتا بلکہ خود اسلام کو معاذ اللہ کفر اور اپنے گڑھے ہوئے خود ساختہ تخیل کو نبأ عظیم اور سچی نبوت اور انتہا علم و خبر کہتا ہے جس کے بالمقابل ماسوا کا علم ہیچ بتاتا ہے۔ اپنی نبوت کا اشعار کرتا ہے۔ کفار کے صحیح معنی میں متقی اور محبوب خدا ہونے کا اقرار کرتا ہے اسلام و مسلمین کے کفر و کفار ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم والعیاذ باللہ تعالیٰ ربنا الحکیم العلیم وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳ از مسئولہ زین الدین صاحب ۶ر ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) والدین اگر بے دین ہوں یا مرتد تو ان کا نفقہ لڑکے پر واجب ہے یا نہیں۔ (۲) والدین مرتدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب والدین اگر کافر ذمی ہوں تو ان کا نفقہ ذمہ ولد مسلم موسر قضاءً بھی واجب ہوگا جب کہ وہ کسب پر قادر نہ ہوں۔ اور اگر ولد معسر ہو تو صرف دیانۃً بقدر طاقت۔ یوہیں اور حسن سلوک غیر کفر و معاصی میں ان کی اطاعت بعض صور میں واجب بعض میں جائز لقولہ تعالیٰ وبالوالدین احسانا

وقولہ عزوجل وصاحبھما فی الدنیا معروفا کفروشرک ومعاصی میں ان کی اطاعت کفروشرک وحرام ہے
قال تعالیٰ وان جاھداك علیٰ ان تشرك بی ما لیس لك بہ علم فلا تطعھما۔ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام
لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ وقال علیہ الصلاۃ والسلام انما الطاعۃ فی المعروف۔ اگر اس امر میں
جس کا حکم والدین وغیرہما ایسے شخص نے دیا جس کی اطاعت چاہئے اس کی نصیحت اس کا نفع یا جن کے نقصان
کا دفع اور اس کی تکمیل وتربیت احوال ہے تو اطاعت واجب ہے اور اگر ایسے ایک امر مباح کام کا امر ہے کہ
اس کے حق میں اس کا عدم وجود برابر ہے تو اطاعت مباح ہے واجب نہیں۔

غرض جو بات شرعاً پسندیدہ ومقتضائے تکریم ہو اس میں اطاعت لازم یا جائز ہے۔ معصیت میں ہرگز
ہرگز اطاعت نہ کی جائے اگرچہ والدین مسلمان ہوں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے الحاصل ان کل من لزمتہ طاعۃ
غیرہ کالابن یجب علیہ طاعۃ ابویہ فیما ھو طاعۃ والرعیۃ یجب علیھم طاعۃ السلطان فیما ھو
طاعۃ والزوجۃ یجب علیھا طاعۃ الزوج فیما ھو طاعۃ والعبد یجب علیہ طاعۃ مولاہ فیما ھو طاعۃ
کما اذا صدر الامر من الآمرین الی المامورین فیما ھو نفع فی حقھم ونفع لھم وتربیۃ لاحوالھم و
تکمیل لنقصانھم یجب طاعتھم فی ذلك واما فی الامر بالمباح الذی وجودہ فی حق المامورین وعدم
وجودہ سواء ولا انتفاع لھم بہ ولا دفع ضرر بہ عنھم فان طاعتھم فیہ جائزۃ مباحۃ غیر واجبۃ
کما قررناہ وحررناہ فی حق امر السلطان فی غیر ھذا الکتاب۔

یوہیں جس میں آمرین کا وہ امر جس کے کرنے میں مامور کا نفع یا اس سے دفع ضرر نہ ہو مگر آمر کا
نفع جائز نیز اس کا دفع ضرر نہ ہو جس کے کرنے میں شرعی کوئی ممانعت نہ ہو وہ بھی واجب ہونا چاہئے اور جس
میں ان کا نفع اور ان کے ضرر کا دفع نہ ہو گا وہ مباح ہوگا۔ وہ امر جس کے کرنے میں مامور کا نفع یا اس سے
دفع ضرر نہ ہو مگر اس کا نفع جائز یا اس کا دفع ضرر ہو جس کے کرنے میں شرعی کوئی ممانعت نہ ہو وہ بھی واجب ہونا
چاہئے جب کہ مامور کے امکان میں ہو۔

اختلاف دین سے سوا والدین واجداد وجدات از قبل اَب واُم وفروع وزوجہ جب کہ یہ ذمی ہوں
اور لوگوں کا نفقہ ساقط ہوتا ہے۔ اور اگر اصول وفروع وزوجہ حربی ہوں تو ان کا نفقہ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
حدیقہ ندیہ میں ہے یجب علی الولد المسلم نفقۃ الوالدین الکافرین اذا عجز عن الکسب۔ اسی میں
شرح درر سے ہے لانفقۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع الذمیین لقولہ تعالیٰ

صاحبهما فی الدنیا معروفا وفسرها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحسن العشرۃ والاجداد والجدات کالابوین ولایجبر المسلم علی انفاق ابویہ الحربیین ولاالحربی علی انفاق ابیہ المسلم والذمی لان الاستحقاق بطریق الصلۃ لنھی عنہ برھم لقولہ تعالیٰ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ ولھذا لایجری الارث بین من ھو فی دارنا وبینھم وان اتحدت ملتھم وقیدنا بالذمیین احترازا عن الحربی والمستأمن اما الاول فلانا نھینا عن البر فی حق من یقاتلنا واما الثانی فلعرضیہ اذ یلحق بلاصادق وجب علی المسلم خدمتھما۔ ای الوالدین الکافرین یجب علیہ ایضا برھما ای الاحسان الیھما بقدرہ وزیارتھما فی بعض الاحیان الا ان یخاف الولد ان یتجبلاہ ای ابواہ الکافرین علی الکفر والتدیین بدینھما فیجوز لہ ان لایزورھما حینئذٍ ولھذا ذکر فی تنویر الابصار وغیرہ من الحضانۃ علیھا تجب للذمیۃ کالمسلمۃ مالم یعقل الصغیر دینا وان یالف الکفر کذا فی الخلاصۃ۔ ولایجوز ان ولد المسلم یقودھما ای الوالدین الکافرین اذا عمیا الی البیعۃ والکنیۃ لاعانتہ لھما علی الکفر ھو لایجوز انما یقودھما ای والدیہ منھما علی المنزل قال الوالد رحمۃ اللہ علیہ فی مسائل المتفرقۃ من شرحہ علی الدرر معزیا علی القدسی لایقاد الاعمٰی علی البیعہ ویقاد منھما ونحوہ فی البزازیۃ وغیرھا۔

عالمگیریہ[1] میں ہے یجبر الولد الموسر علی نفقۃ الوالدین المعسرین مسلمین کانا او ذمیین قدرا علی الکسب اولم یقدرا بخلاف الحربیین المستامین ولایشارک الولد الموسر احد فی نفقۃ ابویہ بمعسرین کذا فی العنایۃ۔ اسی میں ہے[2] ولاتجب النفقۃ فی اختلاف الدین الا للزوجۃ و الوالدین والاجداد والجدات والولد وولد الولد۔ اسی میں ہے۔ لایجبر[3] المسلم والذمی علی نفقۃ والدیہ من اھل الحرب ان کان مستأمنین وکذلک الحربی الذی دخل علینا بامان لایجب علی والدیہ النفقۃ اذا کان مسلمین او کان من اھل الذمیۃ کذا فی المحیط۔ **تفسیرات احمدیہ[4]** میں ہے۔

اما اطاعتھما فی غیر المعاصی فواجب بقدر ما امکن ولھذا قال علیہ السلام فی اطاعۃ الوالدین وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک وبھذا شرع الاحسان والنفقۃ علیھما علی الولد ویحرم علیہ ابتداء قتلھما وان کانا کافرین علی مایدل علیہ قولہ وصاحبھما فی الدنیا معروفا یقتضیہ الشرع ویقتضیہ الکرم والی کلہ یشیر کلام صاحب الھدایۃ حیث قال فی باب النفقۃ وعلی ابویہ واجدادہ وجداتہ اذا کانوا فقراء وان خالفوا فی دینہ اما الوالدان فلقولہ تعالیٰ وصاحبھما

[1] فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص۵۶۴ مطبوعہ بیروت، [2] ایضاً ص۵۶۷، [3] ایضاً ص۵۶۸ [4] ص۶۰۵ مطبوعہ فتح الکریم بمبئی

فی الدنیا معروفا نزلت فی الابوین الکافرین ولیس من المعروف ان یعیش فی نعم اللہ تعالٰی ویترکھما یموتان جوعا واما الاجداد والجدات فلانھم من الاباء والامھات وبہ ایضا تمسک فی کتاب الجھاد ان الابن ان وجد اباہ فی صف المشرکین لایقتل ابتداء وان قصد الاب قتلہ بحیث لایمکن دفعہ الا بقتلہ لاباس بہ لانہ دافع حینئذ لاقاصد۔

ان عبارات سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ معصیت میں ماں باپ سلطان کی اطاعت نہیں ہے۔ اور غیر معصیت میں بعض نے مطلق وجوب معلوم ہوا کہ بعض میں یہ ہے کہ بعض امور میں اطاعت واجب بعض میں مباح۔ اور قضیہ نظر فقہی یہی ہے کہ مطلقا وجوب نہیں۔ اللہ اور رسول سے زائد اطاعت کس کی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اوامر میں بعضیت ہے۔ بعض وجوب کے لئے اور بعض ارسال میں۔ یونہیں تفصیلات ہونا ضرور کہ جس مباح کی ماں باپ۔ سلطان تاکید فرمائیں امر برائے وجوب کریں یعنی اس کام کو مامور پر لازم کریں وہ واجب ہوگا۔ اور اگر امر بطور امر ارشادی ہو تو مباح ہی ہو جائے گا۔ ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی۔

مرتد کا کوئی نفقہ نہیں۔ جیسے حربی کا یوں ہی مرتد کا بلکہ اس سے زیادہ کہ مرتد سے تو نری معاملت بھی ناجائز ہے۔ کہ اس کے ساتھ صلہ حسن سلوک اس کی اطاعت شعاری فرمانبرداری مرتد کے لئے نہیں مگر توبہ ورنہ تلوار۔ مرتد والدین حربی والدین سے بدتر ہیں واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۴۰ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ محمد رضا خاں صاحب۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین عنایت اللہ مشرقی کی بابت اور اس کے اتباع کی بابت اس کی تحریک میں شامل ہو کر خاکسار بننے کی بات؟ آج کل بریلی میں لوگ اس جماعت میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس کے اقوال اور اصلیت سے ناواقف ہیں۔ چند اقوال لکھ کر اس کے اور متبعین کی بابت حکم شرعی مطلوب ہے۔ تذکرہ صفحہ اول میں تمہید الی اللہ کے ضمن میں عربی عبارت لکھتا ہے۔ "رب اخبرتنی انھم لھا لکون من قریب فاتیتھم بنبأ عظیم" پھر دیباچہ کے صـ۸ پر لکھتا ہے "یہی اس نبأ عظیم کا لب لباب تھا جو محکمۂ قضا و قدر کے آستانہ علیہ سے نبیوں کو ملی اور یہی سچی نبوت ہے یہی انتہا علم و خبر ہے کمال کشف و اکتشاف ہے۔ اس علم کے بالمقابل سب ماسوا کا علم ہیچ ہے۔ سب کمتر معاملوں کی خبر ہیچ ہے۔" دیباچہ تذکرہ صـ۹ پھر لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرتے اور ان کو

ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بند بن گئے خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کی بجائے موسوی۔ گوتمی۔ عیسائی اور محمدی بن گئے اور ان کو سراہنا ان کو اپنے اعمال و افعال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔

"پھر دو تین سطر بعد لکھتا ہے۔" عیسائی مسیح ابن خدا کہنے لگے مسلمانوں نے داڑھیوں اور تہمدوں مسواکوں ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا۔ پھر دو سطر بعد لکھتا ہے۔ پھر حج جاتری نماز، زکاۃ، روزے، برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے۔ الخ تذکرہ ص۱۷ نبی آخر الزماں علیہ السلام کا واحد مطمح نظر روئے زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقار دوام کے معراج پر پہنچانا تھا یہی ان کے مبعوث ہونے کی واحد اور صحیح غرض تھی۔ تذکرہ ص۵۵ کرشن علیہ السلام تذکرہ ص۴۸ اگر آج اسلام کسی بڑی بڑی پگڑیوں والے مولوی حضرات یا گز گز بھر لمبی داڑھیوں والے فقیہوں کی کم نگہی کے باعث مسواکوں اور ڈھیلوں استنجاؤں پائجاموں اور عماموں اور داڑھیوں کے اندر گھس چکا ہے اگر اس کی اشد شدید حکمت اور مبلغ علم حیض و نفاس کے مسئلوں گردن مروڑی مرغیوں کی تشریحوں آمین بالجہر رفع یدین کی بحثوں پر ختم ہو چکے ہیں۔" الخ تذکرہ ص۹۱ قرآن کی الصلاۃ "صرف نوکر کا پنج وقتہ سلام ہے۔" چار سطر بعد لکھتا ہے مگر عبادت قطعاً نہیں۔

تذکرہ ص۹۲ "ایسی عبادت وقت اور مقام قوموں اور قعدوں رکعتوں اور رکنوں سے قطعاً مستغنی ہے فجر ظہر عصر اور مغرب عشا یا اشراق سے اس کو کچھ واسطہ نہیں یہ ایک پیہم اور مسلسل عمل ہے چند لمحوں تک کھڑا ہونا یا بیٹھ جانا اس کو ادا کرنے کا اسلوب نہیں قرآن کی بتائی ہوئی الصلاۃ اگر کسی معنوں داخل عبادت ہے تو اس لئے کہ یہ بھی ادب بیسوں حکموں میں خدا کا ایک حکم ہے۔" تذکرہ ص۹۸ پس اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے یہی عبادت خدا ہے صوم و صلاۃ حج و زکاۃ کو رسماً عادتاً یا تعظیماً ادا کر لینا یا کلمہ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعاً کوئی عبادت نہیں۔" تذکرہ ص۹۹ "پتھر کی رسماً پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مشرک یا موحد ہو جانے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔" فقط

الجواب۔ یہ تیسرا سوال مشرقی کے اقوال بد تر از ابوال اور اس کے زبوں حال پر ملال بد مآل

سے تعلق آیا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے غالباً ہر سوال میں نئے نئے اقوال پیش ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتاب ایسے ہی خبیث اقوال کا خزانہ ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اس کے اقوال اسلام کو کفر کفر کو اسلام ٹھہراتے ہیں۔ ایمان کو از بیخ برکندہ کرتے اور مشرقی کے گڑھے ہوئے بے ڈول لائق ہزار نفرین ولاحول مذہب کو از نام اسلام پیش کرتے ہیں مسلمانوں کو کھلا کافر بت پرست مشرک بتاتے اتباع واطاعت انبیاء کو شرک بت پرستی سمجھاتے ہیں۔ ان میں ارکان اسلام وشعائر دین، سنن سید المرسلین کے ساتھ استہزا ران کی توہین مبین ہے۔ عبادتوں کے عبادت ہونے سے انکار۔ اسلام ومسلمین وعلماء دین واحکام شرع متین پر بے طرح بوچھار ہے اس کی کتاب میں ایسے اقوال ہیں جن کی کوئی تاویل صحیح نہیں ہو سکتی جن پر مطلع ہو کر قائل کے کفر وعذاب میں شک وارتیاب موجب کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

جو لوگ اس کے ان اقوال پر مطلع نہیں ہیں اس کی جماعت میں شریک ہو گئے ہیں ان پر ابھی الزام نہیں۔ ہاں مطلع ہو کر پھر اس کی جماعت میں شریک رہیں گے تو ملزم ہوں گے اور اس کے کفر واستحقاق عذاب میں بعد اطلاع شک کریں گے تو خود اسلام سے خارج ٹھہریں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ دین کی اصل صرف توحید ہی ماننا ہے پھر عقل کا پتلا صرف جڑ ہی کو درخت جانتا ہے اسلام کے شعائر وارکان واحکام کا مضحکہ اڑاتے ان کے ساتھ استہزا کرتے ہوئے کہتا ہے "آج اسلام (تا) ختم ہو چکے ہیں۔"

اس کا خود ساختہ خود تراشیدہ مذہب جسے یہ اسلام بتاتا ہے وہ بھی تو ان سے معرا نہ ہوگا۔ اثباتاً و نفیاً کچھ تو ان امور کے لئے کہتا ہوگا۔ اور خود اس کا دل بھی۔ تو کیا اس کے طور پر کوئی اور بھی ایسا کہہ سکتا ہے کہ مشرقی کا اسلام اس کے اور اس کے متبعین کی شرمگاہوں میں گھس چکا ہے کہ انھیں ڈھیلے سے صاف کریں یا پانی سے یا کپڑے سے یا کاغذ سے یا یوں ہی لتھڑا رکھیں۔ یہ لوگ اور ان کی عورتیں قبل جماع بحال جماع بعد جماع یہ کریں یہ نہ کریں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں یا نہ رکھیں ہر ایک کے لئے یا خاص خاص کے واسطے یا کسی ایک شخص کے لئے انھیں برائے استمتاع پیش کیا کریں انھیں چھپائیں یا کھلا رکھیں ہر ایک کو دکھائیں۔ موئے زیر ناف رہنے دیں یا صاف کریں۔ کریں تو کب کتنے کتنے دن بعد اور کس طرح کس کس چیز سے۔ حیض ونفاس والیاں کیا کیا کریں ان کے ساتھ کیا کیا جائے کیا نہ کیا جائے؟ اگر اس کا خود ساختہ دین اس سے بالکل معرا بالفرض غلط ہو تو کیا اس کے دین کو کوئی ایسا کہہ سکتا ہے کہ اس کا دین، اس کی بی بی، ماں، بیٹی، بہن، بھتیجی، پھوپھی، خالہ، بھانجی اور ہوتی سوتی کی اگلی پچھلی اور خود اپنی شرمگاہوں

میں گھس چکا ہے؟ اپنے متبعین کی مقعدوں اور فرجوں میں دھنسا ہوا ہے؟ زنا و لواطت اور حیض و نفاس اور بول و براز کی نجاست میں پڑا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ خدا اسے اور اس کے متبعین، اس کے اقوال کے قبول کرنے والوں کو توبہ کی توفیق دے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ از بریلی محلہ مسئولہ ۱۶ صفر مظفر ۱۳۵۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین چند امور مندرجہ ذیل سوالات پر عمل کرنے والا کافر ہوگیا یا نہیں؟

نمبر ۱۔ قرآن حکیم آیت کریمہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا کا صحیح مطلب کیا ہے مفسرین کی اس آیت کے متعلق کیا رائے ہے اور حدیث شریف سے کیا شہادت ہے؟ مفصل اور مدلل جواب کی ضرورت ہے۔

نمبر ۲ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا کہنا ماننا۔ نمبر ۳ سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھنا نمبر ۴ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا اور ورزش کرنا نمبر ۵ اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال و جان حتی کہ فرزندوں کو قربان کرنے کی طاقت پیدا کرنا نمبر ۶ پابندی وقت کرنا نمبر ۷ خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھانا نمبر ۸ روئے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر رکھنا نمبر ۹ روحانی جذبات کو پیدا کرنا شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دینا نمبر ۱۰ خدمت خلق بغیر کسی اجرت کرنا نمبر ۱۱ نماز پر قائم رہنا اور باقی ارکان اسلام پر جما رہنا نمبر ۱۲ صف میں برابر کھڑے ہوکر مسلمانوں کی اونچ نیچ کو برابر کرنا۔ نمبر ۱۳ تمام غفلتوں اور سستیوں کو دور کرنا نمبر ۱۴ ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پرو کر بنیان مرصوص بنانے کی سعی کرنا نمبر ۱۵ سننے والا اور عامل ہونا کہنے والا اور نہ کرنے والا نہ ہونا نمبر ۱۶ حتی الوسع مسلمانوں سے سودا خریدنا۔

الجواب آیت میں سلام یا بمعنی انقیاد ہے۔ یا سلام سے مراد سلام تحیۃ اسلام ہے۔ شان نزول آیت یہ ہے۔ کہ مرداس بن نہیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ ان کی قوم مسلمان نہ ہوئی۔ اس قوم پر غازیان اسلام کو روانہ فرمایا گیا وہ ان کے آنے کی خبر سن کر بھاگ گئے۔ اور مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں باقی رہ گئے کہ اپنے اسلام سے اپنے آپ کو قتل سے بچالیں گے۔ جب غازیان اسلام کو دیکھا، بایں خیال کہ یہ کوئی اور قوم ہو اپنی بکریاں لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ جب غازی وہاں تک پہونچے اور تکبیر کہی تو

انھوں نے بھی تکبیر کہی اور پہاڑی سے اترے اور کلمۂ شہادت پڑھا اور علیکم السلام کہا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں قتل کر دیا۔ یہ خبر حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام کو پہنچائی گئی۔ حضور نے فرمایا تم نے انھیں مال غنیمت کے لئے قتل کیا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص ایسا جس کے اصرار علی الکفر سے تم ناواقف ہو، اظہار اسلام کرے اسے قتل نہ کرو۔ اس کے قتل سے رکو یہاں تک کہ اس کے حال کی تفتیش کر کے اس پر وقوف پاؤ۔ اگر محض زبانی ہو جیسے منافقوں کا اظہار اسلام اور وہ سچے دل سے اسلام نہ لائے قابل قتل ہوگا۔ اگر جزیہ نہ دے گا۔ اور اگر بعد تفحص یہ کھلے کہ وہ سچے دل سے اسلام نہ لایا ہے تو وہ مسلمان ہے۔ ناحق اس کا قتل حرام اشد کبیرہ ہوگا۔ سیاق و سباق آیت دیکھو فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَتَبَیَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِیْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَتَبَیَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا [1] اے ایمان والو جب تم جہاد کو چلو تو تحقیق کر لو۔ اور جو تمہیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ (یعنی جس میں اسلام کی کوئی علامت پاؤ اس سے ہاتھ روکو اس کے قتل میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے) تم جیتی دنیا کا اسباب چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بکثرت غنیمتیں ہیں، پہلے تم بھی ایسے ہی تھے (یعنی جب تم اسلام لائے تھے تو تمہاری زبان سے کلمۂ شہادت ہی نے تمہاری جان مال محفوظ کر دیئے تھے۔ تمہارا یہ اظہار اسلام نالائق اعتبار نہ ٹھہرایا گیا تھا) پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو تم پر تحقیق کرنا لازم ہے بے شک اللہ تمہارے کرتوت سے خبردار ہے۔

تفسیرات[2] احمدیہ میں حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہٗ استاذ سلطان عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ معنی الآیۃ یایھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم ای سرتم فی طریق الغزو فتبینوا ای اطلبوا بیان الامر وثباتہ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا والسلام ھو الانقیاد والتسلیم الذی ھو تحیۃ اھل الاسلام حال کونکم تبتغون بھذا القول عرض الحیٰوۃ الدنیا اعنی المال والغنیمۃ التی ھی سریع النفاد فعند اللہ مغانم کثیرۃ تغنیکم عن قتل رجل یظھر الاسلام ویتعوذ بہ من التعرض یعنی ان رجلا اذا القی الیکم السلام ویدعی الاسلام فلا تقبلونہ بل تقتلونہ لاجل متاع الدنیا وھو الغنیمۃ فلا تفعلوا کذلک بل توقفوا حتی تعلموا ایمانہ وقد اغناکم اللہ

- [1] سورۂ نساء آیت ۹۴ ، [2] ص۳۰۸ مطبوعہ فتح الکریم بمبئی

تعالیٰ بالغنایم الکثیرۃ لا احتیاج لکم الیٰ غنیمۃ رجل مسلم وان تدعوا انہ لا یوافق لسانہ قلبہ فکذٰلک کنتم من قبل ای اول ما دخلتم فی الاسلام سمعت من اقوالکم کلمۃ الشھادۃ فحصنت دمائکم و اموالکم من غیر اطلاع علیٰ مواطاۃ قلوبکم لالسنتکم فمن اللّٰہ علیکم بالاستقامۃ و الاستشھاد بالایمان فافعلوا بالداخلین فی الاسلام کما فعل بکم فتبینوا فی ذٰلک ولا تھافتوا فی القتل وھٰذا مضمون الایۃ بحسب ما ذکرہ فی المدارک وقال ھو فی نزولہ روی ان مرداس بن نھیک اسلم ولم یسلم من قومہ غیرہ فغزتھم سریۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فھربوا وبقی مرداس لیثقہ باسلامہ فلما رأی الخیل الجاء غنیمتہ الی مسرح من الجبل وصعد فلما تلاحقوا وکبروا کبر ونزل وقال لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ علیکم السلام فقتلہ اسامۃ بن زید واستاق غنیمتہ۔ فاخبروا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فوجد وجدا اشدیدا وقال قتلتموہ ارادۃ ما معہ ثم قرأ الایۃ۔

حدیث میں ہے کہ حضور جب لشکر روانہ فرماتے فرمادیتے اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو قتل نہ کرنا آیت کا سباق و سیاق بتا رہا ہے اور حدیث و فقہ سب شاہد کہ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کوئی اسلام کا اظہار کرے یا تم پر سلام کرے وہ مسلمان ہے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ یہود و نصرانی کوئی اہل کتاب اگر کہے میں مومن ہوں تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے دین ہی کو ایمان سمجھتا ہے۔ نہ کہ صرف السلام علیکم کہنے پر اسے مسلمان سمجھ لیا جائے بلکہ اگر کلمۂ شہادت بھی پڑھے تو بھی اسے صرف اتنا نفع نہ دے گا جب تک اپنے دین باطل کو باطل نہ کہے اور اس سے اظہار بیزاری نہ کرے۔ یوں ہی مدعیان اسلام سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں بلکہ اپنے آپ ہی کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کا السلام علیکم کہنا کلمۂ شہادت پڑھنا اور طرح طرح اظہار اسلام کرنا انھیں کیوں کر نافع ہو سکتا ہے؟ باوجود ان کے ان کفروں کے جنھیں انھوں نے اسلام سمجھا ہے۔

آج بہت ہندو جب مسلمانوں سے ملتے ہیں السلام علیکم کہتے ہیں کیا وہ اس سے مسلمان ہو جاتے ہیں؟ تحریف کلام مسلمان کا کام نہیں خصوصاً کلام الٰہی میں۔ یہ تو یہود کی صفت ہے جسے قرآن عظیم میں فرمایا یحرفون الکلم عن مواضعہ بات کو اس کے محل اس کے موضع سے پھیرتے، کہیں سے توڑ کر کہیں جوڑتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ۔ آیت کے یہ معنی ہوں تو جو کوئی بھی کسی مسلمان پر سلام

کرے مسلمان ہو جائے۔ حاشا نہ یہ دین اسلام کا حکم ہے۔ نہ عقل ہی کا مقتضیٰ۔ بت پرست بتوں کو پوجتا رہے مجوسی آگ کی پرستش میں مبتلا رہے۔ نصرانی تین خدا اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتا رہے۔ یہودی حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتا رہے۔ اور اور کفریات کرتا رہے، بس مسلمان پر سلام عرض کرے اور پکا مسلمان۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

یوہیں رافضی قرآن کو قرآن نہ مانے بیاض عثمانی کہتا رہے، تغیر و تبدیل کمی بیشی کا قائل رہے۔ مولیٰ علی واہل بیت کرام کو سوائے حضور علیہ الصلاۃ والسلام تمام انبیاء عظام سے افضل و اعلیٰ بلند و بالا بتاتا رہے۔ مولیٰ علی میں خدا کا معاذ اللہ حلول مانتا رہے۔ مولیٰ علی کو خدا جانتا رہے، جبرئیل امین کو نبوت رسالت پہونچانے میں خاطی و غلط کار ٹھہراتا رہے کہ خدا نے نبوت بھیجی مولیٰ علی کے لئے تھی جبرئیل نے (معاذ اللہ) غلطی کی کہ حضور کو دے گئے۔ دنیا میں رجعت اموات کا قائل رہے، خدا کو کہتا رہے کہ خدا ایک حکم دیتا ہے پھر معاذ اللہ پچھتاتا رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ ہذیانات۔

وہابی۔ دیوبندی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کرتا رہے، امکان کذب باری ہی نہیں معاذ اللہ وقوع کذب کا قائل رہے، حضور کے علم کو شیطان کے علم سے کم بتاتا رہے، حضور کے علم کو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم جن میں کتا سور بھی داخل کہے علم کے ناپاک تشبیہ دیتا رہے، حضور کے لئے کہتا رہے کہ انھیں دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں بلکہ اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں، وہ (معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ خباثات۔

قادیانی مرزا کو نبی اور مجدد مانتا رہے۔ قادیانی عیسیٰ کلمۃ اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کی طرح طرح توہین کرتا رہے۔ قادیانی کہتا رہے ؎ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے، قادیانی قرآن کو جھٹلاتا رہے نبی کی تکذیب کرتا رہے، قادیانی اور رسل علیہم الصلاۃ والسلام کی توہین کرتا رہے، وغیرہ وغیرہ خرافات۔

یوہیں مشرقی اور اس کے اقوال بدتر از ابوال کو ماننے والا بکتا رہے کہ مشرقی نبا عظیم لایا جسے تذکرہ صہ پر سچی نبوت کہا۔ وہ بکتا رہے تذکرہ صہ ۹ "لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کے بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بند بن گئے۔ خدا کو تسلیم کرنے اور مسلم بننے کے بجائے (تا) محمدی بن گئے۔ ان کو سراہنا اور اپنے افعال اعمال میں بت بنا لینا جزو دین جانا" اس کا صاف کھلا مطلب ظاہر کہ جو مسلمان کہے جاتے ہیں یہ مسلمان نہیں ہیں یہ خدا کو تسلیم نہیں کرتے۔ مسلمان نہیں بنے۔

انھوں نے خدا کو ماننے اور مسلمان ہونے کے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سراہنا اپنا جزو دین اور انھیں بت بنالیا یا ان کے متبع ہوئے۔ محمدی بن گئے تو مسلم نہیں مشرک ہوتے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

حضور کی اتباع اور حضور کے سراہنے اور حضور کے سنن پر عمل کرنے کو کفر و شرک بتایا اور خدا کو نہ ماننا ٹھہرایا۔ نماز، روزے، حج، زکاۃ، ارکان اسلام اور شعائر دین اور سنن سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرتا رہے۔ نماز وغیرہ فرائض کے عبادت ہونے کا انکار کرتا رہے، ہنود کی پوجاؤں سے انھیں ملاتا رہے، انھیں بے نتیجہ بے مطلب رسم بتاتا رہے، نماز کو اسلام نہ ماننے پتھر کی پرستش کو کفر نہ جانے تذکرہ صـ۹ "مسلمانوں نے داڑھیوں تہمدوں مسواکوں ڈھیلوں کو اسلام سمجھ لیا۔" صـ۹ "حج جاتری نماز زکاۃ روزے برت وغیرہ وغیرہ سب کے سب بے مطلب رسوم اور بے نتیجہ شعار ہو گئے" صـ۴۸ "اگر آج اسلام کسی بڑی بڑی پگڑیوں والے مولوی حضرات یا گز گز بھر لمبی داڑھی والے فقیہوں کی کم نگہی کے باعث مسواکوں اور ڈھیلو استنجاؤں پائجاموں اور عماموں اور داڑھیوں کے اندر گھس چکا ہے اگر اس کی اشد شدید حکمت اور مبلغ علم حیض ونفاس کے مسئلوں گردن مروڑی مرغیوں کی تشریحوں آمین بالجہر رفع یدین کی بحثوں پر ختم ہو چکے ہیں" صـ۹۱ قرآن کی الصلاۃ صرف نوکر کا پنج وقتہ سلام ہے۔ مگر عبادت قطعاً نہیں" صـ۹۹ "اصل دین میرے نزدیک توحید ہے اور توحید قلوب کے اندر پیہم بت شکنی کرتے رہنا ہے۔ یہی عبادت خدا ہے۔ صوم وصلاۃ حج وزکاۃ کو رسمًا عادتًا یا تعظیمًا ادا کرلینا یا کلمۂ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعًا کوئی عبادت نہیں" صـ۹۹ "پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کرلینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا اس کے مشرک یا موحد ہونے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا" وغیرہ وغیرہ ابلیسات بکتا رہے۔ بس مسلمان پر عرض سلام کرلے پکا مسلمان۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سلام نہیں اگر دن رات کلمۂ اسلام رٹتا ہے اور سارے ارکان اسلام بجالاتا ہے جب تک ان اقوال اور ان جیسے ہادم دین بیخ کن اسلام، اقوال بدتر از ابوال سے توبہ نہ کرے گا ہرگز مسلمان نہ ہوگا۔ پھر کس نے مشرقی اور اس کے متبعوں کی تکفیر ان سولہ[۱۶] باتوں پر، جو سوال میں مذکور ہیں کہ جس کے لئے فتویٰ طلب کیا جاتا ہے؟ یہ بھی وہی تحریف کلام ہے۔ مشرقی کے ان ہولناک نجس ناپاک اقوال پر تکفیر ہے۔ اور اس کے ماننے والوں پر اس شرط پر کہ اس کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانیں، نہ ان سولہ[۱۶]

پران سولہ امور (جو چوبیس سے سائل نے دکھائے آٹھ بچائے ہیں) کے ۲ کا کیا مطلب ہے؟ ہوکسی مسلمان کے خلاف نہ ہونا۔ مسلمان سے واقعی مسلمان مراد ہے یا ہر مدعی اسلام قادیانی رافضی وہابی دیوبندی نیچری وغیرہ؟

بہر حال یہ ایک بیہودہ محض لغو ولایعنی باطل بے معنی بات ہے۔ شرعاً عقلاً ہر طرح۔ کہ ہر اختلاف سے تحرز ناممکن۔ یہ جن کا اصول ہے وہ خود اس پر کبھی کاربند نہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان واقعی ہو اس سے بھی اختلاف کبھی شرعاً عقلاً ضروری ہوتا ہے۔ نہ کہ غیر واقعی اور محض نام کے مسلمان سے۔ نام کے مسلمان سے واقعی مسلمان کا اختلاف تو ہر وقت ہے۔ اس وقت تک جب تک وہ نام کا مسلمان۔ سچا مسلمان نہیں۔ اس کے خلاف نہ ہونا کیا معنی؟ سنی مسلمان سے ہزار اختلاف ہو سکتے ہیں۔ عقائد میں نہیں اعمال میں۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر جو فرض ہے اس فرض کا ادا کرنے والا بے شمار بار بداعمال لوگوں بددینوں بدمذہبوں کے خلاف ہوگا۔ سیکڑوں اختلاف دنیوی ہوتے ہیں۔ ہزاروں دعوی محض باطل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ باطل سے باطل بات کہنے والے مسلمان اور مدعی اسلام سے کبھی اختلاف نہ کیا جائے گا۔ ہر باطل و ناحق کو حق۔ غلط کو صواب۔ کذب کو صدق مانا جائے گا کہ ایسا نہ ہوگا تو مسلمان (اور مدعی اسلام نام کے مسلمان) کے خلاف ہوگا اور نہ خلاف ضابطہ خلاف قاعدہ خلاف اصول ہوگا۔ پھر مسلمان مسلمان سے ہزارہا اختلاف موجود ہیں۔ اور مسلمان اور نام کے مسلمان سے تو دینی اختلاف ہے۔ اور اصول ٹھہرا یہ کہ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہوگا۔ تو بتایا جائے کہ کس طرح سب سے اتفاق ہوگا کسی سے اختلاف نہ ہوگا؟

مشرقی کے متبعین پر اپنے اس اصول سے بھی لازم کہ وہ مسلمانوں سے خلاف نہ ہوں۔ مشرقی کے ہادم اساس دین وایمان، بیخ کن مسلمانان یقین کرنے میں مسلمانوں کے ساتھ اتفاق کریں۔ نیز اپنی یہ خاکساری چھوڑیں۔ اور ہر وہ بات جو اس کے متعلق مسلمان کہتے ہیں اسے مانیں۔ عمر میں اپنے سے چھوٹے اور برابر والے کا بحیثیت اس کے کہ وہ مسلمان ہیں اور عمر یا علم وفضل یا مال و دولت کسی طرح مسلمان بڑے کا بحیثیت اس کے بھی کہ وہ بڑا ہے بڑے کا ہر کہا ماننے کے متعلق بھی اسی طرح سمجھیں۔ کہ بڑا اگر کسی ناجائز بات کے لئے کہتا ہے تو ہرگز اس کا کہا ماننا نہ چاہیے۔ حدیث[1] میں ہے لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق اگر یہ عبارت یوں ہوتی کہ ہوکسی سنی مسلمان کے بے سبب معقول اور بے وجہ مقبول

[1] جامع ترمذی جلد اول صفحہ ۳۲

خلاف نہ ہونا اور اپنے بڑے کا ہر جائز کہا ماننا" تو کوئی خرابی نہ ہوتی۔

اگر عبارت یوں ہوتی تو سائل کا مطلب نہ بنتا کہ سادہ لوح مجیب سے اسے عبارت کے اس طرح ہوتے ہوئے جواب اپنے حسب مرضی ملنے پر اسے تو اپنی دستاویز بنانے کی امید تھی کہ مشرقی پڑھ ڈال سکے کہ فلاں مفتی صاحب نے فتوٰی دے دیا ہے۔ ہم ان کے فتوٰی سے مشرقی کا کہنا مانتے اس کے خلاف نہیں ہوتے ہیں۔ انھوں نے ہمارے اس اصول ۲ کو پسند کیا، مسلمان کے خلاف نہ ہونا اچھی بات ہے۔ بڑے کا کہنا ماننا عمدہ بات ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ لطف یہ کہ مشرقی کے طور پر اسلام کفر ہے اور سارے مسلمان کافر۔ اور اس کے قول سے خود وہ بھی مسلمان نہیں ٹھہرتا تو یہ اصول بے معنی ہے۔ ہاں وہ جو اس نے یورپی اقوام کے لئے کہا کہ وہ متقی اور محبوب خدا ہیں اگر ان کے خلاف نہ ہونا مراد ہے تو اس صورت میں بے معنی تو نہ ہوگا۔

۲۔ اصول ۲ کا کیا مطلب ہے یعنی جو کچھ وہ کریں انھیں کرنے دینا چاہے الٹی چھری سے اسلام کو ذبح کریں اور کرتے رہیں۔ بابائے خلافت کی طرح صاف کہدینا کہ میں ہندو بھائی سے نہ لڑوں گا چاہے وہ میری ماں کو بے عزت کریں، چاہے وہ میرے قرآن کو پھاڑ ڈالیں۔ پھر ۳ میں مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیتیں پیدا کرنا کس لئے؟ ہاں اگر ہم سایہ طاقتوں سے رواداری رکھی جائے اور یہ قابلیتیں اس لئے ہم کی جائیں کہ مسولینی اور ہٹلر کے ساتھ لندن واسپین وغیرہ پر گولہ برساتے جائیں۔ بم پھینکے جائیں۔ یا ملک سے باہر کہیں اور اپنے ہم سایہ طاقت کانگریس کے ساتھ افغانستان وترکستان وعراق وغیرہ پر یا ہندوستانی ریاستوں پر جہاد کرنے کا خیال ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ہم سایہ طاقتوں سے تو رواداری برتی جائے گی وہ اسلام کے ساتھ کیسی ہی کچھ عداوتیں ظاہر کریں اس کی بیخ کنی میں دقیقہ اٹھا نہ رکھیں پھر بھی ہر وقت اپنا مال وجان حتی کہ فرزند وزن قربان کرنے کا موقع۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں کب ہوگا؟ کیا وہی مشرقی کے متقی اور محبوب خدا لوگوں اور اس کے گڑھے ہوئے اسلام کی راہ میں؟ کہ ہمارے اسلام کو تو اس کے اقوال کفر بتاتے ہیں۔

مسئلہ ۴۲ از محلہ ملوک پور مسئولہ اختیار خاں شوز مرچنٹ وقت صبح بار دوم بعد مغرب از ذخیرہ مرسلہ محمد علی صاحب پسر مولوی مسعود علی صاحب بدست رضا حسن خاں صاحب رام پوری خویش حکیم الحق صاحب مرحوم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ہم مذہب اہل سنت و جماعت ان تمام عقائد سے جو ہمارے مذہب اور عقائد کے خلاف ہیں بیزار ہیں بیزار رہیں گے اس حالت میں اگر ہم ایک جماعت خاکساران طیار کریں اور اس میں شریک ہوں اور خاکساران میں جو ناظم اعلیٰ ہو اس کے اصول میں باستثناء اس کے عقائد کے اس کا اتباع کریں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا ذخیرہ کے سوال میں جس عبارت پر خط کر دیا گیا ہے اس کی بجائے یہ عبارت ہے خاکساران میں جو ناظم اعلیٰ ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔

الجواب جو کوئی ادعاء اسلام کرتا ہے اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ضروری نہیں کہ وہ فی الحقیقت مسلمان ہو۔ خصوصاً اس زمانہ قرب قیامت میں۔ قرب قیامت تو حالت یہ ہوگی کہ حدیث میں فرمایا صبح کرے گا اس حال میں کہ مسلمان ہوگا شام اس حال میں کرے گا کہ کافر ہوگا۔ شام کو مسلمان ہوگا صبح کافر ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۞ عہد شریف حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تک منافق نہ رہے کہ پھر منافقوں کا بیج مارا گیا ہو۔ ہر زمانہ میں رہے اور آج تو وہ اس کثرت سے ہیں جن کا شمار خدا ہی جانے۔ مشرقی کے طور پر تو اسلام کفر ہے اور مسلمان سب کافر اور خود وہ بھی اس گڑھے ہوئے اسلام پر بھی مسلمان نہیں ٹھہر سکتا۔ اس کے اقوال چھپے ہوئے نہیں چھپے ہوئے ہیں ان پر مطلع ہوتے ہوئے سوال میں یہ لکھنا کہ "ناظم اعلیٰ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو" بہت ہی عجیب ہے خصوصاً اس عبارت کے ساتھ کہ "ان تمام عقائد سے جو ہمارے مذہب اور عقائد کے خلاف ہیں" اپنے آپ کو مسلمان کہہ دینے سے کوئی شخص باوجود اپنے کفریات پر اصرار کے مسلمان ٹھہر جاتا ہے اور اس کے کفریات مٹ جاتے ہیں۔ مگر یہ قرآن کے خلاف ہے ابھی اوپر آیت ذکر ہوئی کہ "بعض لوگوں سے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور قیامت پر حالاں کہ وہ مسلمان نہیں۔ وہ اللہ اور مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ فریب نہیں دے رہے ہیں مگر اپنی جانوں کو۔ اور انھیں اس کا شعور نہیں"۔

اللہ سچا اور اس کا کلام سچا۔ تو محض ادعاء اسلام اس کے کام نہیں آسکتا۔ جو سنی مسلمان اپنے دین و مذہب پر قائم رہتے ہوئے کسی کافر سے اگرچہ وہ کیسا ہی اظہار مودت و صداقت کرتا ہو جو موالات کرے گا اگرچہ فقط اتنا ہی کہ اس کا حلیف بنے بحکم قرآن و حدیث شدید گنہگار ہوگا خصوصاً مرتد سے اگرچہ وہ اسلام کا مدعی ہو کہ مرتد

ما سورۂ بقرہ آیت ۸

ے تو نری معاملت بھی حرام ہے۔ تو کسی کافر خصوصًا مرتد کو والی بنانا اس کے ہاتھوں پڑنا اسے سربراہ کار کرنا کیا اشد حرام ہوگا؟ یہ تو موالاۃ صوریہ کا حکم ہے اور اگر معاذ اللہ حقیقیہ ہو جب تو آفت بہت سخت ہے۔ ایسے کے لئے قرآن عظیم کا ارشاد ہے ومن یتولھم منکم فانہ منھم اور فرماتا ہے لا تجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ اور فرماتا ہے ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء۔

حرمت موالات کفار کی آیات بہت کثیر ہیں یہاں دو تین آیتیں ذکر کی جاتی ہیں فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَکُمْ ھُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَالْکُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اے ایمان والو انھیں جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہرا لیا جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور سب کفار ان میں کسی کو حبیب نہ بناؤ ولی مددگار نہ ٹھہراؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔ اور فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا وَّدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ اے مسلمانو اپنے غیروں سے کسی کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے۔ تمہارا مشقت میں پڑنا ان کی دل کی تمنا ہے۔ دشمنی ان کے منہوں سے ظاہر ہو چکی اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے۔ بے شک ہم نے تمہارے لئے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمَا الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ۝ منافقوں کو عذاب الیم کی بشارت دیجئے جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں۔ کیا کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔ اسی کے قبضہ میں ہے۔

تفاسیر دیکھئے تفسیر ابن جریر میں پہلی آیت کے نیچے ہے لا تتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا و اخوانا وحلفاء فانھم لا یألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ۔ اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمہاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ دوستی اور یارانہ ظاہر کریں۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الملۃ والدین رازی زیر آیۂ ثانیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم الرضاع والحلف ظنا منھم انھم وان خالفوھم فی الدین فھم ینصحون

لہم فی اسباب المعاش فنہاھم اللہ تعالیٰ بہٰذہٖ الاٰیۃ عنہ فمنع المؤمنین ان یتخذ وابطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نہیا عن جمیع الکفار۔ وقال تعالیٰ[۱] یاایہا الذین اٰمنوا لاتتخذ وا عدوی وعدوکم اولیاء۔ یعنی کچھ مسلمان کچھ یہود سے اپنے معاملوں میں مشورہ لیا کرتے اور باہم مؤانست رکھتے دل بہلایا کرتے کہ کوئی کسی کا دودھ شریک تھا کوئی کسی کا حلیف تھا اس گمان پر یہ مشورت وغیرہ تھی کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے مخالف ہیں دنیوی امور میں تو ہماری خیر خواہی کریں گے۔ تو اللہ عزوجل نے اس آیت سے انھیں اس مشورت وغیرہ سے روکا اور حکم فرمایا کہ کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ تو یہ ممانعت صرف یہود سے نہیں جمیع کفار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ اھ۔

علامۃ الوجود حضرت سیدی ابو السعود علیہ الرحمۃ رب الودود زیر آیت سوم فرماتے ہیں بیان لخیبۃ رجائہم یطلبون بموالاۃ الکفرۃ العزۃ والغلبۃ فان العزۃ للہ جمیعا تعلیل لبطلان رایہم فان انحصار جمیع افراد العزۃ فی جنابہ عزوعلا بحیث لاینالہا الا اولیاءہ وقال تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یقضی ببطلان التعزز بغیرہ واستحالۃ الانتفاع بہ۔ تفسیر لباب التاویل میں ہے المعنی لایجعل المؤمن ولایتہ لمن ھو غیر المؤمن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار اویلاطفوھم لقرابۃ بینہم او محبۃ او معاشرۃ۔ مدارک[۲] میں ہے ای لاتتخذ وھم اولیاء تنصرونہم وتستنصرونہم وتواخونہم وتعاشرونہم معاشرۃ المؤمنین۔ کبیر میں ہے المراد ان اللہ تعالیٰ امر المسلمین لاتتخذ الحبیب والناصر الا من المسلمین نیز اسی میں ہے لاتتخذوھم اولیاء ای لاتعتمد وا علی الاستنصار بہم ولاتتودد وا الیہم[۳] تفسیر ابو السعود و فتوحات الٰہیہ میں ہے نہوا عن موالاتہم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بہم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔

ان آیات اور تفاسیر کی عبارات سے روشن کہ کسی کافر سے دوستی بھائی چارہ محبت ان کو انصار و مددگار بنانا ان کے حلیف بننا ان سے مل کر غلبہ وعزت چاہنا حتی کہ ان سے مشاورت ومؤانست دینی امور نہیں دنیوی باتوں ہی میں سہی ان سے ملاطفت ان سے مسلمانوں کی معاشرت سب حرام ہے۔ تو مرتد تو مرتد ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، کافر سے میل کیا اس کی طرف ادنیٰ میل حرام ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا[۴] ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ ان کی طرف ادنیٰ میل نہ کرو جنھوں نے ظلم کیا۔ کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ کافروں بلکہ فاسقوں سے مجالست کی ممانعت ہے۔ مولیٰ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک

ع۱ سورۂ ممتحنہ آیت ۱، ع۲ تفسیر مدارک ص ۲۸۶، ع۳ تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۳۴۰ ع۴ سورۂ ہود آیت ۱۱۳

الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ تفسیراتِ[له] احمدیہ میں ہے الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع۔

حدیث میں فرمایا لا تجالسوھم حدیث میں مبتدع کے بارے میں فرمایا من اعرض عن صاحب بدعۃ بغضا ملأ اللہ قلبہ امنا وایمانا ومن انتہر صاحب بدعۃ امنہ اللہ تعالیٰ یوم الفزع الاکبر ومن اھان صاحب بدعۃ رفعہ اللہ فی الجنۃ مائۃ درجۃ۔ ایک حدیث میں ہے من سلم علی صاحب بدعۃ اولقیہ بالبشر او استقبلہ بما یسرہ فقد استخف بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم۔ اور حدیث میں ہے اذا لقیتم صاحب بدعۃ فاکفھروا فی وجھہ۔ منافق کے لئے حدیث میں ارشاد ہوا۔ لا تقولوا للمنافق سیدا فان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم منافق۔ تو منافق فاسق کی تعظیم حرام ہے۔ حدیث[عه] میں ہے اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلک العرش۔

تو کسی مرتد کے ساتھ دوستی محبت اس کی اطاعت اس کی نصرت اس سے استعانت اس سے مشاورت اس سے موانست وملاطفت اس سے خواہش غلبہ وعزت، اس کے ساتھ عوام نہیں خواص مسلمین سے بھی بالاخص الخواص کی سی معاشرت اسے رازدار سربراہ کار بنانا ہی نہیں اس کے ہاتھوں بڑا اس کے ہاتھ میں اپنی گردنیں دے دینا اسے والی وامام ماننا کیسا اشد ظلم اور اشد حرام اخبث واشنع کام ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

آیات کریمہ واحادیث وتفسیر کے یہ ارشادات دیکھنے کے بعد سچے دل سے خدا کی طرف رجوع کر کے دل پر ہاتھ دھر کے کہو کیا وہ جس نے کہا کہ "لوگ انبیاء کی وساطت سے قانون خدا کی تعمیل کرنے اور ان کو ذریعہ علم سمجھنے کی بجائے ان کے پیچھے لگ گئے فرقہ بند بن گئے خدا کو تسلیم کرنے مسلم بننے کے بجائے (الی قولہ) محمدی بن گئے۔ ان کو سراہنا ان کو اپنے افعال واعمال میں بت بنا لینا جزو دین جانا۔ اسلام کو شرک ٹھہرا کر انبیاء کی اطاعت ومحبت ان کے سراہنے کو بت بنا لینا اسے شرک سمجھا کر خدا کی تسلیم سے اسے انکار اور سارے مسلمانوں کو نا مسلم مشرک کافر صراحۃً بتا کر، خود کافر مرتد ہوا یا نہیں؟ مبتدع نہیں فاسق کے متعلق اوپر حکم معلوم ہو چکا۔ تو خود بتاؤ کہ ایسے شخص کو والی وامام بنانے والا کیسا ہو گا؟

کیا وہ جس نے نماز اور ارکان اسلام کے متعلق یہ کہا کہ "صوم وصلاۃ حج وزکاۃ کو رسمًا یا عادتًا یا تعظیمًا

عه مشکوٰۃ ص ۴۱۳، له ص ۳۸۷ مطبوعہ کنج الکریم بمبئی۔

ادا کرلینا یا کلمۂ شہادت کو بصحت تمام پڑھ لینا میرے نزدیک قطعًا کوئی عبادت نہیں۔" اور کہے "قرآن کی الصلاۃ نوکر کا پنج وقتہ سلام ہے (الی قولہ) مگر عبادت قطعًا نہیں۔" اور جس نے کہا کہ صـ۹۰ کام چور اور حرام خور نوکر کے لئے یہ ہر وقت سلام کرتے رہنا یہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جانا یا مؤدب سرو قد ہو جانا پرلے درجہ کی بدمعاشی ہے۔" اور جس نے کہا صـ۱۱۲ "جس طرح کسی آقا کی ملازمت میں وقت کی تخصیص نہیں ہوتی اسی طرح عبادت بھی وقت سے حتمًا بے نیاز ہے۔ الصلاۃ صرف ایک پنج وقتہ حاضری اور سلام ہے۔ بجائے خود عبادت نہیں" نیز جس نے کہا صـ۹۹ پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابد خدا یا عابد ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔" اس کے مشرک موحد ہونے کا معاملہ طے نہیں ہو سکتا۔" نیز کہا "اگر کوئی فرد یا قوم اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے لیکن رسمًا یا عادتًا یا رواجًا کسی بت کسی پتھر کسی شمس و قمر کے آگے ماتھا ٹیک رہی ہے تو وہ درحقیقت خدا کی عابد ہے۔" نیز جس نے کہا صـ۱۵ "مسلم کا خدا کو منھ سے ایک ایک جپتے رہنا کلمے اور لاحول پڑھ کر جنت کا حقدار بننا قرآن کا ایک ایک حرف پڑھ کر دس دس نیکیوں کا منتظر رہنا پیروں کی پرستش قبروں کی زیارت پھونکا پھانکی اور استنجاؤں کو دین سمجھنا وغیرہ فی الحقیقت ناکارہ از اور بے دلیل باتیں ہیں کہ ہر سلیم الذہن شخص کو ان سے اعراض کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔"

خود بتاؤ کہ یہ شخص بیخ کن اسلام اشد مرتد بے لگام ہوا یا نہیں؟ اور جو ایسا ہوا خود سمجھو کہ اسے مطاع ٹھہرانا اپنے سیاہ سپید کا اختیار دینا کیسا ہے؟ کیا اسلام دشمنی، مسلم بیخ کنی اس کے منھ سے ظاہر نہ ہو چکی کیا اس نے جو کچھ اسلام اور ارکان اور شعائر دین اور سنن سید المرسلین کے متعلق کہا اس سے آشکارا نہ ہوا کہ اس نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا لیا؟ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود اصرار بسیار، کہ بے اس کے کام نہ چلے گا ایک کافر کو محرری کا عہدہ دینے پر راضی نہ ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے فرمایا تمہیں اس سے کیا تعلق، بخدا تم سے سمجھے۔ کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر رکھا۔ کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کیا اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے اس پر صاف فرمادیا کہ میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جب کہ اللہ نے انھیں خوار کیا نہ انھیں عزت دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا نہ انھیں قرب دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں دور کیا۔"

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عرض کیا کہ "بصرہ کا کام بے اس کے نہ چلے گا"

اس پر فرمایا مات النصرانی والسلام۔ یعنی فرض کرو کہ وہ نصرانی مرگیا اب اس کے بعد کیا کروگے جو اس وقت کروگے وہ اب کرو۔ کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پرواہ ہوجاؤ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک فرمان بھی تحریر فرمایا تھا جس میں ہے لیس لنا ان نأتمنهم وقد خونهم الله ولا ان نرفعهم وقد وضعهم الله ولا ان نعزهم وقد امرنا بان يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون۔ ہمیں جائز نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ انھیں خائن بتاتا ہے یا ہم انھیں رفعت دیں حالاں کہ اللہ نے انھیں پستی دی یا انھیں عزت دیں حالاں کہ ہم حکم فرمائے گئے کہ کافر ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافر نصرانی کو باوجود اصرار، محرری نہیں دیتے اسے حرام فرماتے ہیں کہاں یہ۔ اور کہاں یہ کہ آج ایسے شخص کو جو اسلام ومسلمین کا بیخ کن ہے، ان کا ایسا دشمن پرفن ہے جس کے منھ سے دشمنی بار بار ظاہر وآشکار ہوچکی، جو اسلام کو کفر۔ کفر کو اسلام ٹھہراتا ہے، اسے اپنا والی اپنی جانوں کا مختار بنانا چاہا جاتا ہے۔ کہ "اس کے عقائد سے بیزار ہیں۔ بیزار رہیں گے مگر اپنی جانیں اس کے سپرد کیوں نہ کردیں"۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ؁ ع۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اس کا جواب بھی حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے سمجھ لو۔ کہ اس کے عقائد سے ہم بیزار رہیں بیزار رہیں گے یعنی اس کے عقیدے اس کے لئے ہیں ہمیں تو اس کی تحریک سے کام ہے۔ پھر لطف یہ کہ اس کی تحریک مذہبی تحریک ہے۔ جسے زبردستی یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مذہبی نہیں۔ اس کا انکار آفتاب کے انکار سے زیادہ بدتر ہے۔ اس کی کتابیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ یہ تحریک مذہبی ہے۔ اس نے ایک اسلام اور گڑھا ہے۔ جسے رواج دینا چاہتا ہے۔ اور اس اسلام کو کفر ٹھہراتا ہے۔

بہت کثیر عبارات اس کی ایسی پیش کی جاسکتی ہیں اس وقت صرف ایک ہی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ "جو بات بالکل واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاکسار تحریک خالص مذہبی تحریک ہے"۔ اور اس نے اپنا دین اپنا عقیدہ اپنا مذہب بھی کھول کھول کر بتایا ہے۔ اور جو بیس ۲۴ اصول میں بھی اسے رکھا ہے اگرچہ وہاں لفظ دین ومذہب وعقیدہ نہیں لکھا ہے۔ تحریک چودہ ۱۴ نکات سے بھی ایک عبارت پڑھ لیجئے:۔

(۲) قرن اول یا قرون اولیٰ کا عمل اسلام ہی صحیح اسلام ہے خاکسار سپاہی رسول (خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے طریق عمل کے سوا کسی شئے کو دین اسلام نہیں سمجھتا۔

(۳) مولوی کا آج کل کا بنایا ہوا راستہ غلط ہے خاکسار سپاہی اس غلط مذہب کو صفحۂ زمین سے مٹانے اور اس کی جگہ نبوی اسلام پھر رائج کرنے کے لئے اٹھا ہے" ——— کہئے۔ جب وہ تحریک مذہبی ہے۔ اور سپاہی اس کو رواج دینے کا پابند اور حلف نامہ یا عہد نامہ جو ہو وہ جب یہ سب کچھ دیکھ کر لکھے گا تو کیوں کر اس کے دین و مذہب سے علیحدہ رہ سکے گا۔ اور اگر کوئی بالفرض بے دیکھے بھالے بے سوچے سمجھے دستخط کرے گا تو بعد علم اگر رہے گا تو کیسے اس کے دین سے علیحدہ رہے گا۔ اس کا دین تو اسی عمل کا نام ہے ویسی اس کی تصریحات بے شمار ہے یہ آشکارہ۔ جو مشرقی کے گروپ میں شریک ہوگا شرع ہی کو پیٹھ نہ دے گا بلکہ عقل سے بھی کوئی واسطہ نہ رکھے گا جب کہ اس کے اقوال پر مطلع ہو کر شرکت کرے گا۔ کہ بیخ کن اسلام و مسلمین سے خدمت ایمان و مومنین کی امید باندھے اور اسے بلکہ اسی کو اس کا اہل جاننے والے ایسے ہی ہیں جیسے پہلے گاندھی کی آندھی میں پتے کی طرح اڑتے پھرنے اور اسے مربی بیکس مسلمانوں کا حامی و یار و یاور، مسیحا مردہ قوم کو جلانے والا۔ آب چشمۂ حیوان پلانے والا۔ فخر قوم، ایک خدا سے ڈرانے والا۔ رحمت خدا بن کر مبعوث من اللہ کہی بالقوۃ مسجود ملائکہ کہنے اور یہ لکھنے والے سے ہمیں امید ہے ہم کامیاب ہوں گے ضرور۔ کہ ہیں ہماری مدد پر مہاتما گاندھی بجائے خطبہ جمعہ گاندھی کی مدح کے گیت گانے والے اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہنے والے اس کی مدح میں ایسے ہوش گمانے والے حمد الٰہی کا مصرع اس کی مدح میں پڑھنے والے، یہ شعر گانے والے ؎

تعریف کوئی کرے ان کی یہ نا درست　　　خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

جب گاندھی کی آندھی کا گرد و غبار بکرم کردگار دفع ہوا اور آنکھیں کھلیں اور اپنی زبوں تر حالت اور سراسر نقصان نظر آیا اور سمجھے کہ ہم بڑے عظیم جال میں پھانسے گئے تھے۔ اور ہمارے حلیف دراصل ہمارے حریف تھے۔ وہ برادران وطن نہ تھے بلکہ ہمارے خون کے پیاسے تھے۔ جنھوں نے ہمیں سبز باغ دکھلا کر اور طرح طرح بہلا کر ہمارا بھیجا ہی نہ کھایا بلکہ سراپا ہمیں چوس کر بچوڑی ہڈی کی طرح کر چھوڑا۔ جب بھیانک سیاہ رات کی تاریکی دور ہوئی اور خدا نے نور کا تڑکا کیا اور آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس رات ہماری عشق بازی کسی کالی بلا کے ساتھ رہی جیسا جب بے نتیجہ افسوس یوں ہی اب آنکھیں بند کر کے اندھا دھند اتباع اطاعت محبت کا نتیجہ ہوگا۔ تاریکی دور ہونے دو نور کا تڑکا ہونے دو۔ کچھ دیر جاتی ہے کہ صبح ہوتی ہے اور معلوم ہو جائے گا ؎

بوقت صبح شود ہم چو روز معلومت　　　کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

اللہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے اور اس فتنہ اور تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳ از بہڑی ضلع بریلی مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب حنفی مستری

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زید نے عمرو سے یہ سوال کیا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم اولین وآخرین اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمایا تمام جہاں کو آج بھی مثل کف دست ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ (عمرو کا جواب) علم بہ تحت (فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ) تسلیم لیکن مثل کف دست تمام جہاں بہ تحت ملاحظہ بہ نص یا عطا بہ ثبوت نص ہے تو تسلیم ہو سکتا ہے اور نبی کریم روحی فداک حیاۃ النبی ہیں عمرو کے جواب پر زید نے کہا کہ میں اس کو بالکل نہیں مانتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمرو کا جواب کیا بروئے شرع ٹھیک ہے اور زید کے انکار پر شریعت کا حکم کیا ہے فقط بینوا توجروا

الجواب بے شک بے شبہ بے ریب حضور پرنور شافع یوم النشور محبوب اعظم رب غفور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چاہنے والے رب کریم کی عطا سے مطلع علی الغیب ہیں۔ اس حی قیوم عزجلالہ کی ہر صفت کے مظہر اتم آج قبر مبارک میں حی ہیں سے بے شک تمام جہاں کو اور اس میں جو کچھ قیام قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثال کف دست مبارک ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ جو کچھ کہا گیا سب نصوص قرآن وحدیث سے ہے قرآن عظیم نے فرمایا۔ علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول[1] اس لئے اس فقیر نے اپنی ایک غزل نعت شریف میں سرکار سرہر کار دونوں عالم کے تاجداروں کے تاجدار سے عرض کیا ہے

رسول مرتضیٰ تم ہو نبی مجتبیٰ تم ہو | مسلط کردیا تم کو خدا نے اپنے غیبوں پر

اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ[2] اور اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما[3]۔

ان کے سوا بھی بہت آیات قرآنیہ ہیں جن سے روز روشن سے زیادہ آشکارا کہ سرکار دولت مدار سید ابرار احمد مختار علیہ الصلاۃ والتسلیم کو اللہ عزوجل نے علم غیب ذرہ ذرہ کا عطا فرمایا ہر تر وخشک کا علم بواسطہ قرآن عظیم رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو ہوا پھر خود سرکار نے بار بار اس کا اظہار فرمایا۔ کبھی فرمایا علمت ما فی السموات والارض[4]۔ کبھی ارشاد ہوا تجلی لی کل شیئ وعرفت[5]۔ کبھی فرمایا ان اللہ زوی الی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا[6] کبھی فرمایا ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ[7]۔ بے شک اللہ عزوجل نے سارا جہاں میرے لئے اٹھایا یعنی مجھ پر ظاہر فرمادیا میرے

[1] سورۂ نجم — [2] جن آیت ۲۶، [3] نحل آیت ۸۹، [4] نساء آیت ۱۱۳، [5] مشکوۃ ص ۷۰، [6] مشکوۃ ص ۷۲، [7] ایضاً ص ۵۱۲

سامنے کردیا) تو میں اسے اور جو کچھ اس میں تا قیامت ہونے والا ہے سب کو ایسا ملاحظہ فرمارہا ہوں جیسے اپنی اس کف دست مبارک کو دیکھ رہا ہوں۔

عمرو نصوص دیکھے اور اپنے بے جا توقف سے باز آئے اور زید بے قید جو کہتا ہے میں اس کو بالکل نہیں مانتا اس سے اس کی مراد مطلقاً انکار از علم غیب نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہے کہ حضور کے لئے بھی ذرا بھی علم غیب بعطاء الٰہی نہیں مانتا۔ اگر یہ مراد تو یہ تو قرآن عظیم کی آیات کا انکار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور نبی کے تو معنٰی ہی ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ بہت غیوب ہیں کہ حضور نے دوسروں کو بتائے بعض غیوب کے علم کے بغیر تو آدمی مسلمان ہی نہیں ہو سکتا تو ہر مومن کو بعض علم غیب بعطائے خداوندی پھر بعطائے نبوی ہے جیسے فرشتے۔ حور و غلمان جنت نار وہاں کے بعض بعض احوال واہوال بعض حالات قیامت۔ کوثر، صراط، میزان وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ میں یہ نہیں مانتا کہ حضور مثال کف دست ملاحظہ فرماتے ہیں۔ تو حدیث دیکھے اور اپنا عقیدہ درست کرے انکار سے توبہ کرے۔ کسی چیز کا اقرار جس طرح خود نہیں کیا جاسکتا یونہی من عند نفسہ انکار بھی تو نہیں ہو سکتا اس نے انکار کیا۔ توبہ کرے۔

یونہی اس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ سے انکار کیا اس سے توبہ کرے۔ حدیث میں فرمایا ان اللّٰہ[1] تعالیٰ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللّٰہ حی یرزق حضرت شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں: بدرست کہ خدائے تعالیٰ حرام گردانیدہ است بر زمین خوردن وے تنہائے پیغمبراں راپس پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی۔ تا آں کہ روزی دادہ می شود اھ جلد اول صـ۲۸۴ فصل ثالث اس سے اوپر فصل ثانی میں فرمایا صـ۲۸۳ قال ان اللّٰہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء گفت آں حضرت بدرست کہ خدا حرام گردانیدہ است بر زمین تنہائے پیغمبراں را کنایت است از حیات چناں کہ صریح در فصل ثالث از حدیث ابی درداء بیاید وحیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چناں کہ شہداء راست ودریں حدیث کہ فرمود ان اللّٰہ تعالیٰ حرم علی الارض اجساد الانبیاء اشارتست بداں اگرچہ دریں باب کہ عرض صلاۃ وحصول علم وادراک ست حیات روحانی نیز کافیست ولیکن مذہب ہماں ست کہ گفتہ شد وتحقیق ایں مسئلہ در تاریخ مدینہ کہ مسمّی ست بہ جذب القلوب الی دیار المحبوب کردہ شدہ است ازاں جا باید جست۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاوی[2] حدیثیہ میں حضرت ابن عربی سے تائیداً نقل کرتے ہیں۔ لا

[2] فتاوی حدیثیہ صـ۳۰۰   [1] مشکوٰۃ صـ۱۲۰

يمتنع رؤية ذات النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بروحه وجسده لانه وسائر الانبياء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم فى الخروج من قبورهم والتصرف فى الملكوت العلوى والسفلى ولا مانع من ان يراه كثيرون فى وقت واحد لانه كالشمس واذا كان القطب يملأ الكون كما قال قاله التاج ابن عطاء الله فما بالك بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يلزم من ذلك ان الرائي صحابي لان شرط الصحبة الرؤية فى عالم الملك وهذه رؤية وهو فى العالم الملكوت وهى لا تفيد صحبة والا لثبتت لجميع امته لانهم عرضوا عليه فى ذلك العالم فرأهم ورأوه كما جاءت به الاحاديث والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۴۴ از مٹی تال مسئولہ قاضی ظفر اللہ خاں گھڑی ساز بڑا بازار ۱۹۷۱ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:۔

۱؎ زید داڑھی منڈاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس زمانہ میں ہوتے تو وہ بھی داڑھی منڈانے کا حکم دیتے۔

۲؎ تذکرہ میں یہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی حیثیت ایک لیڈر جیسی ہے جیسا کہ اس زمانہ کا گاندھی لیڈر۔ اپنے زمانہ کے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسے لیڈر تھے۔

۳؎ زید مذکورہ بالا برج بھی کھیلتا ہے یعنی تاش پر روپیہ کی بازی لگا کر کھیلا جاتا ہے جس میں کافی روپیہ کی بار جیت ہوتی ہے۔ آیا یہ برج شرعاً قمار یا جوا ہے یا نہیں اور زید مذکور ماہ رمضان المبارک میں بازار اور شارع عام پر سگریٹ پیتا ہوا نکلتا ہے اور پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے نیز نماز کا بھی پابند نہیں ہے۔ اب ایسے شخص کو ممبری میونسپل بورڈ ڈسٹرکٹ بورڈ اسمبلی وغیرہ جس سے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی اغراض وابستہ ہوں مسلمانوں کا نمائندہ بنا کر بھیجنا اور اس کو ووٹ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں بحوالہ کتب فقہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ جواب مرحمت فرمایا جاوے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب داڑھی شعار اسلام ہے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے زید نے وہ کلمہ بکا حضور علیہ التحیۃ والثنا پر افترا کیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ایسی چیز کے لئے اپنے پہلے حکم کے خلاف حکم دیتے داڑھی منڈانا شعار کفار ہے۔ رکھنا شعار اسلام۔ شعار اسلام کو مٹنے اور وضع کفار کو اختیار کرنے کا حکم دیتے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کفار کی وضع پسند فرماتے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اس نے دوسرا کلمہ شنیعہ فظیعہ خبیثہ لعینہ کفر یہ بک کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اس پر اس عظیم جبل وبال کے ہوتے

ہوئے پھر اس کا دامن اور پتھروں کے نیچے دبا ہونے کا کیا ذکر۔ کہ وہ جوا کھیلتا ہے ضرور وہ حرام جواہی ہے رمضان المبارک میں شارع عام پر سگریٹ پیتا ہے پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے اوران سب میں بڑھ کر یہ کہ نماز کا پابند نہیں ما علی مثلہ یعد الخطا ایسے شخص کو ذخیل کار سربراہ کار بنانا حرام ہے۔ قال تعالےٰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا الآیۃ وقال تعالیٰ لا تتخذ واعدوی وعدوکم اولیاء۔

تفسیر[۲] مدارک میں فرمایا ای لا تتخذ وھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتواخونھم و تعاشرونھم معاشرۃ المسلمین۔ تفسیر کبیر میں ہے المراد ان اللہ تعالیٰ امر المسلمان لا یتخذ الحبیب والناصر الا من المسلمین اسی میں ہے[۴] لا تتخذوھم اولیاء ای لا تعتمد وا علی الاستنصار بھم ولا تتوددوا الیھم تفسیر علامہ ابو سعود و فتوحات الٰہیہ میں ہے نھوا عن موالاتھم لقرابۃ اولصداقۃ جاھلیۃ و نحوھما من اسباب الصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر امور الدینیۃ نیز کبیر[۳] میں زیر آیہ شریفہ یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیۃ ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویوانسونھم لما کان بینھم الرضاع والحلف ظنا منھم انھم ان خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالیٰ بھذہ الآیۃ عنہ اھ ایسے شخص کو والی امور بنانا اس کے سپرد اپنے دینی دنیوی کام کرنا حرام ہے۔ قال[۵] تعالیٰ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الآیۃ ایسا شخص تو ایسا شخص فاسق مسلمان کی تعظیم وتقدیم بے عذر معقول ومقبول ناجائز۔ علماء فرماتے ہیں[۶] لو قدّموا فاسقا یاثمون لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً اسے ووٹ دینا اس کی مدد کرنا اور یہ اس لئے ہے کہ اسے اپنا ناصر ومعین مددگار یار ویاور ٹھہرانا ہے اور یہ سب حرام علماء اعلام ائمہ کرام کی عبارت سے واضح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱؎ سورۂ آل عمران آیت ۱۱۸، ۲؎ تفسیر مدارک جلد اول ص ۲۸۶، ۳؎ تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۳۴۶، ۴؎ ایضاً جلد ۸ ص ۳۳۹، ۵؎ سورۂ مائدہ آیت ۵۵، ۶؎ غنیہ ص ۴۷۹

کتابُ الطّہارۃ

مسئلہ از قصبہ سیواہی ضلع گورکھپور مرسلہ جناب مولوی ظہور الحق صاحب قادری مہتمم مدرسہ دار الاشاعت۔
صاحب بہار شریعت نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر حوض دہ دردہ سے چھوٹا ہے اور کسی شخص نے اس حوض میں بلا دھوئے ہوئے ہاتھ وغیرہ ڈال دیا تو اس پانی سے وضو درست نہیں ہوگا مگر زید کہتا ہے کہ مسئلہ مذکورہ بالا صاحب بہار شریعت نے غلط تحریر فرمایا ہے اور فتاوٰی قاضی خان جلد اول وغیرہ سے عبارت مندرجہ ذیل صاحب موصوف کے خلاف اور اپنے دعوٰی کے اثبات میں پیش کرتا ہے (۱) جلد فتاوٰی قاضی خان بحاشیہ عالمگیریہ صـ۱۵ المحدث او الجنب اذا ادخل یدہ فی الاناء للاغتراف ولیس علیھا نجاسۃ لایفسد الماء وکذا اذا وقع الکوز فی الحب فادخل یدہ فی الحب الی المرفق لاخراج الکوز لایصیر الماء مستعملا اھ پس التماس ہے کہ صاحب بہار شریعت حق پر ہیں یا زید کا دعوٰی حق ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب زید غلط کہتا ہے۔ بہار شریعت میں مسئلہ صحیح لکھا ہے فتاوٰی امام قاضی خان کی عبارت بہار شریعت کے مخالف نہیں۔ بہار شریعت کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت دہ دردہ سے کم گھرے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال دے گا تو مستعمل ہو جائے گا اور فتاوٰی قاضی خاں کا مطلب یہ ہے کہ اگر ضرورت سے ڈالے گا تو مستعمل نہ ہوگا یہ دونوں صحیح ہیں۔ ایک دوسرے سے معارض نہیں اگر زید اس عبارت کے آگے یہ لفظ بھی دیکھ لیتا تو مسئلہ سمجھ جاتا اور بہار شریعت کے مسئلہ کو غلط بتانے کی جرأت نہ کرتا عبارت مذکورہ سوال کے آگے بالکل اس کے متصل ہی ہے وکذٰلک الجنب اذا ادخل یدہ فی البئر لطلب الدلو لایصیر الماء مستعملا لمکان الضرورۃ پھر کچھ آگے ہے ولو ادخل یدہ او رجلہ فی الاناء للتبرد یصیر الماء مستعملا لانعدام الضرورۃ اخراج کوز تو ضرورت ہی ہے اعتراف بھی عاقل ضرورت ہی سے کرتا ہے کہ پانی نکالنے

ـــــــ۲ - خانیہ مع عالمگیری جلد اول صـ۱۵

کا کوئی ظرف موجود نہیں للاغتراف خود ضرورت بتا رہا ہے اغترف نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا ادخل یدہٗ فی الاناء للاغتراف توخانیہ کے ان دونوں مسئلوں میں ضرورت ہے اور بے شک ضرورت کے وقت محض ہاتھ ڈالنے سے حکم استعمال نہ ہوگا اسی مسئلہ اغتراف کو اگر عالمگیری میں دیکھا ہوتا تو وہاں للضرورۃ مل جاتا عالمگیری میں یہ مسئلہ یوں لکھا[۱] اذا ادخل المحدث او الجنب او الحائض التی طہرت یدہ فی الماء للاغتراف لا یصیر مستعملا للضرورۃ کذا فی التبیین۔ خود امام قاضی خان نے دونوں مسئلوں کے بعد تحریر فرمایا ہے لمکان الضرورۃ جس کا تعلق دونوں سے ہے نہ صرف صورت اخیر سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲ وضو کرنے کے بعد نماز سے قبل بات کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا وضو کرتے میں بات کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب۔ نہیں۔ مگر وضو کرتے میں اور اس کے بعد نماز سے قبل دنیا کی باتیں کرنا نہ چاہیے مستحب یہ ہے کہ دنیوی باتیں نہ کرے وضو کرتے میں وضو کی مسنون دعائیں پڑھے اور بعد وضو تحیۃ الوضوء وغیرہ نماز میں مشغول ہو فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۳ غسل کی نیت کیا ہے اور غسل کرتے وقت کیا پڑھا جاتا ہے۔ غسل تہبند باندھ کر افضل ہے یا برہنہ۔

جواب۔ غسل بہ نیت طہارت کریں مگر طہارت حاصل ہونے کے لئے نیت ضروری نہیں یوں ہی اگر پانی سارے جسم پر بہا لیں گے طہارت ہو جائے گی غسل پھر از سر نو نیت طہارت کر کے کرنا لازم نہ ہوگا غسل خانے میں جانے سے پہلے ستر کھولنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لیں غسل خانہ میں جا کر کوئی دعا پڑھنا نہ چاہیے۔ تہبند باندھ کر غسل بہتر ہے۔ مگر احتیاط کریں کہ سارے جسم پر پانی بہہ جائے اس طرح تہبند جسم سے علیحدہ کر کے پانی ڈالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از نبی پور ضلع بھروچ مرسلہ مولوی ابراہیم بخش صاحبان۔ ۲۰ جمادی الآخرہ ۵۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک کنواں بڑا ہے جس کی گولائی پانی سے ۵ انگل اوپر ناپ لینے سے پونے چھتیس ہاتھ اور دو پانچ ہوتی ہے اور اس کا وسط یعنی قطر گیارہ ہاتھ دو انگل ہے اور یہ پانی کے ساتھ کی دیوار سے ناپ لیا ہے جو ناپ لینے والے ہیں وہ اعتماد سے کہتے ہیں کہ گولائی میں اگرچہ ۵ انگل پانی کے اوپر سے لیا ہے لیکن پانی کے ساتھ ناپ لیا جائے تو بھی قریب قریب

[۱] فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صہ ۲۲

وہی ناپ ہے جو مذکور کیا جو ہاتھ گولائی اور وسط کے نکلتے ہیں وہ ہاتھ کا ناپ اٹھارہ[۱۸] انچ کا ہے مذکورہ کنواں دہ در دہ ہے یا نہیں اگر اس میں کوئی چوہا گرے اور پھٹ جائے تو اس میں سے پانی نکالنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب اس کا دہ در دہ بلکہ اس سے زائد ہونا ظاہر ہے چوہا یا کوئی جانور اس میں گر کر مرے اور پھولے پھٹے یا کوئی نجاست گرے پانی اس وقت تک ناقابل استعمال نہ ہوگا جب تک اس نجاست کا اثر رنگ یا بو یا مزہ میں ظاہر نہ ہو ہاں جب ان اوصاف میں سے کوئی وصف اس نجاست سے بدلے گا تو پانی فاسد ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اعلیحضرت سیدنا الوالد الماجد قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز نے اپنے رسالہ مبارکہ النمیر فی الماء المستدیر میں ثابت فرمایا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ چاہئے پینتیس ۳۵ اعشاریہ ۴۴ ۹ تو قطر پانچ گز ساڑھے دس گرہ بلکہ دس گرہ ایک انگل یعنی ۲۸۴ ۱۱ ہاتھ تو یہاں تو دور پونے چھتیس ہاتھ سے بھی دو انچ زائد ہے ہم نے حساب کیا تو اپنے حساب سے مسئلہ کا جواب لکھا پھر اعلیحضرت قدس سرہٗ کا فتاویٰ مبارکہ دیکھا بحمدہٖ تعالیٰ اس سے معلوم ہوا کہ پونے چھتیس نہیں ساڑھے پینتیس ہاتھ کے قریب بھی دور ہوتا تو بھی دہ در دہ ہوتا۔ جسے تفصیل درکار ہو وہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کا رسالہ مذکور مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵ از راج کوٹ کریم پورہ عبد المجید پیش امام۔

حوض اوپر سے دہ در دہ نہیں ہے اندر سے ہے تو اس حالت میں وضو درست ہو سکتا ہے یا نہیں

الجواب جب اوپر سے حوض دہ در دہ نہیں ہے تو بے وضو ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل ہو جائے گا ہاں اگر ہاتھ علیحدہ پانی سے دھو کر ڈالے اور ہاتھوں سے پانی لے کر وضو کرے مستعمل نہ ہوگا اگر کوئی ظرف وہاں نہیں ہے جس سے پانی نکال کر ہاتھ دھویا جائے تو اس صورت میں انگلیوں کو ملا کر ایک ہاتھ سے پانی نکال کر دائیں ہاتھ دھوئے اور اس کے بعد دوسرا ہاتھ دھو کر وضو کرے مگر چلو سے پانی نکالتے وقت وضو کی نیت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶ اگر سر پر بال ہوں (یعنی زلفیں) تو مسح کرنے کی حالت میں ہتھیلیوں کو پشت سر کی جانب سے واپس پیشانی کی طرف کو لانا چاہئے یا نہیں؟

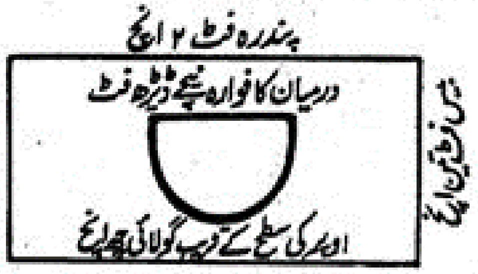
الجواب بال ہوں یا نہ ہوں اگر مسح اس طرح کرے گا کہ ہر ہاتھ کی تین تین انگلیاں مقدم راس

پر رکھ کر دو دو انگلیاں اور ہتھیلیاں اٹھاتے ہوئے گردن تک ان تین تین انگلیوں کو لے جائے گا تو پورے سر کا مسح جب ہی ہو گا جب کہ ہتھیلیوں سے سر کے دونوں جانبوں کا مسح کرے گا اور اگر مسح اس طرح کرے گا کہ تین تین انگلیاں اور ہتھیلیاں مقدم راس سے اس طرح جانب گردن لے جائے گا کہ سر کے دونوں جانب بھی پوری پوری ہتھیلیوں کے نیچے آتی جائیں گی تو اس صورت میں یوں ہی پورے سر کا مسح ہو گیا پیچھے سے آگے لانا بے کار ہے۔ اور اولیٰ یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بمبئی کھڑک پائے دھونی ۶۵/۶۵ مرسلہ ایوب عبدالرحمٰن صاحب ۲۱ محرم الحرام ۷۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں حوض دہ در دہ کیا مراد ہے اور رائج الوقت گز یا فٹ کے حساب سے کتنی مساحت اور کتنا عرض و طول دہ در دہ کے لئے درکار ہے۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

(۲) ایک حوض نقشہ ذیل کی مساحت کے مطابق موجود ہے آیا یہ دہ در دہ کی حد میں شمار ہو گا یا نہیں؟ جواب دیجئے اور اجر اللہ تعالیٰ سے لیجئے۔ فقط۔



الجواب دہ در دہ وہ حوض ہے جس کی مساحت ہاتھ سے سو ہاتھ گز سے ۲۵ گز فٹ سے سوا دو سو فٹ ہو مربع ہونا کچھ ضرور نہیں اگر مثلاً سو ہاتھ طول ہو ایک ہاتھ عرض جب بھی دہ در دہ ہو گا عمق اتنا ہونا چاہئے کہ لپ میں پانی لینے سے زمین نہ کھلے قال الامام فقیہ النفس قاضی خان ادخلہ اللہ تعالیٰ دار الجنان وادخلنا بہ وامطر علیہ شآبیب الرحمۃ والرضوان فی الخانیہ[1] خندق طولہ مائۃ ذراع او اکثر فی عرض ذراعین قال عامۃ المشائخ لایجوز فیہ الوضوء وقال بعضھم یجوز اذا کان ماء الخندق کثیرا بحیث لو بسط یکون عشرا فی عشر ام مختصرا قال شیخنا المجدد ی سیدی الوالد الماجد فی فتاوٰیہ الشریفۃ العطایا النبویۃ بعد نقل ھٰذہ العبارۃ قلت وھو المختار درر عن عیون المذاھب والظہیریہ وصححہ فی المحیط والاختیار وغیرھما اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] خانیہ مع عالمگیری جلد اول ص ۶ مطبوعہ بیروت

۲ جواب سوال اول سے اس کا بھی جواب روشن کہ جب دہ دردہ سوا دوسوفٹ ہونا درکار ہے تو یہ تو تین سوفٹ چھ انچ ہے۔ وہ دردہ سے کہیں زیادہ بیچ کا فوارہ جو ایک طرف تو فقط چھ انچ ہے اور ایک طرف زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ فٹ اس حوض کی دہ دردہ مقدار سے زیادہ مقدار کو بھی بہت کم نہیں کرتا نہ کہ اسے دہ دردہ سے بھی کم کردے۔ ضرور وہ حوض اس فوارہ کے باوجود دہ دردہ سے زائد ہے۔ اور اگر فوارہ کا پایہ نیچے سے اتنا عریض بھی ہوتا کہ نیچے کی طرف حوض دہ دردہ سے کم ہوجاتا جب بھی جب کہ سطح بالا دہ در دہ سے زائد یا دہ دردہ ہوتی سطح بالا کا پانی نہ نجاست پڑنے سے ناپاک ہوتا نہ وضو وغسل سے مستعمل ہاں جہاں سے دہ دردہ سے کم ہوتا اس جگہ کا پانی نجاست سے ناپاک وضو وغسل سے مستعمل ہوتا۔ فی التجنیس اعلاہ عشر فی عشر واسفلہ اقل وھو ممتلی یجوز التوضی فیہ والاغتسال فیہ وان نقص لا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ ایک کنواں میں چوہا گرا اس کے چند روز کے بعد اس کنواں سے مٹی برآمد کی گئی بعد نکالنے مٹی کے اس کنوئیں سے پانچ سو ڈول پانی پھینکا گیا اور اس کنوئیں میں دس گیارہ ہاتھ پانی ہے جو کہ تقریباً دس گیارہ سو ڈول پانی ہے اور اس کنوئیں کی یہ خاصیت ہے کہ جس قدر پانی نکالا جاتا ہے اتنا ہی بھر ہوجاتا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ کنواں پاک ہوا یا نہیں۔ اور چوہا جو نکلا تو وہ گلا ہوا تھا یہاں تک کہ گوشت پوست کنوئیں ہی میں رہ گیا تھا۔ زید کہتا ہے کہ جب کہ کنوئیں سے مٹی نکالی گئی اور اور پانی پانچ سو ڈول پھینکا گیا تو کنواں پاک ہوگیا یہاں تک کہ ۳۶۰ ڈول پانی نکالنا بھی کفایت کرتا اس طرح چھپکلی یا مثل اس کے پھول پھٹ جائے تو کیا حکم ہے۔ فقط۔ بینوا توجروا

المستفتی ابوصالح محمد حاذق الفرقی کان اللہ تعالیٰ لہ ضلع مونگیر۔

الجواب جس قدر پانی اس کنوئیں کا نجس ہوا سب جب تک نہ نکلے اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا مثلاً اس کنوئیں میں ہزار ڈول پانی ہے تو جب تک ہزار ڈول پانی نہ نکل جائے گا کنواں پاک نہ ہوگا۔ مٹی اور پانچ سو ڈول پانی نکل جانے سے جس نے کنوئیں کو پاک بتایا اس نے غلط بتایا خدا معاف فرمائے۔ تین سو ڈول پانی کا اندازہ جہاں کے کنوؤں کے لئے ہے۔ یہ حکم وہاں کے لئے ہے عام نہیں کہ جہاں پانچ چھ سو جہاں ہزار بارہ سو ڈول پانی ہو وہاں بھی تین سو ساٹھ ڈول نکال دینا کافی ہو۔ بغداد مقدس کے کنوؤں میں تقریباً اتنا ہی پانی ہوتا تھا کہ تین سو ساٹھ ڈول نکالنے سے ٹوٹ جاتا تھا وہاں کے لئے یہ حکم فرمایا گیا۔ جیسے امام اعظم نے کوفہ کے کنوؤں کے لئے سو ڈول نکالنے کا حکم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ جب وقت

وقوع نجاست ہزار ڈول پانی کنوئیں میں ہے تو یہ سارا ہی پانی نجس ہے۔ تو پانچ سو یا کم وبیش ہزار سے کم نکالنے پر سارا نجس پانی نہ نکلا اور جب سب نجس پانی نہ نکلا تو کنواں کیوں کر پاک ہوا۔ مٹی اگر بالکل نہ نکلتی اور ہزار ڈول پانی نکلتا تو کنواں پاک ہوتا کہ مٹی نکالنا واجب ہی نہیں ہے۔ پانی بالکل نکالا جاتا اور مٹی جتنی نکال دی گئی اس سے بہت زیادہ نکال دی جاتی تو بھی کنواں پاک نہیں ہوتا۔ عبارات علماء سے سب روشن ہے۔

غنیہ ص۱۶۱ میں فرمایا ان کانت البئر معینا لا یمکن نزحها الا بعسر وحرج عظیم اخرجوا مقدار ما کان فیها من الماء وقت ابتداء النزح ثم ان المشائخ اختلفوا کیف یقدر ما کان فیها اذ ذاک۔ قال بعضهم تحفر حفرة مثل عمق الماء وطوله وعرضه وتجصص فینزح الماء حتی تملأ الحفرة وقال بعضهم یرسل فیها قصبة ویجعل لمبلغ الماء علامة ثم ینزح منها عشر دلاء مثلا ثم تعاد القصبة فینظر کم نقص فینزح الکل قدر منها عشر دلاء وهذان القولان مرویان عن ابی یوسف وعن ابی حنیفة ینزح حتی یغلبهم الماء وقال بعضهم وهو روایة عن ابی حنیفة ایضا یحکم ذوا عدل من اهل البصارة بالماء فینزح منها بحکمهما فان قال ان ما فیها ذلك الوقت الف دلو مثلا نزح ذلك قال صاحب الهداية وهذا ای الاخذ بقول العدلین اشبه بالفقه قال فی الکافی انه الاصح اذ الرجوع الی اهل البصیرة اصل فی کثیر من الصور کما فی الحکمین والشاهدین وتقویم المتلف قال الله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون الخ

اسی کے ص۱۶۲ میں ہے وروی عن محمد انه قال ینزح منها مائتا دلو الی ثلث مائة وانما اجاب بذلك بناء علی کثرة الماء فی آبار بغداد کذا فی المبسوط۔ والمروی عن ابی حنیفة انه اذا نزح منها مائة دلو یکفی وهو بناء علی آبار الکوفة لقلة الماء فیها کذا فی الکفایة فعلی هذا لا ینبغی الفتوی بالمائتین ونحوها مطلقا بل ینظر الی غالب آبار البلد وهو لا یسر علی الناس والاول وهو اعتبار مقدار الماء فی کل بئر علی حدة احوط

فتاوی خانیہ[عہ] میں فرمایا ان یجاء بقصبة فیرسل فیها ویجعل علی راس الماء علامة ثم ینزح منها دلاء ثم ینظر کم انتقص فینزح الباقی بحساب ذلك ولا یجب نزح الطین لمکان الحرج عالمگیریہ[سہ] میں ہے انتفخ حیوان او تفسخ ینزح جمیع ما فیها صغر الحیوان او کبر هکذا فی الهداية اسی میں ہے اذا وجب نزح جمیع الماء ولم یمکن فراغها لکونها معینا ینزح مائة دلو کذا فی التبیین وهذا الیسر کذا فی الاختیار شرح المختار والاصح ان یؤخذ بقول رجلین لهما بصارة فی امر الماء فای مقدار قالا انه فی البئر ینزح ذلك القدر وهو الاشبه بالفقه کذا فی الکافی وشرح المبسوط للامام السرخسی والتبیین۔

عہ جلد اول ص۱۱ مطبوعہ بیروت۔ سہ جلد اول ص۱۹

اور درمختار[عہ] میں ہے ان تعذر نزح کلھا لکونھا معینا فیقدر مافیھا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی یوخذ ذلک بقول رجلین عدلین لھما بصارۃ بالماء بہ یفتی وقیل یفتی بمائتین الی ثلث مائۃ وھذا ایسر وذاک احوط۔ ردالمحتار میں ہے قولہ وقیل ضعف ھذا القول فی الحلیۃ وتبعہ فی البحر بانہ اذا کان الحکم الشرعی نزح الجمیع فالاقتصار علی عدد مخصوص یتوقف علی دلیل سمعی یفیدہ واین ذلک بل المأثور عن ابن عباس وابن الزبیر خلافہ حین افتیا بنزح الماء کلہ حین مات زنجی فی بئر زمزم (الی قولہ) مرویاتی ان مسائل الابار مبنیۃ علی اتباع الاٰثار علی انھم قالوا ان محمدا افتی بما شاھد فی اٰبار بغداد فانھا کثیرۃ الماء وکذا ماروی عن الامام من نزح مائۃ فی مثل اٰبار الکوفۃ لقلۃ مائھا فیرجع الی القول الاول لانہ تقدیر ممن لہ بصارۃ وخبرۃ بالماء فی تلک النواحی لا لکون ذلک لازما فی اٰبار کل جھۃ چھپکلی یا جو دموی جانور مر کر پھول پھٹ جائے سب پانی نکلے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹ ۔ از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲۵ محرم الحرام ۵۸ھ

جن عورتوں کو حیض و نفاس ہوتا ہے جب تک وہ پاک نہیں ہوتیں تب تک بعض بعض شخص ان کے ہاتھ کا کھانا اور ان کے ہاتھ کا چھوا پانی کھانے پینے میں بڑے اعتراض کیا کرتے ہیں کیا ایسا ہی حکم شریعت میں ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں ناجائز و گناہ کے مرتکب ہوئے اور مشرکین عنود یہود بے بہود و مجوس نامسعود کی رسم مردود کی پیروی کرتے ہیں۔ بحالت حیض و نفاس صرف شرمگاہ سے استمتاع ناجائز ہے۔ بس اس سے احتراز لازم۔ مشرکین و یہود و مجوس کی طرح حیض و نفاس والی عورت کو بھنگن سے بھی بدتر سمجھنا بہت ناپاک خیال نرا ظلم عظیم و بال ہے یہ ان کی من گھڑت ہے۔ ما انزل اللہ بھا من سلطن[۱] کریمہ " ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض[۲]۔ الاٰیۃ کا شان نزول ہی یہ ہے کہ مشرکین عرب و یہود و مجوس ایسی عورت کے ساتھ کھاتے پیتے رہتے بستے نہ تھے اس حالت میں عورت کو گھر میں نہ رہنے دیتے نکال باہر کرتے تھے ان کی طرف دیکھنے کو روا نہ رکھتے ان سے بات کرنے کو حرام ٹھہراتے تھے اور نصرانی اس کے برعکس اس حالت میں ان کے ساتھ زیادہ اختلاط کرتے اور ان سے بکراہ وطی کرنا چاہتے تھے۔ یہ کریمہ حضرت ثابت بن وحداح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس سوال پر کہ یا رسول اللہ جاڑا سخت ہے اور کپڑے کم۔ تو کیا ہم عورتوں کو اپنے ساتھ کپڑوں میں کرلیں اور ان کو نفقہ

عہ جلد اول ص ۱۵۶ ۔ [۱] سورۃ نجم آیت ۲۳ ، [۲] سورۃ بقرۃ آیت ۲۲۲

عورتوں کے ساتھ کیا سلوک برتیں؟ اس پر یہ آیت اتری یعنی تم اسی کا حکم کئے گئے ہو کہ ان کے ساتھ جماع نہ کرو جب وہ حائضہ ہوں۔ اور تمہیں خدا اس کا امر نہیں فرماتا کہ انھیں گھروں سے باہر کردو۔ یعنی افراط و تفریط سے بچو۔ نہ یہود کی سی تفریط کرو نہ نصاریٰ کا سا افراط۔ تفسیرات احمدیہ ص۸۰ میں ہے۔ نقل فی نزولہ انہ کانت العرب لم یؤاکلوا الحائض ولم یشاربوھا ولم یساکنوھا کفعل الیھود والمجوس فسأل ثابت بن الدحداح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقال یارسول اللہ البرد شدید والثیاب قلیلۃ لایسع الاحد انا فنجمعھن فی ثیاب وبای وجہ نسلک بھن فنزلت ھٰذہ الاٰیۃ یعنی انما امرتم ان تعزلوا مجامعتھن اذا حضن ولم یامرکم باخراجھن من البیوت وقیل انہ لما کانت الیھود ینافرون من نساءھم فی حالۃ الحیض غایۃ التنافر بحیث لاینظرون الیھن ولایاکلون معھن ویحرمون الکلام بھن وکانت النصاریٰ علی عکسھم یبالغون فی الاختلاط ویقصدون الوطی بھن بالاکراہ فنزلت ھٰذہ الاٰیۃ یعنی افعلوا الاقتصاد فی النساء الحیض وکفوا عن الافراط والتفریط۔ مسلمانوں پر لازم کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں انھیں سمجھائیں اور یہود و مجوس و ہنود عنود کی اس ناجائز موذی رسم کی پیروی سے روکیں اگر وہ جہالت پر جمیں اپنی ہٹ پر اڑیں ضد پر رہیں تو ان سے برادرانہ تعلقات چھوڑیں یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

از شہر کہنہ از مکان مصطفےٰ علی خاں۔ بریلی

اگر لوٹا ناپاک ہوگیا ہو اور اس کی ٹونٹی اندر سے دھوئی نہیں جاسکتی اس صورت میں لوٹا پاک ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ۔ ٹونٹی میں سے لوٹا ابالنے سے جب پانی بہ جائے گا تو اثر نجاست نہ رہے گا تو ٹونٹی بھی پاک ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الصلاۃ

نماز کا بیان

مسئلہ ۔ از ترسائی علاقہ کاٹھیاوار۔ مرسلہ مسلمانان اہل سنت والجماعت بتوسط حضرت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھپوری۔ ۲۶ر ذوالقعدہ ۱۳۴۸ھ۔

(۱) زید امام مسجد ہے اس کی جہالت کا یہ عالم ہے کہ وہ بسم اللہ کی ترکیب بھی نہیں جانتا اس کا دعوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ائمہ مساجد کا مرتبہ مجھ سے زیادہ ہے اور اگر اتنا نہ جانو تو میرے برابر البتہ ان کو جانو۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس قول کے قائل نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں اور غیر نبی کو نبی کے مرتبہ سے برابر جاننا کفر ہے کہ نہیں اور جو لوگ زید کو اس قول کا قائل جان کر اس کی حمایت کریں اور اسے امامت سے معزول نہ کریں اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ یہ کہیں کہ جن لوگوں نے زید کی بلا اجازت کہ جو امام مقرر ہے اور دوسرے کو اپنا امام بنالیا اور اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھیں وہ نمازیں نہ ہوئیں اس لئے کہ زید امام مقرر کی بلا اجازت دوسرے امام نے نمازیں پڑھائیں ان لوگوں کا یہ قول شرعاً کیسا؟ قابل قبول ہے یا مردود و باطل اگر ان کا یہ قول مردود و باطل ہے تو شرعاً ان لوگوں پر کچھ الزام ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

(۲) زید اکثر اوقات نمازیں اپنے وعظ میں یہ قصہ بیان کرتا ہے کہ ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک ورم کر گئے تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام ایک پتھر کو آگ پر گرم کر کے ورم کو اس پتھر سے سینکتے تھے۔ پتھر نے بارگاہ رب العزت جل وعلا میں عرض کیا کہ الہی تیرا رسول مجھے اپنے فائدے کے لئے آگ پر بار بار گرم کرتا ہے جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالی کی طرف سے آواز آئی کہ میں تیرا بدلا لوں گا چنانچہ فرشتوں نے اللہ عزوجل کے حکم سے اس پتھر کو جبل احد کی طرف پھینک دیا۔ جنگ احد کے دن اسی پتھر کو حبشی نے لے کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف پھینکا جس سے حضور کا دندان مبارک شہید ہوگیا۔

اس سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی توہین ہوتی ہے یا نہیں۔ ایسے بے علم شخص کو ہمیشہ کے لئے امام رکھنا باوجود اس کے کہ قوم آسودہ حال ہے وہ بہتر سے بہتر دوسرا امام رکھ سکتی ہے مگر پھر بھی زید کو امامت سے علیحدہ کیا نہیں جاتا آیا ان لوگوں پر کچھ مؤاخذہ شرعی ہے یا نہیں اور ایسے شخص سے وعظ کہلانا کہ جس سے گمراہی پھیل رہی ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ زید بے قید اپنے اس ملعون قول بد تر از بول کے سبب کافر ہوگیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وہ سخت بے باک نہایت ناپاک جری ہے اللہ کے حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مفتری ہے۔ ائمہ مساجد کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زائد مرتبہ والا کہنا یا انھیں حضور کے برابر ٹھہرانا دونوں یقیناً حضور کی توہین ہیں اور توہین حضور علیہ الصلاۃ والسلام کفر حضور پر عمداً افترا کفر ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ کسی غلام کو کسی حاکم سے برتر یا اس کے ہمسر کہنا حاکم کی توہین ہے۔ نہ کہ کسی ادنیٰ غلام کو بادشاہ عالی مقام کا ہمسر یا اس سے برتر بتانا احکم الحاکمین رب اکبر کے حبیب و محبوب بادشاہ عرش پائے گاہ سلطان دارین باعث تخلیق کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی ادنیٰ غلام کو ہمسر اور ان سے برتر کہنا کیوں کر سخت شدید شنیع اخبث توہین اور اشد تر کفر نہ ہوگا اس پر توبہ و رجوع فرض ہے اسے لازم کرئے سرے سے مسلمان ہو از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی بیوی سے اگر بیوی رکھتا ہو نکاح جدید بمہر جدید کرے اگر وہ راضی ہو اور عورت اگر راضی نہ ہو تو اسے اس پر کوئی دسترس نہیں رہی وہ جس سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اپنا مہر جب چاہے اس کی چاند ٹھوک کر لے سکتی ہے۔

اس کے اس شنیع کلمہ خبیثہ پر مطلع ہو کر جو اس کی حمایت کرتے ہیں سب توبہ کریں اور سب تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی۔ اس کے پیچھے نماز باطل محض امام مقرر وہ کب رہا جب کہ کافر ہو چکا کیا کفر کے بعد بھی امامت برقرار ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اسے امامت سے معزول کرنا کیا معنی معزول تو وہ کیا جائے جو بدستور قائم ہو وہ تو معزول ہو چکا وہ جو اسے بدستور اپنا امام مانے جاتے ہیں کچھ عقل سے واسطہ رکھتے ہیں اور اس جہالت کا کیا کہنا کہ امام مقرر کی بلا اجازت جو نماز کسی اور کے پیچھے پڑھی جائے وہ ہوگی ہی نہیں۔ احمق لوگ جو خود اپنی بے علمی اور جہالت سے بکتے ہیں اسے فتویٰ شریعت جانتے ہیں حالانکہ حدیث کا ارشاد ہے مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْہُ مَلٰٓئِکَۃُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] جو بے علم فتویٰ دے اس پر ملائکہ زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں۔ یہ تو اس کے لئے ہے جو بے علم کے فتویٰ دے اگرچہ صحیح پھر

[1] مختار الاحادیث ص۱۴۶

اس کا کیا پوچھنا جو غلط و باطل کہے اور اسے فتوٰی شریعت جانے والعیاذ باللہ تعالیٰ یہ لوگ ارشاد حدیث اَفْتَوْا[1] بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا کے مصداق ہیں ان سب پر توبہ فرض ہے۔ واللہ ھو الموفق وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ قصہ بھی ترامن گھڑت ہے کہیں یہ روایت نہیں نہ ہرگز کسی طرح معقول اللہ اکبر ہر کافر تو پتھرے یہ اور ہزار ہا طرح اور نفع لے سکے مگر اللہ کا حبیب و محبوب اگر اسے اپنی عنایت سے نوازے تو وہ اُلٹا شاکی ہو اور اللہ عزوجل اپنے محبوب کے لئے پتھرسے کام لینے کو ناروا ٹھہرائے بدلہ کسی ظلم کا لیا جاتا ہے تو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پتھر پر ظلم کرنے والے ٹھہرے۔ والعیاذ باللہ کیسا دریدہ دہن ہے جلد بتائے کہ اس نے یہ قصہ کہاں سے کس معتمد و معتبر کتاب سے اخذ کیا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور وہ ہرگز ثبوت نہ پیش کر سکے گا وہ مفتری علی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے سخت جھوٹا کذاب جری و بیباک ہے اس حدیث کا مصداق ہے مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ[2] مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

مسئلہ ۲ ۔ از دینہ تحصیل جہلم مرسلہ جناب صوفی محمد فاضل صاحب مالک اسلامی دوکان ۲۹ شوال ۷۵ھ

مکرم و محترم حضرت مولانا صاحب زاد عنایتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دوسرا رمضان شریف جارہا ہے اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوا اس دفعہ بھی کافی شور ہوا علاقہ میں دو فریق ہو گئے آپ براہ الطاف مفصل واضح کردیں تاکہ اختلاف دور ہو اور بھی فتوٰی آچکے ہیں لیکن معتبر سب پر آپ کا فتوٰی ہوگا۔

(۱) دو تین آدمی مسجد میں آئے جب کہ فرض عشا ادا ہو چکے تھے ساتھ جماعت کے اور جماعت تراویح شروع تھی انھوں نے فرض علیحدہ علیحدہ پڑھ کر جماعت تراویح میں شامل ہو گئے جب تراویح ختم ہوئیں تو ان کے ذمہ کچھ تراویح باقی تھیں وہ بقایا تراویح چھوڑ کر جماعت وتر میں شامل ہو جائیں یا پہلے بقایا تراویح ادا کریں اور جماعت وتر چھوڑ دیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز وتر میں شامل ہو جائیں اور بعد کو تراویح پوری کریں اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے اس واسطے وتر کی جماعت نہ چھوڑے (صغیری) بعض کہتے ہیں کہ اگر فرض عشا جماعت سے نہیں پڑھے تو وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔

(۱) کتاب بہار شریعت مصنفہ جناب مولانا مولوی حکیم ابو العلا امجد علی صاحب اعظمی حصہ چہارم صہ ۲ مسئلہ اس کا وقت فرض عشا کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ وتر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد بھی تو اگر کچھ رکعتیں اس کی باقی رہ گئیں کہ امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے باقی پھر ادا کرے جب کہ

[1] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صہ ۳۳، [2] بخاری، مشکوٰۃ صہ ۳۲

فرض جماعت سے پڑھے ہوں اور یہ افضل ہے۔ (۲) کتاب بہار شریعت ص۳۳ حصہ چہارم۔ مسئلہ اگر عشا جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشا تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ (در مختار رد المحتار)

(الف) ہمارے علاقہ میں رواج ہو گیا ہے کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو چند قرآن مجید جو عموماً ۸ ربہ یہ سے زیادہ نہیں ہوتے اور نہایت بوسیدہ ہوتے ہیں کیوں کہ حضرات علماء کو وہ پھر دیئے جاتے ہیں جب کوئی فوت ہوا میاں صاحب کے گھر سے وہ پھٹے ہوئے قرآن جو اسی غرض کے واسطے رکھے ہوئے ہوتے ہیں دام چکائے اور لے آئے بعض اوقات مسجد سے بھی دیئے جاتے ہیں تقسیم کے وقت وہ پھر ملاں صاحب کے حصہ میں بدستور رواج آجاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ قرآن مجید مسجدوں کے نام سے تقسیم ہوتے ہیں فلاں حضرت فلاں مسجد کے امام ہیں انھیں دیا جائے مسکینوں کا نام تک نہیں جب امام صاحب کے حصہ میں آیا انھوں نے پھر طاق میں جا کر ڈال دیا اور کوئی فوت ہوا تو انھوں نے پھر پیسے بٹور لئے یہ کہاں تک جائز ہے۔ ایسے قرآن مجید بیچنے خریدنے والوں کو کیا کچھ وعید ہے یا نہ جس مردے کے پیچھے دیئے جاتے ہیں کوئی ثواب ہے یا نہ۔ یہ مصحف قابل تلاوت نہیں ہوتے۔

(ب) اسی طرح مردے کے پیچھے کچھ نقدی اور غلہ بھی دیا جاتا ہے جس کو اسقاط یا حیلہ کہا جاتا ہے اس کی تقسیم مندرجہ ذیل طریقہ پر ہوتی ہے۔ بموجب حیثیت مردہ (چوں کہ یہ رواج عام ہے اگر ایک ۸ر مسجد دے تو دوسرا خواہ غریب ہی ہو اس سے بڑھ کر دے گا یعنی ایک روپیہ) ایک روپیہ یا آٹھ آنے یا چار آنے مسجد دی جائے گی۔ تمام مسجدوں کے علماء اکٹھا کر کے ایک لائن میں بٹھائے جاتے ہیں وہ منھ سے بولتے ہیں کہ فلاں گاؤں کی مسجد دو تقسیم کنندہ دیئے جاتے ہیں اگر ایک گاؤں کے دوسرے گاؤں کی مسجد میں نہیں دیتے تو جب ان کا کوئی مر جاتا ہے ان کو نہیں دیتے۔ آئے دن ایسے تنازع ہوتے رہتے ہیں کیا اگر اسقاط جائز ہے تو یہ تقسیم جائز ہے اگر جائز نہیں تو جو دیدہ و دانستہ یہ فعل کرتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے بلکہ یہ رواج اس قدر ترقی کر گیا ہے کہ گروہ کے گروہ بازاروں میں پھرتے ہیں اور خبر رسانی کے عجیب عجیب سلسلے قائم کر رکھے ہیں کہ آج کہاں کوئی فوت ہوا اسی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ اگر اسقاط کا مصرف صحیح نہیں تو کیا دینے والا فضول خرچ نہیں فضول خرچ کے واسطے کیا وعید ہے مردے کے پیچھے ایسی خیرات دینے مردے کو کچھ فائدہ ہوتا ہے۔ صدقہ فقیروں اور مساکین کا مال ہے جو شخص متمول ہو (بینک میں روپیہ جمع ہو) وہ صدقہ کھائے

شرعاً اس کے واسطے کیا حکم ہے جان بوجھ کر زکاۃ نہ دیتا ہو اور صدقہ بھی کھائے کیا ایسے آدمی کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب - جس نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو کہ اس میں جماعت نہیں مگر تبعاً کہ وہ من جہۃ نفل ہے۔ وتر میں جماعت رمضان ہی میں یا بہ تبعیت فرض ہے یا کہ تبعیت رمضان یا بہ تبعیت تراویح اور مشہور یہی ہے کہ بہ تبعیت جماعت فرض یا بہ تبعیت جماعت تراویح ہے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ تراویح بھی بجماعت پڑھے یا نہ پڑھے اگرچہ صحیح یہی ہے کہ وہ تراویح بجماعت پڑھ سکتا ہے۔ جماعت فرض کے تابع ہے جب تو ظاہر ہے کہ اگر فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں تو وتر بجماعت نہیں پڑھ سکتا اور بہ تبعیت رمضان ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ رمضان میں وتر جماعت ہی سے پڑھے بلکہ یہ کہ رمضان میں جماعت سے پڑھ سکتے ہیں۔ بہر صورت جماعت ہی سے پڑھنا اس سے کہاں نکلتا ہے۔ یونہیں اگر بہ تبعیت جماعت تراویح ٹھہرائیں جب بھی۔ اور میں کہتا ہوں کہ تبعیت فرض سے جماعت وتر کچھ کہو نہیں نکلتی رمضان کے تابع کہو تو اس کے یہی معنی ہیں کہ رمضان ہی میں وتر کی جماعت بہ تبعیت عشا یا بہ تبعیت تراویح ہو گی۔ یہ نہیں کہ رمضان میں اس میں جماعت علی الاستقلال ہے فانہ لم یقل بہ احد۔

وتر کا نماز مستقل غیر تابع عشا ہونا اور بات ہے اور اس میں جماعت کا استقلال اور بات اس خلاف کا ثمرہ یہ نہیں کہ جن کے نزدیک جماعت وتر تابع جماعت فرض ہے وہی بحالت فوت جماعت عشا جماعت وتر سے ممانعت کریں اور جن کے نزدیک اس کی جماعت تابع جماعت تراویح ہے۔ وہ اس نے جب کہ جماعت تراویح فوت نہ کی ہو یا اور جن کے نزدیک تابع رمضان ہے اسے مطلقاً جماعت وتر کی اجازت دیں بلکہ اس خلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس نے فرض ایک امام کے پیچھے پڑھے اور تراویح دوسرے امام کے پیچھے یا فرض و تراویح دونوں ایک امام کے پیچھے اور وتر دوسرے کی اقتدا سے یا فرض جماعت سے اور تراویح بے جماعت پوری یا کچھ جماعت سے یا بالکل نہ پڑھیں تو جو اس کی جماعت تابع جماعت فرض ٹھہراتے ہیں وہ امام فرض کے پیچھے ان سب صورتوں میں اس کی جماعت جائز بتاتے ہیں دوسرے کے پیچھے اجازت نہیں دیتے اور جو جماعت تراویح کے تابع بتاتے ہیں وہ امام تراویح کے پیچھے بشرطیکہ اس نے تراویح سب یا کچھ جماعت سے ادا کی ہوں اور جو اسے رمضان کے تابع ٹھہراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام فرض

کے پیچھے پڑھے یا امام تراویح کے یا کسی اور امام کے خواہ تراویح سب یا کچھ جماعت سے پڑھی ہوں یا علیحدہ یا بالکل نہ پڑھی ہوں۔

غنیہ[1] میں فرمایا اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر اسی میں فرمایا[1] لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وھو الصحیح حتی لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولاً وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح وفی القنیۃ لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح جماعۃ لانھا تبع للجماعۃ ردالمحتار[2] میں تاتارخانیہ الخ میں تتمہ سے ہے سئل علی بن احمد عمن صلی الفرض والتراویح وحدہ او التراویح فقط ھل یصلی الوتر مع الامام قال لا ام اس کے بعد شامی[2] میں فرمایا ثم رأیت القہستانی ذکر تصحیح ماذکرہ المصنف (من جواز الوتر جماعۃ لمن صلی التراویح منفرداً ای والفرض جماعۃ ۱۲ جد الممتار) ثم قال لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر۔ اعلیحضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ نے حاشیہ شامی جدالممتار[3] میں فرمایا فالمتحصل مما ذکر ان من صلی الفرض بجماعۃ یجوز لہ الدخول فی جماعۃ الوتر سواء صلی الفرض خلف ھٰذا الامام او خلف غیرہ سواء صلی التراویح وحدہ او خلف ھٰذا الامام او خلف غیرہ بل ومن لم یصلھا راساً کما یشملہ اطلاق قولہ ولم یصلھا بالامام یصلی الوتر فانہ یصدق بانتفاء القید والمقید کلیھما فلیحرر واللہ تعالیٰ اعلم والمنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر۔ مجمع الانہر میں ہے لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح بجماعۃ ولو لم یصلھا مع الامام صلی الوتر بہ لانہ تابع لرمضان وعند البعض لا لانہ تابع للتراویح عندہ وفی القہستانی یجوز ان یصلی الوتر بالجماعۃ وان لم یصل شیئاً من التراویح مع الامام او صلاھا مع غیرہ وھو الصحیح۔

صغیری اور اس کی اصل کبیری میں یہ مسئلہ ہماری نظر میں دو جگہ ہے کہ اگر کسی کا ایک تراویح یا دو تراویح یا اکثر فوت ہو گئے اور امام وتر کو کھڑا ہو گیا تو یہ امام کے ساتھ وتر پڑھے یا اپنی باقی تراویح ادا کرے دونوں جگہ اس کا کہیں پتہ نہیں کہ اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے۔ کیوں کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح کے ہے۔ صغیری و کبیری کی عبارت یہ ہے۔ ان[4] فاتہ مع الامام ترویحۃ او ترویحتان او اکثر ھل یقضیھا قبل الوتر او یوتر ثم یقضیھا ذکرہ فی الذخیرۃ اختلف المشائخ فی زماننا قال بعضھم یوتر مع الامام ثم یقضی ما فاتہ من التراویح احرازاً لفضیلۃ الجماعۃ مع ان التراویح تجوز بعدہ وقال بعضھم یصلی التراویح

۱؎ غنیہ ص۳۹۱ ۲؎ ردالمحتار جلد اول ص۵۲۳ مطبوعہ کوئٹہ ۳؎ جلد اول ص۲۳۸ ۴؎ غنیہ ص۳۸۶

المتروکۃ ثم یوتر انھیں میں دوسری جگہ زیر فروع ہے فاتتہ ترویحۃ اوترویحتان وقام الامام الی الوتر یوتر مع الامام ثم یقضی مافاتہ ان میں یہ کہاں ہے اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے اور نہ یہاں یہ ہے کہ جماعت وتر تابع جماعت تراویح ہے۔ اس صورت مسئلہ کو فوت جماعت فرض سے کیا تعلق وہ صورت ان دونوں کتابوں میں زیر فروع اسی مسئلہ مذکورہ سے متصل ذکر فرمائی ہے کہ اور جب کہ فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو امام عین الائمہ کرابیسی سے منقول ہے کہ نہ امام کے ساتھ تراویح پڑھے نہ وتر[۱]

پھر اس صورت میں بھی کبیری میں بعد بیان اختلاف حکم و وجہ ہر حکم یہ تحریر فرمایا کہ[۲] لاشک ان تاخیر الوتر اولی وان فاتت الجماعۃ فیہ فان الانفراد بہ اولی علی قول الجمھور کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی یعنی بے شک تاخیر وتر اولیٰ ہے اگرچہ وتر کی جماعت جاتی رہے کہ وتر میں انفراد ہی بر قول جمہور اولیٰ ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز صغیری میں بعد بیان اختلاف فرمایا ولاشک ان تاخیر الوتر اولی وکذلک الانفراد بہ کہاں یہ اور کہاں وہ کہ اگرچہ فرضوں میں شامل نہیں ہوئے کیوں کہ جماعت وتر جماعت تراویح کے تابع ہے اور جماعت وتر جماعت تراویح کے تابع ہے اس سے لزوم جماعت وتر یا بہر حال بے کراہت اس کا جواز کیوں کر نکلا اگرچہ فرضوں کی جماعت کھوئی ہو مگر وتر جماعت ہی سے پڑھے تابع ہونے کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں تو رمضان میں ان کی تبعیت سے وتر بھی بجماعت پڑھ سکتے ہیں نہ یہ کہ وتر بہر حال جماعت ہی سے پڑھیں۔

ہاں صغیری کی یہ عبارت واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لایتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ الخ میں اس کا ایہام ضرور ہے کہ اگرچہ فرض بے جماعت پڑھے ہیں وتر میں شامل ہو سکتا ہے مگر یہ نرا وہم ہے اس کا کوئی قائل نہ ہوا۔ کتب فقہ دیکھ جائیے دور کیوں جائیے کبیری ہی دیکھ لیجئے اختصار کے سبب یہ وہم پیدا ہوگیا۔ تصحیح دو قولوں سے ایک کی ہوتی ہے یہاں کوئی دوسرا قول ہی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان پھر اگر ہوتا بھی تو اصحاب تصحیح سے اس کی تصحیح اگر ہوتی تو علامہ ابراہیم حلبی صاحب صغیری یہ فرما سکتے کہ والصحیح الخ کہ خود یہ اصحاب تصحیح سے نہیں کہ خود کسی قول کی تصحیح کریں بات یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے خود کبیری ملاحظہ کیجئے اس میں پہلے امام عین الائمہ کرابیسی سے یہ نقل فرمایا کہ جس نے فرض جماعت سے نہ پڑھے وہ نہ تراویح جماعت سے پڑھے نہ وتر یونہی جس نے امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھیں وہ وتر بھی امام کے ساتھ

[۱] غنیہ ص ۳۹۱ [۲] ایضاً ص ۳۸۶

نہ پڑھے پھر اس میں خلاف نقل فرمایا کہ فرمایا وقال[1] ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک معہ شیئا منہا یعنی امام ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگر کچھ تراویح بھی امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے۔ یونہیں اگر کچھ بھی امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں وتر اس کے ساتھ پڑھے۔

پھر فرمایا وکذا[1] اذا صلی التراویح مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ یعنی یوں ہی جب کہ امام کے سوا کسی اور امام کے ساتھ تراویح پڑھیں تو اسے امام وتر کے ساتھ وتر پڑھنا چاہئے وھو الصحیح ذکرہ ابو اللیث یہ صحیح ہے امام ابو اللیث نے اسی کو صحیح فرمایا آگے فرمایا وکذا[1] قال ظہیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وھو الصحیح ۔ یوں ہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اگر عشا تنہا پڑھی تو اسے جائز ہے کہ تراویح امام کے ساتھ پڑھے۔ وھو الصحیح ۔ اور یہی صحیح ہے حتی[1] لو دخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح۔ یہاں تک کہ اگر امام کے فرض پڑھ لینے اور تراویح شروع کر دینے کے بعد آیا تو پہلے فرض علیحدہ پڑھ لے پھر تراویح میں امام کی اتباع کرے۔ کبیری میں اس کا کہیں نشان ہے کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں تو بھی وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے حاشا کہیں نہیں اس کا کہیں پتہ ہی نہیں تصحیح کیسی۔ انھوں نے پہلے امام عین الائمہ سے تین حکم نقل فرمائے۔ (۱) جس نے فرض بے جماعت پڑھے ہوں وہ تراویح میں امام کی اتباع نہ کرے۔ (۲) یوں ہی وتر میں (۳) جس نے تراویح میں اتباع امام نہ کیا ہو وہ وتر میں بھی اتباع نہ کرے یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اس میں اختلاف ذکر کیا۔ پھر امام ابو اللیث نے امام ابو یوسف البانی کے اس قول کی تصحیح نقل فرمائی کہ تراویح ایک کے پیچھے پڑھیں تو دوسرے کے پیچھے وتر پڑھ سکتا ہے یوں ہی پہلے میں بھی اختلاف تھا اور قول آخر یعنی جواز جماعت تراویح بحال فوت جماعت فرض صحیح تھا۔ اسے لکھا اور اس کی امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیح نقل فرمائی۔

دیکھئے امام عین الائمہ کرابیسی کے جواب میں انھوں نے ان دونوں مسئلوں میں امام ابو اللیث و امام ظہیر الدین مرغینانی سے تصحیحین نقل فرمائیں اور جہاں سادہ خلاف قول تھا وہاں سادہ نقل فرمایا۔ ان کا وہ دوسرا مسئلہ کہ جس نے فرضوں کی جماعت کھوئی ہے وہ وتر جماعت سے نہ پڑھے خلاف سے ہی پاک تھا اسی لئے اس کے خلاف کوئی سادہ قول بھی نقل نہ فرمایا اگر اس کے خلاف کوئی قول ہوتا تو ضرور نقل

فرماتے۔ اب بحمدہ تعالٰی روشن تر ہوگیا کہ صغیری کی عبارت سے جو وہم ہوتا ہے وہ نرا وہم ہے ہرگز ان کی مراد یہ نہیں کہ فرض بے جماعت پڑھے ہوں جب بھی وتر جماعت سے پڑھے یہی صحیح ہے اس کا صحیح ہونا درکنار یہ کسی کا قول ہی نہیں فالحمد للہ والمنۃ علی کشف الغمۃ وھو ولی النعمۃ وکتبت علی تلک العبارۃ الموھمۃ علی ھامش الصغیری قولہ فی ذلک کلہ یعنی اتباعہ فی التراویح صحیح فیما اذا لم یصل الفرض جماعۃ وکذا اتباعہ فی الوتر فیما اذا لم یصل التراویح بالجماعۃ لا ان اتباعہ فی الوتر یصح فیما اذا لم یصل الفرض مع الامام فافھم وتدبر وتثبت وتشھد۔ لما قلنا اقتصارہ فی التصریح علی لفظ التراویح ھذا کلہ کتبتہ بتوفیق اللہ تعالٰی تفقھا ثم بعد تحریرہ بشھر اوازید ظفرت بصغیری مکتبۃ سیدنا الوالد الماجد رحمہ اللہ تعالٰی فراجعتھا فوجدت بحمد اللہ تعالٰی ماحاشیۃ علی تلک العبارۃ الموھمۃ۔ اجاب عنہا بعینہ مااجبت وبحث مابحثت وللہ الحمد وھذا ما نصہ قولہ والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ لیس ھو رحمہ اللہ تعالٰی من اصحاب التصحیح وانما ھو ناقل ویرشدک مطالعۃ شرحہ الکبیر المخلص منہ ھذا الصغیر ان التصحیح للامام الفقیہ ابی اللیث وللامام ظہیر الدین المرغینانی وانہما انما یرجعان الی تصحیح جواز الاتباع فی الوتر وان لم یتبع فی التراویح وجواز الاتباع فی التراویح وان لم یتبع فی الفرض ولا اثر فیہما التصحیح جواز الاتباع فی الوتر وان لم یتبع فی الفرض فراجعہ ص۴۱ فالواقع ھھنا نشأ من اقتصار مخل فلیتنبہ۔ لیس الفرق بینہما الا فرق اللسان کانہ ھو نظر الی ھذا التوارد ومن انا وایش انا ما ھذا الا بفضل اللہ فیض خدمتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ عنا ثم بعد ما مضی علی ھذا برھۃ من الزمان ظفرت بکرم اللہ تعالٰی بباب الوتر والنوافل من فتاواہ المنیفۃ المبارکۃ قدس اللہ تعالٰی سرہ وافاض علینا برہ فراجعتہ فوجدت فیہا ھذا الفتوی بالعربیۃ ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ او مع غیر الامام ھل یصلی الوتر بالجماعۃ ام لا والوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض۔

الجواب۔ من صلی الفرض منفردا لا یدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا جماعۃ ولو خلف غیر ھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرک التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی اذا لم یصل الفرض مع الامام الخ رسمت ھذہ العبارۃ بتمامہا فی صدر فتوای) وقال فی ردالمحتار قولہ لو لم یصلہا ای التراویح بالامام لہ ان یصلی الوتر

معه (الیٰ قول القهستانی لایتبعه فی الوتر کما مر) قلت وعزاه القهستانی للمنیة وهی منیة الفقهاء لامنیة المصلی کما ظنه بعض المتصدین للفتوی فی عصرنا فنسبه الیٰ عدم مطابقة النقل للمنقول عنه۔ قال الشامی فقوله (یعنی المصنف) ولولم یصلها ای وقد صلی الفرض معه لکن ینبغی ان یکون قول القهستانی معه احترازاً عن صلاتها منفرداً قلت فیکون علی وزان قول الغنیة المار اذ المرید (ان) معه شیئاً منها فانما ارادبه الانفراد لاما یشمل الادراك مع غیره بدلیل قوله عطفا علیه وکذا اذا صلی التراویح مع غیره قال الشامی اما لو صلاها (یعنی الفریضة) جماعة مع غیره ثم صلی الوتر معه لاکراهة تأمل انتهی۔

اقول معلوم ان الضمیر فی قوله لایتبعه للامام مطلقاً لا لخصوص هذا الامام فان من صلی الفریضة منفرداً لیس له ان یدخل فی جماعة الوتر لامع هذا الامام ولامع غیره فکذالك فی قوله معه وبالجملة فالمتحصل شیئان احدهما ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر وما وقع فی منهیة الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید للفاضل المفتی محمد عنایت احمد علیه رحمة الاحد ان من لم یصل الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الوتر وعزاه لحاشیة الطحطاوی فسهو وانا قد راجعت المعزی الیه فلما اجده نصا بما ظن نعم قد تشم من بعض کلماته رائحة ذلك حیث قال عند قول الدر المختار لوترکها الکل (یعنی جماعة التراویح) هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة (ای لو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعة) بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر جماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالیٰ انتهی حلبی انتهی فقد یوهم قوله ولا للعشاء جواز الوتر بجماعة ولو لم یصل هو بل الکل الفرض بها لکنه کما علمت خلاف المنصوص فان الذی فی رد المحتار عن شرح النقایة عن المنیة ان لم یصل علی ما مر کان ادخل فی الرد علی هذا الایهام۔

واما ما ذکرانه لیس بتبع عند الامام فنعم ونعم الجواب عنه ما افاد المولی المحقق ابن عابدین ان اصالته فی ذاته لاتنافی کون جماعته تبعاً قلت الاتری ان الظهر والعصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بینهما من توابع الوقوف بعرفة ولو فی حجة نافلة فافهم قال الشامی علی انهم اختلفوا فی افضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح اھ ای فکانت جماعته ادون حالا من جماعة التراویح المسنونة عند الجمهور حتی لو ترکها الکل اثموا فکیف بجماعة الفرض الواجبة علی الصحیح الرجیح فساغ

ان یکون تبعا فی الجماعة وان کان اصلا فی الذات حتی افسد تذکرة المکتوبات قلت علی ان التعلیل بالقضیة المذکورة تعلیل بالنفی وهو عندنا من التعلیلات الفاسدة کما صرحوا به فی الاصول وحصر العلة فی التبعیة ممنوع محتاج الی البیان هٰذا۔ والاخران من صلی الفرض بجماعة یجوز له الدخول فی جماعة الوتر سواء صلی الفرض خلف هٰذا الامام او غیره کما قرر الشامی وسواء صلی التراویح وحده او خلف هٰذا الامام او غیره کما نصوا علیه قلت بل ومن لم یصلها رأسا کما یشمله اطلاق قولهم ولو لم یصلها بالامام یصلی الوتر فانه یصدق بانتفاء القید و المقید جمیعا و بحرر۔

اما ما ذکروا ان جماعة الوتر هل هی تبع لجماعة التراویح ام لا جنح الفاضلان الحلبی والطحطاوی فی حواشی الدر الی الثانی کما سمعت واستظهر الشامی الاول قائلا ان سنیة الجماعة فی الوتر انما عرفت تابعة للتراویح قلت وهٰذا هو الاظهر فان شرعیة جماعته لو کانت لاصالة دائمة لاتختص برمضان ثم رأیت العلامة البرجندی نص فی شرحه للنقایة ان الجماعة فیه بتبعیة التراویح علی ما هو المشهور اھ فقد ثبت روایة واعتضد درایة وترجح شهرة فانقطع النزاع فاعلم ان هٰذا کله لو ترک الکل جماعة التراویح کما قدمنا من الغنیة عن القنیة اما اذا جمع القوم وتخلف عنها ناس ثم ادرکوا الوتر مع الامام فلا شک ان لهم الدخول فی جماعة الوتر اذا کانوا صلی الفرض بجماعة کما سمعت نعم ذهب بعض کالامام علی بن احمد وعین الائمة الکرابیسی الی تبعیتها لجماعة التراویح فی حق کل مصل بمعنی ان من لم یدرکها مع الامام لایتبعه فی الوتر لکنه کما علمت قول مرجوح قلت وبهٰذا التحقیق ظهر التوفیق بین کلام العلامة البرجندی المذکور وکلام الفاضل شیخی زاده فی مجمع الانهر شرح الملتقی الابحر حیث قال لو لم یصلها (یعنی التراویح) مع الامام صلی الوتر به لانه تابع لرمضان وعند البعض لا لانه تابع للتراویح عنده وفی القهستانی ویجوز ان یصلی الوتر بالجماعة وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلاها مع غیره وهو الصحیح اھ ما فی المجمع فانه صریح فی ان القول بتبعیة للتراویح قول مرجوح خلاف للجمهور وصریح ما فی البرجندی انه هو القول المشهور۔

ووجه التوفیق ان التبعیة فی کلام المجمع ماخوذة بالنظر الی کل احد فی خاصة نفسه ولذا ابنی علیه منع من لم یدرکها مع الامام عن دخوله فی الوتر وفی کلام البرجندی بمعنی وقوعه بعد اقامة

الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق وبالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته لرمضان ان جماعته غير مشروعة الافيه لاسلب بتبعيته عما سواه مطلقا حتى ينافى تبعيته لجماعة التراويح بل والفرض فان فيه ما قد علمت فاذن لاخلاف بين التبعيتين الا على قول لبعض لمرجوح هكذا ينبغى التحقيق والله تعالى ولى التوفيق - نعم وقع فى شرح المنية الصغير مانصه اذا لم يصل الفرض مع الامام قيل لايتبعه فى التراويح ولا فى الوتر وكذا اذا لم يصل معه التراويح لايتبعه فى الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه فى ذلك كله حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض وشرع فى التراويح فانه يصلى الفرض اولا وحده ثم يتابعه فى التراويح وفى القنية لو تركوا الجماعة فى الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة اه -

فاوهم ذلك عند بعض الناس ان الحلبى صحح جواز اتباع الامام فى الوتر وان لم يتبع فى الفرض وانا اقول ليس هو رحمه الله تعالى من اصحاب التصحيح وانما وظيفته النقل عن ائمة الترجيح ومعلوم ان شرحه الصغير انما هو ملخص شرحه الكبير وهذه عبارة الكبير بمرأى عين منك لاترى فيه تصحيحا اصلا ناظرا الى هذا المتوهم وانما فيه تصحيحان الاول من الامام الفقيه ابى الليث لجواز اتباع الامام فى الوتر سواء صلى التراويح كلها او بعضها معه او مع غيره او وحده منفردا وهذا محمل قوله يجوز ان يتبعه فى ذلك كله والثانى عن الامام ظهير الدين المرغينانى لجواز الاتباع فى التراويح وان لم يتبعه فى الفرض وعليه يتفرع الفرع المذكور فى الشرحين معا حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض - فالتوهم الحاصل فى عبارة الشرح الصغير انما منشؤه ما وقع فيه ههنا من الاختصار المخل الا ترى انه اقتصر فى التفريع المذكور كاصله الكبير على قوله يتابعه فى التراويح ولو كان مراده بقوله فى ذلك كله مايشمل المتوهم لزاد ايضا والوتر وبالجملة فالمعروف المعلوم من تصحيحات الائمة هو الذى بينه فى شرح الكبير وهذا المتوهم لايعرف له تصحيح ولا ترجيح فلا يعارض ما نص عليه فى منية الفقهاء وحكم به حكما جازما من دون ذكر خلاف - فعليك بالتبصر والانصاف -

ولك ان تقول ان الامام معرف باللام وضمير يتبعه راجع اليه والمعرفة اذا اعيدت معرفة كان المراد عين الاول غالبا - فالمعنى اذا لم يصل الفرض مع هذا الامام فله ان يتبعه فى الوتر - اى لا يجب لاتباعه فى الوتر ان يكون اتبع هذا الامام بعينه فى الفرض وهذا صحيح لاشك - ويؤيد هذا الفهم

ان القهستانی لما قال اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر احتاج الشامی الی ابانۃ مرادہ۔ وان المقصود مع امام مالا مع خصوص ھٰذا الامام وان جادل مجادل فنقول الشرح الصغیر مطالب بتصحیح نقل ھٰذا التصحیح الذی لایعلم لہ اصلا فی کتاب قبلہ حتی فی الکبیر الذی کان اصلہ واللّٰہ الموفق فقد تحرر ما تقرر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ الفرض فی حق کل احد من المصلین ولجماعۃ التراویح فی الجملۃ لافی حق کل ولرمضان بمعنی انہا تکرہ فی غیرہ لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر عن الدرر حتی جاز اقتداء ثلثۃ بامام بلا کراھۃ فی الاصح کما فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامۃ الشرنبلالی رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علی العلماء جمیعا اتقن ھٰذا فلعلک لاتجد ھٰذا التحریر فی غیر ھٰذا التقریر وما توفیقی الا بالعلیم الخبیر واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فالحمد للّٰہ حمدا موافیا لنعمہ انظر کیف سنح علی بعین اکثر ما سنح علی ابی بفضلہ الوفی واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم

(الف) یہ رواج برا ہے۔ بازار بھاؤ سے جو کاغذ کی قیمت ہو گی وہی اسقاط کے حساب میں آئے گی وہ بھی اس وقت جب کہ مستحق کو پہونچے اور اگر اسقاط میں وہ قرآن عظیم نہیں دیئے جاتے بلکہ یوہیں بغرض ایصال ثواب دیئے جاتے ہیں تو جب کہ وہ ناقابل تلاوت ہیں تو قرآن عظیم دینے سے جو مقصود ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

(ب) اسقاط تو چاہئے۔ باقی یوں تقسیم یہ سرے ہی سے ناجائز ہے جب کہ اس میں مستحق نامستحق کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔ ایک جگہ کی مسجد کا امام مستحق ہے اسے دیا گیا تو یہ دینا ٹھیک ہوا دوسری جگہ کا نامستحق ہے اسے دیا گیا یہ جائز نہ ہوا نہ اس کے دیئے اسقاط صحیح۔ اور پھر اس خیال سے کہ وہاں کے لوگوں نے ہمارے یہاں کے امام کو دیا تھا ہم وہاں کے امام کو دیں نہ دیں گے تو مفت نزاع ہوگا یہ دینا خالصًا خدا کے لئے دینا بھی نہ ہوا جو اس پر لڑتے ہیں جاہل ہیں گناہ کرتے ہیں۔ اور اگر اس کا لحاظ بھی رہے کہ نامستحق کو نہ دیا جائے مستحقین ہی کو پہونچے جب بھی اس طریقہ کو ضروری خیال کرنا ٹھیک نہیں۔ کہ جب مساکین ہی کو دینا ہے تو وہ جہاں کے ہوں اور اپنے محتاج اقربا کا خیال مقدم پھر الاقرب فالاقرب نیز الاحوج

فالاحوج پر نظر بہتر۔ امام زمرۂ فقراء ومساکین میں وہی داخل ہوگا جو فقیر ومسکین ہو۔ امامت مسکینی نہیں کہ جو امام ہو مسکین ہو۔ جو امام مسکین ہے اسے فدیہ لینا جائز ہے جب کہ ہاشمی نہ ہو۔ جو مسکین نہیں اسے حرام ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔[۱] اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ الآیۃ نہ اسے دینا جائز نہ اسے دیئے فدیہ ادا ہو۔ نہ میت کو اس کا کوئی ثواب کہ نامستحق کو دینے کا کوئی ثواب ہی نہیں۔

صدقات واجبہ تو فقراء مساکین کے لئے ہیں غنی متمول کو نہ دینا جائز نہ اسے لینا حلال۔ جو غنی ہوکر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں فرض سائلین کا ابطال کرتے ہیں باطل طور پر مسلمانوں کے اموال کھاتے ہیں اور قرآن عظیم کے ارشاد[۲] لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ کا خلاف کرتے ہیں۔ پھر بے ضرورت سوال حرام ہے اگرچہ صدقات واجبہ نہ مانگے اور یہ تو دوہرا حرام ہوا۔ ایسے سائل کو دینا حرام ہے اگرچہ صدقہ واجبہ نہ دے لانہ تعاون علی الاثم والعدوان۔ وقال تعالٰی[۳] لا تعاونوا علی الاثم والعدوان نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم فرماتے ہیں[۴] لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی جو غنی ہوکر صدقات واجبہ لیتا ہے وہ بھی مانگ کر وہ طرح طرح حرام کار شدید گنہگار مستحق نار داخل زمرۂ فساق وفجار ہے۔

جس پر زکاۃ فرض ہے اور وہ زکاۃ نہیں دیتا مبتلائے قہر قہار مستوجب غضب جبار ہے اسے قرآن عظیم سے مژدہ عذاب نار ہے کہ وہ سونا چاندی جن کی اس نے زکاۃ نہ دی جنھیں اس نے کنز ٹھہرا اٹھانے کی جگہ نہ اٹھایا اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ نہ کیا وہ جہنم کی آگ سے تپائے جائیں گے پھر ایسوں کی پیشانی اور پہلو اور پیٹھ ان سے چپکے جائیں گے کہ یہ مواضع بقدر ان کنوز کے وسیع کردیئے جائیں گے اور یہ کنوز تپا کر ان کی پیشانیوں پہلوؤں پشتوں پر رکھ دیئے جائیں گے۔ (والعیاذ باللہ تعالٰی) اور ان سے ارشاد ہوگا یہ ہے وہ جسے تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ (اللہ تعالٰی کی راہ میں خرچ نہ کیا زکاۃ میں نہ دیا تھا) تو چکھو اس کا بدلہ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے[۵] اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ تفسیر امام جلیل جلال الدین سیوطی قدس سرہ میں ہے[۶] لاینفقونہا فی سبیل اللہ ای لا یؤدون منہا حقہ من الزکاۃ والخیر ایسوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب[۷] لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب

۱؎ سورۂ توبہ آیت ۶۰ ۲؎ البقرۃ آیت ۱۸۸ ۳؎ مائدہ آیت ۲ ۴؎ توبہ آیت ۳۴ ۵؎ جلالین مع صاوی ج ۲ ص ۹۳ ۶؎ ردالمحتار جلد اول ص ۳۷۶ مطبوعہ ... ص ۳۲

علیہما اعانۃ شرعا درمختار وغیرہ اسفار میں فرمایا کل[1] صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتہا
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳ ۔ از بہیڑی مسئولہ بعض غیر مقلدین ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۵ھ

(۱) جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز شروع میں کس نے پڑھائی اور موافق کس امام کے مقلدوں کے پڑھائی۔

(۲) رفع یدین اور آمین بالجہر کس موقع پر کہی ہے اور کس موقع پر منع فرمایا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام الٰی یوم النشور فرضیت صلاۃ سے پہلے نماز پڑھتے تھے یہی دیکھو کہ نماز لیلۃ الاسرا میں فرض ہوئی اور فرض ہونے سے پہلے کہ وہ بعد عروج ہوا قبل عروج الی السماء حضور علیہ صلاۃ رب العزیز الغفور نے بیت المقدس میں نماز باجماعت پڑھی حضور نے امامت فرمائی اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اقتدا کی اذان واقامت بھی ہوئی جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے تو بعد فرضیت دو روز صبح لیلۃ الاسرا سے امامت کی ہے وہ برائے تعلیم صلاۃ نہیں بلکہ برائے تعلیم اوقات تھی حضور کو نماز حضور کے رب عزیز غفور جل جلالہ وعم نوالہ نے سکھائی جس نے انھیں ذرے ذرے قطرے قطرے کا عالم بنایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام شافعی وامام احمد وامام نسائی وترمذی وابوداؤد وغیرہم نے جو احادیث امامت جبرئیل روایت کی ہیں ان سے یہ ظاہر وباہر ہے نسائی کی ایک حدیث مواہب لدنیہ اور اس کی شرح علامہ زرقانی سے نقل کریں عن[2] جابر بن عبد اللہ ان جبرئیل اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعلمہ مواقیت الصلاۃ صبیحۃ لیلۃ الاسراء فتقدم جبرئیل ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلفہ والناس خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی الظہر حین زالت الشمس واتاہ حین کان الظل مثل شخصہ فصنع کما صنع (فی الظہر) فتقدم جبرئیل فصلی العصر (فی اول وقتہ) ثم اتاہ حین وجبت الشمس فتقدم جبرئیل فصلی المغرب (لاول وقتہا) ثم اتاہ حین غاب الشفق فتقدم جبرئیل فصلی العشاء (اول وقتہا) ثم اتاہ حین انشق الفجر فتقدم جبرئیل فصلی الصبح اول وقتہ ثم اتاہ فی الیوم الثانی حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصنع کما صنع بالامس (من تقدمہ والنبی خلفہ والناس خلف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فصلی الظہر (فی الوقت الذی صلی فیہ العصر بالامس) ثم اتاہ حین کان ظل الرجل مثل شخصہ فصنع کما صنع بالامس فصلی العصر (فی آخر

---

[1] درمختار مع شامی جلد اول ص ۲۳۷ مطبوعہ کوئٹہ ، [2] نسائی جلد اول ص ۸۹

وقتها) ثم اتاه حین وجبت الشمس فصنع کما صنع بالامس فصلی المغرب (فی اول وقتها کما صلاها امس فنا ثم قمنا فاتاه فصنع کما صنع بالامس فصلی العشاء ثم اتاه حین امتد الفجر (فی افق السماء) واصبح والنجوم بادیة مشتبکة وصنع کما صنع بالامس فصلی الغداة ثم قال ما بین هاتین الصلاتین (فی الیومین) للصلاۃ وقت۔

اس سوال سے غیر مقلد کو کیا فائدہ۔ محض بے کار سوال ہے یہ اگر قطعاً معلوم ہوتا کہ اس طرح حضور نے نماز پڑھی اور اسی طرح پڑھتے رہے یہاں تک کہ وصال مبارک ہوا تو ائمہ میں اختلاف ہی کیوں ہوتا ہر امام اپنے اجتہاد سے جس نتیجہ پر پہونچتا ہے وہ ظن غالب ہوتا ہے جو فقہیات میں ملحق بالیقین ہے نہ کہ یقین وجزم و قطع اجتہاد سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر اگر اس نماز خاص کا علم قطعی بھی ہوتا جو حضور قبل فرضیت صلاۃ پڑھا کرتے یا جو لیلۃ الاسرا بیت المقدس میں پڑھی جس میں انبیاء کی امامت فرمائی یا وہ جن میں بعد فرضیت دو دن حضرت جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے امامت کی۔ تو اس کے علم قطعی سے غیر مقلد کیا پاتا۔ کہ نسخ کا امکان موجود۔ جب اس طریقہ سے کچھ مختلف طریقہ پر پھر حضور کا آخر وقت پڑھنا کسی امام کو پہونچا وہ اس حدیث سے جب کہ وہ ناسخ ہو سکتی پہلے طریقہ کے منسوخ ہونے کا قول کرتا اور جسے نہ پہونچتی وہ اسی طریقہ پر کاربند رہتا۔ ابتدائے اسلام میں بعد فرضیت صلاۃ تو سوا مغرب باقی تمام نمازوں کی دو دو رکعتیں تھیں پھر کیا غیر مقلد یہ دیکھ کر آج بھی سب نمازوں کی سوا مغرب کے دو دو رکعتیں ہی فرض جانے گا۔ دو دو ہی پڑھا کرے گا۔

روایت ابن خزیمہ وابن حبان وبیہقی از حضرت سیدتنا عائشہ سے روشن کہ جب تک مکہ معظمہ تشریف رکھی فجر، ظہر، عصر، عشا، سب میں دو دو ہی رکعت فرض پڑھے۔ اول اول مدینہ طیبہ میں بھی پھر جب مدینہ طیبہ میں مطمئن ہو کر تشریف رکھی تو سوا فجر اور نمازوں ظہر و عصر و عشا میں زیادت فرمائی گئی فجر میں بوجہ طول قرات زیادت نہ فرمائی گئی عن[1] عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا فرضت صلاۃ الحضر والسفر رکعتین رکعتین فلما قدم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم المدینۃ واطمئن زید فی صلاۃ الحضر رکعتان رکعتان وترکت صلاۃ الفجر لطول القراءۃ وصلاۃ المغرب لانہا وتر النہار اسی بنا پر فتح الباری شرح صحیح البخاری میں امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ان الصلاۃ فرضت لیلۃ الاسراء رکعتین الا فی المغرب ثم زیدت بعد الہجرۃ الا الصبح ابتدائے اسلام کے احکام پر نظر کی جائے تو دو دو رکعتیں غیر مقلد پڑھا کرے اور اسی

[1] فتح الباری جلد اول ص۲۷۹ مطبوعہ بیروت

کو فرض جانے۔ بہت باتیں ایسی ملیں گی جن پر غیر مقلد کو اس کے طور پر عمل ناگزیر ہوگا۔ مثلاً نماز میں کلام مسجد میں مستعمل جوتیاں پہنے آنا بلکہ نجاست سے ملوث جوتیاں پہنے نماز پڑھ لینا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے رفع وعدم رفع دونوں مروی اور بیک وقت دونوں پر عمل ناممکن۔ لہذا کسی ایک کی ترجیح درکار اور وہ بے مرجح ممکن نہیں تو اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور قیاس سے چارہ نہیں ان کی طرف مصیر ناگزیر جو قیاس کا منکر ہے تو اسے یہاں کسی پر عمل ممکن نہیں مگر باتباع ہوا۔ کہ اس کی ہوا جسے اڑا دے وہ اڑ جائے گا جو باقی رہ جائے گا وہ اس پر عمل کرے گا مگر اس عمل سے حاصل کچھ نہ ہوگا۔ اس کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا خالی ہوا۔ شوافع کے دامن میں وہ نہیں آسکتا اور حنفیہ سے تو گریزاں تھا ہی حنفیہ عدم رفع کو بعض اصول سے مرجح ٹھہراتے ہیں شوافع رفع کو دوسرے اصول پر اپنا مذہب اور یہ متبع ہوائے نفس لاالی ھؤلاء ولاالی ھؤلاء بے اصل باتیں بناتا اور اٹکل پچو ہوائی گھوڑے دوڑاتا ہے اور اگر کہے کہ ہم بھی شافعی اصول پر عمل کرتے ہیں تو ان کی تقلید کا پھندا ابھی اپنے گلے میں ڈال لیا اور پھر بھی ہوائے نفس کی مصیبت سے پیچھا نہ چھوٹا کہ جس میں نفس نے چاہا شافعی اصول اختیار کر لیا اور جہاں چاہا اسے چھوڑا حنفیہ کا اور جب چاہا اسے چھوڑا مالکیہ کا دامن تھاما جب چاہا اسے چھوڑا حنبلیہ سے رشتہ جوڑ لیا اور جب چاہا اسے چھوڑا پھر شافعیہ کا اخذ کر لیا۔ یوں ہی چک پھیریاں کرتے رہے۔ اس عمر بھر کے طواف کا نتیجہ اور اس کے ثواب کا جو ثمرہ ملا وہ یہ کہ ہوائیہ لقب پایا۔ یک در گیر و محکم گیر پر عمل نہ کیا تو حاصل کیا ہوا یہ کہ غیر مقلد گھر کا رہا نہ گھاٹ کا۔ جہاں جاتا ہے دُر دُر پھٹ پھٹ سنتا ہے۔

دربارۂ رفع یدین حنفیہ و شافعیہ میں اختلاف ہے شوافع رفع کو اپنے اصول سے مرجح ٹھہراتے ہوئے قائل ہیں عن[۱] ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قام الی الصلاۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ ثم کبر فاذا اراد ان یرکع فعل مثل ذلک واذا رفع من الرکوع فعل مثل ذلک ولا یفعلہ حین یرفع رأسہ من السجود یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب نماز کو کھڑے ہوتے تو دونوں دست مبارک اپنے دونوں دوش اقدس تک اٹھاتے پھر تکبیر تحریمہ فرماتے پھر جب ارادہ رکوع فرماتے تو پھر اسی طرح رفع یدین کرتے اور جب

[۱] مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۶۸

رکوع سے اٹھتے تو پھر ایسا ہی رفع یدین فرماتے اور سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے وقت رفع یدین نہ کرتے۔ اخرجه الستة عن الزهري عن سالم عن ابيه عبد الله ابن عمر۔

یہ حدیث چھان اصحاب صحاح نے زہری سے انھوں نے سالم سے انھوں نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ یہ حدیث ایک جماعت صحابہ سے مروی ہے جیسے حضرت مولیٰ علی و حضرت ابو ہریرہ و حضرت وائل بن حجر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم شوافع نے اس کی سند عالی سمجھی تو اپنے اصول ترجیح بعلو الاسناد کی بنا پر اس حدیث کو مرجح ٹھہرایا اور اپنا معمول بہ بنایا۔ حنفیہ نے اپنے اصول ترجیح بفضل فقہ الراوی لا بعلو الاسناد سے اس کے معارض اس حدیث کو اپنے مذہب مہذب عدم رفع کی بنا رکھی۔ عن عبد الله بن مسعود ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه عند تكبيرة الافتتاح ثم لا يعود۔ یعنی حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین فرماتے تھے پھر نہ فرماتے۔ رواه الامام الاعظم و امام الاوزاعي حين روى حديث ابن عمر المذكور امامه عن حماد عن ابراهيم النخعي عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود امام اوزاعی اور امام اعظم دار الحناطین مکہ معظمہ میں مجتمع ہوئے امام اوزاعی نے دریافت کیا ما بالكم لا ترفعون عند الركوع و الرفع منه یعنی آپ لوگ (اہل عراق) رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھ کر کیوں رفع یدین نہیں کیا کرتے امام نے فرمایا لاجل انه لم يصح عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فيه شيئ اس لئے کہ اس رفع کے بارے میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے کچھ درجہ صحت کو نہ پہونچا۔ امام اوزاعی نے کہا كيف لم يصح وقد حدثني زهري الخ کیسے صحیح نہ ہوا کہ مجھ سے زہری نے حدیث بیان کی وہی حدیث مذکور ابن عمر مع سند پڑھی امام نے فرمایا حدثنا حماد عن ابراهيم الخ یہی حدیث مع سند فرمائی۔ اس پر امام اوزاعی نے تعجب سے فرمایا واعجبا احدثك عن الزهري عن سالم عن ابيه وتقول حدثني حماد عن ابراهيم میں تو آپ سے حدیث زہری عن سالم عن ابن عمر بیان کرتا ہوں اور آپ فرماتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی حماد نے ان سے ابراہیم نے۔ امام نے فرمایا كان حماد افقه من الزهري وكان ابراهيم افقه من سالم وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه وان كانت لابن عمر صحبة وله فضل صحبة ولو لا سبق ابن عمر لقلت علقمة افقه منه والاسود له فضل كثير وعبد الله عبد الله۔

یعنی حماد زہری سے اور ابراہیم نخعی سالم سے افقہ ہیں اور علقمہ حضرت ابن عمر سے فقہ میں کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر کے لئے صحبت وفضل صحبت ہے اور اگر حضرت ابن عمر سابق نہ ہوتے تو میں فرماتا کہ علقمہ ان سے افقہ ہیں۔ اور اسود کے لئے بڑا فضل ہے یا فضل کثیر ہے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود تو عبداللہ ہیں۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق آخر مروی الا اصلی بکم صلاۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔ وفی لفظۃ فکان یرفع یدیہ فی اول مرۃ ثم لا یعود اخرجہ ابوداؤد والترمذی عن وکیع عن سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ۔ قال الترمذی حدیث حسن واخرجہ النسائی عن ابن مبارک عن سفیان الثوری الخ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں صلیت مع النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یرفعوا ایدیہم الا عند افتتاح الصلاۃ رواہ الدارقطنی وابن عدی عن محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم عن علقمۃ بن عبد اللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

نیز ہمارا متمسک یہ حدیث ہے عن البراء انہ قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یرفع یدیہ حین افتتح الصلاۃ ثم لم یرفعہما حتی انصرف رواہ ابوداؤد باسنادہ۔ نیز یہ حدیث عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ رواہ مسلم نیز یہ حدیث عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن عباس انہما قالا النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ترفع الایدی فی سبع مواطن عند افتتاح الصلاۃ وعند استقبال القبلۃ والصفا والمروۃ والموقفین والجمرتین اور ایک روایت میں یوں لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اس رفع یدین کے بارے میں جو طرق وآثار ہیں وہ اس قدر ہیں کہ ان کا احصا صعب ودشوار ہے۔ اور کلام بھی بسیار ہے اس حدیث متمسک شوافع کے جواب ہمارے علماء یہ دیتے ہیں۔

(۱) وہ محمول علی الابتداء ہے کہ ابتدا ہی میں ایسا تھا پھر منسوخ ہو گیا جیسے رفع یدین سجود کہ ہمارے اور امام شافعی کا اتفاق سجدہ کے وقت کا رفع یدین منسوخ ہے اب وہ مسنون نہیں علیٰ ہٰذا القیاس یہ رفع یدین رکوع۔ اور اس کے مؤید حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے

روی عنه انه رأی رجلا یصلی فی مسجد الحرام یرفع یدیه فی الصلاۃ عند الرکوع وعند رفع الراس منه فلما فرغ من صلاته قال له لا تفعل فان هذا شیٔ فعله رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ثم ترکه۔ یعنی آپ نے مسجد حرام میں کسی شخص کو نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا آپ نے فرمایا رفع یدین نہ کر کہ یہ ایک شئی ہے جسے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا پھر اسے ترک فرمایا نیز حضرت عبد اللّٰہ بن مسعود سے مروی کہ فرمایا رفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فرفعنا وترك فترکنا۔

(۲) حضرت عمرو بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوں ہی حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جن سے وہ رفع یدین کی روایتیں ہیں خود ان کا عمل ان روایتوں کے خلاف مروی اور جب راوی روایت کے خلاف عامل ہو اس کی روایت متروک ہوتی ہے۔ کما عرف فی موضعه نیز ان حضرات کا اپنی روایات رفع یدین کے خلاف پر عمل یعنی رفع یدین نہ کرنا علی ندائے منادی کہ ان کی روایات رفع محمول علی الابتدا ہیں کہ پہلے پہلے ایسا ہوتا تھا پھر منسوخ ہوگیا اور نسخ کا انھیں علم ہوا تو منسوخ کو چھوڑا ناسخ کو معمول بہ بنایا۔ حسن بن عیاش نے بسند صحیح اسود سے راوی کہ انھوں نے کہا رأیت[1] عمر بن خطاب رضی اللّٰه تعالیٰ عنه یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود رواه امام الطحاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت حضرت مجاہد سے مروی کہ حضرت مجاہد نے فرمایا خدمت ابن عمر عشر سنین فما رأیته یرفع یدیه فی شیٔ من صلاته الا فی التکبیرۃ الاولیٰ نیز حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی نسبت عاصم بن کلیب سے منقول کہ انھوں نے کہا صلیت خلف علی سنتین فکان لا یرفع یدیه الا فی تکبیرۃ الافتتاح یہی عاصم بن کلیب اپنے والد سے راوی ان علیا کرم اللّٰه تعالیٰ وجهه رفع یدیه فی اول تکبیر الافتتاح ثم لم یعد نیز ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ان العشرۃ الذین شهد لهم رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بالجنة ما کانوا یرفعون ایدیهم الا لافتتاح الصلاۃ۔

(۳) سرمایہ اعتماد رواۃ ہوتے ہیں حدیث عدم رفع کے راوی بدری ہیں۔ جو نماز میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے قریب رہتے تھے اور اس حدیث متمسک شوافع کے رواۃ میں زیادہ تر غیر بدری جو حضور سے دور جگہ پر کھڑے ہوتے اور ظاہر ہے کہ جب ایسے اصحاب کے اقوال متعارض ہوں گے تو اخذ

[1] طحاوی جلد اول ص۱۳۳

بقول الاقرب اولیٰ ہوگا۔ غرض جواب بہت ہیں اور دونوں جانب سے کلام بہت طویل الذیل شوافع کی جانب سے ان احادیث و آثار اور ان کے طرق پر جن سے حنفیہ تمسک کرتے ہیں کلام ہے جن کے جواب ہمارے علماء نے اپنی کتب مبسوط میں بسط و تفصیل سے دئیے ہیں۔ انھیں کہاں تک نقل کریں۔

غرض بعد ایں وآں وچنیں وچناں مقطع کا بند تو یہ ہے کہ رفع اگرچہ بالرفع ثابت مگر اس کا دوام کہاں ثابت اور یہ کہاں ثابت کہ پہلے رفع نہیں ہوتا تھا پھر رفع فرمایا گیا۔ بلکہ ابھی اوپر یہ گذر چکا ہے کہ رفع کیا جاتا تھا پھر ترک فرمایا اور اس کی ممانعت فرمائی بس سات جگہ اسے باقی رکھا گیا۔ پھر ترک رفع وقت تعارض اخبار ہی اولیٰ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا واقع میں رفع ثابت ہوگا یا عدم اگر رفع ثابت ہوگا تو زیادہ برین نیست کہ وہ سنت ہوگا اور اگر عدم ثابت ہوگا تو پھر رفع نماز میں ایک ناجائز کام ہوگا۔ ظاہر کہ ترک امر ناجائز اتیان سنت سے اولیٰ ہے رفع ثابت مانو جب بھی اس کا ترک موجب فساد صلاۃ نہیں ہو سکتا اور عدم رفع ثابت ہوا اور رفع کیا گیا تو یہ اس ترک سے بہت بڑھ کر ہوگا۔ نیز حنفیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا مذہب یوں مرجح ہے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ کچھ اقوال و افعال نماز میں مباح تھے اس رفع کی جنس سے تھے اور ان کا منسوخ ہونا معلوم ہو چکا ہے۔ تو کیا دور ہے کہ یہ رفع عند الرکوع و عند الرفع عن الرکوع بھی انھیں منسوخوں میں شامل ہو خصوصاً اس صورت میں کہ اس حدیث مثبت رفع کے معارض احادیث ایسی ثابت ہیں جن کا رد نہیں۔ بخلاف عدم رفع کہ اس میں احتمال عدم شرعیۃ آہی نہیں سکتا لانہ لیس من جنس ما عھد فیہ ذلک بلکہ وہ تو جنس سکون سے ہے کہ جس کے مطلوب فی الصلاۃ ہونے پر اجماع ہے۔

مسئلہ ۔ از شہر بریلی محلہ جسولی مسئولہ ۲۲ رجب ۱۳۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ یعنی اذان کے بعد لوگوں کا بالفاظ صلاۃ و سلام کے مکرر اطلاع کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں و نیز قبر پر اذان دینا حضور سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں خدائے قہار و جبار کو حاضر ناظر سمجھ کر جواب قرآن و حدیث سے مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ اصل اباحت ہے اور حرمت و کراہت عارض۔ ہذا مما لا یخفی علی المبتدی فضلا عن الماہر کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ[1] سے یہ امر ظاہر و باہر تو جس بات

[1] سورۃ مائدہ آیت ۱۰۱

سے قرآن عظیم نے منع نہ فرمایا حدیث کریم نے اسے ممنوع نہ ٹھہرایا ہو تو وہ اپنی اصل اباحت پر ہے یعنی مباح ہے بے دغدغہ جائز اسے ممنوع و ناجائز بتانا نئی شریعت گڑھنا اور شرع مقدس پر افترا ہے یوہیں کراہت کے لئے بھی دلیل خاص درکار بے دلیل خاص دعوی کراہت باطل علمار فرماتے ہیں لابد لھا من دلیل خاص تو ایسے امر کے جائز و مباح جاننے والے غیر مکروہ ماننے والے سے یہ مطالبہ کہ کہاں قرآن میں اسے جائز فرمایا ہے کہاں حدیث میں اس کا جواز آیا ہے۔ حضور سے یا صحابہ سے کہاں ثابت ہوا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا ہے کھلا ظلم بھی ہے نرا جور نری جفا ہے۔ کہ وہ تو اصل اباحت سے کہہ رہا ہے جب علت تحریم و دلیل کراہت نہیں تو ظاہر ہے کہ روا ہے۔ اس سے قرآن و حدیث میں اس کا جواز دکھانے کا سوال ہی الٹا ہے۔ قرآن و حدیث سے دکھانا تو اس کے ذمہ ہے جو اسے امر ممنوع کہہ رہا ہے۔ ایسا امر حرام ہے جس کا یہ دعوی ہے وہ بتائے کہ کہاں سے کہتا ہے قرآن سے یا حدیث سے دکھائے کہاں اسے حرام فرمایا ہے۔ جانے دے اقوال ائمہ فقہا و علمار ہی سے دکھا دے کہ سب نے یا فلاں فلاں بعض نے ایسے امور کو ممنوع لکھا ہے جن کی نسبت قرآن و حدیث میں کوئی خاص حکم جواز و عدم جواز نہیں فرمایا گیا ہے۔ کیا وہی امور حلال ہیں جن کے جواز کا بیان قرآن نے فرمایا یا حدیث میں آیا یا جن کا کرنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام یا صحابہ کرام علیہم رضوان المولی العلام سے ثابت ہوا۔ باقی سب مکروہ و حرام۔ کراہت تنزیہی کے ثبوت کو تو دلیل خاص درکار تا بحرام چہ رسد۔

ہاں اگر کوئی جواز کے ساتھ ایسے امر کی سنیت کا بھی مدعی ہو تو البتہ اس سے یہ سوال ہو گا کہ بتاؤ کہ حضور یا صحابہ سے یہ کہاں ثابت ہوا ہے۔ تم نے بے ثبوت دعوی سنیت کیوں کیا ہے یہ تثویب و اذان قبر دونوں ایسے ہی امر ہیں جن کے کرنے کی ممانعت کہیں قرآن حکیم و حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔ یوہیں اذان قبر کی ممانعت ہرگز کسی صحابی سے بھی کوئی نہیں بتا سکتا اور یوہیں اس تثویب کی بھی۔ اور وہ جو باطل کوش بدعت وہابیت کے حلقہ بگوش دکھاتے ہیں مطعون فیہ ومحتمل فیہ۔ والظن لا یغنی من جوع والاحتمال لا یشبع پھر اگر قطعی طور پر مانا جائے کہ اس تثویب کو بعض صحابہ نے روکا اس پر انکار فرمایا۔ تو صحابہ ہی سے یہ بھی بتایا جائے کہ ان کا وہ انکار اس عہد کریم سے جس میں غفلت کا نام نہ تھا اذان کے ساتھ ہی مسجد میں حاضری ہوتی۔ خاص نہ تھا حاجت و بلا حاجت اس پر مطلقاً انکار فرمایا بعد عہد صحابہ تابعین کا فجر کے وقت یہ تثویب مکرر اطلاع رائج کرنا ان

صحابہ کے اس انکار کا مطلب نہایت روشن بیان کر رہا ہے اگر تثویب ایسی چیز ہوتی جس پر انکار مطلقاً ہوتا تو تابعین کیوں کسی وقت رائج کرتے۔ کیا یہ مانعین خدا کو ہاں ہاں اسی واحد قہار جبار کو سمیع وبصیر وعلیم وخبیر مان کر کہہ سکتے ہیں کہ قرآن نے اس تثویب کو یا اذان قبر کو کہیں منع فرمایا۔ یا حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ممنوع ٹھہرایا یا فلاں صحابی نے اذان قبر کو یا قطعاً اسی تثویب کو ممنوع کہا مکروہ رکھا۔ اگر ان میں سے کوئی اس کی جرأت کرے تو آیت یا حدیث یا قول صحابی پیش کرے۔

ہم مجوزین اذان قبر یا اس تثویب کو سنت کب بتاتے ہیں جن سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تثویب مکرر اطلاع کرنا اور قبر پر اذان دینا حضور سے یا آپ کے صحابہ سے ثابت ہے یا نہیں۔ اور جواز کے لئے حضور یا صحابہ کا کرنا ضرور نہیں۔ پھر عدم ثبوت ثبوت عدم نہیں یعنی جس بات کا کرنا ثابت نہ ہو اس لئے اس کا عدم ثابت ہو یہ بھی ہرگز مقبول نہیں محض خیال باطل عاطل ثانیاً صلاۃ وسلام کا تو حکم قرآن عظیم نے مطلق ارشاد فرمایا ہے کسی وقت ومکان کے ساتھ مخصوص نہیں اس میں وقت دون وقت کا کچھ ذکر نہیں۔ زمان دون زمان کا تو کوئی ذکر نہیں صلاۃ وسلام جس زمان وجس مکان جہاں اور جس طرح ہو جہاں پایا گیا۔ وہ کریمہ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما کی تعمیل ہے۔ اگر کوئی اذان کے بعد صلاۃ وسلام بلند آواز سے عرض کرتا ہے تو اسی ارشاد صلوا علیہ وسلموا تسلیما کے نیچے داخل۔ اور بیک کرشمہ دو کار اس سے تنبیہ غافل بھی حاصل اور استعمال ذکر برائے آگاہی غافل موجود۔ مثلاً تنبیہ امام کے لئے سبحان اللہ کہنا ہر غافل کی غلطی پر تنبیہ کے لئے سبحان اللہ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ العظیمۃ للہ وغیرہ دائر وسائر یہ تو اس خاص طریقہ تثویب بالفاظ درود شریف کے متعلق آیہ کریمہ اب مطلقاً ہر تثویب کے متعلق سنئے وہ چاہے جن متعارف الفاظ سے ہو قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے ماٰاتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جسے مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے ائمہ اعلام فقہاء عظام علماء کرام نے اسی حدیث سے تثویب اعلام بعد اعلام مکرر اطلاع کو حسن فرمایا۔

نیز قرآن عظیم کا ارشاد ہے تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور نماز بر وتقویٰ اور غافلوں کو اس کے قرب قیام کی اطلاع کیجئے اذان کے بعد سے اب تک غفلت کی اب نماز قائم ہونے والی ہے اب کچھ غفلت نہ کرو آؤ ورنہ نماز نہ ملے گی یا کامل نہ پا سکو گے۔

برّ و تقویٰ پر تعاون۔ حضرت سیدی امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی قدس سرہٗ النورانی نے اس تثویب (مکرر اطلاع) کے متعلق ارشاد فرمایا زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی البر والتقوٰی فکان مستحسنا نیز قرآن کریم کا ارشاد کریم ہے ولا[1] من احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ اور اس سے بہتر کس کی بات جو اللّٰہ کی طرف بلائے اور تثویب کا دعا الی اللّٰہ ہونا آشکار و روشن از آفتاب نصف النہار نیز حدیث کا ارشاد فیض بنیاد ہے[2] من دعا الی ھدی فلہ اجرہ واجر من تبعہ جو ہدایت کی جانب بلائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں ایک اس کا اپنا اور اس کے متبع کا۔ اور تثویب ظاہر ہے کہ دعا الی الہدیٰ ہے تو بحمدہٖ تعالیٰ قرآن و حدیث ہی سے تثویب کا جائز نہ فقط جائز بلکہ مندوب و مستحب و مستحسن خوب و مرغوب و بہتر ہونا ثابت ہوا۔ سائل صاحب کی یہ ضد تو پوری ہوگئی اب وہ خود یا وہ اس قابل اپنے آپ کو نہ سمجھتے ہوں تو جتنے مانعین ہیں ان سب کو لفحواء اجمعوا شرکائکم جمع کر کے سب کی کوشش سے کوئی آیت ممانعت کوئی حدیث منع قرآن و احادیث نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیش کریں۔ اسی سمیع و بصیر علیم و خبیر عزجلالہٗ کو شہید اعتقاد کرتے ہوئے۔

رہی اذان۔ تو ظاہر ہے کہ وہ ذکر الٰہی و ذکر حضرت رسالت پناہی جل جلالہٗ و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر الٰہی کی نسبت ارشاد ہے واذکروا[3] اللّٰہ عند کل شجر و حجر ہر پیڑ پتھر کے پاس یعنی ہر جگہ ذکر الٰہی کرو۔ تو قبر کے پاس اذان دینا داخل۔ پھر اذان ذکر اللّٰہ ہے اور ذکر الٰہی دافع عذاب بلکہ خاص اذان کا دافع عذاب ہونا حدیث سے ثابت اذان ذکر[4] حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مشتمل اور ذکر رحمۃ للعالمین صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم باعث نزول رحمت۔ اذان دافع وحشت و باعث جمعیت خاطر اور میت پر اس وقت کی وحشت کا کیا پوچھنا والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔ اذان سے تلقین اتم حاصل اور میت کو اس وقت تلقین کی حاجت۔ اور تلقین نزد قبر بتصریحات علماء مستحب و مستحسن جس طرح ہو۔ حدیث[5] میں ہے ما من شیئ انجی من عذاب اللّٰہ من ذکر اللّٰہ عذاب الٰہی سے نجات دینے والی کوئی شیٔ ذکر الٰہی سے زیادہ نہیں۔ حدیث ہی میں فرمایا[6] اذا اذن فی قریۃ امنہا اللّٰہ من عذابہ فی ذٰلک الیوم جس جگہ اذان کہی جاتی ہے وہ جگہ اس دن عذاب الٰہی سے مامون فرمادی جاتی ہے۔ حضور کا ذکر ذکر الٰہی اور ذکر الٰہی بلاشبہ باعث نزول رحمت الٰہی و سکون و راحت قلب قال[7] اللّٰہ تعالیٰ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب ذاکرین کی نسبت حدیث میں وارد[8] حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ ونزلت علیہم السکینۃ جہاں ذکر صالحین

[1] سورۂ سجدہ آیت ۳۳، [2] مسلم شکوٰۃ ص۲۹، [3] بیہقی مشکوٰۃ ص۱۹۹، [4] معجم الکبیر جلد اول ص۲۵۷، [5] مسلم شریف ج۲ ص۳۴۵، [6] معجم الکبیر ج۲۰ ص۱۵۹، [7] سورۂ رعد آیت ۲۸

ہوتا ہے وہاں نزول رحمت ہوتا ہے پھر حضور تو سید الصالحین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خود ذکرے دفع وحشت وحصول اطمینان ظاہر اور حدیث میں دفع وحشت کے لئے اذان ہونا ثابت۔

جب حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جنت سے ارض ہند میں نازل ہوئے انھیں گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی جب حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اتر کر اذان دی تو دفع ہوئی۔

امام اجل ابو سلیمان خطابی در بارۂ تلقین قبر فرماتے ہیں لانجد لہ حدیثا مشہورا الی قولہ وکل ذٰلک حسن۔ امام اجل نووی نے کتاب[1] الاذکار میں فرمایا یستحب ان یقعد عند القبر بعد الفراغ ساعۃ قدر ماینحر جزور ویقسم لحمہ ویشتغل القاعدون بتلاوۃ القرآن والدعاء للمیت والوعظ والحکایات لاھل الخیر والصالحین حضرت شیخ محقق نے بعض علماء سے نقل فرمایا کہ[2] نزد قبر کسی مسئلہ فقہی کا ذکر مستحب ہے پھر خود[2] فرمایا کہ مسئلہ فرائض اور مناسب اور فرمایا کہ ختم قرآن کریں تو یہ اولیٰ وافضل ہے ان امور مذکورہ میں یعنی تلاوت قرآن نزد قبر ودعاء میت ووعظ وذکر صالحین میں بالخصوص کون سی حدیث وارد ہے پھر یہ کیوں مستحب ومستحسن اور اذان کیوں ناجائز وناروا ٹھہرے وہ کیوں مستحب نہ ہو۔

یہاں ہم نے ایذان الاجر ہی سے کچھ تھوڑا بطور خلاصہ لکھا ہے جسے تفصیل درکار ہو وہ لاجواب رسالہ مبارکہ مذکورہ جو اذان قبر ہی کے بارے میں ہے اور مدت سے چھپا ہوا ہے جسے چھپے پچاس برس کے قریب ہوئے مطالعہ کرے۔ اور مانع سے پوچھے کہ خدا کو سمیع وبصیر علیم وخبیر شہید وقدیر اعتقاد کرتے ہوئے بتائے کہ کس آیت کس حدیث میں اذان قبر کی ممانعت ہے۔ اور کس آیت کس حدیث میں تلاوت قرآن وذکر صالحین وغیرہ نزد قبر کرنے کا بالخصوص ارشاد ہے۔ بعض علماء نے اذان عند القبر کو سنت فرمایا اور وہ بنظر عمومات شرع ضرور فرد سنت مگر ہم اسے فرداً سنت نہیں جانتے یعنی ذکر سنت ہے اور اذان افراد ذکر سے ایک فرد نہ یہ کہ خود اذان ہی سنت ہے۔ مگر مستحب ومستحسن قطعاً ہے جس سے ممانعت سخت جرأت ہے اور شریعت پر افتراء وتہمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب کا دوسرا رخ

قرآن عظیم میں زیر زبر پیش جزم وتشدید لگانا حجاج ظالم کے وقت کی بدعت حسنہ ہے اس کا اس زمانہ میں کرنا بتصریح علماء کرام واجب ہے اور ترک ناجائز۔ کیا خدا کو سمیع وبصیر علیم وخبیر یقین کرتے

لہ الاذکار المنتخبۃ ص ۱۴۷ مطبوعہ بیروت ۲ اشعۃ اللمعات [illegible]

ہوئے بالخصوص اس کے وجوب کا حکم خاص قرآن وحدیث سے وجوب کا نہ سہی استحسان واستحباب ہی سہی پیش کیا جاسکتا ہے۔کیا حضور سے یا حضور کے صحابہ سے اسے ثابت کیا جاسکتا ہے۔مساجد کے گنبد ومینار کا کیا حکم ہے کیا انھیں عہد نبوی یا زمانہ صحابہ سے ثابت کیا جاسکتا ہے یا ان کے بنانے کا حکم قرآن وحدیث سے پیش کیا جاسکتا ہے۔کیا یہ ناجائز ہے کیا ان کا دور کرنا ضروری ہے۔جو کچھ کہا جائے قرآن وحدیث وعہد نبوی وعہد صحابہ سے اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔مؤذن وامام ومدرس علم دین کی تنخواہ کا کیا حکم ہے کیا حدیث میں نہیں کہ ان اتخذت مؤذنا فلاتأخذ علی الاذان اجرا۔[1] اگر تم مؤذن بنا جاؤ تو اذان پر اجرت نہ لینا۔

باوجود اس ارشاد حدیث اور ممانعت تمام ائمہ متقدمین آج یہ زبردستی مانعین تثویب واذان قبر اس تنخواہ کو جائز کیوں جانتے ہیں نہ صرف جائز بلکہ خود مؤذن ہو کر تنخواہ مؤذن امام ہو کر تنخواہ امام مدرس ہو کر تنخواہ مدرس کیوں لیتے ہیں۔کیا یہ صحیح ہے کہ بعض احکام تبدل وتغیر زمانہ سے بدل جاتے ہیں اذان قبر کے متعلق تو قطعًا کوئی ممانعت نہیں اور اس تثویب کے متعلق جزما۔اور تمام علماء متاخرین اس کے استحسان پر قرنا فقرنا اتفاق فرماتے آئے اذان قبر کو بعض نے سنت تک فرمایا۔اس اجرت پر قربت کی تو خود حدیث میں ممانعت ہے۔تمام متقدمین اسے منع کرتے رہے پھر اسے شیر مادر بنانا اور انھیں ناجائز بدعت بتانا سچ کہنا کس قدر ظلم عظیم ہے مگر ہے یہ کہ اس میں مانعین کا مالی فائدہ ہے اور ان میں مسلمانوں کا دینی وروحی فائدہ اس میں ان کا تو کوئی فائدہ نہیں۔وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اسی جبار قہار دیان عز جلالہ کو سمیع وبصیر علیم وخبیر شہید وقدیر مانتے ہوئے یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ خدا کو حاضر ناظر کہنا قرآن کی کس آیت یا کس حدیث میں آیا ہے۔یا حضور یا صحابہ نے کہاں خدا کو حاضر وناظر فرمایا ہے۔علماء نے حاضر وناظر کہنے کو کیسا بتایا ہے حاضر ناظر خدا کو کہنا جائز ہے یا کیا یہ چند از ہزار مشتے نمونہ از خروار۔فقط۔

مسئلہ ۵۔زید گاؤں کی ایک مسجد میں پیش امام ہے اس امام نے اپنی مسجد میں نماز تراویح پڑھائی اور پھر دوسری مسجد میں جاکر دوسری مسجد میں نماز تراویح پڑھائی رمضان بھر اسی طرح کیا اور نماز جمعہ اور نماز عید الفطر بھی ایک جگہ پڑھا کر پھر دوسری مسجد میں پڑھائی ایسے امام کے لئے کیا حکم ہے اور جن مقتدیوں نے دوسری مسجد میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز ہوئی یا

[1] جامع ترمذی جلد اول ص ۲۹

نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب - ایسا شخص گنہگار ظالم حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہے دوسروں کے فرض کھونے والا سنت کا ان کے ذمہ باقی رکھنے والا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ نماز جمعہ اور نماز عید الفطر تو ظاہر ہے کہ جب وہ ایک دفعہ پڑھ چکا اس کا فرض اس کا واجب ادا ہو گیا اب دوسری جگہ پڑھے گا متنفل ہوگا اور مفترض کو متنفل کے پیچھے اقتدا جائز نہیں جنھوں نے نماز جمعہ اور نماز عید الفطر اس کے پیچھے پڑھیں ان کا فرض وواجب ادا نہ ہوا جنھیں معلوم ہو کہ یہ شخص نماز جمعہ پڑھ چکا تھا اور پھر امامت کی وہ اب ظہر ادا کریں۔ تراویح بھی قول صحیح پر ایسے شخص کے پیچھے جائز نہیں جو اپنی پڑھ چکا ہو۔ غرض جہاں بناء قوی علی الضعیف ہوگی اقتدا درست نہ ہوگی۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے۔ لا[1] یصح اقتداء البالغ بغیر البالغ فی الفرض وغیرہ وھو الصحیح لان صلاۃ البالغ اقوٰی للزومھا ولا یجوز بناء القوی علی الضعیف وھو اصل یخرج علیہ کثیر من المسائل (الی قولہ) وکذا لا یقتدی المفترض بالمتنفل لما قلنا وما فی الصحیح عن معاذ انہ کان یصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العشاء ثم یرجع الی قومہ فیصلی بھم تلک الصلاۃ فلیس فیہ انہ کان یصلھا معہ علیہ الصلاۃ والسلام فرضا وما وقع فی روایۃ الشافعی لہ من قولہ ثم ینطلق الی قومہ فیصلیھا بھم ھی لہ تطوع ولھم فریضۃ ادراج من الشافعی بناء علی اجتہادہ ولھذا لا نعرف تلک الزیادۃ الا من جھتہ اسی میں ہے لو[2] ام فی التراویح مرتین فی مسجد واحد کرہ وکذا لو صلاھا مرتین ماموما فی مسجد واحد وان فی مسجدین اختلف فیہ حکی عن ابی بکر الاسکاف انہ لا یجوز یعنی لا یجوز تراویح اھل المسجد الثانی واختارہ ابو اللیث اسی میں فرمایا اذا صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی نافلۃ غیر التراویح اختلفوا والصحیح انہ لا یجوز اھ مختصرًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال نمبر ٦ بعد نماز عصر قضا نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں یا بعد نماز فجر طلوع سے قبل قضا نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب - قبل تغیر آفتاب قضا پڑھ سکتے ہیں اسی طرح قبل طلوع بھی بعد تغیر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

سوال نمبر ٧ - بارش کثرت سے ہو رہی ہے اس حالت میں اذان مسجد کے اندر یا حجرہ کے اندر پڑھنا درست ہے یہ بھی تحریر کر دیجئے کہ مسجد کے اندر پڑھے یا حجرے کے اندر پڑھے؟

جواب - مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے چھتری لگا کر خارج مسجد اذان دیں اور اگر بیرون مسجد

[1] غنیہ ص ٣٨١، [2] ایضاً ص ٣٨٩

کوئی جگہ ایسی ہو جہاں بارش سے بچے وہاں دے۔ حجرے یا دالان کے اندر گھس کر اذان دینے میں خصوصاً بارش کے وقت میں باہر آواز بھی کافی طور پر نہ پہونچے گی اور اذان کا مقصد ہی حاصل نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر ۸۔ جس پگڑی میں گوٹا لگا ہو اس کو باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

جواب۔ جائز ہے جب کہ گوٹا چار انگل سے کم ہو اور سچا ہو جھوٹے سے نماز مکروہ ہوگی۔

سوال نمبر ۹۔ جو شخص صلاۃ پڑھنے میں اعتراض کرے اور یہ کہے کہ معاذ اللہ مردے کو پکارتے ہیں اس پر شریعت سے کیا حکم ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

جواب۔ ایسا شخص سخت بے ادب بدلگام ہے بے ہودہ بکتا ہے اس پر توبہ فرض ہے اسے تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی چاہئے وہ بدنصیب شاید التحیات میں السلام علیک ایہا النبی بھی نہ پڑھتا ہوگا غالباً یہ شخص وہابی ہے اگر ایسا ہے تو وہابی تو اس سے زائد گستاخیاں کرتے ہیں اس کی اس سے کیا شکایت یا وہابی کی صحبت میں بیٹھنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۱۰۔ وہ کون سا رنگ ہے جس رنگ کا کپڑا پہن کر نماز نہیں ہوتی؟

جواب۔ زعفران و کسم کا رنگا مرد کو ممنوع ہے اس سے نماز مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۱۱۔ عورتیں جو رنگین کپڑے پہنتی ہیں ان کو کیا لازم ہے کہ رنگین کپڑوں کو پاک کرکے نماز پڑھیں؟

جواب۔ نہیں۔ ہاں ناپاک رنگ میں رنگیں تو اپنے آپ ہی پاک کرنا ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر ۱۲۔ مرد رنگین پگڑی باندھ کر نماز پڑھتے ہیں یا کرتا پہنتے ہیں ان کو لازم ہے کہ پاک کرکے نماز پڑھیں؟

جواب۔ نہیں مگر جب کہ ناپاک رنگ میں رنگے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۱۳۔ اذان محراب سے داہنی طرف پڑھی جاوے یا بائیں طرف؟

جواب۔ جدھر مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۔ بعد نماز عیدین دعا مانگنا سنت ہے یا مستحب یا کچھ اور اگر سنت ہے یا مستحب تو قبل خطبہ یا بعد خطبہ مع ادلہ بیان فرمائیں ہے؟ باعتبار شریعت جو حکم بھی ثابت ہو اگر کسی نے بغرض اہانت دعا کا انکار کیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی ابوالوفا غلام عبدالقادر غفرلہ شاہدی بہاری

الجواب ۔ دعا یقیناً اللہ کا ذکر و عبادت ہے کل دعا ذکر کما فی المرقات شرح المشکوٰۃ دعا اعظم مندوبات واجل مطلوبات سے ہے۔ کسی زمان و مکان و وقت کے ساتھ مقید و مخصوص نہیں جس آن میں جہاں ہو مامور بہ ہے قال اللہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم۔ وقال تعالیٰ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان وقال تعالیٰ ادعونی استجب لکم وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بالدعاء وقال علیہ الصلاۃ والسلام صلوا ثنی واجتہدوا بالدعاء وقال علیہ التحیۃ والثنا اکثروا من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم اور نماز کے بعد دعا آداب نماز سے ہے قرآن عظیم فرماتا ہے فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب اور نماز کے بعد دعا اور مجمع کثیر میں دعا یہ دونوں محل اجابت۔

حدیث میں ہے قلنا یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلاۃ المکتوبات علامہ علی قاری مکی نے اس کی شرح میں فرمایا ای عقیب الصلاۃ المفروضات والتقیید بہا لکونہا افضل الحالات فھی ارجی لاجابت الدعوات نماز نفل کے بعد دعا کے لئے حدیث میں فرمایا الصلاۃ مثنیٰ مثنیٰ تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتسکن وتقنع یدیک یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یا رب یا رب من لم یفعل ذٰلک فھو کذا وکذا اور ایک روایت میں یوں ہے من لم یفعل ذٰلک فھو خداج علامہ طاہر فتنی تکملہ مجمع البحار میں حدیث مذکور کی شرح کرتے ہیں ثم تقنع یدیک ھو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منہا فسلم ثم ارفع یدیک فوضع الخبر موضع الامر نیز علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ای اذا فرغت منہا فسلم ثم ارفع یدیک فوضع الخبر موضع الطلب حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یجتمع ملأ فید عو بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم اللہ اس لئے حصن حصین میں مجمع مسلمانان کو اوقات اجابت سے شمار فرمایا کہ فرمایا واجتماع المسلمین علامہ قاری نے اس کی شرح میں لکھا کل ما یکون الاجتماع فیہ اکثر کالجمعۃ والعیدین وعرفۃ یتوقع فیہ رجاء الاجابۃ اھ

تو بعد نماز عیدین دعا کا مستحب و مستحسن اور خوب اور مرغوب ہونا تو ظاہر تر ہے رہا اس کا مسنون ہونا تو اس کا تابعین عظام کی سنت ہونا معلوم۔ حضرت سیدنا امام محمد کا کتاب الآثار میں ارشاد مبارک ہے اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال کانت الصلاۃ فی العیدین قبل الخطبۃ ثم یقف الامام علی راحلتہ بعد الصلاۃ فید عو ویصلی بغیر اذان واقامۃ بلکہ بعض احادیث پر نظر کرنے سے اس دعا کا ثبوت فعل خود حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام سے ملتا ہے نیز اس حدیث بخاری سے کہ جس کو فرماتے ہیں

۱؎ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲، ۲؎ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۶، ۳؎ سورۂ غافر آیت ۶۰، ۴؎ حصن حصین ص ۲۲ ترمذی ص ۱۸۸/۲، ۵؎ حاشیہ حصن حصین ص ۲۲، ۶؎ جامع ترمذی ص ۱۵۲/۱، ۷؎ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۶۷ بیروت، ۸؎ ص ۱۳۷، ۹؎ مستدرک ج ۳ ص ۳۴۷، ۱۰؎ حصن حصین ص ۲۳، ۱۱؎ کتاب الآثار ص ۴۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض ویعتزل الحیض المصلی ویشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین۔ بعد نماز دعا کا مسنون ہونا تو معلوم ہے مگر اس کی تصریح نظر میں نہیں کہ بعد نماز متصلاً قبل خطبہ دعا ہو یا بعد خطبہ غرض ناجائز نہ یہ ہے نہ وہ ہمارا معمول بعد خطبہ ہی ہے مجھے جہاں تک یاد ہے اعلیحضرت قدس سرہٗ کا معمول بھی بعد خطبہ ہی تھا اور یہ یوں مناسب بھی ہے کہ اگر بعد نماز دعا ہو جائے تو بہت لوگ خطبہ سے محروم رہیں دعا ہوتے ہی چلے جائیں میرے نزدیک جب یہ معلوم نہیں ہے کہ عہد رسالت میں دعا کس کے بعد ہوتی تھی تو اگر دونوں کے بعد ہو تو زیادہ مناسب ہے کہ اس میں یقیناً سنت بھی ادا ہو جائے گی اور مکرر دعا کا دہرا ثواب بھی ہوگا ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو سبحانہ جسے زیادہ تفصیل درکار ہو وہ اعلیٰ حضرت سیدنا والد ماجد قدس سرہٗ العزیز کا رسالہ سرور العید مطالعہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) کسی مسلمان سے دعا کا انکار بطور اہانت مظنون نہیں انکار کرتا ہوگا تو اس موقعہ خاص پر اس کے مسنون ہونے کا۔ اپنی جہالت سے انکار کرتا ہوگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ ۔ از شاہجہاں پور رنگیں چوپال مرسلہ جناب مولوی حکیم سلامت اللہ صاحب قادری رضوی۔ ۲۱ر جمادی الآخر ۵۲ھ

زید ایک محلہ کی مسجد میں امام ہے فجر و عصر کی نماز کے بعد پورب دکھن کی طرف منھ کر کے دعا مانگتا ہے مقتدیان نے امام صاحب سے کہا کہ ہم نے مولوی بلغاری صاحب اور مولوی غلام محی الدین خاں صاحب پیش امام سابق جامع مسجد اور نیز بزرگان دین کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ سب صاحبان اتر کی طرف منھ کر کے دعا مانگا کرتے تھے جس پر زید مذکور نے جواب دیا کہ اگلے بزرگ سب گمراہ تھے۔ اور حضرت کے چچا ابوجہل بھی گمراہ تھے۔ تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے لئے شرعاً کیا جرم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ نماز کے بعد انحراف چاہئے خواہ جنوباً کرے خواہ شمالاً اور اگر شمالاً یا جنوباً انحراف کا موقع نہ ہو تو قبلہ کو پشت کرے اور نمازیوں کی طرف منھ کرے حالت صلاۃ میں تو بوجہ استقبال قبلہ نمازیوں کی طرف پشت بمجبوری تھی۔ اب جب کہ نماز سے فارغ ہو چکے تو نمازیوں کی طرف پشت نہ ہونی چاہئے۔ لہٰذا انحراف کرے اور ہر بات میں تیامن مستحب ہے تو شمالاً انحراف احب ہے اور جائز جنوباً و شرقاً بھی

لے فتاوی رضویہ جلد سوم ۵۳۵ بحوالہ بخاری جلد اول ۱۳۲

ہے خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے بعد انصراف انحراف احادیث میں موجود اور عن یمینہ وعن یسارہ بھی۔ اور حضور کی تیامن کے ساتھ محبت اور اس کا اعتماد کے معلوم نہیں اور اس سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کہ لوگ انحراف عن یمین ہی کو حق اور اس کے سوا کو ناجائز نہ جانتے لگیں قولاً وفعلاً تنبیہ بھی فرمائی غنیۃ[1] شرح منیہ میں ہے اذا تمت صلاۃ الامام فهو مخير ان شاء انحرف عن يسارہ وجعل القبلة عن يمينه وان شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يسارہ وهذا اولى لما في مسلم من حديث البراء كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه حتى يقبل علينا بوجهه فان مفهومه ان وجهه صلى الله عليه عند الاقبال عليهم كان يقابل من هو عن يمينه وذلك انما يكون اذا كان المسجد عن يمينه والقبلة عن يسارہ وقيل معناہ حتى يقبل علينا بوجهه قبل من هو عن يسارہ فيفيد الانصراف عن يمينه لانه يجلس منحرفاً بل يستقبلهم في القعود بعد الانصراف عن يمينه كما في حديث انس عن مسلم ايضاً كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ينصرف عن يمينه وما في الصحيحين وغيرهما من حديث ابن مسعود قال لا يجعل احدكم للشيطن شيئاً من صلاته يرى ان حقا عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يسارہ لا يعارض ذلك لان فعله عليه الصلاة والسلام ذلك تعليماً للجواز مع محبته للتيامن واعتيادہ به وهو اى الجواز مراد ابن مسعود فانه انما نهى ان يرى الانصراف عن اليمين حقا لا يجوز غيرہ تو وہ جس نے دکھن کی جانب اور پورب کی طرف ہی وقت دعا منھ کرنے کو حق جانا اور اور کو ناجائز نہ صرف ناجائز بلکہ گمراہی وہ اپنا حکم خود کہے۔ اس نے غلط وباطل فتویٰ دیا یا نہیں اللہ اکبر بوجہ محبت تیامن واعتیاد تیامن حضور علیہ الصلاۃ والسلام تنبیہ کے لئے انحراف عن یسارہ بھی فرمائیں۔ اور انحراف عن یمینہ ہی کو حق جانیں اور انحراف عن یسارہ کو ناجائز ماننے سے نہی ارشاد بھی فرمائیں اور یہ حضور کے محبوب انصراف عن یمینہ ہی کو نہ صرف ناجائز بلکہ گمراہی بتائے تمام بزرگوں کو گمراہ ٹھہرائے اب بتائیے کہ وہ بحکم حدیث[2] من افتى بغير علم لعنته ملائكة السموات والارض۔ ملعون ملائکہ آسمان وزمین ہوا یا نہیں اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سارے بزرگوں کو گمراہ ٹھہرایا یا نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس پر توبہ لازم اگر توبہ نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز سے سخت احتراز لازم وہ توبہ کے ساتھ تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کرے۔ واللہ الموفق وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

[1] غنیہ ص۳۲۹ ، [2] مختار الاحادیث ص۱۴۱

مسئلہ ۱۶ مسئولہ ۲۶ رجمادی الآخر ۱۳۵۱ھ

جو شخص شمال و مغرب ہی کی جانب منھ کرکے دعا مانگنا ضروری اور لازمی لابدی سمجھتا ہے اور علاوہ ان دو سمتوں کے ناجائز آیا اس شخص کا ایسا سمجھنا یا عقیدہ رکھنا کیسا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

۲۔ تکبیر کے وقت امام کو تکبیر کا سننا شمال و مغرب ہی کی طرف منھ کرکے ضروری و واجبی سمجھتا ہو اور امام سے یہ کہے کہ تاوقتیکہ تم شمال کی جانب رخ نہ کروگے ہم تکبیر نہ کہیں گے اور نہ نماز پڑھیں گے اس لئے کہ شمال کی جانب قطب ہے اور جب تم جنوب کی طرف رخ کرکے بیٹھوگے تو اس کی بے ادبی ہوگی آیا ایسا کہنا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

۳۔ اور صرف پانی سے استنجا کرنے کو ناجائز بتاتا ہو اور ڈھیلے کو ضروری قرار دیتا ہو اور امام سے کہے صرف پانی سے استنجا کروگے تو تمہارے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا؟

۴۔ ایسے امام کے پیچھے جو مذکورہ بالا باتوں کو ضروری نہ سمجھتا ہو مثلاً دعا کا ہر جانب رخ کرکے مانگنا جائز سمجھتا ہو وغیرہ وغیرہ نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ دعا قبلہ رو مانگنا آداب دعا سے ہے مگر امام کو اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ جنوباً یا شمالاً اور اگر اس کی گنجائش نہ ہو تو شرقاً تحویل کرے کہ مسلمانوں کو پشت نہ ہو لان حرمۃ المسلم الواحد اعظم عند اللّٰہ من حرمۃ الکعبۃ کما فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی رحمہ اللّٰہ تعالٰی علیہ[۱] شمال و مغرب کی جانب رخ کرکے دعا ضروری نہیں جو ایسا کہتا ہے غلط و باطل کہتا ہے قال تعالٰی فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ[۲]۔ یہ جاہلوں میں غلط مشہور ہے کہ قطب کی جانب پیٹھ نہ کرنا چاہئے اس لئے وہ جاہل جنوب کی طرف منھ کرکے دعا مانگنے کو ناجائز جانتا ہوگا اس صورت میں قطب کو پیٹھ ہوگی اور پورب کی طرف منھ کرنے میں قبلہ کو پشت ہوگی قبلہ کو منھ یا پشت وقت رفع حاجت ممنوع ہے یوں ہی قبلہ رو صحبت نہ ہونا چاہئے برہنہ غسل کے وقت بھی قبلہ کو رو و پشت نہ کی جائے ویسے قبلہ کی جانب بھی پشت ہونے میں حرج نہیں کہ شرع رفق و تیسیر پسند فرماتی ہے تنگی و تضییق نہیں پسند فرماتی حرج گوارہ نہیں فرماتی ایسا ہوتا تو بہت زیادہ وقت و حرج ہوتا جب قطب کی جانب پشت کرنا اس جاہل کے نزدیک ممنوع ہے تو وہ رفع حاجت کے وقت کیا کرتا ہوگا کہ نہ قبلہ کی جانب رو و پشت کرسکتا ہے نہ شمال کی جانب ہی

۱۔ غنیہ ص۳۳۰، ۲۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۱۵

جب اور وقت پشت نہیں کر سکتا تو ایسے وقت برہنگی کی حالت میں وہ اسے کیسے جائز رکھے گا اور جب پشت کرنا جائز نہیں تو برہنہ ہو کر اُدھر منھ کرنا کیسے ناجائز نہ جانے گا جہالت عجب بد بلا ہے۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

۲۔ اس سوال سے وہی علت بے ادبی معلوم ہوگئی یہ اس کا بے ہودہ قول ہے اور ناجائز ہٹ ناروا ضد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۔ صرف پانی سے استنجا کرنے میں ترک سنت ہے۔ مسنون یہی ہے کہ ڈھیلوں سے پاک صاف کر کے استنجا کرے مگر جو کوئی صرف پانی سے طہارت کرے اس کے پیچھے نماز ناجائز نہیں یہ اس کی بیہودہ ہٹ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۔ اس کا جواب اوپر کے جوابوں سے ظاہر کہ اس کے پیچھے نماز میں کوئی اس وجہ سے حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بمبئی پوئی باوڑی پریل۔ انجمن رفیق الاسلام مرسلہ ممبران انجمن مذکورہ معرفت جناب شیخ نظام الدین صاحب سکریٹری۔ ۶ ذی القعدہ ۵۲ھ

جامع علوم شریعت و طریقت سید المفسرین زبدۃ العارفین حضرت مولانا مولوی مفتی قبلہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ۔ السلام علیکم۔ حضور والا مؤدبانہ درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل باتوں کو پیش نظر رکھ کر استفسار ہٰذا کا جواب دیجئے کیوں کہ یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر خدمت والا میں استفسار روانہ کرنا پڑا اور ان ہی وجوہات سے میدان میں بھی نماز کا انتظام کیا گیا۔

کیا فرماتے ہیں حضور والا اس مسئلہ میں کہ شہر بمبئی کے محلہ پریل تکیہ مسجد میں نماز عیدین ہونے کے باوجود محلہ کے مسلمان قرب وجوار کے مسلمانوں کی معیت میں ایک کھلی جگہ میدان میں مالک جگہ سے اجازت لے کر نماز عیدین مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ادا کرتے ہیں۔

۱۔ شرعاً بمقابلہ محلہ کی مسجد کے کھلی جگہ میں نماز عیدین افضل ہے۔

۲۔ مسجد متذکرہ میں جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے مصلیوں کو عام گذرگاہ پر بیٹھ کر نماز عیدین ادا کرنی پڑتی ہے۔ اور نماز ختم ہونے کے بعد مصلیوں کو پولیس اور عام گذرگاہ کا خیال کر کے فوراً اٹھ جانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے گذرگاہ کے مصلی خطبہ سننے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۳ محلہ اور اس کے اطراف کی تمام مسجدوں میں تقریباً ایک ہی وقت میں نماز عیدین ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے باقی ماندہ لوگوں کو نماز نہیں ملتی۔

۴ پریل اور اس کے اطراف میں متذکرہ میدان کے سوا کوئی ایسی مسجد یا جگہ نہیں رہتی ہے جہاں باقی ماندہ لوگ نماز عیدین ادا کر سکیں صرف میدان مذکور میں قرب و جوار کی تمام مسجدوں میں نماز عیدین ختم ہو جانے کے بعد نماز ہوتی ہے۔

۵ محلہ کی مسجد میں جگہ کی اتنی گنجائش نہیں جس میں تمام مسلمان طمانیت قلب اور اطمینان کے ساتھ نماز عیدین ادا کر کے خطبہ سن سکیں ——— اب از روئے کتب معتبرہ فقہ حنفیہ مذکورہ بالا وجوہ کو دیکھتے ہوئے جواب دیجئے کہ مثل سابق میدان مذکور میں نماز عیدین ہوتی رہے یا بند کر دی جائے۔ اور مسجد میں ہوتے ہوئے میدان کی نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ وجوہ مذکورہ سوال سب درست اور قابل لحاظ ہیں اور کوئی وجہ نہ ہوتی جب بھی محلہ ہی کی مساجد نہیں بلکہ مسجد جامع سے بھی بہتر یہی ہے کہ نماز عید کے لئے باہر میدان میں نکلیں اور جمع عظیم کے ساتھ نماز عید ادا کریں مگر بوڑھے اور مریض ناطاقت لوگ۔ عامۂ مشائخ کے نزدیک یہی مسنون ہے یہی تمام تر کتب معتبرہ فقہیہ میں مسطور و مزبور ہے غنیہ میں فرمایا الخروج الی المصلی وھی الجبانة سنة وان کان یسعھم الجامع وعلیہ عامة المشائخ حضرت مولی المسلمین مولی علی کرم اللہ تعالی وجہہ الاسنی سے مروی کان علیہ الصلاۃ والسلام یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی شرح منیہ میں ہے فان ضعف القوم عن الخروج امر الامام من یصلی بھم فی المسجد اگرچہ مسجد جامع اس قدر وسیع ہو کہ تمام لوگ اس میں سما سکیں جب بھی حکم ہے جیسا کہ عبارت غنیہ مصرح ہے عیدین کی نماز بدستور وہاں جاری رکھی جائے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۱۸۔ از بمبئی ینگ مسلم ایسوسی ایشن پریل ۱۲ ہری بلڈنگ ایسٹ فلور روم ۱۵ مرسلہ سکریٹری معرفت مولوی نذیر احمد صاحب خجندی۔ ۹ ذی القعدہ ۵۲ھ

ایک محلہ میں باہمی مخالفت و ذاتی مخاصمت کی بنا پر مسلمانوں میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں جدید جماعت محض مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی غرض سے نماز عید مسجد کو چھوڑ کر جہاں ہمیشہ عیدین کی نماز ہوتی ہیں اسی محلہ کے میدان میں دوسری جماعت عید کی کرنا چاہتی ہے۔ ایسی جماعت کا شرعاً کیا حکم ہے۔

ـــــــــــ
۱۔ غنیہ ص ۵۳۹

ازروئے شرع یہ فعل ان کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس قضیہ سے متعلق ایک سوال انجمن رفیق الاسلام پوئی باوڑی بمبئی سے بھی آیا تھا جس کا جواب اسی ہفتہ میں بھیجا گیا ہے اس استفتاء کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں اور خود استفتاء میں اس کی معقول وجوہ لکھی تھیں اور ظاہر کیا تھا کہ ان وجوہ سے ایسا چاہا جاتا ہے۔ ہرگز اس سے مقصود مخالفت ومخاصمت نہیں۔ مسجد کے منتظمین لوگوں سے کہتے ہیں کہ میدان کی نماز افضلیت وسہولیت کی خاطر نہیں ہوتی بلکہ باہمی مخالفت ومخاصمت کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس کے جواب کے لئے ایک تو منتظمین نماز میدان کا حلف کرنا لکھا کہ میدان کے منتظمین حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ ہم نے میدان میں نماز عیدین کا انتظام باہمی مخالفت یا مخاصمت کی بنا پر نہیں کیا ہے۔ نیز یہ کہ آپس میں نفاق پیدا ہونے کے ڈر سے میدان کی نماز عیدین کے منتظمین نے مسجد کی نماز عیدین منتظمین سے کہا کہ اگر آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میدان کی نماز عیدین کا انتظام ہم نہ کریں تو اسے ہم منظور کرتے ہیں آپ ہی لوگ میدان کا بھی انتظام کیجئے۔ ہم لوگ ضمانت دیتے ہیں کہ کوئی شخص مخالف نہ ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں جو خدمت بھی ہم سے لی جائیگی ہم اسے بخوشی منظور کریں گے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ ہماری مرضی ہی نہیں ہے اس لئے میدان کی جاری شدہ نماز عیدین بند ہی کردی جائے۔

وہ معقول وجوہ بیان کرتے ہیں انھیں سن کر ماننا تھا اور خواہ مخواہ بدگمانی نہ چاہئے تھی۔ پھر وہ حلف کرتے ہیں۔ جسے سن کر اگر بدگمانی کی کوئی وجہ بھی ہوتی تاہم یقین کرنا تھا۔ مزید براں اس سے زائد اطمینان کی صورت ان کے پاس اور کیا تھی کہ انھوں نے کہہ دیا کہ آپ انتظام کریں اور ہم سے جو خدمت لیں ہم اسے بجالائیں گے اور ضمانت دیتے ہیں کہ ہم میں کا کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ اس آخری ذریعہ اطمینان کو پیش کرتے ہیں مگر مسجد کے منتظمین تسلیم نہیں کرتے ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اس سوال کا سرے سے منشا ہی غلط ہے۔ دوسرے فریق نے ہر طرح اطمینان دلایا کہ ہرگز وہ کسی مخالفت ومخاصمت کی بنا پر ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ ان معقول وجوہ کی بنا پر مگر یہ فریق یہی کہے جاتا ہے کہ نہیں وہ تو محض مخالفت ومخاصمت ہی کی بنا پر تفریق کرتے ہیں ایسی زبردستی پھر یہ کہ فرض کیجئے کہ اس فریق نے یہ سب کچھ بناوٹ کی محض جھوٹ کہا واقعی وہ مخالفت ومخاصمت ہی کے لئے میدان میں نماز کا انتظام کرتا ہے تو اس سے وہ جماعت کیوں ناجائز ہوجائے گی بُری نیت کا الزام ان پر ہوگا۔ مگر جو اچھا کام وہ کر رہے ہیں وہ اچھا

ہی اسے گا۔اس میں ان کی اس بری نیت سے کوئی خرابی نہ آئے گی۔علماء کا تو یہاں تک ارشاد ہے کہ الاصل لایبطل بالعوارض حضور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساؤا فاجتنب اساتھم جب لوگ کوئی اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ اچھا کام کیا جائے اور جب کوئی برا کام کریں تو اس سے بچا جائے۔عیدین کی نماز میدان میں افضل ہے مسجد محلہ ہی نہیں مسجد جامع سے بھی اگرچہ مسجد جامع تمام لوگوں کو کافی ہو۔تو جو لوگ اس سنت پر عمل کرتے ہیں اگرچہ ان کی نیت کچھ بھی ہو تو ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ان کی اسی بدنیت سے سنت تو معاذاللہ بری نہ ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۔ از بمبئی مرسلہ ممبران مسلم ایسوسی ایشن بریلی معرفت مولوی نذیر احمد صاحب نجندی ۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

قبلہ نما مولانا المحترم زید مجدکم العالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مسلم ایسوسی ایشن بریلی کے استفسار پر جناب والا کا جواب میری نظر سے گذرا میں اس کو جانتے ہوئے کہ رفیق الاسلام انجمن والوں نے اپنے استفسار میں غلط بیانیوں سے کام لیا بالخصوص ان کا فقرہ ۳ و ۴ صراحۃً جھوٹ پر مبنی ہے اس قصہ میں پڑنا نہیں چاہتا صرف حضور والا سے شرعی نقطہ نظر سے بصورت ذیل دریافت کرنا چاہتا ہوں کیا فقہائے کرام نے جبانہ وصحراء کے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس سے ہر محلہ کا کوئی خالی میدان جو آبادی میں ہو مراد ہے۔

۲۔کیا کسی بڑے شہر میں ہر محلے کے نمازیوں کو مسجدیں چھوڑ چھوڑ کر انھیں محلہ کے میدانوں میں اسی تعداد کی صورت میں جو مسجدوں کے اندر موجود تھا نماز عید ادا کرنے کا حکم ہے۔

۳۔تمام شہر کے لئے آبادی سے باہر مسجد کے طور پر بشرائط مخصوصہ کسی عیدگاہ بنانے کا حکم ہے اور اسی کی افضلیت کتب احادیث وفقہ میں مرقوم اور جبانہ وصحراء سے وہی مراد۔نہ کہ مسجد سے قریب محلہ کا میدان جہاں اتفاقاً عمارت نہ بن سکی ہو۔نماز عیدین کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ بمبئی میں دس برس سے میدانوں میں بھی مسجدوں کے علاوہ نماز ہوتی ہے اور وہاں آج کل بیس پچیس ہزار نمازیوں کا اجتماع ہوتا ہے اس مابہ النزاع میدان میں تو زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو آدمی تھے بریلی کی مسجد کے ایک جانب لال باغ کی وہ مسجد ہے جس کا میں امام ہوں اور یہاں بریلی یا دوبی باڑی کی مسجد سے پون گھنٹہ بعد جماعت کھڑی ہوتی ہے دوسری جانب داور کی مسجد ہے وہ ہم سے بھی پندرہ منٹ بعد پڑھتے ہیں لہذا ان کے استفسار کا فقرہ ۳ و ۴ صراحۃً کذب پر مبنی ہے۔

۴۔اگر بمبئی والے اسی طرح جداگانہ میدانوں میں نکل نکل کر اپنے اپنے محلوں ہی کی حدود اربعہ میں

لے بخاری کتاب الاذان جلد اول ص ۹۶

نمازیں ادا کرنا شروع کردیں تو کیا اجتماع امت اور غیر مسلموں پر اخوت اسلام سے رعب قائم کرنے کا وہ مفہوم ادا ہو جائے گا جو جبانہ وصحرا یا عیدگاہ کے الفاظ میں مخفی ہے۔

۴۔ مذکورہ تینوں مسجدیں ہنود کی آبادی سے گھری ہوئی ہیں اور بڑی سڑک کے کنارے پر ہیں۔ عید کے دن سڑکوں کا بھر جانا گلیوں تک نمازیوں کا پہونچ جانا گاڑیوں کا رکا رہنا اجتماع اسلامیان کی شان رکھتا ہے یہ ضمنی گلی کے کسی میدان میں کہاں ممکن ہے۔ فافہم وتدبر خوب یاد آیا غالباً ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۲ء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے شہر دمن محلہ کباڑی واڑی کی عیدگاہ کے متعلق حسب طلب مرحوم مولانا ہدایت رسول ایک زبردست فتویٰ ارقام فرمایا تھا یہ قصہ اسی سے ملتا جلتا ہے ذرا اس فتویٰ کو بھی ملاحظہ فرما لیجئے گا۔

محب محترم ذوالمجد والکرم زید مجدکم جواب تحریر فرماتے وقت امور مندرجہ ذیل ملحوظ خاطر رہیں اور حتی الوسع جلد ارسال فرمائیے۔

(۱) بمبئی میں کوئی مستقل عیدگاہ نہیں ہے اس لئے عیدین کی نماز مسجدوں ہی میں ادا کی جاتی ہے گیارہ سال سے میدانوں میں نماز عیدین کا انتظام ہوتا ہے جہاں بیس پچیس ہزار آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔

(۲) جس محلہ میں یہ نماز عید الفطر پر ادا کی گئی وہاں صرف سو یا ڈیڑھ سو آدمی تھے۔

(۳) اگر محلہ محلہ یوہیں اجازت دے دی گئی تو اجتماع واتحاد مسلمین کا مقصد کیوں کر پورا ہوگا۔

(۴) افتراق وتشتت کی صورت بہر نہج ظاہر تر ہے۔ مکرر آں کہ اس استفتار کے الفاظ پر پھر نظر ثانی فرمائیے اور حسب سوال جدید جواب سے میرے پتہ پر عزت بخشئے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں باہمی مخالفت وذاتی مخاصمت کی بنا پر مسلمانوں میں دو جماعتیں ہو گئی ہیں جدید جماعت محض مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی غرض سے نماز عید مسجد کو چھوڑ کر جہاں ہمیشہ عیدین کی نمازیں ہوتی ہیں اسی محلہ کے میدان میں دوسری جماعت عید کرنی چاہتی ہے ایسی جماعت کا شرعاً کیا حکم ہے از روئے شرع یہ فعل ان کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا اجرکم اللہ تعالیٰ۔

الجواب۔ اگر فی الواقع ذاتی مخاصمت باہمی مخالفت کی بنا پر بعض لوگ تفریق جماعت کر رہے ہیں تو وہ اس تفریق چاہنے کی ملزم ہیں۔ اور اگر انھوں نے جھوٹ بولا ہے تو وہ جھوٹ کے مرتکب جرم فریب دہی کے مجرم ہیں مسجد والے اگر کسی طرح میدان میں نماز عید کو تیار نہ ہوں اور لوگ بھی اپنی اپنی مسا

ہی میں پڑھتے رہیں تو یہ مٹھی بھر آدمی خواہ مخواہ اپنی علیحدہ قائم کر کے تفریق کے ملزم کیوں بنیں۔ ایک مستحب کے لئے اپنے سر تفریق کا الزام نہ لیں اور جماعت میں منافرت نہ کریں جبانہ و صحرا و مصلی سے کوئی خاص عمارت عیدگاہ مراد نہیں بلکہ بیرون شہر نماز کا میدان عام ازیں کہ وہاں کوئی عمارت بنام عیدگاہ بنالی گئی ہو یا نہ بنائی گئی ہو۔ بزبان برکت نشان حضور سید الانس والجان علیہ الصلاۃ والسلام الاتمان الاکملان بیرون مدینہ طیبہ کف دست میدان تھا سرکار طیبہ کے شرقی دروازہ مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلہ پر کما فی الفتاوی[1] الرضویۃ عن المواہب والزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن ابی شیبۃ فی اخبار المدینۃ عن ابی غسان الکنانی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمۃ ومستخرج اسمٰعیل میں ہے عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغدو الی المصلی فی یوم عید والعنزۃ تحمل بین یدیہ فیصلی الیہا وذلک ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتر بہ۔

میدان کی نماز میں حکمت اظہار شعار اسلام و کثرت مسلمین ہے شوکت اسلام کا اظہار تو جمع عظیم سے ہی ہوگا مگر اظہار شعار اسلام چند ہی لوگوں کے اجتماع سے ہو جائے گا گھرے ہوئے مکان کی نماز میں نہ اظہار شعار اسلام اس درجہ ہو سکتا ہے نہ اظہار شوکت اسلام یہ حکمت صحرا کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ شہر میں اگر وسیع میدان ہو جہاں بکثرت مسلمان جمع ہو سکیں وہاں بھی حاصل تو جس طرح میدان بحیثیت میدان نماز عید کے لئے ملحوظ نہیں کہ مساجد بحیثیت مساجد اور نمازوں سے بہتر اور میدان بحیثیت میدان نماز عیدین کے لئے بلکہ اسی حکمت کی بنا پر میدان ملحوظ ہے۔ یوں ہی صحرا بحیثیت صحرا ملحوظ نہ ہوگا بلکہ وہ مکان جہاں اقامت صلاۃ عیدین میں وہ حکمت بن سکے اور شک نہیں شہر سے باہر صحرا میں اظہار شعار اسلام و شوکت اسلام مجمع عظیم اہل اسلام کیا جائے یہ یوں ہی ہے کہ شہروں میں اس قدر عظیم ترین میدان نہیں ہوتے اور اگر کہیں وسط شہر میں بڑا میدان ہو تو شہر کے اندر اظہار سے کہیں زائد اور مقصود شرع کے بہت ہی موافق ہوگا بمبئی ایک عظیم شہر ہے جس کے تین طرف سمندر ہے ان اطراف میں تو اس مقصد کو لے کر گذر نہیں رہی چوتھی طرف تو میلوں کوسوں فاصلہ پر شہر کے باہر اجتماع نہایت گراں ہوگا۔ لہذا ہر وجہ کافی اجتماع نہ ہوگا تو اگر شہر کے اندر ہی کسی فضا میں جہاں عظیم اجتماع ہو سکے پڑھیں تو مساجد میں پڑھنے سے یقیناً یہ بہتر ہوگا کہ حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت اہل اسلام اس میں صحرا کی طرح حاصل ہوگی۔

[1] فتاوی رضویہ جلد سوم ۵۹۵، بحوالہ سنن ابن ماجہ ص ۹۳ مطبوعہ لاہور

اور اگر فنا ئے بمبئی میں اسٹیشنوں ریلوے لائنوں انگریزی کیمپوں فوجی بارکوں کی بنا پر میدانوں میں جمع عظیم کی گنجائش ہی نہ ہو یا گورنمنٹ سے اجازت نہ ہو تو فنا سے دور اگر اہل اسلام جمع بھی ہوں اور نماز عید پڑھیں تو اگرچہ اظہار شعار اسلام ہوا اگرچہ اس جمع عظیم سے شوکت اسلام وکثرت مسلمین کا اظہار ہوا مگر بظاہر یہ ایسا ہی ہے جیسے مساجد میں پڑھ لیتے بلکہ اس سے بھی کم کہ شہر کی مساجد میں مسلمانوں کا اجتماع کسی نہ کسی طرح کفار کی نظر میں آتا ہی ہے بخلاف اس کے کہ شہر سے منزلوں نہیں تو کوسوں دور جنگل بیابان میں اس اظہار سے وہ حکمت یقیناً حاصل نہیں ہو سکتی اور ہوئی بھی تو فنار شہر سے باہر جواز ہی نہ رہا وہاں نماز عید کا کیا ذکر کہ اس کے لئے شہر یا فنار شرط ہے خارج فنار شہر نماز عید ناجائز صحرا وجبانہ سے جنگل بیابان شہر سے جدا ہرگز مراد شرع نہیں بلکہ یقیناً شہر ہی کے متصل جو میدان ہو مراد ہے ہم بتا چکے کہ نفس صحرا بھی مراد شرع نہیں بلکہ وہ مقام مراد ہے جہاں اقامت صلاۃ عیدین بجمع عظیم ہو اور وہ حکمت حاصل ہو۔

لہذا خواہ وہ میدان ہو جو متصل شہر مصالح شہر کے لئے ہوتا ہے جسے فنار مصر کہتے ہیں خواہ وہ جو شہر کے اندر اتنا وسیع ہو کہ اہل اسلام اس میں جمع ہو سکیں دونوں میں نماز عید مساجد میں علیحدہ علیحدہ متفرق پڑھنے سے بہتر ہوگی اور دونوں سے یکساں مقصود شرع حاصل ہوگا تو میدان شہر میں نکل کر نماز پڑھنا ادائے سنت واظہار شعار وشوکت وارارت کثرت ہے اگر وہاں کے مسلمان اسے نہیں سمجھتے اور مساجد ہی میں تنہا پڑھنا چاہتے ہیں تو مٹھی بھر لوگ بھی انھیں کا ساتھ دیں کہ منافرت نہ ہو فان[۱] درء المفاسد اھم من جلب المصالح بلکہ یہ لوگ جو پریل کے میدان میں علیحدہ نماز عید پڑھنا چاہتے ہیں اس میدان کی نماز میں کیوں نہ شرکت کریں جسے سوال میں لکھا ہے کہ پچیس تیس ہزار کے مجمع کے ساتھ دس گیارہ سال سے ہوتی ہے ہاں اگر وہاں اب اور زائد کی گنجائش نہ ہو تو مجبوری ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ کا وہ فتوی مجھے تلاش پر بھی دستیاب نہ ہوا کہ میں اسے دیکھوں اگر حضرت کا فتوی میرے خلاف ہوگا اور اس سے مجھے اپنا خطا پر ہونا ظاہر ہوگا میں اپنی غلطی کا اعتراف کر لوں گا۔ واللہ تعالیٰ ھو الموفق لاتباع الحق والصواب وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ ۔ از تحصیل ایبٹ آباد ڈاکخانہ سرائے نعمت خاں ضلع ہزارہ۔ مرسلہ جناب سید سکندر شاہ صاحب امام مسجد شب یکم محرم الحرام ۱۳۵۳ھ

اگر امام برضا خود امامت چھوڑ دے تو قوم امام جدید کو قائم کریں تو کیا امامت سابقہ کا پھر امامت کا

[۱] الاشباہ والنظائر ص ۹۹

کوئی حق ہے یا نہ یا اس کی نسل سے کوئی بیٹا یا برادر زادہ یا اور کوئی وارث اس کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے یا نہ اور امامت وراثت قرار دی جاتی ہے یا قوم کی رضا پر موقوف ہے۔

الجواب ۔ امامت کوئی میراث نہیں جو اہل ہو اور اسے قوم یا متولی امام بنالے وہ امامت کرے گا امام سابق کا بیٹا بھائی ہونا زبردستی امامت کا حق نہیں دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ ۴ ارجمادی الاولیٰ ۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا بایاں ہاتھ بچپن میں کولھو سے کٹ گیا تھا زید مسائل سے پڑھا لکھا آدمی ہے وہ گاؤں میں امامت کرتا ہے اور کوئی دوسرا آدمی گاؤں میں پڑھا لکھا نہیں ہے کیا زید کے پیچھے نماز درست ہے اور اس کی امامت درست ہوگی؟

الجواب ۔ واقف و عالم ہونا ہی درکار نہیں عامل ہونا بھی ضرور ہے۔ عالم نہ ہو مگر استنجا وضو صحیح کر لیتا ہو کافی ہے اگرچہ عالم نہ ہو۔ عالم ہو اور وضو وغیرہ میں کچھ خامی اس سے رہتی ہو وہ قابل امامت نہیں۔ اگر وہ استنجا۔ وضو۔ غسل صحیح کر لیتا ہے تو نماز پڑھا سکتا ہے اور اگر اپنے آپ یہ سب یا ان میں سے کوئی ایک ٹھیک نہیں کر سکتا صحیح وضو وغیرہ کرنے سے مجبور ہے مگر کوئی دوسرا اسے وضو وغیرہ ٹھیک کرا دیتا ہے تو اس کے پیچھے اس صورت میں بھی کوئی حرج نہیں اور بہتر یہی ہے کہ کوئی سالم الاعضا جو امامت کا اہل ہو اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ ۔ از بنارس بازار سدانند انجمن اشاعۃ الحق۔ مرسلہ عبد الغفور صاحب۔ ۶ رجمادی الآخر ۵۳ھ

جناب مخدومی مکرمی حضرت مولانا مفتی اعظم صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد آرزوئے قدم بوسی و آستانہ بوسی کے بندہ ملتمس ہے کہ حضرت نے جو تقریظ فتویٰ امامت کی ترمیم کر کے تحریر فرمائی تھی وہ مع ایک نوازش نامہ کے ناچیز کو ملی حضرت کی اس بندہ نوازی کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔ مولوی صفی الرحمٰن صاحب بنارسی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا مجھے اس میں کلام ہے ناچیز نے عرض کیا کون سا کلام ہے تو فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر فاسق فاجر کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ داڑھی منڈانے والے اور کترانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور جو پڑھی ہو اس کا اعادہ واجب تو جب حدیث شریف سے ثابت ہے کہ نماز ہو جاتی ہے تو واجب الاعادہ کیسا۔ یہ پہلا کلام ہے اور دوسرا کلام یہ کہ جس مکروہ تحریمی سے اعادہ واجب ہوتا ہے وہ

کون مکروہ تحریمی ہے خارج نماز یا داخل نماز اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر بادشاہان اسلام فاسق ہوتے تھے اور نماز پڑھاتے تھے اور لوگ پڑھتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس کی تصریح عبارت فقہ سے ہو تو بڑی سے حاصل کیجئے ہم مان لیں گے۔ جناب مولوی صفی الرحمٰن صاحب سے ناچیز نے یہ بھی کہا کہ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احکام شریعت میں بھی لکھا ہے کہ فاسق کے پیچھے جو نماز پڑھی اس کا اعادہ واجب ہے۔

حضور سے التجا ہے کہ ان باتوں کا جواب ان کے لئے تشفی بخش ارسال فرمائیں۔

الجواب۔ جواز بمعنی صحت بھی ہوتا ہے اور بمعنی حل بھی فاسق و مبتدع جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہونچی ہو ان کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یعنی صحیح ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے فرض گردن سے اتر جاتا ہے اور ناجائز ہے یعنی ان کے پیچھے پڑھنا انھیں امام بنانا حلال نہیں۔ رد المحتار میں فرمایا جاز ای مع کراھۃ التحریم وہ حدیث جس کا مولوی صاحب نے ذکر کیا یہ ہے صلوا خلف کل بر و فاجر علامہ سیدی عبد الرؤف مناوی قدس سرہ تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا صلوا جوازا خلف کل بر و فاجر ای فاسق فان الصلاۃ خلفہ صحیحۃ لکنھا مکروھۃ ایک اور حدیث ہمارے پیش نظر ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلاۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر رواہ ابو داؤد کیا اس حدیث یا اس کے ظاہر پر عمل کیا جائے گا اور برخلاف جماہیر فقہا مبتدع کے پیچھے نماز جائز یعنی غیر مکروہ تحریمی مانی جائے گی؟

حدیث میں کل مسلم کا لفظ ہے اور مبتدع جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہونچی ہو مسلم ہی ہے۔ جب ان حدیثوں کو دیکھتے فاسق کے پیچھے نماز غیر مکروہ بکراہت تحریم ٹھہرائیں گے تو مبتدع کے پیچھے مکروہ بکراہت تحریم کیوں کر مانیں گے۔ عجب ان بعض فضلا سے جنھوں نے فاسق و مبتدع میں فرق کی ٹھہرائی جبکہ کل مسلم دونوں کو شامل۔ نیز فسق کے دونوں حامل ایک فاسق العقیدہ ایک فاسق العمل یہ مبتدع کے پیچھے پھر کیوں مکروہ بکراہت شدیدہ کہتے ہیں جیسے یہ مبتدع کے پیچھے باوجود دونوں مذکور حدیثوں کے مکروہ بکراہت شدید فرماتے ہیں یوں ہی ہم ہر فاسق کے پیچھے ان حدیثوں کا مطلب جواز ہے اور جواز بمعنی صحت مراد۔ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ محقق مطلق مولانا العلامہ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ رحمۃ ربہ الباری زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں۔ نماز واجب است بر شما بجماعت پس ہر مسلمانے بر یا فاجر وان عمل الکبائر یعنی جائز ست کہ بوے اقتدا کنند اگرچہ مکروہ است یا واجب ست اعتقاد جواز آں و بعض استدلال کردہ

اندریں بوجوب جماعت وایں بر تقدیر اینست کہ فسق وے بسرحد کفر نکشد و مرد صالح حاضر نہ باشد۔

فاسق شرعاً واجب الاہانت ہے اس کی تعظیم حرام یہاں تک کہ زبان سے ذرا سی اس کی مدح پر حدیث کا ارشاد ہے اذا مُدح الفاسق غضب الرب واھتز لذالک العرش[1] جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب تبارک و تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی لرز جاتا ہے۔ اسے امام بنانا تو اس کی اعلیٰ ترین تعظیم ہے ظاہر ہے کہ یہ گناہ و حرام ہے اور نماز جب کسی مکروہ تحریمی کے ساتھ ادا ہو تو واجب الاعادہ ہوتی ہے کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2] جب بحالت نماز ایک گناہ کا ارتکاب کرتا رہا تو نماز اس گناہ پر مشتمل ہوئی۔ نماز امامت پر مشتمل اور امام فاسق اس کی امامت ناجائز تو جس نے اسے امام کیا اس کی نماز ایک ناجائز امر پر مشتمل ہوئی کراہت کے لئے اشتمال کافی ہے وہ مکروہ داخل ہو یا خارج مرد کو ریشم کا کپڑا پہننا گناہ ہے سونا استعمال کرنا ممنوع ہے اگر کوئی شخص ریشم کا کپڑا یا سونے کی انگشتری پہنے ہوئے نماز ادا کرے جیسے یہ نماز مکروہ ہو گی ایک گناہ کے ساتھ ادا ہوئی یوں ہی فاسق کی امامت مکروہیہ کے ساتھ والی نماز۔ صالح کی امامت واجب فاسق کی امامت میں ترک واجب و ارتکاب حرام ہے فتاویٰ حجہ پھر غنیہ میں ہے لو استویا فی العلم والصلاح واحدھما اقرأ فقدموا الاخر اساؤا ولا یأثمون فالاساءۃ لترک السنۃ وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانھم قدموا رجلاً صالحاً[3]۔

فقہا نے کراہت امامت فاسق کی دو تعلیلیں کیں ایک یہی کہ اس کی امامت اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم کیسی اس کی تو اہانت واجب ہے۔ فلہذا جو اسے امام بنائے گا گنہگار ہو گا اور نماز گناہ پر مشتمل ہو گی۔ دوسری یہ کہ فاسق کو دین کی پرواہ نہیں ہوتی اس سے شروط صلاۃ میں کوئی خلل اور منافی صلاۃ کسی امر کا ارتکاب کچھ دور نہیں بلکہ اس کے فسق کو دیکھتے یہی غالب ہے اور فقہیات میں ظن غالب ملحق بالیقین ہوتا ہے نیز احکام فقہ غالب پر جاری ہوتے ہیں۔ نادر کو نہیں دیکھا جاتا علماء فرماتے ہیں احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر فساق کا غالب حال ایسا ہی ہے اور ان سے گمان غالب یہی کہ کسی منافی صلاۃ و مخل شروط صلاۃ امر کو کر بیٹھیں یا جو کرنا ضروری ہے اسے نہ کریں۔ لہذا یوں بھی پس فاسق کی نماز مکروہ ٹھہری۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی مگر کراہت تحریم کی دلیل قوی ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک مختار یہی قول تحریم ہے۔

امام فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں کرہ امامۃ الفاسق لانہ لا یھتم لامر دینہ[4]

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۱۲، [2] درمختار مع شامی جلد اول ص ۳۳۷ مطبوعہ کوئٹہ، [3] غنیہ ص ۴۷۹، [4] تبیین الحقائق جلد اول ص ۱۳۴

ولان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا غنیۃ المستملی میں علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ما ینافیہا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد الا انا جوزناہا مع الکراہۃ لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہ وصحبہ وبارک وسلم صلوا خلف کل بر وفاجر اسی میں ہے قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بہ الا فی الجمعۃ للضرورۃ فیہا بخلاف سائر الصلوات للتمکن من التحول الی مسجد آخر فیما سوی الجمعۃ وعلیہ یحمل عمل الصحابۃ والتابعین فی الاقتداء بالحجاج وعلی ھذا فینبغی ان تکرہ الجمعۃ ایضا اذا تعددت الجوامع کما فی زماننا ویکرہ ایضا تقدیم العبد والاعرابی وولد الزنا والاعمی وینبغی ان تکون الکراہۃ فی ھؤلاء دون الکراہۃ فی الفاسق لانہا امر محتمل غیر محقق ولا غالب وھو الاخلال ببعض الشروط بناء علی الجہل الغالب فی العبد ام۔

اسی میں ہے اذا تأملت وجدت سبب الکراہۃ فی الاعمی اخف من غیرہ ولذا لم یکرہ تقدیمہ عند الائمۃ الثلثۃ انما یکرہ تقدیم الاعمی اذا کان غیرہ افضل منہ ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراہۃ اذا لم یکن ما یعتقدہٗ یؤدی الی الکفر اما اذا کان مؤدیا فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض۔ درر وغیرہ میں ہے کرہ امامۃ الفاسق لانہ لا یہتم بامر دینہ ومبتدع ای صاحب ھوی لا یکفر صاحبہ حتی اذا کفر بہ لم تجز اصلا وان تقدموا جاز مع الکراہۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام صلوا خلف کل بر وفاجر۔ حسن عجیمی علی الدرر میں ہے قولہ وفاسق یکرہ تقدیم الفاسق کراہۃ تحریم وعند مالک لا یجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع ویکرہ تقدیم العبد والاعرابی وولد الزنا والاعمی والکراہۃ فیہم دون تلک الکراہۃ۔ شرح کنز ملا مسکین میں ہے کرہ امامۃ الفاسق وقال مالک لا تجوز الصلاۃ خلفہ والمبتدع۔

حاشیہ علامۃ السید ابو السعود میں ہے اما الفاسق فلانہ لا یہتم بامر دینہ وما فی المعراج من قولہ الا فی الجمعۃ ان تعذر منعہ یبتنی علی القول بعدم جواز تعدد الجمعۃ اما علی المفتی بہ من جواز التعدد فلا فرق نہر عن الفتح وان تقدموا جاز مع الکراہۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام صلوا

خلف کل بروفاجر درر ویکرہ الاقتداء بہم کراھۃ تنزیھۃ ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ بحر وفی النھر عن المحیط لوصلی خلف فاسق اومبتدع فقد احرز فضل الجماعۃ واقول علل الزیلعی الکراھۃ فی الفاسق بان فی تقدیمہ تعظیمہ قد وجب علیہم اھانتہٗ شرعًا مفادہ کون الکراھۃ تحریمیۃ۔ نوح آفندی درمختار میں ہے ویکرہ[1] تنزیھًا امامۃ عبد واعرابی وفاسق واعمٰی الا ان یکون ای غیر الفاسق اعلم القوم فھواولی ومبتدع ردالمحتار[1] میں ہے واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامردینہ وبان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا ولایخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم بغیرطھارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہٗ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علٰی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لماذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارۃ المصنف وحمل الاستثناء علی غیر الفاسق۔

طحطاوی علی الدر میں ہے قولہ وفاسق والمراد الفاسق بجارحۃ بدلیل عطف المبتدع علیہ وتکرہ امامتہٗ ولوفی جمعۃ لوجود المندوحۃ بالانتقال الٰی امام اٰخر فیھا الان المفتی بہ جواز تعددھا الا ان یکون ای غیر الفاسق وھو العبد والاعمی اما الفاسق الاعلم فلایقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا ومفاد ھذا الکراھۃ التحریم فی تقدیمہ۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے رأیت بخط شمس الائمۃ الحلوانی انہ یمنع عن الصلاۃ خلف من یخوض فی علم الکلام ویناظر صاحب الاھواء ویکرہ الاقتداء بمن کان معروفا باکل الربوا والفاسق اذا کان یوم الجمعۃ وعجز القوم عن منعہ قال بعضھم یقتدی بہ فی الجمعۃ ولایترک الجمعۃ بامامتہ وفی غیر الجمعۃ ھم بسبیل من ان یتحولوا الی المسجد الاٰخرولا یأثموا بذلک ولوصلی خلف مبتدع اوفاسق فھو محرز ثواب الجمعۃ لکن لاینال ماینال خلف تقی۔ بزازیہ[2] میں فرمایا اما الفاسق یوم الجمعۃ ولم یمکن منعہ قال بعضھم یقتدی بہ ولاتترک الجمعۃ بامامتہ وفیہ اثرابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما الخ خانیہ[3] میں فرمایا الفاسق اذا کان یؤم وعجز القوم عن منعہ تکلم الناس فیہ قال بعضھم فی صلاۃ الجمعۃ یقتدی بہ ولایترک الجمعۃ بامامتہ لان فی الجمعۃ لایوجد غیرہ الٰی ان قال) ومن شرائط السنۃ والجماعۃ ان یری الصلاۃ خلف کل بروفاجر مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر میں ہے ان تعذر منعہ

[1] درمختار مع شامی جلداول ص۴۱۳ مطبوعہ کوئٹہ، [2] بزازیہ مع ہندیہ جلداول ص۵۵ مطبوعہ بیروت، [3] خانیہ مع ہندیہ جلداول ص۹۲ مطبوعہ بیروت

يصلى الجمعة خلفه وفى غيرها ينتقل الى مسجد اخر وكان ابن عمر وانس رضى الله تعالىٰ عنهما يصليان الجمعة خلف الحجاج مع انه كان افسق زمانه۔

ان عبارات سے بعض میں کراہت تحریم کی نص گذری اوران سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تقدیم مکروہ ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ نفس تقدیم مکروہ ہے وبس۔ جیسا کہ آج کل ہمارے بعض کرم فرما علماء کا خیال ہے کہ فاسق کو آگے بڑھانا یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی امامت اس کی اقتدا مکروہ نہیں یعنی اسے لوگ امام بنائیں نہیں اگر وہ بے ان کے امام بنائے خود امامت کرے یا ان کے بڑھائے خود بڑھ جائے تو کچھ حرج نہیں کہ **صرف تقدیم قابل الزام شئی تھی وہ نہ پائی گئی اول تو یہ خود ہی واضح البطلان تھا پھر جب علماء کے کرہ** امامۃ الفاسق۔ یکرہ الاقتداء بھم۔ جوزنا ھا مع الکراھۃ وغیرہ گذرا تو اس خیال کا بطلان اور بھی زیادہ اوضح ہوگیا۔ وللہ الحمد۔ جو حضرات کراہت تنزیہہ کے قائل ہیں وہ بھی یہ نہیں کہتے کہ صرف تقدیم مکروہ تنزیہی ہے۔ بلکہ اقتدا بس فاسق وامامت فاسق ہی کو فرماتے ہیں۔ بحر[1] میں فرمایا ویکرہ الاقتداء بھم کراھۃ تنزیھۃ ان وجد غیرھم والا فلاکراھۃ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہٗ رسائل الارکان میں فرماتے ہیں یکرہ امامۃ الفاسق بعد الاعتماد علی الایتان بشروط الصلاۃ علی وجہ الاحتیاط ثم الکراھۃ اذا وجد امام تقی وتقدم علیہ الفاسق واما اذا لم یجد فلا کراھۃ وان صلی خلف الفاسق اوالمبتدع جاز ویحرز ثواب الجماعۃ لکن لایحرز ثواب المصلی خلف التقی ویکرہ امامۃ المبتدع فیجوز خلفھم الصلاۃ لکن یکرہ کراھۃ شدیدۃ اھ مختصرًا۔

دیکھئے ان عبارتوں میں یکرہ الاقتداء اور یکرہ امامۃ الفاسق فرمایا بلکہ بحر العلوم نے تو تقدم علیہ فرما کر نخل آرزو کی جڑ ہی کاٹ دی۔ الحمد للہ رب العالمین دربارۂ تقدم فاسق اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی اس کی نص صریح بھی پائی غنیہ میں ہے ان تقدموا جاز یعنی جازت الصلاۃ ولولھم مع الکراھۃ ولاتفسد وفی الفاسق خلاف مالک فان عندہ لاتصح امامتہ والاقتداء بہ وکذا عند احمد فی روایۃ لان الامامۃ کرامۃ والفاسق لیس باھل لھا اھ۔ جازت کے بعد ولاتفسد فرمایا جو باعلی ندا منادی کہ یہاں جواز بمعنیٰ صحت ہی مراد ہے ہرگز بمعنیٰ حل نہیں ان کی اس عبارت سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ تقدیم پر کراہت موقوف نہیں اور نفس تقدیم ہی مکروہ نہیں بلکہ بصورت تقدم بھی کراہت ہوگی اور نماز مکروہ ہوگی۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہاں جواز بمعنی حل نہیں بلکہ بمعنی صحت یجوز

[1] بحر الرائق جلد اول ص۳۴۹ مطبوعہ کوئٹہ

خلفهم الصلاۃ ای یصح۔ انہیں عبارات سے روشن ہوا کہ صحابہ جو اقتدار حجاج کرتے تھے اس کا محمل کیا ہے شرح عقائد نسفی نہایت متداول کتاب میں ہے[۱] لا کلام فی کراھۃ الصلاۃ خلف الفاسق والمبتدع اھ طوالع الانوار میں ہے اما الفاسق العالم فلا یکون الافضل لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ شرعًا والصلاۃ خلفہ مکروھۃ تحریمًا۔

مقطع کا بند۔ حاوی قدسی سے حضرت محترم جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب اعظمی رام پوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ اوضح البراہین علی عدم جواز الصلاۃ خلف غیر المقلدین میں ناقل۔ قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اکرہ ان یکون الامام صاحب ھوی او بدعۃ او فاسقا واکرہ لرجل ان یصلی خلفھم اور فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ متقدمین اکرہ برائے کراہت تحریم اور احب برائے وجوب استعمال فرمایا کرتے۔ ردالمحتار ج ۲ یقول المتقدمون اکرہ ای یحرم عندی واحب ذلک ای یجب عندی بلکہ خود مجتہد کے لئے فرمایا کہ مجتہد کبھی حرام کے لئے اکرہ کا استعمال کرتا ہے اسی میں ہے لفظ قد یستعملہ المجتہد فی الحرام بلکہ خود امام سے ایسا استعمال منقول۔ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا امام اعظم سے وقت خطبہ ذکر و درود کا حکم پوچھا امام نے ارشاد فرمایا میرے نزدیک احب یہ ہے کہ سنیں اور خاموش رہیں۔ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ ج ۲ میں فرماتے ہیں ذکر الشیخ الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر قال سأل ابو یوسف اباحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اذا ذکر الامام ھل یذکرون ویصلون علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال احب الی ان یستمعوا وینصتوا ولم یقل لا یذکرون ولا یصلون فقد احسن فی العبارۃ واحتشم من ان یقول لا یذکرون ولا یصلون علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور ظاہر ہے کہ استماع وانصات فرض ہے اور اس وقت ہر وہ امر جو منافی استماع وانصات ہو ناجائز تو امام نے احب فرمایا اور مراد امام کی نہی ہے کہ استماع وانصات کا منافی مکروہ بکراہت تحریم ہے بلکہ امام کے اس ارشاد کی تفسیر کے لئے خود امام ہی سے جو مروی ہوا کیوں نہ پیش کروں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں فرمایا روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وابی یوسف رحمہ اللہ ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز نیز فتح القدیر[۲] میں فرمایا روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھم اللہ تعالیٰ ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔ اغتنم ھذا التحریر الرشیق لعلک لا تجد مثل ھذا التحقیق اللائق فی غیرہ والحمد للہ تعالیٰ ولی التوفیق خیر الرفیق علی حسن التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ

[۱] شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۴۶، [۲] فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۰۴ مطبوعہ پشاور

وصحبہ وبارک وسلم الی ابد الابد۔

مسئلہ ۲۳ ۔ زید مولوی ہے اور بکر حافظ اور قاری ہے ان میں کس کو حق امامت کا حاصل ہونا چاہئے جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع عبارت و دستخط و مہر۔

الجواب ۔ اگر مولوی سنی ہے اور ایسا قرآن عظیم پڑھ لیتا ہے کہ نماز صحیح ہو جائے۔ حروف کے مخارج کو نکال لیتا ہے فن تجوید سے واقف نہیں۔ اور سنی حافظ ضروری مسائل طہارت وصلاۃ کا واقف ہے۔ مولوی اور حافظ دونوں ضروری مسائل طہارت وصلاۃ کا لحاظ رکھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں تو مولوی اولی بالامامت ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۴ ۔ قصبہ رچھا ڈاکخانہ خاص ضلع بریلی مرسلہ فقیر بخش متولی عیدگاہ۔

عیدگاہ میں چراغ جلانا اس صورت میں متولی عیدگاہ اس جگہ رہتا ہو نماز اذان کبھی اندرون عیدگاہ اور کبھی بیرون عیدگاہ پڑھتا ہو جائز ہے یا ناجائز لہذا جواب باصواب مرحمت فرمایا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ صورت مستفسرہ میں چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں کہ بے ضرورت نہیں اگر عیدگاہ کے اندر پڑھتا ہو تو اسی صورت میں جلائے اگر بیرون عیدگاہ یعنی احاطہ عیدگاہ سے باہر نماز پڑھتا ہے تو نہ جلائے اس لئے کہ بلاضرورت ہے حسب بیان سائل جب زمانہ قدیم سے یہاں عمل درآمد ہے اور خلاف شرط واقف نہیں تو اگرچہ آمدنی وقف متعلق عیدگاہ سے جلایا جاتا ہے کچھ حرج نہیں۔ وھو تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۵ ۔ از راج کوٹ کریم پورہ عبد المجید پیش امام

ایک شخص یک چشم ہے اور امامت کرتا ہے حافظ قرآن بھی ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جب کہ دو آنکھ والا موجود ہو حافظ بھی ہو دیگر مسائل وغیرہ سے بھی واقف ہو امید ہے کہ جواب سے مطلع فرما کر ممنون ومشکور فرمائیے گا عین بندہ نوازی ہو گی ساتھ قرآن شریف وحدیث نبوی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

الجواب ۔ یک چشم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں دوسرا شخص جب کہ اس سے زیادہ اعلم ہے تو وہ اولی بالامامت ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۶ - از پونہ کیمپ جامع مسجد بابوت اسٹریٹ ۶۸۶ مرسلہ سید محمد امام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین زادھا اللہ شرفاو تعظیما ان بابوں میں کہ۔ ۱ جمعہ کے لئے زوال ہے یا نہیں۔ ۲ جمعہ کی پہلی اذان زوال کے وقت میں کہنا جائز ہے یا نہیں۔ ۳ کیا جمعہ کے روز زوال کے وقت سنتیں اور نوافل پڑھ سکتے ہیں۔ ۴ جمعہ کا خطبہ عربی ہو یا غیر عربی اردو آمیز ہو طول ہو یا مختصر کیا صورت افضل ہے۔ ۵ سنتیں مسجد ہی میں پڑھ سکتے ہیں یا مکان میں بھی۔ ۶ صف کے درمیان منبر یا ستون آجائے تو صف وہیں کی جائے یا پیچھے ہٹ کر۔ بحوالہ کتب حنفیہ احادیث وفقہ سے تمام مسائل سے حوالہ کتب وصفحہ تحریر فرمائیے ۶ کے مسئلہ پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب - زوال تو ہر دن ہوتا ہے ہمارے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جمعہ کے دن بھی وقت زوال تطوع ناجائز ہاں امام ابو یوسف سے روایۃ مشہور یہ ہے کہ جمعہ کے دن وقت زوال نفل جائز ہے یہی مذہب امام شافعی کا ہے ان کا متمسک یہ حدیث ہے۔ عن[۱] ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن الصلاۃ نصف النھار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعۃ امام اعظم اس حدیث سے مطلقاً کراہت کا حکم فرماتے ہیں۔ ثلث[۲] ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب یہ نہی مطلق ہے اور محرم مبیح پر مقدم کسی وقت کی اذان کسی دن وقت سے پہلے جائز نہیں غنیہ میں ہے لا[۴] یجوز الاذان لصلاۃ قبل دخول وقتھا لانہ غرار۔ جمعہ کا خطبہ خالص عربی ہو خطبۂ جمعہ میں اور کسی زبان کی آمیزش مکروہ اور خلاف سنت ہے مختصر پڑھے گا ہمارے امام کے نزدیک جب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا یعنی فرض ادا ہو جائے گا۔ بروجہ سنت نہ ہوگا خطبہ قدر طوال مفصل ہونا سنت ہے اس سے زیادہ طویل مکروہ۔

مختصر کے یہ معنی کہ مثلاً اگر کسی نے فقط الحمد للہ بہ نیت خطبہ پڑھا ہمارے امام کے نزدیک فرض خطبہ ہو گیا۔ عالمگیری میں فرمایا الخطبۃ[۳] تشتمل علی فرض وسنۃ فالفرض شیأن الوقت وھو ما بعد الزوال وقبل الصلاۃ حتی لو خطب قبل الزوال وبعد الصلاۃ لا یجوز ھکذا فی العینی شرح الھدایۃ والثانی ذکر اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق وکفت تحمیدۃ او تھلیلۃ او تسبیحۃ کذا فی المتون ھذا اذا کان علی قصد الخطبۃ۔ اسی[۳] میں ہے اما سننھا (الی ان قال) الرابع عشر تخفیف الخطبتین بقدر سورۃ

من طوال المفصل ویکرہ التطویل خود حدیث میں فرمایا ان[۱] طول صلاۃ الرجل وقصر خطبۃ مئنۃ من فقھہ فاطیلوا الصلاۃ واقصروا الخطبۃ۔ غنیہ میں فرمایا اقلہ قدر التشھد یعنی طول کی اقل مقدار بقدر تشہد ہے۔

سنتیں مکان میں بھی پڑھ سکتے ہیں مکان میں پڑھنا بہتر ہے۔ صف میں خلل اگر بے عذر ہو نہایت ناپسند ومکروہ ہے احادیث میں اس کے لئے وعید ہے۔ صف کا سیدھا رکھنا برابر ہونا بیچ میں کہیں ذرا کشادگی نہ ہو لازم ہے حدیث میں ہے صفوں کو برابر کرو۔ اور مونڈھوں کو مقابل کرو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجاؤ کشادگی کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جو قطع صف کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کر دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام صف کے کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے اور ہمارے مونڈھے یا سینہ پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے مختلف کھڑے مت ہو کہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہماری صفیں تیر کی طرح سیدھی کرتے ایک دن تشریف لائے ایک شخص کا سینہ صف سے نکلا دیکھا فرمایا اے اللہ کے بندو صفیں برابر کرو یا اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ عالمگیریہ[۲] میں ہے ینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلاۃ ان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناکبھم فی الصفوف بے عذر ایسی جگہ کھڑا ہونا نہ چاہئے جہاں کسی حائل سے قطع صف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از نا سک مرسلہ قاضی چراغ الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ریٹائر مورخہ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

احکام جمعہ وعیدین

اکثر بلکہ تمام فقہ حنفی کی کتابوں میں نماز عید وجمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں مقرر فرمائیں ہیں کہ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو نماز ہوگی ہی نہیں۔ شرطیں ۱ مصر یا فنائے مصر ۲ سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۳ وقت ۴ خطبہ ۵ جماعت ۶ اذن عام (نوٹ) شرط دوم کے متعلق فقط دریافت کرنا ہے کہ ہندوستان پر غیر مسلم حکومت کا تسلط ہے متقدمین حنفیہ کے نزدیک شرط ہے کہ جمعہ کی نماز وہاں درست ہوگی کہ اس جگہ مسلمان بادشاہ ہو یا اس کا نائب

[۱] مسلم شریف جلد اول ص ۲۸۶

[۲] ...

اور متاخرین حنفیہ نے سلطنت چنگیزیہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا ہے کہ کفار کی طرف سے شہر میں جو مسلمان حاکم ہوئے تو وہ بمنزلہ سلطان کے قرار دیا جائے اور اس کے لئے جائز ہے کہ جمعہ و عید قائم کرے ان لوگوں کے بعد جو متاخرین حنفیہ ہوئے انھوں نے اس سے بھی زیادہ وسعت دی چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ بلاد علیھا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما کما فی معراج الدرایہ یعنی وہ شہر کہ وہاں کفار کے حکام ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ جمعہ قائم کریں اور اہل اسلام اپنی رائے سے جس کو قاضی مقرر کر دیں گے وہ قاضی ہو جائے گا اور اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ مسلمان بادشاہ کی تلاش کریں۔ ایسا ہی معراج الدرایہ میں لکھا ہے۔

تو ان متاخرین نے اہل شہر کا اتفاق بجائے اس کے قرار دیا ہے کہ گویا اسلام کی طرف سے بادشاہ مقرر کیا گیا اور ایسا منتخب شدہ قاضی کافی ہے کہ جمعہ و عید قائم کرے۔ (فتاویٰ عزیزیہ) صاحب بہار شریعت مولانا مولوی مفتی امجد علی صاحب بہار شریعت حصہ چہارم جمعہ کے بیان میں فرماتے ہیں۔ نیز ایک بات ضروری ہے جس کی طرف عوام کی بالکل توجہ نہیں ہے یہ ہے کہ جمعہ کو اور نمازوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جس نے چاہا نیا جمعہ عید قائم کر دیا اور جس نے چاہا پڑھا دیا یہ ناجائز ہے اس لئے کہ جمعہ و عید کرنا بادشاہ اسلام یا اس کے نائب کا کام ہے جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں طریقہ مذکورہ کے مطابق جو شخص مقرر کر دیا گیا ہو وہ قائم مقام سلطان کے سمجھا جاوے وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے جمعہ ہو ہی نہیں سکتا قاضی کے ہوتے ہوئے عوام بطور خود کسی کو امام نہیں بنا سکتے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ محلہ کے دو چار شخص کسی کو امام مقرر کریں ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔ شرائط مذکورہ کے مطابق اگر کسی شہر کے مسلمانوں نے قاضی شہر کے مرض موت کے زمانہ میں اس کی اولاد میں سے اس کے خلف اکبر کو قاضی شہر منتخب کیا ہو اس کی تقرری کا محضر تیار ہو رہے اس پر شہر کے رؤسا نے دستخط کئے ہوں اسے اپنا قاضی قبول فرمایا ہو تو ایسا شخص شرعاً قاضی ہو گیا یا نہیں؟

(۲) ایسے مقرر شدہ قاضی نے شاہی زمانہ سے جس جامع مسجد میں اور عیدگاہ میں نماز جمعہ و عیدین ادا ہوتی ہے وہیں ادا ہونے کا اعلان متواتر دو سال تک شائع کیا ہو تو اس جامع مسجد اور عیدگاہ کے سوائے شہر کی دوسری مسجدوں میں نماز جمعہ و عیدین صحیح و درست ہو گی یا نہیں؟

۱۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۱۴۶ مطبوعہ بیروت

(۳) فقہی احکام کے مطابق شہر کی دوسری مسجدوں میں (جامع مسجد کے سوا) بغیر اجازت قاضی محلہ کے لوگ جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۴) ایسے شہر میں جہاں اصول مذکور کے جمعہ وعیدین قائم ہوئے ہوں وہاں کے اکثر مسلمان عیدین کی نماز بلا عذر عیدگاہ میں نہ پڑھتے ہوں اگر مسجدوں میں پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(۵) ایسے شہر میں بغیر اجازت قاضی جمعہ وعیدین محلہ محلہ قائم کرنا گناہ ہے یا نہیں ؟

(۶) شہر کی کچھ آبادی شافعی المذہب ہوں تو (پانچ معزز حنفیوں میں دو تین شافعی المذہب) تو انھیں نماز جمعہ وعیدین جامع مسجد وعیدگاہ میں ادا کرنا چاہئے یا نہیں ؟

(۷) ایسا مقرر شدہ قاضی اولی الامر میں داخل ہے یا نہیں اور امور مذہبی میں اس کی فرمانبرداری واطاعت فرض ہے یا نہیں؟

(۸) جو مسلمان امور مذہبی میں اس کی نافرمانی کرے اس کے لئے شریعت نے کیا حد مقرر کی ہے؟

(۹) قاضی کے فرائض منصبی واختیارات عہدہ کے لحاظ سے فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں کیا کیا مذکور ہیں مفصل بیان فرمائیے ؟

(۱۰) شہر کے مسلمانوں نے قاضی کا انتخاب ومقرری کے بعد خطیب ومؤذن وفراش وغیر اہل خدمات شرعیہ کی تقرری وتنزلی کا اختیار قاضی کو ہے یا نہیں ؟

(۱۱) قاضی کی اجازت وحکم کے بغیر خطیب یا ائمہ مساجد میں جمعہ وعیدین قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱۲) شاہی زمانہ کے سند یافتہ خطیب کی اولاد میں سے کوئی بدون اذن قاضی خطابت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳) مرحوم خطیب کی اولاد میں سے کوئی خطابت کے لائق نہیں ہو تو قاضی کسی دوسرے کو جو اس کام کا اہل ہو خطابت پر مقرر کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(۱۴) اسی موافق خدمات قضا واحتساب موروثی ہیں یا نہیں ؟

(۱۵) آراضیات ویومیہ وغیر عطیات شاہی جو مشروط بخدمت مثلاً قضا واحتساب وخطابت ومؤذنی وغیرہ ہوں وہ قابل ارث ہیں یا نہیں ؟

(۱۶) جو شخص ان خدمات پر مقرر کیا جائے وہی تنہا ایسی مشروط بخدمت جائداد کا مستحق ہوتا ہے یا

فرائض کے مطابق تمام ورثہ بھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں؟

(۱۷) ایسی مشروط بخدمت جائداد آراضیات وغیرہ قابل ارث نہیں ہیں تو خدمت گار قاضی و خطیب و مؤذن فراشی وغیرہ کے بھائی بند رشتہ دار وغیرہ حکومت کے ذریعہ ایسی مشروط جائدادوں کو قابل ارث ٹھہرا کر تقسیم کرادیں تو ایسی ہستیاں ظالم و غاصب ہیں یا نہیں اور ان کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۱۸) قاضی خطیب مؤذن وغیرہ اہل خدمات شرعیہ کے نام ہیں جو شخص ایسی خدمتوں پر مقرر کیا جائے وہی فقط ان ناموں سے خطاب کیا جاتا ہے لیکن موجودہ زمانہ میں ہر شخص جسے ان خدمت گاروں سے ذرہ برابر بھی رشتہ یا تعلق ہو خود کو قاضی یا خطیب لکھتا ہے کہلواتا ہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں مقررہ شدہ قاضی یا خطیب وغیرہ کی اولاد یا بھائی بند یا رشتہ دار خود کو قاضی یا خطیب کہلوا سکتا یا لکھوا سکتا ہے یا نہیں اگر کوئی شخص خود ان خدمتوں میں سے کسی خدمت کی طرف نسبت کرے تو ایسے شخص کو ایسی نسبت سے منع کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب ۔ (۱) جہاں سلطنت اسلامیہ نہیں وہاں عالم وافقہ علماء بلد جو سنی صحیح العقیدہ ہو قائم مقام سلطان ہے اس کے قائم کئے نماز جمعہ قائم ہوسکتا ہے یا اس کے ماذون کے لئے مسلمانوں کو ایسے امور میں اسی کی طرف رجوع لازم ہے اور اپنے ایسے کام اسی کی طرف سپرد کرنا چاہئے عوام ایک زمانہ سے خودسر خودرائے ہوگئے ہیں۔ اللہ عزوجل انھیں اس سے توبہ کی توفیق دے اور اتباع شریعت اور اطاعت اولی الامر کی ہدایت عطا فرمائے۔ قاضی بنانا عوام کا کام نہیں۔ سلطان کا کام ہے یا اس کے قائم مقام کا علماء قائم مقام سلطان ہیں جیسا اوپر مذکور ہوا وہ جس عالم اہل قضا کو قضا پر مامور کریں وہ قاضی ہوگا حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابی سے ہے[۱] اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیہم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعہم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمہم فاذا استووا اقرع بینہم قال السمہودی ھذا من حیث انعقاد الولایۃ الخاصۃ فلاینافی وجوب اطاعۃ العلماء مطلقاً۔ عالمگیریہ[۲] میں فرمایا اذا اجتمع اھل بلدۃ علی رجل وجعلوہ قاضیا یقضی فیما بینہم لایصیر قاضیا ولو اجتمعوا علی رجل وعقدوا معہ عقد السلطنۃ او عقد الخلافۃ یصیر خلیفۃ وسلطانا کذا فی المحیط۔ قاضی بھی دوسرے کو قاضی نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کو استخلاف کا اذن نہ ہو۔ اسی میں ہے[۳] السلطان اذا قال لرجل جعلتک قاضیا لیس لہ ان

[۱] حدیقہ ندیہ جلد اول ص ۳۵۱ [۲] فتاوی عالمگیری جلد سوم ص ۳۱۵ مطبوعہ بیروت

يستخلف الا اذا اذن له فى ذلك صريحًا اودلالة بان يقول له جعلتك قاضى القضاة لان قاضى القضاة هوالذى يتصرف فى القضاة تقليدا وعزلا كذا فى الذخيرة۔

(۲) جس نئی جگہ لوگ خود جمعہ قائم کریں گے جمعہ نہ ہوگا کہ اس کی شرط سلطان ہے یا اس کا ماذون و نائب اور جہاں یہ نہیں وہاں علماء قائم مقام سلطان ہیں ان کے اذن کی حاجت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اس کا جواب اوپر کے جواب میں واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جہاں حسب شرائط نماز عیدین وجمعہ ہوگی ہوجائے گی کہ عیدگاہ یا مسجد جامع ان کے لئے شرط نہیں ہاں افضل یہی ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں اور عیدین کی نماز عیدگاہ میں جمع عظیم کے ساتھ ادا کریں اس سے شوکت اسلام کا اظہار ہوگا۔ تعدد جماعت جائز ہونا اور بات ہے مگر اظہار شوکت اسلام اس تفریق جماعت سے قطعًا جاتا رہتا ہے لہذا سوائے ضعیف اور مریض لوگوں کے اگر شہر کے تمام مسلمان ایک جا جمع ہوکر نماز عیدین ادا کریں تو یہ بہت بہتر اور موافق سنت ہو۔ جمعہ بھی دس بیس جگہ نہ پڑھیں زیادہ سے زیادہ دو چار جگہ اس میں علاوہ اظہار شوکت اسلام اور بھی بعض مصالح ہیں یک جہتی مسلمانوں کا ربط ضبط میل ملاقات وداد اتحاد ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس کا جواب بھی اوپر سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) شافعیہ کی نماز حنفیہ کے پیچھے اور حنفیہ کی نماز شافعیہ کے پیچھے ہوجاتی ہے جب کہ امام مقتدی کے مذہب کا لحاظ رکھے مقتدی کے خیال میں امام میں کوئی ایسی بات نہ ہو کہ اس کی نماز اس کے پیچھے اس کے خیال میں جائز نہ ہو۔ شافعیہ کو اپنا جمعہ وعید علیحدہ قائم کرنے کے بجائے ساتھ ہی پڑھنا بہتر ہے جب کہ ان کے مذہب کی رعایت امام کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) اس سوال کا جواب جواب سوال اول میں گذر چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۸) اس کا جواب بھی اوپر گذر چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۹) اس کے لئے درمختار ہدایہ وغیرہ کے معتبر اردو ترجمے دیکھ لئے جائیں جو بات سمجھ میں نہ آئے وہ دریافت کرلی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۰) کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۱) اس کا جواب اوپر ضمنًا گذر چکا ہے بغور دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۲) امامت یا خطابت میں وراثت نہیں ہے اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ علماء کا ماذون جمعہ وعیدین کی امامت کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳) اس کا جواب اوپر کے جوابات سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۴) موروثی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۱۵) نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۶) جو خدمت پر مقرر کیا جائے اور خدمت کرے وہی مستحق ہے وہ ترکہ نہیں کہ تقسیم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱۷) یقیناً ظالم و غاصب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۱۸) جو غلط عرف رائج ہو جائے اسے چھوڑنا چاہیے قاضی ایک نہایت معزز عہدہ شرع ہے اس کا استعمال ہر کہ و مہ کے لئے برا ہے قاضی کی اولاد قاضی کہلواتی ہے قاضی کے خاندان والے قاضی کہلاتے ہیں عہدۂ شرعیہ کی ایسی مٹی خراب ہے کوئی شخص کلکٹر کی اولاد اور خاندان والوں کو کلکٹر نہیں کہتا۔ اور نہیں کہہ سکتا مگر قاضی کے خاندان والے قاضی اور مفتی کے خاندان والے مفتی کہلاتے ہیں چاہے کیسے ہی فسق و فجور میں مبتلا ہوں اور کیسے ہی جاہل اجہل ہوں۔ والی اللہ المشتکی وھو تعالیٰ اعلم۔

مرسلہ خلیق احمد

مسئلہ ۲۸۔ از قصبہ بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ مرزا علی بیگ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں۔
(۱) ایک شخص جنازہ کی نماز پڑھنا جانتا ہے پھر نہیں پڑھاتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ گاؤں کی نکاح خوانی کے حقوق مجھے دیئے جائیں اور لوگ میری زمین کا لگان میری جانب سے اپنی جیب سے ادا کریں تو پڑھاؤں ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے؟
(۲) ایک شخص ظہر کی سنتیں پڑھنے کھڑا ہوا پڑھ چکا تو معلوم ہوا اس کے وضو کی نیت باندھی تھی ہوا ایسا ہو لیے تو اسکے فرض ادا ہوئے یا نہیں

الجواب۔ طاعت پر اجرت ٹھہرانا حرام ہے یہی اصل مذہب ہے متاخرین نے بخوف ضیاع بعض طاعات کا استثنار فرمایا وہ وہی ہیں جن میں ضرورت ظاہرہ ہے۔ پھر خاص طاعت ہی پر عقد کرنا تو برا ہی ہے۔ کسی کے نزدیک بھی نہ چاہئے امامت صلاۃ جنازہ ان طاعات میں نہیں ہوگی جن کا متاخرین کرام نے استثنار کیا۔ کہ اس میں جماعت شرط و واجب نہیں۔ ایک کے ادا کر لینے سے نماز ادا ہو جائے گی اور کوئی واجب ترک نہ ہوگا۔ خلاصہ میں فرمایا ان کان الامام علی طہارۃ والقوم علی غیر طہارۃ صحت صلاۃ الامام ولا تعاد الصلاۃ علیہ فی التجرید ھذا دلیل علی ان الجماعۃ لیست بشرط لصلاۃ الجنازۃ بزازیہ میں فرمایا لان الجماعۃ لیست بشرط فیھا۔ حلیہ میں ہے۔ الجماعۃ فیھا لیست بشرط حتی لو صلی الامام بجماعۃ فیھا وکان علی طہارۃ دونھم لا تعاد لان حق المیت تأدی بصلاۃ الامام وبالعکس تعاد لان صلاتہ غیر جائزۃ فکذا صلاتھم لانہا بناء علی صلاتہ۔ ہندیہ میں ہے الصلاۃ علی الجنازۃ تأدی باداء الامام

لے فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص۱۶۳ مطبوعہ بیروت ، ۲ے بزازیہ مع عالمگیری جلد اول ص۸۰ بیروت

وحدہ لان الجماعۃ لیست بشرط الصلاۃ علی الجنازۃ کذا فی النہایۃ۔

یہاں تک کہ عورت اگرچہ جاریہ ہو امامت کرے جب بھی نماز کا اعادہ نہ ہوگا مردوں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی مگر اس کی اپنی ہو جائے گی اور وہ ادائے فرض کو کفایت کرے گی۔ برہان صاحب المحیط میں ارشاد فرمایا امت امرأۃ فی صلاۃ الجنازۃ لاتعاد۔ اشباہ[عہ] میں ہے لا تؤم فی الجنازۃ ولو فعلت لسقط الفرض بصلاتہا۔ علامہ حموی نے فرمایا وان[عہ] بطلت صلاۃ الرجال خلفہا۔ در مختار[۱] میں فرمایا لو ام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امرأۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد اس پر علامہ شامی نے ردالمحتار[عہ] میں فرمایا ای بشخص واحد رجلا کان او امرأۃ فہو تعلیل لمسألۃ العکس ومسئلۃ المرأۃ قال فی البحر والحیلۃ وبہذا تبین انہ لا تجب صلاۃ الجماعۃ فیہا اھ ومثلہ فی البدائع دربارۂ اجرت بر طاعات شامی[عہ] میں فرمایا قد اتفقت کلماتہم جمیعا علی التصریح باصل المذہب من عدم الجواز ثم استثنوا بعد ما علمتہ فہذا دلیل قاطع وبرہان ساطع علی ان المفتی بہ لیس ہو جواز الاستیجار علی کل طاعۃ بل علی ما ذکروہ فقط مما فیہ ضرورۃ ظاہرۃ تبیح الخروج عن اصل المذہب من طرد المنع فان مفاہیم الکتب حجۃ اھ اسی میں ہے وقد اغتر بما فی الجوہرۃ صاحب البحر فی کتاب الوقف وتبعہ الشارح فی کتاب الوصایا حیث یشعر کلامہما بجواز الاستیجار علی کل الطاعات ومنہا القرأۃ وقد ردہ الشیخ خیر الدین الرملی فی حاشیۃ البحر فی کتاب الوقف حیث قال اقول المفتی بہ جواز الاخذ استحسانا علی تعلیم القرآن لا علی القرأۃ المجردۃ کما صرح بہ فی التاتارخانیۃ حیث قال لا معنی لہذہ الوصیۃ ولصلۃ القاری بقرأتہ لان ہذا بمنزلۃ الاجرۃ والاجارۃ فی ذلک باطلۃ وہی بدعۃ ولم یفعلہا احد من الخلفاء وقد ذکرنا مسئلۃ تعلیم القرآن علی استحسان اھ یعنی للضرورۃ ولا ضرورۃ فی الاستیجار علی القرأۃ علی القبر ام پھر اجرت بھی کیسی معقول کہ نکاح خوانی کے حقوق سب مجھے دیئے جائیں۔

نیز فتاوی عزیزیہ میں ہے۔ قاعدہ اجارہ آن ست کہ بر واجب ومندوب منعقد نمی شود و تعلیم القرآن فرض بالکفایۃ ومندوب علی العین پس محل اجارہ نیست و تعلیم قرآن را متأخرین جائز داشتہ اند کہ باجرت قرآن کرد امامراد ایشاں ہمیں تعلیم ست کہ در وے افعال دیگر وراء تعلیم مشروط باشند کہ محل اجارہ تواند شد نہ محض تعلیم مثلاً شخصے باید کہ مرا فلاں آیت تعلیم کنی وایں از روے مزدوری خواہد کہ ایں اجرت بالاجماع بین المتقدمین و المتأخرین حرام ست اھ مختصراً اسی میں فرمایا نکتہ در آں کہ اجارہ ادائے بر طاعت خواہ فرض باشد خواہ نفل جائز

عہ جلد ۵ صـ ۳۵ مطبوعہ نعمانیہ ۱ے در مختار مع شامی جلد اول صـ ۹۳۰ مطبوعہ کوئٹہ عہ الاشباہ والنظائر صـ ۴۱۵ ـــــ عہ حموی جلد ۳ صـ ۳۸۶

نیت آنست کہ شخصے مباشرت طاعت شدہ است بحکم وعدہ الٰہی مستحق اجرت اخروی گشتہ پس اگر اجر دنیوی را از مخلوق برآں طلب نماید اجتماع اجرین و عوضین در حق یک کس بیک فعل لازم خواہد آمد مثل آنکہ شخصے اجیر خاص یک کس قرار یافتہ و راتبہ می رسد کہ اجیر خاص شخص دیگر شود در ہماں ساعت کذا فی الہدایۃ فتاوی بزازیہ[1] میں فرمایا لایحل اخذ الاجرۃ علی الامامۃ والتاذین بالشرط اھ یہاں امامت صلاۃ جنازہ پر وہ اجرت ٹھہرا رہا ہے اور اجرت بھی کیا نکاح خوانی کے حقوق تو یہ ناجائز در ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس صورت میں وہ فرض ہوئے کہ کھڑا اگرچہ سنتوں کے ارادہ سے ہوا تھا مگر تکبیر بہ نیت فرض کہی اور اعتبار اسی نیت کا ہے جو مقارن تکبیر ہو۔ عالمگیری[2] میں ہے لو افتتح ثم نوی التطوع او العصر او الفائتۃ او الجنازۃ وکبر یخرج عن الاول ویشرع فی الثانی والنیۃ بدون التکبیر لیس تخرج کذا فی التاتارخانیۃ عن العتابیۃ۔ ظاہر ہوا کہ یہ تو محض کھڑا ہوا ہے اگر سنتیں شروع بھی کر دیتا پھر فرضوں کی نیت سے دوسری تکبیر کہتا تو نیت تطوع باطل ہو جاتی اور وہ شارع فی الفرض ٹھہرتا کہ نیز غنیہ[3] میں فرمایا لو کبر ینوی التطوع ثم کبر ینوی الفرض یصیر شارعا فی الفرض وتبطل نیۃ التطوع لان النیۃ من الافعال یصح تبدیلھا الی قارنت بہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ داڑھی منڈے کو مسجد میں اذان و صلاۃ و تکبیر کہنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو دوسرے نمازیوں کی پچھلی نمازوں کے متعلق کیا کرنا چاہئے وہ دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

الجواب۔ مؤذن عاقل بالغ صالح متقی عالم بالسنۃ مواظب علی الاذان اوقات صلاۃ کا عارف بلند آواز اس کا خیال کہ کون جماعت میں داخل نہ ہوا اور کیوں نہ ہوا جو لوگ بے عذر ترک جماعت کرتے ہیں انھیں زجر کرنے والا بااثر مولوی ہونا چاہئے۔ عالمگیری[4] میں ہے اھلیۃ الاذان تعتمد بمعرفۃ القبلۃ والعلم بمواقیت الصلاۃ کذا فی فتاوی قاضی خان، وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنۃ کذا فی النھایۃ وینبغی أن یکون مھیبا ویتفقد احوال الناس ویزجر المتخلفین عن الجماعات کذا فی القنیۃ، وان یکون مواظبا علی الاذان ھکذا فی البدائع والتاتارخانیۃ، وان یکون محتسبا فی اذانہ کذا فی النھر الفائق داڑھی منڈانا حرام ہے داڑھی منڈا فاسق، فاسق کی اذان مکروہ مگر اذان دے تو ہو جائے گی۔ عالمگیری[5] میں ہے یکرہ اذان الفاسق ولا یعاد ھکذا فی الذخیرۃ اس کی اذان و اقامت کے سبب یہ نہیں کہ نماز ہی نہ ہو گی ــــ پچھلی نمازیں ہو گئیں اذان اقامت اگر بالکل نہ

[1] بزازیہ مع ہندیہ جلد اول ص۲۲۳ [2] جلد اول ص۶۷ [3] غنیہ ص۲۴۷ [4] جلد اول ص۵۳ [5] ایضاً ص۵۳

ہوتی جب بھی نماز ہوجاتی ان نمازوں کے اعادہ کا حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ ۔ ازمولانا عبدالرؤف صاحب بنگالی طالب علم دارالعلوم منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی شریف ۲۷ رجب ۱۳۵۶ھ

مسجد کے قریب ایک عیدگاہ ہے اور اس عیدگاہ میں چند قبریں بھی ہیں اور امام کے منبر کے بالکل متصل قبر ہے اور میان قبر و منبر کوئی حائل بھی نہیں ہے اس صورت میں عیدگاہ مذکور میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر منبر کا کچھ حصہ قبر ہوں یا بلکہ اکثر حصہ قبر پر ہوں تو اس صورت میں نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئے گی؟ بینوا بالدلیل مع حوالہ کتب فقط۔

الجواب ۔ اگر وہ عیدگاہ خالص قبرستان میں بنی ہے کہ دوچار لحتہ قبریں چھوڑ دی ہوں باقی مسمار کر دہ سطح برابر کردہ وہاں عیدگاہ بنائی جب تو ظاہر کہ نماز نہ ہوگی۔ اور جنھوں نے ایسا کیا وہ گنہگار حرام کار ہوئے اور فرض ہے کہ اس جگہ کو قبرستان ہی رکھیں جب کہ وہ قبرستان وقف ہو کہ کسی وقف کو ہیئت سے بدلنا ناجائز اور کسی کے بدلنے سے بدل نہیں سکتا وہ جگہ مقبرہ ہی ہے۔ عیدگاہ نہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ[۱] لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ اھ اور اگر کسی کی مملوک زمین قبریں اس کی اجازت سے بنائی گئی تھیں تو بھی وہاں عیدگاہ نہیں ہوسکتی کہ نماز قبروں کی طرف اور قبروں کا درمیان اور قبروں پر جائز نہیں اگر صورت یہ ہے کہ عیدگاہ میں قبریں بنالی ہیں یا کوئی قطعہ زمین جس میں دوچار قبریں بھی تھیں کسی نے اپنا بچایا عیدگاہ کے لئے دے دیا تو اس صورت میں جب وہ قبریں امام کے سامنے نہیں۔ صرف ایک طرف منبر سے متصل ہیں امام اور ان تمام مقتدیوں کی نماز بے کراہت ہوجائے گی جن کا بین یدی وہ قبور نہیں۔ ہاں وہ مقتدی جن کے بین یدی وہ پڑیں گی اور بیچ میں کچھ حائل نہ ہوگا تو ان کی بجہت قبر ہوگی نماز اسی صورت میں مکروہ ہوگی جب کہ قبر بین یدی المصلی ہو کہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو اس کی نگاہ قبر پر پڑے۔ اور اگر خاشعین کی طرح نماز پڑھے تو قبر پر نگاہ نہ پڑے گی اتنی دور وہ قبور مصلی سے ہیں تو ان کی نماز بھی بلا کراہت ہوگی۔

بہتر یہ ہے کہ ان قبور پر ڈاٹ لگادی جائے قبریں اس کے اندر چھپ جائیں یا وقت نماز کوئی آڑ کر دیا کریں مضمرات پھر قہستانی میں ہے لا تکرہ الصلاۃ الی جہۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلاۃ الخاشعین وقع خانیہ پھر حاوی پھر عالمگیریہ[۲] میں ہے ان کان بینہ وبین القبر مقدار

---

[۱] فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۹۰، [۲] ایضاً جلد اول صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ بیروت

مالوکان فی الصلاۃ وبین انسان لایکرہ۔ حاوی پھر مفید المستفید پھر خزانۃ الروایۃ میں ہے سئل ابونصر عنہ ذلک فقال ان کان القبر وراء المصلی لایکرہ فکذا ههنا والحد الفاصل موضع سجودہ انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) منبر پر خطبہ ہوتا ہے نماز نہیں ہوتی جب نماز نہ قبر پر پڑھی نہ بین القبور بطرف قبر قریب کہ صلاۃ خاشعین بصر قبر پر پڑھی تو نماز ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱ ۔ از محلہ براہم پورہ بریلی ۱۲ رشعبان المعظم ۱۳۵۶ھ

نماز فجر کے بعد امام کو کس رخ پر بیٹھ کر دعا مانگنا چاہئے اور دیگر نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کن رخوں پر امام کو بیٹھ کر دعا مانگنا چاہئے ہر اوقات نماز کی تفصیل علیحدہ معلوم ہونا چاہئے فقط

الجواب ۔ امام مخیر ہے چاہے جس طرف انصراف کرے خواہ داہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ چاہے رو بمشرق ہو کر بیٹھے مگر جب کہ اگلی یا پچھلی صف میں کوئی مصلی اس کے محاذات میں ہو مگر داہنے ہاتھ کا انصراف محبوب ہے۔ یعنی رو بشمال ہو کر بیٹھے داہنے ہاتھ کو مقتدی ہوں بائیں کو قبلہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو تیامن محبوب ہے۔ اور حضور کا انصراف یوں ہی ہوتا حدیث مسلم میں ہے کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ اور کان استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ ہاں بیان جواز کے لئے کہ کوئی اس مداومت سے یہ اعتقاد کرے کہ یہی حق یہی لازم ہے کہ یوں ہی انصراف کرے بہت بار حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یسار بھی فرمایا یعنی رو بجنوب پشت بشمال ہو کر تشریف رکھنا۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ آپ نے فرمایا[1] لایجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ۔ غنیہ[2] شرح منیہ میں ہے اذا تمت صلاۃ الامام فھو مخیر انشاء انحرف عن یسارہ وجعل القبلۃ عن یمینہ وجعل القبلۃ عن یسارہ وھذا اولیٰ لما فی مسلم من حدیث البراء کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ حتی یقبل علینا بوجھہ فان مفھومہ ان وجھہ عند الاقبال علیھم کان یقابل من ھو عن یمینہ وذلک انما یکون اذا کان المسجد عن یمینہ والقبلۃ عن یسارہ وقیل معناہ حتی یقبل علینا بوجھہ قبل من ھو عن یسارہ فیفید الانصراف عن یمینہ لانہ یجلس منحرفا بل یستقبلھم فی القعود بعد الانصراف عن یمینہ کما فی حدیث انس

[1] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۸۷ ، [2] غنیہ ص ۳۲۹

فی مسلم ایضا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ۔

وما فی الصحیحین وغیرہما من حدیث ابن مسعود قال لایجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ لایعارض ذٰلک لان فعلہ علیہ الصلاۃ والسلام ذٰلک تعلیم للجواز معہ محبۃ للتیامن و اعتیادہ بہ وھو ای الجواز مراد ابن مسعود فانہ انما نھٰی عن ان یری الانصراف عن الیمین حقا لایجوز غیرہ والمراد من الانصراف الالتفات عن جہۃ الصلاۃ وھی القبلۃ اعم من ان یجلس بعدہ اولا (الی قولہ) وان شاء استقبل الناس بوجہہ ای وجلس لما فی الصحیحین وغیرہما عن سمرۃ بن جندب کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی صلوۃ اقبل علینا بوجہہ وھٰذا اذا لم یکن بحذائہ ای فی مقابلتہ عند استقبال القوم مصل حتی لوکان بحذائہ مصل لایستقبلہم بل ینحرف یمنۃ ویسرۃ سواء کان المصل فی الصف الاول اوفی الصف الاٰخر اذا لم یکن بینہما حائل اھ مختصرا۔ یہ کچھ نہیں ہے کہ فجر میں اس رخ پر انصراف کرے ظہر میں اس رخ پر عصر مغرب عشا میں اس رخ پر اولٰی یہی ہے کہ رو بشمال کرے اور کبھی کبھی رو بجنوب بھی بیٹھے۔ اور کسی صف میں اگر کوئی مصلی نہ ہو تو پشت بقبلہ رو بمشرق بھی بیٹھ سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۔ از شہر بریلی محلہ گلاب نگر مسئولہ جناب شاکرداد خاں صاحب۔ ۱۳ شعبان المعظم ۵۶ھ

جمعہ کے دن خطیب نے خطبۂ اول کے درمیان اعلان کرکے کہا کہ یہ ایک شخص سنتیں پڑھ رہا ہے اس کو منع کردو کہ یہ سنتیں نہ پڑھے تو خطیب کو خطبہ کے درمیان بہت اعلان کرکے بات کرنا اور بولنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ خطبہ میں خطیب کو کلام کرنا جائز نہیں مگر جو امر بالمعروف نہی عن المنکر ہو۔ خطبہ ہوتے سنتیں شروع کرنا جائز نہیں اس کو روکنا خطبہ کی حالت میں جائز تھا۔ غنیہ[1] میں ہے یکرہ للخطیب ان یتکلم حال الخطبۃ بکلام الدنیا کما فی الاذان والاقامۃ بل اولٰی عالمگیریہ[2] میں ہے یکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبۃ الا ان یکون امرا بمعروف۔ مگر اسے خود روکنا تھا دوسروں کو حکم کرنا کہ تم روکو نہ تھا کہ انھیں خطبہ کے وقت سے پہلے ہی سے جب امام خطبہ کے لئے چلے پوری توجہ کے ساتھ متوجہ ہوکر بیٹھنا چاہئے اور ہر طرح کلام ممنوع۔ وہ اگر کسی کو امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کریں تو زبان سے

- [1] غنیہ ص ۵۱۶۔ [2] جلد اول ص ۱۴۷

نہیں کرسکتے ہاں آنکھ یا سر یا ہاتھ کے اشارہ سے کر سکتے ہیں۔ عالمگیریہ[1] میں ہے۔ اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام سواء کان کلام الناس او التسبیح او تشمیت العاطس او رد السلام (الی ان قال) واذا لم یتکلم بلسانہ ولکنہ اشار بیدہ او برأسہ او بعینہ نحو ان رای منکرا من انسان فنہاہ بیدہ او اخبر بخبر فاشار برأسہ الصحیح انہ لاباس بہ ھکذا فی المحیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۔ از محلہ بانسخانہ بریلی مسئولہ حمید اللہ خاں۔

زید جو کہ صلاۃ کا منکر ہے اور دو ایک اس کے ساتھی اور بھی ہیں جو کہ منکر صلاۃ ہیں انھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ صلاۃ نہ ہو مگر اہل محلہ نے ان کے خلاف جس طرح سے روزمرہ صلاۃ وقت مقررہ پر ہوتی ہے قائم رہی اور یہ طے کیا کہ صلاۃ بند نہ ہوگی اور بدستور ہوتی رہے گی اس فیصلہ میں دو چار آدمیوں نے یہ بھی کہا کہ صلاۃ ایک نیک کام ہے اگر بعد نماز ختم ہونے کے دس دس مرتبہ اور کہا اور ہم بھی شریک ہیں یہ کلمات درود و سلام بھیجنے کے ہیں اس پر تمام اہل محلہ نے کہا دس دس مرتبہ نہیں بلکہ جس قدر جس کو زیادہ درود و سلام بھیجنے کا موقع ہو پڑھے اور یہ بات بعد نماز عشا کے طے ہوا تھا آج زید مذکور نے یعنی منکر صلاۃ نے ظہر کی جماعت جب ختم ہوگئی اور جو آدمی باقی رہ گئے تھے نماز پڑھ رہے تھے باآواز بلند صلاۃ پکاری اس صورت سے اس منکر صلاۃ کا صلاۃ کہنا کہاں تک درست ہے۔ مفصل تحریر فرمادیجئے ورنہ یہاں پر خطرہ فساد کا ہے۔ فقط

الجواب۔ بے شک صلاۃ و سلام عرض کرنا نیک کام ہے جب وہ نیک کام مانتے ہیں تو نیک کام سے کیوں روکتے ہیں نماز سے پہلے بھی نیک کام ہے نماز کے بعد بھی نیک کام ہے جس وقت عرض کریں نیک کام ہے نماز کے بعد اس سے جو دوسرا مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوگا نماز سے پہلے وہ مقصد بھی حاصل ہوگا ایک بات کئی مقصد رکھ سکتی ہے مثلاً اذان سے اعلام ہی مقصود نہیں بلکہ اس سے جیسے اعلام مقصود ہے یوہیں اعلاء کلمۃ اللہ اعلان ذکر اللہ نشر ثناء الٰہی رفعت رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتذکیر جن وانس۔ مقتدی کا نماز میں سبحان اللہ کہنا اس سے ذکر الٰہی تسبیح بھی مقصود اصلاح نماز بھی امام کو اس کی غلطی پر ضمناً تنبیہ ہوتی ہے بحر الرائق[2] میں فرمایا المقصود من الاذان لم ینحصر فی الاعلام بل ھو واعلان الذکر ونشر ثناء اللہ تعالیٰ وتذکیر الجن والانس۔ یوہیں صلاۃ و سلام بعد اذان سرکار سرہر کار علیہ الصلاۃ والسلام پر درود بھی ہے اور اس وقت اس سے تثویب اعلام بعد اعلام بھی

[1] فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص ۱۴۸ مطبوعہ بیروت [2] بحر الرائق جلد اول ص ۲۶۵ مطبوعہ کوئٹہ

حاصل۔ ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔

دیکھو ایک نماز نفل چار نیت سے ادا کی جا سکتی ہے اگر کوئی وہ دو رکعت ان چار نیتوں سے پڑھے سب باتوں کا ثواب خدا چاہے حاصل ہوگا۔ اور چاروں باتوں کا ادا کرنے والا ٹھہرے گا۔ وضو کرکے دو رکعت بہ نیت تحیۃ الوضوء و تحیۃ المسجد پڑھے دونوں باتیں ادا ہو جائیں گی۔ اور اگر وقت چاشت ہو اور اس وقت کسوف بھی ہو اور ان دونوں کی بھی نیت کر لے تو چاروں ادا ہو جائیں گی۔ طحطاوی[1] علی مراقی الفلاح میں فرمایا یصح لونوی نافلتین او اکثر کما لونوی تحیۃ مسجد وسنۃ وضوء وضحی وکسوف اھ

اور دیکھو اگر کوئی غسل کر رہا ہو غسل جنابت اور دن جمعہ کا ہو اور اس دن عید بھی اور وہ جنابت وعید وجمعہ سب کی نیت سے غسل کرے سب ادا ہوں گے۔ اور سب کا ثواب پائے گا یوہیں اگر کوئی سوتے وقت اس نیت سے وضو کرے کہ با وضو سوئے گا اور ساتھ ہی اس کی نیت بھی کرے کہ غیبت کی ہے بعد غیبت وضو مستحب ہے۔ یوہیں اونٹ کا گوشت کھایا ہے اور اس کے بعد وضو کرنا مستحب و مستحسن ہے تو ایک ہی وضو سے جو سب کی نیت سے کرے گا سب باتوں کا ثواب پائے گا۔ حاشیہ علامہ طحطاوی[1] علی مراقی الفلاح میں ہے ان جمع بین عبادات الوسائل فی النیۃ صح کما لو اغتسل لجنابۃ وعید وجمعۃ اجتمعت ثواب الکل وکما لو توضأ لنوم وبعد غیبۃ واکل لحم جزور۔

تثویب اعلام بعد اعلام کو وہابی بھی جائز ثواب مانتا ہے۔ وہابی۔ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ سے جلتا ہے۔ وہابی تثویب کا دراصل مخالف نہیں بلکہ اس صلاۃ وسلام کا مخالف ہے۔ اسے شرک جانتا ہے جب تثویب مستحسن اور سنی کے دل کی راحت دل کا چین ایمان کی رونق الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس کی مخالفت کے کیا معنی سوا اس کے کہ ایسے لوگ وہابیوں کے جھوٹے پروپیگنڈے کا شکار ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ خدا انھیں ہدایت فرمائے اور توفیق خیر دے راہ ثواب پر چلائے کار ثواب ان سے کرائے ضد و عناد اور ہر فساد سے بچائے انھیں وہابیہ کی چھاپی کتاب درباره تثویب کے صـ۲۳ پر ہے بقیہ اوقات صلاۃ تثویب زمانہ تابعین سے مستحسن ہوئی ہے اور اس میں وہ جملہ الفاظ درست ہیں جو دال علی الاعلام ہوں الخ اسی میں اسی صفحہ پر کچھ سطر کے آگے ہے متاخرین نے مغرب کے علاوہ جملہ نمازوں میں تثویب جائز قرار دی اور علت اس کی صرف وقت لوم اور غفلت ہے اور عوام کی سستی اور کاہلی کا ظہور امور دینیہ میں کما صرح فی العنایہ شرح الہدایہ اور یہ جملہ امور

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح صـ۱۱

صحیح ہیں پس متاخرین نے بضرورت تہاون نائمین چوں کہ اس کو جائز قرار دیا ہے اھ ص۲۴ پر ہے تثویب کا مقصد جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے صرف یہی ہے کہ مخاطب کو نماز کے لئے متنبہ کیا جائے اور اس جملہ الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کو فعل تثویب میں استعمال کرنا جہل مرکب اور ضلال مبین ہے اور چوں کہ یہ لفظ دال پر تثویب نہیں اس لئے تثویب کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

ان عبارتوں سے ظاہر ہے روز روشن کی طرح روشن ہے کہ تثویب کو وہابی بھی جائز نہ صرف جائز مستحسن مانتا ہے ہاں اس میں درود شریف صلاۃ وسلام کا انکار کرتا ہے اور اس کے انکار میں اپنی جہالت اپنی حماقت کا طرح طرح تماشہ دکھاتا ہے جو لوگ ایسی جگہ جہاں اذان واقامت کے درمیان صلاۃ و سلام عرض کیا جاتا اور اس سے اعلام بعد اعلام کا فائدہ بھی لیا جاتا ہے بعد نماز آواز بلند صلاۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں صلاۃ وسلام نیک کام ہے اگر بعد نماز ختم ہونے کے دس دس مرتبہ اور کہو ہم بھی شریک ہیں وہ ازراہ چالاکی صلاۃ وسلام کو بند کرنا چاہتے ہیں کہ جب بعد نماز بھی صلاۃ ہوگی تو قبل نماز اعلام بعد اعلام کا افادہ نہ کرے گی یوں لوگ درمیان اذان واقامت بآواز بلند نہ کیا کریں گے کہ اس وقت آواز بلند صلاۃ وسلام عرض کرنے کا جو ضمنی فائدہ تھا وہ اب نہ رہا اس خیال کے لوگ اذان کے لئے بھی یہی کہیں گے کہ اذان نیک کام ہے بعد نماز بھی ہوا کرے دس دس مرتبہ یا سو سو مرتبہ ہم بھی شریک ہیں جو صلاۃ مابین اذان واقامت جاری ہے وہ جاری رہے بعد نماز بھی اگر کچھ لوگ دس دس بار عرض کریں عرض کریں وہاں کے لوگ سمجھ لیں کہ بعد نماز جو صلاۃ وسلام دس بار یا بیس بار ہے وہ بعد نماز ہے نماز سے پہلے جو صلاۃ وسلام عرض کیا جاتا ہے جس سے اعلام بعد اعلام کا بھی فائدہ ہے وہ دس بیس سو پچاس بار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط۔

مسئلہ ۳۴۔ از موضع بھنڈورہ ڈاکخانہ بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ شیر محمد خاں

ایک شخص نماز میں ولا الضالین کے بجائے ولا الضالین ظ کی آواز سے پڑھتا ہے لہذا ایسے پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں وہ کہتا ہے کہ میں ولا الضالین کو ظ کی آواز سے پڑھوں گا بہت اصرار کرنے پر اس نے ایک جمعہ کو ولا الضالین کو صحیح پڑھا تو اس نے یہ کہا کہ نہ میری نماز ہوئی اور نہ مقتدیوں کی۔

الجواب۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے اور ض کو ض نہ پڑھے اس وقت تک اس کے پیچھے

نماز نہ پڑھی جائے جو شخص ض کو ض پڑھ سکتا ہے اور عمداً ظ پڑھتا ہے اس کی نماز نماز نہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا نماز کھونا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض جگہ اگر ض کی جگہ ظ نکل گئی یا کوئی شخص ہزار ض کو ض کے مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا ہو مگر وہ ناکام رہتا ہے تو یہاں دال نہ پڑھے اگر ظ پڑھے گا نماز ہو جائے گی کوشش ض کو صحیح نکالنے کی کرتا رہے مگر اس صورت میں اوروں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ ہاں اگر بے قصد ض کی جگہ ضالین میں ظ نکل جائے گی تو اس کی اور وہ امام ہو تو اوروں کی بھی ہو جائے گی۔ جو شخص ض کو ض پڑھ ہی نہ سکے یا جو پڑھ سکے مگر عمداً ض نہ پڑھے بجائے ض کے ظ وغیرہ پڑھے تو اس کے **پیچھے نماز نہ ہوگی۔ اور عمداً ایسا پڑھنے والا اشد گنہگار مستوجب نار مستوجب غضب جبار** ہے۔ علماء نے اسے کفر فرمایا یہ شخص اس سے بھی بدتر ہے کہ ض پڑھنے کو کہا کہ نہ میری نماز ہوئی نہ مقتدیوں کی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ شخص جب تک توبہ نہ کرے تجدید اسلام اور بی بی رکھتا ہو تو اس سے بھی تجدید نکاح جب تک نہ کرے اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھی جائے یوں ہی جب تک کہ ض کو ض نہ پڑھے جب تک تائب نہ ہو اس سے میل جول سلام کلام اور ربط ضبط بھی موقوف کر دیا جائے جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب کا اعادہ لازم وہ شخص جو ض کو ظ کی آواز ہی سے پڑھنے پر مصر ہے اور صحیح ضالین پڑھنے کو مفسد نماز جانتا ہے ہرگز لائق امام نہیں جب تک توبہ نہ کرے اس کے ساتھ نشست برخاست یک لخت ترک کر دی جائے۔

عالمگیری[1] میں ہے ان ذکر حرفا مکان حرف ولم یغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذلک لم تفسد صلاتہ وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاتہ عند الکل وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اکثرھم لاتفسد صلاتہ ھکذا فی فتاوی قاضی خان وکثیر من المشائخ افتوابہ قال القاضی الامام ابوالحسن والقاضی الامام ابوعاصم ان تعمد فسدت وان جری علی لسانہ اوکان لایعرف التمیز لاتفسد وھو اعدل الاقاویل والمختار ھکذا فی الوجیز للکردری ومن لایحسن بعض الحروف ینبغی ان یجھد ولا یعذر فی ذلک اھ مختصراً فتاوی قاضی خاں میں ہے ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لاتفسد صلاتہ اسی[2] میں ہے لوقرأ الامام اطط رتم

---

[1] جلد اول صفحہ ۸۰ مطبوعہ بیروت ، [2] جلد اول مطبوعہ بیروت، صفحہ ۱۴۱

بالظاء تفسد صلاته وکذا لو قرأ الامام اذا طرب تم بالذال مکان الضاد تفسد صلاته ولو قرأ بالتاء مع الضاد الاما اضترب تم لا تفسد صلاته۔ اسی میں[1] ہے لو قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالذال تفسد صلاته ولو قرأ الضالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلاته ولو قرأ الدالین بالدال تفسد صلاته۔ جامع الفصولین میں ہے یقرأ الظاء مکان الضاد ویقف کیف یشاء واصحاب الجنة مکان اصحاب النار لم تجز امامته ولو تعمد کفر۔ ملا علی قاری کی منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں کون تعمده کفرا لا کلام فیه واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵

سوال بجز اس کے کہ مقرر کیا گیا اور قابل امام موجود ہے ملازم پیشہ کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اگر کوئی شخص قابل امامت موجود ہے اور وہ بے معاوضہ اس خدمت کو انجام دیتا ہے تو اسی کے پیچھے نماز پڑھی جائے دوسرا شخص اگرچہ قابل امامت ہو اور مسجد سے بے ضرورت تنخواہ پر نہ رکھا جائے اور اگر خود لوگ چندہ کرکے تنخواہ دیں جب بھی کہ اگرچہ متاخرین کے نزدیک اجرت امامت لینا دینا جائز پھر بھی خود امامت پر عقد نہ کرنا چاہئے مگر ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی امامت سے اس کی امامت کہیں بالا ہے جو بے معاوضہ پڑھاتا ہے یہ تو اس صورت میں ہے کہ دوسرا بھی امامت کے لائق ہو کہ سنی صحیح العقیدہ ہو وہابی وغیرہ بدمذہب نہ ہو اور اگر وہ بدمذہب ہے جب تو اس کے پیچھے نماز گناہ ہے اور اس کی بدمذہبی معاذ اللہ کفر تک پہونچی ہوئی ہو جیسے آج کل کے وہابی اور قادیانی وغیرہم جب تو اس کے پیچھے نماز ہی باطل جیسے کسی ہندو مجوسی نصرانی یہودی کی پیچھے یوہیں اگر بدمذہب تو نہیں مگر فاسق معلن ہو کہ مثلاً داڑھی حد شرع سے کم رکھتا ہو یا کسی اور فسق کا ارتکاب علی الاعلان کرتا ہو تو بھی اس کی امامت جائز نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی کہ پڑھنی گناہ اور جو پڑھی ہو اس کا پھیرنا واجب یوہیں اگر فاسق بھی نہ ہو مگر مسائل ضروریہ طہارت وصلاۃ سے ناواقف یا واقف بھی ہو مگر بہرحال ان پر عامل نہ ہو۔ قرآن عظیم صحیح نہ پڑھتا ہو حلال ملازمت رکھنے والے کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اس کی امامت درست ہے خود امامت کی ملازمت مراد ہے تو اس کا حکم اوپر گذر چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] ھندیہ مع عالمگیری جلد اول صـ۱۴۳ مطبوعہ بیروت

مسئلہ ۳۶ ۔ جو شخص اپنی ذاتی غرض سے ایک عالم کو بر سر اجلاس فحش گالیاں حتی کہ ماں دادی بیوی وغیرہ کی دے کر کفر کا فتویٰ لگائے اور بغیر توبہ یا معافی کے پھر مسجد کا امام بن جائے اس کے پیچھے نماز درست ہے حالاں کہ خود بھی مولوی ہونے کا مدعی ہو اور کسی جائداد وغیرہ کے جھگڑے میں اپنے بزرگ مولوی کو برا کہہ کر کفر کا فتویٰ لگا کر مسجد کا مالک بننے کی کوشش کر کے امام بنے کیا اس کی امامت درست ہوگی؟

الجواب ۔ نہیں جب تک وہ توبہ نہ کرے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۷ ۔ از قصبہ مگھر محلہ شیر پور ضلع بستی عبدالحامد اشرفی ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

۱ زید حنفی سنی کہتا ہے کہ ضالین پڑھنا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ ظالین پڑھنا جائز ہے

اس دیوبندی ظالین پڑھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں حالاں کہ عقائد باطلہ بھی رکھتا ہے اور وہ کس گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے اور ایسے عقائد والوں سے سلام کلام طعام اور بیاہ شادی کرنا کیسا ہے؟

۲ بعد نماز فجر فرض قبل طلوع آفتاب کے سنت پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

۳ بعد نماز وتر کے نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہو کر ۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ جو شخص ض کو بمشقت بھی اس کے مخرج سے نہ نکال سکے وہ اس کو اس کے مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا رہے یہ اس پر فرض ہے وہ معذور نہ ٹھہرایا جائے گا اگر اس نے کوشش چھوڑ دی تو ملزم ہوگا اور اگر ض کی بجائے جان کر کوئی دوسرا حرف پڑھے گا نماز نہ ہوگی ہاں وہ کوشش کر کے بھی صحیح صحیح ض نہ پڑھے اور اس کی زبان سے بجائے ض کے اگر ظ ادا ہو تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی مگر اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی جب تک وہ صحیح نہ پڑھے گا ۔ یوہیں وہ شخص جو ض اور ظ میں فرق سے واقف نہیں اسے تمیز نہیں وہ اگر بجائے ض ضالین میں ظا پڑھ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی ۔ یوہیں اگر کسی کی زبان سے بجائے ضالین ظالین نکل گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایسے لوگ بجائے ض د ضالین میں پڑھ جائیں تو نماز نہ ہوگی ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر جگہ ایسے لوگ اگر ض کو ظ پڑھ جائیں گے تو نماز ہو جائے گی اور کچھ اور پڑھ جائیں گے تو نہ ہوگی بلکہ مغضوب کو اگر مغظوب یا مغذوب پڑھا جائے گا نماز فاسد ہو جائے گی ۔ یوہیں اضطر، تم کو اگر اظطر، تم یا اذطر، تم پڑھ دیا جائے گا نماز فاسد ہو جائے گی ۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ جو جاہل وہابیوں نے جاہلوں کو بہکایا ہے کہ ض کو ظا پڑھے یہ محض ان

کی تفضیل ہے، ظاد تو کوئی حرف ہی نہیں وہی ض کو ظ پڑھنا بتایا اور ظ پڑھنے سے بعض صورتوں میں نماز فاسد ہوگی اور عمداً ض کو ظ یا کسی حرف سے بدل کر پڑھنا اس سے نماز تو نماز ایمان ہی جاتا رہے گا کہ یہ تحریف اور قصداً تحریف ہے یقرأ الظاء مکان الضاد لم یجز امامته ولو تعمد کفر منح الروض الازہر میں ہے کون تعمدہ کفرا الاکلام فیہ عالمگیریہ میں ہے ان ذکر حرفا مکان حرف ان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد تفسد صلاته عند الکل وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد اختلف المشائخ قال اکثرھم لاتفسد صلاته ھکذا فی فتاوی قاضی خاں وکثیر من المشائخ افتوابه قال القاضی الامام ابو الحسن و القاضی الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت وان جری علی لسانه اوکان لایعرف التمیز لاتفسد وھو اعدل الاقاویل والمختار ھکذا فی الوجیز للکردری ومن لایحسن بعض الحروف ینبغی ان یجھد ولایعذر فی ذلك اھ مختصراً فتاویٰ قاضی خاں میں لو قرأ الامام اظطرتم بالظاء تفسد صلاته ولو قرأ الامام اذطر تم بالذال مکان الضاد تفسد صلاته ولو قرأ بالتاء مع الضاد الا ما اضطررتم لا تفسد صلاته۔ اسی میں ہے لو قرأ غیر المغظوب بالظاء وبالذال مکان الضاد تفسد صلاته ولو قرأ الظالین بالظاء او بالذال لاتفسد صلاته ولو قرأ الدالین بالدال تفسد صلاته۔ جو عمداً ظالین پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا نماز فاسد کرنا ہے اگرچہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہو یا واقع میں نہ ہو۔ اور اگر وہ وہابی وغیرہ بدمذہب ہو تو یوں بھی اس کی امامت ناجائز اگر ضالین بہت صحیح وصاف پڑھتا ہو۔ بدمذہب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور اگر اس کی بدمذہبی حد کفر تک پہونچی ہوئی ہو جیسے آج کل وہابی قادیانی دیوبندی رافضی وغیرہ جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے۔ اس سے سلام کلام ربط ضبط اس کے ساتھ کھانا پینا راہ رسم رکھنا سب حرام ہے قال تعالیٰ واما ینسینك الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۝

واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸۔ زید نے رکعت ثانی میں اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا پر وقف کیا اور رکوع کرلیا اور اس آیت کے بعد ایک آیت پوری چھوڑدی جو یہ ہے یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیۡنَ اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ایک شخص یہ کہتا ہے کہ یدخل کے یا میں تشدید ہے لہذا املانا ضروری تھا۔

لہ جلد اول ۲۳۶ مطبوعہ بیروت، ۲ جلد اول ۷۶ مطبوعہ بیروت، ۳ ایضاً ۱۳۲ سکے پ ۷ ع ۱۴ ، شہ سورۂ دہر آیت ۳۰،۳۱

دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکیما پر وقف کیسا ہے۔ اور اس شخص کا کہنا کہ ملانا ضروری تھا صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

المستفتی محمد فخر الدین مونگیری

الجواب۔ حکیما پر وقف کر سکتا ہے آیت آگے کی یاد نہ تھی جب تو کوئی بات نہیں ہاں یاد تھی اور چھوڑ دی یہ برا کیا وہاں وصل ضروری نہیں وہ غلط کہتا ہے یہاں وصل بہتر ہے وقف سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم یہاں حکیما کے بعد یہ تین علامتیں قرآن عظیم میں مکتوب ہیں لا۔صلی۔ق۔ق خود علامت قیل علیہ الوقف اور صلی مخفف الوصل اولیٰ اور لا اشارہ عدم وقف ہے تو نہ ٹھہرنا اور ملانا بہتر ہے نہ یہ کہ لازم و ضروری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ ۔ از منشی جان محمد محلہ نئی بستی شہر کہنہ بریلی۔ ۲۴ جمادی الآخرہ ۱۳۵۷ھ

امام کو نیت کس طرح کرنا چاہئے۔ نیت امام کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ امام ویسے ہی نیت کرے جیسے منفرد کرتا ہے وہ نیت امامت کرنے کا محتاج نہیں عالمگیریہ[1] میں ہے والامام ینوی ماینوی المنفرد ولا یحتاج الیٰ نیۃ الامامۃ حتی لونوی انہ لایؤم فلانا فجاء فلان واقتدیٰ بہ جاز ھکذا فی فتاوی قاضی خان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱ ۔ از مقام کو سد گڈھ ضلع اجمیر شریف۔ فیض محمد ولد محمد بخش صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں۔

(۱) ایک شخص نے مسجد کے اندر لونڈا بازی کی مسلمانوں کو معلوم ہونے پر توبہ استغفار کرایا۔ (۲) یہی شخص محلہ کے اندر چوری کی جس کی وجہ سے جرم قائم ہو کر کے سزا یافتہ ہوا (۳) یہی شخص غیر عورت سے زنا کیا دونوں شادی شدہ تھیں دوبارہ توبہ استغفار کرایا اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ زنا ہرگز نہ کروں گا (۴) پھر شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرتے وقت دیکھا اور ہر قوم میں وہر جگہ اس شخص کی شہرت پھیل گئی بعدہٗ محلہ کے تمام مسلمان اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ یہ شخص اپنے محلہ کے اندر بار بار زنا کیا ہے اس لئے اقرار نامہ لکھا کہ آئندہ کے لئے اس شخص کو محلہ کے اندر نہ آنا چاہئے ترک موالات کرایا (۵) یہ شخص غیر محلہ کا رہنے والا ہے اور چھ سال تک ہمارے محلہ کے اندر نہ آنے پائے بعض شخص نا اتفاقی کی وجہ سے اس شخص کو مسجد کے اندر لائے اور اس شخص کے آنے سے محلہ کے اندر فتنہ فساد پھیل گئے ہیں اس شخص کے مسجد میں آنے کی وجہ سے ہمارے محلہ کے اندر نا اتفاقی پھیل کر پنج وقتہ نماز میں

[1] فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۶۶ مطبوعہ بیروت

کی جماعت ٹوٹ گئی۔ (۶) یہی شخص ہنود کے ساتھ خنزیر کا شکار کھیلنے کو جایا کرتا ہے اور کئی کئی روز شکار گاہ میں رہ جاتا ہے۔ اس شخص کا شرعًا مسجد و محلہ کے اندر آنا جائز ہے یا نہیں اور یہ مسجد محلہ کے اندر ہے (۷) اور یہی شخص امامت کے قابل شرعًا جائز ہے یا نہیں۔ اوپر لکھے ہوئے سوالوں کا جواب ساتھ دلیل کے دے کر ثواب دارین حاصل فرمائیں اندیشہ خونریزی کا ہے جواب جلد مرحمت فرمائیں؟

الجواب۔ وہ شخص سخت شدید گنہگار مستحق نار ہے اس سے میل جول ناجائز ہے اس کے اس حال بدحال پر مطلع ہو کر جو اس کے ساتھی ہیں وہ بھی گنہگار ہیں اس ظالم کی رسی میں گرفتار ہیں ان پر بھی توبہ لازم یہ لوگ اگر توبہ نہ کریں تو اس کی طرح ان کا بھی حقہ پانی بند کر دینا چاہئے ان سے بھی میل جول موقوف کیا جائے وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں اسے ہرگز امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز مکروہ اسے امام بنانا گناہ غنیہ و تبیین الحقائق وغیرہما میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون[۱] در مختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[۲] جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۲۔ مرسلہ بابو شیخ رسول صاحب سیونی نیا پورہ ضلع ہوشنگ آباد مالوہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) مسجد اہل سنت و جماعت میں حنفی امام کے پیچھے وہابی نماز پڑھتے ہیں اور آمین بالجہر کہتے ہیں اس پر اکثر اوقات حنفیوں اور وہابیوں میں فساد ہوتے ہیں کیا اس حالت میں وہابیوں کو آمین بالجہر کہنے سے روکا جائے تو کیا خلاف مسئلہ ہوگا حالاں کہ وہابی بضد ہیں کہ اگر ہم یہاں حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو آمین بالجہر ضرور کہیں گے ایسی خطرناک حالت میں اگر وہابیوں کو مسجد مذکور میں آنے سے بھی روکا جائے تو کیا مسئلہ کے خلاف ہوگا؟

(۲) سوا آمین بالجہر کے جو وہ رفع یدین وغیرہ کرتے ہیں اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے کیوں کہ رفع یدین پر ہر شخص کی نظریں نہیں پڑتی ہیں اور آمین بالجہر کا آواز کس و ناکس کے کانوں تک پہونچتا ہے؟

(۳) اکثر مساجد پر وہابی لوگ اپنا قبضہ مالکانہ اسی طرح جمانا چاہتے ہیں اور حنفیوں کی مسجد میں ممبر بھی بنتے ہیں ایسی صورت میں ان کو ممبر بھی رکھا جائے یا نہیں؟

(۴) وہابی، شافعی غیر مقلدین میں کیا فرق ہے یا ان کا اصول و فروع ایک ہیں یا مختلف؟

[۱] غنیہ ص ۴۷۹ - [۲] در مختار مع شامی جلد اول ص ۳۳۷ مطبوعہ کوئٹہ

الجواب ۔ (۱) وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں احکامھم احکام المرتدین انھیں مسلمانوں کی مسجد میں آنے کا کوئی حق نہیں انھیں روکا جائے اگر وہ نہ رکیں یا مما نعت پر فتنہ فساد کرنے پر اتر آئیں تو حکومت سے انھیں رکوایا جائے مسجد سے ہر موذی کو روکنے کا حکم ہے خصوصاً ایسا موذی در مختار[1] میں ہے۔ یمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) آمین اور رفع یدین خود تو ایذا کی چیز نہیں شوافع کریں تو ان کی مما نعت نہ کی جائے وہابی تو بھی ایذا کی چیز ہے بوجہ اپنی بددینی کے اگرچہ آمین بالجہر اور رفع یدین حنفی مذہب کی ضد پر نہ بھی کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کفار مرتدین کو مسجد سے روکنے کے بابت جب معلوم ہو گیا تو اس سوال کا جواب بھی اس سے واضح ہو گیا جب مسجد میں آویں گھسنے بھی نہ دینا چاہئے تو انھیں مسجد کی کمیٹی کا رکن بنانا کیسے روا ہو سکتا ہے ہرگز وہ ممبر کے اہل نہیں اگر نادانستہ اسے ممبر کیا گیا ہو تو اب اسے ممبری سے نکال باہر کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شافعی ہمارے بھائی سنی مسلمان ہیں ہم میں ان میں کچھ فرعی اختلافات ہیں ہم امام اعظم کے مقلد ہیں وہ امام اعظم کے شاگرد کے شاگرد حضرت امام شافعی کے مقلد ہیں وہ دونوں اہل حق و ہدایت ہیں دونوں باہم اصولاً متحد ہیں اور ہم اہل سنت سے وہابیوں کا اختلاف محض فرعی نہیں اصولی بھی ہے اور فرعی بھی ویسا نہیں جیسا حنفی شافعی کا مالکی حنبلی کا بلکہ ان کا اختلاف اصولی اور عناداً ہے۔ دوسرے تقلید ہی کو شرک جانتے ہیں وہابی دونوں طرح کا ہوتا ہے مقلد بھی جو دعویٰ تقلید کرتا ہے اور تقلید کو ضروری بتاتا ہے جیسے دیوبندی اور غیر مقلد بھی جو تقلید کو حرام و شرک بتاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳ ۔ اگر وہابی لوگ مسجد اہل سنت و جماعت میں حنفی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت علیحدہ قائم کر کے آمین بالجہر کہیں تو کیا ان کو جماعت قائم کرنے دی جائے یا وہ اگر جماعت قائم کر کے نیت باندھ چکے ہوں اور آمین بالجہر کہہ رہے ہوں تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے کیوں کہ ہر وقت ایسے واقعات سے بلوہ ہونے کا اندیشہ ہے اور وہابی لوگ آمادہ فساد ہیں از روئے شرع شریف جواب مرحمت فرمائیں۔

[1] در مختار مع شامی جلد اول ص ۴۸۹ مطبوعہ کوئٹہ

الجواب۔ اس کا جواب اوپر کے جوابوں سے واضح ہے انھیں مسجد ہی میں آنے کی ممانعت حکومت سے کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴۔ از عبدالغنی صاحب محلہ ذخیرہ بریلی

مغرب کے تین فرض امام کے ساتھ ادا کئے لیکن جس وقت امام نے سلام پھیرا اور دعا سے فارغ ہوگیا تو اگلی صف کا ایک مقتدی تین آدمیوں کے آگے سے سیدھے ہاتھ کی طرف نکل گیا وہ تین آدمی جو اپنی نماز ادا کرچکے تھے اور انھیں تینوں آدمیوں کے پیچھے جن کی نماز باقی تھی وہ تین آدمی دوسری صف میں ادا کررہے تھے اس میں کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب۔ اس صورت میں کہ مصلی اور گذرنے والے کے درمیان کوئی حائل ہو شجر یا آدمی وغیرہ تو گذرنے میں کوئی حرج نہیں قال فی الغنیۃ[1] لایکرہ المرور بین یدی المصلی اذا کان من ورآء الحائل اسی میں اس عبارت سے اوپر ہے حائل[1] یحول بینہ وبین المار ای العصا المرکوزۃ امامہ او الاسطوانۃ او نحوھما من شجرۃ او آدمی او دابۃ او غیر ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵۔ مستورات حافظہ تراویح کی نماز پڑھا سکتی ہیں یا نہیں یعنی ایسی جماعت جس میں صرف عورتیں ہی ہوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ عورتوں کو جماعت کا حکم فرض میں نہیں نفل تو نفل ہے عورتوں کی جماعت مکروہ ہے اور اگر کریں تو ان میں جو امام بنے وہ ان کے وسط میں کھڑی ہو۔ مردوں کے امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو فرض میں بھی یونہی تراویح میں بھی کہ اس میں ان کی امام آگے کھڑی ہو کراہت دوہری ہوجائے گی اور امام دوہری گناہگار۔ درمختار[2] میں ہے ویکرہ تحریمًا جماعۃ النساء ولو فی التراویح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶۔ از شہر کہنہ از مکان مصطفےٰ علی خاں بریلی شہر۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ان مسائل میں۔

۱۔ عورت اگر نماز کی نیت باندھے تو انگوٹھوں کو شانے پر لگا کر باندھے یا ہتھیلی کا رخ کعبہ کی طرف کرکے نیت باندھے اور انگلیوں کے سرے کانوں کی لو تک اٹھائے جاویں یا اس سے اونچے۔

۲۔ رکوع کرنے میں عورت کے گھٹنے کس قدر ڈھیلے رہیں یعنی جھکنے میں کس قدر آگے کو نکلے

[1] غنیہ ص۳۵۳ [2] درمختار مع شامی جلد اول ص۴۱۸ مطبوعہ کوئٹہ

رہیں یا بالکل کھینچے رہیں؟

۳۔ عورت اگر سینہ پر ہاتھ باندھے تو تینوں انگلیاں اوپر رکھے اور باقی انگوٹھے اور چھنگلیا کا حلقہ کرے۔

الجواب۔ ۱۔ عورت کاندھوں تک ہاتھ اٹھائے انگوٹھے شانوں سے ٹیکنے کا حکم نہیں مرد و عورت میں یہی فرق ہے کہ مرد کان کی لو تک ہاتھ اٹھائے گا عورت شانوں تک اس طرح کہ انگلیاں شانوں تک اٹھیں۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں۔ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ جانب کرنی چاہئے اور انگلیاں پھیلالیں اور بلند رکھنی چاہئے۔ عالمگیریہ[۱] میں ہے اذا اراد الدخول فی الصلاۃ کبر و رفع یدیہ حذاء اذنیہ حتی یحاذی بابہامیہ شحمتی اذنیہ وبرؤس الاصابع فروع اذنیہ کذا فی التبیین قال الفقیہ ابوجعفر یستقبل ببطون کفیہ القبلۃ وینشر اصابعہ ویرفعہا فاذا استقرتا فی موضع محاذات الابہامین شحمتی الاذنین یکبر۔ والمرأۃ ترفع حذاء منکبیہا ہو الصحیح کذا فی الہدایۃ والتبیین۔ غنیہ[۲] شرح منیہ میں ہے المرأۃ فانہا ترفع یدیہا عند التکبیر حذاء ثدیہا بحیث تکون رؤس اصابعہا حذاء منکبیہا لان ذلک استر لہا وامرہا مبنی علی الستر۔

۲۔ عورت مرد کی طرح رکوع نہ کرے کہ پشت کو ایسا بچھادے کہ اگر پیالہ پانی سے لبریز پشت پر رکھا جائے تو وہ ٹھہر جائے بلکہ تھوڑا جھکے کچھ گھٹنوں کو بھی جھکائے اور گھٹنوں پر اعتماد نہ کرے اور انگلیاں کھلی نہ رکھے بلکہ ملی ہوئی اور بازو نہ پھیلائے عالمگیری[۳] میں ہے۔ المرأۃ تنحنی فی الرکوع یسیرا ولا تعتمد ولا تفرج اصابعہا ولکن تضم یدیہا وتضع علی رکبتیہا وضعا وتحنی رکبتیہا ولا تجافی عضدیہا گھٹنے کھچے تنے ہوئے نہ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے سامنے رہیں۔ مرد و عورت ہر ایک کے۔ اور انگلیاں قبلہ رو۔ پیٹ زانوں سے چپٹا ہوا رکوع اور سجود دونوں میں سجدہ کے بعد دونوں پاؤں پر بیٹھے۔ مرد کے سجدہ سے اتنی بات میں عورت کا حکم علٰحدہ ہے اور میں جدا نہیں کہ عبارت عالمگیری نے ظاہر[۴] یضع یدیہ فی السجود حذاء اذنیہ ویوجہ اصابعہ نحو القبلۃ وکذا اصابع رجلیہ ویعتمد علی راحتیہ ویبدی ضبعیہ عن جنبیہ ولا یفترش ذراعیہ ویجافی بطنہ عن فخذیہ والمرأۃ لا تجافی رکوعہا وسجودہا وتقعد علی رجلیہا وفی السجدۃ تفترش بطنہا علی فخذیہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱؎ جلد اول ص۷۳ مطبوعہ بیروت ۲؎ غنیہ ص۲۹۳ ۳؎ جلد اول ص۷۴ ۴؎ ایضاً ص۷۵

۴ ۔ ہاں عورت اس طرح ہاتھ باندھے جیسے مرد بس اتنا فرق ہے کہ مرد زیر ناف باندھے اور عورت سینہ پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مسئولہ از شہر کہنہ بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

۱ ۔ اگر امام سے قبل بعد تشہد درود شریف ودعاء سے فارغ ہوگیا تو سلام پھیرنے تک زید کچھ پڑھے یا خاموش رہے شرکت جماعت ابتدائی ہو یا درمیانی؟

۲ ۔ جماعت کے اندر بالغوں کی صف میں بچوں کا شامل ہونا ابتدائی یا درمیان میں جماعت بالغوں کو کوئی نقصان پہونچادے گا یا نہیں؟

۳ ۔ تکبیر اولیٰ کا وقت کب تک ہے؟

۴ ۔ زید کم از کم کتنی نماز پانے پر جماعت پانے کا مستحق کہلاسکتا ہے؟

۵ ۔ اگر رمضان المبارک میں فرض باجماعت نہیں ملے تو وتر باجماعت کا کیا حکم ہے حنفی مذہب میں مستحب کب سے کب تک ہے لہذا جنتری کے لحاظ سے آج کل کس وقت پڑھنا چاہئے۔

بینوا توجروا۔

الجواب۔ مقتدی اگر امام سے قبل تشہد اور درود ودعا سے فارغ ہوجائے تو تشہد کو اول سے مکرر پڑھے یا اگر کوئی دوسری دعا محفوظ یاد وہ جو مشابہ الفاظ قرآن ہو کرے یا کلمہ شہادت کی تکرار کرے یا سکوت کرے جو چاہے اور صحیح یہ ہے کہ عجلت سے نہ پڑھے اس طرح پڑھے کہ امام کے ساتھ فارغ ہو غنیہ میں ہے اذا فرغ من التشہد قبل سلام الامام یکررہ من اولہ وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ وقیل یسکت وقیل یأتی بالصلاۃ والدعاء والصحیح انہ یترسل لیفرغ من التشہد عند سلام الامام اور اگر قعدہ اولیٰ میں امام سے پہلے تشہد سے فارغ ہو تو تا فراغ امام خاموش ہی بیٹھے یہاں اقوال مختلف نہیں اسی میں ہے اذا فرغ من التشہد الاول قبل فراغ امامہ فانہ یسکت قولا واحدا۔ اس اشتغال یا سکوت کو تاخیر سلام سے علاقہ نہیں تاخیر تو جب ہوتی کہ جب تشہد و درود ودعا سے فارغ ہوتے ہی سلام واجب ہوتا خروج عن الصلاۃ بلفظ السلام واجب ہے نہ یہ کہ تشہد و درود ودعا پڑھتے ہی سلام معًا واجب ہے جائز ہے کہ وہ ایک دعا کے بعد اور چند ادعیہ پڑھے۔

پھر یہاں تو ہر طرح متابعت امام میں ہے جب تک امام سلام نہ پھیرے ہاں اگر امام قبل فراغ مقتدی از درود و دعا سلام پھیر دے تو اس لئے کہ یہ درود و دعا سنت ہے مقتدی کو چاہئے کہ متابعت امام کرے سلام امام کی متابعت میں پھیرے۔ متابعت امام فرائض و واجبات میں بے تاخیر لازم جب کہ کوئی دوسرا واجب عارض نہ ہو اور اگر کوئی واجب عارض ہو تو یہ نہ کرے کہ اس واجب کے سبب اس کو بالکل ترک کر دے بلکہ اسے کرے اور پھر متابعت بجا لائے اس لئے کہ اس واجب کو کر لینا متابعت کو بالکلیہ فوت نہیں کرتا صرف مؤخر کرتا ہے اور متابعت بے تاخیر سے وہ واجب بالکل فوت ہوتا ہے تو ایک واجب کی تاخیر ایک کے بالکل تفویت سے اولیٰ ہوئی ہاں اگر واجب کے موقع پر کوئی سنت عارض ہو تو لے ترک کیا جائے گا کہ ترک سنت تاخیر واجب سے اولیٰ ہے۔ ھکذا فی الغنیۃ۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

۲۔ بچوں کو پیچھے کھڑا کرنا چاہئے۔ اگر کوئی بچہ یا چند بچے یا سب جو آئے وہ اگلی صف میں شامل ہو گئے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا۔ مگر بچوں کو اس سے روکا جائے جو بچے ۹ سال یا اس سے کم کے ہوں انھیں زیادہ تاکید پیچھے کھڑے ہونے کی کی جائے اور جو نا سمجھ بچے نہ ہوں نماز سے پورے واقف ہوں انھیں بھی پیچھے کھڑا ہونا چاہئے اگرچہ ۹ سال سے زیادہ کے ہوں اگر اگلی صف میں ایسے بچے کھڑے ہوں تو جو بالغ نہیں مگر قریب البلوغ ہوں تو نا سمجھ بچوں کی طرح برا نہیں باقی ہے یہی بہتر کہ اگلی صف مردوں کی ہو اس کے پیچھے ان کی جو ابھی مرد نہیں ان کے پیچھے عورتوں کی اگر ہوں ان سے پیچھے لڑکیوں کی اگر ہوں کما فی العالمگیریۃ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

بالکل نا سمجھ بچے اگر بیچ صف میں ہوں گے تو یہ برا ہو گا جیسے کچھ کچھ فاصلہ سے آدمی کھڑے ہوں کہ یہ برا اور گناہ بھی ہے حدیث میں فرمایا تراصوا الصفوف وسدوا الخلل اور چھوٹے بچوں کے کھڑے ہوتے ہیں یہ بات سد خلل گویا حاصل نہ ہوگی۔ اس لئے اگر کوئی بچہ کھڑا ہو جائے تو یا اسے پیچھے کر دیا جائے یا جو آتا جائے اسے ایک طرف ہٹا کر اس کی جگہ خود کھڑا ہوتا جائے مگر جب کہ وہ بچہ نماز سے واقف اور ایسا ہو گویا مرد قریب البلوغ اسے نہ ہٹایا جائے کہ جو ادا میں بلوغ کے قریب ہے گویا وہ بالغ ہے اور اس بارے میں وہ بالغ مرتبہ رجال ہو جانا چاہئے۔ خلاصہ میں فرمایا فی الاصل الغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم یکن صبیحا فحکمہ حکم الرجال فان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء وھو عورۃ من فرقہ الی قدمہ لا یحل النظر الیہ ولو حاذی الامر رجلا لا تفسد صلاۃ الرجل فی ظاھر الروایۃ وعند محمد تفسد واللّٰہ تعالیٰ اعلم ھذا

ماعندی والعلم بالحق عند ربی۔

ترتیب بین الرجال والصبیان سنت ہے فرض وواجب نہیں جس کے ترک پر نماز میں فساد ہو جیسے رجال ونساء میں یہ ترتیب فرض ہے کہ اگر یہاں ترک کی گئی کہ کوئی عورت یا وہ سمجھدار صبیہ جو نماز جانتی ہو اور مشتہاۃ ہو مرد کی ہی صف میں کھڑی ہوگئی یا مرد سے آگے بڑھ گئی تو اس صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی خنثیٰ مشکل ہو تو وہ عورتوں کی صف سے آگے بچوں کی صف کے پیچھے کھڑا ہوگا۔ غنیہ[ع] میں ہے۔ والسنة ان یصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء لما مر من حدیث انس وخنثی المشکل یقوم قدام النساء ولا یقف معهن ثم الترتیب بین الرجال والصبیان سنة لا فرض هو الصحیح لما بینهم وبین النساء ففرض عندنا حتی لو حاذت امرأة او صبیة مشتهاة تعقل الصلاة رجلا او تقدمت علیه (الی ان قال) فسدت صلوٰة الرجل۔

۲۔ باجماع جماہیر علماء فضل جماعت انشاء اللہ تعالیٰ اسے سلام سے پہلے جزء اخیر میں بھی شرکت سے ملے گا غنیہ[لہ] میں فرمایا اجمع العلماء علی ان فضل الجماعة الموعود فی قوله علیه الصلاة والسلام صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرین درجة علی ما رویاه فی الصحیحین یحصل بادراك اقل الصلاة مع الامام ولو کان ذلك اٰخر القعدة الاخیرة قبل السلام لا علی قیاس قول محمد فانه لابد ان یکون رکعة بان یدرکه قبل رفع رأسه من رکوع الرکعة الاخیرة حتی یدرك فضیلة الجماعة لقوله علیه الصلاة والسلام من ادرك رکعة من الصلاة فقد ادرك الصلاة رواه مسلم والجمهور علی خلافه لقوله علیه الصلاة والسلام اذا اتیتم الصلاة فلا تاتوها وانتم تسعون واتوها وعلیکم السکینة فما ادرکتم فصلوا۔ وما فاتکم فاتموا متفق علیه ولفظ ما یشمل ادنی جزء ولیس فی ذلك الحدیث ان من ادرك دون الرکعة لم یدرك الصلاة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجد میں نماز پنجگانہ میں امام صاحب کے سلام پھیرتے ہی کچھ مقتدیوں کا اس قدر زور وشور سے نعرہ لگانا اور یا غوث یا غوث اس طرح چلا چلا کر کہنا کہ ان لوگوں کی بقایا نماز میں جو جماعت میں بعد کو شامل ہوتے ہیں خلل پڑے اور وہ اطمینان قلب سے نماز ادا نہ کر سکیں کیسا ہے۔ ایسے لوگوں کی نسبت شرع شریف کا کیا حکم ہے اور ان کا یہ فعل کیسا ہے اگر امام صاحب اس فعل کو نہ روکیں تو ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا

ع؎ مستملی ص ۴۸۵ مطبوعہ رحیمیہ لہ؎ غنیہ ص ۲۵۶

توجروا فقط۔ محمد احمد حامل مسئلہ

الجواب۔ اتنی آواز سے ذکر بعد نماز نہ کریں جس سے کسی مسلمان نمازی کو تشویش پریشاخاطری ہو۔ ذکر بجہر مفرط نہ کیا جائے گا اگرچہ یا اللہ یا اللہ کہیں اس وقت جو ذکر بھی کریں وہ ایسی آواز سے کہ اوروں کی نماز میں خلل نہ ہو حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے بعد ختم نماز ذکر جہر بھی بعض۔۔۔۔۔ میں ثابت مگر نہ بجہر مفرط جہر مفرط جائز نہیں ہاں اگر بعد نماز سے یہ مقصود ہو کہ علی الاتصال بعد ختم فرض نہیں بلکہ بعد فراغ از فرائض وسنن اہلسنت طرد الشیاطین زور سے نعرے لگاتے ذکر خدا ذکر رسول ذکر غوث جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کرتے ہیں جس سے مریض القلب گھبراتے ہیں اور اس کو اس پردہ میں رکھ کر اس کی آڑ لے کر کہ نماز کے بعد اتنے زور سے ذکر کرنا کیسا ہے کہ اور نمازیوں کی نماز میں خلل پڑے۔ سوال پیش کر کے جواب اپنی منشا کے موافق چاہتے ہو تو بھی جواب یہی کہ حد سے زائد بلکہ ضرورت سے زائد افراط اگر کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔ یا غوث اگر اتنی آواز سے کہیں گے کہ مسجد میں حاضر ہوتے اور کسی نمازی مسلمان کی نماز میں اس سے خلل نہ پڑے تو کچھ حرج نہیں جب کہ بعد جماعت ہو نہ کہ بعد فراغ از سنن ونوافل خالی وقت میں نمازی مسلمان سے مراد وہ ہے جو درحقیقت مسلمان ہے ہر مسلمان صورت مسلمان نام رکھنے والا مراد نہیں۔ اے بسا ابلیس آدم روئے ہست محض آدمی کی شکل رکھنے سے آدمی ہونا کچھ ضروری نہیں تو اگر کوئی قادیانی، رافضی، وہابی مرتد اس مسجد میں اس وقت حاضر ہوا اور وہ صورت نماز آرہا ہو تو اس کی نماز نماز نہیں جس میں خلل کے اندیشہ سے ذکر جہر کو روکا جائے۔ مسلمان کی نماز میں خلل ہوگا تو روکا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ ۔ جو شخص جھوٹی اور لغویات لوگوں سے کہہ دے یعنی زید سے یہ کہے کہ عمرو نے تجھے گالی دی اور عمرو سے یہ کہے کہ زید نے تجھے برا کہا اور اس کا یہ کہنا صریح جھوٹ منشا یہ ہے کہ دو مسلمان کے اندر آپس میں لڑائی ہو جائے اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ کبھی کبھی امامت بھی کرتا ہے لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور بغیر توبہ کئے ہوئے امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ عبدالغفار خاں موضع راٹن مونگیر

الجواب۔ ایسا شخص گنہگار ہے جھوٹ خود سخت کبیرہ ہے نہ کہ ایسا جھوٹ افترا کرنا جھوٹ بولنا دھوکا دینا فریب کرنا فتنہ اٹھانا مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا فساد کرانا یہ سب شدید گناہ ہیں۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے جو جھوٹ بولا جائے اور مسلمانوں پر افترا کیا جائے وہ اور بھی زیادہ ملعون کام ہے جھوٹ بولنا افترا کرنا ہی مسلمان کا کام نہیں نہ کہ ایسا جھوٹ ایسا قبیح وفضیح افترا قال[1] تعالیٰ انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون وقال

[1] سورۂ نحل آیت ۱۰۵

تعالیٰ لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[1]۔ وقال تعالیٰ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین[2]۔ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس منا من غشنا وہ شخص اگر ایسا جھوٹا مشہور ہو چکا ہو علی الاعلان جھوٹ بولنے کا عادی ہو چکا ہو تو فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز گناہ ہے اسے جب تک توبہ نہ کرے امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ ۔ ایک شخص صریح جھوٹ بولا اور عام مجمع پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ جھوٹا ہے اس پر ایک شخص نے بلکہ عام مجمع نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہا اور نام اس کاذب کا نہ لیا بلکہ مطلق کہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کہنا جائز ہے یا ناجائز اور جس جس نے کہا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جھوٹے کا نام لے کر اس کی اس کذب بیانی پر لعنۃ اللہ علی الکذبین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ۔ لعنۃ اللہ علی الکذبین کہا تو ان پر شخص خاص پر لعنت کرنے کا الزام نہیں فتاویٰ حدیثیہ[3] میں ہے امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں لعن المسلم حرام بل لعن الکافر الغیر الحربی بل لعن الحیوان کذلک و سبب ذلک ان اللعن عبارۃ عن الطرد والابعاد عن اللہ وذلک غیر جائز الا علی من اتصف بصفۃ تبعدہ عن اللہ تعالیٰ وھو الکفر والبدعۃ والفسق فیجوز لعن المتصف بواحدۃ من ھذہ باعتبار من الوصف الاعم نحو لعنۃ اللہ علی الکفرین والمبتدعۃ والفسقۃ او الوصف الاخص نحو لعن اللہ الیھود والنصاری والخوارج والقدریۃ والروافض والزنادقۃ والظلمۃ واکل الربوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱ ۔ از مولانا نورالحق صاحب

امام نے تراویح کی نماز دو رکعت کی نیت کی دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا پھر دو رکعت پڑھ کے سجدہ سہو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ۔ ہوگئی اس میں سجدہ سہو کی کچھ ضرورت نہیں اگر پہلی رکعت میں قعدہ کر لیا ہو تو چاروں دو تسمیہ سے ہوگئیں اور اگر قعدہ نہ کیا ہو تو ایک تسمیہ سے چاروں ہوگئیں نزد شیخین کریمین یہی مختار ہے اس کو امام فقیہ ابوجعفر نے اختیار فرمایا نیز امام ابوبکر محمد بن الفضل نے اسی کو امام فقیہ النفس قاضی خاں نے صحیح فرمایا غنیہ[4] میں ہے ان صلی اربع رکعات بتسلیمۃ واحدۃ والحال انہ لم یقعد علی رکعتین منھا قدر التشھد تجزی الاربع عن تسلیمۃ واحدۃ ای عن رکعتین عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وھو المختار اختارہ الفقیہ ابوجعفر وابوبکر محمد بن الفضل قال قاضی خاں وھو الصحیح الی قولہ ولو قعد علی راس الرکعتین جازت عن

---

[1] سورہ طہٰ آیت ۶۱ [2] آل عمران آیت ۶۱ [3] فتاوی حدیثیہ ص ۲۷ [4] غنیہ ص ۳۹۰

تسلیمتین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲۔ امام جس وقت جمعہ یا عید الفطر و عید الاضحیٰ کا خطبہ پڑھتا ہو اور اس میں رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم شریف آئے تو اس وقت خطبہ سننے والوں کو پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم شریف سن کر بآواز بلند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا یا درود شریف کا پڑھنا درست ہے یا نہیں اکثر عربی خطبوں میں آیہ کریمہ ان اللہ وملٰئکتہ الخ پڑھی جاتی ہے اور اس کو سن کر درود شریف کا پڑھنا ضروری ہے لہذا خطبہ میں سن کر سامعین کو اس وقت درود شریف کا پڑھنا بآواز بلند یا آہستہ درست ہے یا نہیں دیگر یہ کہ اکثر اردو نظم جس میں جمعہ کے فضائل لکھے ہوتے ہیں خطبہ ثانیہ کی تین یا چار لائنیں رہ جاتی ہیں تو پڑھا کرتے ہیں اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں مہربانی فرما کر ان مسائل کا جواب باصواب کتب واحادیث وائمہ کے اقوال کا ثبوت دے کر ارقام فرمائیں۔ دیگر جو مسائل وآداب سامعین خطبہ وقارئین خطبہ کے لئے ازبس ضروری ہوں مہربانی فرما کر اس کا بھی جواب مرحمت فرمائیں۔

نذیر احمد لکھنوی

الجواب۔ بحالت خطبہ جب نام پاک حضور سید لولاک علیہ الصلاۃ والسلام سے خطیب تر زبان ہو سامع دل میں درود شریف پڑھے سنت انصات ترک نہ کرے (کہ واجب ہے) عالمگیری[عہ] میں ہے اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام واذا صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الناس فی انفسہم امتثالا للامر والسنۃ الانصات کذا فی التتارخانیۃ ناقلا عن الحجۃ۔ طحطاوی میں ہے قولہ فی انفسہم .... الانصات بجمیعھا لکھتے ہیں قولہ والسنۃ الانصات۔ ھذا احد اقوال .... والمشہور الوجوب۔ بآواز بلند کیسا زبان نہ ہلائے کہ انصات لازم ہے آیہ کریمہ سن کر بھی ایسے وقت درود شریف دل میں پڑھے اس وقت زبان نہ ہلائے جیسے نماز میں اگر امام اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرے خطبہ میں سوائے عربی اور زبان کا خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے کما حققہ .... مزید علیہ فاضل لکھنوی مولوی عبدالحی صاحب نے بھی اپنے فتاوی میں غالبًا متعدد جگہ یہی تحقیق کیا ان کا فتاوی مطبوعہ ہے جو چاہے دیکھ لے اس وقت نقل عبارت کی مہلت نہیں خطبہ جمعہ کا قبل صلاۃ بعد زوال ہونا فرض ہے اور اس میں ذکر اللہ ہونا بھی وہ بھی بقصد خطبہ خطیب تنہا پڑھے یا محض عورتوں کے سامنے نہیں دو ایک مرد کا حضور ضرور ہے ورنہ صحیح یہی ہے کہ جائز نہ ہوگا اس لئے سنن سے ہے کہ باطہارت ہو بے طہارت نہ ہو کہ مکروہ ہے۔

نیز خطیب قیام کرے، دونوں خطبوں کے درمیان تین آیت کی مقدار بیٹھے اس جلوس کا ترک اساءت

عہ عالمگیری جلد اول ص۱۴۷ مطبوعہ بیروت

ہے خطبہ سے قبل منبر پر بیٹھے۔ منبر پر جاتے ہی کھڑا نہ ہو خطیب اہل امامت صلاۃ جمعہ ہو۔ تعوذ دل میں قبل خطبہ حمد الٰہی سے شروع کرنا خطبہ میں ثنا الٰہی ہونا دونوں شہادتوں کا ہونا حضور پر درود کا ہونا نصیحت و عظ و تذکیر تین آیات قصار یا ایک آیت طویل کے قدر تلاوت قرآن دوسرے خطبہ میں حمد و ثنا الٰہی کا اعادہ نیز درود شریف دعا تمام مسلمان مرد و زن کے لئے دونوں خطبوں کا بقدر طوال مفصل ہونا تطویل مکروہ ہے اس کے آداب سے ہے کہ آواز بلند ہو پہلے خطبہ سے دوسرے خطبہ میں آواز ہلکی ہو خطبہ میں ذکر خلفاء راشدین و عمین کریمین مستحسن ہے بحال خطبہ خطیب سوا امر بالمعروف بکلام دنیا تکلم نہ کرے جو خطیب ہو وہی نماز پڑھائے سامعین پر انصات لازم اسی وقت سے جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف چلے قریب و بعید انصات میں برابر ہیں۔ خطبہ میں ہر بات حرام ہے جو نماز میں حرام ہے خطیب کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھنا مستحب ہے جو امام سے داہنے بائیں طرف ہو وہ بھی جانب امام انحراف کرے استماع خطبہ کے لئے تیار ہو کر بیٹھیں اول سے آخر تک خطبہ کا سننا سامعین پر فرض لازم امام سے قریب ہونا افضل مگر جب امام خطبہ شروع کردے اس وقت آنے والا جہاں مسجد میں آئے وہیں بیٹھ جائے کہ اس وقت چلنا بحالت خطبہ نہ چاہئے ناجائز عمل ہے بحال خطبہ اسی طرح بیٹھے جیسے نماز میں یہ مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۳ ۔ مسئولہ جناب منشی خلیل صاحب سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین محلہ پورہ چندن ڈاکخانہ کوپا گنج ضلع اعظم گڈھ۔ ۱۰ر ذی القعدہ ۵۷ھ

امسال عید الفطر کی نماز کے موقع پر عیدگاہ میں بالغوں کی صفوں میں نابالغ بچے بھی تھے حضرت مولانا محمد وصی اللہ صاحب نے فرمایا کہ بچوں کو صف میں پیچھے کیا جائے اس حکم کو سن کر چند لوگوں نے بچوں کو صفوں سے پیچھے ہٹانا شروع کردیا لیکن حاجی سلیمان صاحب نے اپنے لڑکے کے متعلق کہا کہ یہ لڑکا نہیں ہٹے گا اور اس بچے کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کس کی مجال ہے کہ اس کو ہٹادے چند لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ حاجی صاحب یہ شرع کا حکم ہے آپ مخالفت کیوں کرتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ تین دن سے آتے ہیں پڑھیں یا نہ پڑھیں یہ لڑکا نہیں ہٹ سکتا ایسے ایسے مولویوں کو ہم نے بہت دیکھا ہے اور داڑھی بازوں کو بھی تو میرا کام ہے۔ مزید توضیح کے لئے دو گواہوں کا بیان اور ایک رپورٹ منجانب اصلاح المسلمین کوپا گنج منسلک ہے۔

(۱) مندرجہ بالا مضمون سے شرع کے حکم کی مخالفت اور توہین علماء ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے شخص کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) عام مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟ امید کہ مدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب ۔ نابالغ کو بالغین کی صف میں پیچھے کھڑا ہونا چاہئے جنھوں نے بچوں کو صف سے جدا کر کے پیچھے کھڑا ہونے کو کہا انھوں نے صحیح کہا۔ جس نے ضد کی اس نے بیجا ناروا ہٹ کی ناحق مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا اور انھیں اپنی بے ہودہ گوئی سے ایذا دی اسے توبہ اور جنھیں اپنے قول و فعل سے ایذا دی ان سے معافی چاہئے حدیث[1] میں ہے عن ابی مسعود الانصاری قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمسح مناکبنا فی الصلاۃ ویقول استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم لیلنی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ حضرت شیخ محقق مطلق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں روایت ست از ابی مسعود انصاری کہ از مشاہیر صحابہ است گفت بود آنحضرت کہ مسح می کرد کتفہائے مارا در نماز و بدست برابر و ہموار ساخت آں ہا و تسویہ می کرد صف نماز را و یقول استووا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم برابر شید موافق باشید و اختلاف نکنید پس مختلف گردد دلہائے شما یعنی ترتیب صفوف می کند و می فرماید باید کہ متصل شوند مرا و در صف اول بایستند خداوندان بلوغ و عقل ثم الذین یلونھم پس آں کسانیکہ قریب اند بایشاں در رتبہ چنانکہ صبیان و آنہاں کہ قریب بلوغ اند کہ ایشاں را مراہق خوانند ثم الذین یلونھم پس تر آں کسانیکہ نزدیک و متصل اند بایشاں چنانکہ خنائی کہ علامت مردی و زنی ہر دو دارند و متعین ست کہ بعد از وے صف نسار خواہد بود قال گفت ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافا۔ پس شما امروز سخت ترید از روئے اختلاف در کلمہ و وقوع فتن و ایں بسبب ترک تسویۂ صفوف و عدم امتثال امر شارع ست رواہ مسلم انتہی۔ نیز اس سے اگلی حدیث کے تحت فرماتے ہیں مراتب صفوف چہار خواہد بود در حدیث سابق مرتبہ نسار ذکر نہ کردہ از جہت تعین آں و ذکر کردہ است در ہدایہ کہ صف اول برائے مردان ست بعد از وے صبیان بعد از وے نسار ذکر نہ کرد صاحب ہدایہ خنائی را و شیخ ابن الہمام گفتہ است کہ صف خنائی میان صبیاں و نسا رست و ہمچنیں ست در وقایہ و مذہب شافعیہ نیز ہمیں ست چنانچہ در شرح شیخ مذکور ست۔ وہ شخص توبہ کرے کہ اس نے حدیث کی مخالفت کی شرع کی نافرمانی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۴ ۔ از جھبورہ ڈاکخانہ گنج بخش گنج ضلع رائے بریلی سائل شیخ چھدا تمباکو فروش۔

سورج یا چاند میں گرہن جب لگتے ہیں تو نماز پڑھنے کے لئے کیا حکم ہے یعنی سورج یا چاند گرہن کی نماز کس نیت اور گرہن کے شروع ہونے پر پڑھے یا ختم گرہن پر اور جماعت سے پڑھے یا اکیلے قرات کے ساتھ بلند آواز سے یا آہستہ پڑھے اور اگر گرہن کے وقت فرض نماز کا وقت آجائے تو اس کو ادا کرنا چاہئے یا نہ ادا کرنا چاہئے جیسا حکم

[1] مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۸۱، مشکوٰۃ صفحہ ۹۸

شرع شریف ہو۔

الجواب۔ کسوف شمس سورج گرہن کی نماز سنت ہے سنت کی نیت کریں گرہن کے وقت پر پڑھی جائے گرہن سے چھٹنے پر نہ پڑھی جائے گی۔ اگر چاہیں شروع گرہن پر پڑھیں یا دیر میں اگر گرہن سے چھٹنے پر کچھ چھپا رہا باقی ہے پڑھ لیں تو یہ بھی جائز ہے ایسے اوقات میں جن میں نماز پڑھنا ممنوع نہیں۔ اگر ایسے وقت کسوف ہو جس میں نماز پڑھنی نہ چاہئے ایسے وقت میں نہ پڑھیں دو رکعتیں بجماعت پڑھی جائیں ہر رکعت ایک رکوع دو سجدے جیسے اور نمازیں ہر دو رکعت میں بعد الحمد جو سورت چاہیں پڑھیں بہتر ہے کہ قرات ہر دو رکعت میں طویل کریں بقدر سورۃ بقر بعد نماز دعا میں مشغول رہیں یہاں تک کہ پورا گہن سے چھٹ جائے قرات طویل کریں دعا میں تخفیف کریں یا قرات میں تخفیف کریں دعا طویل کریں یہ بھی جائز ہے ایک میں اگر تخفیف ہو تو دوسری طویل ہو ہر کوئی اس نماز کی امامت نہیں کر سکتا امام جمعہ وعیدین سلطان اسلام یا اس کا ماذون یعنی جیسا امام جمعہ وعیدین کے لئے درکار ہے وہی اس میں امامت کرے اگر امام اعظم موجود نہ ہو تو اپنی مساجد میں تنہا تنہا پڑھیں ہاں اگر امام اعظم نے لوگوں کو حکم دے دیا ہو امر فرما دیا ہو تو اس صورت میں جو امام محلہ ہے اس کے ساتھ بجماعت نماز ادا کریں۔

اس نماز میں قرات میں جہر نہ کریں اس کے بعد یا پہلے خطبہ نہیں۔ یہ نماز مسجد جامع میں یا شہر سے باہر میدان عیدگاہ میں پڑھیں تو بہتر۔ اگر اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں پڑھیں یہ بھی جائز ہے گرہن کے وقت وقتیہ نماز کی ممانعت نہیں اگر وقت طویل ہے تو چاہے پہلے گرہن کی نماز سے فارغ ہو لیں پھر وقتیہ پڑھیں چاہے وقتیہ پڑھ کر گرہن کی پڑھیں اگر کسوف کی نماز پڑھیں اور وقت اتنا تنگ ہے کہ وقتیہ نماز وقت میں نہ ہو گی تو وقتیہ پڑھیں کہ سنت کے لئے فرض فوت کرنا ناجائز ہے نیز یہ کہ اس کا وقت ہے نماز کسوف کا کوئی وقت خاص نہیں تو جس کا وقت ہے اسے فوت کر دینا اور اس میں مشغول ہونا جس کو بعد میں پڑھ سکتے ہیں خلاف شرع ہی نہیں خلاف عقل بھی ہے۔

اگر یہ صورت بھی ہو کہ وقتیہ نماز پڑھتے پڑھتے گرہن سے پورا چھٹ جائے گا کہ اب وقت صلاۃ کسوف کا نہ رہے گا اور وقتیہ کا وقت اتنا تنگ ہے کہ کسوف کی پڑھیں تو اس کا وقت جاتا رہے گا جب بھی شرع وعقل کے خلاف ہے کہ فرض فوت کریں اور کسوف کی نماز میں مشغول ہوں۔ وقت طویل بھی ہو مگر وقتی نماز کا وقت مقرر ہو جیسا کہ بعض مساجد میں ہوتا ہے تو اس صورت میں وقتی نماز اپنے وقت مقررہ پر پڑھی جائے پھر کسوف کی پڑھیں کہ جیسے بعد نماز وقتی کسوف کی نماز میں شرکت کسی عذر سے نہ کرنی ہو کہیں جانا یا کوئی اور کام ہو وہ جائے وقتی نماز سے وقت پر فارغ ہو کر اپنے کام میں لگے۔ نماز جنازہ نماز کسوف پر مقدم کی جائے۔

ذخیرہ میں ہے ھی سنۃ محیط پھر عالمگیریہ[1] میں ہے اجمعوا علی انہا تودی بجماعۃ واختلفوا فی صفۃ ادائہا
قال علمائنا یصلی رکعتین کل رکعۃ برکوع وسجدتین کسائر الصلوات یقرأ فیہما ما احب ہندیہ میں کافی سے
ہے الافضل ان یطول القرأۃ فیہما سراج وہاج پھر عالمگیری[1] میں ہے یدعوا بعد الصلاۃ حتی تنجلی الشمس
کمال الانجلاء جوہرہ نیرہ میں ہے یجوز تطویل القراءۃ وتخفیف الدعاء وتطویل الدعاء وتخفیف القراءۃ فاذا
خففت احدھما طول الأخر محیط پھر فتاوی ہندیہ[1] میں ہے لایصلی ھذہ الصلاۃ بجماعۃ الا الامام الذی یصلی الجمعۃ
قال شمس الائمۃ الحلوانی فان عدم الامام الذی یصلی الجمعۃ والعیدین فانہم یصلون وحدانا فی مساجدھم
الا اذا کان الامام الاعظم الذی یصلی الجمعۃ والعیدین امرھم بذلک فحینئذ یجوز ان یصلوا بجماعۃ
یؤمھم فیہا امام . بہم فی مسجدھم ولا یجہر بالقراءۃ فی صلاۃ الجماعۃ فی کسوف الشمس فی قول ابی حنیفۃ
رحمہ اللہ تعالی۔ اسی میں مضمرات سے ہے والصحیح قولہ

اسی میں محیط سے ہے لیس فی ھذہ الصلاۃ خطبۃ وھذا امذھبنا خزانۃ المفتین سے فتاوی عالمگیریہ
میں ہے الموضع الذی یصلی فیہ الجماعۃ الجبانۃ او المسجد الجامع ولو صلوا فی منزل أخر جاز والاول افضل
ولو صلوا وحدانا فی منازلہم جاز ولو اجتمعوا ودعوا من غیر ان یصلوا اجزاھم جوہرہ نیرہ پھر ہندیہ میں فرمایا
ان لم یصل حتی انجلت لم یصل بعد ذلک وان انجلی بعضہا جاز ان یبتدئ الصلاۃ وان اجتمع الکسوف
والجنازۃ بدأ بالجنازۃ وان کسفت فی الاوقات المنہی عن الصلاۃ فیہا لم یصل خسوف قمر چاند گرہن میں اکیلے
اکیلے دو رکعتیں پڑھی جائیں محیط سرخسی پھر عالمگیریہ میں فرمایا یصلون رکعتین فی خسوف القمر وحدانا۔ واللہ
تعالی اعلم۔

مسئلہ ۵۵ ۔ از باغ احمد علی خاں بریلی مسئولہ احمد صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۵۸ھ

امام کو بعد سمع اللہ لمن حمدہ کے ربنا لک الحمد کہنا چاہئے یا نہیں اگر نہیں پڑھے کیا حرج؟ زید
کہتا ہے کہ نہیں پڑھنا چاہئے مکرر سہ کرر اور کون قول صحیح ہے کہ ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد۔

الجواب ۔ امام صرف تسمیع پر اکتفا کرے اگرچہ امام اعظم سے ایک روایت میں اور صاحبین کے نزدیک
یہ ہے کہ تسمیع وتحمید دونوں کرے مگر ظاہر الروایۃ میں امام اعظم سے یہی ہے کہ امام تسمیع پر اکتفا مقتدی تحمید کرے
منیہ اور اس کی شرح غنیہ[2] میں ہے ثم یرفع راسہ ویقول الامام حال الرفع سمع اللہ لمن حمدہ وان کان المصلی
مقتدیا فانہ یأتی بالتحمید۔ ولایأتی المقتدی بالتسمیع وان کان منفردا یأتی بہما اما الامام فیاتی بعد التسمیع

[1] عالمگیری جلد اول ص ۱۵۳ مطبوعہ بیروت [2] غنیہ ص ۳۰۹ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

بالتحميد ايضا على قولهما وفى رواية الحسن عن ابى حنيفة وفى ظاهر الرواية عنه انه يأتى بالتسميع لاالتحميد لما مرمن قوله عليه الصلاة والسلام اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد فانه قسم والقسمة تنافى الشركة ولايرد انه عليه السلام قسم فى قوله واذا قال ولا الضالين قولوا اٰمين مع ان الامام يقولها لانه ورد فى بعض رواياته فان الامام يقولها ولم يرد ههنا مثله على ان ههنا مانعا ليس هناك وهوان المسنون فى هذه الاذكار ابتدائها عند ابتداء الانتقال وانتهاؤها عند انتهائه ومقتضاه انتهاء تسميع الامام عند انتهاء الرفع وكذا انتهاء تحميد المقتدى فلوحمد الامام بعد ذلك لوقع تحميده بعد تحميد المقتدى وهوخلاف وضع الامامة اھ۔ مقتدی ومنفرد تحمید یوں کریں اللھم ربنا ولک الحمد یا یوں اللھم ربنا لک الحمد یا ربنا ولک الحمد یا ربنا لک الحمد ہر پہلا پچھلے سے افضل ہے تو ربنا لک الحمد سے ربنا ولک الحمد افضل ہے غنیہ میں کافی سے اسی ترتیب کے ساتھ افضلیت کا حکم نقل فرمایا غنیہ میں ہے و افضلیتھا علی ترتیبھا کذا فی الکافی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶۔ از وزیرآباد پنجاب مولانا مولوی عبدالغفور صاحب ہزاروی خطیب جامع مسجد ۱۰ رجب المرجب ۱۳۵۸ھ

زید سر منبر یہ کہتا ہے کہ احتیاط الظہر بعد الجمعہ حدیث وقرآن کی رو سے فرض ہے اور حدیث شریف میں موجود ہے اور قرآن کریم میں بھی موجود ہے کہ احتیاط الظہر فرض ہے اور عمرو کہتا ہے کہ یہ افترا ہے نہ قرآن میں احتیاط الظہر صراحۃً مذکور اور نہ حدیث شریف میں مذکور ہے بلکہ فقہائے کرام کے اقوال سے ثبوت ملتا ہے جیسا شامی فتح القدیر اور نہر الفائق وغیرہ میں موجود ہے اس کا پڑھنا موجب ثواب ہے خواص کے لئے ہے عوام کو نہ کہا جائے تاکہ ان کو فرضیت جمعہ میں شک نہ پڑ جائے ایسا شخص جو کہ سر منبر افترا باندھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قابل امامت نہیں جب تک توبہ نہ کرے کیا ان میں کون شخص حق پر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ زید بے قید نہایت جری ہے قرآن وحدیث پر مفتری ہے احتیاط الظہر کی فرضیت اس کی تراشیدہ ہے اپنے دل سے گڑھی ہے ما انزل اللہ بھا من سلطان نہ قرآن میں اس کی فرضیت کا بیان کہیں نہ کسی حدیث میں اس کا نشان ما قال بہ احد ولا محمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم الی ابد الاباد جمع بین الفرضین کب جائز ہے تفسیر احمدی میں سیدی علامہ زمن ملا احمد جیون قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ لایجوز[1] الجمع بین الفرضین عند اھل الاسلام جمعہ فرض ہے تو ظہر فرض نہیں جہاں ظہر فرض ہے وہاں جمعہ فرض نہیں بربنائے اختلاف در تعریف مصر اور سلطان یا اس کے نائب کا حضور شرط ہے یا اذن ہی کافی

[1] تفسیرات احمدیہ ص ۲۰ مطبع کریمی بمبئی

ہے اس اختلاف کی بنا پر ہندوستان میں بعض نے جمعہ ترک کیا کہ یہاں اس کی فرضیت کے قائل نہ رہے کہ سلطان اسلام یا اس کا نائب موجود نہیں یا بعض بوجہ اختلاف در تعریف مصر بعض مواضع میں جہاں ان کی مختار تعریف صادق نہ آئی تھی فرضیت جمعہ سے منکر ہوئے بعض نے جمعہ کو فرض سمجھا اور اسی پر اکتفا کیا بعض نے ظہر اپنے گھروں میں جمعہ کے دن پڑھنی شروع کی بعد ظہر پڑھنے کے جمعہ کو جاتے اکثر جمعہ کو پڑھتے بعد جمعہ احتیاطا چار رکعت آخر ظہر جس کا وقت پایا اور جواب تک ذمہ پر باقی ہے پڑھتے رہے خواص کو اس کا حکم فرماتے عوام کو نہیں کہ بوجہ شک و تردد ان کا جمعہ اور ظہر دونوں ہی جاتیں عوام کو اکثر شعار اسلام جمعہ کی فرضیت و اہمیت ہی سے منکر نہ ہو جائیں یا ایک وقت میں جمعہ اور ظہر دونوں کو فرض نہ سمجھ لیں جیسا کہ زید سمجھ رہا ہے۔ صح

مسئلہ۔ از قصبہ گھر محلہ شیر پور ضلع بستی عبد الحامد قادری اشرفی ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعد نماز فجر فرض قبل طلوع آفتاب کے سنت پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں ؟

(۲) بعد نماز وتر کے نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہو کر۔ بینوا توجروا

الجواب۔ (۱) مکروہ ہے نہ چاہئے۔ جب آفتاب بلند ہو جائے اس وقت سنتیں ادا کرے عالمگیری[1] میں ہے تسعۃ اوقات یکرہ فیھا النوافل وما فی معناھا لا الفرائض (الی قولہ) ومنھا ما بعد صلاۃ الفجر قبل طلوع الشمس ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولو افسد سنۃ الفجر ثم قضاھا بعد صلاۃ الفجر لم یجزہ کذا فی محیط السرخسی واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) وتر کے بعد دو رکعت نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھیں اسی میں زیادہ ثواب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ اسلامی عربی۔ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۵۸ھ

(۱) قنوت نازلہ کو قبل رکوع پڑھنا بہار شریعت میں ظاہر قرار دیا ہے اور اس پر اعلٰی حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تصدیق بھی ہے علامہ شامی نے بعد رکوع پڑھنا اظہر فرمایا اور اس کی دلیل بھی پیش فرمائی اعلٰی حضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے حاشیہ میں اس دلیل کا کیا جواب تحریر فرمایا ہے اور اگر حاشیہ میں کوئی دلیل تحریر نہ فرمائی تو علامہ شامی کی تحقیق کیوں ترک فرمائی۔

(۲) تسبیح رکوع کے متعلق احادیث میں جب کہ امر وارد ہے جو بدون قرینہ صارفہ کے وجوب پر دلالت

---

[1] فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۵۲ - ص ۵۳ مطبوعہ بیروت

کرتا ہے حنفیہ نے تسبیح رکوع کو مسنون قرار دیا ہے کیا کوئی قرینہ صارفہ عن الوجوب موجود ہے اگر نہیں تو واجب کیوں نہیں قرار دیتے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام پر حاشیہ شامی میں کیا تحقیق فرمائی ہے۔

الجواب ۔ اعلیٰ حضرت نے قول شامی والاظہر ما قلناہ پر جد الممتار[1] میں جو فرمایا ہے اس میں دلیل بھی ہے اقول بل الاحق بالقبول ما قالہ السید الحموی لما فی الفتح ولما ترجح ذلک خرج ما بعد الرکوع عن کونہ محلا للقنوت اھ وقال ایضا وھذا یحقق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانہ یتابعہ اتفاقا اھ

۲ علامہ شامی نے اس کے متعلق ایک جگہ یہ لکھا۔ الحاصل[2] ان فی تثلیث التسبیح فی الرکوع والسجود ثلاثۃ اقوال عندنا ارجحھا من حیث الدلیل الوجوب تخریجا علی القواعد المذھبیۃ فینبغی اعتمادہ کما اعتمد ابن الھمام ومن تبعہ روایۃ وجوب القومۃ والجلسۃ والطمانینۃ فیھما کما مر اس قول کما اعتمد الخ پر حضرت نے جد الممتار میں تحریر فرمایا۔ اقول[3] ابن الھمام لیس من اصحاب الترجیح بتصریح العلماء ولا کذلک تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج اما الحلبی صاحب الغنیۃ فمقطوع انہ لیس منھم واما من حیث الروایۃ فالارجح السنیۃ لانھا المصرح بھا فی مشاھیر الکتب وصرحوا بانہ یکرہ ان ینقص عن الثلاث وان الزیادۃ مستحبۃ بعد ان یختم علی وتر خمس او سبع او تسع ما لم یکن اماما فلا یطول وقدمنا فی سنن الصلاۃ عن اصول ابی الیسر ان حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلھا ویلام علی ترکھا مع حصول اثم یسیر وھذا یفید ان کراھۃ ترکھا فوق التنزیہ وتحت المکروہ تحریما وبھذا یضعف قول البحر ان الکراھۃ ھنا للتنزیہ لانہ مستحب وان تبعہ الشارح وغیرہ فتدبر حضرت قدس سرہٗ شامی کے قول فالارجح السنیۃ پر تحریر فرماتے ہیں۔ سیأتی انہ المعتمد المشھور فی المذھب اقول ونص وفی الخانیہ انہ لو رفع الامام رأسہ من الرکوع او السجود قبل ان یسبح المقتدی ثلاثا الصحیح انہ یتابع الامام انتھی (۱) فھذا[عہ] کما تری (۲) تصحیح[عہ] لعدم الوجوب وقد نصوا ان قاضی خان فقیہ النفس لا یعدل عن تصحیحہ مع ان القول بالوجوب لا یعلم عمن تقدم محمد العلامۃ الحلبی وکتب المذھب متونا وشروحا وفتاوی طافحۃ بتصریح السنیۃ وعلیھا تدل الفروع فعلیہ فلیکن التعویل وسیأتی مسئلۃ تؤیدہ ص ۷۵۰ وسیقول المحشی فی الصفحۃ القابلۃ انہ سنۃ

---

[1] جد الممتار ص ۳۳۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن [2][3] رد المحتار جلد اول ص ۳۹۳ وص ۴۹۶ مصر۔ [4][5] جد الممتار ص ۲۳۳ وص ۲۳۲ حیدرآباد دکن

عہ ومثلہ مر فی الخلاصۃ والفتح وغیرھما، ۱۲ منہ عہ نص فی رد المحتار ان تصحیح ما یبتنی علی قول تصحیح لذلک القول، ۱۲ منہ

علی المعتمد المشہور فی المذہب لا فرض ولا واجب، فقد افاد اعتقادہ مع اشتہارہ بخلاف ما ھنا ۱۲۔ علامہ شامی نے دوسرے صفحہ پر یہ فرمایا جس کا حوالہ حضرت نے ابھی دیا۔ یسبح فیہ ثلاثا فانہ سنۃ علی المعتمد المشہور فی المذہب لا فرض ولا واجب کما مر فلا یترک المتابعۃ الواجبۃ لاجلھا۔ نیز شامی نے ص۵۰۲ پر فرمایا۔ قال فی القنیۃ لو خاف انہ لو صلی سنۃ الفجر بوجھہا تفوتہ الجماعۃ ولو اقتصر فیہا بالفاتحۃ وتسبیحۃ فی الرکوع والسجود یدرکہا فلہ ان یقتصر علیہا لان ترک السنۃ جائز لادراک الجماعۃ فسنۃ السنۃ اولی۔ رہا یہ کہ اس تسبیح کے متعلق احادیث میں صیغہ امر وارد ہے تو قرینہ صارفہ کیا ہے ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی وغیرہ نے بحث میں بھی فرمایا تھا کہ صیغہ امر اور اس پر مواظبت وجوب ہی بتاتے ہیں علامہ صاحب بحر نے بحر الرائق میں اس کا یہی جواب دیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اعرابی کو جب تعلیم فرمائی تو اس میں اسے ذکر نہ فرمایا یہ تعلیم نہ فرمانا وقت تعلیم اعرابی وجوب سے صارف ہے علامہ ابراہیم الحلبی نے غنیہ میں بحث علامہ ابن امیر الحاج حلبی سے موافقت فرمائی (اگرچہ غنیہ ہی میں دوسری جگہ پر سنیت ہی کا قول کیا) اور صاحب بحر کے جواب پر یہ فرمایا لقائل ان یقول انما یلزم ذلک ان لو لم یکن فی الصلاۃ واجب خارج عما علمہ الاعرابی ولیس کذلک بل تعیین الفاتحۃ وضم السورۃ وثلث آیات لیس مما علمہ الاعرابی بل ثبت بدلیل آخر فلم لا یجوز ان یکن ھذا کذلک۔ کفایہ میں فرمایا۔ قولہ ذلک ادناہ ھذا من تتمۃ الحدیث ثم بین المصنف رحمہ اللہ تعالٰی ان مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قولہ ادناہ ای ادنی کمال الجمع وادنی کمال السنۃ لا ان یکون المراد ادنی ما یجوز بہ الصلاۃ او یقام بہ الواجب لانہ لا یمکن اثبات فرضیۃ التسبیح بھذا الخبر لانہ لا تجوز الزیادۃ علی الکتاب بخبر الواحد ولا اثبات الوجوب ایضا لانہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یعلم ذلک الاعرابی حین علمہ الفرائض والواجبات ولو کان القول بہ ثلث مرات من الواجبات لعلمہ۔ وفی مبسوط شیخ الاسلام رحمہ اللہ فان سبح مرۃ واحدۃ روی عن محمد رحمہ اللہ انہ قال یکرہ ذلک وقال ابو مطیع البلخی تلمیذ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لو نقص من ثلث فی تسبیحات الرکوع والسجود لم تجز صلاتہ وذھب فی ذلک الی انہ رکن مشروع فکان نظیر القیام لوجب ان یحلہ ذکر مفروض قیاسا علی القیام۔ غنیہ میں ہے۔ ذکر فی الشرح) ای شرح الاسبیجابی انہ ان لم یقل ثلث تسبیحات او لم یمکث مقدار ذلک لا یجوز رکوعہ، وھذا قول شاذ کقول ابی مطیع البلخی تلمیذ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ بفرضیۃ التسبیحات الثلث فی الرکوع والسجود

---

[1] ردالمحتار جلد ۲ ص۵۰۲ مصر [2] غنیہ ص۲۹۳ لاہور [3] کفایہ جلد ۱ ص۲۶۱ [4] غنیہ ص۲۸۱ مطبوعہ لاہور پاکستان

حتی لو نقص واحدة لا یجوز رکوعہ ولا سجودہ لان کلا منہما رکن مشروع فوجب ان یجعلہ ذکر مفروض کالقیام قلنا یلزم الزیادۃ علی قولہ تعالٰی "ارکعوا واسجدوا" بالقیاس وھو لا یجوز وکذا ما رواہ ابوداود والترمذی عن عقبۃ بن عامر قال لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجعلوھا فی رکوعکم ولما نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال اجعلوھا فی سجودکم لا یجوز الزیادۃ بہ علی الکتاب وان کان امرا لکونہ خبر واحد لکن بقی ان یقال ینبغی ان یفید الوجوب کما فی نظائرہ ولم تقولوا بہ بل بالسنیۃ فاجاب عنہ فی المستصفی بانہ دل الدلیل علی عدم الوجوب ایضا لانہ علیہ الصلاۃ والسلام لما علم الاعرابی الصلاۃ لم یذکر لہ فی الرکوع والسجود شیئا ولقائل ان یقول لہ) کذلک (وکذلک رکنیۃ السجود) متعلقۃ بادنی ما ینطلق علیہ اسم السجود وھو وضع الجبھۃ علی الارض والکلام فیہ کالکلام فی الرکوع (وذکر فی زاد الفقہاء) وغیرہ ایضا ان ادنی تسبیحات الرکوع والسجود الثلث) ان الاوسط خمس مرات والاکمل سبع مرات لما اخرج ابوداود والترمذی وابن ماجۃ من حدیث ابن مسعود عنہ علیہ الصلاۃ والسلام انہ قال اذا رکع احدکم فلیقل ثلث مرات سبحان ربی العظیم وذلک ادناہ واذا سجد فلیقل سبحان ربی الاعلی ثلث مرات وذلک ادناہ والمراد ادنی ما یتم بہ تحقق السنۃ فلذا روی عن محمد کراھۃ النقص عن الثلث ثم اذا کان الثلث ادنی وقد استحبوا الایتار دوسری جگہ فرمایا[1] روبقول فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلثا وذلک ادناہ) (وان زاد) علی الثلث (فھو) ای الفعل الذی ھو الزیادۃ (افضل من ترکہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام وذلک ادناہ) ای ادنی کمال سنۃ التسبیح ولا شک ان الزیادۃ علی الادنی افضل ولکن اذا زاد فالسنۃ (انہ یختم علی وتر) لان اللہ وتر یحب الوتر (وان اقتصر فی التسبیح (علی مرۃ) واحدۃ (او ترک) التسبیح (بالکلیۃ جازت صلاتہ) لعدم رکنیتہ (و) لکن (یکرہ) ذلک وھو الترک والاقتصار علی مرۃ وکذا الاقتصار علی مرتین للاخلال بالسنۃ روی عن ابی مطیع البلخی ان تسبیح الرکوع والسجود رکن لو ترکہ لا تجوز صلاتہ) وقد تقدم الکلام علیہ فی الفریضۃ الرابعۃ۔

مسئلہ۔ علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کیا فرماتے ہیں۔

جس گاؤں میں حاکم نہ ہو اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ گاؤں میں جمعہ ناجائز ہے جہاں ہوتا ہو وہاں روکا نہ جائے کہ فتنہ ہے نیز یہ کہ وہ اتنے

---

[1] غنیہ ص ۳۱۶ مطبوعہ لاہور پاکستان

بھی جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ انھیں آہستہ آہستہ اس کی تلقین کی جائے کہ وہ ظہر بھی پڑھ لیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پرتاپور۔ بریلی محمد غوث خاں حامدی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فتویٰ بشکل اشتہار عوام کے پیش نظر ہے جس کی سرخی یہ ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز ناجائز اور گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ اور اس میں ہر سوال کا جواب امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتاویٰ رضویہ سے لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو نہ شہر ہے اور نہ فنائے شہر اس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور جواب دہندہ مفتی سید افضل حسین مونگیری ہیں اور اس میں اٹھارہ ۱۸ علماء اہلسنت کی تصدیقات ہیں خصوصاً حضرت مفتی اعظم ہند وغیرہم اس اشتہار کے سبب دیہات میں بے حد انتشار برپا ہے اور دوسرا فتویٰ رہپورہ میں میری نظر سے گذرا جس میں حضرت مفتی اعظم ہند کا جواب ہے اس میں لکھا ہے کہ جہاں ہمارے مذہب میں جمعہ نہیں اور عوام پڑھتے ہوں تو ان لوگوں کو منع نہ کیا جائے کہ آخر نام الٰہی لیتے ہیں جو بعض ائمہ کے طور پر صحیح آتا ہے تو اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں فتووں میں ہم کس کو غلط سمجھیں اور جب دیہات میں جمعہ پڑھنا گناہ ہے تو پھر یہ حکم کیوں ہوا کہ ذکر الٰہی تو ہے اور پہلے فتوے میں حضرت مفتی اعظم ہند نے تصدیق کیوں فرمائی اور علماؤں نے بھی یہ غلط بات تصدیق کیوں فرمائی ہم کو صاف صاف اور اردو زبان میں سمجھایا جائے جس میں گول مول بات نہ ہو کہ فتویٰ بشکل اشتہار غلط ہے اور دیہات (میں) جمعہ پڑھنا گناہ نہیں ہے فقط بینوا توجروا اور دیہات میں جمعہ کے بعد جو چار فرض ظہر احتیاطی کو حکم رہپورہ کے فتوے میں ہے (وہ) جماعت سے پڑھے جائیں یا علیحدہ علیحدہ فقط بینوا توجروا۔

نمبر(۲) زید کا کہنا ہے کہ جب دیہات (میں) جمعہ نہیں ہے تو آج کل شہر میں بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ ہندوستان دارالاسلام نہیں دارالحرب ہے کہ ہماری شریعت کی بہت سی باتیں نہیں مانی جارہی ہیں جیسے آج کوئی عورت اپنے شوہر کو طلاق دینا چاہے تو کلکٹر کے یہاں وہ طلاق دے سکتی ہے اور ناانصافی بھی بہت ہو رہی ہے اور ہولی میں جبراً رنگ مسلمانوں پر ڈالا جاتا ہے اور گائے کی قربانی بھی نہیں کر سکتے اور مسلمانوں کو روزگار بھی نہیں مل رہے ہیں جہاں شریعت کی سب باتیں نہ عمل میں آتی ہوں وہ جگہ دارالحرب ہے وہاں جمعہ نہیں ہو سکتا تو کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں اور ہندوستان دارالاسلام ہے کہ دارالحرب اس کی پوری تفصیل حدیث شریف سے یا دیگر کتب ائمہ سے عنایت فرمائی جائے فقط بینوا توجروا۔

(۳) گاؤں میں لوگ اگر جمعہ پڑھیں تو اس میں جانے والا شریک ہو یا نہیں فقط

الجواب۔ کسی کو بھی نہیں۔ اشتہار میں جو احکام اعلیٰ حضرت کے فتاوی سے چھاپے ہیں وہ بر بنائے مذہب حنفی ہیں۔ دوسرے فتوے میں جو تحریر ہے وہ بھی اس اشتہار میں ہے وہ بھی اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے۔ جہاں عوام پڑھتے آئے ہیں وہاں انھیں اس سے روکنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو نہ روکا جائے۔ صرف ظہر کے فرض پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ اور اگر ایسے لوگ سمجھدار ہوں کہ وہ مذہب کا حکم سمجھ کر گردن رکھ دیں اور کسی قسم کا فتنہ نہ ہو تو وہاں انھیں اقامت جمعہ سے روکا جائے کہ جہاں فرض نہیں وہاں پڑھنا خلاف مذہب ہے۔ جو فرض نہیں اسے فرض سمجھنا خلاف مذہب ہے۔ جو فرض ہے ظہر اس کا ترک اور جہاں ظہر فرض ہے وہاں جمعہ سے اس کا ذمہ سے اتر جانا سمجھنا خلاف مذہب ہے ذکر تو ہے مگر مذہب حنفی کے خلاف اس کی اقامت ہے اس کی اقامت سے وہاں فرض ظہر کی اضاعت ہے۔ تو ذکر ہونا اور بعض ائمہ کے طور پر صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا اس جگہ جہاں ظہر فرض ہے بے جا ہونا اور بات ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وہ فتاوے سب بحمدہٖ بجا و درست ہیں اس لئے تصدیق کی گئی دوسرا فتویٰ اعلیٰ حضرت کے ان فتاوے سے ہرگز معارض نہیں دوسرے فتوے میں جو یہ تحریر ہے کہ جہاں ہمارے مذہب میں جمعہ نہیں اور عوام پڑھتے ہوں تو ان لوگوں کو منع نہ کیا جائے الخ وہ بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ارشاد ہے۔ وہ اوپر کے احکام کے معارض نہیں۔ جہاں فتنہ عوام کا اندیشہ صحیح ہو وہاں منع نہ کیا جائے۔ فرض ظہر بھی پڑھنے کی تاکید کی جائے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا مذہب حنفی میں ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہ آئیں گے فتنہ برپا کریں گے تو ان کو اتنا ہی کہنا ہوگا کہ بھائیو ظہر کے چار رکعت بھی پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے وہ ظہر ساقط نہ ہوئی۔ وہ فرض ظہر بھی جماعت ہی سے پڑھنے کو کہا جائے کہ بے عذر ترک جماعت گناہ ہے۔

۲۔ ہندوستان دار الاسلام ہے اعلیٰ حضرت کا رسالہ اعلام الاعلام بان ھندوستان دار الاسلام دیکھیں زید کا کہنا غلط ہے۔ تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت کا یہی رسالہ دیکھیں۔

۳۔ جانتے والا شریک نہ ہو اور بخوف فتنہ شرکت کرے تو ظاہر کر دے کہ جمعہ یہاں پڑھنا خلاف مذہب حنفی ہے اس سے ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی چار فرض ظہر پڑھو اور خود بھی پڑھے۔ واللہ الہادی وھو تعالیٰ اعلم۔

احکام مسجد

مسئلہ ۱۔ جو زمانۂ عرس میں مسجد کی چار دیواری سے ایک دیوار پر دونوں جانب دو نوبتیں مع نفیری بجوائے کیا یہ گناہ نہیں اگر ہے تو ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مسجد کی دیوار کو اپنے استعمال میں لانا حرام ہے نہ کہ اس پر یہ کچھ نجاست ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلہ ۲۔ ما قولکم رحمکم اللہ دریں مسئلہ کہ یہاں لوگوں نے یہ دستور کر لیا ہے کہ قبل ہر نماز اور بعد نماز صحن مسجد میں بیٹھ کر یا ٹہل کر باتیں کرتے ہیں کچھ لوگ فحش وغیبت اور کچھ لوگ اپنے کارنامے فحش ولغویات اور خلاف شرع حرکات سے بھرے ہوئے فخریہ بیان کرتے ہیں اکثر کو اس سے روکا گیا لوگوں نے عمل بھی کیا اور صحن مسجد کو چھوڑ کر خارج مسجد میں بیٹھنا شروع کیا مگر اکثر لوگ اب تک بدستور سابق عمل پیرا ہیں۔ یہاں اکثر مسجد میں باتوں ہی باتوں میں لڑائی پر نوبت آجاتی ہے یہ قصے قضیے بند نہیں کئے جاتے۔

۲۔ یہاں مسجد میں چھوٹے چھوٹے بچے ہر وقت پھرتے رہتے ہیں کبھی صحن مسجد میں کبھی حوض میں کنکر پتھر ڈالتے ہیں اور کبھی مسجد کے نل کو .... مسجد میں جمع رہتی ہیں اکثر لوگ اپنے بچوں کو خود ہمراہ لاتے ہیں اکثر نماز ہوتی ہے اور یہ لوگ شور مچاتے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کے والدین سے کہتا یا بچوں کو ڈانٹتا ہے تو وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ان احکام کو ذرا تفصیل سے بحوالۂ کتب بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ ۱۔ مسجد میں دنیا کی مباح باتیں کرنا تو ناجائز ہے فحش وغیبت کا کیا پوچھنا جو خود حرام ہیں اور مسجد میں سخت تر حرام دنیوی مباح باتیں مسجد میں کرنا حسنات کو ایسا کھاتا ہے جیسے چوپایہ گھاس۔ پھر لغو کہانی قصے اور فحش وغیبت کا کیا کہنا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم غنیہ[۱] میں علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں یجب ان تصان عن حدیث الدنیا ام مختصرًا۔ واجب ہے کہ مساجد کی دنیوی باتوں سے صیانت کی جائے اسی[۲] میں ہے والکلام المباح فیہ مکروہ ویاکل الحسنات کما تاکل البھیمۃ الحشیش یعنی کلام مباح

[۱] [۲] غنیہ ص۵۹۶، ص۵۹۸ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

مسجد میں مکروہ ہے اور وہ حسنات کو اس طرح کھالیتا ہے جیسے چوپایہ گھاس کو یہ مضمون خود حدیث شریف میں موجود ہے یہی علامہ اسی غنیہ میں فرماتے ہیں کذا ذکرہ حدیثا صاحب الکشاف یہاں تک کہ مسجد میں اپنی گمی چیز کا دریافت کرنا ناجائز ہے۔ حدیث میں فرمایا من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالۃ فلیقل لاردھا اللّٰہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا؟ ان لوگوں پر توبہ لازم ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو لوگ مساجد میں اپنے بچوں کو لاتے یا ان کے بچے جاتے ہیں اور وہ انھیں نہیں روکتے روکنے والوں سے لڑتے ہیں گنہگار ہیں اس ارشاد حدیث سید عالم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی و مخالفت کرتے ہیں حدیث[1] شریف میں فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشرائکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامۃ حدودکم وسل سیوفکم الحدیث غنیہ[2] میں فرمایا یجب ان تصان عن ادخال المجانین والصبیان لغیر الصلاۃ واجب ہے کہ مساجد مجنون اور بچوں کو علاوہ نماز کی داخل کرنے سے بچائی جائیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

زید بہ نیت حسنات دیوار الف میں سوراخیں کرکے کڑیاں ڈال کر ب میں ایک حجرہ بنانا چاہتا ہے جس وجہ سے ت کا کچھ حصہ توڑنا پڑے گا۔ آیا یہ اس کا جائز ہوگا یا نہیں۔ ج زینہ نماپست احاطہ ہے اور مصرف نماز سے خارج زید اس کو مسدود کرکے اور د میں سوراخیں بناکر اور کڑیاں ڈال کر د کا پورا حصہ دوکانی صورت میں تبدیل کرکے کرایہ پر جاری کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس کے کرایہ سے مسجد کے اخراجات میں سہولت حاصل ہوں گی۔ واقف بقید حیات نہیں ہے۔ ملازمان محکمہ آبکاری سے چندہ لے کر مسافر خانہ اندر احاطہ مسجد۔ حجرہ مسجد خواہ مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں نقشہ مسجد برائے معائنہ منسلک ہے۔

المستفتی شاہ محمد یٰسین کاپسٹ کلکٹری

الجواب۔ بعد تمام مسجدیت دیوار مسجد کو کسی کام میں نہیں لاسکتے اگرچہ مسجد کے مصالح کے لئے جو اوقاف ہوں ان میں نہ اس کے آثار پر کوئی دیوار اٹھاسکیں نہ اس پر کڑیاں رکھ سکیں۔ تاتارخانیہ در مختار[1] میں ہے لو بنی فوقہ بیتا للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق اس میں اس کے بعد بزازیہ سے ہے فاذا کان ھذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا

[1] در مختار مع شامی جلد سوم ص۴۰۶، [2] غنیہ ص۵۶۶، ص۵۶۸ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند

سکنی بحرالرائق[2] پھر ردالمحتار میں ہے لایوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ۔ الف کہ دیوار مسجد ہے اس میں سوراخ کر کے حجرہ کی کڑیاں رکھنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ صورت بھی ناجائز ہے کہ ذبجی دیوار مسجد ہے اور اس میں کڑیاں رکھنا ناجائز پھر فنائے مسجد کا حکم وہی ہے جو مسجد کا حکم ہے فنائے مسجد میں بھی بعد تمام مسجدیت دوکانیں نہیں بنائی جاسکتیں مبسوط امام سرخسی پھر عالمگیری[1] میں ہے قیم یرید ان یبنی حوانیت فی فناء المسجد لایجوز لہ ذلک لانہ یسقط حرمۃ المسجد لان فناء المسجد لہ حکم المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ملازمان آبکاری کو تنخواہ اگر خاص اس زر حرام سے ملتی ہے اور ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تو وہ زر حرام نہ ان سے لینا جائز نہ انھیں دینا نہ اس کا ثواب فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب ہاں اگر وہ قرض لے کر دیں تو اس کا اخذ جائز ہوگا۔ اور وہ اس پر ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔ مسافر خانہ اگر خلاف شرط واقف بنایا جائے گا تو یہ حرام ہوگا احاطہ مسجد میں مسجد کے خارج مصالح کے لئے جو عمارت جائز ہے وہ ثواب کا کام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کسی شخص کی اراضی کو کوئی دوسرا شخص بغیر مالک کی اجازت سے اراضی کو مسجد کے تصرف میں کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر اس کی بغیر اجازت کے کچھ حصہ جبراً مسجد کے تصرف میں لایا گیا تو آیا یہ حصہ مسجد کا ہوگیا یا نہیں اور ان کا یہ فعل کیسا ہے جو حکم ہو مطابق شریعت صادر فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ غیر کی مملوک زمین بے اس کی اجازت کے زبردستی بغیر معاوضہ دیئے مسجد میں داخل کر لینے کا کسی کو حق نہیں خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مسجد کو اس کی حاجت نہ ہو۔ مسجد کی وسعت کی ضرورت نہ ہو۔ وہ مسجد وہاں کے لوگوں کو کافی ہو۔ ہاں جب مسجد وسیع کرنے کی ضرورت ہو کہ ناکافی ہو تو معاوضہ دے کر زمین داخل کی جاسکتی ہے یوں اگر وہ شخص راضی نہ ہو اسے جائز طور پر معاوضہ لینے زمین دینے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ اسعاف وغیرہ میں ہے لو ضاق المسجد علی الناس وبجنبہ ارض ملک الرجل لو اخذ منہ بالقیمۃ کرھا دفعا للضرر العام و بجبر الخاص باخذ القیمۃ جو زمین غصب کر کے مسجد میں داخل کی گئی اتنا حصہ ہرگز مسجد نہیں۔ جن لوگوں نے ایسا کیا وہ ظالم غاصب مستحق نار حق اللہ اور حق العبد دونوں میں گرفتار ہیں۔ ان پر توبہ لازم ہے۔ مسجد کو اگر حاجت نہ ہو فوراً اتنی زمین اس سے خارج کر دی جائے اگر مالک راضی نہ ہو اور اگر حاجت ہو تو مالک کو اس کا معاوضہ دیا جائے۔ اگر صورت وہ ہو کہ مسجد کو حاجت نہ ہو اور مالک اپنی

[1] عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص ۴۶۲ مطبوعہ بیروت ، [2] بحرالرائق جلد ۵ ص ۲۵۰ مطبوعہ کوئٹہ

زمین ہی لینا چاہتا ہو۔ معاوضہ لے کر زمین چھوڑ دینے پر راضی نہ ہو تو زمین واپس کی جائے گی۔ اور اس کے۔ داخل اور خارج کرنے میں اور مسجد کی پھر درستی میں جو کچھ صرف ہوگا اس کا ذمہ دار وہی ہوگا جس نے پرائی زمین مسجد میں ڈال لی تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۔ از بمبئی لال باغ ۱۱۲ مسئولہ سیٹھ محمد ابراہیم صاحب مرسلہ مولوی نذیر احمد صاحب ۱۸ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

ایک مسجد اس طرح واقع ہے کہ اس کا دروازہ صحن مسجد سے جدا اور سطح مسجد سے بالا حصہ میں ہے دروازہ سے متصل ایک مندر ہے بلدیہ کا محکمہ تعمیرات اس طرف ایک سڑک بنا رہا ہے وہ چاہتا ہے مسجد کی اس خارج از مسجد زمین میں سے جہاں صرف دروازہ واقع ہے ایک حصہ سڑک کے لئے دیدیا جائے اور اس کے بدلے کی زمین اسی کے متصل ایسی لے لی جائے جس میں صدر دروازہ شاندار تعمیر ہونے کے علاوہ اس کے ہر دو جانب کچھ دوکانیں بھی تعمیر ہو سکیں گی۔ اس جدید دروازہ اور دوکانوں کی تعمیر محکمۂ مذکور کے ذمہ ہوگی۔ جب کہ مسجد کی ملحقہ وہ زمین جو صحن مسجد سے جداگانہ صرف دروازہ کی صورت میں ہے۔ محکمہ مذکور کو دینے سے دو فوائد مترتب ہوں گے۔

(۱) اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ مندر بالکلیہ سڑک میں آجائے گا۔ اور ہمیشہ کے لئے بت پرستی کی جڑ بنیاد قرب مسجد سے نیست نابود ہو جائے گی جس کی موجودگی سے اس نازک زمانہ میں ہر وقت فساد و فتنہ پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

(۲) دوکانوں کے بن جانے سے مسجد کی آمدنی کا ایک سامان ہو جائے گا تو سوال یہ ہے کہ ان دو اہم فوائد کو مد نظر رکھ کر بالخصوص بنیاد شرک مٹ جانے کی نیت سے اس حصہ زمین کا محکمۂ تعمیرات بلدیہ کو بالمعاوضہ دے دینا جائز ہے یا نہیں۔ مدلل جواب دیجئے اور اجر حاصل کیجئے۔

الجواب۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ کسی وقف کی ہیئت کا بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ[1] عامہ کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ بعض متون کی اس عبارت سے کوئی دھوکا نہ کھائے مثلاً تنویر الابصار میں فرمایا جعل شیئ من الطریق مسجدا جاز کعکسہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد ت باطل کر کے گذرگاہ بنا دی جائے بلکہ یہ مطلب ہے کہ مسجد کے کسی جز کو بحالہ رکھ کر وقت حاجت فقط ممر انسان غیر محدث بحدث اکبر ٹھہرا لیا جائے درمختار[2] میں فرمایا (کعکسہ) ای کجواز عکسہ وھو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اھل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب

[1] درمختار مع شامی جلد سوم ص۴۱۹ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، [2] فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص۴۹۰ مطبوعہ بیروت

پھر یہ جواز بھی مختلف فیہ ہے اور وہ بھی بہر حال نہیں بلکہ وقت ضرورت وعند الحاجت رد المحتار[1] میں فرمایا قولہ لکنہ فیہ خلاف کما یاتی تحریرہ وھذا عند الاحتیاج کما قیدہ فی الفتح رد المحتار میں تتارخانیہ اس میں فتاوی ابو اللیث سے تو اس کا عدم جواز نقل کیا اور اسی کو تتارخانیہ میں صحیح فرمایا۔

اور فتاوی عتابیہ اس میں خواہر زادہ سے یہ نقل فرمایا کہ اگر راستہ تنگ ہو اور مسجد وسیع زائد از حاجت تو راستہ میں مسجد سے زیادت جائز ہے اور چونکہ اسی پر متون کا اطباق تھا تو اسی کو معتمد بتایا عبارت یہ ہے فی التتارخانیۃ عن فتاوی ابی اللیث وان اراد اھل المحلۃ ان یجعلوا شیئا من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح ثم نقل عن العتابیۃ عن خواھرزادہ اذا کان الطریق ضیقا والمسجد واسعا لا یحتاجون الی بعضہ تجوز الزیادۃ فی الطریق من المسجد لان کلھا للعامۃ اھ والمتون علی الثانی فکان ھو المعتمد۔ اس میں بغیر جنب وحائض ونفساء مسلمان اور کافر ذمی کے مرور کی حرمت بوجہ ضرورت ساقط ہو گی۔ جمیع احکام مسجد اس سے ساقط نہ ہوں گے۔ اسی میں ہے تسقط حرمۃ المرور فیہ للضرورۃ لکن لا تسقط عنہ جمیع احکام المسجد فلذا لم یجز المرور فیہ لجنب ونحوہ کما مر جد المحتار میں فرمایا یتخذ فی المسجد ممرا ای تمر فیہ المارۃ مع بقاء المسجدیۃ وحفظ الآداب فلا یحل دخول جنب ولا حائض ولا نفساء وادخال دابۃ کما مر شرحا نص علیہ فی التبیین والبحر وغیرھما مسجد کی مسجدیت کسی مصلحت کے لئے باطل نہیں ہو سکتی جو زمین مسجد ہو چکی بجمیع اجزائہ ابدا مسجد رہے گی رد المحتار[2] میں فرمایا المسجد لا یخرج عن المسجدیۃ ابدا۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از گورکھپور مرسلہ مولوی الفت علی صاحب

سوال۔ کیا حکم ہے شریعت غرا ملت بیضا کا صور مسئولہ میں

(۱) دروازہ احاطہ مسجد کی بام نما تو سیع بلا ضرورت سخت مع انہدام کوٹھری کرایہ مسجد بزر یہ کثیر موقوفہ مسجد جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دروازہ احاطہ مسجد کی تحویل و توسیع میں سے جب کہ تحویل میں مسجد کی آمدنی کا اضافہ ہو اس طرح پر کہ اس کی جگہ پر ایک اور کوٹھری بنا دی جائے اور توسیع میں جب کہ نقصان ہو اس طرح پر کہ بجائے تعمیر انہدام کوٹھری لازم آتا ہے مگر اس کی مکافات دروازہ پر کوٹھری بنا کر کی جاوے بظاہر مع عدم مکافات کرایہ تو کس پر عمل کیا جاوے؟

[1] رد المحتار جلد سوم ص۴۱۹ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، [2] ایضاً ص۴۲۰

الجواب ۔ بے ضرورت وحاجت ومصلحت اپنے روپئے صرف کرنا بھی نہ چاہئے نہ کہ وقف کا مال۔ اگر تحویل باب میں نفع ہو یا مصلحت وضرورت ہو تو کر سکتے ہیں۔ یوہیں اگر توسیع کی حاجت ہو تو توسیع بھی کی جا سکتی ہے۔ جب کہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ وقف کے روپیہ سے بھی کر سکتے ہیں جب کہ وہ روپیہ تعمیر کے لئے ہو اور اگر تعمیر کے لئے نہ ہو تو شرط واقف کے خلاف صرف نہیں کر سکتے کہ شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہے۔ مسجد کا اگر کوئی متولی ہے تو وہ کرے گا ورنہ اہل محلہ اسعاف فی حکم الاوقاف میں ہے لاحول اہل المحلۃ باب المسجد من موضع الی موضع اخر جاز عامہ کتب فقہ میں ہے شرط[1] الواقف کنص الشارع مگر سوال ۲ میں جب کہ بلا ضرورت کا لفظ ہے نیز یہ کہ بجائے نفع کے مسجد کا نقصان ہے پھر یہ کہ شرط واقف کا خلاف بھی ہے وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا بھی ہے تو کسی طرح یہ توسیع ہرگز جائز نہیں کتب معتبرہ میں ہے لایجوز[2] تغییر الوقف من هیأته فلا یجعل الدکان خانا اھ جو ایسا کریں گے وہ زر مسجد کے بھی ذمہ دار ہوں گے اور ان کے ذمہ لازم ہوگا کہ جیسی دوکان پہلی تھی ویسی ہی کر دیں۔

یہاں تو دوکان سرے سے اڑا ہی دی وقف کی تغییر ہیئت تو جائز ہے ہی نہیں جیسا کہ مذکور ہوا اگر چہ مقصود دونوں کا ایک ہی ہو جیسے دوکان سے بھی مقصود کرایہ ہے تو یہ جائز نہیں کہ دوکان کو حمام کر دیا جائے لان[1] شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ نہ کہ خلاف مقصود اور وہ بھی بالکل بے سود نہ صرف بے سود بلکہ بجائے نفع نقصان موجود یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ دوکان مسجد پر وقف ہو مسجد کی دوکان ہونا اور بات ہے اور مسجد پر اس کا وقف ہونا اور بات ہے اور اگر وہ مسجد پر وقف نہیں تو توسیع کر سکتے ہیں جب کہ اس کی حاجت ہو اور جب کہ وقف کا روپیہ تعمیر کے لئے ہو اور اگر وہ تعمیر کے لئے نہ تھا اور مصرف کا تھا جب تو بہر حال اس روپئے کی ذمہ داری صرف کرنے والوں پر ہے یعنی اگر چہ جس صورت سے توسیع جائز ہو اسی صورت میں اس روپئے کو توسیع میں صرف کیا ہو۔

۳ جائز ہے جب کہ نفع ہو اور دروازہ جس کے بجائے دوکان ہوئی فنائے مسجد سے خارج ہو فنائے مسجد کا حکم وہی ہے جو مسجد کا جیسے مسجد کا کوئی حصہ دوکان وغیرہ نہیں کیا جا سکتا یوں ہی فنائے مسجد کا بھی۔ اور اس توسیع کا حکم اوپر معلوم ہو گیا۔ جس صورت میں جائز نہیں۔ اگر چہ اس کے بجائے دس کوٹھریاں بنا کر مکافات کی جائے۔ اگر چہ وہ دسوں کرایہ کی ہوں۔ ہرگز جائز نہیں۔ اسعاف میں فرمایا لواراد قیم المسجد ان یبنی حوانیت فی حد المسجد وفنائہ۔ قال الفقیہ ابو اللیث لایجوز لہ ان یجعل شیئا من المسجد مسکنا ومستغلا

---

[1] فتاوی عالم گیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰، [2] رد المحتار جلد سوم ص ۴۱۲ مطبوعہ کوئٹہ

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بریلی شہر کہنہ ۲۶ جمادی الآخر ۵۲ھ

عمرو نے دو درخت مسجد کے آرام کے واسطے لگائے اگر اس میں کچھ لکڑی کسی وجہ سے کٹوائی گئی تو مسجد کے اندر صرف ہونا چاہئے یا بجائے عمرو کے زید اپنے صرف میں لاسکتا ہے اپنی ملکیت بنا کر؟

الجواب ۔ جو درخت مسجد میں لگائے ہیں وہ مسجد کے ہیں مسجد کے درخت کی لکڑی اپنے کام میں نہ عمرو لاسکتا ہے نہ زید نہ کوئی اور مسجد ہی میں صرف کی جائے گی۔ خود یا فروخت کر کے اس کی قیمت اسعاف فی احکام الاوقاف[1] میں ہے لو غرس فی المسجد تکون للمسجد لانہ لایغرس فیہ لیکون ملکا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸ ۔ از اراکان مرسلہ مولوی علی احمد صاحب امام مسجد ۸ ذی القعدہ ۵۲ھ

اذان کی جگہ چھوڑ کر مسجد کے اندر اذان دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہو تو فقہا کے اقوال مسطورات الذیل کے مطلوب کیا چنانچہ فتاوی قاضی خاں فتاوی خلاصہ خزانۃ المفتیین فتاوی عالمگیریہ بحر الرائق شرح نقایہ برجندی فتح القدیر ان تمام کتابوں میں مندرج ہے کہ لایؤذن فی المسجد اور غنیہ فی شرح المنیہ میں ہے الاذان انما یکون فی المؤذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ فتح القدیر کے باب الجمعہ میں ہے ہو (ای الاذان) ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مرقوم ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم عمدۃ الرعایہ فی شرح الوقایہ میں ہے قول بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ہو الثانی اور اگر جائز نہ ہو تو مقرری مؤذن ہوتے ہوئے اس کے بغیر اذن و حکم وسعت وقت کے اندر اگر کوئی دوسرا شخص استہزاء سو ادبی اذان کرتے ہوئے قہقہہ مار کے ہنستے ہوئے مسجد کے اندر کھڑے ہو کر اذان دے دیوے اور مؤذن مقرر اعادہ کر لیوے تو کیا ہے؟ مدلل و مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ تنقیح و توضیح فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ۔ مسجد یعنی موضع صلاۃ میں اذان خلاف سنت و مکروہ تحریمی ہے قاطبۃ ائمہ کرام علماء اعلام فقہاء عظام جہابذہ فخام اس کی ممانعت فرماتے آئے کتب فقہ اس سے مالامال ہیں سائل نے جو چند کتب معتمدہ کی عبارات سوال میں لکھیں ان کا صریح مطلب یہی ہے کہ مسجد میں اذان نہ کہی جائے اذان منذنہ میں ہو یا خارج مسجد اور اقامت داخل مسجد ہو اذان حدود مسجد میں ہو کر داخل مسجد اذان مکروہ ہے۔ مکروہ ہے کہ اذان مسجد میں دی جائے خارج مسجد ہی اذان ہونا مسنون ہے نیز امام فخر الملۃ والدین زیلعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ تبیین الحقائق

---

[1] جلد اول ص۵۵ بیروت ، [2] ص۱۰۲ ، [3] جلد اول

شرح کنز الدقائق میں فرمایا السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد سنت ہے یہ کہ اذان منارہ پر ہو اور اقامہ مسجد میں جو مؤذن مقرر ہے اس کے ہوتے ہوئے بے اس کی اجازت دوسرے کو اذان کہنا گویا اس کی حق تلفی کرنا ہے ایسا نہ چاہئے خصوصاً اس طرح کہ اس کے ساتھ اس سے استہزار مقصود ہو اس کی ایذا منظور ہو لیسا شخص یقیناً گنہگار اور مؤذن کے حق میں گرفتار ہے اس مسخرہ پر اس تمسخر کا بار ہے اس کے سر ناحق ایذار مسلم اور مسجد میں قہقہہ زنی کا الزام سوار ہے حدیث میں ناحق ایذار مسلم کو ایذار اللہ و ایذار رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ اذان کے ساتھ استہزار تو کفر ہے اس نے یہ استہزار مؤذن کے ساتھ کیا یہاں اذان کے ساتھ استہزار کا تو کوئی محل سمجھ میں نہیں آتا مؤذن کو اسی اذان کا اعادہ ہی چاہئے تھا جو خلاف سنت مسجد کے اندر کہی گئی کہ مسجد کے اندر کی اذان سے غائبانہ تو بالکل ہی اعلام حاصل نہ ہوگا یا بروجہ کافی اور اذان نہیں مگر برائے اعلام اسی لئے اگر کوئی آہستہ آہستہ اذان کہے جس سے اعلام حاصل نہ ہو اس اذان کا اعادہ کرنا ہوگا تو جیسے اس اذان کا اعادہ چاہئے یونہی اس کا بھی اذان کے سنن سے ہی یہ ہے کہ ایسی جگہ کہی جائے جو اسمع للجیران ہو مبسوط امام سرخسی میں فرمایا یؤذن المؤذن حیث یکون اسمع للجیران لان المقصود اعلامھم ویرفع صوتہ لان الاعلام لایحصل الابہ اور اگر اذان مسجد کے باہر صحن میں کہی تو اگرچہ اس صورت میں اعلام میں کوئی نمایاں کمی نہ ہوگی مگر خلاف سنت و مکروہ ہے لہٰذا اعادہ چاہئے اس شخص پر لازم ہے کہ مؤذن سے جس کے ساتھ تمسخر کیا ناحق ایذا پہونچائی معافی مانگے اور مولیٰ عزوجل کی جناب میں توبہ کرے کہ تمسخر حرام ہے اس میں حق اللہ و حق العبد دونوں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹ ۔ مرسلہ نذیر احمد مظفرپوری ڈاکخانہ بیدیہ بائی ضلع ہگلی بشرف ملاحظہ حضرت قبلہ مفتی اعظم جناب مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں۔

(۱) ایک مسجد بہت پرانی ہے نئے سرے سے بنوانے کی تجویز پر شہید کی گئی اب چند لوگوں کی رائے ہے کہ ایک درجہ مسجد کا پیچھے یعنی پچھم کی طرف چھوڑ دیا جائے حجرہ یا حوض یا غسل خانہ وغیرہ بنانے کے خیال سے اور پورب کی طرف ہٹ کر مسجد بنائی جائے آیا اصل مسجد کی جگہ جماعت خانہ کی چھوڑ کر مسجد بنا سکتے ہیں؟ اور اس جگہ کو کسی اور کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں اور اگر مسجد مسجد ہی رہے گی دوسرے مصرف میں اس کی جگہ نہیں لا سکتے تو جو لوگ کسی اور کام میں مسجد کی جگہ لانے پر اڑے ہوئے ہیں اور پورب میں ہٹ کر نئی مسجد بنانے پر تلے ہوئے ہیں

تو اس صورت میں عامہ مسلمین کو حق بامن وامان روکنے کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں نیز اس پر اصرار کہ مسجد اپنی اصل ہی جگہ پر رہے اس کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب ۔ جو جگہ مسجد یعنی موضع صلاۃ وقف ہو چکی اسے کسی دوسرے کام میں لانا حرام اشد حرام ہے وہ ابدا نماز وذکر خدا ہی کے لئے ہے وہاں حجرہ یا حوض وغسل خانہ بنانا خانۂ خدا کی توہین اور اس کی ویرانی ہے جو لوگ اس پر اڑے ہیں وہ بیت اللہ کی توہین کرنے کرانے پر اڑے ہیں انھیں ہر ممکن مگر جائز طور پر اس شنیع کام سے روکا جائے ہر مسلمان پر انھیں اس خبیث حرکت سے باز رکھنے کی سعی فرض ہے دالان دریں بنے یا پورب کی طرف ہٹ کر بنے مگر یہ جگہ ہرگز کسی دوسرے کام کے لئے نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ کام ایسا ہی ہو جس میں توہم توہین وتلویث بھی نہ ہو غسل خانہ تو غسل خانہ ہے یوں ہی حوض وحجرہ مسجد تو مسجد کسی وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا جائز نہیں شرط واقف کا اتباع مثل اتباع نص شارع واجب ہے کتب معتمدہ معتبرہ میں تصریح ہے شرط[1] الواقف کنص الشارع فی وجوب الاتباع والعمل ونیز تصریح ہے لا یجوز[2] تغییر الواقف عن ہیئتہ فلا یجعل الدکان خانا اھ

مسجد کا تو ہر ایسی چیز سے بچانا لازم ہے جس میں توہم اہانت وتلویث ہو نہ کہ اسے حوض وغسل خانہ کر دینا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی گمی چیز وہاں دریافت کرے تو ان سے بجائے بتانے کے یہ کہا جائے لا ردہا اللہ علیک خدا تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں یہ حدیث کا ارشاد ہے نہ کہ اسے موضع صلاۃ وذکر جس کے لئے وہ بنی تھی اس سے نکال کر اس کی یہ حرمت باطل کر کے جو بات حرام تھی اس کے لئے کر دینا وہ لوگ جو اس شنیع ارادہ ونیت پر اڑے ہوئے ہیں وہ کیا ہیں اگر خود واقف بعد تمام مسجدیت ایسا کرنا چاہتا ہے ہرگز نہ کر سکتا متولی ہوتا تو اس کی تولیت توڑ دی جاتی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از ہٹیہ مدنپورہ بنارس مرسلہ عبد الرحمٰن صاحب معرفت حاجی عبد الجبار عبد الغنی صاحبان ۳ محرم الحرام ۵۳ھ

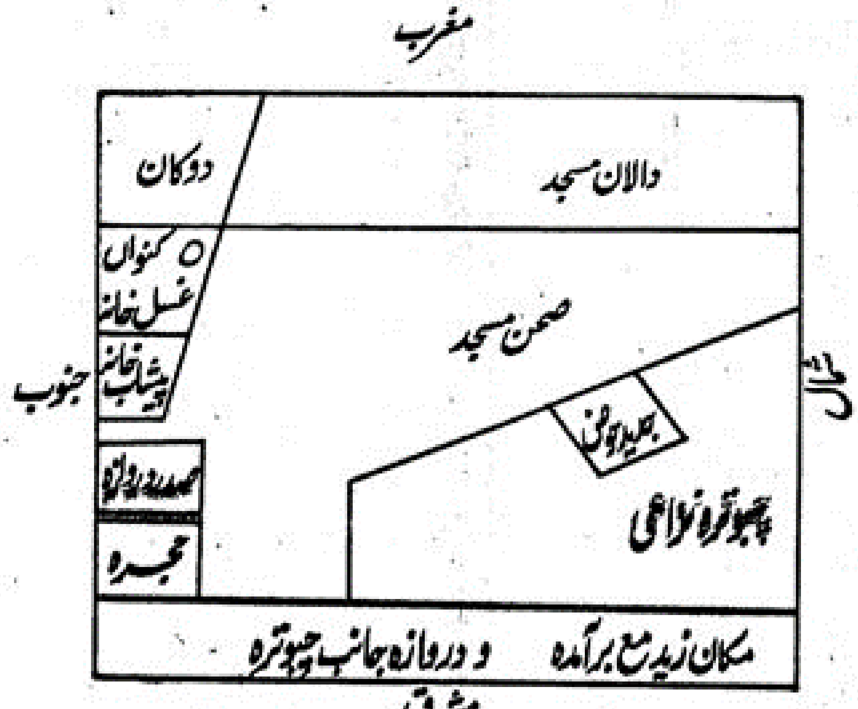
مکرمی قبلہ از خادم عبد الجبار دست بستہ آداب خادمانہ قبول ہو اس استفتا کے جواب کی اشد ضرورت ہے جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد تحریر کریں ۔ کہ مسجد سے ملحق ایک چبوترہ افتادہ ہے جسے اکثر حضرات زید کا جانتے ہیں مگر متولی مسجد نے چبوترہ پر وضو کے لئے ایک حوض بنوا دیا اور پانی کا ٹانکا بھی رکھ دیا اب نمازی لوگ اسی چبوترہ کو فرش مسجد میں شامل کر لینا چاہتے ہیں تو زید راضی نہیں ہے اور کہتا ہے کہ زمین ہماری ہے لیکن لوگ دلیل میں رشید احمد گنگوہی کے فتاوی ج ۳ صفحہ ۹۶ کی یہ عبارت کہ در حالت تنگی وضرورت جبراً جگہ لے کر مسجد میں

[1] رد المحتار جلد سوم صفحہ ۴۱۳ ، [2] فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰

بڑھانا درست ہے۔ پیش کرتے ہوئے جبریہ اس چبوترہ کو مسجد میں شامل کرلینا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضروری سوالات دریافت طلب مندرجہ ذیل ہیں۔

اول یہ کہ چبوترہ مذکورہ جبریہ مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر مسجد سے ملی ہوئی زمین جوکہ دوکان کے لئے موجود ہے اسے نہ شامل کیا جائے اور جبریہ زید کا چبوترہ لے لیا جائے تو اس مسجد میں کسی کی نماز ہوگی۔ اور یہ کہ چبوترہ مذکورۂ بالا پر بغیر رضامندی زید وضو کرنا درست ہے یا نہیں اگر نادرست ہے تو ایسے وضو سے نماز درست ہوتی ہے۔ فقط بینوا توجروا

موقع کی حالت سمجھنے کے لئے یہ نقشہ ہے



الجواب۔ جب کہ وہ چبوترہ مسجد کا نہیں۔ زید کا مملوک ہے تو اس میں بلا اجازت زید حوض بنانا متولی پر حرام تھا اس نے ظلم کیا۔ جن لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ زمین مسجد کی نہیں ملک غیر ہے اور وہ اس سے راضی نہیں کہ وہاں وضو کیا جائے انھیں وہاں وضو کرنا حلال نہیں۔ اگرچہ یہ وضو ہوجائے گا مگر بے اجازت مالک اس کی زمین میں وضو کرنے کا الزام ان کے سر ضرور ہوگا۔ متولی پر لازم ہے کہ حوض وہاں سے ہٹائے پانی کی ٹنکی وہاں سے اٹھائے۔ جو لوگ چبوترہ کو زبردستی مسجد میں جبریہ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ بحالیکہ مسجد کو ضرورت نہیں۔ یا اس کی ضرورت اس کی اپنی زمین پوری کرسکتی ہے جسے ان لوگوں نے دوکان بنانے کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو وہ لوگ

ظالم جفاکار ستمگریاں کار ہیں حق اللہ و حق العبد میں گرفتاری کو طیار ہیں۔ یہ حکم کہ دوسرے کی زمین کرنا لی جا سکتی ہے اسی وقت ہے جب اس کی حاجت ہو بے حاجت و ضرورت ہرگز یہ حکم نہیں۔ گنگوہی نے بھی یہ نہیں لکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ ہو بہر حال پرائی زمین دبا کر مسجد میں شامل کر دو اس کے لفظ بھی یہ ہیں۔ در حالت تنگی و ضرورت۔

ہاں اگر واقعی مسجد کی وسعت کی ضرورت ہے اور جتنی وسعت کی حاجت ہے وہ اس کو شامل کرنے پر بھی حاصل نہیں ہو سکتی جس میں دوکان چاہی جاتی ہے۔ یا وہ زمین برائے دوکان ہی واقف نے رکھی ہے۔ دوکان کی شرط کر لی ہے۔ تو اس صورت میں قدر ضرورت و حاجت بازار بھاؤ سے اس زمین کی قیمت دے کر مسجد میں شامل کر سکتے ہیں خواہ زمین والا خوش خاطر بیچے یا ناگواری کے ساتھ لینے کے یہ معنی نہ سمجھ لئے جائیں کہ وہ دے یا نہ دے زبردستی اس کی زمین جبراً اس سے چھین کر مسجد میں شامل کر دو بلکہ یہ معنی ہیں کہ اس کی قیمت اسے دی جائے اور وہ زمین مسجد میں داخل کر لی جائے۔ بیچے وہ بخوشی یا باکراہ۔ ناگواری کے ساتھ اکثر کتب معتبرہ معتمدہ فقہیہ میں یہ مسئلہ مصرح ہے مثلاً مجمع الانہر میں ہے لوضاق المسجد علی المصلین وبجنبہ ارض لرجل یوخذ ارضہ بالقیمۃ ولوکرھا جس صورت میں اس چبوترہ کا مسجد میں بے اجازت زید داخل کرنا ناجائز ہے اس صورت میں اتنے حصہ میں نماز مکروہ ہوگی کہ وہ زمین مغصوب ہوگی باقی مسجد تو مسجد ہے اس میں اس سبب سے کہ ایک حصہ غصباً داخل کیا گیا ہے کیوں مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱ ۔ از احمد آباد کالوپور پانچ پٹی پالی باڑی مسجد گجرات مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

ایک مسجد کے صحن میں مسجد کی زمین میں ایک قبر تھی اس صحن کو مسجد اونچی کرنے کے لئے اونچا کیا گیا اس کے ساتھ قبر بھی اونچی کی گئی پھر مسجد کو اونچی کرنے کی ضرورت پڑی اس مرتبہ اس قبر کے چاروں طرف اینٹ کی دیوار قبر سے کچھ اونچی چن لی گئی اور اوپر سے بند کر دی گئی۔ اور قبر اندر سے محفوظ ہو گئی اور اوپر سے تمام صحن برابر کر دیا گیا اب عرض یہ ہے کہ (۱) اس جگہ پر جس کے نیچے قبر ہے پتھر کا تعویذ رکھنا اور اس کے آس پاس کٹہرا بنانا جائز ہے یا نہیں (۲) صحن کی اس جگہ میں جس کے نیچے قبر ہے چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ مسجد کی زمین میں قبر کا اگر یہ مطلب ہے کہ نفس مسجد میں وہ قبر بنائی گئی تو یہ حرام کام ہوا جن لوگوں نے ایسا کیا وہ سخت گنہگار ہوئے اور اگر یہ مطلب ہے کہ قبل مسجدیت اس زمین میں کوئی قبر تھی پھر اس قطعہ کو مسجد بنایا گیا تو جتنی زمین میں قبر ہے وہ مسجد سے مستثنیٰ وہ مسجد نہیں صحن بلند کیا گیا اور سطح برابر کرنے کے لئے قبر کے اردگرد سے کچھ اونچی دیوار چن کر اوپر سے پاٹ کر قبر اندر کر دی اس میں کوئی حرج نہیں اچھا کیا۔ اس جگہ جس کے نیچے

قبر چھپ گئی ہے نماز میں کچھ حرج نہیں جب کہ پٹاؤ قبر سے ملاصق نہ ہو قبر سے جدا ہو۔ وہاں آنا جانا کھڑا ہونا نماز پڑھنا سب جائز ہے کہ وہ قبر نہیں قبر اس کے نیچے ہے۔ وہاں کٹہرا نہ لگایا جائے کہ اس سے مقصد فوت ہوگا۔ یہ عمل تو اسی لئے کیا گیا کہ صحن مسجد کی سطح مستوی ہو اور صفوف متصل ہوں بیچ بوجہ قبر قطع صف نہ ہو کٹہرا لگایا جائے گا تو یہ سارا کیا دھرا ملیامیٹ ہو جائے گا یوں ہی نشان ہرگز نہ بنایا جائے اس جگہ نشان قبر اگر رکھنا ہو کہ لوگ جان سکیں کہ یہاں قبر ہے فاتحہ ایصال ثواب کر سکیں تو کوئی ایسا نشان بنائیں جو سطح سے بلند نہ ہو کہ قطع صف کرے یا ٹھوکر ہو سکے۔ نہ ایسا ہو کہ لوگ اس چھت ہی کو قبر سمجھ لیں اور وہاں نماز پڑھنے آنے جانے کھڑے ہونے سے رکیں اتنی جگہ کو رنگ سے ممتاز کر دیں۔ سارے صحن کا ایک رنگ ہو اتنی جگہ کا دوسرا رنگ اور ایک تختی لٹکا دی جائے کہ یہاں ایک قبر ہے جو پٹاؤ کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۔ از شاہ پور مستورعبد الحسین خاں صاحب معرفت حاجی غلام حسین صاحب ساکن طوک پور بریلی۔ ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۵۳ھ

یہاں چند گھر مسلمان حلال خور (بھنگی) ہیں بعض کی صرف عورتیں پاخانہ کماتی ہیں اور بعض مرد و عورت سے دونوں یہ پیشہ کرتے ہیں لیکن یہ لوگ پابند صوم وصلاۃ بھی ہیں اور پاک و صاف ہو کر مسجدوں میں فریضہ نماز باجماعت ادا کرنے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ مذہب کا خون کرنے پر تل گئے ہیں یعنی یہ کہ ان مسلم حلال خوروں کو جمعہ و جماعت اور عیدین کے لئے مسجدوں میں نہیں جانے دیتے لہٰذا از روئے شریعت مطہرہ بیان فرمایئے کہ کیا واقعی شریعت کا یہ حکم ہے کہ مسلم حلال خوروں کو داخلہ مسجد سے روکا جائے اور اگر ایسا نہیں ہے تو روکنے والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب۔ جو مسلمان باطہارت و نظافت مسجد میں آئے اسے روکنے کا کسی کو کوئی حق نہیں۔ کسی قوم کا ہو مذہب اسلام چھوت نہیں رکھتا۔ یہ ہندوؤں کا مذہب ہے جب وہ بھنگی پاک کپڑوں پاک جسم سے مسجد میں آتے ہیں تو جو لوگ انھیں روکتے ہیں محض اس لئے کہ وہ پیشہ خبیث کرتے ہیں خود مجرم اور ظالم ہیں ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا سے ڈریں توبہ کریں ان بھنگیوں کو حلال خور سوال میں لکھا حالاں کہ وہ حلال خور نہیں انھیں حرام خور کہیں تو بجا ہے وہ کسب خبیث حرام ہے اور اس کی اجرت غیر طیب ان پر فرض ہے کہ وہ اس خبیث پیشہ کو ترک کریں جب تک وہ اسے ترک نہ کریں مسلمان ان سے میل جول نہ رکھیں ملیں جلیں نہیں۔ یہ چھوت کے لئے نہیں۔ بلکہ سزا مگر مسجد سے روکنے کا انھیں کوئی استحقاق

نہیں جب کہ وہ پاک کپڑوں پاک جسم سے آتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۔ از سرائے خام مدرسہ اشاعت العلوم مرسلہ علی حسین بریلی۔ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

علمائے اسلام اور دیانت و تقویٰ شعار اہل علم کی توجہ ذیل کے معاملہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے امید ہے کہ احکام شرعی صادر فرمائے جاویں گے۔

لاہور میں مسجد شہید گنج کی تحریک نے اب ایک پیچیدہ صورت اختیار کی ہے کیوں کہ بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کرنا شروع کیا ہے جن کو عام مسلمان لاہور غدار وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں وہ اس تحریک کو بے کار قرار دیتے ہیں جس کی بنا پر عام مسلمانوں میں یہ شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔

(۱) آیا مسجد شہید گنج کو شرعاً مسجد قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں اور جب اس کو سکھوں نے گورنمنٹ پنجاب کی اعانت و حفاظت میں گرایا ہے تو کیا اس زمین کو اب مسجد کا حکم حاصل ہے یا نہیں؟

(۲) اس کی حفاظت کے جذبہ میں سرشار ہو کر جن مسلمانوں نے اس کے گرانے کو اپنے مذہب پر اور اس کے ضمن میں اپنی مذہبی عزت پر ایک شدید حملہ سمجھا اور بہ حیثیت مسلمان اپنی عزت کو بچانے کی غرض سے مسجد شہید گنج میں جانا چاہا اور بصورت ممانعت بطور احتجاج راستہ پر بیٹھ گئے اور محض اس جرم کی پاداش میں کہ مسجد اور اپنی عزت کی حفاظت کی غرض سے وہ راستہ پر سے نہ ہٹتے تھے ان پر آتش بازی کی گئی جس سے ان پر امن نہتوں کی جانیں تلف ہو گئیں آیا وہ شرعاً شہید ہیں یا نہیں؟

(۳) مسجد مذکور کو موجودہ قانون مسلمانوں کے حوالہ کرانے میں اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے اس لئے عدالت اس امر میں مسلمانوں کی مدد نہیں کرتی لیکن مسلمانوں میں یہ بقدرت ضرور ہے کہ وہ اس کاروائی کے خلاف زبانی احتجاج کریں پر امن مظاہرے کر کے مخالفین کو مجبور کریں کہ وہ توہین مسجد سے باز آجائیں ان کی یہ کاروائی ان کے لئے باعث ہلاکت نہیں ہو سکتی بلکہ اگر کوئی تکلیف جرمانہ یا قید کی اس کے مقابلہ میں ان کو پہونچے گی بھی تو وہ قابل برداشت ہوگی اس لئے اس بارے میں پر امن احتجاج اور مظاہرے کرنا مسلمانوں کے لئے من حیث المذہب ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ لاہور کی مسجد شہید گنج ہو یا کہیں کی کوئی مسجد جو مسجد ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہے اس کی مسجدیت کبھی کسی وقت نہیں جا سکتی مسجد کے شہید کر دینے سے اس کی مسجدیت باطل نہیں ہو سکتی سکھوں نے شہید کی ہو یا کسی نے وہ مسجد جیسے شہید ہونے سے پہلے مسجد تھی یوں ہی اب بھی مسجد

ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی عیاذاً باللہ کافروں کے قبضہ میں مسجد آجانے سے کسی کے نزدیک اس کی مسجدیت نہیں جاتی کعبہ برسہا برس قبضہ کفار میں رہا جس کے گرداگرد مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہر دن ایک نئے بت کی پوجا کرتے اس قبضے سے کعبہ غیر کعبہ نہیں ہوگیا وہاں بتوں کے نصب کرنے اور پوجا ہونے سے قبلہ بت خانہ نہیں بن گیا وہ جیسا خالصاً للہ تعالیٰ برائے قربت وطاعت الٰہی پہلے تھا یوں ہی جب رہا یوں ہی اب ہے یوں ہی ابد الآباد تک رہے گا۔ اسی طرح مسجد کا وہ بقعہ طاہرہ جو خالصاً للہ تعالیٰ برائے طاعت وقربت وقف کیا گیا وہ جب مسلمانوں کے قبضہ میں تھا جیسا جب تھا ویسا ہی سکھوں کے قبضہ میں چلے جانے کے بعد رہا۔ ویسا ہی مسجد کی عمارت شہید ہوجانے کے بعد اب ہے اصل مسجد تو وہ موضع صلاۃ ہے عمارت ہو یا نہ ہو جو جگہ مسجد ہوگئی مسجد ہی رہے گی الا عند محمد فی بعض الصور وھذہ لیست منھا۔

عنایہ میں فرمایا فی زمان الفترۃ قد کان حول الکعبۃ عبدۃ الاصنام ثم لم یخرج موضع الکعبۃ بہ ان یکون موضعاً للطاعۃ والقربۃ خالصاً للہ تعالیٰ فکذلک فی سائر المساجد۔ مسجد کی ابدیت ان بعض کتب معتمدہ کی ان عبارات سے روشن حاوی قدسی وتنویر الابصار ودرمختار[1] میں ہے ولو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجداً عند الامام والثانی ابداً الی قیام الساعۃ وبہ یفتی رد المحتار[2] میں ہے۔ قولہ ولو خرب ماحولہ ای ولو مع بقائہ عامراً وکذا لو خرب ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ لبناء مسجد اٰخر اسی میں بحر وفتح ومجتبیٰ وحاوی سے تائید لیتے ہوئے فرمایا قولہ عند الامام والثانی فلا یعود میراثاً ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وھو الفتوی حاوی القدسی واکثر المشائخ علیہ مجتبی وھو الاوجہ فتح اھ بحر اذا خرب المسجد وفی الفتاوی اذا خربت القریۃ التی فیھا المسجد وجعلت مزارع وخرب المسجد ولا یصلی فیہ احد فلا بأس بان یأخذہ صاحبہ ویبیعہ وھو قول محمد وعن ابی یوسف لا یعود الی ملک البانی ولا الی ملک ورثتہ وھو مسجد ابداً۔

بحر الرائق پھر شامی[1] میں ہے علم ان الفتوی علی قول محمد فی اٰلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد۔ رد المحتار[2] میں ہے ان الفتوی علی ان المسجد لا یعود میراثاً ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر حاشیہ علامہ سیدی ابن عابدین علی الدر میں ہے ای قولہ ینصرف مفرع علی قول الامام وابی یوسف ان المسجد اذا خرب یبقی مسجداً ابداً۔ اسی میں ہے علمت ان المفتی بہ قول ابی یوسف انہ لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر کما مر عن الحاوی فتاویٰ حجہ پھر مضمرات پھر ہندیہ[3] میں فرمایا لو صار احد المسجدین قدیما

[1] در مختار مع شامی جلد سوم ص۴۰۷ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان [2] رد المحتار جلد سوم ص۴۰۷، [3] عالمگیری مصری جلد دوم ص۴۵۸ مطبوعہ بیروت

وقد اتی الی الخراب فاراد اهل السکۃ بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لا یجوز اما علی قول ابی یوسف فلان المسجد وان خرب واستغنی عنہ اھلہ لا یعود الی ملک البانی واما علی قول محمد وان عاد بعد الاستغنا ولکن الی ملک البانی وورثتہ فلا یکون لاھل المسجد علی کلا القولین ولایۃ البیع والفتوی علی قول ابی یوسف انہ لا یعود الی ملک مالک ابدا۔

ان عبارات سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن وآشکارا ہوا کہ مسجد شہید گنج مسجد ہی ہے بستی کے مسلمان اسے وہ تو وہ ہے کسی ایسی مسجد کو جو بوجہ قدامت بوسیدہ وخراب ہو چکی ہوتی جس سے استغنا ہو گیا ہوتا غیر آباد ہو گئی ہوتی ویرانہ میں پڑ گئی ہوتی ایسی مسجد کو بھی فروخت نہیں کر سکتے مسجد شہید گنج کو مسلمان سکھوں یا کسی کے ہاتھ فروخت کر ڈالتے تو بھی وہ بیع نہ ہو سکتی۔ وہ ہزار بار اگر فروخت کی جائے تو بھی وقف ہی ہے۔ ع۔ ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں۔ مسلمانوں کی شامت اعمال کہ ہر معاملہ میں کچھ نہ کچھ لوگ کسی نہ کسی وجہ اپنی ذاتی غرض ومنفعت یا محض خوشامد میں اختلاف کا علم اٹھا لیتے ہیں یہ بات بھی کوئی اختلاف کی تھی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اپنی جہالت سے اسلام ومسلمین کو نقصان پہنچاتے غلبۂ کفرہ کا فرین کا موجب ہوتے ہیں کفار کی امداد واعانت کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

گورنمنٹ کا قانون کہ وہ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کرے گی کبھی دست انداز نہ ہو گی۔ مگر ایسے ہی لوگ ہیں جو حکومت کو اپنے بدعمل سے فریب دیتے ہیں اور اس معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے گورنمنٹ کو بدنام کراتے ہیں۔ رعایا میں بداعتمادی پھیلاتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ اس قانون معاہدہ کے ہوتے ہوئے مسجد کو مسجد جاتے ہوئے کیونکر مسلمانوں کو اس سے روکتی اور مسلمانوں کی عبادت گاہ سکھوں کو شہید کرنے دیتی اور سکھوں کی حفاظت کر کے جو مسجد کو شہید کرتے ہیں ان کی امداد واعانت کرتی۔ جب تک اسے ایسے ہی لوگوں نے کوئی سخت خطرناک فریب نہیں دیا۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے کو گورنمنٹ نے بھی باور کرایا ہو کہ اب وہ مسجد نہ رہی ایک فریب اور بھی مسموع ہوا ہے کہ جسے مسجد شہید گنج کہا جاتا ہے یہ در حقیقت مسجد نہیں۔ مسجد نما ایک عمارت ہے جو کسی قاضی کی کچہری تھی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ان دشمنان عقل وخرد کو یہ معلوم نہیں کہ مسلمان کوئی عمارت مسجد نما نہیں بناتے کیا کوئی اور عمارت ایسی دکھائی جا سکتی ہے جو مسجد نما ہو مسجد نہ ہو۔ قاضی کی کچہری کی بھی ایک ہی ہوئی۔ ان جہلا کو کیا معلوم کہ پہلے مقدمات ومجالس نکاح وغیرہ امور مساجد ہی میں ہوا کرتے خود زمان برکت نشان حضور سید الانس

والجان میں یہی تھا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو کیا اس سے وہ مسجدیں مسجدیں نہ رہیں۔ قاضیوں کی کچہریاں ہوگئیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

۲۔ مساجد بیوت اللہ ہیں اللہ کے دین کا شعار عظیم ہیں اور کسی شعار دین کی ادنیٰ سے ادنیٰ ہتک ہرگز مسلمان برداشت نہیں کرسکتے بیشک شعار دین پر حملہ دین پر حملہ ہے مسلمانوں کی ذاتی ہی عزت پر حملہ نہیں بلکہ مسلمانوں کی دینی عزت پر بھی جس پر مسلمان اپنی عزت وآبرو اپنی جان ومال تن من دھن سب کچھ قربان کردینے کا سچا جذبہ رکھتے ہیں اور جو بن پڑے اور جس کی ان کا دین ومذہب اجازت دے وہ سب کچھ کر گذرنے کو تیار رہتے ہیں۔ مسجد شہید گنج یقیناً شعار دین ہے مسجد کی حفاظت وصیانت فرض مبین ہے جہاں تک جس جائز طریقہ سے ہو کرنا ناگزیر ہے کلیجہ اس مسلمان کہلانے والے کا دیکھو جوان مسلمانوں کو جنھوں نے مسجد کی حفاظت وصیانت چاہی گورنمنٹ کے خلاف ہاتھ اٹھانا کیسا لب تک نہ ہلایا اور مسجد کی حفاظت وصیانت چاہتے ہوئے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کردیں شعار دین پر اپنی قربانیاں چڑھادیں اللہ کے راستہ میں اپنی جانیں نثار کیں انھیں حرام موت مرنے والا کہے۔ حدیث تو ارشاد فرمائے[1] من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید اور یہ برخلاف حکم حدیث کہے نہیں نہیں جو مسجد کی حفاظت وصیانت میں مارے گئے وہ شہید نہ ہوئے۔

حدیث فرماتی ہے اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے گھر والی یا کسی قرابت والے کی حرام سے حفاظت میں بلکہ اپنے مال کی حفاظت میں جو مارا جائے وہ شہید ہے دین کی حفاظت تو دین کی حفاظت ہے تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی شرح میں علامہ مناوی قدس سرہٗ یوں فرماتے ہیں من قتل دون مالہ ای عند دفعہ من یرید اخذہ ظلماً فھو شھید ای فی حکم الاخرۃ لا الدنیا ومن قتل دون دمہ ای فی الدفع عن نفسہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ ای فی نصرۃ دین اللہ والذب عنہ فھو شھید و من قتل دون اھلہ ای فی الدفع عن بضع حلیلتہ او قریبتہ فھو شھید فی حکم الاخرۃ لا الدنیا لان المؤمن محترم ذاتاً ودماً واھلاً ومالاً فاذا ارید منہ شیئ من ذلک جاز لہ الدفع عنہ فاذا قتل بسببہ فھو شھید جو ان لوگوں کو حرام موت مرنے والا بتاتا ہے اس کے طور پر یہی نہیں بلکہ جو مسلمان اذان پر یا قربانی گاؤ پر شہید ہوتے رہے وہ سب بھی حرام موت مرے اور یہی نہیں بلکہ تیرہ سو برس کے اندر جتنے لوگ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مارے گئے وہ سب معاذ اللہ ایسی ہی حرام موت مرے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

[1] ترمذی شریف جلد اول ص ۲۶۱

قرامطہ ملعون نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا ہزارہا حجاج کو قتل کیا جن میں بڑے بڑے حضرات علماء بھی تھے اولیا تھے وہ قتل ہوتے رہے اور گاجر مولی کی طرح کٹتے رہے مثلاً حضرت شیخ علی بابویہ صوفی اعلام الاعلام میں ہے لم يقطع طوافه على بابويه وجعل يقول سه ترى المحبين صرعى فی دیارهم كفتية الكهف لا يدرون کم لبثوا والسيوف تقفوه الى ان سقط میتا رحمه الله تعالیٰ۔ آنجناب نے طواف جاری رکھا تلواریں پڑ رہی ہیں اور وہ طواف قطع نہیں فرماتے وہاں سے بھاگنا کیسا طواف جاری رکھتے ہوئے یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا تری المحبین الخ تو محبوں کو ان دیار میں مدہوش پائے گا جیسے اصحاب کہف کہ انھیں خبر نہیں کہ وہ کہف میں کتنا رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے وہ صحابہ کرام جو انواع انواع آلام دیئے گئے اور سخت ایذاؤں کے ساتھ قتل کئے گئے کہ اپنا فرض چھوڑ دیں انھوں نے ساری ایذائیں تکلیفیں آلام خوشی سے برداشت کئے قتل ہونا منظور کیا مگر جسے اپنا فرض جانتے تھے نہ چھوڑا۔ یہ سب معاذ اللہ شہید نہ ہوئے بلکہ .... ازالۂ منکر فرض ہے اس کے تین مرتبے حدیث میں ارشاد ہوئے کہ فرمایا من[۱] رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان جو تم میں کوئی منکر دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اور اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے اور یہ اضعف ایمان ہے۔ مسجد جو شعار دین ہے اس کا گرانا یا کسی طرح اہانت کرنا بھی ضرور منکر اعظم ہے اور ضرور اس کا ازالہ جس طرح ہو سکے مگر جائز طور پر وہ لازم ہے مسلمانوں میں یہاں اس کی استطاعت نہ تھی کہ وہ مسجد ڈھانے والوں کو بقوت روکتے ان پر جہاد کرتے حملہ آور ہوتے تو انھوں نے ایسا نہ کیا کہ یہ اس حالت میں اس کی انھیں اجازت نہ تھی اب دوسری صورت یہ تھی کہ زبان سے احتجاج کریں اپنی حق بات کا خوب روشن طریقہ پر اثبات کریں غیروں کے باطل دعویٰ کا واضح طور پر ابطال کریں مسجد میں اور مسجد کے راستوں میں بیٹھ جائیں کہ پہلے مسجد والوں کو ختم کر دو پھر مسجد کو ہاتھ لگاؤ۔ اتنا ہجوم ایک ساتھ ایک بات بالحاح کہے شاید ان پر اثر انداز ہو۔ انھوں نے اپنا فرض ادا کرنا چاہا مضطر ہو کر شہید گنج کی طرف چلے بدنام کنندگاں حکومت نے انھیں روکا وہ رک گئے پھر جذبہ حفاظت و صیانت سے متاثر ہو کر بڑھے پھر روکے گئے بار بار یہی ہوا آخر کار ان نہتوں پر جن سے کسی طرح کسی خطرناک کاروائی کا اندیشہ صحیح نہیں تھا حکومت نے آتشبازی کی اور اللہ جانے کتنے مجروح ہوئے کتنے شہید کتنی بی بیاں بیوہ ہوئیں اور کتنے بچے یتیم کتنے گھر بے چراغ ہوئے اور کتنے مکانات ماتم کدہ بن گئے۔

امر بالمعروف اور ازالہ منکر میں اگر کوئی ضرر لاحق ہو تو ترک حلال ہے لازم نہیں بلکہ کرنا افضل ہے۔ جو مسلمان

[۱] مسلم، مشکوٰۃ ص۴۳۶

اسے سن کرکے ازالہ میں مارے گئے وہ خدا کی راہ میں شہید ہوئے۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں حدیث مذکور کی
شرح یوں ہے من رأی ای علم منکم معشر المسلمین المکلفین القادرین منکرا ای شیئا قبحه الشرع فعلا او
قولا فلیغیره بیده وجوبا شرعا او عقلا فان لم یستطع الانکار بیده بان ظن لحوق ضرر به فبلسانه ای
بالقول کاستغاثة او توبیخ او اغلاظ بشرطه فان لم یستطع ذلک بلسانه لوجود مانع کخوف فتنة او خوف
علی نفس او عضو او مال فبقلبه ینکره وجوبا بان یکرهه ویعزم انه لو قدر فعل وذلک ای الانکار بالقلب
اضعف الایمان۔ فتاوی خلاصہ میں فتاوی صغری سے ہے الامر بالمعروف یحل وان کان یلحقه الضرر
غالبا او یعلم یقینا وفی فتاوی القاضی الامام اذا رأی الرجل منکرا من قوم وهو یعلم انه لو نهاهم عنه
قبلوا منه فانه لا یسعه ان یسکت ویترک وان کان یعلم لو نهاهم لا یستمعون وسعه ان یترک والنهی
افضل وان علم انهم یضربونه او یشتمونه لو نهاهم وسعه ان یترکه۔

مسلمان اگر مجبور تھے تو اس سے کہ شہید کرنے والوں کو اپنے زور بازو سے روکیں۔ ان پر حملہ آور ہوں جہاد کریں زبانی منع کرنے اس پر فرداً فرداً احتجاج کرنے تھک کر الحاح کرنے اور دوسرے جائز طریقوں سے روکنے سے تو مجبور نہ تھے جو کر سکتے تھے اس کا کرنا توان کے ذمہ میں لازم و فرض تھا یا قانوناً یہ بھی منع تھا پھر جب مسلمانوں نے اپنا فرض ادا کیا اور وہ فرض ادا کرتے ہوئے حکومت کو بدنام کرنے والوں کے گڑھے ہوئے اندیشہ کی بنا پر گولیوں سے ظلماً شہید ہوئے وہ کیوں شہید نہ ہوتے اور کیوں حرام موت مرے کسی کے گھر پر کوئی ظالم قوم چڑھ آئے اور اپنی چلتی جائز طریقوں سے اپنے گھر کی حفاظت چاہے اور گھر کو ڈھانے سے باز رکھنے کی کوشش کرے اس پر انھیں ظالمین میں کی وہ جن کا تعلق حکومت سے ہو زبردستی اس مظلوم کو حکومت کا مجرم فسادی امن عامہ کو برباد کرنے والا ٹھہرا کر حکومت کو اس سے اندیشہ اور خطرہ بتا کر قتل کرلیں وہ مظلوم مرے تو حرام موت مرے کیا انصاف ہے جب اپنے گھر کی اپنے مال کی حفاظت میں جو قتل کیا جائے بحکم حدیث وہ شہید ہے۔ تو یہ تو خدا کے گھر کی حفاظت و صیانت چاہتے ہوئے شہید ہوئے ہیں ہم حکومت کو ملزم نہیں کہہ سکتے اس نے جو کچھ کیا غلط یا صحیح اندیشہ فساد کی بنا پر کیا اگر حکومت پر اس الزام کا جواب ہمارے خیال میں نہیں تو اس نے جیسے اندیشہ فساد کی بنا پر مسلمانوں کو روکا تھا یوں ہی سکھوں کو مسجد کے شہید کرنے سے کم ازکم اس وقت ہی روک دیتے اور نہ اس الزام کا ہماری سمجھ میں کوئی معقول جواب ہے کہ حکومت کے ایسے لوگ جو خطرناک کارروائیاں کرگزرتے ہیں۔ حکومت ان کی تحقیقات کرکے انھیں سزا کیوں نہیں دیتی۔ اس کا

ایسا اعتبار کیوں کرتی ہے کہ انھیں آئے دن ایسی غلط اور پرخطر کارروائیاں کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔

ہاں ایک ہی صورت ہے جس سے گورنمنٹ مسلمانوں کی اشک سوئی کر سکتی ہے وہ یہ کہ جو کچھ عمال حکومت نے دانستہ یا نادانستہ غلطی کی اور ناقابل تلافی نقصان پہونچایا کافی تحقیقات کے بعد اس کا ان سے انتقام مسلمانوں کی جانب سے لے۔ اور مسجد شہید گنج مسلمانوں کے حوالہ کرے سید حبیب اور جن ناکردہ خطا لوگوں کو عمال حکومت نے بے وجہ گرفتار کیا ہے انھیں آزاد کرے۔ دو آنکھیں خدا نے اسی مصلحت سے دی ہیں کہ دونوں جانب نظر کی جائے حکام کی حمایت ضرور حکومت پر لازم ہے کہ اگر حکام کی حمایت نہ کی جائے تو حکام کام نہ کر سکیں رعایا سے ان پر اندیشہ زیادتی ہو مگر رعایا کی رعایت بھی حکومت کا فرض ہے اگر وہ ادھر نظر التفات نہ کرے گی تو وہی نتیجہ اُدھر ہوگا کہ حکام رعایا پر ظلم توڑیں گے اور اس پر زیادتی کریں گے جو حاکم غلطی کا ارتکاب کرے اسے سرزنش کرنا لازم اور جیسی غلطی ہو ویسی سزا ضرور۔ گورنمنٹ جیسے اپنے معاملات میں خطا پر فوری سزا دیتی ہے اور جیسی تحقیقات کرتی ہے ویسی ہی تحقیقات ویسی ہی سزا اس پر خطا کی جائے۔ ماننا نہ ماننا اس کے اختیار ہے ؎ مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے۔ ہم نیک و بد سے آپ کو آگاہ کر چکے۔

تقریر بالا سے روشن ہوگیا کہ مسلمانوں پر مسجد کی حفاظت و صیانت لازم ہے وہ ان کا فرض ہے جائز طریقوں سے تا حد امکان اس میں سعی کریں جو امر جائز اور مفید ہوا سے کریں اور ناجائز نامفید سے بچیں۔ کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے فائدہ کے بجائے نقصان ہو پر امن احتجاج اور مظاہرہ اگر مفید ہوں اور کر سکتے ہوں تو بے شک کریں اپنا فرض کسی کی کراہت کی وجہ سے اور کسی کی خوشنودی سے ہرگز ترک نہیں کیا جا سکتا مگر جب کہ اس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو۔ جب قانون اس سے مانع نہیں تو کوئی اندیشہ نہیں ایسا قانون ہو بھی نہیں سکتا۔ آخر عام اضطراب اور بے چینی کا اظہار اور کس طرح ہو سکتا ہے اور حکومت کو اس کا علم اور کیسے کرایا جا سکتا ہے اگر ایسا قانون ہو تو کیا اس کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے۔ ہرگز کوئی قانون ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو جائے تو جب بھی اتنا ہی ہوگا کہ لزوم نہ ہوگا و بس۔

قیود دین و مذہب سے آزادوں نے احرار اسلام اپنا نام رکھا ہے۔ ماعلی مثلہ یعد الخطاء ان کی دینی آزادی جس موقع پر انھیں جیسا چلاتی ہے ویسا چلتے ہیں۔ کشمیر جتھے بھیجنا لازم تھا وہاں مسلمانوں کو قید و بند کی مصیبتوں میں ڈالنا ان کا فرض تھا دشمنان دین کے ہاتھوں مسلمانوں کے اپنے گلے کٹوانے کے لئے تیار کرنا ضرور تھا اپنا یہ فرض ادا کر رہے تھے اس لئے یہ غدار نہ تھے دین کے دوست دار تھے دشمن نہ تھے غدار اور

دشمن دین وہ تھا جو انھیں ایسا کرانے کو منع کرتا اب شہید گنج کے معاملہ میں جو مسلمان شہید ہوئے وہ حرام موت مرے کہ یہ کام انھوں نے ان کی سرپرستی میں رہ کر انجام دیا فرض تو جب ادا ہوتا جب ان سے پوچھ کر کرتے ان کی مجلس سے باضابطہ اجازت لیتے جب انھوں نے ان سے نہ پوچھا تو حرام کیا اور حرام موت مرے۔ سید حبیب وغیرہ نے انھیں نہ پوچھا اور ان حرام کاروں کی حمایت نہ کی ان کی مجلس سے اجازت نہ لی اس سے بڑھ کر غداری اور دین سے عداوت ان کے نزدیک اور کیا ہو سکتی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۔ از بنگال فرید پور مسئولہ مولوی عبدالمجید صاحب قادری رضوی۔ جمادی الاولیٰ ۵۴ھ

مسجد کے اندر اذان ثانی دینا جائز ہے یا نہیں مع الدلائل حوالۂ کتب۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مسجد کے اندر جمعہ کی اذان ثانی ہو یا کوئی اذان دینا مکروہ ہے۔ یہ امر روز روشن سے زائد روشن کر کے دکھا دیا گیا ہٹ دھرمی کا کسی کے پاس علاج نہیں رسائل اہل حق ملاحظہ کیجئے۔ اس میں حدیث و فقہ و اقوال ائمہ و حدیث سے ہے۔ اس کی کراہت اور اذان کے باہر ہونے کی سنیت کے بے شمار ثبوت ملیں گے دو چار عبارتیں اس وقت پیش کی جاتی ہیں۔ عالمگیری[1] میں ہے ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد فتاوٰی امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ میں بھی یہی ہے۔ عالمگیری میں اسی سے لیا ہے بعینہ یوں ہی خلاصۃ الفتاوٰی میں ہے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں[3] انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ تبیین[2] الحقائق شرح کنز الدقائق میں امام فخر الدین زیلعی فرماتے ہیں السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد فقہا ارشاد فرمائیں اذان خارج مسجد ہونا سنت ہے فقہا کہیں کہ اذان مئذنہ پر ہو یا خارج مسجد فقہا ممانعت فرمائیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے مسجد میں اذان مکروہ ہے مگر ہٹ دھرم ایک نہیں سنتے اپنے ائمہ کی نہیں سنتے تو حال کے مولوی عبدالحی صاحب کی کون سنے گا جنھوں نے حاشیہ شرح وقایہ میں تشریح کی کہ خارج مسجد اذان ہونا مسنون والمنون ھو الثانی شاید مولوی صاحب کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ان کا یہ قول دیکھ کر اپنی ہٹ سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۔ از ناسک مرسلہ قاضی چراغ دین صاحب ڈپٹی کلکٹر ریٹائرڈ مورخہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں۔

(۱) شہر گلشن آباد عرف ناسک کی تمام مسجدوں میں اذان ثانی جمعہ (جو دراصل پہلی اور ایک ہی اذان

[1] فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص۵۵ مطبوعہ بیروت، [2] جلد اول ص۹۲، [3] غنیہ ص۳۶۲ مطبوعہ رحیمیہ

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانہ مبارک میں تھی) بالکل منبر کے متصل آہستہ دی جانے کا خلاف سنت رواج پڑ گیا تھا اسی موافق خطبہ مخلوط بزبان اردو وخلاف سنت متوارثہ پڑھا جاتا تھا اس فقیر نے تحقیق وتدقیق کے بعد شہر کی جامع مسجد میں اذان خطبہ خارج از محل صلاۃ مسجد کے دروازہ پر خطیب کے سامنے دی جانے کا اور خطبہ خالص عربی زبان میں پڑھے جانے کا رواج بہ نیت احیاء سنت متروکہ جاری کیا دو سال تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا آخر ماہ صفر ۵۲ھ عبد اللہ نامی مولوی سورتی گجراتی ناسک تشریف لائے ان میں شہر خطیب کے رشتہ داروں میں سے شیخن صاحب بڑے صاحب خطیب اور مصلیوں میں سے مسمیٰ چاند خاں ابن حاجی ولی خاں ومراد خاں وشیخ حنیف الدین وغیرہ کے شامل ہو کر مولوی صاحب موصوف کو بہ بہانہ وعظ تاریخ ۲۹ صفر ۱۳۵۲ھ بروز جمعہ مسجد جامع میں لائے اور اذان خطبہ جو بالکل مطابق سنت نبوی علیہ الصلاۃ والسلام خارج از محل صلاۃ دی جاتی تھی موقوف کرا کے منبر کے قریب خطیب کے روبرو بالکل آہستہ سے دلوائی اور شیخن صاحب خطیب نے خلاف سنت متوارثہ خطبہ مخلوط بزبان اردو پڑھا۔

بعد از نماز مولوی صاحب نے وعظ فرمایا لیکن اذان وخطبہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں فرمایا وعظ کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے گئے اس وقت مولوی صاحب فرمانے لگے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ پر خطیب کے روبرو دیا جانا سنت ہے۔ اور زمانہ حال میں چونکہ مصلی عربی نہیں جانتے ان کے وعظ ونصیحت کے لئے خطبہ بزبان اردو پڑھ دینا بہت افضل ہے سامعین میں مولوی حافظ محمد اسمٰعیل صاحب برکاتی نقشبندی رئیس سٹانہ ضلع ناسک نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد مائۃ حاضرہ نے کئی رسالہ وفتوی اذان وخطبہ کے متعلق شائع فرمائے اور بدلائل ثابت کیا کہ اذان خطبہ جمعہ خارج از محل صلاۃ دینا ہی سنت ہے مسجد کے اندر منبر کے قریب اذان دینے سے یہ اذان جو کہ اصل اذان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اذان ہی نہیں رہتی مولوی صاحب کچھ جواب ہی دینے کو تھے کہ سلسلہ بحث شیخ حنیف الدین نے اس طرح منقطع کیا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کئی ہزار مسلمانوں کو کافر بنا دیا ان کے صاحبزادے نے ایک کافر کو مسلمان کیا تو کیا ہوا (یہ اشارہ طعنہ تھا اعلیٰحضرت کے وہابیوں کے خلاف فتوی شائع کرنے کی طرف) سلسلہ بحث ٹوٹ گیا۔ اذان خطبہ خارج از محل صلاۃ خطیب کے روبرو بین یدیہ وعلی باب المسجد دینا ہی سنت ہے۔ لیکن یہ سنت مردہ ہو گئی تھی۔ اس فقیر نے محض

احیاء سنت کی وہ اس پر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں جیسی کہ دروازہ پر دی جاتی تھی دلوانی شروع کی دو سال تک کسی نے کسی طرح کی مزاحمت نہ کی دو سال تک جاری ہوئی۔ سنت کو جبراً موقوف کرا دینے والے اور اس فعل کو خلاف سنت سمجھنے والوں کے حق میں کیا وعید آئی اور کس گناہ کے مرتکب ہوئے۔

(۲) اذان خطبہ خارج از محل صلاۃ دینا احناف کے نزدیک سنت ہے ترک سنت سے اذان مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے ترک سنت پر اصرار اور خلاف سنت فعل کو عین سنت سمجھنے والوں کے حق میں کیا وعید آئی ہے؟

(۳) ترک سنت کی عادت واصرار پر جو اذان دی جائے اسی اذان سے خطبہ ونماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۴) اور جو مسلمان ترک سنت پر ہٹ دھرمی کرے ان کے حق میں کیا وعید آئی ہے؟

(۵) اسی موافق خطبہ مخلوط زبان اردو یا اور کوئی زبان میں پڑھے اور مخلوط زبان میں خطبہ پڑھنے پر اصرار کرے اور عادت ڈال لیوے اور مصلی بھی مخلوط خطبہ پڑھے جانے پر اصرار کرے تو ان کا خطبہ ونماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(۶) جو امام یا خطیب اذان خطبہ محل صلاۃ میں خطیب یا امام کے روبرو دیئے جانے پر اصرار کرے اور اسے عین سنت سمجھے اور مصلیوں کی خاطر مخلوط زبان میں خطبہ خلاف سنت متوارثہ پڑھا کرے اور ایسے فعل کو افضل جانے کہ مضمون خطبہ مصلیوں کی سمجھ میں آتا ہے اور انھیں وعظ ونصیحت کا کام دیتا ہے جو خطبہ کی غرض ہے ایسے خطیب یا امام کی امامت درست ہے یا نہیں اور ایسے امام کی اقتدا کی جائے یا نہیں؟

(۷) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۱۹۷ میں فرماتے ہیں بدعت بر دو نوع سنت حسنہ وسیئہ حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آں سرور وخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت نہ نماید وسیئہ آں کہ رافع سنت باشد۔ اذان خطبہ جمعہ جو حضور اقدس وخلفاء راشدین علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام کے زمانۂ مبارک میں مسجد کے دروازہ پر خارج از محل صلاۃ دی جاتی تھی اسے منبر کے قریب محل صلاۃ میں دلانا اور اسی موافق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مبارک زمانہ میں خطبہ خالص عربی زبان میں پڑھا جاتا تھا اسے مخلوط زبان میں پڑھنا بدعت سیئہ ہے یا نہیں۔ یہ دونوں فعل رافع سنت اصلی ہے۔

(۸) ان دونوں فعلوں کو جائز وافضل سمجھ کر کرنے والوں کا بدعتیوں میں شمار لگایا یا نہیں اور جو امام یا خطیب یہ دونوں فعل خود کرے اور روا رکھے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور ایسے امام یا خطیب کی اقتدا میں نماز

ہوجائے گی یا نہیں؟

(۹) اذان خطبۂ جمعہ کے وقت قاضی شرع جو مسجد میں نماز کے لئے حاضر تھا اس نے اذان جمعہ کے متعلق مسئلہ بیان کیا فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں مثلاً غنیہ شرح وقایہ۔ بہار شریعت۔ فتاویٰ رضویہ وفتویٰ مبارکہ بریلی وغیرہ میں اذان ثانی جمعہ خارج از محل صلاۃ مسجد کے دروازہ پر خطیب کے روبرو دی جانی سنت ہے اور اس نے (قاضی نے) جو جگہ اس اذان کے لئے مقرر کی ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک کی سنت کے مطابق ہے مسجد کے اندر منبر کے متصل آہستہ اذان دینا خلاف سنت ومکروہ تحریمی ہے اس پر مصلیوں میں سے ایک شخص قاضی کو ڈانٹ کر کہتا ہے تم تمہارے دل میں سے نکالا ہوا حکم نہیں مانتے کسی شہر میں بھی یہ رواج نہیں ہے تمام دنیا کی مسجدوں میں یہ اذان منبر کے متصل دی جاتی ہے ہم ہرگز یہ اذان دروازہ مسجد پر نہیں ہونے دیں گے۔ خطیب صاحب منبر پر بیٹھے ہوئے سن رہے ہیں انھوں نے زبان تک نہیں ہلائی بلکہ خاموشی علامت رضامندی کے مطابق مؤذن کو مسجد کے اندر منبر کے بالکل متصل خود کے روبرو آہستہ سے اذان دلوائی اور خطبہ بھی مخلوط بزبان اردو پڑھ دیا۔ مصلیوں میں سے ایک شخص مسمی کھڑے رہ کر فرماتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فلاں نمبر کی حدیث میں یوں لکھا ہے کہ اذان خطیب نے سننا چاہئے اور جواب دینا چاہئے حدیث کی اصل عبارت اس شخص نے تلاوت نہیں کی خطیب صاحب وصاحبان موصوف اور جو مصلی ان کے اس فعل میں شریک ہوں گے وہ آیت شریفہ یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کے تحت قاضی شرع کی جو کہ اولی الامر میں شمار ہوتا ہے نافرمانی وہتک کے علاوہ اور کن کن گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

پہلا شخص جو قاضی شرع کے مستند فقہ کی کتابوں میں سے بیان کئے ہوئے شرعی مسائل کو ایسی تذلیل وحقارت سے تعبیر کرے اور ان کے نہیں جاننے پر اصرار کرے وہ کفر کی حد تک پہونچتا ہے یا نہیں دوسرا شخص پہلے کی تائید میں احکام فقہی کے خلاف جو حدیث کا مکمل ترجمہ سنائے اور خطیب صاحب جو دل سے قاضی شرع کے بتائے فقہی مسائل کو جھوٹ جانے اور ان مسائل کے خلاف عمل کرے وہ کن کن گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں گو اسلامی حکومت نہ ہو تاہم مذہبی امورات میں قاضی شرع اولی الامر کی حیثیت رکھتا ہے یا نہیں اگر رکھتا ہے تو ایسی ہستیوں پر شرعاً کیا حد مقرر ہے اسلامی حکومت نہ ہونے سے قاضی شرع کو شرعی حد جاری کرنے سے مجبور ہے تاہم عام مسلمانوں کو یہ تو معلوم ہوجائے گا کہ ایسی ہستیاں شرعاً کس سزا کے مستحق ہیں آیت شریفہ

ل۔ سورۂ نساء آیت ۵۹

کا دوسرا وجہ فان[1] تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول سے کے متعلق اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ اذان خطبہ جمعہ مسجد کی سیڑھیوں پر دلوانے کا اور خطبہ جمعہ خالص زبان عربی میں پڑھا جانے کا دو سال کا طویل زمانہ گزر گیا خطیب صاحب جب کبھی نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں شریک رہے اذان ثانی مسجد کی سیڑھیوں پر جہاں قاضی نے اذان دلوانا ٹھہرایا تھا دیئے جانے پر مزاحمت نہیں فرمائی گو خطبہ مخلوط بزبان اردو وخطیب صاحب پڑھ دیا کرتے خطیب صاحب نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں مہینوں شریک نہیں رہتے اور ان کی عدم حاضری میں قاضی شرع خطبہ و نماز پڑھا دیا کرتا صاحبان موصوف کو یا خطیب صاحب کو اذان یا خطبہ کے متعلق کسی قسم کا شک نہیں گذرا دونوں صاحبان موصوف اور ان کے ساتھی کا کوئی جمعہ قضا نہیں ہوا دو سال کے عرصہ میں قریب ۱۰۲ جمعہ کی نمازیں اس طرح ادا کیں اور ہمیشہ قاضی شرع کی تعریف کرتے رہے کہ قاضی صاحب جب سے وطن کو پنشن لے کر آئے جامع مسجد میں نماز جمعہ مطابق شرع شریف سنت نبوی علیہ الصلاۃ والسلام و فقہ حنفی کے مطابق ادا ہوتی ہے مولوی عبد اللہ کے آجانے سے دفعۃً انھیں احساس ہوا کہ اذان ثانی مسجد کے دروازہ پر خارج از محل صلاۃ دی جانا خلاف سنت ہے۔

بالفرض اگر یہ بھی مانا جائے کہ مولوی عبد اللہ نے یہ مسئلہ انھیں بتلایا تو اس کا فرض تھا کہ قاضی شرع سے دریافت کرتے کہ مولوی عبد اللہ اذان و خطبہ کے متعلق ایسا مسئلہ بیان کرتے ہیں اس کے نزدیک کیا دلائل ہیں کوئی تین ہفتہ مولوی عبد اللہ کا قیام ناسک رہا بلکہ مولوی صاحب موصوف کو قاضی شرع نے بلا کر ان مسئلوں میں دریافت کیا تو ہنسنے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مرحوم ایک ضعیف حدیث پر عمل کرانا چاہتے تھے اب وہ فوت ہوگئے حال کے مفتی کفایت اللہ صاحب جید عالم مفتی ہیں ان سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے میں بیمار ہوں بیماری کی وجہ سے کل جمعہ کے دن وعظ کو بھی نہیں جاسکوں گا میں ان مخصوص میں پڑنا نہیں چاہتا لیکن جب کہ اگر مصلیوں کی خواہش ہے کہ اذان منبر کے قریب مسجد (محل صلاۃ) میں دی جائے اور خطبہ مخلوط بزبان اردو پڑھا جائے تو آپ خواہ مخواہ کیوں منع کرتے ہو احمد رضا خاں صاحب نے ہر جگہ ایسے فساد برپا کر دیئے ہیں دفع شر کے لئے بہتر ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل نہ کیا جائے مولوی عبد اللہ دیوبندی عالم ہیں دیوبندی عالموں کے معتقد نظر آتے ہیں دیوبندی علماء مثلاً رشید احمد اشرف علی، عبد الشکور وغیرہ کی فقہ کی کتابوں پر مولوی عبد اللہ کا دار و مدار تھا سنن ابو داؤد شریف کی حدیث کو بے ساختہ ضعیف فرما دیئے اور آخر میں صاف کہہ بھی دیا کہ مفتی کفایت اللہ کے فتویٰ منگوا کر ان پر عمل کیا جائے۔

[1] سورۂ نساء آیت ۵۹

دیوبندی عقائد کے مولوی صاحب ہونے کی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مولوی عبداللہ مکہ شریف میں حکومت کی طرف سے عرب کے بچوں کو اردو سکھانے پر مقرر ہیں۔ اور ان کا ایک لڑکا امینیہ مدرسہ میں پڑھتا ہے اسے مکہ شریف لے جانے ہندوستان آئے تھے اور دہلی جاتے جاتے مار ڈالے گئے خود کے قول وقرار پاسداری کا لحاظ اتنا تھا کہ بیماری کی وجہ سے وعظ کے لئے جانا نہیں ہوگا نہ میں وعظ کہوں گا نہ آپ کے کاموں میں دخل دوں گا۔ ایسا وعدہ کر کے بھی آپ نے وعدہ خلافی کی مسجد جامع میں تشریف لے گئے وعظ بھی کہا اور خلاف سنت اذان وخطبہ ہونے دیئے خیر مصلیوں کو یا خطیب صاحب کو اگر حقیقت میں تحقیق مسئلہ کی ضرورت ہوتی تو قاضی شرع کی جس جمعہ کے دن مخالفت کی اور اس کے بتائے ہوئے مسائل کو ٹھکرا دیا (غالباً یہ واقعہ تاریخ ۱۰ ربیع الثانی کا ہے) اس کے بعد آج تک مصلیوں میں سے کسی نے یا خطیب نے جھوٹ بھی ان مسائل کی تحقیق کے لئے قاضی کے گھر جانے کی تکلیف گوارہ نہ کی حالانکہ قاضی نے انھیں ۱۲ ربیع الثانی بروز اتوار تحقیق مسائل کے لئے گھر پر آنے اور کتابیں دیکھنے کے لئے بلایا بھی تھا۔

قاضی شہر تو حسب فرمان آقائے نامدار سرکار دوعالم علیہ الصلاۃ والسلام (۱) من احیی سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ (۲) مَن احیی سنۃ من سنتی قد امیتت فان لہ من الاجر مثل اجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا (۳) مَن تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید اجر وثواب کا مستحق ہو گیا لیکن جن جن ہستیوں نے جاری کی ہوئی سنت متروکہ کو جبراً موقوف کرا دیا اور اپنے اس فعل پر اصرار بھی کرتے ہیں تو وہ کس وعید کے مستحق ہوتے ہیں۔ ترک سنت پر تو یہ وعید آئی ہے کہ من ترک سنتی لم ینل شفاعتی۔ فقط ترک سنت پر یہ وعید ہے تو جاری کی ہوئی سنت متروکہ کو جبراً موقوف کرانے کا گناہ تو ترک سنت سے بہت زیادہ ہونا چاہئے۔

ایک بات اور قابل غور ہے کہ مولوی عبداللہ کے بہکانے سے خطیب صاحب اور ان کے ساتھی دیوبندی مثلاً رشید احمد واشرف علی وغیرہ جن پر حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ جاری کیا گیا ان کے بتائے ہوئے فتووں پر عمل کیا گیا تو ان صاحبوں کا شمار دیوبندی علماء کے مقلدین میں ہوگا یا نہیں؟ ناظرین خود فیصلہ کریں۔

الجواب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط اللھم انی اعوذ بک من ترک السنن وانتہا کھا اذان خطبہ یہی وہ اذان ہے جو عہد کریم حضور نبی رؤف رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں پیش خطیب خارج مسجد دی جاتی تھی اور زمانہ خلافت شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں بھی ایک اذان اسی طرح دی جاتی رہی جب زمانہ حضرت

۲ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۹۶، ۳ بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۰

ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مدینہ طیبہ کی آبادی زائد ہوگئی تو حضرت نے ایک اذان اذانِ خطبہ سے قبل مقام زوراء میں اور اضافہ فرمائی اور اذان خطبہ بدستور خارج مسجد رکھا ہشام کے زمانہ میں وہ زوراء والی اذان بھی مسجد کی طرف منتقل ہو آئی اسی لئے ہمارے تمام علماء کرام ائمہ فخام قاطبۃً اپنی تصنیفات عالیات میں برابر کھلی کھلی تصریحات فرماتے آئے کہ خارج مسجد اذان مسنون ہے مسجد بمعنی موضع صلاۃ میں اذان مکروہ ہے داخل مسجد اذان نہ دی جائے علامہ ابراہیم حلبی غنیہ[1] میں فرماتے ہیں الاذان انما یکون فی المئذنۃ او خارج المسجد والاقامۃ فی داخلہ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں قہستانی اور وہ نظم سے ناقل یکرہ[2] ان یؤذن فی المسجد اسی میں فتح القدیر سے ہے فان لم یکن ثمہ مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد قہستانی میں ہے لایؤذن فی المسجد فانہ مکروہ اھ عامہ کتب میں ہے لایؤذن فی المسجد نیز یکرہ الاذان فی المسجد فتح القدیر امام ابن الہمام فرماتے ہیں[3] قولہ والمکان فی مسئلتنا مختلف یفید کون المعہود اختلاف مکانہما وکذلک شرعًا والاقامۃ فی المسجد ولابد اما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد امام اتقانی غایۃ البیان اور امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فتح القدیر میں خاص باب الجمعہ میں فرماتے ہیں ھو (ای الاذان) ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ اھ

فقہائے کرام کے باب الاذان میں یہ ارشادات کہ یکرہ الاذان فی المسجد اور لایؤذن فی المسجد ہر سمجھ والے کے نزدیک عام ہیں کہ ہر ایک اذان کو شامل ہیں مگر بعض ہٹ دھرم زبردستی یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ اذان پنجگانہ کے لئے ہے اذان خطبہ اس سے مستثنیٰ ہے مگر ان دونوں جلیل اماموں نے خاص باب الجمعہ میں یہ فرما کر ان معاندوں کی دہن دوزی فرمادی اور اس ہٹ دھرمی کی پوری خبر گیری رسائل اہل حق میں کافی طور پر کی گئی جس کے اعادہ کی یہاں حاجت نہیں ہے مسجد میں اذان یقیناً مکروہ خلاف سنت ہے مدخل امام محمد بن الحاج میں نہی عن الاذان فی المسجد کی خاص ایک فصل قائم فرماتے ہیں فصل فی النھی عن الاذان فی المسجد وقد تقدم ان للاذان ثلثۃ مواضع المنار وعلی سطح المسجد وعلی بابہ واذا کان ذلک کذلک فیمنع من الاذان فی جوف المسجد بوجوہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی الثانی ان الاذان انما ھو نداء للناس لیاتوا الی المسجد ومن کان فیہ فلا فائدۃ لندائہ لان ذلک تحصیل حاصل ومن کان فی بیتہ فانہ لایسمع من المسجد غالبا واذا کان الاذان فی المسجد علی ھذہ الصفۃ فلا فائدۃ لہ وما لیس فیہ فائدۃ تمنع الثالث ان الاذان فی المسجد فیہ تشویش علی من ھو فیہ یتنفل او یفعل غیر

[1] غنیہ ص۳۶۲ مطبوعہ رحیمیہ، [2] طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۰۷ مطبوعہ بیروت، [3] فتح القدیر اول ص۲۱۵ مطبوعہ پشاور

ذلك من العبادات التي بنى المسجد لاجلها وما كان بهذه المثابة فيمنع لقوله عليه الصلاة والسلام لا ضرر ولا ضرار اھ مختصرا۔

اذان اعلام غائبین کے لئے ہے اذان خطبہ اعلام غائبین کے لئے نہ ماننا اعلام حاضرین کے لئے جاننا نری ہٹ دھرمی اور تغییر سنت ہے اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ عہد رسالت سے اول عہد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہی ایک اذان تھی تو یقیناً اعلام غائبین ہی کے لئے تھی ایک اذان مزید اعلام کے لئے اضافہ ہوئی اس نے اس اذان خطبہ کا مقصود نہ بدل دیا مسجد میں اذان سے اعلام غائبین نہ ہوگا اور شیئی اپنے مقصود سے خالی ہوتی ہے باطل ہو جاتی ہے مسجد کے اندر کی اذان اذان ہی نہیں ابھی مدخل امام ابن الحاج سے گذرا اذا کان الاذان فی المسجد علی ھذہ الصفۃ فلا فائدۃ لہ وما لیس فیہ فائدۃ یمنع۔ نیز علماء فرماتے ہیں اذا خلا الشیئ عن المقصود بطل جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلواتے ہیں وہ یہی نہیں خلاف سنت اور مکروہ کام کرتے ہیں بلکہ ایک اذان ہی کو باطل کر دیتے ہیں جو لوگ ترک سنت کرتے ہیں یقیناً معاتب ہیں اس وعید سے ڈریں من ترک سنتی لم ینل شفاعتی ان کا یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ ہم خارج مسجد اذان کو سنت نہیں جانتے داخل مسجد اذان کو سنت مانتے ہیں خصوصاً اس صورت میں کہ حدیث و فقہ کے ارشادات سے انھیں بتا بھی دیا گیا جہل عذر نہیں بلکہ وہ خود دوسرا وبال ہے اور جہالت کرنا اور شدید الزام جس نے حمایت سنت کی ہو اسے تو سو شہید کے اجر کا حدیث مژدہ دیتی ہے[1] من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید رواہ البیہقی فی الزھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

خارج مسجد اذان ہونا حدیث سے ثابت داخل مسجد اذان کی کراہت و ممانعت فقہائے کرام کے ارشادات سے واضح بر خلاف حدیث و فقہ یہ کہنا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے دی جانا ہی سنت ہے۔ کیسا کھلا عناد اور سخت ہٹ دھرمی اور شدید جہالت ہے اللہ عزوجل محفوظ رکھے۔ کیا اس کے قائل میں دم ہے کہ وہ کسی ایک ہی معتبر معتمد عالم سے اپنے کسی ایک دعویٰ کی تائید پیش کر سکے اس نے یہ دعویٰ کیا ہے مسجد کے اندر منبر کے قریب ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے۔ خطیب خالص عربی زبان ہی میں ہونا مسنون ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر یہ گندا افترا ہے کہ انھوں نے معاذ اللہ کئی ہزار مسلمانوں کو کافر بنا دیا یہ ان لوگوں کا پروپیگنڈا ہے جو اپنے کفروں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور اپنے واضح کفریات کی بنا پر علماء عرب و عجم کی تکفیر کو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں یہ شخص جس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ

[1] مشکوٰۃ شریف صنـ۳۰

کی نسبت یہ کہا یا تو خود ان میں کا ایک ہے یا ان کا دام افتادہ ان کا فریب خوردہ یہ سب مل کر پوری کوشش سے کسی ایک شخص کا نام لیں کہ فلاں شخص کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے کافر بنایا ہے ہزار تو در کنار۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے جنھوں نے جنت و دوزخ کا انکار کیا فرشتوں اور شیاطین کا انکار کیا۔ نماز روزہ کا انکار کیا اور وہ جنھوں نے اللہ و رسول کی کھلی کھلی توہینیں کیں اس سبوح قدوس جل مجدہ کو عیبی جانا جھوٹ جیسے عیب کو اس سے واقع مانا چوری شراب خوری جہل و ظلم جیسے عیوب کا اس پاک ذات پر دھبہ لگایا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم عظیم سے شیطان لعین کے علم کو وسیع بتایا شیطاں کے لئے علم غیب نص سے ثابت مانا اور حضور کے لئے ماننے کو شرک بتایا۔ یوں یا شیطان کو غیر خدا نہ جانا یا اپنے منہ شیطان کے لئے علم غیب مان کر مشرک ہوا اور شرک کو نص سے ثابت جانا اور وہ جس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم شریف کے بارے میں یہ لکھا کہ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے (معاذ اللہ) اور وہ جس نے حضور خاتم النبیین علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد نبوت کی تجویز کی اور قرآن پر بے ربطی کی لم لگائی حضور کے بعد بلکہ حضور کے زمانہ میں کہیں کوئی نبی پیدا ہونے سے ختم نبوت میں کوئی خلل نہ جانا خاتم النبیین کے نئے معنی گڑھے اور جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور آج تک تمام مسلمان سمجھتے رہے اسے خیال عوام ٹھہرایا اور اسے صحیح نہ جانا اور وہ جنھوں نے اپنی نبوت کا ادعا کیا اور جو ان جھوٹے مدعیوں کو نبی مانتے یا مجدد جانتے یا کم از کم مسلمان جانتے ہیں۔ اور وہ جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام یا کسی اور نبی کی توہینیں کی ہیں یا ان کی نبوت سے انکار کیا ہے اور محض مقدس پجاری واعظ اور ایک مصلح جانا ہے۔ اور وہ جنھوں نے مولیٰ علی کو خدا مانا یا خدا کو ان میں رما ہوا ٹھہرایا یا حضرات اہل بیت کرام کو سوا حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے افضل جانا جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام کو غلط کار اور خائن ٹھہرایا یا غیر نبی مولیٰ علی کو نبوت کا اہل اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام نبی الانبیاء کو نبوت کے لائق نہ جانا جن کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت بھیجی تو اللہ نے مولیٰ علی کو تھی اور جبرئیل غلطی سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو دے گئے اور وہ جنھوں نے اس قرآن کو دخل بشری سے محفوظ نہ جانا بیاض عثمانی ٹھہرایا یا ناقص بتایا جنھوں نے خدا پر یہ عیب لگایا کہ وہ حکم دے کر پچھتاتا ہے وغیرہ وغیرہ کفریات اور وہ جن کا یہ عقیدہ ہے جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے کیسے گندے گھنونے کفری عقیدہ رکھتا ہو مسلمان اور وہ جو گاندھی کی آندھی میں اڑے جنھوں نے کھلے کھلے الفاظ کفریہ بکے اور افعال کفریہ کئے۔

یوہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ہر اس شخص کی تکفیر کی ہے جو ضروریات دین سے کسی ضروری دینی کا منکر ہو ان کے سوا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کسے کافر کہا ہے کیا لوگ محض نام اسلام رکھ کر اور گائے کا گوشت کھا کر مسلمان کیسے جا سکتے ہیں کہ ان کی تکفیر پر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کافر کہا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ دیوبندی لوگوں کا پروپیگنڈا ہے محض اس لئے کہ ان کی حق تکفیر لوگوں کی نظر میں بے اعتبار ہو جائے ان لوگوں کے نزدیک کفر کرنا عیب نہیں کافر کو کافر کہنا عیب ہے قاتلھم اللہ انی یوفکون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ہم ابھی آگے چل کر ثابت کریں گے کہ یہ جھوٹے مفتری دیوبندی جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر تکفیر مسلمین کا جھوٹا افترا کرتے ہیں خود واقعی تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر مشرک جانتے ہیں یوہیں ان لوگوں کی بھی جو ضروریات دین کے منکر ہوں تو یہ تکفیر کا رونا رونے والے اپنے طور پر کئی لاکھ یا کئی ہزار مسلمان کہلانے والوں کو کافر کہہ چکے ہیں۔ وہابی کی بنا مذہب ہی مسلمانوں کی تکفیر اور مشرک گری ہے ان کے نزدیک شرک امور عامہ سے ہے جس سے کوئی موجود خالی نہیں ان کے شرک کی بوچھاریں یہی نہیں کہ تمام زندہ مردہ مسلمانوں ہی پر پڑی ہیں اور ان کا شرک عالمگیر شرک ہے بلکہ معاذ اللہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ان کا حکم شرک جاری ہے اس کی بحث جمیل اور اس کے ثبوت جلیل دیکھنی ہوں تو رسالہ مبارکہ اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ دیکھیں۔

یہاں مختصراً صرف اتنی گذارش ہے کہ یہاں وہابی مذہب کا امام اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان جس کے متعلق دیوبندی کے امام گنگوہی کی تصریح ہے کہ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے اور موجب قوت و اصلاح ایمان ہے اور قرآن و حدیث کا پورا پورا مطلب اس میں ہے اور رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ تقویۃ الایمان میں ایک حدیث کا یہ ترجمہ کر کے کہ بھیجے گا اللہ ایک باؤ پھر سو جان نکال لے گی جس کے دل میں ہو گا رائی کے دانہ بھر ایمان۔ اس پر یہ فائدہ جڑ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی وہ ہوا چل گئی اور روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہ رہا دیوبندیو اپنے گریبان میں منھ ڈالو دیکھو تمہارے وہ کتاب جس کا رکھنا تمہارے نزدیک عین اسلام ہے یعنی جہاں وہ نہ ہو وہاں اسلام ہی نہیں وہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتی ہے تو کیا تم روئے زمین سے کہیں علحدہ کسی گوشے کے بھٹے میں آباد ہو پھر تم کیسے مسلمان تمہاری کتاب کے طور پر جہان بھر کے مسلمان ہوتے ہی تم خود بھی کافر ہوئے یا نہیں کذلک العذاب

ولعذاب الاخرة اکبر لوکانوا یعلمون ۰ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر جھوٹا افترا کرنے والو اعلیٰ حضرت نے کئی ہزار مسلمان کہلانے والوں کو کافر بنایا یا تم نے جہاں بھر کے مسلمانوں کو کافر بنا ڈالا اور اس تکفیر جمیع مسلمین کو عین اسلام مانا واللہ الہادی وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسجد کے اندر اذان مسجد کی بے ادبی اور بدعت ہے بدعت کو سنت سمجھنا اور سنت کو بدعت سخت وبال عظیم ہے اور سنت کو مٹانا اور اس کے معارض فعل کرنا سنت سیئہ ہے اور حدیث میں فرمایا[1] من سن سنة سیئة فعلیه وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامة اور ایسے شخص کو جو سنت مٹانے کے درپے ہوا سے حدیث میں من ترك سنتی لم ینل شفاعتی سے ڈرنا چاہئے اوپر معلوم ہو چکا کہ جہل عذر نہیں حدیث میں ہے من جادل فی خصومة بغیر علم لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع تیسیر میں اس حدیث کے نیچے فرمایا من جادل فی خصومة ای استعمل التعصب والمراء حتی ینزع ای ترك ذلك ویتوب منه توبة صحیحة حدیث میں ہے من کانت فطرته الی سنتی فقد اھتدی ومن کانت فطرته الی غیر ذلك فقد ھلك رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر وابن حبان والحاکم باسنادھم کما فی الحدیقة الندیه شرح الطریقة المحمدیه اور حدیث میں ہے مامن امة ابتدعت بعد نبیھا فی دینھا الا اضاعت مثلھا من السنة روی الطبرانی باسناده عن غضیف بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنه اور حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان اللہ حجب التوبة عن کل صاحب بدعة حتی یدع بدعته رواہ الطبرانی باسناده عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه ابی اللہ[2] ان یقبل عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعته رواہ ابن ماجة باسناده عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اذان سنو نمت خطبہ وصلاۃ کی شرط نہیں لہذا اذان کے خلاف سنت ہونے سے خطبہ وصلاۃ کی صحت میں خلل نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اس کا جواب اوپر ہو چکا۔

(۵) خطبہ اگر تمام تر اردو میں پڑھے گا یا مخلوط پڑھے گا تو خطبہ ہو جائے گا مگر یہ فعل خلاف سنت ہوگا لوگ اگر اصرار کریں گے کہ نماز بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو میں یا کسی اور میں ایسی زبان میں جو ہم سمجھ سکیں پڑھائی جائے تو ان کے لحاظ سے نماز میں بھی ایسا خطیب پڑھا کرے گا عہد صحابہ کرام میں بہت

[1] مسلم، مشکوۃ ص ٣٣، [2] سنن ابن ماجہ ص ٦

کثیر فتوحات عجم کی ہوئیں اور جوامع بنائی گئیں مگر کبھی کسی صحابی سے یا بعد صحابہ کسی سے ثابت نہیں کہ وہاں کی زبان میں خطبہ پڑھا ہو ہمیشہ خطبہ خالص عربی میں ہوتا رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے واضح ہے وعظ وتذکیر خطبہ سے پہلے اہل شہر کی زبان میں کرسکتا ہے یا بعد نماز اس کے لئے سنت کی تغییر کا وبال کیوں لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) خطبہ میں کسی اور زبان کا خلط یقیناً اسارت ہے اور اذان مسجد کے اندر بدعت رافع سنت ہے مدخل میں اسی فصل نہی عن الاذان فی المسجد میں فرمایا انظر رحمنا اللہ تعالیٰ وایاک الی ھٰذہ البدعۃ کیف جرت الی بدع اخراء اوپر معلوم ہو چکا کہ مسجد کے اندر کی اذان اذان ہی نہیں کہ اس سے غالباً اعلام غائبین نہیں ہوتا تو اندر اذان کہلوانا سنت کی مخالفت اور اس کا رفع ہے اور اذان کو بے معنیٰ کردینا مدخل میں ہے۔ الاذان انما ھو نداء الی الصلاۃ ومن ھو فی المسجد لا معنی لندائہ اذ ھو حاضر ومن ھو خارج المسجد لا یسمع النداء اذا کان النداء فی المسجد۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے سنت متروک ہوگئی اور اس کی جگہ یہ بدعت عادت ہوگئی آنکھ کھول کر اپنے گردوپیش جو یہ بدعت جاری دیکھی تو اب لاکھ کہو کہ یہ بدعت ہے اسے چھوڑو اور حدیث وفقہ سے ہزار ثابت کرو کہ یہ سنت ہے اسے اختیار کرو مگر کون سنتا ہے بدعت سے استیناس سنت سے وحشت اس عادت نے قلب حقیقت کردیا سنت کو بدعت کر ڈالا بدعت کو سنت ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امام ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں۔ انما ھی عوائد وقع الاستیناس بھا فصار المنکر بھا کانہ یاتی ببدعۃ علیٰ زعمھم فانا للہ وانا الیہ راجعون علی قلب الحقائق لانھم یعتقدون ان ماھم علیہ ھو الصواب والافضل ولو فعلوا ذٰلک مع اعتقادھم انہ بدعۃ لکان اخف ان یرجی لاحدھم ان یتوب واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) اس کا جواب اوپر کے حوالوں سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) ہرگز یہ حکم کہ اذان خطبہ خطیب کے روبرو خارج مسجد ہو داخل مسجد خلاف سنت ہے قاضی کا من گڑھت حکم نہیں جب اس شخص نے یوں رد کیا کہ ہم تمہاری بغل سے نکالا ہوا حکم نہیں مانتے وہ حکم شریعت ہے حدیث وفقہ سے خارج مسجد اذان کا ہونا ثابت ہے اور داخل مسجد کراہت وممانعت ہے اس نے حکم شریعت کو رد کیا خدا اسے توبہ کی توفیق دے اور یہ جھوٹ بکا کہ تمام دنیا میں اذان منبر سے متصل دی جاتی ہے اس نے اپنے گردوپیش کا نام ساری دنیا رکھ لیا ہے ساری دنیا تو ساری دنیا ہندوستان میں

بھی سب جگہ یہ بدعت نہیں بہت جگہ خارج مسجد موافق سنت اذان ہوتی ہے رسائل اہل حق میں بعض جگہ کا بھی ذکر ہے جہاں اذان خارج مسجد مطابق سنت دی جاتی ہے اس نے جھوٹ کہا وہ بھی مسجد میں اور وہ بھی حکم شریعت کے رد کو۔ خطیب نے جو سکوت کیا اور پھر اذان خلاف سنت مسجد کے اندر دلوائی اس کا وہ ملزم نہ ہوا قاضی شرع ضرور اولی الامر میں سے ہے شرعی سزا پوچھنا کس لئے ہے یہاں کون شرعی سزا دے سکا ہے اسلامی حکومت ہوتی تو قاضی حسب رائے ایسے معاندین کو تعزیر کرتا مولوی عبد اللہ نے جو اس حدیث کو ضعیف کہا محض جھوٹ اور غلط کہا وہ حدیث حسن ہے اور اگر عند المحدثین ضعیف بھی ہوتی تو جب ہمارے ائمہ نے اسے قبول کیا اور اسی سے بین یدی کا سنت ہونا بھی ثابت کیا تو ضعیف سند ایسی صورت میں کوئی چیز نہیں تلقی علماء بالقبول اعلیٰ درجہ کی قوت ہے سنت کے جاری کرنے کو اور مردہ سنت کے احیاء کو اور بدعت کے مٹانے کو فساد کہنا بڑے مفسد جاہل کا کام ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر فساد برپا کر دینے کا بہتان اٹھانے والا حق اللہ و حق العبد میں گرفتار ہے مستحق نار ہے جب مردہ سنت زندہ کی جائے گی اور اس کی جگہ جو بدعت جاری ہو گئی ہے اس کے مٹانے کی کوشش کی جائے گی تو جاہل مفسد اسے فساد ہی کہیں گے حدیث میں ایسے شخص کے لئے تو سو شہیدوں کے ثواب کا مژدہ دیا گیا ہے لیے کو جسے حدیث اپنا عظیم مژدہ دے مفسد کہنے والے خود مفسد ہیں ¹الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون ۝ حدیث میں شہید کا لفظ غالباً یوں ہے کہ شہید ایک بار قتل کی تکلیف اٹھا کر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور احیائے سنت و نکایت بدعت کرنے والا ہمیشہ رماح طعن اور سنان لسان سے زخمی ہوتا رہتا ہے نہ صرف زندگی میں بلکہ بعد موت بھی۔ مولوی عبد اللہ اور دوسرے لوگ جو پیشوایان وہابیہ گنگوہی تھانوی نانوتوی وغیرہم اور ان کے متبعین مولوی کہلانے کے اقوال و احوال پر مطلع ہو کر انھیں اپنا مقتدا پیشوا جانتے ہیں وہ سب وہابی ہیں اہلسنت کو ان سے مجالست ان سے ربط ضبط رکھنا ان سے سلام کلام حرام ہے۔ قال تعالیٰ ²واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: محمد جہاں گیر خاں محلہ کھجی ٹولہ بریلی متصل قلعہ۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ

اگر کوئی رافضی سنیوں کی مسجد میں اپنے روپئے سے حوض میں پانی بھروائے یا تعمیر (میں) کوئی حصہ لیوے وغیرہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ کہ سنیوں کی مسجد میں رافضی کے روپیہ سے حوض میں پانی بھروانا مسجد کی برجیوں پر

¹ سورۂ بقرہ آیت ۱۲ ² پ ۷، ع ۱۴

کلس چڑھوانا یا مسجد میں سپیدی کروانا از روئے شرع شریف جو حکم ہو آگاہ فرمایئے۔

الجواب۔ روافض زمانہ کفار مرتدین ہیں اور کفار و مرتدین کو مسلمانوں کی مسجد سے کیا سروکار قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ شٰھدین علٰی انفسھم بالکفر اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خٰلدون ۰ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الاٰیۃ[2] تفسیرات احمدیہ[1] میں ہے۔ قال صاحب المدارک وکذا القاضی الاجل اخذا من کلام صاحب الکشاف وعمارتھا تتناول رم ماسترم منھا وقمھا وتنظیفھا وتنویرھا بالمصابیح وصیانتھا مما لم تبن لہ المساجد من احادیث الدنیا لانھا بنیت للعبادۃ والذکر والمراد من الذکر درس العلم انتھی کلامہ فعلم منہ ان البناء الجدید ممنوع لھم بالطریق الاولٰی فان اراد کافران یبنی مساجد او یعمرھا یمنع منہ وھو المفھوم من النص وان لم یدل علیہ روایۃ۔ نزول آیت اگرچہ دربارۂ مشرکین ہے مگر حکم مشرکین سے خاص نہیں تمام کافرین کو عام ہے اور کبھی مشرک ہر کافر پر اطلاق ہوتا ہے اور حدیث میں خود روافض پر مشرک کا اطلاق۔ پھر اس میں مسلمانوں کا مرتدین سے میل ان کی طرف میل ظاہر ہے کہ بے اس کے ایسا نہ ہوتا اور مرتدین سے میل جول ان کی طرف ادنیٰ میل حرام ہے اگر کسی نے روافض سے روپیہ لے کر صرف کر دیا اچھا نہ کیا مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ اب اس سپیدی کو چھیل کر پھینکو حوض کا پانی بہا دو کلس اتار کر پھینکو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از الٰہ آباد محلہ یحییٰ گنج مسئولہ جناب سید ضمیر الدین احمد صاحب قادری رضوی زید لطفہ ۲۹ رمضان ۵۶ھ

ایک مسجد بہت پرانی ہے اس کے دروں کے آگے ٹین کا سائبان ڈالا گیا ہے لہٰذا ٹین کی رکاوٹ کے لئے صحن مسجد میں لوہے کے پائے گاڑے گئے ہیں تو آیا مسجد کے کام کے لئے صحن مسجد میں لوہے یا اینٹ کے پائے قائم کئے جا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ مسجدیت قائم ہو چکی۔ اور بانی مسجد نے کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ صحن مسجد میں سائبان پڑے گا زید کہتا ہے کہ مسجد کے کام کے لئے ہر حصہ مسجد کو کھود کر پائے وغیرہ قائم کر سکتے ہیں۔ بحوالۂ حدیث یا اور معتبر کتابوں کے حوالے سے جواب تحریر فرمایئے گا۔

الجواب۔ ہاں کر سکتے ہیں مگر اس کا لحاظ رہے کہ خواہ مخواہ پائے چوڑے نہ بنائے جائیں کہ جگہ خواہ مخواہ گھر جائے حاجت سے زیادہ زمین فضول نہ دبائی جائے۔ اول تو جب مصلحت مسجد کے لئے مسجد میں پیڑ بونا بھی جائز اور ظاہر ہے کہ درخت کے تنے بہت چوڑے چوڑے ہوتے ہیں جو کئی کئی آدمی کی جگہ گھیر لیتے ہیں اور ایک کی جگہ تو اکثر و بیشتر گھر جاتی ہے تو پھر مصلحت مسجد کے لئے سائبان کیوں نہیں ڈالا جا سکتا۔ اور اکثر

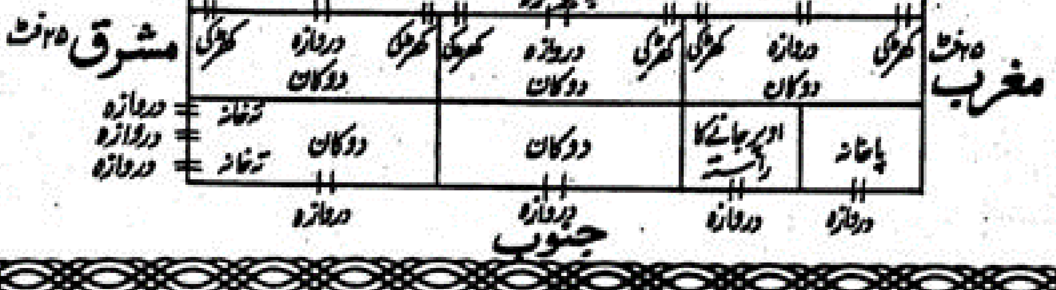
---

[1] تفسیرات احمدیہ ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ [2] سورۂ توبہ آیت ۱۷، ۱۸

سائبان بے ستون ہو ہی نہیں سکتا۔ تو سائبان کے لئے ستون صحن میں قائم کرنا پڑے گا، ہونے سے بدرجۂ اولیٰ جائز۔ ہاں اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں ایسا موقع ہو کہ بے ستون لگائے سائبان ڈالا جاسکے کہ ایک کڑی جنوبی و شمالی دیوار میں ہضم کرکے اس پر سائبان رکھا جائے اور اس کڑی کو کسی ستون کی حاجت نہ ہو تو بے حاجت مکان صلاۃ کو خواہ مخواہ مشغول نہ کیا جائے گا اگر بے حاجت ایسا کیا جائے گا تو ناجائز ہوگا۔ ردالمحتار[1] میں خلاصہ سے ہے غرس الاشجار فی المسجد لاباس بہ اذا کان فیہ نفع للمسجد بان کان المسجد ذانز والاسطوانات لاتستقر بدونہا وبدون ھذا لایجوز۔ ہندیہ[2] میں ہے۔ ان کان لنفع الناس بظلہ ولا یضیق علی الناس لاباس بہ جب بمصلحت سایہ مسجد میں درخت لگا سکتے ہیں تو سائبان میں تو سایہ بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی مصلحت ہے پھر واقف کا اذن صریح اس کے لئے کچھ ضرور نہیں۔ یہاں عرفی اذن کافی ہے۔ جیسے کوئی فقط زمین کو مسجد کردے بعد مسجدیت پھر عمارت مسجد بنے۔ یوں ہیں یہاں کہ عمارت مسجد کے آگے سائبان یا دوسرا دالان بنانا وقت حاجت معروف ہے والمعروف کالمشروط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از اجمیر مقدس محلہ سپیدہ خاں ڈگی بازار مرسلہ حاجی محمد فخر الدین صاحب پنشنر ڈپٹی پوسٹ ماسٹر مختار منزل۔ ۱۵ رمضان ۱۳۵۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ استفتا۔ یہ احقر اپنی مملوکہ مقبوضہ جائداد کو جس کا نقشہ حسب ذیل ہے دوکانوں کے بالائی حصہ یعنی چھت پر مسجد بنانا چاہتا ہے اور پانچوں دوکانوں اور دونوں تہ خانوں کو بدستور قائم رکھنا چاہتا ہے تاکہ ان کے کرایہ سے جوکہ مبلغ سولہ روپے ماہوار اب موجود ہے اس سے مسجد کا فرش اور روشنی امام کی تنخواہ کی سبیل ہوتی رہے گی مسجد کو یہ دوکانیں اور تہ خانہ وقف کردیئے جائیں گے۔ حضرات علماء دین و مفتیان شرع متین سے موافق فقہ حنفیہ فتویٰ کا خواستگار ہوں کہ آیا دوکانیں و تہ خانہ بدستور کرایہ پر رہیں اور ان کے اوپر مسجد بنے تو یہ شرعی مسجد ہوگی یا دوکانوں پر مسجد نہیں بن سکتی یا اگر بن سکتی ہے تو کس حالت میں نقشہ ارسال فرمایا جائے تاکہ نقشہ کے مطابق مسجد بنوائی جائے۔



---
[1] ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۶۶۱ مطبوعہ مصر [2] ہندیہ جلد ۵ صفحہ ۳۲۱ مطبوعہ بیروت

نوٹ ۱؎ اجمیر شریف میں اس مقام ڈگی بازار جہاں یہ دو کانیں واقع ہیں دو فرلانگ تک چاروں طرف مسجد نہیں ہے اس جگہ مسجد کا ہونا ضروری ہے اور کوئی زمین نہیں ہے صرف ان دوکانوں کی مسجد بن سکتی ہے اجمیر شریف چونکہ اسلام کا مرکز ہے یہ احقر ایسی جگہ مسجد بنانا چاہتا ہے۔

۲؎ زمانہ کی رفتار دیکھتے ہوئے ظاہر ہے زمانہ بہت نازک ہے لہذا ضروری ہے کہ دوکانیں تہ خانہ بدستور کرایہ پر رہیں تاکہ مسجد کا صرفہ چلتا رہے گا اور کسی دوسرے محلہ والوں سے دست نگر نہ ہونا ہوگا۔

۳؎ دیکھنے میں آیا ہے کہ مسجدیں غیر آباد ویران ہیں وہ کیونکہ ان مسجدوں اصراف کے لئے مستقل آمدنی کی سبیل نہیں ہے۔

الجواب۔ جائز ہے جب کہ وہ دوکانیں تہ خانے مسجد ہی کے ہوں گے۔ عالمگیریہ[۱] میں ہے۔ لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس کما فی الھدایۃ۔ قبل مسجدیت جب کہ وہ دوکانیں موجود ہیں ان پر مسجد بنائی جائے گی یہ دوکانیں مسجد کی ہوں گی تو اس میں حرج نہیں وہ مسجد مسجد ہوگی۔ ہاں کسی مسجد میں بعد مسجدیت یہ تصرف جائز نہ ہو تاکہ اس کی زمین خالی کر کے دوکانیں بنائی جائیں تہ خانہ بنائے جاتے۔ درمختار[۲] میں ہے۔ (اذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ) ای المسجد (جاز) کمسجد القدس۔ ردالمحتار میں ہے۔ صرح فی الاسعاف اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا اھ شرنبلالیۃ قال فی البحر وحاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالٰی وان المسٰجد للہ اھ مختصرا العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ہے۔ لا یضر کون الحوانیت تحتہ لکونہا وقفا علیہ۔ درمختار[۳] میں ہے۔ لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاترخانیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ ہدایت اللہ ساکن قصبہ بیسلپور وارد حال بریلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مسجد میں نماز پنجگانہ کے علاوہ وہ امور جو کہ آج کل عام طریقہ پر مروج اور جاری ہیں مثلاً سیاسی جلسہ کرنا اور مذہبی جلسہ کرنا اور دوران تقریر میں دیگر مذہب والوں کو برا بھلا کہنا اور مجلس میلاد شریف اس طرح پر منعقد کرنا کہ جس کے پڑھنے والے امرد۔ داڑھی منڈے اور جاری ہوں اور اشعار مثل قوالی کے پڑھنا اور اس پر کودنا اور لوگوں کا حال لانا کیسا ہے تفصیلاً بیان فرمائیے مسجد میں رنگ برنگ

۱؎ جلد ۲ صـ ۴۵۵ مطبوعہ بیروت ۲؎ جلد ۳ صـ ۳۵۷ ۳؎ صـ ۳۵۸

کے کا عقد اور جھنڈیاں اور پھول وغیرہ اس قدر لگانا کہ نمازیوں کو اس کی وجہ سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہو اور یکسوئی باقی نہ رہتی ہو اس کا کیا حکم ہے مدلل فرمایا جائے۔

مسجد میں دعا و تسبیح اس قدر بلند آواز سے پڑھنا کہ جو اور نماز پڑھنے والوں کے لئے مخل ہو اور دل میں اوروں کے انتشار پیدا ہوتا ہو تو یہ اس قسم کا ذکر جہری کرنا مناسب ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب۔ مساجد ذکر اللہ کے لئے ہیں جو جلسے مذہبی کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے انھیں مسجد میں نہ کیا جائے دوسرے مذاہب اور ان کے اصحاب کا رد مساجد میں جائز ہے دوسرے مذاہب رکھنے والوں کے رد کی بنا پر جلسوں کو مسجد سے نہیں روکا جا سکتا مجلس میلاد منعقد کرنا باعث ہزاروں ہزار برکات ہے مگر ہر چیز کو اسی طرح کرنا چاہیے جس میں شر ذرا بھی شامل نہ ہو امرد سے نہ پڑھوانا چاہیے یوں ہی داڑھی منڈے سے اور کسی فاسق معلن سے نہ پڑھوانا چاہیے جیسے نماز میں امام کسی فاسق کو نہ بنایا جائے موزوں آواز سے پڑھنے میں حرج نہیں مگر ارادہ اس کا ہرگز نہ کرے کہ موسیقی کے قواعد پر گا رہا ہے ورنہ کوئی آواز موسیقی سے باہر نہیں کہی جاتی خود بناوٹ سے حال لانا کودنا ناجائز ہے مگر اگر کسی نے ایسا کیا تو اس سے انعقادِ مجلس پر کیا اثر۔ وہابیہ سے اندیشہ ہے کہ کسی دن وہ یہ دیکھ کر کہ لوگ نمازیں داڑھی منڈے کے پیچھے پڑھتے خصوصًا تراویح میں تو اس کا لحاظ بہت کم ہی لوگ رکھتے ہیں کہ امام غیر فاسق حافظ ہو اور مصری لوگوں کے لہجہ جس میں بہت اتار چڑھاؤ بالقصد کیا جاتا ہے ایسا کہ ضرورت سے بہت زائد ہو جاتا ہے اور اس پر لوگوں کے جھومنے کو دیکھ کر نماز پڑھنے اور قرآنِ عظیم کی تلاوت ہی کو حرام نہ ٹھہرا دیں۔ مسجد آراستہ کرنا ان کی تزئین جائز ہے وہ جھوٹا ہے جو (کہتا ہے) جھنڈیوں سے نمازیوں کے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اتنی بلند آواز سے ذکر نہ کیا جائے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ایسی آواز بھی نہ ہو جو مسموع نہ ہو اگر اتنی آواز سے کہ مسموع مگر کسی مسلمان نمازی کی نماز میں خلل نہ ہوتا ہے ذکر کرے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از جے پور گھاٹ دروازہ مسئولہ نمائندگان برادری لوہاران جے پور مرسلہ امام اعظم علی صاحب ۲۲ محرم ۱۳۵۸ھ

جناب عالی علماء دین بعد ادائے آداب کے عرض ہے کہ جو حادثہ یہاں جامع مسجد کے دروازہ وسیع کرنے پر فائرنگ ہوئی اس کی بابت اسٹیٹ کے حکام بالا یعنی خان بہادر عبد العزیز خاں یہ فرماتے ہیں کہ راجہ بہادر کی یہ مرضی ہے کہ جامع مسجد مسلمان جے پور کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کر کے دوسری بنوا دی

جائے لہٰذا اس پر غور طلب ہے کہ شریعت سے اس کی بابت کیا حدیث ہے کہ کفار راجہ کے روپے سے مسجد بنانے پر اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں اور اس مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو مسجد ہو چکی تا قیام قیامت وہ مسجد رہے گی۔ مسجد بیچ ڈالنے بدل لینے کی چیز نہیں نہ چند یا ساری دنیا کے مسلمانوں کے بیچنے بدل لینے سے وہ مسجد مسجد ہونے سے نکل سکے ایک لاکھ نہیں اگر راجہ اپنی ساری ریاست دے اور مسجد نہیں مسجد میں سے ایک گز بھر زمین لے ہرگز مسلمانوں کو اس کا اختیار نہیں جو اس پر راضی ہوں گے اشد گنہگار ہوں گے۔ بیچنے خریدنے والے سب ظالم جفا کار ٹھہریں گے نہ مسجد کی تعمیر سوا مسلمانوں کسی کے لئے صحیح و درست۔ قال تعالیٰ ماکان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللّٰہ شٰھدین علیٰ انفسھم بالکفر اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خٰلدون ۝ انما یعمر مسٰجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسیٰ اولٰئک ان یکونوا من المھتدین[1] ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دیدے مسلمان اس روپیہ کا مالک ہو کر مسجد بنائے یا غیر مسلم کسی زمین پر تعمیر بنا کر مسلمانوں کو دیدے مسلمان اس پر قابض ہو کر اس کے مالک ہو کر اسے وقف کر دیں ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہو جائے گی۔ اس صورت میں کہ غیر مسلم مسجد بنائے اور اسے اپنی مِلک پر باقی رکھے یا خود وقف کرے وہ مسجد نہ ہوگی۔ نماز اس میں ہو جائے گی مگر مسجد کا ثواب نہ ہوگا نہ اس کے لئے احکام مسجد ثابت ہوں گے۔

اگر مسجد جامع کی بجائے دوسری مسجد بنا کر مسلمانوں کو دیدینے کا خیال ہے کہ مسلمان اس پر قابض ہو کر اسے وقف کریں اور اسے مسجد جامع کر لیں۔ اور جو مسجد اب تک جامع تھی اسے جامع نہ رکھیں مگر وہ مسجد رہے۔ صرف جامع نہ رہے بجائے اس کے جامع یہ نئی مسجد کی جائے تو یہ کر سکتے ہیں مگر سوال کے لفظ یہ ہیں کہ مسجد کے معاوضہ میں دوسری مسجد لینا جائز ہے یا نہیں ان کا مطلب ظاہر یہی ہے کہ دوسری لے کر پہلی کو مسجد ہی نہ رکھا جائے گا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اس پر جو راضی ہوگا وہ عذاب الیم اور شدید وبال و نکال اپنے سر لے گا وہ مسجد ابدالآباد تک مسجد ہی رہے گی مسجد خاص ملک الٰہی ہے جسے نہ کوئی بیچ سکتا ہے نہ بدل سکتا ہے آباد و معمور مسجد تو آباد و معمور ہے جو مسجد غیر آباد ہو گئی ہو، خرابہ میں پڑ گئی ہو بہت خستہ بالکل شکستہ ہو چکی ہو وہاں اس کے اردگرد آبادی بھی نہ رہی ویرانہ میں آ گئی ہو لوگ اس سے مستغنی ہو چکے ہوں

---

[1] سورۂ توبہ آیت ۱۸

غرض کوئی بھی حالت ہو ایسی مسجد کو بھی نہیں بیچا جا سکتا بلکہ اس کا ملبہ کڑی تختہ اینٹ پتھر کو دوسری مسجد میں نہیں لگایا جا سکتا۔ ردالمحتار[1] میں ہے۔ ان المسجد اذا خرب یبقی مسجدا ابدا۔ اسی میں[2] حاوی قدسی سے ہے۔ لایجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر۔ عالمگیریہ[3] میں ہے۔ لو صار احد المسجدین قدیما وتداعی الی الخراب فاراد اھل السکۃ بیع القدیم وصرفہ فی المسجد الجدید فانہ لایجوز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ اسلامی عربی ۱۰ رجمادی الاولی ۵۸ھ

اگر مسجد میں ایسا نل لگا ہو جس میں ٹنکی سے چوبیس گھنٹے پانی آتا ہو کیا اس نل سے اہلِ محلہ پانی لے سکتے ہیں۔

الجواب۔ لے سکتے ہیں جب کہ نل لگانے والے کی کنواں بنانے والے کی طرح سب کو لینے کی اجازت ہو اور اگر نل لگانے والے کی خاص مسجد ہی کے لئے نیت ہو کہ وضو وغسل وغیرہ نماز کے لئے طہارت ہی کے کام میں لیا جائے یا اس نل کے پانی کی قیمت مسجد کے مال سے ادا کی جاتی ہو تو گھروں کو لے جانا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ مصر [2] ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۵۸ [3] عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ مطبوعہ بیروت

بَابُ الجنائز

جنازہ وغیرہ کا بیان

مسئلہ۔ از شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ جناب سید سجاد احمد صاحب رضوی سلمہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۲۹ھ
بے اجازت مالک کوئی غیر قوم علاوہ حکومت کے جو مسلمان نہ ہو اپنی لاش دفن کردے اس کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے؟

کوئی شخص مالک آراضی اپنے کسی خدمتگار وغیرہ کو کسی وجہ سے اپنی ملکیت میں دفن کرنے کی اجازت دیدے بعد دفن کرنے کے غیر قوم کے ایک برادری کے لوگ بلااجازت حاصل کئے مالک سے لاش دفن کرجاویں ان کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے ایسی صورت میں کہ کوئی وقف نامہ بھی تحریر نہ ہوئے۔

(۳) جو درخت وغیرہ وہاں موجود ہوں قبل دفن کرنے لاش کے یا خودرو پیدا ہوں ان کا مالک مالک ہوگا یا ورثہ لاش مدفونہ کے۔ فقط

الجواب۔ بے اجازت مالک زمین غیر مسلم تو غیر مسلم اگر کوئی کسی مسلمان کو بھی دفن کردے تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اس نعش کو اپنی زمین سے نکلوادے یا قبر کو زمین سے برابر کردے اور اس پر کھیتی باڑی کرے یا جو چاہے۔ غنیہ[1] میں فرمایا۔ لو دفن فی ارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ یخرج منہ لان لہ حق العبد۔ اسی[2] میں ہے۔ لایباح نبشہ بعد الدفن اصلا الا لما تقدم من سقوط مال فیہ او کون الارض حق الغیر او ان شاء ذلک الغیر اخرجہ وان شاء سوی القبر وزرع فوقہ۔ وہ ملک غیر میں دفن کرنے والے ظالم گنہگار حق غیر میں دست انداز ستمگار جفا کار ہر طرح مجرم بدکار۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) بلا اجازت مالک دفن کردینا تو ظلم ہے با اجازت مالک کے دفن ہونے سے بھی وہ زمین وقف نہ ہوجائے گی جب تک مالک زمین وقف نہ کردے پھر زمین موقوف میں غیر قوم کے دفن کی وہاں اجازت

---

[1] غنیہ ص۶۰۷ مطبوعہ لاہور پاکستان [2] غنیہ ص۶۰۷ مطبوعہ لاہور، پاکستان

نہیں ہوسکتی جس زمین میں مسلمانوں کے مردے دفن ہوتے رہیں وہاں کوئی غیر مسلم دفن نہیں ہوسکتا اگرچہ واقف سے اجازت دفن لے لی جائے اگر واقف اب اس کی اجازت دے گا خود گنہگار ہوگا اور اس کی اجازت محض لغو وبے کار ہوگی کچھ اثر نہ رکھے گی مردود ٹھہرے گی کہ جو زمین وہ وقف کر چکا اب اس کا وہ مالک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس کی زمین ہے اسی کے درخت ہیں اور جو پیدا ہوں گے جب تک کہ وہ زمین جس کی ہے اسی کے ہوں گے لاش دفن ہونے سے وہ زمین لاش والوں کی نہ ہوگئی نہ پیڑ وغیرہ ان کے ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: جس مسلمان نے کبھی نماز نہ پڑھی ہو اس کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے۔ بینوا توجروا

جواب: فرض ہے اگر کوئی نہ پڑھے گا سب گنہگار ہوں گے نماز کا ترک گناہ ہے بڑا اور بہت بڑا گناہ ہے مگر کفر نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: مردکو تختے کس جانب سے دیئے جائیں سرہانے سے یا پائتی سے۔ یوں ہی عورت کو۔

جواب: دونوں کو سرہانے سے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از گیا ڈاک خانہ رفیع گنج محمد عبد الحق ٹھیکہ جنرل مرچنٹ مورخہ ۳ صفر ۱۳۵۲ھ

ایک قبرستان اندرون آبادی ہے جو لوگوں کے دست برد و غلاظت سے غیر محفوظ ہے اور اس کا ایک حصہ ایسا ہے جو پہلے سے قبرستان میں نہ تھا بلکہ دوبارہ سروے ناپ میں امین نے اس کو قبرستان میں داخل کردیا اور اسی کا ایک گوشہ ایسا ہے جس میں اس کے قرب کے باشندے نجاست و کوڑا وغیرہ پھینکتے تھے اور کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ زمین قبرستان کی ہے اور اس میں قبر ہونے کا احتمال بھی نہیں ہے زمیندار نے اس کو اپنی زمین سمجھ کر ایک شخص کے ساتھ مکان بنانے کے واسطے بندوبست کردیا اس بندوبست لینے والے نے اس گوشہ میں مکان بنالیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ یہاں کے مسلمانوں نے نقشہ وغیرہ سے معلوم کیا کہ یہ زمین قبرستان کی ہے زمیندار کو حق بندوبست نہیں اس لئے اس کی عدالت سے مسلمانوں نے چارہ جوئی کی اور مکان بننا موقوف ہوگیا ہے۔

اب بندوبست لینے والا شخص یہ چاہتا ہے کہ اس زمین کے عوض عام مسلمان کچھ روپیہ لے لیں تاکہ قبرستان کا احاطہ ہو جائے اور میرے مکان کا قطعہ بھی خراب نہ ہو اور یہاں کے مسلمانوں میں بھی اتنی ہمت نہیں ہے کہ اس کی حد بندی کرا دیں تاکہ غیروں کے دست برد و نجاست وغیرہ سے محفوظ رہے اس

لئے کہ یہاں کے عام مسلمانوں کا خیال یہ ہے کہ اس کے عوض روپیہ لے کر قبرستان کی حدبندی کرادی جائے تاکہ نجاست وغیرہ سے قبرستان محفوظ ہوجائے۔ ایسی صورت میں کچھ زمین قبرستان کی جو پہلے سے قبرستان میں نہ تھی بندوبست کرکے اس روپیہ سے قبرستان کی حدبندی کرانا یا اس زمین کو کرایہ پر بندوبست کرکے اس کرایہ سے قبرستان کی حفاظت کا سامان کرنا بشرطیکہ قبرستان میں کوئی خرابی نہ ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ سوال اور نقشہ سے ظاہر ہے کہ یہ زمین سرخ رنگ زمین موقوفہ نہیں اور نہ اس میں کوئی قبر ہے اس صورت میں جب کہ قبرستان کی حفاظت وصیانت کی حاجت بھی ہے مسلمان اتنے حصہ سے فروخت کرکے قبرستان میں لگا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی چھوٹا دروازہ مسئولہ کمال الدین صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۵۲ھ

زید کہتا ہے کہ تجہیز وتکفین کے بعد میت کی قبر پر آواز بلند اذان کہنا بدعت ہے اور اس کے ثبوت میں شامی اور توشیح کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتا ہے جواب طلب امر یہ ہے کہ شامی اور توشیح اہل سنت کی مستند قابل العمل کتابیں ہیں یا نہیں اور آیا اس خاص مسئلہ میں شامی اور توشیح کی محققہ فیصلہ کی بنا پر اذان علی القبر درست رہے گی یا نہیں بہر دو صورت ادلہ اربعہ شرعیہ سے دلیل قائم کی جاوے اور صاحب مذہب کا قول نقل کیا جائے۔ بینوا توجروا۔ وہ دونوں عبارتیں یہ ہیں۔ لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بدعۃ شامی جلد اول اور توشیح سے عبارت نقل کرتا ہے۔ الاذان علی القبر لیس بشیٔ۔

الجواب۔ کتاب کا مستند اور معتمد ہونا اور بات ہے اور کتاب میں جو کچھ ہے وہ سب معتمد علیہ ہونا اور بات، اذان قبر کو سنت کس نے بتایا ہے؟ جس پر شامی کی عبارت دکھائی جاتی ہے کہ اس میں اسے بدعت لکھا ہے بے شک بدعت ہے مگر بدعت حسنہ اس کے ثبوت کو ایذان الاجر فی اذان القبر دیکھیں شامی اور توشیح کا محققہ فیصلہ یہی تو ہے کہ اذان قبر جو مسلمانوں میں آج کل رائج ومعتاد ہے مسنون نہیں یا ان کی عبارت میں یہ ہے کہ یہ فعل حرام ہے ناجائز ہے گناہ ہے بدعت تو مسجد کے گنبد ومینار بھی ہیں بدعت تو یہ مروجہ مدارس بھی ہیں بدعت تو قرآن عظیم میں زیر وزبر پیش وغیرہ کی کتابت بھی ہے بدعت تو تعلیم علوم دینیہ پر اجرت بھی ہے کیا یہ عبارت پیش کرنے والے مساجد کے گنبد ومینار ڈھانے اور ان کے ناجائز وناروا ہونے کے فتوے دیں گے اور کیا یہ لوگ ان مدارس کو از بیخ برکندہ کریں گے اور اسی

کے اجزاء کو حرام بتائیں گے کیا ایسے مصحف جن میں ضبط حرکات کی بدعت ہے معاذ اللہ دفن کرا دیں گے اور اس بدعت واجبہ کو ممنوع و حرام ٹھہرائیں گے جس کے بغیر قرآنِ عظیم کا صحیح پڑھنا تقریباً ناممکن ہے اس قدر دشوار ہے۔

جو امر غیر مسنون مسلمانوں میں شرقاً غرباً رائج و معتاد ہے۔ علماء از راہ احتیاط تنبیہ کے لئے اسے فرمائیں۔ یہ مسنون نہیں ہے۔ کہ کہیں مسلمان اسے سنت سمجھ کر غلطی میں مبتلا نہ ہوں اسے علماء کے لا یسن فرمانے بدعت محرمہ اعتقاد کرنے والے جیسے خوش فہم ہیں ظاہر ہے رہا صاحب توشیح کا اسے لیس بشیئ کہنا تو وہ خود لیس بشیئ ہے کہ اذان ذکر الٰہی ہے اور ذکر سے نزول نور و رحمت و سرور و اطمینان قلب یقینی (قال تعالیٰ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب[1]۔ اذان سے فائدہ دفع وحشت و رد بلا و فرار شیطان بھی ہے اور تلقین بھی اور وقت (تو) اور، وہ وقت سوال کیسا شدید وقت ہے۔ اللّٰہ اللّٰہ حسبنا ربنا و نعم الوکیل۔ اس وقت نزول سکینہ و رحمت اور دفع وحشت و غفلت و سکون و اطمینان قلب کی کیسی شدید حاجت ہے تو اس کے لئے اذان لیس بشیئ ہوگی یا شیئ عظیم النفع۔ جس سے زندہ اور مردہ دونوں کا بھلا یہاں ذکر اللہ مستحب ہوگا یا لیس بشیی وہ وقت نہایت نازک وقت ہوتا ہے اور عدو ایمان دشمن مسلمان یعنی ابلیس لعین اس وقت ایمان کی گھات میں اندرون قبر پیش میت قریب دہی کو کھڑا ہوتا ہے سوال منکر نکیر من ربک پر اپنی جانب اشارہ کرتا ہے کہ معاذ اللہ میت اس شیطان کو اپنا رب بتا دے ایسے وقت اذان جس سے وہ ملعون گوزناں بھاگے اور میت مسلمان اسے سنے اور غفلت سے جاگے لیس بشیئ ہوگی؟ یا اعلیٰ درجہ کی مستحسن۔

حدیث میں خاص اذان کے لئے بھی ارشاد ہوا کہ میت ہمیشہ اذان سنتی ہے جب تک قبر کی تطیین نہ ہو۔ فی المغنی[2] وعنہ فی الغنیۃ عن الحسن عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لا یزال المیت یسمع الاذان مالم یطین قبرہ۔ مگر وہابیہ بدخواہ مسلمان خیر خواہ شیاطین کو کیونکر گوارہ ہو کہ اس وقت کسی مسلمان کو اس ذکر اللہ سے نفع پہونچے اور شیطان وہاں سے گوزناں بھاگے ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ۔ اللّٰہ اللّٰہ۔ اگر یہ عبارت پیش کرنے والے کچھ بھی سمجھ سے کام لیتے یا سمجھ کر الٹی نہ کہتے انصاف کے گلے پر چھری نہ چلاتے تو یہ عبارتیں ہرگز پیش نہ کرتے اور عوام کو نہ بہکاتے۔ ان عبارتوں کے کون سے لفظ نے یہ بتایا کہ اذان علی القبر نا درست و ناروا ناجائز و ممنوع و حرام و گناہ ہے۔ حرام و گناہ ہوتی

[1] سورہ رعد آیت ۲۸، [2] غنیہ ۵۹۵ مطبوعہ رحیمیہ

تو لا یسن ہی کیوں کہا جاتا؟ ممنوع و ناروا ہوتی تو لیس بشیٔ ہی کیوں بتایا جاتا؟ اگر یہاں کراہت پر کوئی قرینہ ہوتا تو اس سے کسی طرح یہ قول کیا جا سکتا کہ کراہت مراد ہے اور جس کراہت کا قرینہ ہوتا اسی کراہت کا کوئی قول کر سکتا۔ پھر بھی یہ مسئلہ ایسا نہ ہوتا کہ وہابیہ اس کی بنا پر اس کے مجیز پر بدعتی ہونے کا حسب عادت مستمرہ زبردستی منھ آ گے کہ اس کا مکروہ و مندوب یا جائز و مکروہ تحریمی ہونا بدعت و سنت ہونے کی طرح مختلف فیہ ہوتا۔

ابن حجر کا بدعت بتانا تو نظر آیا اور اسی ردالمحتار میں علامہ خیر الدین رملی کے حاشیہ بحر سے جو انھوں نے نقل کیا ہے کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ مردہ کو قبر میں آتارتے وقت اذان کو مسنون کہا گیا ہے نہ دیکھا۔ یہ تو باب الاذان میں تھا وہیں کتاب الجنائز میں اس عبارت میں جو سوال میں پیش کی گئی ہے عبارت کے بعد ہے۔ ومن ظن انه سنته الخ یہ نظر نہ آیا یہی ابن حجر جو اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں اسے بدعت فرماتے ہیں انھوں نے سنت بتانے والے کو بدعتی نہ بتایا اتنا فرمایا کہ لم یصب جس نے اسے سنت کہا اس نے ٹھیک نہ کہا۔ یہ عبارت پیش کرنے والے صاحب درمختار کا قول لا یسن لغیرها کہ اذان غیر نماز فرض کے لئے مسنون نہیں ہے دیکھ کر مولود کے کان میں اذان دیں گے یوہیں مہموم یوہیں مصروع یوہیں سخت غضب ناک یوہیں شریر جانور یوہیں بدعادت انسان کے کان میں اذان کہتے یوہیں وقت جنگ یوہیں آگ لگ جانے کے وقت یوہیں جن کی سرکشی اور شرارت و ایذادہی کے وقت یوہیں وہ شخص جو جنگل بیابان میں راہ بھٹکے اس کی اذان کو بدعت سیئہ حرام و ناجائز و گناہ بتائیں گے؟

اگرچہ علامہ شامی اس کے حاشیہ[1] میں علامہ خیر الدین رملی کے حاشیہ بحر سے یہ نقل کیا کریں کہ فی حاشیة البحر للخیر الرملی رایت فی کتب الشافعیة انه قد یسن الاذان لغیر الصلاة، کما فی اذان المولود والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من انسان او بهیمة، وعند مزدحم الجیش وعند الحریق، قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب وعند تغول الغیلان ای عند تمرد الجن لخبر صحیح فیه' اقول ولا بعد فیه عندنا اھ اگرچہ وہ شرعة الاسلام سے نقل کیا کریں کہ ولمن ضل الطریق فی ارض قفر۔ یوں ہی اگرچہ وہ کہا کریں کہ امام ابن حجر نے اذان و اقامت خلف مسافر کو مسنون بتایا ہے۔ اللہ اللہ یہ عبارتیں جو سوال میں ہیں خود افادۂ جواز فرما رہی ہیں۔

[1] ردالمحتار جلد اول ص۳۸۵ مطبوعہ مصر

مگر الٹی گنگا بہانے والے ان سے ناجواز ہی سمجھ رہے ہیں اے سبحان اللہ۔ ارے خوش فہمو جو ناجائز و ناروا ہوگا اسے حرام کہا جائے گا ممنوع بتایا جائے گا گناہ فرمایا جائے گا۔ ایسی بدعت کو بدعت سیئہ لکھا جائے گا یا لیس بشیٔ۔ لیس بشیٔ کہنے ہی نے اسے جائز بتایا۔ ع وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور فہم اپنا تھا۔ اللہ اللہ جوازِ اذانِ قبر پر دلیل طلب کرنا تو الٹی بات ہے کہ اصل جواز ہے تو جو ممنوع و حرام کہے اس سے پوچھا جائے کہ کس دلیل سے حرام بتایا ہے اور وہ بھی ذکر اللہ کو۔ کون سی وجہ حرمت و کراہت عارض ہے۔ مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہونے تک کے لئے تو بتصریح علماء دلیل خاص درکار کما فی البحر و رد المحتار وغیرہما من الاسفار مگر معاندین کی ہر ہٹ ختم کرنے اور ہر ضد پوری کرنے کو ہم تیار ہیں سنئے اللہ عزوجل اپنی کتاب مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔ یاایہا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[۱]۔ نیز فرماتا ہے اذکروا اللہ کذکرکم اٰبائکم او اشد ذکرا[۲] اور فرماتا ہے۔ فاذکرونی اذکرکم[۳]۔ حدیث میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا ارشاد عظیم ہے۔ اذکروا اللہ عند کل حجر و شجر۔ نیز فرماتے ہیں علیہ الصلاۃ والسلام الیٰ یوم القیام اذکروا اللہ حتی یقولوا مجنون۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم لم یفرض اللہ علیٰ عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اہلہا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا ینتہی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علیٰ عقلہ و امرہم بہ فی الاحوال کلہا۔

دیکھئے اللہ و رسول عزجلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر کا حکم مطلقاً فرمایا ذکر الٰہی ہر جگہ مطلوب و مندوب ہوا تو کسی خاص جگہ ممنوع ہونے کے لئے دلیل خاص درکار ہے اور جہاں نہی نہیں آئی ہے وہاں زبردستی ذکر الٰہی ممنوع بتانا اور تو کیا کہا جائے نری ڈھٹائی سخت بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے اذان بھی ہر اس مسلمان کے نزدیک بلکہ اس کے نزدیک بھی جو محض نام اسلام رکھتا ہو ذکرِ خدا ہے۔ تو ہر جگہ خوب و مرغوب ہے۔ ہر جگہ میں نزد قبر مسلم بھی ہے اور یہاں کوئی نہی موجود نہیں تو جواز کیا مستحسن و مندوب ہے کیا کوئی نہی دکھائی جا سکتی ہے کہ قرآن پاک یا حدیث اور جانے دو کسی معتبر و معتمد امام بلکہ کسی عالم نے اسے ممنوع بتایا ہو۔ مگر لا یسن نہ ہو کہ لا یسن کا ترجمہ لا یجوز نہیں۔ یا یہ ٹھہرائی ہے کہ جو مسنون نہیں ناجائز ہے۔ پھر دیکھئے ہمارے علماء کا اجماعی قاعدہ مسلمہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ تو اذان علی القبر بھی اصل میں اجماعاً مباح ہے۔ اور عروض کراہت و حرمت کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ ھذا الاجمال الکلام والتفصیل فی رسالۃ سیدنا الوالد العلام المجدد الامام شیخ المسلمین والاسلام ایذان الاجر فی اذان القبر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ رہا صاحب مذہب کے

[۱] سورۂ احزاب آیت ۴۱ [۲] سورۂ بقرہ آیت ۲۰۰ [۳] سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲

قول کا مطالبہ تو اگرچہ بھی لیل و نہار ہیں تو فقہ حنفی کے وہ معدود مسائل ہیں جن میں امام اعظم کا نص موجود ہو لائق تسلیم ہوں گے باقی سب رد۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم الصمد واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر بریلی محلہ فراشی ٹولہ مسئولہ مرزا محمد بیگ صاحب صوبیدار پنشنر ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ

میت کے آگے دو شخص یا اس سے زیادہ نعت پڑھتے چلیں یعنی ؎ خدا پوچھے گا دنیا سے تو کیا لایا لئے بندے تو کہدوں گا تیرے دیدار کا ارمان لایا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ یا اس مضمون کے یا حبیب تم پہ لاکھوں درود وغیرہ وغیرہ براہ کرم اس سے آگاہی بخشیں کہ یہ سنت کا فعل ہے یا مکروہ یا حرام یا بالقطع شرکت بدعت ہے۔ یہ فعل کرنے والا کفر کے نزدیک تو نہیں پہونچتا یا فعل شرعاً جائز ہے۔ تو کیا ثواب میت کو اور کیا ثواب ہمراہ میت والوں کو ہوگا؟ زیادہ ادب۔

الجواب۔ اللہ پھر اس کے رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کہ وہ بھی بحکم حدیث ذکر اللہ ہی ہے کہ حدیث قدسی میں رب تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی۔ اے محبوب (علیہ الصلاۃ والسلام) میں نے تمہیں اپنے ذکروں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ ذکر مطلقاً بہر نوع اور بہر حال ہر زمان ومکان میں مستحسن ومستحب ومندوب ومطلوب ہے مگر بعض انواع بعض احوال وساعات ولمحات جن میں کراہت شرعی ہو جیسے نماز مطلقاً خیر موضوع ہے مگر بحال جنابت وحدث بے طہارت یا باوقات مکروہہ یا بارض مغصوب یا بر موضع ناپاک یا بمقام غیر طاہر یا بلباس نجس۔ یا بہیات و وضع ناجائز۔ قرآن عظیم وحدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں ذکر کا حکم مطلق ہے اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔ المطلق یجری علی اطلاقہ۔ اس میں اپنی طرف سے کوئی تقیید وتخصیص نہیں کی جاسکتی۔

دیکھو آیات رحمانیہ ارشادات قرآنیہ میں ذکر کا حکم مطلق ہے کہیں ارشاد ہوا فاذکرونی کہیں فرمایا۔ اذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا کہیں فرمان ہوا۔ یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ دیکھو احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ میں بھی ذکر کا حکم مطلق ہے کہیں فرمایا۔ اذکروا اللہ حتی یقولوا مجنون کہیں فرمایا اذکروا اللہ عند کل شجر وحجر کہیں ارشاد ہوا۔ لم یفرض اللہ علی عبادہ فریضۃ الا جعل لہا حدا معلوما ثم عذر اھلہا فی حال العذر غیر الذکر فانہ لم یجعل لہ حدا انتھی الیہ ولم یعذر احدا فی ترکہ الا مغلوبا علی عقلہ وامرھم بہ فی الاحوال کلہا۔ حضرت سیدتنا عائشہ ام المومنین صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللّٰہ تعالیٰ علی کل احیانہ ان اطلاقات قرآنیہ وحدیثیہ سے ذکر کا مطلقاً خیر موضوع اور علی کل حال مطلوب ہونا روشن ہوگیا اب کسی نوع میں کسی حال میں اگر کراہت ہوگی تو کسی عارض سے ہوگی اور وہ عارض جب تک رہے گا اسی وقت تک رہے گی جب عارض جاتا رہے گا اس نوع سے کراہت جاتی رہے گی اور وہی اصل حکم استحباب ہوگا۔

اس تمہید حمید کے بعد اب نفس مسئلہ کی جانب عنانِ توجہ موڑیئے۔ جنازہ کے ساتھ ذکر الٰہی و ذکر رسالت پناہی جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خاص نوع خاص حال کا ذکر بھی قرآن وحدیث کے ان مطلق ارشادات کے نیچے داخل ہے۔ تو یہ بھی باعتبارِ اصل ضرور جائز و مندوب ومستحسن ہے کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ ہر پیڑ پتھر کے پاس ذکر مندوب ومطلوب ہو۔ اور جنازہ کے پاس ناجائز و نامرغوب ہاں یہ ممکن ہے کہ بعض ازمنہ وامکنہ میں کسی عارض سے اس پر بھی حکم کراہت ہو جیسے کسی کسی عارض سے کسی کسی جگہ کسی کسی وقت وحالت میں بعض انواع اور احوال ذکر پر ہوتا ہے۔ لحوق عوارض سے کراہت یا ممانعت کو علی الاطلاق کراہت یا ممانعت نہیں کہا جاسکتا جیسے عوارض کے سبب کراہت کی بنا پر علی الاطلاق نماز کو مکروہ کوئی مجنون ہی کہے گا نماز ایک نوع ذکر ہے جیسے بعض عوارض سے اس کے بعض افراد مکروہ ہوتے ہیں مگر ان افراد کی کراہت کی بنا پر خود نوع نماز پر حکم کراہت وممانعت نہیں ہوسکتا جن افراد کو وہ عوارض لاحق ہیں انھیں تک وہ حکم مقصور رہے گا یوں ہی بعض انواع ذکر کو اگر کسی خاص زمانہ میں بعض عوارض کی بنا پر حکم کراہت عارض ہو تو وہ علی الاطلاق ہر زمانہ کے لئے نہ ہوگا بلکہ اسی زمانہ تک مقصور رہے گا جس میں وہ عوارض پائے جائیں یوں ہی اگر بعض احوال میں کسی ذکر کو کسی زمانہ میں بعض عوارض سے سارے علما یا بعض نے مکروہ کہا ہو تو وہ اسی زمانہ تک رہے گا جب تک اس حال میں ذکر کو وہ عوارض لاحق ہوں۔ علماء فرماتے آئے ہیں۔ کم من حکم یختلف باختلاف الزمان یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے۔

یہ اختلاف خود ذات امر مختلف فیہ میں نہیں ہوتا بلکہ نظر بعوارض ہوتا ہے جب تک وہ عوارض تھے حکم کراہت تھا جب نہ رہے تو اصل حکم پھر ہوا کبھی ایک ہی امر پر دو جہت سے دو حکم مختلف ہوتے ہیں ایک جہت سے ایک حکم دوسری جہت سے دوسرا۔ دیکھو رفع الصوت عند قراءۃ القرآن کو علماء نے مکروہ بھی کہا اور نہایت محمود بھی بتایا۔ حدیقہ ندیہ[1] میں ہے۔ روی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن۔ من غیر القاری لما فیہ من المنع عن کمال الاستماع وامامن القاری

---

[1] جلد ۲ صـ ۲۴۷ مطبوعہ لائل پور

فانه یوقع البعید عنه فی عدم الاستماع الیه ولهذا قال فی الملتقط کره قراءة القرآن فی الطواف والاسواق لانه لا یستمع انتهی وفی شرح الوالد رحمه الله تعالیٰ علی شرح الدرر من مسائل شتی معزیا الی شرح المشارق قال هذا یتعلق بالنیة فمن کانت نیته صادقة فرفع صوته بقراءة القرآن والذکر اولی لما فیه من اظهار الدین ووصول برکته الی السامعین فی الدور والبیوت والحانات ولیوافق القائل من سمع صوته شهد له یوم القیٰمة کل رطب ویابس ومن خاف علی نفسه الریاء فالاولیٰ له اخفاء الذکر لئلا یقع فیه۔ مکان وزمان کا اختلاف دراصل اختلاف ہی نہیں۔ جنازہ کے ساتھ ذکر کا اصل حکم تو یہی جواز و استحباب ہے مگر بعض ازمنہ میں بعض عوارض کی بنا پر بعض علما نے اسے مکروہ کہا تھا پھر علما نے ان عوارض کے نہ رہنے اور ممانعت میں زیادت مفسدت اور اجازت میں دینی مصلحت پانے کی بنا پر اسے وہی اصل حکم دیا کہ وہ جائز و مندوب و مرغوب ہے۔ جیسے بعض علما نے اسے مکروہ کہا تھا انھوں نے بوجہ تشبہ از اہل کتاب کہا تھا مگر جب یہ عارض نہ رہا اور تشبہ جاتا رہا تو پھر اصل حکم لوٹ آیا۔

پھر ظاہر ہے کہ اس بنا پر ان کا وہ حکم خود اس زمانہ میں عام نہ تھا بلکہ اسی مقام سے مخصوص جہاں تشبہ ہو اور اول تو بعض علما کے اس حکم کراہت کا جواب ظاہر کہ بدوں سے مطلقاً تشبہ کب مکروہ ہے انھیں امور میں مکروہ ہے جو ان کا شعار ہوں علامہ علی قاری مکی شرح[1] فقہ اکبر امام اعظم میں لکھتے ہیں۔ جواب بعض العلماء فی مقام الانکار علیه لبس هذه الکسوة بان قلنسوة الازبکیة ایضا بدعة فلیس فی محله فانا ممنوعون من التشبه بالکفر واهل البدعة المنکرة فی شعارهم لا منهیون عن کل بدعة ولو کانت مباحة سواء کانت من افعال اهل السنة او من افعال الکفر واهل البدعة فالمدار علی الشعار۔ حضرت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ میں ہے علمائے مستقیمین ماوراء النہر ایں اطلاق را برائے تشبہ با شیعہ منع نوشتہ اند اما تشبہ بایداں در امر غیر ممنوع نمی تواند شد۔ بعض نے حکم کراہت کی علت یہ بتائی کہ صمت سنن مرسلین ہے۔ اور خلاف سنت مکروہ، صمت اولیٰ ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ مگر اب جب کہ ایک عرصہ دراز سے صمت بالکل متروک ہو گیا لوگ جنازہ کے ساتھ دنیا بھر کی لغو باتیں کرتے اور بعض ہنسی دل لگی سے باز نہیں رہتے ہیں تو اس زمانہ میں ذکر جس سے قلوب کی قساوت جائے خوف و خشیت پیدا ہو ضرور مطلوب ہے صمت تو اسی لئے مطلوب تھا اور وہ بوجہ قساوت قلوب غیر تو غیر میت کے اعزاء

[1] فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر

واقربا میں بھی جیسا چاہئے نہ رہا۔ موت کا خوف کم ہوگیا۔ ایسے وقت بھی اس کا تفکر قطعاً جاتا رہا تو ذکر اللہ و رسالت پناہ اور ذکر موت و روز حساب وغیرہ جن سے قساوت دور ہو دلوں کا زنگ جائے قلب جلا پائے جو خشیت و خوف خدا کا رنگ لائے اپنے آپ ہی مندوب ہوگا ہرگز مکروہ نہیں۔ حرام کیسا؟ اب اسے ممنوع و ناجائز و حرام کہنے والا نرا جاہل مصالح شرع سے غافل مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور شرک جاننے والا تو مبتلائے سخت اشد گناہ ہے۔

ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ کو معاذ اللہ شرک جاننے والا مسلمان ذاکرین خدا اور رسول کو مشرک بتانے والا وہابی نجدی خود ہی اس ناحق تکفیر کے وبال سے بلائے شرک و کفر میں گرفتار۔ یہ بدعت ہے مگر بدعت ضلالت نہیں جس کا بھوت وہابیہ کے سر پر ہر وقت سوار رہتا ہے بلکہ بدعت حسنہ ملحق بالسنہ جواہر اخلاطی میں بعض امور کی نسبت فرمایا۔ هو وان كان احدا ثا فهو بدعة حسنة وكم من شيئ يختلف باختلاف الزمان والمكان۔ ہر بدعت بدعت ضلالت نہیں ہوتی بعض بدعتیں مباح بعض مستحب بعض واجب بعض مکروہ خلاف اولیٰ ہوتی ہیں۔ علامہ قاری کی عبارت مذکورہ میں ابھی گذرا کہ ہر بدعت منہی عنہ نہیں ہوتی۔ ایک علامہ علی قاری کیا جسے کچھ بھی وقوف ہے وہ جانتا ہے کہ علماء نے بدعت کی پانچ قسمیں فرمائی ہیں۔ مباح۔ مستحب۔ واجب۔ مکروہ تنزیہی مکروہ تحریمی۔ امام اجل نووی اپنی کتاب تہذیب میں اور سیدی امام علامہ مناوی شرح جامع صغیر میں پھر فاضل علامہ مولی عبد الحلیم بن پیر قدوم رومی حاشیہ درر (میں) فرماتے ہیں۔ واللفظ للاخیر۔ ان البدعة خمسة انواع محرمة وهي اعتقاد مذاهب القدرية او الجبرية او المرجئة او المجسمة او نحوهم وواجبة وهي نصب ادلة المتكلمين للرد على هؤلاء وتعلم علم النحو الذي به يفهم به الكتاب والسنة ونحو ذلك ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول ومكروهة كزخرفة مسجد وتزويق مصحف ومباحة كالمصافحة عقيب كل صبح وعصر وتوسع في لذيذ مأكل ومشرب وملبس ومسكن ولبس طيلسان وتوسيع اكمام۔

وہابی جن کا مسلمانوں کو مشرک بنانا اور مبتدع بتانا ہی شیوہ ہے وہ اور علماء کرام کی نہ سنے گا مگر شاہ عبد العزیز صاحب کے فتاویٰ کو کیا کرے گا۔ شاہ صاحب کے فتاوی سے بھی ظاہر ہے کہ ہر بدعت بدعت سیئہ نہیں ہوتی بعض بدعتیں مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہوتی ہیں بعض حسنہ فتاوی عزیزیہ میں ہے۔ لفظ حقیقۃ الحقائق در اصطلاح قدماء صوفیہ واقع ست کہ در شرع نیامدہ و ہر فرقہ را از فرقہا اہلسنت بعضے الفاظ مصطلح شدہ

کہ درشرع اطلاق آں وارد نہ شدہ مثل واجب الوجود در عرف متکلمین اہلسنت و ہمچنیں لفظ وجود مطلق در عرف صوفیائے اہلسنت مثل قیصری و فرغانی و مولانا جامی بسیار وارد ست و در شرع وارد نہ شدہ پس اطلاق ایں الفاظ ہر چند بدعت ست اما بدعت سیئہ نخواہد بود۔ اس کی وجہ فرماتے ہیں۔ چہ ایں قدر علمائے با دیانت و تقوی استعمال آں نمودہ اند نیز اسی فتاوی عزیزیہ[2] میں ہے۔ ساختن ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ ایں ہم بدعت ست و ظاہر ست کہ بدعت حسنہ کہ دراں ماخوذ نہ باشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است۔ اسی[3] میں دربارۂ استمداد از انبیا و اولیاء استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہہ بدعت ست۔ در زمان صحابہ و تابعین نبود لیکن اختلاف ست دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ و نیز حکم مختلف می شود باختلاف طرق استمداد۔ نیز دربارۂ عرس فرماتے ہیں دوم آں کہ بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدۂ احیاء و اموات را حاصل می شود۔

یہاں تک کہ ایام عید و اعراس و وقت آمد غائب و وقت ولیمہ و عقیقہ و ولادت و ختان بلکہ حفظ قرآن کی خوشی کے وقت غنا کو جائز و مباح فرماتے ہیں۔ فتاوی[4] عزیزیہ میں بدائع سے نقل کیا السماع فی اوقات السرور تاکید للسرور ممن یحل لہ مباح واذا کان ذلک السرور مباحا کالغناء فی ایام العید وفی العرس وفی وقت مجئ الغائب ووقت الولیمۃ والعقیقۃ وعند الولادۃ وعند ختانہ وعند حفظ القرآن حضرت شاہ صاحب کے برادر گرامی قدر جناب شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم کا ایک فتوی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی دیکھو وہ فرماتے ہیں امداد بدعا و ختم و اطعام و طعام بدعتے مباح ست یعنی در عرس سالانہ بزرگان دین اگر صلحاء وقت جمع شدہ قرآن شریف خوانند و خیرات کردہ ثواب رسانند مضائقہ ندارد ایں بدعت مباحہ باید گفت وجہ قبح ندارد۔ ذکر خدا و رسول کو شرک یا کم از کم بدعت ضلالت کہنے والے یا آنکھیں خوب زور سے بند کر لیں کہ کچھ نہ دیکھ سکیں کہ شاہ صاحب سے اب آگے کیا نقل ہوگا یا وہ جو علماء کرام کی ایک نہیں سنتے ان کے ارشادات کو ذرا نہیں دیکھتے خوب آنکھیں چیر چیر کر دیکھیں کہ حضرت شاہ عبد العزیز اپنے فتاوی[5] میں یہ کیا لکھ گئے ہیں۔ سوال۔ آہنگ بر قبور جائز ست یا نہ جواب۔ استعمال آہنگ ہمراہ معارف و مزامیر و آلات لہو ممنوع و حرام بر قبور یا غیر قبور و حرمت ایں چیزہا یعنی معارف و مزامیر و آلات لہو در کتب حدیث و فقہ مشرح و مبسوط است۔ فقط آواز غنا یا ہمراہ دف جائز ست

---

[1] فتاوی عزیزیہ جلد ا ص ۸۰ [2] فتاوی عزیزیہ جلد ا ص ۹۲ [3] فتاوی عزیزیہ جلد ا ص ۴۹ [4] فتاوی عزیزیہ جلد ا ص ۹۴ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

[5] فتاوی عزیزیہ جلد ا ص ۴۹ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

برغیر قبور و بر قبور بدعت ست احتراز اولی ست۔

اللہ اللہ جنازہ کے ساتھ ذکر اللہ و ذکر رسول تو وہابیوں کے نزدیک حرام و شرک و بدعت سیئہ ہوا اور شاہ صاحب غنا بر قبر کے دف کو جائز بتائیں کہ احتراز کو صرف اولیٰ کہیں کیا شاہ صاحب کے نزدیک اگر یہ بدعت سیئہ ہوتا تو وہ احتراز اولیٰ ست فرماتے یا یہ فرماتے کہ احتراز فرض ست یا لازم ست یا واجب ست۔ ہمیں تو شاہ صاحب کے فتاویٰ سے دکھانا اتنا تھا کہ بدعت سیئہ ہی نہیں ہوتی حسنہ بھی ہوتی بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جو ہوتی تو مباح ہیں مگر خلاف اولیٰ۔ اور وہابیوں کی قسمت کہ یہ مسئلہ ان کے فتاویٰ میں ایسا نکلا جس نے اس مسئلہ کا حکم بھی ضمناً صاف بتا دیا علمائے کرام اور شاہ صاحب درکنار خود حضور پر نور سید ابرار سرکار سرکار سیدنا احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام من ربہ العزیز الغفار مادامت اللیالی والاسحار نے بدعت کی قسمیں فرمادیں حسنہ جس میں مباح و مستحب و واجب داخل دوسری بدعت ضلالت جو حرام و ضلال و کفر سب کو شامل ایک حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [1] من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا الی یوم القیامۃ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ لاینقص من اوزارھم شیئ۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام من [2] ابتدع بدعۃ ضلالۃ لایرضی اللہ بھا ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بھا لاینقص من اوزارھم شیئ۔ موت کا تفکر و تذکر نہایت محمود و مندوب غایت مرغوب و مطلوب ہے زمانۂ سلف میں جنازہ کے ساتھ سکوت و صموت خالی نہیں ہوتا تھا بلکہ وہی جن میں تفکر و تذکر موت ہوتا وہ سب حضرات اس میں غرق ہوتے ایسے وقت ایسی بات جو اس تفکر و تذکر میں فرق ڈالے نہ کرتے تھے اب کہ زمانہ منقلب ہوا موت کا خوف اس کی عبرت جاتی رہی لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا فضول ولغو باتیں کرتے ہیں وہ صموت جو خالی نہ ہوتا بلکہ تفکر و تذکر سے ہوا کرتا کیسا، خالی سکوت بھی نہیں ہوتا اور ہو بھی تو بے فائدہ۔ لہٰذا اب زبان سے ذکر جس سے قساوت قلب دور ہو خدا اور رسول کی محبت بڑھے موت یاد آئے خدا کا خوف دل میں سمائے عمر کے رائیگاں جانے کا افسوس ہو آخرۃ رائیگاں نہ کرنے کا خیال ہو کیوں مندوب و محمود۔ مطلوب و مرغوب و مقصود نہ ہوگا۔

حدیقہ ندیہ [3] شرح طریقہ محمدیہ میں حضرت عارف باللہ سیدی علامہ امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ قدسی نے اس مسئلہ کے متعلق نہایت عمدہ اور اعلیٰ التحقیق کما ینبغی تدقیق فرمائی ہے فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] حدیقہ ندیہ جلد ۲ ص ۴۰۸ و ص ۴۰۹ مطبوعہ لائلپور پاکستان، [2] مشکوٰۃ ص ۳۳، [3] جامع ترمذی جلد دوم ص ۹۶

وارضاه عنا قال فی شرح الطحاوی وعلی مشیع الجنازۃ الصمت وعبر فی المجتبی والتجرید والحاوی ینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصمت معها کذا فی منیۃ المفتی ویکرہ لهم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن کما فی شرح الطحاوی لانه یشبه اهل الکتاب کما فی الایضاح وعن قیس بن عبادۃ کان اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم یکرهون رفع الصوت عند ثلاثۃ القتال وفی الجنازۃ والذکر کذا فی الایضاح کراهۃ تحریم وقیل تنزیه کما فی المبتغی وکراهۃ تنزیه وقیل تحریم کما فی القنیۃ وهو یکره علی معنی انه تارک الاولی کما عزاہ فی التتمۃ الی والدہ وعن ابراهیم یکرہ ان یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر اللّٰه لکم کذا فی التتمۃ والخانیۃ واذا اراد الذکر یذکر فی نفسه کما فی الظهیریۃ والخانیۃ وقولهم کل حی سیموت ونحو ذلک خلف الجنازۃ بدعۃ کما فی السراجیۃ ومنیۃ المفتی ذکرہ الوالد رحمه اللّٰه تعالی فی جنائز شرحه علی شرح الدرر وفی شرح الشرعۃ المسمی بجامع الشروح قال وان یکثر من التسبیح والتهلیل علی سبیل الاخفاء خلف الجنازۃ وان لا یتکلم بشیء من امر الدنیا وان لا یضحک فان لا ذلک یقسی القلب وان یقول اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر اشهد ان اللّٰه یحیی ویمیت وهو حی لا یموت سبحان من تعزز بالقدرۃ والبقاء وقهر العباد بالموت والفناء وان لا یرفع صوته بشیء من التسبیح والتهلیل وغیرهما من الادعیۃ والاثنیۃ فانه شبیه بیوم الحشر فی ظهور حکم اللّٰه تعالی وعدم تاثیر قدرۃ احد وکلامه وقد قال اللّٰه تعالی فی حق ذلک الیوم، وخشعت الاصوات للرحمٰن، ای سکنت وذلت وخضعت له للخوف منه تعالی فلا تسمع الا همسا وصف الاصوات بالخشوع والمراد اهلها وثانیۃ ما قیل انه یکرہ رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن فی تشیعها لان فیه موافقۃ لاهل الکتاب۔

لکن بعض المشائخ جوزوا الذکر الجهری ورفع الصوت بالتعظیم وبغیر التغییر بادخال حرف فی خلاله قدام الجنازۃ وخلفها لتلقین المیت والاموات والاحیاء وتنبیه الغفلۃ والظلمۃ وازالۃ صدأ القلوب وقساوتها بحب الدنیا وریاستها وفی کتاب العهود المحمدیۃ للشیخ عبد الوهاب الشعرانی قدس اللّٰه سرہ قال وینبغی لعالم الحارۃ او شیخ الفقراء فی الحارۃ ان یعلم من یرید المشی مع الجنازۃ اداب المشی معها من عدم اللغو فیها وذکر من تولی وعزل من الولاۃ او سافر او رجع من التجار ونحو ذلک فان ذکر الدنیا فی ذلک المحل ما له محل وقد جرب ان کثرۃ الکلام للغو یمیت القلب واذا مات القلب فی طریق الجنازۃ شفعوا فی المیت بقلوب میتۃ فلا یستجاب لهم فاخطأ من لغا فی طریق الجنازۃ فی حق

نفسہ وفی حق المیت وقد کان السلف الصالح لایتکلمون فی الجنازۃ الا بما ورد وکان القریب لایعرف من هو القریب للمیت حتی یعرف لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کلهم وکان سیدی علی الخواص یقول اذا علم من الماشین مع الجنازۃ انهم لایترکون اللغو فی الجنازۃ ویشتغلون باحوال الدنیا فینبغی ان یامرهم بقول لا اله الا الله محمد رسول الله فان ذلک افضل من ترکہ ولاینبغی لفقیہ ان ینکر ذلک الا بنص اواجماع فان مع المسلمین الاذن العام من الشارع بقول لا اله الا الله محمد رسول الله کل وقت شاؤا ویا الله العجب من عمی قلب من ینکر مثل هذا ام

اسی میں ہے۔ وذکر الشعرانی ایضا رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ عهود المشائخ قال ولا تمکن احدا من اخواننا ینکر شیئا ابتدعہ المسلمون علی جهۃ القربۃ الی اللہ تعالیٰ ورأوہ حسنا کما مر تقریرہ مرارا فی هذہ العهود لاسیما ماکان متعلقا باللہ تعالیٰ ورسولہ علیہ السلام کقول الناس امام الجنازۃ لا اله الا الله محمد رسول الله اوقراءۃ احد القرآن امامها ونحو ذلک فمن حرم ذلک فهو قاصر عن فهم الشریعۃ لانہ ما کل مالم یکن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکن مذموما وقد رجح النووی ان الکلام خلاف الاولی فقط واعلم انہ لو فتح هذا الباب لردت اقوال المجتهدین فی جمیع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل بہ وقد فتح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلماء امتہ هذا الباب واباح لهم ان یسنوا کل شیء استحسنوہ ویلحقوہ بشریعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرها واجر من یعمل بها وکلمۃ لا اله الا الله محمد رسول الله اکبر الحسنات فکیف یمنع منها وتأمل احوال غالب الخلق الآن فی الجنازۃ تجدهم مشغولین بحکایات الدنیا لم یعتبروا بالمیت وقلبهم غافل عن جمیع ما وقع لہ بل رأیت منهم من یضحک واذا تعارض عندنا مثل ذلک وکون ذلک لم یکن فی عهد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمنا ذکر اللہ عزوجل بل کل حدیث لغو اولی من حدیث ابناء الدنیا فی الجنازۃ فلو صاح کل من فی الجنازۃ بلا اله الا الله فلا اعتراض ولم یأتنا فی ذلک شیء عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلو کان ذکر اللہ تعالیٰ فی الجنازۃ منهیا عنہ لبلغنا ولو فی حدیث کما بلغنا فی قراءۃ القرآن فی الرکوع فافهم وشیء سکت عنہ الشارع اوائل الاسلام لایمنع منہ اواخر الزمان وبالجملۃ فلا یجتری علی امر الناس بترک قول لا اله الا الله الا ان یجد فی ذلک حدیثا یمنع من ذلک۔

ان امام جلیل عارف باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ لکھ کر کہ "شرح طحاوی میں فرمایا کہ مشیع جنازہ پر صمت لازم۔ اور مجتبیٰ و تجرید و حاوی میں یوں تعبیر کیا کہ سزاوار ہے کہ صمت طویل کرے اور سنن مرسلین سے جنازہ کے ہمراہ صمت ہے یوہیں منیۃ المفتی میں ہے اور رفع الصوت بالذکر و قراءۃ القرآن انھیں مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں ہے اس لئے کہ یہ مشابہ اہل کتاب ہے جیسا کہ ایضاح میں ہے اور قیس بن عبادہ سے مروی ہے کہ صحابہ تین جگہ رفع صوت کو ناپسند رکھتے تھے وقت قتال اور جنازہ اور ذکر کے ساتھ ایسا ہی ایضاح میں ہے۔ کراہت تحریم اور کہا گیا کراہت تنزیہہ جیسا کہ مبتغی میں ہے اور کراہت تنزیہ اور کہا گیا کراہت تحریم جیسا کہ قنیہ میں ہے اور وہ مکروہ ہے بایں معنی کہ ایسا کرنے والا تارک اولیٰ ہے۔ جیسا کہ تتمہ میں مصنف تتمہ نے اپنے والد تک اس کا عزو کیا اور ابراہیم سے منقول ہے کہ آدمی چلتے ہوئے کہے اس کے لئے دعاء مغفرت کرو خدا تمہاری مغفرت فرمائے ایسا ہی تتمہ اور خانیہ میں ہے اور جب ذکر کا ارادہ کرے تو دل میں ذکر کرے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے اور ہمراہیان جنازہ کا جنازہ کے ہمراہ یہ قول ہر زندہ عنقریب مرے گا نئی بات ہے ایسا ہی سراجیہ اور منیۃ المفتی میں ہے اسے والد رحمہ اللہ نے اپنی شرح شرح درر کے باب الجنائز اور شرح شرعۃ الاسلام میں جس کا نام جامع الشروح ہے ذکر کیا۔

فرمایا چپکے چپکے جنازہ کے پیچھے خوب تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے اور چاہئے کہ دنیوی کوئی بات نہ کرے اور ہنسے نہیں اس لئے کہ یہ قلب کو سخت کرتا ہے اور کہے اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر اشھد ان اللّٰہ یحیی ویمیت اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک اللہ جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے وھو حی لایموت اور وہ زندہ ہے کہ مرے گا نہیں سبحان من تعزز بالقدرۃ والبقاء وقھر العباد بالموت والفناء۔ پاک ہے اس ذات پاک کو جو غالب ہے اپنی قدرت و بقا سے اور جس نے تمام بندوں کو موت اور فنا سے مقہور و مغلوب فرمایا۔ اور یہ کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ دعا رشتہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرے اس لئے کہ یہ دن روز حشر کے مشابہ دربارۂ ظہور حکم الٰہی اور عدم تاثیر قدرت احدے و کلام احدے ہے اور بے شک اللہ عزوجل نے دربارۂ یوم حشر فرمایا وخشعت الاصوات للرحمٰن[1] یعنی آوازیں رحمٰن کے لئے ساکن و ذلیل و خاضع ہوگئیں فلا تسمع الا ھمسا تو مسموع نہیں ہوتی مگر نہایت خفیف آواز۔ آوازوں کو فرمایا خاشع ہوگئیں مگر مراد آواز والے ہیں۔ اور اس قول والد کا مؤید وہ ہے جو کہا گیا ہے کہ مکروہ ہے رفع صوت بالذکر و قراءۃ القرآن جنازہ کی مشایعت میں اس لئے کہ اس میں اہل کتاب سے موافقت ہے" یہ تحقیق جلیل و تدقیق جمیل فرمائی لیکن بعض شیوخ ائمہ نے جنازہ کے آگے اور پیچھے

[1] سورۂ طٰہٰ آیت ۱۰۸

ذکر جہر اور رفع الصوت بالتعظیم بغیر تغییر کہ اس میں کوئی حرف نہ بڑھائیں بمصلحت تلقین میت و اموات و احیا لرد برائے تنبیہ غافلان و ظالمین اسے بے کراہت جائز رکھا نیز برائے ازالہ زنگ قلوب و قساوت آن بسبب حُب دنیا و ریاست دنیا۔

اور کتاب عہود محمدیہ شیخ شعرانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے کہ علما اور وہاں کے شیخ طریقت کو چاہئے کہ جو لوگ جنازہ کے ہمراہ جانا چاہتے ہوں انھیں اس کے ہمراہ چلنے کے آداب سکھائیں کہ بیہودہ باتیں نہ کریں اور یہ ذکر نہ کریں کہ حکام سے فلاں اس عہدہ پر فائز ہوا فلاں معزول ہوا اور تاجروں سے فلاں گیا اور فلاں واپس آگیا اور ایسی ہی لغو باتیں۔ اس لئے کہ دنیوی باتوں کا اس مقام پر کوئی محل نہیں۔ اور بے شک تجربہ کی بات ہے کہ لغو باتوں کی کثرت قلب کو مردہ کر دیتی ہے اور جب طریق جنازہ میں قلب یوں مردہ ہو جائے گا تو میت کے لئے دعا مغفرت مردہ قلوب کے ساتھ کریں گے تو اجابت نہ ہوگی۔ تو وہ شخص جس نے لغو باتیں جنازہ کے ساتھ راستہ میں کیں اس نے اپنے اور میت دونوں کے حق میں خطا کی بے شک سلف صالح جنازہ کے ساتھ کوئی کلام نہ کرتے تھے مگر وہی جو وارد ہوا۔ سلف کی حالت یہ تھی کہ میت کے عزیز قریب و غیر قریب میں امتیاز نہ ہوتا جب تک کوئی بتاتا نہیں۔ یہ بوجہ غلبہ حزن بر جمیع حاضرین ہوتا۔ اور سید علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب ہمراہیان جنازہ کی حالت معلوم ہو کہ وہ جنازہ کے ساتھ لغو باتیں نہ چھوڑیں گے اور احوال دنیا میں مشغول رہیں گے تو انھیں کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا حکم کرنا چاہئے = اس لئے کہ یہ پڑھنا اس کے ترک سے افضل ہے اور کسی فقیہ کو اس کا انکار نہ چاہئے مگر بنص یا باجماع اس لئے کہ مسلمانوں کو شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اس کا اذن عام ہے کہ جب چاہیں وہ یہ ذکر کریں۔ اور اے خدا اس شخص کا دل کتنا اندھا ہے جو اس جیسی بات سے منع کرے۔

نیز امام شعرانی قدس سرہ النورانی نے اپنی کتاب عہود المشائخ میں ذکر کیا۔ فرمایا ہم اپنے برادروں کو اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ کسی ایسی بات کا انکار کریں جو مسلمانوں نے بروجہ قربت نئی نکالی ہو اور اسے اچھا جانا ہو خصوصاً وہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہو جیسے لوگوں کا جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا یا کسی کا پیش جنازہ قرآن عظیم پڑھنا اور اس کی مثل۔ تو جو اسے حرام بتائے وہ فہم شریعت سے قاصر ہے اس کو شریعت کی سمجھ نہیں کہ ہر وہ بات جو عہد نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں نہ تھی مذموم نہیں۔ اور امام نووی نے اسی قول کو مرجح فرمایا کہ کلام فقط خلاف اولیٰ ہے۔ اور یہ جان لو کہ اگر اس کا دروازہ کھلے

کہ جو بات عہد نبوی میں نہ تھی وہ مذموم ہو تو جس قدر مستحبات اور مستحسنات ائمہ مجتہدین نے نکالے ان کے وہ سارے اقوال مردود ہو جائیں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے کہ من سن سنۃ حسنۃ الحدیث یعنی جو شخص دین اسلام میں نیک بات پیدا کرے اسے اس کا ثواب ملے اور قیامت تک جتنے اسے کریں سب کا ثواب اسے ملے" اپنی امت کے علماء کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے اور انھیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ نیک طریقہ ایجاد کریں اور اسے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ سے لاحق کریں۔

اور کلمہ طیبہ اکبر حسنات ہے تو اس سے کیونکر منع کیا جاسکتا ہے اور غالب خلقت کی حالتوں کو بغور و تامل دیکھو تو تم انھیں حکایات دنیا میں مشغول پاؤ گے کہ انھیں میت سے کوئی عبرت نہ ہوئی ان کے قلوب غافل ہیں کہ میت پر کیا گذری (فرماتے ہیں) بلکہ میں نے ان میں بعض کو ہنستے دیکھا ہے اب جب یہ عدم عبرت اور غفلت اور ہنسنا۔ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں کلمہ طیبہ جنازہ کے ساتھ ساتھ نہ ہونا متعارض ہوئے تو ہم نے ذکر اللہ کو مقدم کیا۔ بلکہ ہر لغویات کرنے سے بدتر ہے جنازہ میں ابناء دنیا کا بات کرنا تو اگر سب کے سب ہمراہی جنازہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خوب بلند آواز سے پڑھیں کوئی اعتراض نہیں۔ اور اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی ممانعت ہمیں نہ پہونچی اور اگر ذکر الٰہی جنازہ میں منہی عنہ ہوتا تو ضرور نہی و ممانعت فرماتے اور وہ ہمیں پہونچتی اگرچہ ایک ہی حدیث۔ جیسا کہ رکوع میں قرآن عظیم کی قرارت کے بارے میں پہونچی تو سمجھ جاؤ۔ اور وہ بات جس سے شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اوائل اسلام میں سکوت فرمایا اواخر زمان میں اس سے نہ روکا جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس پر جرات نہیں کی جاسکتی کہ لوگوں کو ترک ذکر لا الہ الا اللہ کا حکم کیا جائے۔ مگر جب کہ کوئی ایسی حدیث ہو جس میں اس سے ممانعت کی گئی ہو۔

امام عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کے اس ارشاد فیض بنیاد سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہو گئی کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعض نے مکروہ کہا۔ بعض نے بلا کراہت جائز اور اسی کو ان امام جلیل نے خود طرح طرح ثابت فرمایا اور عارف بالاختصاص بحر معرفت کے غواص سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادام العام والخاص نیز امام ربانی عارف باللہ شعرانی قدس سرہ النورانی کے ارشادات سے مؤید کیا۔ اور ہم بتا چکے کہ یہ اختلاف کوئی اختلاف نہیں اس زمانہ میں اگر اس زمانہ کے مکروہ کہنے والے ہوتے تو وہ بھی یہی فرماتے

جو یہ حضرات فرما رہے ہیں۔ دیکھو عہد پاک رسالت میں عورتوں کو مسجد کی حاضری کا حکم تھا مسجد کی حاضری سے روکنے کی ممانعت تھی ارشاد اقدس تھا۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ اللہ کی بندیوں کو مساجد سے نہ روکو یہاں تک کہ حیض ونفاس والی کو بھی عیدگاہ میں آنے اور علیحدہ بیٹھ کر دعا میں شریک ہونے کا حکم تھا مگر بعد عہد پاک نبوی زمانہ بدلتا ہے اور عہد صحابہ میں عورتیں مسجد سے روکی جاتی ہیں جبرًا مسجد سے نکال دی جاتی ہیں وہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت لے کر دربار ام المومنین عائشہ صدیقہ میں حاضر آتی ہیں۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام اگر بنفس نفیس ہم میں اس وقت تشریف فرما ہوتے تو وہ بھی آج عورتوں کو مسجد سے روکنے کا حکم فرماتے۔

ظاہر ہوگیا کہ معاذ اللہ صحابہ کرام نے حضور کے ارشاد سے سرتابی نہ کی حضور کے امر کی مخالفت نہ کی اختلاف زمانہ سے حکم مختلف ہوا۔ تو آج ہرگز ذکر مع الجنازہ کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ٹھہر سکتا بلکہ وہ محمود و مستحسن و مستحب و مندوب و مقصود و مرغوب و مطلوب ہے ملحق بالسنہ ہے اسے حرام و بدعت سیئہ اور جہنم کفر تک پہونچانے والا جانے یا بالقطع شرک کہنے والا اور اپنے دعوی اسلام کی نبض دکھائے اس کے بعد اس کا کیا منہ ہے کہ وہ اسلام کا دعوی کرے۔ ذکر اللہ و ذکر رسول کو شرک و کفر بتائے اور اسلام کا دعوی؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ فرض کردم اگر اس بارے میں علماء کے درمیان آج ہی نہیں نہیں دائمی اختلاف ہوتا کہ ہمیشہ رہتا زمانہ کے تغیر و تبدل کے ماتحت نہ ہوتا تو بھی عوام کو اس ذکر خیر سے ممانعت نہ کی جاتی اسے حرام و بدعت سیئہ و شرک و کفر کہنا تو نرا کذب بالکل دروغ اور خالص ظلم اور کھلا باطل فتوی اور یقینی طغوی ہے ایسی گندی گھنونی نجس ممانعت کا تو کبھی محل تھا ہی نہیں۔ نہ ہو سکتا۔ ایسے جو امور مختلف فیہ ہی ہیں ان سے ممانعت کی علماء ممانعت فرماتے ہیں۔ دیکھو طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ ذکر جہر کو مطلقًا بعض نے مکروہ کہا صلاۃ رغائب و صلاۃ قدر باجماعت پڑھنا مکروہ بتایا وغیرہ وغیرہ علماء نے عوام کو اس سے ممانعت کی ممانعت فرمائی۔ کہ وہ یوں خدا کی یاد کرتے ہیں کرنے دو منع کریں تو وہ بوجہ قلت رغبت کہیں بالکل ہی نہ چھوڑ بیٹھیں۔

حدیقہ ندیہ میں ہے۔ ذکر الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر وعبارتہ قال صاحب المصفی شرح النسفیۃ سمعت عن الشیخ الامام الاستاذ حمید الدین یحکی عن شیخہ الامام الاجل جمال الدین المحبوبی انہ قال کسالی بخاری لا یمنعون عن الصلاۃ وقت طلوع الشمس الی ارتفاع الشمس لان الغالب

انهم اذا منعوا عن ذلك وامروا بالمكث فى المسجد الى ارتفاع الشمس او بالرجوع ثم الحضور لم يفعلوا ذلك ولم يقضوها ولو صلوها فى هذه الحالة فقد اجازه اصحاب الحديث والاداء فى وقت يجيزه بعض الائمة اولى من الترك اصلا وهكذا نقل عن شمس الائمة الحلوانى حين سأله السيد الامام ابو شجاع عن منع الناس عن الصلاة فى هذا الوقت فاجاب بهذا وذكر فى القنية برمزى النسفى و الحلوانى اھ ومن هذا القبيل نهى الناس عن صلاة الرغائب بالجماعة وصلاة ليلة القدر ونحو ذلك وان صرح العلماء بالكراهة بالجماعة فيها لا يفتى بذلك للعوام لئلا تقل رغبتهم فى الخيرات وقد اختلف العلماء فى ذلك فصرح ابن الصلاح من ائمة الشافعية وهو من كبار المحدثين رحمه الله تعالى بعدم الكراهة وصنف فى جوازها رسالة مستقلة وان ناقشه فى ذلك معاصره العز بن عبد السلام برسالة اخرى وكذلك صنف فى جوازها جماعة من المتأخرين فابقاء العوام راغبين فى الصلاة اولى من تنفيرهم منها وفى الغالب انهم اذا لم يصلوها كذلك جلسوا فى المساجد ليلة النصف من شعبان وليلة اول جمعة من شهر رجب وليلة القدر يتحدثون بكلام الدنيا المكروه او بما ذهبوا الى ماهم فيه من الانهماك فى الشهوات والغفلات ـ

ومن هذا القبيل نهى الناس عن حضور مجالس الذكر الجهر وانشاد اشعار الصالحين وان صرح فقهاء الحنفية بكراهة الجهر بالذكر فان ائمة الشافعية كالنووى وغيره قائلون باستحباب ذلك ولا ينبغى ان ينهى العوام عما تقول به ائمة المسلمين ومن هذا القبيل نهى العوام عن المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فان بعض المتأخرين من الحنفية صرح بالكراهة فى ذلك ادعاء بانه بدعة مع انه داخل فى عموم سنة المصافحة مطلقا فلا يبقى الا مجرد التخصيص بالوقتين المذكورين فيقتضى ابتداع ذلك وصرح النووى فى كتابه الاذكار وغيره من الشافعية بانها فى هذين الوقتين بدعة مباحة فلا ينبغى للواعظ او المدرس ان ينهى العوام عما افتى بجوازه بعض ائمة الاسلام ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم وقد صرح الشيخ ابن حجر الهيتمى المكى فى فتاواه ان هذا النذر للولى الميت اذا قصد به الناذر قربة اخرى كاولاد الولى الميت وخلفائه او اطعام الفقراء الذين عند قبره صح النذر ووجب صرفه فيما قصده الناذر الخ

وغالب الناس فی ھذا الزمان یقصدون ذلک فیحمل الکلام علیه ولا ینبغی ان ینھی الواعظ عما قال به امام من ائمة المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمة کلھم علی تحریمه والنھی عنه وھو معلوم بالضرورة من الدین کحرمة الزنا والربا والریا وشرب الخمر والظن السوء باھل الاسلام والظلم والمکس وغصب الاموال والمصادرات بغیر حق والخیانة فی البیوع والاجارات ورشوات القضاة والامراء والتکبر والاعجاب والحسد والبغی والافتراء والکذب والزور ونسیان عیوب النفس والتجسس عن عیوب الناس واتھام المسلمین والمسلمات بالفواحش وھتک استار المذنبین ومحبه اشاعة الفاحشة فی الغیر والغیبة والنمیمة والاستھزاء بالفقراء والسخریة علی المساکین والضعفاء من الناس والطعن فی اولیاء اللّٰه تعالٰی المتقدمین والخوض فی دینھم واعتقاد اتھم بالجھل فی معانی کلامھم وعدم معرفة المطابقة بین کلامھم وکلام اللّٰہ تعالٰی ورسوله وانکار کراماتھم بعد الموت واعتقاد ان ولایتھم انقطعت بموتھم ونھی الناس عن التبرک بھم الی غیر ذلک من القبائح التی ھم علیھا الان غالب اھل زماننا فی بلادنا وغیرھا نسأل اللّٰہ تعالٰی العافیة۔

حاشیہ درر للمولی الفاضل عبد الحلیم الرومی میں دربارۂ صلاۃ الرغائب باجماعت ہے۔ ظھران من منع عن ھذہ الصلاۃ بالجماعة فقد اساء واجترأ علی تضلیل الاسلاف الکرام والاخلاف الفخام فعلی الولاۃ منع المانعین وتعزیر المعاندین۔ ذاکرین وسامعین ومیت سب کو ذکر خدا ورسول سے فائدہ ہونا ظاہر ذاکرین کو ذکر کرنے کا سامعین کو سننے کا ذاکرین کو غافلین ظالمین کی تنبیہ اوران کے دلوں کی زنگ چھڑانے قساوت دور کرنے کا جو عظیم اجر ہے وہ ملے گا سامعین کی غفلت دور ہوگی قلب کی سختی اور زنگ جائے گی خدا کا خوف دل میں سمائے گا یاد خدا ورسول سے ان کی محبت قلب میں بڑھے گی یہ عظیم فائدہ ہوگا میت کو تلقین کا ثواب ذاکرین کو ملے گا اور تلقین سے میت کو فائدہ عظیمہ ہوگا ھذا وعلیک بفتوی شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا الوالد الماجد اعلیٰ حضرت المجدد قدس اللّٰه تعالٰی سرہٗ وافاض علی المسلمین برہ فی ھذا الباب واللّٰه تعالٰی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔ ہم نے جن جن عبارتوں پر خط کشید کردیے ہیں وہ وہابیوں کے لئے نہایت جگر دوز اور وہابیت سوز ہیں جنھوں نے مذہب وہابیہ کی جڑیں کھوکھلی کردیں اسے از بیخ برکندہ کردیا ہے مسلمان انھیں باربار دیکھیں اور یاد رکھیں کہ وہابیوں کی بہت سی بدعتوں شرکوں کو رد کرنے میں انھیں کام دیں وباللّٰہ التوفیق۔

مسئلہ ۔ مرسلہ احمد شاہ صاحب نگریا سادات ڈاکخانہ میرگنج ضلع بریلی ۲۴ صفر المظفر ۵۵ھ

(۱) نماز جنازہ غائب پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر بالغ اور نابالغ کے جنازے جمع ہو جائیں تو ایک ہی نماز جنازہ پڑھی جائے یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہئے اور دعا جو بالغ کے لئے ہے وہ پڑھی جائے یا جو نابالغ کے لئے ہے وہ۔

الجواب ۔ (۱) نہیں جنازہ کا پیش مصلے رکھا ہونا ضرور ہے غنیہ میں فرمایا۔ شرطہا[۱] وضعہ امام المصلی وبھذا القید علم انہا لاتجوز علی غائب، ولاحاضر محمول علی دابۃ اوغیرہا لاختلاف المکان ولا موضوع نقدم علیہ المصلی وھوکالامام من بعض الوجوہ۔ ہاں اگر بلا نماز دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی جب تک تفسخ کا ظن غالب نہ ہو اسی میں ہے۔ دفن[۲] ولم یصل علیہ صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن انہ تفسخ لماروی من صلاتہ علیہ السلام علی القبر ولایعتبر التقدیر بالایام فی التفسخ وعدمہ علی الصحیح بل المعتبر غلبۃ الظن لان ذلک یختلف باختلاف الحال من السمن والھزال وباختلاف الزمان من الحر والبرد وباختلاف المکان من کون الارض سبخۃ اوغیرھا۔

(۲) چاہیں ایک ہی پڑھیں چاہیں علیحدہ علیحدہ کرکے۔ ایک پڑھیں تو امام کے سامنے مرد کا جنازہ ہو پھر مرد کے بعد نابالغ لڑکے کا پھر خنثی کا پھر عورت کا پھر نابالغہ لڑکی کا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں۔ لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ پھر یہ کہ حالت نماز میں خلف امام جس طرح کھڑے ہوتے ہیں ان کے جنازے پیش امام رکھے جائیں بدائع صنائع[۳] میں ہے۔ لواجتمع جنازۃ رجل وصبی وخنثی وامرأۃ وصبیۃ وضع الرجل ممایلی الامام والصبی وراءہ ثم الخنثی ثم المرأۃ ثم الصبیۃ در مختار[۴] میں ہے۔ **اذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلاۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وان جمع جاز،** نیز در مختار[۵] میں ہے۔ وراعی الترتیب المعھود خلفہ حالۃ الحیاۃ فیقرب منہ الافضل فالافضل الرجل ممایلیہ فالصبی فالخنثی فالبالغۃ فالمراھقۃ والصبی الحر یقدم علی العبد والعبد علی المرأۃ۔ اگر ایک ہی نماز پڑھیں تو دعائے بالغین بہ نیت دعائے للبالغین پڑھ کر پھر نابالغوں کے لئے جو دعا ہے وہ بہ نیت دعا برائے نابالغین پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ (۱) کیا میت مدفونہ کو ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا بروئے شرع محمدی جائز ہے

---

[۱] [۲] غنیہ ص۵۸۳ و ص۵۹ مطبوعہ لاہور پاکستان [۳] بدائع جلد ۱ ص۳۱۶ مطبوعہ کراچی پاکستان [۴] [۵] در مختار جلد ۱ ص۲۱۸ و ص۲۱۹ مطبوعہ مصر

معہ حوالہ کتب۔

۲۔ اولیاء اللہ یا بزرگان دین میں سے چند ایک کی نعش ہائے مبارک ایک جگہ سے نکال کر دوسری جگہ یا تیسری جگہ دفن کی گئی ہیں وہ کون سے حکم شرع کے ماتحت ہیں بمعہ حوالہ کتب۔

۳۔ بوقت دفن کرنے کے جو کہ عام طور پر کئی میتیں امانت رکھی جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ان کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں کیا یہ عمل درست ہے۔

۴۔ ایک شخص بزرگ سیرت اور خاندان سادات سے ہو اپنے لڑکوں میں سے ایک لڑکا جو کہ اس کا تابعدار اور خدمت گذار ہو اس کو ہر وقت عرصہ سے اس بات کی وصیت کرتا رہتا ہو کہ مجھے گورستان میں کسی کی قبر کھود کر دفن نہ کرنا بلکہ میری زر خرید جگہ پر جو کہ محض اسی غرض سے خرید کی گئی ہے اس میں دفن کرنا لیکن بوقت مرگ اس لڑکے کو عمداً اطلاع نہیں دی گئی اور متوفی کے خلاف وصیت وہدایت عمداً مخالفت کی گئی ہے اب وہ موصی اپنے والد کی وصیت کے مطابق عمل کرنا چاہتا ہے۔

الجواب۔ ۱۔ نہیں علی الصحیح مگر اس صورت میں کہ زمین حق غیر میں بے اجازت مالک دفن کیا ہو اور وہ راضی نہ ہوتا ہو غنیہ[1] میں ہے۔ بعد الدفن فلا یجوز اخراجہ حتی قالوا لو ان امرأۃ مات ولدھا ودفن ببلد غیر بلدھا وھی لا تصبر وارادت نبشہ ونقلہ الی بلدھا لا یباح لھا ذلک ولا یباح نبشہ بعد الدفن اصلا الا لما تقدم من سقوط مال فیہ او کون الارض حق الغیر وح ان شاء ذلک الغیر اخراجہ وان شاء سوی القبر وزرع فوقہ وجوز البعض النقل بعد الدفن استدلالا بما نقل ان یعقوب علیہ السلام بعد ما مضی علیہ زمان نقل من مصر الی الشام لیکون مع آبائہ والصحیح الاول لان شرع من قبلنا اذا لم یقصہ اللہ ورسولہ علینا من غیر تغییر لا یکون شرعا لنا فلا یجوز الاستدلال بہ وفی القنیۃ مقابر بلغ الیھا حطم حیجون لا یجوز نقلھم الی موضع آخر سفر[؟] عالمگیریہ مصریہ ص۱۶۷ جلد اول میں ہے۔ لا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ کذا فی فتاوی قاضی خان واذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا کذا فی التجنیس واللہ تعالی اعلم۔

۲۔ جن کی نعشیں دوسری جگہ منتقل کی گئیں وہ دوسری روایت کی بنا پر کسی خاص وجہ سے مثلاً دریا کی کاٹ واللہ تعالی اعلم۔ ۳۔ اس کا جواب پہلے جواب سے واضح ہے۔ ۴۔ نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالی اعلم۔

[1] غنیہ ص۶۰۷ مطبوعہ لاہور پاکستان

کتابُ الزّکاۃ

زکاۃ کا بیان

مسئلہ۔ از بنارس مرسلہ عبد الرحمن

کیا زکاۃ کی ادائیگی کے لئے شرط مشروط کے علاوہ اظہار زکاۃ بھی ضروری ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ زکاۃ جسے دی جائے اس سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ یہ زکاۃ کا مال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بنارس مرسلہ عبد الرحمن

جن رشتہ داروں کو زکاۃ کا مال دینا جائز ہے اگر رشتہ دار زکاۃ کا مال بوجہ شرم لینا خفت جانتا ہے حالانکہ فاقہ کشی کرتا ہے خفیہ بغیر زکاۃ کا اظہار کئے ہوئے دے کر مالک بنا دے زکاۃ کی ادائیگی ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ زکاۃ جسے دی جائے اس سے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ یہ زکاۃ کا مال ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از شیو رڈاک خانہ کرنجش گنج ضلع رائے بریلی سائل شیخ چھیدا تھبا کو فروش ۶ ذی الحجہ ۷۵ھ

(۱) اہل سنت وجماعت کے لوگوں کو کتنے مال وزر روپیہ ہونے پر زکاۃ دینا چاہئے اور کتنی زکاۃ نکالنا چاہئے؟

(۲) اہل سنت وجماعت کے لوگوں کو کتنے جانور ہونے پر زکاۃ دینا چاہئے اور جانور یہ ہیں گائے بھینس اونٹ، بکری وغیرہ ان میں سے ہر ایک کتنی تعداد میں ہونے پر زکاۃ نکالنا چاہئے؟

الجواب۔ (۱) سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے جس کے پاس کم از کم اتنا سونا یا اتنے سونے کی اشرفیاں یا زیور ہو اس کا چالیسواں حصہ اس پر جب سال گذرے دینا لازم ہوگا یا اس کے چالیسویں حصہ کی قیمت۔ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے جس کے پاس اتنی چاندی یا زیور یا روپیہ ہو اور اس پر سال گذر جائے تو چالیسواں حصہ دینا فرض ہوگا یا اس قدر کی قیمت۔ یہاں کے روپیہ میں سوا گیارہ ماشہ چاندی ہے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کے پورے چھپن روپیہ ہوئے۔ چاندی کا نصاب دو سو درہم شرعی ہے اور درہم شرعی ۲۵ ⅕ رتی ہے ۸ رتی کا ایک ماشہ تو درہم شرعی تین ماشہ ۱ ⅕ رتی کا ہوا دو سو درہم برابر ساڑھے باون تولہ۔ یوں کہ

دو سو درہم کی پانچ ہزار چالیس رتیاں ہوئیں اور اس قدر رتیوں کے چھ سو تیس ماشہ اور اتنے ماشوں کے ساڑھے باون تولہ یونہیں چھپن روپے کے ساڑھے باون تولہ چاندی ہوئی۔ عالمگیریہ[1] میں ہے۔ تجب فی کل مائتی درھم خمسۃ دراھم وفی کل عشرین مثقال ذھب نصف مثقال مضروبا کان اولم یکن مصوغا او غیر مصوغ حلیا کان للرجال اوللنساء تبرا کان اوسبیکۃ کذا فی الخلاصۃ درمختار[2] میں ہے۔ نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ دراھم وزن سبعۃ مثاقیل۔

العطایا[3] النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں حضرت والد ماجد شیخنا المجدد قدس سرہ فرماتے ہیں یہ مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے تو درہم کہ اس کا ۷/۱۰ ہے تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا کشف الغطاء میں ہے مثقال بست قیراط وقیراط یک حبہ وچہار خمس حبہ وحبہ کہ آں را بفارسی سرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد جواہر اخلاطی میں ہے۔ الدرھم اثنتا عشر خمس وعشرون حبۃ وخمس حبۃ۔ یعنی درہم شرعی پچیس رتی پانچواں حصہ رتی کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بھیڑ بکری، گائے بھینس، اونٹ ان میں سے نر ہوں یا مادہ یا مخلوط جب کہ جوتنے کھانے لادنے کے لئے نہ پالے ہوں نہ سمن یا ثمن میں زیادتی کے لئے ہوں یا دودھ یا نسل کے لئے یا شوقیہ اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھٹے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور ان پر حولان حول ہوا اور جو نوع ہو گائے بھینس، بھیڑ بکری شتر قدر نصاب ہوں یا سب مل کر قدر نصاب ہوں اور سب ایک سال سے کم کے نہ ہوں کم از کم ان میں ایک ہی ایک سال کا ہو تو زکاۃ فرض ہوگی بھینس، گائے ایک ہی نوع کے ٹھہریں گے یونہیں بھیڑ، بکری۔ گائے، بھینس کا نصاب تیس ہے۔ تیس سے کم پر زکاۃ نہیں۔ تیس ہونے پر ایک بچہ پورے ایک سال کا چالیس ۴۰ ہونے پر ایک بچہ پورے دو سال کامل کا دینا ہوگا۔ انسٹھ ۵۹ تک یہی واجب ہوگا ساٹھ سے انہتر ۶۹ تک دو بچے ایک ایک سال کے۔ ستر سے اناسی ۷۹ تک ایک بچہ ایک سالہ ایک دو سالہ۔ اسی ۸۰ پر نواسی تک دو بچے دو دو سال کے نوے ۹۰ پر ننانوے ۹۹ تک تین بچے ایک ایک سال کے سو پر ۱۰۹ تک دو بچے ایک سال کے ایک بچہ دو سال کا، ۱۱۰ سے ۱۱۹ تک ایک، ایک سال کا دو، دو سال کے ۱۲۰ سے ۱۲۹ تک چار ایک ایک سال کے یا تین دو دو سال کے وقس علی ھذا۔

یونہیں بھینس کا حساب ہے اور اگر گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو زیادہ ہوں انھیں کا بچہ زکاۃ میں دینا ہوگا اور برابر ہوں تو جو قسم اعلیٰ ہو اس کا ادنیٰ۔ یا ادنیٰ کا اعلیٰ دیا جائے۔ کوئی نوع اگر قدر نصاب نہ ہو مخلوط ہو کر

[1] عالمگیریہ جلد ا صـ۱۷۸ مطبوعہ بیروت [2] درمختار جلد ۲ صـ۲۹۵ مطبوعہ مصر [3] فتاوی رضویہ جلد چہارم صـ۶۰۳ ملخصا

بقدر نصاب ہوں تو جو نوع زائد ہوگی اسی سے زکاۃ ادا ہوگی۔ بکری بھیڑ کا نصاب چالیس[4] ہے گائے بھینس کا تیس[3]، اونٹ کا پانچ ہے ہندیہ[1] میں ہے۔ الباب الثانی فی صدقۃ السوائم تجب الزکاۃ فی ذکورها واناثها ومختلطهما والسائمۃ وهی التی تسام فی البراری لقصد الدر والنسل والزیادۃ فی السمن والثمن کذا فی محیط السرخسی رد المحتار[2] میں ہے۔ الجاموس نوع من البقر کما فی المغرب، فهو مثل البقر فی الزکاۃ والاضحیۃ والربا، ویکمل به نصاب البقر وتؤخذ الزکاۃ من اغلبها وعند الاستواء یؤخذ اعلی الادنی وادنی الاعلی نهر، وعلی هذا الحکم البخت والعراب والضان والمعز ابن ملک هکذا فی الفتاوی الرضویہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پیلی بھیت المستفتی حکیم سعید الرحمن صاحب ۲۵ ذی الحجۃ الحرام ۵۸ھ

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا مسائل ذیل میں۔

۱۔ الف۔ زید کے پاس ۱۰ اگست ۳۶ء کو مبلغ للعہ تھے جس پر حولان حول نہیں ہوا تھا۔

ب۔ ۱۰ اگست ۳۷ء کو مبلغ صما للعہ تھے درمیان سال میں یہ رقم سلسلہ تجارت کم و بیش ہوتی رہی

ج۔ ۱۰ اگست ۳۸ء کو مبلغ معاہ تھے درمیان سال میں یہ رقم بسلسلہ تجارت کم و بیش ہوتی رہی

اس کی زکاۃ کس حساب سے ادا کی جائے گی اور سنین ماضیہ کی بھی جو سہواً ادا نہیں کی تھی اب ادا کی جائے یا سال حال کی۔

۲۔ الف۔ عشر جو اوائل اسلام میں منجانب حکومت اسلامیہ وصول کیا جاتا تھا اب بھی مسلمانوں پر واجب ہے غلہ کی پیداوار میں سے اور باغات کے پھلوں میں سے کیا دسواں حصہ پہلے نکال لے یا اس کی تخمینی قیمت مصارف مقررہ میں صرف کردے۔ آم۔ امرود۔ نارنگی وغیرہ کی فصل اکثر فروخت کردی جاتی ہے یوں بھی ان کا صحیح شمار دشوار ہے۔

ب۔ بوجہ عدم واقفیت اب تک جو عشر ادا نہیں کیا گیا اور نہ اب گزشتہ ایام کا ادا کرنا ممکن ہے اس کے لئے کیا کیا جائے۔

الجواب۔ ۱۰ اگست ۳۶ء میں جو چالیس روپے ہیں وہ تو قدر نصاب ہی نہیں وہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہوتے اور ان میں حولان حول ہوتا بھی جب بھی زکاۃ واجب نہ ہوتی۔ در مختار[3] میں فرمایا۔ شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملکه۔ جس وقت سے رقم قدر نصاب ہوگی اسی وقت سے زکاۃ

واجب ہوگی۔ بعد حولان حول حکماً ادا لازم ہوگی۔ درمیان سال کی کمی بیشی کبھی نظر سے ساقط رہے گی اور کبھی لحاظ کی جائے گی۔ بعد حولان حول اصل و نفع روپیہ اور مال تجارت جو باقی رہا اس سب کا حساب لگایا جائے گا اس میں ایک دو تین چار جتنے نصاب کامل اور جو کامل سے زائد بقدر خمس ہوں گے تو ایک خمس یا جتنے زائد ہوں ان سب کی زکاۃ دینا ہوگی اور جو نصاب کامل کے بعد خمس نصاب سے کم زیادت رہے گی وہ عفو رہے گی۔ سونے کا نصاب ۷ ۱/۲ تولہ ہے اور چاندی کا ساڑھے باون تولہ اور ہر مال تجارت کی قیمت سونے یا چاندی سے کی جائے گی۔ ساڑھے باون تولہ چاندی کے چھپن روپیہ ہوتے ہیں کہ تولہ بارہ ماشہ کا اور انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا ہے۔

جس تاریخ (کو) مالک نصاب ہوا اس دن سے جس قدر مال بڑھے گا اسی تاریخ سے سال تمام پر کل کی زکاۃ دینا ہوگی یعنی مثلاً یکم محرم کو چھپن روپیہ کا مالک ہوا اس کے پاس یہ چھپن روپیہ تھے پھر ذی الحجہ میں مثلاً ہزار روپیہ اور اس نے پائے تو یہ نہیں کہ یکم محرم کو چھپن ہی روپیہ کی زکاۃ دے گا اور اس ہزار کی اگلے ذی الحجہ کی اسی تاریخ سال تمام ہونے پر بلکہ ذی الحجہ کو جو اس چھپن کا سال تمام ہوگا اسی سال میں جوڑ تو بھی پایا ہے وہ اسی نصاب سے ملتا رہے گا اور کل پر زکاۃ دینا ہوگی مگر اتنے ہی حصہ کی جو نصاب کامل بنتا رہے گا پہلے نصاب پر جب حولان حول ہوگا اسی پہر سال میں جتنا مال مل گیا ہے نصاب پر حولانِ حول سمجھا جائے گا زائد مال جو پایا ہے پہلے نصاب سے ملانے میں اس کا لحاظ ضروری رکھا جائے گا کہ کسی مال پر سال میں دوبارہ زکاۃ لازم نہ ہو جس مال پر اس نصاب سے ملانے پر دوبارہ زکاۃ لازم آئے گی وہ مال نہ ملایا جائے گا کمی و بیشی کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ سے بعض عبارات لکھتا ہوں جس سے ہر حکم واضح ہو جائے گا۔

العطایا النبویہ میں ہے جو شخص مالک نصاب ہے اور ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ سال کے اندر ہی کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے بذریعہ ہبہ یا میراث یا بشرا یا وصیت یا کسی طرح اس کی ملک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کرکے اصل پر سال گذرنا اس سب پر حولان حول قرار پائے گا یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ ان کی کوئی چیز ہو اور مال تجارت بھی انہیں کے جنس سے گنا جائے گا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اس پر زکاۃ یوں ہی آتی ہے کہ اس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انھیں کے نصاب دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زر و سیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب و فضہ

کے ساتھ شامل کر دیئے جائیں گے بشرطیکہ اس ملانے سے کسی مال پر سال میں دوبار زکاۃ نہ لازم آئے پھر ملانے کے بعد عفو ایجاب کے وہی احکام ہیں جو اوپر گذرے مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱۳۰۰ھ کو ۳۰ تولہ سونے کا مالک ہوا اور اس کے سوا جنس زر و سیم سے اور کوئی چیز اس کی ملک نہیں تو اس پر ۹ ماشہ سونا زکاۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کو واجب الادا ہوگا ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ مثلاً یکم رجب کو ایک تولہ اور یکم ذی الحجہ کو دو تولہ سونا اسے اور ملا اب کل ۳۳ تولہ سونا ہوگیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموعہ کی زکاۃ ۹ ماشہ ۱/۲ ۷ سرخ سونا واجب الادا ہوگا گویا اس سب پر سال گذر گیا اگرچہ واقع میں اس ایک تولہ کو چھ مہینے اور اس دو تولہ کو ایک ہی مہینہ گذرا ہے اور اگر اس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۳۱ تولہ تھا تو وہی ۹ ماشہ واجب رہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پورا ہونے تک زیادت معاف ہے۔

اسی طرح اگر تین تولہ سونا تو نہ ملا مگر مثلاً ۲۰ ذی الحجہ کو اس نے اپنی زمین یا غلہ یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مال تجارت خریدا جس کی قیمت تین تولہ سونے تک پہونچتی تو اگرچہ اسے ملک میں آئے دس ہی دن گذرے مگر مجموع ۳۳ تولہ کی زکاۃ واجب ہوگی ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریوں اور ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکاۃ ادا کر دی اور ان کے عوض اور بکریاں لیں ان نئی بکریوں کے لئے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں سے ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اسی روپیہ کے بدل ہیں جس کی زکاۃ اس سال کی بابت ادا ہو چکی اب اگر انھیں نصاب شاۃ میں ملاتے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دوبار زکاۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں تنویر الابصار[1] و در مختار میں ہے۔ والمستفاد ولو بھبۃ (بشراء او میراث او وصیۃ اھ ش) وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ (ما لم یمنع منہ مانع وھو الثنی المنفی بقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لا ثنی فی الصدقۃ اھ ش) فیزکیہ بحول الاصل، ولو ادی زکاۃ نقدہ ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم الی سائمۃ عندہ من جنس السائمۃ التی اشتراھا بذلک النقد المزکی ای لا یزکیھا عند تمام حول السائمۃ الاصلیۃ عند الامام للمانع المذکور اھ ش بالتلخیص) وفی ش ایضاً احد النقدین یضم الی الاخر وان عروض التجارۃ تضم الی النقدین للجنسیۃ باعتبار قیمتھا اھ ملخصاً۔

یہ تو بیشی کے متعلق تھا۔ کمی کے متعلق فرماتے ہیں زکاۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ عفو میں مثلاً ایک شخص ۸ تولہ سونے کا مالک ہے تو سوا دو ماشہ سونا کہ اس پر واجب ہوا وہ صرف ۷ تولہ کے مقابل ہے نہ پورے ۸ تولے کہ یہ چھ ماشہ جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے یوہیں اگر ۱۰ تولہ کا مالک ہو تو زکاۃ صرف ۹ تولہ

[1] در مختار، رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ مصر

یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے دسواں تولہ معاف ملتقی الابحر میں ہے۔ الزکاۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو ھلک بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملۃ اھ ملخصا در مختار[1] میں ہے۔ لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال پس اگر نقصان مقدار عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اسی قدر مال کم ہو جائے جتنا عفو تھا مثال اول میں چھ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ جب تو اصلا قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پر تو پہلے بھی زکاۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکاۃ اسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما نص علیہ فی الملتقی اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اس سے زائد کا ہوا جیسے امثلہ مذکورہ میں ۲ تولہ یا یوں کہ ابتدائً مال صرف مقادیر نصاب پر تھا عفو سرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۳۰ یا ۱۵۰ تولہ سونا کہ اس میں سے رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا ایسا نقصان دو حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد بر تقدیر اول دو حال سے خالی نہیں یا تو سال تمام پر رقم نصاب پہلے پیشیں پھر پوری ہو گئی یا نہیں اگر پوری ہو گئی تو یہ نقصان بھی اصلاً نقصان نہ ٹھہرے گا اور اس مجموع رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا۔

مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱ھ کو ۱۵ تولہ سونے کا مالک تھا بعدہٗ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہو گیا یا صرف کر دیا یا کسی کو دے ڈالا اور تھوڑا سا اگرچہ بہت ضعیف باقی رہا پھر جس قدر کم ہو گیا تھا سلخ ذی الحجہ ۱ھ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آ گیا تو پورے ۱۵ تولہ یعنی دو نصاب کامل کی زکاۃ دینا ہوگی کہ ایک مثقال سونا ہے یوہیں اگر مثلاً ۸ تولہ سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی ختم سال سے پہلے چھ سات ماشہ مل گیا تو وہی زکاۃ تمام و کمال لازم آئے گی کہ چھ ماشہ جو عفو تھا جس طرح اس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یوہیں بعد ہلاک اس کا عود درکار نہیں صرف اس قدر چاہئے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہوا تھا ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکاۃ کا وجوب بحال استمرار ہوتا اسی قدر پوری واجب ہوگی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہو جائے ورنہ ملک اول سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس ملک جدید ہوگی اس دن سے حساب کیا جائے گا اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصابیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکاۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حساب نصاب و لحاظ عفو کے اس

[1] در مختار مع شامی جلد دوم صہ ۲۲ کوئٹہ

قدر موجود پر جاری ہوں گے جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں کہ حولان حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکاۃ رأساً ساقط۔

اور تقدیر ثانی تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہوگا یا تصدق یا ہلاک، استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اس رقم سے کچھ اتلاف کیا۔ صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا کسی غنی کو ہبہ کر دیا اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلا نیت زکاۃ کسی فقیر محتاج کو دیدیا ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع و تلف ہوگیا مثلاً چوری ہوگئی یا کسی کو قرض و عاریت دیئے وہ مکر گیا اور گواہ نہیں الخ صورت استہلاک میں زکاۃ سے ایک حبہ نہ گھٹے گا صورت تصدق میں اگر نذر یا کفارہ یا کسی اور صدقہ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استہلاک ہے اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت کی تھی اور سب تصدق کر دے تو بالاتفاق زکاۃ ساقط ہوگئی۔ اور بعض تصدق کرے تو امام محمد کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اس کی زکاۃ ساقط باقی کی لازم مگر امام ابو یوسف کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً استہلاک ہے کہ کسی نیت سے ہو اصلاً زکاۃ سے کچھ نہ گھٹے گا یہ مذہب زیادہ قوی و مقبول و شایان قبول ہے صورت ثالثہ یعنی ہلاک اس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب اربعہ متناسبہ اتنے کی زکاۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اتنے کی زکاۃ باقی۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ)۔

ہر سال میں جو نقد روپیہ حاجات اصلیہ سے فارغ رہا اور اس پر حولان حول ہوا اور جو مال تجارت باقی رہا اس سب سے جس قدر نصاب کامل اور خمس نصاب ہوں ان کا حساب کرکے زکاۃ دینا ہوگی اگر کچھ مقدار عفو کی ہو اس پر زکاۃ نہ ہوگی پچھلے برسوں کا حساب لگائیں ہر سال میں جو زکاۃ واجب ہوئی اور نہ دی اگلے سال مال سے اتنی مقدار کم کرکے باقی پر زکاۃ کا حساب کرتے جائیں ہر برس کی زکاۃ کا حساب لگا کر سب ادا کریں اور اگر سب کی ادا کی اس وقت وسعت نہ ہو تو جتنے کی وسعت ہو پہلے میں دیں۔

۲۔ اب بھی واجب ہے۔ جس قدر غلہ یا پھل ہوں ان کا پورا عشر علیحدہ کرے یا اس کی پوری قیمت دے۔ جو فصل فروخت کی اس میں یہ تفصیل ہے۔ توبہ کرے اور اس دین الٰہی کی ادا کا ارادہ رکھے اور جس قدر کی ادا پر قدرت پاتا جائے ادا کرتا رہے۔

کتابُ الصّوم

روزہ کا بیان

مسئلہ۔ از نو محلہ بریلی ۲۳ رجب ۱۳۵۶ھ

رمضان شریف میں ایک عورت بیمار تھی نسائی مرض کی تکلیف میں۔ روزے تو رکھے پیٹ میں ورم شدید تھا جس کی وجہ سے علاج زناں نہ کیا دوا ہوتی رہی۔ مسئلہ معلوم نہ تھا روزے میں دائی کا علاج نہیں کراتے ایک دوسری عورت سے پوچھا بھی اس نے تذبذب بیان کیا پورے مسئلہ کی تحقیق نہ مریضہ کو معلوم تھی نہ بتانے والی کو لہٰذا اس علاج میں روزے رکھے تحقیق ہونے پر یہ ظاہر ہوا ایام روزہ میں اس قسم کا علاج کرانے سے کفارہ لازم آتا ہے ساٹھ مسکینوں کو کھانا ایک وقت میں دے۔ کفارہ دینے والی کو متعدد روزوں کا کفارہ ایک وقت یا الگ الگ دینے کی گنجائش نہ ہو تو وہ نقد دے سکتی ہے یا نہیں اس کے علاوہ جیسا قضا نمازوں کا کفارہ حسابًا لگا کر کسی مسکین سے بدو بدل کر کے پورا کر دیا جاتا ہے جو شرعی طریقہ پر وہی مسئلہ شرعی کے مطابق ایسے روزے جن پر ساٹھ روزوں کا کفارہ عائد ہے وہ دو آدمی کی خوراک کے مطابق ایک ایک مہینہ میں ساٹھ روزوں کا کفارہ ادا کرے اس حساب سے نقد روپیہ ساٹھ آدمیوں کی خوراک کے لگا کر متعدد روزوں کا کفارہ لوٹ بدل کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ خود یا دایہ نے دوا شرمگاہ میں رکھی یا کوئی چیز تر یا خشک اگر اس طرح رکھی گئی کہ اندر بالکل غائب ہو گئی تو اس صورت میں بے شک وہ روزے جاتے رہے جتنے روزوں میں ایسا ہوا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا مثلاً دوا کسی کپڑے میں باندھ کر یا بتی بنا کر فرج میں اس طرح رکھی کہ کپڑے یا بتی کا ایک سرا باہر رہا بتی، کپڑا بالکل فرج داخل میں غائب نہ ہوا اگرچہ فرج خارج میں غائب ہو گیا ہو تو اس صورت میں روزے نہ گئے مگر جب کہ دوا کا کوئی حصہ کپڑے سے چھن کر بتی سے چھٹ کر فرج داخل کے اندر گر گیا ہو۔ یا دوا اتنی تر تھی کہ کپڑے سے فرج داخل میں ٹپکی یا بتی سے اس کی تری چھٹ کر فرج داخل میں لگی ہو۔ یوہیں دایہ نے یا خود اپنے آپ بتی یا کپڑے کی

کی پوٹلی رکھی تو اس طرح تھی کہ فرج داخل میں بالکل غائب نہ کر دی تھی ایک حصہ باہر رکھا تھا مگر حرکت سے خود وہ بتی یا کپڑا جو فرج داخل کے باہر تھا اندر سرک گیا بالکل غائب ہو گیا تو بھی روزہ جاتا رہا۔ ردالمحتار[1] میں ہے۔ ما دخل فی الجوف ان غاب فیہ فسد وھو المراد بالاستقرار وان لم یغب بل بقی طرف منہ فی الخارج او کان متصلا بشئ خارج لایفسد لعدم استقرارہ۔

اگر صورت ایسی ہی واقع ہوئی ہو کہ روزے جاتے رہے ہوں تو فقط قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ فان الکفارۃ فی الافطار الکامل صورۃ ومعنی ولم یوجد فی ھذہ الصورۃ۔ بدائع[2] امام ملک العلماء میں ہے۔ اما وجوب الکفارۃ فیتعلق بافساد مخصوص وھو الافطار الکامل بوجود الاکل او الشرب او الجماع صورۃ ومعنی متعمدا من غیر عذر مبیح ولا مرخص ولا شبہۃ الاباحۃ ونعنی بصورۃ الاکل والشرب ومعناھا ایصال ما یقصد بہ التغذی او التداوی الی جوفہ من الفم لان بہ یحصل قضاء شھوۃ البطن علی سبیل الکمال ونعنی بصورۃ الجماع ومعناہ ایلاج الفرج فی القبل لان کمال قضاء شھوۃ الفرج لایحصل الا بہ۔ عالمگیریہ[3] میں ہے۔ من احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ دھنا افطر ولا کفارۃ علیہ ھکذا فی الھدایۃ۔ خانیہ[4] میں فرمایا۔ الحقنۃ توجب القضاء وان کان لبنا لایثبت الرضاع وکذا السعوط والوجور والقطور فی الاذن اما الحقنۃ والوجور فلانہ وصل الی الجوف ما فیہ صلاح البدن وفی القطور والسعوط لانہ وصل الی الرأس ما فیہ صلاح البدن وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی السعوط والوجور والحقنۃ الکفارۃ لانہ وصل الی الجوف ما فیہ صلاح البدن فکان بمنزلۃ الاکل والصحیح ھو الاول لان الکفارۃ موجب الافطار صورۃ ومعنی ولم یوجد۔

پھر اگر کفارہ واجب بھی ہوتا کہ قول امام ابو یوسف اختیار کیا جاتا تو بھی ایک ہی کفارہ اس صورت میں لازم ہوتا جب کہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں اور اب تک کفارہ دیا بھی نہیں۔ عالمگیریہ[5] میں ہے۔ لو جامع مرارا فی ایام من رمضان واحد ولم یکفر کان علیہ کفارۃ واحدۃ ولو جامع وکفر ثم جامع علیہ کفارۃ اخری فی ظاھر الروایۃ کذا فی فتح القدیر۔ خانیہ میں ہے۔ اذا افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر کان علیہ کفارۃ واحدۃ۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر دو رمضانوں کے روزے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ دینا ہوگا جبکہ اب تک کفارہ نہ دیا ہو کہ کفارات حدود کی طرح بالشبہہ ساقط ہو جاتے (ہیں) تو متداخل بھی ہوں گے۔ بعض نے

---

[1] ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۹۵ مطبوعہ مصر۔ [2] بدائع جلد ۲ ص ۹۷ مطبوعہ کراچی پاکستان [3] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ بیروت

[4] خانیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۱۰ مطبوعہ بیروت [5] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۱۵ بیروت

تو یہاں تک فرمایا ہے کہ جب تک ایک کفارہ نہ دیدے دوسرا واجب ہی نہ ہوگا بوجہ تداخل سبب اور بعض نے فرمایا کہ دوسرا واجب ہوکر ساقط ہوجائے گا ہاں اگر پہلے کا کفارہ دے دیا تو چونکہ اب اجتماع نہ ہوا تو تداخل نہ ہوگا درمختار[1] مسائل شتّی میں ہے۔ افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم۔ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ فعلیہ کفارۃ واحدۃ لان الکفارۃ تسقط بالشبھۃ فتتداخل کالحد مجتبی ثم قال واختلف فی التداخل فقیل لاتجب الثانیۃ لتداخل السبب وقیل تجب ثم تسقط فاما اذا کفر الاول فلا اجتماع فلا تداخل قولہ ولو فی رمضانین لو وصلیۃ واشار الی ان التقیید برمضان واحد بخلاف الصحیح وھو روایۃ عن محمد قال فی المجتبی واکثر مشایخنا قالوا الاعتماد علی تلک الروایۃ والصحیح انہ یکفیہ کفارۃ واحدۃ لاعتبار معنی التداخل۔

ہمارے اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ روزے کی حالت میں دایہ کا علاج باحتیاط تمام ہوسکتا ہے کہ جو دوا تر یا خشک پوٹلی یا بتی میں یا ویسے ہی کوئی ایسی دوا جو رکھی جاسکے اس طرح رکھی جائے کہ ایک سرا فرج داخل کے باہر رہے بالکل اندر نہ غائب کردی جائے اور اس کا بھی اطمینان ہو کہ جرم دوا چھن کر یا ٹپک کر یا چھٹ کر فرج داخل میں نہ رہ جائے یوہیں یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس صورت میں کفارہ کا حکم صحیح نہیں اور کفارہ دینا بھی ہوتا تو ایک ہی لازم ہوتا۔ باقی رہا یہ کہ کفارہ کیا ہوتا اور نقد بھی دیا جاسکتا یا نہیں۔ کفارۂ فطر صوم اور کفارۂ ظہار ایک ہی ہے کہ باندی یا غلام آزاد کرے وہ غلام مسلمان ہو خواہ کافر۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے ہر ایک کو ایک صاع تمر یا شعیر یا نصف صاع حنطہ جس وقت کفارہ ادا کرے گا اس کی اس وقت کی حالت کا اعتبار ہوگا وقت وجوب کفارہ کا حال معتبر نہ ہوگا۔ عالمگیریہ[2] میں ہے۔ کفارۃ الفطر وکفارۃ الظہار واحدۃ وھی عتق رقبۃ مومنۃ او کافرۃ فان لم یقدر علی العتق فعلیہ صیام شہرین متتابعین وان لم یستطع فعلیہ اطعام ستین مسکینا کل مسکین صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من حنطۃ وانما یعتبر حال المکفر فی جمیع الکفارات وقت الاداء لاوقت وجوبہا الخ کذا فی الخلاصۃ۔ بدائع[3] میں ہے۔ روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال من افطر فی رمضان متعمدا فعلیہ ما علی المظاھر وعلی المظاھر الکفارۃ بنص الکتاب فکذا علی المفطر متعمدا۔

یہاں باندی غلام کہاں جنھیں آزاد کرنے پر قدرت ہو جب اس پر قدرت نہیں تو پے در پے دو ماہ کے بے فصل روزے اس پر لازم جس نے بے وجہ مقبول شرع قصدًا روزہ اس طرح توڑا جس میں کفارہ

[1] درمختار جلد ۲ صفحہ ۴۳۲ بیروت [2] جلد اول صفحہ ۲۱۵ [3] بدائع جلد ۲ صفحہ ۹۸ مطبوعہ کراچی پاکستان

لازم۔ ہاں روزہ بوجہ ضعف وناطاقتی پیرانہ سالی کہ شیخ فانی کی حد کو پہونچ چکا ہو یا ضعف ایسے مرض سے ہو جن کے دفع کی امید نہ ہو۔ بہر صورت طاقت طاق ہو اور بظاہر اسباب امید عود نہ ہو سکے۔ پے در پے روزے نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے اگر کوئی عاجز نہ ہو روزے پے در پے دو ماہ بے فصل رکھ سکے اور روزے نہ رکھے تو ساٹھ مسکین نہیں اگر ساٹھ ہزار مساکین کو کھانا دے گا کفارہ ادا نہ ہوگا۔ جس صورت میں مساکین کو کھانا دینے سے کفارہ ادا ہو جائے گا اس صورت میں وہ چاہے ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے چاہے گیہوں دیدے فی کس پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر بریلی کی تول سے یا جو ساڑھے تین سیر ایک روپیہ بھر اوپر یا ایک ہی آدمی کو ساٹھ دن شب و روز پیٹ بھر کھانا دے یا چاہے قیمت دے دے۔ در مختار میں ہے۔

هی تحریر رقبة ..... فان لم یجد ما یعتق (صام شهرین ولو ثمانیة وخمسین) بالهلال والا فستین یوما متتابعین ...... فان افطر بعذر او بغیره استونف الصوم لا الاطعام .... (فان عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برؤه او کبر اطعم ستین مسکینا) ولو حکما (کالفطرة) قدرا (او قیمة ذلک) وان غداهم وعشاهم واشبعهم جاز کما لو اطعم واحدا ستین یوما) لتجدد الحاجة اھ ملتقطا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر کہنہ از مکان مصطفےٰ علی خاں بریلی

اگر کسی شخص کے خون میں بہت زیادہ گرمی ہے اگر وہ روزہ رکھتا ہے تو اس کو بہت نقصان بڑھ جاتا ہے جس سے خون اور بدن اور زیادہ خراب ہو جائے گا تو ایسی صورت میں کیا کرے اور اگر اس شخص پر پہلے قضا کے بھی روزہ رکھنا واجب ہیں اور علاوہ اس کے آئندہ روزہ رکھنا ہیں تو ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ کیا ایک آدمی کو روزانہ کھانا کھلانے سے اپنے پچھلے روزوں کا کفارہ ہو سکتا ہے یا ایک سیر کچھ چھٹانک جیسا کہ دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ پر کفارہ ہو سکتا ہے یا کوئی اتنا غریب ہے کہ وہ تعداد دا نہیں کر سکتا تو اس شکل میں ایک آدمی کو کھانا روزانہ کھلانے سے کفارہ ہو سکتا ہے۔ روزہ رکھنے کی شکل میں انتہائی تکلیف ہوتی ہے جس سے خون اور بدن دونوں کو سخت نقصان پہونچتا ہے جس سے بدن بگڑ جائے گا ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

الجواب۔ جب واقعی روزہ سے نقصان کا اندیشہ صحیح ہو جو تجربہ یا حکیم حاذق غیر فاسق کے یہاں سے معلوم ہو تو قضا کی رخصت ہوگی۔ اگر پچھلے اور ان روزوں کا جواب قضا کرے فدیہ دے اچھا ہے مگر جب صحیح تندرست ہو جائے تو پھر قضا ادا کرے فقط ایک آدمی کو کھانا کھلانے سے فدیہ ادا نہ ہوگا کہ روزے کا فدیہ

بریلی کی تول سے (گیہوں) پونے دوسیر اٹھنی بھر اوپر کے ہوں فی روزہ ہے۔ اتنا فی روزہ دے خواہ ایک کو خواہ چند کو تقسیم کردے واللہ تعالیٰ اعلم عالمگیری میں ہے۔ المریض اذا خاف علی نفسہ التلف او ذھاب عضو یفطر بالاجماع۔ وان خاف زیادۃ العلۃ وامتدادہ فکذلک عندنا وعلیہ القضاء اذا افطر کذا فی المحیط ثم معرفۃ ذلک باجتہاد المریض غیر مجرد الوھم بل ھو غلبۃ ظن عن امارۃ او تجربۃ او باخبار طبیب مسلم غیر ظاھر الفسق کذا فی فتح القدیر والصحیح الذی یخشی ان یمرض بالصوم فھو کالمریض ھکذا فی التبیین۔ اگر مرض برابر رہے یہاں تک کہ موت آجائے اس صورت میں قضا لازم ہی نہ ہوگی ورنہ اتنے دن کی لازم ہوگی جتنے دن صحت کے وقت موت تک ملیں گے۔

اس صورت میں کہ مریض صحت پائی اور قضا نہ کی کہ موت کی گھڑی آئی۔ لازم ہے کہ وصیت فدیہ کرے اس کے ولی پر لازم ہوگا کہ جتنے دن کے روزوں کی قضا اس کے ذمہ لازم ہے ہر ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں وہی پونے دوسیر اٹھنی بھر اوپر دے یا ایک صاع جو وغیرہ اگر مرنے والے نے وصیت نہ کی اور وارث اس کی طرف سے تبرعًا دے تو یہ بھی جائز ہے مگر بے وصیت ورثہ پر لازم نہ ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے۔ لو فات صوم رمضان بعذر المرض او السفر واستدام المرض والسفر حتی مات لاقضاء علیہ لکنہ ان اوصی بان یطعم عنہ صحت وصیتہ وان لم تجب علیہ ویطعم عنہ من ثلث مالہ فان برئ المریض او قدم المسافر وادرک من الوقت بقدر ما فاتہ فیلزمہ قضاء جمیع ما ادرک فان لم یصم حتی ادرکہ الموت فعلیہ ان یوصی بالفدیۃ کذا فی البدائع ویطعم عنہ ولیہ لکل یوم مسکینا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او صاعا من شعیر کذا فی الھدایۃ فان لم یوص وتبرع عنہ الورثۃ جاز ولا یلزمھم من غیر ایصاء واللہ تعالیٰ اعلم۔

غریب ہے کہ روز نصف صاع گندم نہیں دے سکتا تو جتنے پر قادر ہو اتنا دے جب نصف صاع گیہوں دیگا ایک روزے کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ فدیہ دینے پر قدرت رکھے اور ایک ساسب کا دے دے تو بھی ہو سکتا ہے اور موخر کرے کہ رمضان کے بعد قدرت پائے دے دے یہ بھی ہو سکتا ہے یوں ہی باقساط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بریلی محمد جان پنجابی مورخہ ۲۵ رمضان ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک دوست عرصہ سے باہر تھا اتفاق سے ملاقات ہوئی آپس میں خوشی وخرمی کے ساتھ مصافحہ ومعانقہ کئے غلبۂ محبت اس قدر

لہ ۲ عالمگیری جلد ا ص ۲۰۷ مطبوعہ بیروت

بڑھا کہ زید بے خود ہوگیا اور فوراً انزال ہوگیا بحالت روزہ زید کہتا ہے کہ میرا کوئی خیال فاسد نہ تھا جب یہ واقعہ ہوا تو متحیر ہوگیا آیا زید اور اس کے دوست پر کفارہ ہے یا نہیں۔ روزہ میں خرابی آئی یا نہیں زید اس کے دوست دونوں غریب و مفلس ہیں اور بیمار بھی ہیں خلاصہ حکم شرع ارشاد فرمائیں۔

الجواب۔ اس صورت میں جسے مصافحہ یا معانقہ سے انزال ہوگیا اس کا روزہ فاسد ہوگیا اس پر اس کی قضا لازم کفارہ کا حکم نہیں اگرچہ مصافحہ معانقہ نہیں بشہوت بوسہ یا مباشرت فاحشہ بھی ہوئی ہو عالمگیریہ[1] میں ہے۔ اذا قبل امرأتہ وانزل فسد صومہ من غیر کفارۃ کذا فی المحیط وکذا فی تقبیل الامۃ والغلام..... والمس والمباشرۃ والمصافحۃ والمعانقۃ کالقبلۃ کذا فی البحر الرائق۔ ہدایہ[2] میں فرمایا۔ وان انزل بقبلۃ او لمس فعلیہ القضاء دون الکفارۃ لوجود معنی الجماع ووجود المنافی صورۃ او معنی یکفی لایجاب القضاء احتیاطا اما الکفارۃ فتفتقر الی کمال الجنایۃ لانھا تندرئ بالشبہات کالحدود۔ فتح القدیر[3] میں ہے۔ قولہ اما الکفارۃ الخ فکانت عقوبۃ وھی اعلی عقوبۃ للافطار فی الدنیا فیتوقف لزومھا علی کمال الجنایۃ ولو قال بالواو کانا تعلیلین وھو احسن ویکون نفس قولہ تفتقر الی کمال الجنایۃ تعلیلا ای لا تجب لانھا تفتقر الی کمال الجنایۃ اذ کانت اعلی العقوبات فی ھذا الباب ولانھا تندرئ بالشبہات وفی کون ذلک مفطر اشبہۃ حیث کان معنی الجماع لا صورتہ فلا تجب۔ عنایہ[4] میں ہے۔ لان الکفارۃ اعلی عقوبات المفطر لا فطارۃ فلا یعاقب بھا الا بعد بلوغ الجنایۃ نہایتھا ولم تبلغ نہایتھا لان ھٰھنا جنایۃ من جنسھا ابلغ منھا وھی الجماع صورۃ ومعنی۔ ہدایہ[5] میں ہے۔ والمباشرۃ الفاحشۃ مثل التقبیل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ جناب فدا حسین صاحب کٹرہ چاند خاں بریلی معرفت رحمت اللہ صاحب۔ ۳۰ ذیقعدہ ۳۵ھ

زید کہتا ہے کہ بروز جمعہ روزہ رکھنا حرام ہے بکر نے دریافت کیا کہ کس وجہ سے روزہ جمعہ کا حرام ہے اور اس کی کیا دلیل ہے تو زید اس کے ثبوت میں بخاری شریف کا حوالہ دیتا ہے کہ یہ صحیح بخاری شریف کی ہے حدیث ہے کہ روزہ جمعہ کا حرام ہے تو زید کا یہ دعویٰ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو از روئے شریعت کیا حکم ہے فقط

الجواب۔ زید محض غلط کہتا ہے اپنی طرف سے من گڑھت باطل فتویٰ دیتا ہے وہ بخاری کی وہ حدیث دکھائے جس کا یہ مطلب اس کے نزدیک ہے کہ جمعہ کا روزہ حرام ہے۔ حدیث میں جمعہ کے روزہ کے لئے خاص کردینے سے نہی وارد ہوئی ہے ہر نہی نہی تحریم نہیں ہوتی حدیث میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ قال[6] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الا

[1] عالمگیریہ جلد اص ۲۰۳ مطبوعہ بیروت [2] ہدایہ جلد اص ۱۷۱ اشرفی بکڈپو [3] فتح القدیر جلد ۲ ص ۶۹ مطبوعہ مصر [4] [5] [6] مسلم جلد اول ص ۳۶۰

ان یصوم قبلہ او یصوم بعدہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ
بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم
اس نہی تخصیص کی چند وجوہ علماء نے ذکر فرمائیں (۱) اقامتِ وظائف واوراد جمعہ سے ضعفِ صوم مانع ہوگا (۲)
جمعہ معظم ایام ہے اس کی تعظیم میں مبالغہ کے خوف سے ممانعت فرمائی کہ کہیں مسلمان اس کی تعظیم میں ایسا
مبالغہ کرنے لگیں جیسے یہود تعظیم سبت میں اور نصاریٰ تعظیم یوم احد میں کرتے ہیں (۳) اس خوف سے ممانعت
فرمائی کہ اس کے وجوب کا اعتقاد نہ کرنے لگیں (۴) روز جمعہ روز عید ہے خود حدیث میں ہے یوم الجمعۃ
یوم عید کم فلا تجعلوا یوم عید کم یوم صیامکم اس عید کے دن روزہ مناسب نہیں یہی چوتھی وجہ سب
وجوہ سے احسن ہے کہ منطوق حدیث ہے لمعات[1] میں حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔
قولہ (ولا تختصوا) قد ذکروا للنہی عن تخصیص یوم الجمعۃ بصوم وجوھا الاول انہ نہی عن صومہ
لئلا یحصل لہ ضعف یمنعہ عن اقامۃ وظائف الجمعۃ واورادھا والثانی خوف المبالغۃ فی تعظیمہ
فیفتتن کما افتتن الیہود بالسبت والنصاریٰ بالاحد والثالث ان سبب النہی خوف اعتقاد وجوبہ و
الرابع ان یوم الجمعۃ یوم عید فلا یصام فیہ وقد ورد یوم الجمعۃ یوم عید کم فلا تجعلوا یوم عید کم
یوم صیامکم وھذا الوجہ احسن الوجوہ لانہ منطوق الحدیث اھ مختصرًا واللہ تعالٰی اعلم۔

کتابُ الحج

حج کا بیان

مسئلہ۔ ازشہر محلہ گھیر مولوی مسئولہ شفیع احمد صاحب ۱۶ شوال ۵۶ھ
ایک شخص حج کو گئے عرفات شریف سے واپس جب منٰی میں آئے تو قربانی وسر منڈا کے کپڑے پہن
لئے رات میں کسی قسم کا خواب وغیرہ نہیں ہوا لیکن فجر کی نماز کو جب سوکر اٹھے تو پائجامہ میں تری پائی پائجامہ
تبدیل کرکے اپنے جسم کو دھولیا جہاں پر شک تھا لیکن غسل وغیرہ کچھ نہیں کیا صرف وضو کرکے نماز پڑھادی
اب تیرہ ۱۳ تاریخ کو مکہ معظمہ میں آگئے۔ طواف وغیرہ کرلیا اور اب تک غسل وغیرہ نہیں کیا تھا بعدہٗ دس یوم کے

[1] برحاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹ مطبوعہ رشیدیہ دہلی، [2] مسلم شریف جلد اول ص ۳۶۱

مدینہ طیبہ کو روانگی ہوئی مدینہ طیبہ سے مشرف ہو کر حاجی اپنے مکان پر آگیا اب عرض یہ ہے کہ حج میں کسی قسم کی کوئی خرابی تو واقع نہیں ہوئی حاجی مذکور نہایت فکرمند ہے جواب باصواب سے مشرف فرمائیے مکرر سعی کر کے عرفات شریف گئے تھے۔

الجواب۔ اگر اس شخص کو یقین تھا کہ یہ تری منی ہے تو اتفاقاً اور اگر شک تھا تو بھی امام اعظم و امام محمد کے نزدیک اس پر غسل واجب تھا جب اس نے بے غسل کے طواف فرض کیا اس پر اس کا اعادہ لازم ہے اگر نہ جائے اور بدنہ بھیج دے اونٹ یا گائے تو اس سے بھی بری الذمہ ہو جائے گا بدنہ بھیج دینا کافی ہوگا مگر خود جا کر اعادہ افضل ہے۔ عالمگیری[1] میں ہے۔ ان رأی بللا الا انہ لم یتذکر الاحتلام فان تیقن انہ ودی لا یجب الغسل وان تیقن انہ منی یجب الغسل وان تیقن انہ مذی لا یجب الغسل وان شک انہ منی او مذی قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجب الغسل حتی یتیقن بالاحتلام وقال یجب ھکذا ذکرہ شیخ الاسلام۔ اسی میں[2] ہے۔ لو رجع الی اھلہ وقد طاف جنبا یجب ان یعود ویعود باحرام جدید وان لم یعد وبعث بدنۃ اجزأہ الا ان العود ھو الافضل واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۱۵ مطبوعہ بیروت [2] عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۲۴۵ مطبوعہ بیروت

كتاب النكاح

نکاح کا بیان

مسئلہ۔ از بریلی مسئولہ رئیس الدین بریلوی

زید و عمر دو حقیقی بھائیوں کی شادی خالد کی دو لڑکیوں سے ایک ہی وقت میں عمل میں آئی شب کو غلطی سے زید نے عمر اور عمر نے زید کی بی بی سے صحبت کی اب زید و عمر اپنی بیوی کو رکھیں یا نہیں اور ان کا یہ فعل زنا ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ زنا نہ ہوا ایسا حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ مبارک میں بھی واقع ہوا امام نے دونوں بھائیوں سے طلاق دلوا کر جس نے جس سے صحبت کی تھی اس سے اسی کا نکاح کرا دیا یوہیں اب بھی کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح۔ عبدالرضا ریاست رضوی

مسئلہ۔ از بریلی محلہ   مسئولہ   شعبان ۵۱ھ

ایک شخص نے اپنی زوجہ اولیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے دوسری شادی اس طرح پر کی کہ ایک عورت اور خود آپس میں ایجاب و قبول کر لیا اور نہ وہاں کوئی گواہ نہ قاضی صرف عورت و مرد اور دوسرا کوئی نہیں بعد دو ماہ کے پھر چند شخصوں کے سامنے عورت نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اذن دیا اور اب بھی اذن دیتی ہوں اب مرد نے کہا کہ مجھے منظور ہے میں قبول کرتا ہوں غرض اس مرتبہ میں شاہدین بھی موجود تھے صرف قاضی نکاح خواں نہ تھا آیا ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نا جائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مسلمہ کے نکاح میں آزاد عاقل بالغ سامع فاہم جو ایجاب و قبولِ نکاح کو سنیں اور سمجھیں ایسے دو گواہوں کا حضور شرط صحت نکاح ہے وہ نکاح نہ ہوا کہ تنہا مرد و عورت نے ایجاب و قبول کیا دوبارہ جو چند لوگوں کے سامنے کہا وہ صرف اتنا کہ اب بھی اذن دیتی ہوں مرد نے کہا قبول کرتا ہوں اولاً

تو یہ کچھ نہیں کہ کس بات کا اور کسے اذن دیتی ہوں مرد کسے قبول کرتا ہے پھر اذن دینا اپنے نکاح کا کسی کو وکیل بنانا ہے کہ فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح مؤکلہ کردے وکیل وکالۃً ایجاب کرتا ہے ہونے والا شوہر قبول، تو اذن دیتی ہوں کا حاصل توکیل ہوا اور مرد کا قبول قبول وکالت نہ قبول نکاح تو سرے سے ایجاب وقبول ہی غائب اس صورت میں شاہد موجود ایجاب وقبول ندارد پہلی صورت میں ایجاب وقبول تھے شہود مفقود کہیں رکن غائب کہیں شرط۔ اور نکاح موجود بھلا یہ کیونکر ممکن جب رکن یا شرط ہی نابود تو شئے کا کہاں وجود؟ اور اگر اذن دیتی ہوں کا مطلب یہی لے لیا جائے کہ نکاح کو جائز کرتی ہوں تو یہاں پہلے نکاح موقوف کہاں جس کے جائز کرنے کا زبردستی ادعا ہو سکے بہرحال نکاح نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مسئولہ عبدالمجید صاحب

الاستفتاء فی حضرات الکرام العلماء الغر المحجلین فی اللیلۃ الظلماء الذین ھم مقتبسون انوار مشکوٰۃ النبوۃ بکرم سید الانبیاء فما قولکم دامت بدور ھدایاتکم علی ذلک الھدایۃ ساطعۃ وشموس کراماتکم علی سماء الشراقۃ بازغۃ باتفاق الاراء لجمع العظام الفقہاء اکرمھم اللہ بھم ذو الآلاء فی ھذہ الصورۃ وتلک المسألۃ لازلتم مقتفی اثار سید المرسلین یلجماعۃ سادۃ المسلمین وبدرۃ المؤمنین۔

زید کی نابالغ لڑکی کا نکاح تین برس کی عمر میں زید کے والد نے بلا اجازت وشرکت زید کر دیا حالانکہ زید موجود تھا مگر نکاح کے وقت گھر میں نہ تھا بعد نکاح گھر میں آیا تو خبر نکاح پر محض سکوت سے زید نے کام لیا حاصل مرام زید کو اس عقد سے کوئی موافقت نہ تھی اور نہ ہے اور اس کی اجازت اس کے ہوتے ہوئے نہیں لی گئی اب لڑکی حد بلوغ کو پہونچی اور وہ بھی بذات خود اس عقد سے بیزار ہے تو اب آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں بصورت اول زید کی لڑکی کو خیار فسخ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ باپ کے ہوتے دادا ولی نہیں دادا نے جو نکاح نابالغہ بے اجازت پدر نابالغہ کیا وہ نابالغہ کے باپ کی اجازت پر موقوف ہوا اگر جائز کردے جائز ہو جائے گا اور رد کردے گا تو باطل مگر سوال کی یہ عبارت کہ "لڑکی حد بلوغ کو پہونچی اور وہ بھی بذات خود اس عقد سے بیزار ہے" یہ بتاتی ہے کہ باپ نے بھی اس عقد سے اظہار نفرت وبیزاری کیا اور لڑکی نے بھی اگر باپ نے اس کا اظہار کیا تھا تو وہ نکاح جب ہی باطل ہو گیا تھا اور اگر ایسا نہیں ہوا تو لڑکی کے بلوغ تک اس کی اجازت پر موقوف تھا لڑکی کے بالغ ہوتے ہی اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا لڑکی نے اگر خبر نکاح پا کر اس کے جواز کا کوئی قول یا فعل نہ کیا

تھا بلکہ نفرت وبیزاری ظاہر کی تو اب باطل ہو گیا اس قول یا فعل کے بعد پھر اگر صریح رضامندی بھی دیدی ہو تو لغو وبے کار ہے۔

درمختار[1] میں ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ فتح القدیر[3] میں ہے یتوقف علی اجازۃ الولی فی حالۃ الصغر فلو بلغ قبل ان یجیزہ الولی فاجازہ بنفسہ نفذ ولا ینفذ بمجرد بلوغہ اھ مختصرًا درمختار[2] میں ہے استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجائۃ السماع طحطاوی میں ہے ای فیحتمل انہا نفرت من النکاح عند اعلامہا بہ فیبطل العقد ولا یلحقہ الرضا عبارت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ زید شہر یا محلہ میں موجود تھا اور اس کی بے اجازت نکاح کر دیا گیا مگر ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شہر میں موجود نہ ہو کہیں سفر پر گیا ہوا ہو اور غائب بغیبت منقطعہ ہو تو یہ نکاح جو دادا نے کیا لازم ہو گیا اگرچہ غیر کفو سے اسے غیر کفو جانتے ہوئے یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا ہو جب کہ اس صورت میں دادا معروف بسوء اختیار یا بحالت نشہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد عبدالحق غفرلہ۔

زید اپنے مکان پر قاضی کو بلاتا ہے اور دو تین آدمیوں کو ان تین اشخاص میں سے ایک زید کا حقیقی بہنوئی ہے اور دوسرا بہنوئی کا ماموں زاد بھائی ہے اور یہ دونوں بھائی آپس میں ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک ہی کام کرتے ہیں اور ایک ہی جگہ کھانا کھاتے ہیں تیسرا شخص زید کے احباب میں ہے مگر رشتہ میں غیر ہے زید کے پڑوس میں ایک عورت مسماۃ ہندہ جو صاحب جائداد ہے اور زید کی رشتہ کی بھاوج بھی ہوتی ہے ہوتی تھی زید اور مسماۃ ہندہ کے مکانوں کا ایک ہی قطعہ ہے ایک ہی راستہ ہے صرف اپنی اپنی کوٹھریوں میں رہتا ہے اور اپنا اپنا کام کرکے علیحدہ کھانا پینا ہے قاضی زید کا نکاح پڑھاتا ہے وکیل اور گواہوں سے معلوم کرکے آیا ہندہ نے کہا ہے کہ میرا نکاح زید کے ساتھ کردو وکیل اور گواہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے ہندہ نے اقرار کیا ہے کہ میرا نکاح زید کے ساتھ کردو قاضی یہ معلوم کرکے نکاح پڑھاتا ہے اور یہ واقعہ رات کے دس بجے کا ہے اور موسم بھی سخت سردی کا ہے مسماۃ ہندہ اپنی کوٹھری میں ہے اور یہ واقعہ زید کی کوٹھری میں ہے۔

مسماۃ ہندہ کو دو ہی ایک منٹ میں پتہ چلتا ہے کہ میرا نکاح پڑھایا گیا ہے اور تین چار آدمی جمع ہیں چھوہارے وغیرہ تقسیم ہو رہے ہیں اور یہ تین چار آدمی وہی قاضی وکیل اور گواہ اور دو ایک پاس پڑوس کے

[1] درمختار جلد ۲ صفحہ ۸۱ مطبوعہ مصر [2] درمختار جلد ۳ صفحہ ۹۶ مطبوعہ مصر [3] فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ پشاور

ہیں تو ہندہ مذکور روتی ہوئی اور شور کرتی ہوئی تھانہ جاتی ہے اور رپورٹ کرتی ہے کہ میرا نکاح جبریہ اور فرضی پڑھایا گیا ہے میں اس نکاح سے خوش نہیں ہوں نہ میں نے اقرار کیا ہے نہ اس سے پہلے مجھ کو علم تھا کہ میرے ساتھ یہ کارروائی کی جائے گی بعد کر دینے رپورٹ کے ہندہ نے وہ مکان مسکونہ قطعاً چھوڑ دیا اور بجائے اس کے دوسرے مکان میں جو وہاں سے زیادہ عرصہ پر ہے اور زید کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے سکونت اختیار کر لی اس واقعہ کے تین چار ماہ بعد زید نے مسماۃ ہندہ پر عدالت میں دعویٰ کیا کہ میرا نکاح ہندہ سے ہو گیا ہے اور میرے گھر میں نہیں آتی ہے عدالت نے ہندہ کو طلب کر کے زید کے بیان لئے بعد بیان ہندہ کے اور فوراً زید کا دعویٰ خارج کر دیا عدالت نے وکیل گواہ قاضی وغیرہ کو نہیں سنا محض ہندہ کی رپورٹ اور فریقین کے بیان پر خارج کر دیا اس واقعہ کو گذرے ہوئے دو سال ہو گئے ہندہ اسی وقت سے اب تک انکاری ہے اور نہ اس مکان میں جو ہندہ کو اپنے شوہر سے ترکہ میں ملا تھا جو زید کے پڑوس میں ہے جہاں قبل از واقعہ رہتی تھی آج تک گئی بلکہ اپنے شوہر متوفی کی ماں کے پاس جو دوسرے ایک معمر شخص کے نکاح میں ہے رہنے لگی آیا ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا

نوٹ۔ فتویٰ پر حضرت مولانا کے دستخط ہوں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ جن صاحب کے اطمینان کی غرض سے منگایا جا رہا ہے انھوں نے کہا ہے کہ میں حضرت والا کے دستخط یا مہر ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں۔

الجواب۔ اگر شہود کے ایسے بیان سے جو قابل قبول شرع ہو ثابت ہو کہ عورت نے زید کے ساتھ اپنے نکاح کی اجازت دی اور یوں ان کا نکاح ہوا تو عورت کا انکار بے سود ہے نکاح نافذ اور لازم ہونے کا حکم ہوگا جبکہ وہ گواہ ایسے ہوں جن کی شہادت قابل قبول شرع ہو بہنوئی کا بھائی بلکہ بہنوئی ہونا رد شہادت کی وجہ نہیں ہو سکتا اور اگر فی الواقع عورت نے اجازت نہیں دی زید نے بے بنیاد دعویٰ نکاح کیا اور گواہوں نے جھوٹی شہادت دی تو یہ سب سخت عظیم گناہ کے مرتکب حق اللہ حق العبد میں گرفتار ہوں گے اور عذاب نار کے مستحق، مگر عورت تسلیم نفس پر مجبور نہ کی جائے گی ایسی صورت میں جب کہ عورت بتاتی ہے کہ ہرگز اس نے نکاح نہ خود کیا نہ کسی کو وکیل کیا نہ فضولی کا کیا ہوا نکاح قبول کیا عورت کو چاہیے کہ یا تو مجبوراً ظالم زید سے عقد پر راضی ہو جائے اور اس سے عقد کرے یا کچھ دے کر اس سے خلاصی حاصل کرلے بے نکاح اپنے نفس پر اسے اگر قابو دے گی تو گنہگار ہوگی یا اس سے نکاح کرے یا اس سے بھاگے اور اپنی گلو خلاصی کے لئے اس کو کچھ دے کر راضی کرلے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری غفرلہ [مُہر] سوال اور زید کے بیان سے معلوم ہوا کہ گواہ فاسق و فاجر ہیں نماز کے پابند نہیں ہفتوں کی نماز غائب کرتے ہیں سود خوار ہیں داڑھی مطابق شریعت نہیں رکھتے اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایسوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی ان کی شہادت سے کوئی امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچ سکتا اس صورت میں عورت تسلیم نفس پر ہرگز مجبور نہیں کی جاسکتی ہاں اگر وہ غلط انکار کرتی ہے تو گنہگار اور شدید گنہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا خاں قادری غفرلہٗ

مسئلہ۔ زید کی بیوی ہندہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام زبیدہ ہے جب مسماۃ زبیدہ سن بلوغ کو پہونچی زید نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا کچھ دنوں کے بعد زید کی بیوی کا انتقال ہوا پھر زید نے مسماۃ کلثوم کے ساتھ نکاح کر لیا چند سال کے بعد زید کا بھی انتقال ہو گیا اب دریافت طلب اس امر کا ہے کہ عمرو کا نکاح زبیدہ کی موجودگی میں مسماۃ کلثوم کے ساتھ درست ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل وتوجروا بالاجر۔

الجواب۔ کلثوم زبیدہ کی سوتیلی ماں ہے عمرو کی سوتیلی ساس ہے عمرو کا کلثوم سے بموجودگی زبیدہ نکاح ہو سکتا ہے کوئی حرج نہیں قرآن عظیم میں محرمات کا بیان فرما کر ارشاد فرمایا واحل لکم ما وراء ذلکم[۲] ان مذکورات کے سوا جو ہیں تمہارے لئے حلال ہیں مذکورات میں سوتیلی ساس نہیں رہا یہ کہ کلثوم کی موجودگی میں کر سکتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ جمع ان دو عورتوں میں ناجائز ہے جن میں سے جس کسی ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس پر حرام ہو جیسے بہنیں خالہ بھانجی پھوپھی بھتیجی محیط پھر عالمگیریہ[۱] میں فرمایا والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احداھما من ای جانب ذکرا لم یجز النکاح بینھما برضاع او نسب لم یجز الجمع بینھما ھکذا فی المحیط فلا یجوز الجمع بین امرأۃ وعمتھا نسبا او رضاعا وخالتھا کذلک ونحوھا ویجوز بین امرأۃ وبنت زوجھا فان المرأۃ لو فرضت ذکرا حلت لہ تلک البنت بخلاف العکس بیٹی اور سوتیلی ماں میں یہ نہیں کہ جس کسی کو مرد فرض کریں دوسری اس پر حرام ہو بیٹی کو اگر مرد فرض کرتے ہیں جب تو اس کی سوتیلی ماں ہے اس پر حرام ہوتی ہے کہ وہ اس کے باپ کی موطوءہ ہے اور اگر سوتیلی ماں کو مرد فرض کرتے ہیں تو یہ اس پر حرام نہیں ٹھہرتی اور ابھی عبارت عالمگیریہ میں یہ صورت گذری ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی ان دونوں کا جمع جائز ہے کہ اگر عورت کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ لڑکی اس کے لئے حلال ٹھہرتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] عالمگیریہ جلد ا صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ بیروت۔ [۲] پ ۵ سورۂ نساء آیت ۲۴

مسئلہ۔ سیدزادی کا عقد غیر کفو میں عجمی خواندہ یا ناخواندہ کے ساتھ جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو کیا یہ عقد اہل بیت کی ہتک اور بے حرمتی کا باعث نہیں ہے۔

الجواب۔ سیدزادی جو بالغہ ہو اس کا عقد غیر کفو سے جو خواندہ ہو یا ناخواندہ باذن صریح ولی جائز ہے جو اسے غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اجازت دے۔ اگر سیدہ بے رضائے صریح ولی خود عقد کرلے گی یا غیر کفو کا غیر کفو ہونا ولی کو معلوم نہ تھا اس لئے اس نے اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں بروایت حسن مختار للفتویٰ بوجہ فساد زمان یہی حکم ہوگا کہ عقد اصلا ہوگا ہی نہیں یفتی[1] فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا لفساد الزمان کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار۔ یونہیں نابالغہ کا غیر کفو سے نکاح اس صورت میں جائز ہوگا کہ اس کے باپ اور وہ نہ ہو تو دادا نے اس غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اس سے اس کا نکاح کردیا مگر شرط یہ ہے کہ اب وجد معروف بسوء اختیار نہ ہوں یعنی اس سے پہلے کبھی ایسا عقد نہ کرچکے ہوں۔ اور اگر وہ معروف بسوء اختیار ہوں یا ان کے علاوہ کسی اور ولی نے ایسا عقد کیا یا اب وجد کو غیر کفو کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا تو یہ عقد اصلاً نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں عرفی ہتک ضرور ہوگی مگر اس کا اعتبار عند الشرع جب ہی ہوگا اولیاء اس کی بنا پر راضی نہ ہوں اور اگر وہ راضی ہوں تو شرع خواہ مخواہ اس کا اعتبار نہیں فرماتی کفارت کا اعتبار برائے حق اولیاء ہی ہے جب وہ خود دست بردار ہوتے ہیں تو شریعت لازم نہیں کرتی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں ایسا عالم جس کی قلوب میں عزت ووقعت ایسی جم گئی ہو کہ اس سے اس سیدہ کا نکاح اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار وبدنامی نہ رہا ہو یا اس کے پہلے پیشہ کو لوگ بالکل بھول چکے ہوں تو وہ بوجہ اپنے علمی وقار اور کمال وقعت کے سیدہ کا کفو ٹھہرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بنارس ہٹیہ مدن پورہ مرسلہ جناب عبد الجبار صاحب حامدی۔

زید نے والدین ہندہ سے یہ شرط ومعاہدہ کیا کہ اگر ہندہ نابالغہ کا نکاح میرے ساتھ کردیجئے تو میں اپنی منکوحہ زوجہ اولیٰ جو کہ کئی سال سے اپنے میکہ بیٹھی ہے اس کو طلاق دے دوں گا اس پر والدین ہندہ نے بمقابلہ چند اشخاص زید کی شرط ومعاہدہ کو قبول ومنظور کرکے ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کے ساتھ کردیا بعد نکاح مشروط کردینے کے زید سے مطالبہ کیا کہ شرط ومعاہدہ پورا کردو جس پر زید نے یہ حیلہ نکالا کہ جب تک ہندہ نابالغہ بلوغیت کو نہ پہونچے گی تب تک شرط ومعاہدہ پورا نہ کروں گا اسی گفت وشنید میں عرصہ دوڈھائی

[1] در مختار مع شامی جلد دوم ص ۳۲۲ مطبوعہ کوئٹہ

سال کا گذر گیا حتی کہ ہندہ قریب زمانہ بلوغیت کو پہونچی تب زید نے عزیزان ہندہ سے کہا کہ ہندہ کو رخصت کرا دو میرے یہاں تاکہ میں ہفتہ عشرہ میں اپنی شرط و معاہدہ کو پورا کر دوں اس پر عزیزان ہندہ نے کہا کہ آپ اسٹامپ ایک تحریر کر دو کہ بعد رخصت ہفتہ عشرہ میں شرط و معاہدہ پورا کر دوں گا اگر شرط و معاہدہ پورا نہ کروں تو ہندہ کا طلاق بائن متصور ہوگا اس جواب پر زید خاموش بیٹھ رہا بعدہٗ جب ہندہ کا زمانہ بلوغیت کاملہ آگیا تب ہندہ بالغہ نے نکاح مشروط کو فسخ و منسوخ کر دیا بمقابلہ چند گواہان کے جو کہ اسی دن زید بدعہد کو خبر بھی دیا اور اس کے مؤیدین والدین ہندہ بھی ہوئے اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ نکاح مشروط بغیر شرط و معاہدہ پورا کئے کامل تھا یا باطل اور ہندہ کا فسخ و باطل کرنا صحیح ہے یا غلط اور زید بدعہد جرم شرعی کا مرتکب ہے کہ نہیں ایسے شخص کی شہادت امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہے اس کے فسخ کا لڑکی کو بالغہ ہو کر اختیار نہیں ملا تھا جس کے سبب وہ اسی کو فسخ کر سکتی وہ لاکھ فسخ کرے فسخ نہ ہوا زید نے وعدہ خلافی کی وعدہ خلافی بداخلاقی ہے اور بری چیز ہے اور اگر وعدہ کرتے وقت بھی دل میں یہ خیال ہو کہ ایسا کریں گے نہیں تو یہ دھوکہ دہی اور فریب ہے اور جھوٹ ہے اس صورت میں گناہ بھی ہے ہاں اگر وعدہ کسی بات پر معلق ہو تو اس صورت میں وفا واجب ہوتی ہے اور وعدہ خلافی گناہ صورت مستفسرہ میں شخص مذکور نے اپنی عورت منکوحہ اولیٰ کے وعدۂ طلاق کو اس شرط پر معلق کیا کہ اس نابالغہ سے اس کا عقد کر دیا جائے اگر ایسا ہوگا تو وہ پہلی منکوحہ کو طلاق دے دے گا اس صورت میں اس وعدہ معلقہ کی وفا البتہ اس کے ذمہ لازم ہوئی جب شرط پوری ہوگئی مگر اب وہ دو بلا میں مبتلا ہے ایک بے قصور و خطا پہلی منکوحہ کو طلاق دینا اور ایک اس وعدہ معلقہ کا وفا نہ کرنا اسے چاہئے کہ اہون کو اختیار کرے من ابتلی ببلیتین فلیختار اھونھما[1] پر عمل کرے اگر وہ عدل پر قادر ہو تو پہلی کو طلاق نہ دے اور اگر قدرت بر عدل نہ رکھتا ہو یا اسے اپنی طبیعت سے عدل نہ کر سکنے کا غالب گمان ہو تو اسے چھوڑ دے ھٰذا ما عندی والعلم بالحقیقۃ عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی کل باب۔

مسئلہ۔ مرسلہ مولوی نجم الحق متعلم دار العلوم منظر اسلام بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

(۱) غیر مقلد سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

[1] الاشباہ والنظائر ص ۹۸ مطبوعہ بیروت

(۲) اگر کچھ لوگوں نے بوجہ اپنی لاعلمی اور عدم توجہ اس کے عقائد باطلہ کے ایک لڑکی کی شادی کردی اب وہ لڑکی غیر مقلدہ ہوگئی تو ایسی صورت میں ان لوگوں پر کوئی جرم شرعی عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) اور غیر مقلدہ سے سلام کلام میل جول نشست و برخاست جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ غیر مقلد اگر صرف غیر مقلد ہی ہو تو گمراہ ہے گمراہ سے شادی کرنا جائز نہیں مگر اگر نکاح کیا تو ہو جائے گا یہاں کے غیر مقلدین صرف غیر مقلد ہی نہیں بلکہ وہابی بددین ہیں جن پر طرح طرح کے الزامات کفر قائم ہیں ان سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا باطل محض ہے یہ ہمارے ہی نزدیک نہیں خود غیر مقلد کے نزدیک بھی کہ وہ مقلد کو مشرک اور تقلید کو شرک جانتا ہے اور مشرک سے وہ نکاح کو حرام و باطل جانتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر لاعلمی میں شادی کی تھی تو اس شادی کرنے کا الزام نہ ہوگا ہاں اگر بعد علم وہ باطل نکاح کو نکاح جانیں گے اور ان دونوں کو زن و شوہر مانیں گے تو ضرور ملزم ہوں گے بعد علم ان پر فرض ہوگا کہ وہ ان دونوں کو اجنبی اور اجنبیہ جانیں ان دونوں میں جدائی کی پوری فوری سعی و کوشش کریں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) ان سے سلام کلام میل جول ربط و ضبط حرام ہے قرآن عظیم میں فرمایا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ۝ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از نور العلوم موضع کمان ضلع مظفر پور مرسلہ مولوی شرف الدین صاحب مدرس مدرسہ، معرفت مولوی نجم الحق متعلم دار العلوم منظر اسلام۔

ہندہ کا جب سے عقد زید سے ہوا زید کے یہاں نہیں گئی عقد قبل بلوغ ہوا بعد عقد زید کو عارضہ جذام لاحق ہوا ہندہ اب بالغہ ہوگئی ہے اپنے نفس پر ڈرتی ہے بوجہ جذام کے زید کے یہاں جانا نہیں چاہتی ہے اس سے فرقت اختیار کرکے دوسرے سے عقد کرنا چاہتی ہے کیا مجتہد علیہ الرحمہ کے قول پر فرقت اختیار کرکے دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے؟

(۲) ضرورت داعیہ کے وقت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر کسی مسئلہ میں فتوٰی دیا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ ہندہ نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا ہے یا غیر ولی نے اگر ولی نے کیا ہے تو وہ اقرب ہوگا یا ابعد بصورت اقرب وہ ولی باپ یا دادا ہوگا یا اس کا غیر اگر غیر ولی نے نکاح کیا یوں ہی اگر ولی ابعد نے بحال قیام ولی اقرب تو وہ نکاح تا بلوغ ہندہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا اگر اس نے تا بلوغ ہندہ جائز یا رد نہ

کیا تھا تو بعد بلوغ ہندہ کی اجازت پر موقوف ہوگیا جائز کردے گی جائز ہوجائے گا رد کردے گی رد ہوجائے گا اس صورت میں ہندہ کو تفریق کرانے کی کیا حاجت ہے اپنے آپ رد کردے فرقت ہوجائے گی اور اگر جائز کردیا تھا تو دیکھا جائے گا کہ وہ باپ یا دادا ہے یا ان کا غیر اگر باپ یا دادا ہے تو وہ نکاح لازم ہوچکا بعد بلوغ عورت کو کوئی اختیار رد نہیں اور اگر وہ باپ یا دادا کا غیر تھا تو وقت بلوغ ہندہ کو خیار ہوا کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئی یا بعد بلوغ جس مجلس میں اس کو اس نکاح کا علم ہوا اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے اور نکاح کو رد کردے اگر ہندہ نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کرلیا وہ دعویٰ تفریق کرسکتی ہے اگرچہ شوہر میں کوئی عیب نہ ہو۔

اسی تقریر سے ان صورتوں کا حکم بھی ظاہر ہوگیا جب کہ باپ دادا نے نکاح کیا ہو۔ یوں ہی اس صورت کا بھی جب کہ باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا ہو یوں ہی بحال قیام اقرب تزویج ابعد کا بھی جس صورت میں یہ نکاح لازم ہوچکا ہو ہندہ کو ہمارے امام سند الائمہ حضرت امام اعظم اور سیدنا امام ابو یوسف کے مذہب مہذب پر ہرگز جذام کی بنا پر عورت کو حق فرقت حاصل نہیں یہی مذہب مرجح اور اسی پر معتمد علماء کا اتفاق واطباق ہے یہی مذہب مؤید اور معتمد ہے تنویر الابصار میں ہے لایتخیر احد الزوجین بعیب الاٰخر ولو فاحشا امام قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح ولاترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت الزوجۃ زوجھا مجنونا او بہ جذام او برص لیس لہا حق الفرقۃ۔ بے ضرورت ملجئہ مقبول عند الشرع اس مذہب امام سے عدول ناجائز و ناروا اگر واقعی ضرورت ہو ضرورت کا ادعا رنفس کا اتباع اور مکر و خداع نہ ہو تو امام محمد کے مذہب پر عمل کی اجازت ہوسکتی ہے اپنے آپ فرقت نہیں حاصل کرسکتی ہے حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے حاکم شرع تفریق فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۲ کا جواب سوال ۱ کے جواب میں آچکا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ شیخ عبد القیوم کٹرہ پختہ اونچا چاہ آنولہ۔ ربیع الآخر ۱۳۵۱ھ

(۱) متوفیہ نے وفات سے پانچ سال پیشتر اپنی ماں اور زید کے ماموں کے روبرو مہر معاف کیا اب بعد وفات متوفیہ کی ماں کو انکار ہے اور زید کے ماموں کو اقرار ہے ایسی صورت میں عند الشرع کیا حکم ہے؟

(۲) جو زیور متوفیہ کی ماں نے اس کو بوقت شادی (رخصت) دیا اور شوہر نے چڑھایا وہ کس کی ملکیت قرار دیا جائے گا اگرچہ زکاۃ ہمیشہ سالانہ زید نے کل زیور کی ادا کی۔

(۳) بعد ادائگی قرض زید نے کچھ جدید زیور بنوا کر اپنی زوجہ کو پہنایا لیکن کوئی شرط نہیں کی اور نہ یہ کہا کہ

تم اس کی مالک ہو ایسی صورت میں وہ کس کی ملکیت ہے؟

(۴) گرہستی کی اشیاء جو زید کی خرید کردہ ہے محض گھر کی زیبائش یا ضرورت کے لئے متوفیہ نے استعمال کی وہ کس کی ملکیت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ اگر فی الواقع مرحومہ ماں کے سامنے مہر معاف کر چکی تو اب ماں کو مہر کا دعوٰی کرنا ناجائز ہے ظلم ہے اللہ سے ڈرے اور ظلم نہ کرے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جو زیور وغیرہ اشیاء ماں نے جہیز میں دی ہے یا بعد شادی عورت کو دی ہے وہ سب مرحومہ کی ملک ہے اور ترکہ ہے اس کے ورثہ پر بقدر حصہ شرعی تقسیم ہوگا اور جو زید نے چڑھاوا دیا بعد شادی اس میں عرف مختلف ہے کہیں چڑھاوا بنا کر عورت کو بطور تملیک دیا جاتا ہے اور کہیں محض برائے نمائش اس وقت دکھاوے کے لئے اِدھر اُدھر مانگ کر پہنانے کے لئے دیا جاتا ہے یوں ہی شادی کے بعد بھی رواج مختلف ہے کہیں شوہر زیور وغیرہ برتنے کی چیزیں بطور تملیک دیتے ہیں اور کہیں برتنے اور استعمال کرنے جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا اگر زید نے فی الواقع بطور تملیک وہ اشیاء دیں اب جھوٹا ادعا کرے کہ میں نے فقط برتنے کو دیں تو گنہگار ہوگا ظالم جفا کار ہوگا حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۳) (۴) ان دونوں نمبروں کا جواب نمبر ۲ میں آگیا۔

مسئلہ۔ از لکھنؤ وزیر گنج مرسلہ اللہ نور خاں محمد یوسف صاحبان آڑھتی میوہ ۲ شعبان المعظم ۵۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

ایک شخص نے اپنی سگی بہن کی لڑکی سے عقد کر لیا ہے اس شخص کی بہن اور بھانجے ان دونوں کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں اس شخص کی بہن اور بھانجے سے لوگ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کو اور اس لڑکی کو اپنے پاس کیوں رکھے ہوئے ہو تو وہ فخریہ جواب دیتے ہیں کہ اب تو نکاح ہو چکا ہے ایسی حالت میں مندرجہ ذیل سوالات کا حکم قرآن و حدیث سے مطلوب ہے۔

(۱) کیا مذہب اسلام میں سگی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

(۲) ایسے نکاح سے جو اولاد ہو کیسی ہے؟

(۳) کیا ایسے نکاح کی اولاد سے دیگر مسلمانوں کو مناکحت جائز ہے؟

(۴) جو مسلمان اپنی سگی بہن کی لڑکی سے نکاح کرے کیسا ہے؟

(۵) جو مسلمان عورت اپنی لڑکی سے اپنے سگے بھائی کا نکاح کرے کیسی ہے؟

(۶) جو مسلمان مرد اپنی سگی بہن سے اپنی ماں کے سگے بھائی کا نکاح کرے کیسا ہے؟

(۷) کیا ان لوگوں سے جو ایسے فعل کے مرتکب ہوں مسلمانوں کو موالات جائز ہے یا ترک موالات واجب ہے؟

(۸) کیا یہ لوگ اس حرکت پر مسلمان رہے؟

(۹) کیا ان کی عورتیں ان کے نکاح میں باقی رہیں؟

(۱۰) اگر یہ لوگ بلا توبہ کے مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ مسلمان پڑھ سکتے ہیں اور ایسی میت مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جاسکتی ہے؟

(۱۱) ایسے فعل شنیع کے تدارک کی شرعاً کیا صورت ہے؟

(۱۲) ایسے فعل شنیع کے مرتکب کی شرعاً کیا سزا ہے؟

(۱۳) اگر حد شرعی جاری کرنے والا مسلمان حاکم موجود نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

(۱۴) جو مسلمان کہ ایسے حرام کام میں ان مرتکبین کی اعانت کریں کیسے ہیں کیا وہ مسلمان رہے؟

(۱۵) جو مسلمان کہ ایسے حرام کام کو نہ روکیں کیسے ہیں۔ کیا حکومت انگریزی کی طرف سے جو حاکم یا مجسٹریٹ مقرر ہو اس سے محرمات کے تدارک کے لئے اعانت حاصل کی جاسکتی ہے؟

(۱۶) اہل محلہ کو یا ایسے ناجائز کام کرنے والوں کی برادری والوں اور عزیزوں کو کیا کرنا چاہئے؟

(۱۷) اگر ایسے لوگوں پر شرعی حد نہ جاری ہو سکے تو خدا کا حکم نہ پورا کرنے کا گناہ کس پر ہوا؟

(۱۸) ایسے حرام کے روکنے کے واسطے حکومت انگریزی کی مجلس مقننہ سے کوئی قانون شرعی پاس کرا کر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ بھانجی سے نکاح حرام قطعی ہے نص قرآنی سے حرام ہے نہ فقط ہمارے مذہب مہذب پر بلکہ شافعی مالکی حنبلی ہر مذہب پر ساری امت مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے اگر حلال نہ جانتے ہوئے کرے تو اشد گناہ سخت شدید کبیرہ زنائے محض ہے یہ نکاح نکاح نہیں سفاح ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے اپنی بیٹی سے نکاح۔ مولیٰ عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ وبنت الاخت[1] تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت[2]

[1] پ ۴ سورۂ نساء آیت ۲۳ [2] تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۳۶ مطبوعہ بیروت

والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب (ای کل شئ یرجع نسبھا الیك بالولادۃ بدرجۃ اودرجات باناث اوبذکور فھی بنتك) فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام ملتقطا۔ اختیار شرح مختار میں اور خزانۃ المفتین میں فرمایا بنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھؤلاء محرمات بنص الکتاب نکاحا ووطأ ودواعیہ علی التابید۔

ان بدکار ماموں بھانجی باپ بیٹی پر فرض ہے کہ فورًا فورًا اسی آن ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہرممکن جائز سعی ان کی جدائی کی کریں وہ بدکار باپ، بیٹی اور ان کے حامی اگر سنائیں توبہ نہ کریں تو ان سب کو برادری سے خارج کردیں جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں سلام کلام ربط ضبط نشست وبرخاست قطعی پر موقوف کردیں ان کا حقہ پانی بند کردیں یہاں کسی اور سزا کا سوال فضول ہے اس اخبث ترین فعل کے خلاف ہر مسلمان پورا پورا اظہار نفرت، اعلان بیزاری کرے اس ناہنجار باپ اور اس ناشدنی بیٹی کے اس اخبث نجس تعلق سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی وہ کسی ولد حلال کی کفو نہ ہوگی مگر جو مسلمان ایسی مسلمہ لڑکی سے نکاح کرلے گا وہ ہوجاوے گا اور ایسے لڑکے سے ایسی بالغہ مسلمہ کا نکاح بھی نافذ ہو جاوے گا جو ولی نہ رکھتی ہو یا جس کے اولیاء اسے ولد الزنا جانتے ہوئے پیش از نکاح اس عورت کے اس سے نکاح پر صراحۃً رضامندی دے دیں۔ جو لوگ اس ماموں بھانجی کے اس خبیث نجس ناپاک تعلق میں جس کا نام نکاح رکھا ہے شریک ہوئے یہ جانتے ہوئے کہ یہ باپ بیٹی ماموں بھانجی کا نکاح ہورہا ہے وہ سب باپ بیٹی کے زنا کے دلال ہیں سب مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلائے قہر قہار سخت عظیم وبال میں گرفتار شدید گنہگار اشد زیاں کار ہیں والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔

ان سب پر توبہ فرض ہے توبہ نہ کریں تو ان سب سے انھیں ناپاک ظالم ستم شعاروں جفا کاروں کی طرح مقاطعہ کیا جاوے جنھوں نے اپنی جانوں پر عظیم ظلم ڈھایا ستم توڑا ہے قال تعالٰی واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار اور اگر معاذ اللہ اس حرام قطعی کو ان بدنصیبوں نے حلال جان کر کیا ہو اور ان کے ساتھیوں حامیوں ساعیوں نے اسے جائز مانا ہو تو وہ سب ازسرنو کلمہ اسلام پڑھیں بعد توبہ وتجدید ایمان اپنی اپنی عورتوں سے نکاح جدید مہر جدید کرلیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ضرور ضرور اس نجس ناپاک خبیث فعل کے خلاف متفقہ آواز اٹھائیں پوری سعی انتھک کوشش سے اس ناپاکی اس غلاظت کو دور کریں ضرور ضرور ایسا قانون چاہا جائے جس سے یہ

جرم قانوناً بھی جرم عظیم قرار پائے اور کافی سزا اس پر مقرر کرائی جائے خلاصہ وہندیہ وغیرہما کتب معتمدہ فقہیہ میں ہے من اعتقد الحرام حلالاً او علی القلب یکفر۔ اعلام الاعلام میں ہے ومن ذلک ای من المکفرات ان یستحل محرماً بالاجماع شرح فقہ اکبر میں ہے استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ وکذا الاستہانۃ بہا کفر بان یعد ہینۃ سہلۃ ویرتکبہا من غیر مبالاۃ بہا و یجریہا مجری المباحات فی ارتکابہا۔

حرام لعینہ قطعی الثبوت اور ظنی الثبوت اور حرام لغیرہ میں اگرچہ بعض علماء فرق کرتے ہیں یکفرون فی الاول لا فی الاخرین شرح فقہ اکبر میں ہے اذا اعتقد الحرام حلالاً فان کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان تکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی وبعضہم لم یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ فقال من استحل حراماً وقد علم فی دین النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تحریمہ کنکاح ذوی المحارم او شرب الخمر او اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر من غیر ضرورۃ فکافر ومن استحل شرب النبیذ الی السکر کفر، اما لو قال لحرام ھذا حلال لترویج السلعۃ او بحکم الجہل لا یکفر۔ توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم ضرور ہے مجمع الانہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے ما کان فی کونہ کفراً اختلاف یومر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک احتیاطاً جو اس حرام قطعی سے توبہ نہ کرے حلال جانتا ہوا مر جائے اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے اس کے جنازہ میں شرکت نہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پنجاب ضلع گجرات مقام سرائے عالمگیر مرسلہ منشی شان علی سکریٹری انجمن اسلامیہ ۵۵ھ

مسماۃ ایک مرزائی سے بیاہی ہوئی تھی چند سال کے بعد مرزائی مذکور نے اس کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دیا اور وہ اپنے میکے اپنے حقیقی بھائی کے پاس رہنے لگی اور اس کا بھائی بھی قادیانی تھا کچھ ماہ کے بعد معلوم ہوا کہ مسماۃ مذکور کو حمل ہے اور مطلقہ ہے اگر بچہ پیدا ہو تو بڑی ندامت ہوگی اس لئے اس کے حقیقی بھائی نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی مرزائی اس سے دوران حمل میں نکاح کرلے مگر کسی نے نہیں کیا آخر اسے ایک حنفی المذہب ملا اور وہ بھی اجنبی نووارد تھا وہ مسماۃ مذکور کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوگیا مسماۃ مذکور کے بھائی نے قادیانیوں سے کہا کہ نکاح پڑھو مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ یہ نکاح ہم نہیں پڑھائیں گے کیونکہ مسماۃ مذکور کو ایام عدت کے اندر ہی حمل ٹھہر گیا ہے جب مرزائیوں نے

؎ فقہ اکبر ص۱۵۲ مطبوعہ مصر ؎ فقہ اکبر ص۱۵۲ مطبوعہ مصر ؎ عالمگیری مع خانیہ جلد ۲ ص۲۶۲ مطبوعہ بیروت

نکاح پڑھانے سے انکار کردیا تو اس نے دو حنفی علماء سے بات گانٹھی اور ہر دو علماء نے چند روپیہ لے کر نکاح پڑھا دیا جب نکاح پڑھا گیا اس وقت حمل آٹھ ماہ کا تھا اور طلاق لئے ہوئے قریباً نو ماہ ہوئے تھے واقعات مذکورہ سے گاؤں میں سخت سنسنی پھیلی ہوئی ہے کہ نکاح ٹھیک نہیں آپ بحیثیت مفتی اعظم فتویٰ از روئے قرآن مجید وحدیث شریف صادر فرمادیں کہ نکاح صحیح ہے یا غلط ہے اگر غلط ہے تو شرع اسلام کے مطابق نکاح خواں اور حاضرین کو کیا سزا ملنی چاہئے اور اس کی حد کیا ہے؟

الجواب - مرزائی مرتد ہے خواہ مرزا (علیہ ماعلیہ) کو نبی مانتا ہو یا مجدد مرزا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیاء کی توہینیں کیں خصوصاً حضرت سیدنا مسیح روح کلمۃ اللہ رسول اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وعلیٰ سائر رسول اللہ صلوٰت اللہ وتسلیمات اللہ کی اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت مریم بتول کی اور قرآن کے صریح خلاف یہودیوں کے موافق کہا کہ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ مرزا اپنے ان ناپاک عقائد بے ہودہ وہم وخیال مردودہ افعال واقوال کی بنا پر ایسا کافر و مرتد ٹھہرا کہ جو اس کے ان اخبث واشنع احوال پر مطلع ہو کر اس کے کفر و عذاب میں شک اور ذرا تامل کرے وہ بھی اسی کی طرح کافر و مرتد ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ مرتد کا عالم میں کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا عالمگیری[۱] میں ہے لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔

مرزائی کا اس مسماۃ سے نکاح باطل محض اور وہ مسماۃ اگر مرزائیہ نہیں ہے جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے تو خود مرزائی مذہب پر بھی مرزائی کا نکاح غیر مرزائی سے باطل محض ہے مرزائی مذہب کی کتابوں سے یہ امر روز روشن کی طرح روشن ہے اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جس مسلمان سے اس کا نکاح کردیا گیا بلاشبہ ہوگیا کہ وہ حمل بہر حال حمل زنا ہے خواہ اس مرزائی کا ہو خواہ غیر کا اور زنا کے پانی کی کوئی حرمت نہیں اور جب سرے سے نکاح وطلاق ہی نہیں تو عدت کیسی ہاں جس سے نکاح ہوا ہے اسے تا وضع حمل قربت نہ چاہئے حدیث میں ارشاد ہوا فلا یسق ماءہ زرع غیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بنارس مرسلہ مولوی عبد الرشید صاحب معرفت حاجی جلال الدین اثیر الدین صاحبان ۲۳ جمادی الاخری ۱۳۵۶ھ

(۱) اہل سنت وجماعت مرد یا عورت کا نکاح قادیانی وتبرائی، رافضی وغیر مقلد کے ساتھ صحیح ہوتا ہے

[۱] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت ، [۲] در مختار مع شامی جلد ص ۴۱۷

ہے یا نہیں اگر اس کے نکاح منعقد ہو چکے ہوں تو ان کے لئے حکم شرع کیا ہے بحوالہ کتب فقہ معتبرہ مدلل بیان ہو۔

۲؎ اور یہ کہ اس مسئلہ میں حضرت امام اہلسنت مجدد مأتہ حاضرہ رحمہ اللہ کا مسلک و قول کیا ہے؟

۳؎ اور یہ کہ اس مسئلہ میں حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوئی جامع تالیف بھی ہے اس کا کیا نام ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب۔ کسی مسلمہ کا نکاح کسی کافر کے ساتھ درست نہیں۔ اور مرتد کا نکاح تو عالم میں کسی سے بھی نہیں ہو سکتا۔ مسلمہ تو مسلمہ کسی کافرہ و مرتدہ سے بھی اگرچہ خود اس کی ہم مذہب ہو۔ یونہیں مسلم کا سوائے کتابیہ کسی کافرہ سے اور مرتدہ سے عالم میں کسی کا نکاح درست نہیں۔ قال تعالیٰ لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن یعنی مسلمان بی بیاں کافروں کے لئے حلال نہیں نہ کافر مسلمان عورتوں کے لئے۔ مبسوط سرخسی پھر عالمگیری[1] میں ہے لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد قادیانی اور رافضی و وہابیہ زمانہ مقلد ہوں یا غیر مقلد مرتدین ہیں۔ یہ سب مرتکب توہین انبیاء و مرسلین و تنقیص شان رب العلمین جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو ان کی کتابوں سے ظاہر پھر خود ان کے مذہب پر بھی ان کا نکاح مسلمہ سے باطل محض ہے کہ قادیانی قادیانی کے سوا اور سب کو کافر جانتا ہے جو قادیانی کو نبی نہ جانے قادیانی مذہب پر وہ کافر۔ اور قادیانی کے نزدیک بھی مسلم کا نکاح کافرہ سے باطل رافضی بھی سنیوں کو کافر کہتا ہے۔ آج ہی نہیں وہ تو سوائے چند اصحاب کے اور جمیع صحابہ کی تکفیر کرتا ہے جب سے آج تک سوا چند صحابہ اور اپنے ہم مذہب روافض کے کسی کو مؤمن نہیں جانتا۔ اپنے ہی فرقہ کو مؤمنین کہتا ہے۔ جب سنی مرد و عورت کو وہ کافر جانتا ہے تو اس کے مذہب پر بھی رافضی کا سنی سے نکاح باطل محض ہے۔

یونہیں وہابی مذہب پر بھی کہ وہابی مقلد ہوں یا غیر مقلد سوا اپنے اور سب کو کافر و مشرک جانتا ہے۔ اور کافر و مشرک سے نکاح کو باطل۔ آخر یہ سب تو اس آیت کو تو آیت ہی مانتے ہیں۔ لاھن حل لھم[2] ولاھم یحلون لھن۔ جب اس پر اپنا ایمان بتاتے ہیں تو جسے کافر اعتقاد کرتے ہیں اس کے ساتھ نکاح کیسے باطل نہیں جانیں گے؟ غرض سنی و سنیہ کا نکاح قادیانی اور قادیانیہ رافضی و رافضیہ وہابی و وہابیہ سے کرنا نہ صرف ہم مسلمانوں ہی کے نزدیک حرام حرام حرام اشد حرام سخت اخبث و اشنع کام ہے بلکہ فریقین کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر کوئی کر دے تو اصلاً منعقد نہ ہوگا باطل محض خالص زنا و سفاح فقط نام کا نکاح ہوگا واللہ

[1] عالمگیریہ جلد ا ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت [2] سورۃ ممتحنہ آیت ۱۰

تعالیٰ اعلم۔

(۲) اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد امام اہل سنت مجدد المائۃ الحاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر سنی کا یہی مسلک ہے کہ ایسے نکاح باطل ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ازالۃ العار و السوء العقاب وحسام الحرمین والنھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید ورد الرفضہ تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ کریں۔

مسئلہ۔ از موضع شمس آباد ڈاک خانہ میگرہ ضلع گیا مرسلہ قیس محمد خاں صاحب قادری رزاقی ۸ رجب ۵۶ھ

ایک سنیہ نابالغہ کا نکاح اس کے چچیرے چچا نے ایک نابالغ سنی سے اس کے باپ کی ولایت میں لڑکی کے عمزاد بھائیوں کی موجودگی میں پڑھوادیا۔ قاضی نے لڑکی کے عمزاد بھائیوں سے کہہ دیا کہ آپ لوگ ولی ہونے کے مستحق بمقابلہ چچیرے چچا کے نہیں ہیں ان لوگوں نے خیال کیا شاید یہی صحیح ہو۔ اس عقد نکاح کو ان بھائیوں نے اسی وجہ کر نہیں پڑھایا۔ وہ لوگ وقت نکاح موجود تھے اور رضامند تھے بعد گذرنے کچھ مدت کے لڑکی کے اعزا و اقارب کو یہ رشتہ ناپسند ہوا اور چاہا کہ یہ عقد نکاح کسی طرح فسخ کرا دیا جائے لڑکی کو بالغہ ہوئے بھی عرصہ گذرا۔ اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے۔ لڑکی نے بوقت بلوغیت نکاح فسخ نہیں کیا اور یہ نکاح بھی اسے ناپسند ہے اب استفسار ہے کہ کیا کوئی صورت شرعًا نکاح کے فسخ کی ہو سکتی ہے جواب کو مہروں سے مزین فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں ولی اقرب عمزاد بھائی ہی ہیں جب کہ وہ اہل ہوں چچیرے چچا پر کئی درجہ مقدم۔ قاضی نے غلط کہا۔ عالمگیریہ[1] میں فرمایا۔ ثم ابن العم لاب وام ثم ابن العم لاب وان سفلوا ثم عم الاب لاب وام ثم عم الاب لاب ثم بنوھما علی ھذا الترتیب۔ مگر جب کہ وہ اس نکاح سے راضی تھے تو نکاح ہوگیا۔ بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو اور مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو۔ عمزادوں کی رضا و اجازت نہ ہوتی تو بھی یہ نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہوتا وہ اپنے قول یا فعل سے جائز کر دیتے جائز ہو جاتا رد کر دیتے باطل ہو جاتا ہندیہ[2] میں ہے ان زوج ابعد الاولیاء فان کان الاقرب حاضرا وھو من اھل الولایۃ توقف علی اجازتہ اھ مختصرا۔ لڑکی کو خیار بلوغ تھا جس وقت وہ بالغہ ہوئی تھی مگر جب اس نے بعد بلوغ فورًا اس نکاح کو رد نہ کیا تو اب لازم ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ نئی بستی پرانا شہر مسئولہ نیاز احمد صاحب رضوی ۵ رجب ۵۶ھ

[1] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ بیروت [2] ہندیہ جلد ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ بیروت

عرصہ تین ساڑھے تین سال سے ایک شوہر اور لڑکی اپنے والدین کے یہاں رکی ہوئی ہے اس کے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ جب ہی سے شوہر کے پاس ہے عورت وشوہر دونوں کے والدین بھیجنا بلانا نہیں چاہتے دونوں فریق نے اپنی اپنی جانب سے تین تین پنچ اور ایک سرپنچ مقرر کرکے یہ اقرارنامہ لکھ دیا ہے کہ ہم ان کا فیصلہ منظور کریں گے لہٰذا اب پنچ یہ چاہتے ہیں کہ حضور حکم شریعت سے آگاہ فرمائیں کہ ہمیں فیصلہ کا موقع دیا جائے بینوا توجروا۔

الجواب۔ لڑکے کے ماں باپ لڑکی سے ناراض ہیں اور وہ اسے اپنے یہاں بلانا نہیں چاہتے تو ان پر کوئی جبر نہیں ہو سکتا کہ وہ اسے بلائیں لڑکا جب عاقل بالغ ہے تو لڑکی کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ لازم ہے یا اسے علیحدہ گھر میں رکھے لڑکی کے والدین اگر اس لئے لڑکی کو نہیں بھیجتے کہ لڑکے کے والدین اس کے روادار نہیں لڑکے سے انھوں نے لڑکی کو نہیں بگاڑا ہے اسے اس سے نہیں توڑا ہے ان کے مابین انھوں نے تفریق نہیں ڈالی ہے لڑکے لڑکی میں وہ تفریق نہیں چاہتے لڑکا اگر علیحدہ رکھے تو بھیج دیں گے تو اس صورت میں ان پر بھی الزام نہیں۔ ہاں اگر انھوں نے لڑکی کو لڑکے سے توڑ کر رکھا ہے اسے اس سے بگاڑا ہے تو وہ گنہگار اور حق اللہ اور حق زوج میں گرفتار ہیں اور وہ لڑکی بھی۔ لڑکی پر اس بارے میں ماں باپ کی اطاعت حرام ہے کہ یہ معصیت ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہو سکتی عورت پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی چاہے شوہر کی ناراضی موجب ناراضی الٰہی ہے اور شوہر کی رضامندی موجب رضائے خداوندی۔ جب تک وہ شوہر سے معافی نہ چاہے گی اس کی نماز بھی قبول نہ ہوگی شوہر اگر اس کی بھلائی کے ساتھ خبر گیری نہیں کرتا تو شوہر اس کے حق میں گرفتار گنہگار ہے قرآن عظیم میں فرمایا[1] اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ اور فرماتا ہے[2] فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا۔ عورت کو رکھے تو بھلائی کے ساتھ رکھے ورنہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے ادھر میں لٹکانا حرام ہے قرآن عظیم کا ارشاد ہے[1] ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن ۞ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ محمد علی خاں موضع گرورہ ڈاک خانہ خانپورہ ضلع بلند شہر تاریخ ۱۰ رجب المرجب ۵۶ھ

(۱) مہر معجل و موجل کی تعریف بیان فرمائیے۔

(۲) مہر معجل کب ادا ہوتا ہے اور مہر موجل کب ادا ہوتا ہے از روئے شرع شریف اس کا جواب مدلل و مفصل مرحمت فرمائیے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

[1] سورۂ طلاق آیت ۶ [2] پ ۲ رکوع ۱۳

الجواب۔ (۱) مہر معجل وہ جس کا پیشگی لینا ٹھہرے اگرچہ دیا کبھی جائے۔ معجل مہر کے مطالبہ کا عورت کو ہر وقت اختیار ہے جب چاہے طلب کرے اور جب تک پورا وصول نہ ہوا سے حق منع نفس حاصل رہتا ہے کہ اپنے نفس کو روک لے شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے۔ مؤجل وہ مہر جس کی ادا کے لئے کوئی اجل مقرر کی جائے قبل حلول اجل اس کے مطالبہ کا عورت کو استحقاق نہیں ہوتا اجل آنے پر طلب کر سکتی ہے۔

(۲) معجل رخصت سے پہلے ہی دیا جائے اور مؤجل اجل آنے پر اور اگر ایسا عورت کی مرضی سے نہ ہو تو جب عورت طلب کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما تزوج علی فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطھا شیئا قال ما عندی شیئ قال این درعک الحطیمۃ رواہ ابو داؤد فی سننہ ملا علی قاری کی مرقاۃ میں فرماتے ہیں دفعھا الیھا مھرا معجلا امام محقق علی الاطلاق امام ابن الھمام فتح القدیر اور ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں ان العادۃ عندھم کان تعجیل بعض المھر قبل الدخول حتی ذھب بعض العلماء الی انہ لا یدخل بھا حتی یقدم شیئا لھا نقل عن ابن عباس وابن عمر والزھری وقتادۃ تمسکا بمنعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما تزوج بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اراد ان یدخل بھا فمنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یعطیھا شیئا فقال یا رسول اللہ لیس لی شیئ فقال اعطھا درعک فاعطاھا درعہ ثم دخل بھا۔[1]

نقایہ میں ہے قبل اخذ المعجل لھا منعہ من الوطئ والسفر بھا ولو بعد وطی برضاھا[2] کنز میں فرمایا لھا منعہ من الوطی والاخراج للمھر وان وطئھا اسی طرح عامہ کتب معتبرہ معتمدہ میں ہے عالمگیری میں ہے لاخلاف لاحد ان تاجیل المھر الی غایۃ معلومۃ نحو شھر او سنۃ صحیح[3] جامع الرموز میں ہے المھر المعجل والمؤجل ان بینا ای بین فی العقد ان کلہ او بعضہ یکون معجلا او مؤجلا فذلک لطالبین واجب اداؤہ علی مابین مہر معجل علی الفور واجب الادا ہے اور مؤجل کی ادا وقت وعدہ لازم واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کوہ مری ضلع راولپنڈی بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں مرسلہ جناب عبدالرحمن صاحب رجب ۱۳۶۶ھ

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ۵ ص ۲۹۵ مطبوعہ رضا دار الاشاعت بہشتی بریلی [2] عالمگیری جلد اول ص ۳۱۸ مطبوعہ بیروت [3] کنز الدقائق جلد ص ۱۰۶ ...

خطبہ نکاح کو غیر ضروری کہنے اور سمجھنے والا (حالانکہ شریعت کے ادنیٰ سے ادنیٰ نوافل بھی ضرورت سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے) کون ہے کیا شریعت کے فرائض و سنن و نوافل میں غیر ضروری چیزیں بھی شامل ہیں۔

الجواب۔ غیر ضروری کا مطلب یہ ہے کہ اگر خطبہ نہ پڑھا جائے نکاح جب بھی ہو جائے گا یہ بات صحیح ہے نوافل بھی غیر ضروری ہیں یعنی اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر کوئی الزام نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از پیلی بھیت ۱۶ رمضان مبارک ۱۳۵۶ھ

زید پوچھتا ہے کہ ایک لڑکے اور لڑکی کا نکاح نابالغی میں ہوا اور اب بالغی میں لڑکا کہتا ہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا اور جب چار پانچ آدمی موجود تھے اور اگر نابالغی میں ہوا بھی تو میں منظور نہیں کرتا وہ آدمی جو موجود تھے ان کے سامنے زیور واپس کر دیا اور اب تین یا چار سال کے بعد کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دی اب اس لڑکی کی شادی کسی اور مقام پر ہونا چاہئے یا اسی کے نکاح میں ہے۔

الجواب۔ اسے اطلاع نہ ہوئی ہوگی اس لئے انکار کرتا ہوگا۔ یا کسی اور غرض سے جھوٹا انکار اس انکار سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آیا۔ ہاں اس کا یہ کہنا کہ اگر نابالغی میں ہوا بھی تو میں منظور نہیں کرتا اس صورت میں کہ وہ نکاح بعد بلوغ اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا ہو۔ ضرور اسے ختم کر دیتا ہے اس صورت میں طلاق کے کیا معنی؟ جب اس نے اس نکاح کو جو اس کی اجازت پر موقوف تھا رد کر دیا نکاح اس رد سے ختم ہو گیا اب یہ کہنا کہ میں نے طلاق نہیں دی محض ہوس خام ہے طلاق کا محل تو جب ہوتا جب اس نے اس نکاح کو منظور کر لیا ہوتا وہ لازم ہو چکا ہوتا طلاق تو بعد نکاح ہی ہو سکتی ہے نکاح منظور نہ ہوا اور طلاق کی ہوس کہ میں نے طلاق نہیں دی لہذا نکاح باقی ہے ہاں اگر صورت ایسی ہو کہ وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف نہ ہو کر نکاح لازم ہو چکا ہو تو اس کا یہ کہنا کہ مجھے وہ نکاح منظور نہیں لغو ہے۔ اس صورت میں ضرور طلاق کی ضرورت ہے۔

اور اگر صورت یہ ہو کہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف تو نہ ہو مگر اسے خیار بلوغ ملا ہو۔ تو بے شک اس صورت میں جب کہ وہ اس سے پہلے کوئی قول یا فعل رضا نہ کر چکا ہو اس کے اس قول سے کہ میں منظور نہیں کرتا اور زیور واپس کر دینے سے وہ نکاح قاضی فسخ کر دے گا اور دونوں میں تفریق۔ بے تفریق قاضی محض اس کے اتنا کہنے یا کرنے سے نکاح فسخ نہ ہوگا عالمگیری[1] میں ہے ان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء

[1] عالمگیری جلد ا صـ ۲۸۵ مطبوعہ بیروت

اقام على النكاح وان شاء فسخ ويشترط فيه القضاء فان اختار الصغير او الصغيرة الفرقة بعد البلوغ فلم يفرق القاضي بينهما حتى مات احدهما توارثا ويحل للزوج ان يطأها ما لم يفرق القاضي بينهما كذا في المبسوط اسی[1] میں ہے لايبطل خيار الغلام ما لم يقل رضيت او يجئ منه ما يعلم انه رضي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازملوک پور بریلی مسئولہ شفاعت احمد خاں ۱۱ شوال ۵۶ھ

زید نے ایک عورت خریدی بکر کہتا ہے کہ بغیر نکاح کے جائز نہیں ہے علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب۔ یہاں جواری (کنیزان شرعی) کہاں؟ حر آزاد کا بیچنا خریدنا حرام اور وہ ہزار بار اگر بکیں تو جواری نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ عورت غیر منکوحہ ہے تو اس کی رضا سے اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے جب کہ یہ اس کا کفو ہو اور اگر کفو نہیں تو اس کے ولی کے اذن صریح کے بغیر کہ وہ اسے غیر کفو جانتے ہوئے اس کے ساتھ نکاح کی اجازت دے محض عورت کی رضا سے نکاح نہیں ہوسکتا اور اگر وہ منکوحہ غیر ہے اور اکثر پست اقوام کے لوگ ایسی ہی عورتوں کو بیچتے ہیں خود شوہر فروخت کرتے ہیں تو جب تک شوہر اسے طلاق نہ دیدے اور اس طلاق کی عدت نہ گذرے ہرگز اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ والمحصنت من النساء[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع گونیری پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد بخش صاحب ۷ا شوال ۵۶ھ

ایک لڑکی جس کی عمر پانچ سال کی تھی اس کا نکاح زبردستی کرادیا اور اذن اس کی ماں سے دلوادیا اور اس وقت میں قانون ساروا ایکٹ کا چل رہا تھا تو سب نے یعنی محلہ کے غیر آدمیوں نے لڑکی کی ماں کو مجبور کرکے نکاح کروادیا اور بعد نکاح کے اس وقت تک کوئی لڑکی کا پرسان حال نہیں ہے جس کو عرصہ ۱۳ سال کا ہوگیا ہے اور لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور وقت نکاح لڑکی کا باپ قریب المرگ بے ہوش تھا بعد نکاح ہونے کے دو دن زندہ رہ کر مرگیا اور لڑکی کے نکاح کا حال نے اس کو واقفیت نہ ہوئی اور لڑکی کے باپ کا کوئی عزیز واقارب بھی نہیں تھا اس کے کوئی بھی نہیں ہے اور وقت نکاح اس کی ماں علاقہ خام میں رہتی تھی اور اب موضع گونیری ضلع پیلی بھیت میں رہتی ہے از روئے شرع شریف لڑکی کا ایسی حالت میں عقد ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں اور اب کیا کرنا چاہئے کہ لڑکی جوان ہے اور اس کی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

[1] عالمگیری جلد اص ۲۸۶ مطبوعہ بیروت [2] ... ۲۴

الجواب۔ صورت مذکورہ میں وہ نکاح بحالت نابالغی باذن مادر اگرچہ ایسی حالت میں ہوا کہ باپ بے ہوش تھا باپ کی اجازت پر موقوف ہوا جب باپ کو اطلاع نہ ہوئی اور وہ مرگیا تو اس صورت میں کہ یہ نکاح ولیہ ابعد نے بحال قیام اقرب کیا تھا اجازت اقرب پر موقوف ہوا تھا اور وہ مرگیا تو یہ جائز نہ ہوگا جب تک پھر اب بعد موت اقرب جب ولایت ماں کو پہونچی ماں پھر اسے جائز نہ کردے اگر اب اسے جائز کردے گی جائز ہوگا رد کردے گی باطل ہوجائے گا عالمگیریہ[1] میں ہے لو زوجها الابعد حال قیام الاقرب حتی توقف علی اجازة الاقرب ثم غاب الاقرب وتحولت الولایة الی الابعد لایجوز ذلك النكاح الذی باشرہ الابعد الا باجازة منه بعد تحول الولایة الیه هكذا فی الظهیریة طحطاوی وشامی[2] میں فرمایا قوله ولو تحولت الولایة الیه ای الی الابعد بموت الاقرب او غیبته غیبة منقطعة بعد اس کے کہ ولایت ماں کی طرف آئی اگر ماں نے لڑکی کے بالغہ ہونے تک کوئی قول یا فعل ایسا نہیں کیا جس سے اس نکاح کی اجازت ہو نہ ایسا جس سے وہ نکاح رد ہو تو وہ اس کی اجازت پر برابر موقوف رہا تھا۔ چاہتی تو جائز کردیتی چاہتی رد کردیتی۔

اب جب لڑکی بالغہ ہوگئی تو اب لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگیا چاہے رد کردے چاہے جائز۔ اور اگر ماں جائز کرچکی تھی تو نکاح جائز ہوگیا تھا لڑکی کو بعد بلوغ اسی آن بلوغ میں جس وقت وہ بالغہ ہوئی اور اسے اپنے نکاح کا علم ہوا اختیار بلوغ تھا اگر اسی جلسہ میں اس نے اسے استعمال کیا ہو تو فسخ نکاح ہوسکتا ہے اور اگر نہیں تو اب نکاح لازم ہوگیا اور اگر ماں بعد تحویل ولایت اس نکاح کو رد کرچکی تھی تو وہ رد ہوچکا اس کا کوئی اثر نہیں لڑکی آزاد ہے۔ مگر یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ شخص جس سے نکاح ہوا تھا لڑکی کا کفو ہو یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ میں لڑکی سے کمتر نہ ہو ایسا کہ اس سے اس کا نکاح اس کے اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو اور مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو۔ ورنہ اگر لڑکی کا کفو نہ تھا یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ یہ نکاح ہوا تھا تو محض بے اثر۔ نکاح ہوا ہی نہیں کہ نابالغہ کا ایسا (نکاح) سوا باپ دادا کے جو معروف بسوء اختیار نہ ہو کوئی نہیں کرسکتا کرے گا تو نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از درو ضلع نینی تال مرسلہ ہدایت علی خاں صاحب ٢٣ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

ایک نابالغ بچے کے باپ کا انتقال ہوا نابالغ مذکور کی بیوہ ماں اور مرحوم کا یعنی اس بچے کے باپ کا چچازاد بھائی ورثہ ہیں۔ نابالغ مذکور کی ولایت دونوں میں کسے پہونچتی ہے۔ اگر ماں کو پہونچتی ہے تو کیا عقد ثانی

[1] عالمگیری جلد ۱ ص۲۸۵ مطبوعہ بیروت [2] شامی جلد ۲ ص۸۱ مطبوعہ مصر

کر لینے سے ولایت ختم ہو کر ۲ کو پہونچے گی یا عقد ثانی کر لینے سے ولایت بدستور رہے گی حکم شرع سے مطلع کیا جاوے؟

الجواب ۔ نابالغ کا ولی نکاح اس صورت میں اس کے باپ کا چچازاد بھائی ہے۔ ماں کو اس صورت میں ولایت نہیں ماں ولیہ اس حالت میں ہوتی ہے جب کوئی عصبہ نہ ہو در مختار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف واسلام، فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام[1] ولایت مال نہ اسے ہے نہ ماں کو کہ ولی مال باپ۔ باپ کا وصی دادا۔ دادا کا وصی۔ قاضی۔ قاضی کا نائب ہی ہوگا کسی اور کو مال میں ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ رد المحتار میں ہے قول لا المال فان الولی فیہ الاب ووصیہ والجد ووصیہ والقاضی ونائبہ فقط ولایت سے اگر مطلب حق حضانت ہے تو وہ ماں ہی کو ہے بچہ اگر لڑکا ہے تو سات سال کی عمر پوری ہونے تک ماں ہی کے زیر پرورش رہے گا اور لڑکی ہے تو نو سال کامل کے ہونے تک ماں ہی کے پاس رہے گی مگر جب کہ ماں کسی غیر محرم سے عقد کرلے یا کسی اور وجہ سے مستحق حضانت نہ رہے۔

در مختار میں ہے الحضانۃ تثبت للام ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلاۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور ما لم یعقل ذلک او غیر مأمونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا[2] اسی میں ہے ویسقط حقہا بنکاح غیر محرمہ وکذا بسکناہا عند المبغضین لہ[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ مسماۃ احمدی بی بالغہ کی شادی ۱۹۳۵ء میں جعفر علی بالغ کے ساتھ جلسہ عام میں بمہر پانچ سو روپیہ بلا تفصیل معجل ومؤجل کے ہوئی جب سے فریقین ایک ماہ تک بطور زن وشوہر رہتے رہے کوئی شکایت نہ ہوئی۔ ایک ماہ کے بعد جعفر علی مذکور نے عام بازار والوں کے سامنے ودیگر اشخاص و احمدی بی کی والدہ کے سامنے یہ جھوٹی تہمت لگائی کہ مسماۃ احمدی خراب ہے اور بگڑی ہوئی ہے جس سے مسماۃ احمدی کو روحانی وجسمانی صدمہ پہونچا اور تمام میں بدنامی ہوئی اور مسماۃ احمدی اس جھوٹے الزام جعفر کے لگانے سے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی اور جعفر علی کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہے لہذا

[1] در مختار جلد ۲ صفحہ ۔۔۔ مطبوعہ مصر۔ [2] در مختار جلد ۲ صفحہ ۔۔۔ مطبوعہ مصر۔ [3] در مختار جلد ۲ صفحہ ۔۔۔ مطبوعہ مصر

کیا حکم ہے (۱) مسماۃ احمدی جعفر کے نکاح میں رہی یا نہیں (۲) مسماۃ احمدی اس جھوٹی تہمت کے سبب سے انفساخ نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب۔ ۱۔ نکاح میں اس سے کوئی خلل نہیں آیا۔ خراب ہے اور بگڑی ہوئی یہ تو لفظ صریح بھی نہیں اگر صریح لفظ کہتا اے زانیہ، اے زناکار تو نے زنا کیا۔ اور اس کے مثل جب بھی اس کے کہنے سے نکاح میں کوئی خلل نہ ہوتا۔ ہاں اگر سب شرائط لعان پائے جاتے اور زوجین اہل لعان ہوتے تو لعان کا حکم تھا اور بعد لعان صحبت حرام ہو جاتی بعد لعان جب تک تفریق نہ کر دی جاتی نکاح نفس لعان سے نہ جاتا۔ یہ تفریق ایک طلاق بائن ٹھہرتی عالمگیری[1] میں ہے۔ سببه قذف الرجل امرأته قذفا يوجب الحد فى الاجانب فيجب به اللعان بين الزوجين كذا فى النهاية، اذا قال لها يا زانية أو انت زنيت اور أيتك تزنين فانه يجب اللعان كذا فى السراج الوهاج، اذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهى ممن لا يحد قاذفها لا يجرى بينهما اللعان بان كانت وطئت بشبهة أو كانت ظهر زناها بين الناس قبل ذلك أو لها ولد من غير أب معروف كذا فى غاية البيان، لو قال لها جومعت جماعا حراما أو قال وطئت حراما فلا لعان ولا حد۔

(۲) ولو قذفها بعمل قوم لوط فلا لعان ولا حد عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ كذا فى البدائع، شرطه ان يكونا زوجين وأن يكون النكاح بينهما صحيحا سواء دخل بها أم لم يدخل حتى لو قذفها ثم طلقها ثلاثا أو بائنا فلا حد ولا لعان وكذا اذا كان النكاح فاسدا لا يجب اللعان لانه ليس بزوج مطلقا كذا فى غاية البيان، ولو تزوجها بعد الطلاق فطالبته بذلك القذف فلا حد ولا لعان كذا فى السراج الوهاج۔ لو طلقها طلاقا رجعيا لا يسقط اللعان كذا فى الظهيرية، لو طلق امرأته طلاقا بائنا وثلاثا ثم قذفها بالزنا لا يجب اللعان لعدم الزوجية ولو طلقها طلاقا رجعيا ثم قذفها يجب اللعان ولو قذف امرأته بعد موتها لم يلاعن عندنا كذا فى البدائع اهلها عندنا من كان اهلا للشهادة حتى ان اللعان لا يجرى بين الزوجين عندنا اذا كان محدودين فى القذف او احدهما او كان رقيقين او احدهما او كافرين او احدهما او اخرسين او احدهما او صبيين او احدهما او مجنونين او احدهما ويجرى فيما عدا ذلك كذا فى المحيط۔

لو قذف رجلا فضرب بعض الحد ثم قذف امرأة نفسه لم يكن عليه لعان وعليه

---

[1] عالمگیری جلد ا ص ۵۱۵ مطبوعہ بیروت

تمام الحد لذلك الرجل کذا فی المبسوط، لوکان فاسقین او اعمیین یجب اللعان لانہما من اہل الشہادۃ فی الجملۃ کذا فی المضمرات، قذف الاصم امرأتہ یوجب اللعان کذا فی العتابیۃ متی سقط اللعان لمعنی الشہادۃ ینظر ان کان من جانب الزوج فعلیہ الحد وان کان من جانب المرأۃ فلا حد ولا لعان کذا فی شرح الطحاوی، لوکان محدودین فی قذف فعلیہ الحد کذا فی الہدایۃ اذا کان الزوج عبدا والمرأۃ محدودۃ فعلی العبد اذا قذف حد القذف ان اقرت المرأۃ بالزنا فقد خرجت من ان تکون اہلا للعان کذا فی المبسوط، حکمہ حرمۃ الوطء والاستمتاع کما فرغا من اللعان ولکن لاتقع الفرقۃ بنفس اللعان حتی لو طلقہا فی ہذہ الحالۃ طلاقا بائنا یقع وکذا لو اکذب الرجل نفسہ حل الوطء من غیر تجدید النکاح کذا فی النہایۃ، قال ابوحنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی الفرقۃ الواقعۃ فی اللعان فرقۃ بتطلیقۃ بائنۃ فیزول ملك النکاح وتثبت حرمۃ الاجتماع والتزوج مادا ما علی حالۃ اللعان۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نہیں۔ہاں اگر وہ قاضی شرع کے پاس مرافعہ کرلے اور لعان چاہے اور لعان ہوجائے تو قاضی تفریق کردے گا۔ فتاوٰی ہندیہ[1] میں ہے یشترط طلبہا فان امتنع عنہ حبسہ الحاکم حتی یلاعن او یکذب نفسہ کذا فی الہدایۃ، الافضل للمرأۃ ان تترك الخصومۃ والمطالبۃ فان لم تترك وخاصمتہ الی القاضی یستحسن للقاضی ان یدعوہا الی الترك فیقول لہا اترکی واعرضی عن ہذا اسی میں[1] ہے لوانہما لما فرغا من اللعان سأل القاضی أن لایفرق بینہما لم یجبہما الی ذلك ویفرق بینہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ٹاوہ بازار گندمی حافظ عبداللہ سوداگر۔

ہندہ نے اپنے زوج زید کے خلاف اس امر کا ۴ اگست ۳۵ء کو کچہری میں دعوٰی دائر کیا کہ زید نامرد ہے بوجہ نامردی کے نکاح فسخ فرمایا جائے دوسرے یہ کہ اپنی زوجہ کو زید نے طلاق دے دی۔ نامردیت کا ثبوت ڈاکٹر سول سرجن صاحب نے زید کا معائنہ کرنے کے بعد ایک سارٹیفکٹ دیا اور کچہری میں ڈاکٹر نے بیان دیا اس کے بیان سے یہی ثابت ہوا کہ زید نامرد ہے زید نے خود اپنے بیان سے ثابت کردیا کہ نامرد ہے طلاق شہادت سے ثابت ہوا کہ طلاق دے دی چنانچہ ۲۵ فروری ۳۶ء کو اجلاس منصفی نے ہندہ کا دعوٰی نامرد ہونے وطلاق دینے کو تسلیم کرلیا اور نصف مہر معجل کی ڈگری دیدی

[1] فتاوٰی ہندیہ جلد ۱ ص ۵۱۶ مطبوعہ بیروت

اس کے فیصلہ کے خلاف زید نے ججی میں اپیل کیا وہاں سے دوبارہ ڈاکٹری کا حکم ہوا زید کا دوبارہ ڈاکٹری معائنہ ہونے کے بعد ڈاکٹر کے بیان سے بھی ثابت ہوا زید نامرد ہے حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا لہٰذا ۴ ستمبر ۳۰ء کو اپیل خارج ہوگئی فیصلہ سابق بحال رہا کہ واقعی نامرد ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ حقیقتاً زید نے طلاق نہیں دی طلاق کا دعوی محض مقدمہ کی کامیابی کی وجہ کیا گیا تھا مگر زید نامرد ضرور ہے حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا۔ تو ایسی صورت میں کیا عنین کے کے فسخ نکاح کے جو شرائط عند الشرع ہیں کامل ہوچکا۔ اب ہندہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے؟ اور اگر نہیں تو اب کیا صورت جواز نکاح کی ہوسکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ نامردی کا ثبوت اگر شرعی بھی ہو کہ وہ مقر ہو یا ایسی شہادت سے جو قابل قبول شرع زید کا نامرد ہونا ثابت ہو جب بھی محض ثبوت نامردی سے نکاح میں فرق نہیں آتا۔ نہ انگریزی کچہریوں کے حکام اگرچہ مسلمان ہوں انھیں حق فسخ حاصل۔ ان کے فسخ کئے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ طلاق کا جھوٹا دعوی کچہری میں ڈگری ہوئی اس سے بھی طلاق نہیں ہوتی جب تک زید طلاق نہ دیدے اس وقت تک دوسرے سے نکاح باطل محض ہوگا ہرگز نکاح نہ ہوگا زید پر فرض ہے کہ جب وہ امساک بالمعروف سے عاجز ہے تو تسریح بالمعروف کرے یا اپنا علاج کرائے اور اس قابل ہو کہ امساک بالمعروف کرسکے اس کے لئے ایک سال کی مہلت اسے دی جائے گی۔ اگر وہ عورت کو پھانسے رکھے گا نہ اپنا علاج کراکر حق زوجہ ادا کرنے کے قابل ہوکر حق زوجہ ادا کرے گا نہ اسے طلاق دے گا تو جس طرح اب تک حق اللہ اور حق زن میں گرفتار گنہگار رہا یوہیں رہے گا اللہ سے ڈرے یا امساک بالمعروف کرے کہ عورت بھلائی کے ساتھ رکھے اس کے تمام حقوق ادا کرے اور اگر ایسا نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا تو اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے

قال اللہ[ـہ]۔ امسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا اٰیٰت اللہ ھزوا۔ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وصحبہ وسلم، من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔

محض ثبوت نامردی پر قاضی شرع بھی تفریق نہیں فرماسکتا قاضی شرع بعد ثبوت ایک سال کامل کی مہلت برائے علاج دیتا پھر جب عورت دوبارہ دعوی رجوع کرتی سال بھر بعد یا سال کے بعد جتنے برس بعد تو پھر بعد تحقیق عورت کو اختیار دیتا اگر عورت اس مجلس میں تفریق چاہتی تو شوہر کو حکم دیتا کہ طلاق بائن

دے وہ اگر قاضی کے حکم پر بھی طلاق نہ دیتا تو قاضی تفریق کر دیتا عالمگیریہ[1] میں ہے۔ اذا ثبت عدم الوصول الیہا اجلہ القاضی سنۃ طلب الرجل التاجیل اولہ یطلب ویشھد علی التاجیل ویکتب لذلک تاریخا کذا فی فتاوی قاضی خان۔ ابتداء التاجیل من وقت المخاصمۃ کذا فی المحیط۔ لایکون ھذا التاجیل الاعند قاضی مصر أومدینۃ فان اجلتہ المرأۃ اواجلہ غیر القاضی لایعتبر ذلک فی فتاوی قاضی خان اھ۔

اسی[2] میں ہے جاءت المرأۃ الی القاضی بعد مضی الاجل وادعت انہ لم یصل الیہا وادعی الزوج الوصول (الی قولہ) اواقر الزوج انہ لم یصل الیہا خیرھا القاضی فی الفرقۃ کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ فان اختارت زوجہا اوقامت عن مجلسہا اواقامہا اعوان القاضی اوقام القاضی قبل ان تختار شیئاً بطل خیارھا کذا فی المحیط۔ وھکذا روی عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وعلیہ الفتوی کذا فی التتارخانیۃ ناقلا عن الواقعات۔ ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقہا طلقۃ بائنۃ فان ابی فرق القاضی بینہما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاصل کذا فی التبیین۔ والفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ کذا فی الکافی۔ ولہا المہر کاملا وعلیہا العدۃ بالاجماع ان کان الزوج قد خلابہا وان لم یخل بہا فلاعدۃ علیہا ولہا نصف المہران کان مسمی والمتعۃ ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع۔ ان مضت السنۃ من وقت الاجل ولم تخاصمہ زمانا طویلا لایبطل حقہا وان طاوعتہ فی المضاجعۃ فی تلک المدۃ کذا فی فتاوی قاضی خان وعلیہ الفتوی کذا فی الفتاوی الکبرٰی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ارشاد حسین

نابالغ لڑکا اور نابالغہ لڑکی کے مابین عقد ہوا لڑکے کی طرف سے اس کا باپ ولی بالنکاح ہوا اور لڑکی کی جانب سے اس کے باپ کا ممیرا بھائی ولی بنا تحقیقات اور چند گواہوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ عقد کے زمانہ میں لڑکی نابالغہ کے دادا کا نسباً چچا زاد بھائی موجود تھا ان سے لوگوں نے مجلس عقد میں رہنے کی خواہش کی اور نکاح کی اجازت چاہی مگر اس عقد یا باہمی منازعت کے سبب نہ مجلس شادی میں شرکت کی اور نہ عقد کی کسی طرح اجازت دی اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ لڑکی کے دادا کا چچا زاد بھائی یعنی اس کی برادری کے ہونے کا علم نہیں اور نہ ہونے کا یقین نابالغہ لڑکی کی شادی کا سرانجام لڑکی

[1] عالمگیریہ جلد ا ص ۵۲۳ مطبوعہ بیروت۔ [2] عالمگیریہ جلد ا ص ۵۲۳ مطبوعہ بیروت

کی دادی نے کیا تھا۔

نابالغہ لڑکی کی شادی کے زمانہ میں اس کی مادر حقیقی بقید حیات تھی اور اب تک ہے مگر عقد کے زمانہ میں لڑکی کی ماں اپنے شوہر ثانی کے گھر تھی جو تقریباً جائے مناکحت سے دو میل کے فصل پر دوسرے موضع میں تھی عندالدریافت تحقیق عورت مذکورہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عقد سے نہ شادی کے وقت رضامند تھی اور نہ اب راضی ہے اس پر اکثر لوگ گواہی بھی دیتے ہیں مگر بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نابالغہ لڑکی کی ماں نے اپنی طرف سے نوشہ کے لئے انگوٹھی بھیج دی جس سے رضامندی کا ثبوت ہوتا ہے لڑکی بالغہ ہونے پر چند بار اپنے شوہر کے گھر گئی تھی اب چند مہینوں سے وہ لڑکی اپنے ماموں کے مکان پر ہے اور اپنے شوہر کے پاس جانے سے منکر ہے صورت مذکورہ کی بنا پر وہ عقد صحیح و درست ہے یا ناجائز اور باطل امید کہ واضح بیان سے مدلل فرمائیں۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں باپ کا ممیرا بھائی ولی نکاح نہیں جب کہ عصبہ موجود ہے اور اگر ثابت بھی ہو کہ وہ شخص لڑکی کے دادا کا چچا زاد بھائی ہے وہ عصبہ نہیں لڑکی کے باپ سے اس کا ایسا رشتہ نہیں کہ وہ عصبہ ہو تو بھی یوں کہ بحال عدم عصبہ ولایت ماں کو ہے بہر حال یہ نکاح فضولی ہوا اگر وہ شخص عصبہ ہے تو اس کی اجازت پر موقوف ہوا تھا ورنہ لڑکی کی ماں کی اجازت پر۔ عصبہ یا ماں نے اس نکاح کی خبر پاکر اسے جائز کر دیا تھا تو جائز ہو گیا تھا اور رد کر دیا تھا تو رد۔ اور اگر سکوت کیا تھا تو وہ موقوف ہی رہا تھا یہاں تک کہ لڑکی بالغ ہوئی اب یہ نکاح موقوف بعد بلوغ خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہو گیا تھا جب کہ اس نے اسے جائز کر دیا تھا تو لازم ہو گیا۔ اب لڑکی کا انکار بے کار ہے۔

یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ یہ نکاح جو باپ کے ممیرے بھائی نے کیا کفو سے مہر میں بے غبن فاحش کیا ہو اگر غیر کفو سے کیا یا کفو سے کیا مگر مہر میں غبن فاحش کے ساتھ تو اصلاً منعقد ہی نہیں ہوا اگرچہ وہ عصبہ اور ماں بھی اس نکاح سے راضی ہوں کہ باپ اور دادا جو معروف بسوء اختیار نہ ہوں ان کے سوا ان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غیر کفو سے نکاح کریں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کر دیں ایسا نکاح باپ دادا جو کبھی پہلے بھی ایسا نکاح کر چکے ہوں ان کے کئے بھی نہیں ہوتا۔ اور ولی تو ولی ہے اور فضولی تو فضولی ہے۔ درمختار[1] میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفؤ ان کان الولی الخ ردالمحتار[2] میں ہے قولہ اصلا ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضی بعد البلوغ فتح القدیر[3] میں ہے ان العم ونحوہ لا

[1] درمختار جلد ۲ صـ ۲۶۹ مطبوعہ مصر [2] ردالمحتار جلد ۲ صـ ۲۶۸ مطبوعہ مصر [3] فتح القدیر جلد ۳ صـ ۳۰۵

يصح منهما التزويج بغير الكفوء شامی[1] میں ہے فی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختيار........ اجماعا اسی میں[2] ہے لو زوج طفلہ غیر کفوء او بغبن فاحش صح الخ ہدایہ میں ہے انکاح الاخ والعم من غیر کفوء الخ درمختار میں[3] ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریۃ وتکلیف واسلام الخ درمختار میں[4] ہے کنکاح الفضولی یصح فی البیوع توقف..... مجیز حالۃ العقد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی شادی کو قریب دو برس کے ہوئے زید کی شادی موضع ...... میں ہوئی منگنی کے بعد میرے خسر نے کہا کہ کچھ مضبوطی کر دو پانچ روپیہ ماہوار لکھ دو میں نے پانچ روپے ماہوار لکھ دیئے اگر میں روٹی کپڑا نہ دوں تو مجھ سے میری بیوی ہر ایک جگہ وصول کر سکتی ہے۔ زید کی بیوی کی ماں کا انتقال ہو گیا۔ میری بیوی کی عمر اس وقت میں دس سال کی تھی میرا نکاح میری خوشدامنہ کے انتقال کے بعد میں ہوا ہے اور نکاح کئی سال کے بعد میں ہوا ہے نکاح کے بعد کچھ دنوں بعد رخصت کی اب لڑکی کی عمر قریب ساڑھے پندرہ سال کی ہے جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی مرد کے پاس رہنے کے قابل نہیں ہے غرض صبح کو دائیوں کو بلایا تو ان سے کہا کہ تم اس لڑکی کو دیکھو یہ مرد کے قابل ہے یا نہیں سب دائیوں نے دیکھا جواب دیا کہ یہ لڑکی خاوند کے پاس نہیں جا سکتی اس کو ڈاکٹرنی کو دکھاؤ غرض تین ڈاکٹرنیوں کو دکھایا ڈاکٹرنیوں نے کہا کہ یہ لڑکی مرد کے پاس نہیں جا سکتی ہے یہ لڑکی پیدائشی ایسی ہے۔

غرض اب لڑکی سے دریافت کیا بہت سی عورتوں نے کہا کہ تجھ کو یہ بات معلوم تھی کہ میں آدمی کے پاس نہیں جا سکتی ہوں تو لڑکی نے جواب دیا کہ میری ماں نے مرنے سے پہلے سب گھر سے کہا کہ دیکھو اس لڑکی کی شادی مت کرنا میرے سب گھر کی عورتیں مر جاتی ہیں اور اس گاؤں میں جتنے عزیز ہیں سب جانتے ہیں میری ماں نے سب پر یہ بات ظاہر کر دی تھی۔ اب عرض یہ ہے اس لڑکی کو اور سب گھر کو جب معلوم تھا تو مجھ کو دھوکا دے کر پانچ روپیہ ماہوار کا اسٹام کیوں لکھوایا اور تین سو روپیہ میں کیوں شادی خرچ کرائے اب عرض یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا کرے اور اگر ناجائز ہے تو اس کا جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ دینا اس لڑکی کے والدین کو جائز ہے یا نہیں دوسری بات یہ ہے حبیب اللہ مستری اس کا چچا وہ اس کا ولی بنا تھا چونکہ جب اس کو یہ بات معلوم تھی تو اس نے کیوں نہیں مجھ پر ظاہر

[1] درمختار جلد ۲ صفحہ ۴۶ مطبوعہ مصر [2] ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر [3] درمختار جلد ۲ صفحہ ۶ مطبوعہ مصر [4] درمختار جلد ۲ صفحہ ۹۴ مطبوعہ مصر

کیا جن جن شخصوں کو جن جن عورتوں کو یہ بات معلوم تھی انھوں نے ظاہر نہیں کیا ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ نیز یہ کہ ایسی ناقابل عورت کا مہر اس کے شوہر پر واجب ہے یا نہیں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں نکاح تو ہو ہی گیا جن لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ عورت اس وجہ سے مرد کے لائق نہیں وہ مرض معلوم تھا اور پھر معلوم ہوتے ہوئے یہ نکاح کیا وہ ملزم ہیں مگر نکاح کسی عیب کی بنا پر رد نہیں ہوتا نکاح لازم ہو چکا ــــــ چونکہ عورت ایسے مرض سے مریضہ ہے اس کے ساتھ جو خلوت ہوئی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی کہ پورا مہر لازم ہو جاتا اب اگر طلاق دے گا نصف مہر دینا ہوگا۔ لڑکی کا بیان کہ اس کی ماں نے یہ کہا تھا کہ اس کی شادی مت کرنا اگر صحیح بھی ہو تو اس سے کب صراحۃً یہ معلوم ہوا کہ عورت کو یہ مرض ہے اکثر کمزور لاغر دیکھ کر بھی عورتیں ایسا کہہ دیتی ہیں کہ یہ لڑکی اس قابل نہیں کہ شادی کی جائے۔ اگر ماں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہوتا کہ یہ مرد کے قابل نہیں تو وہ بھی اس مرض ہونے کو ظاہر نہیں کرتا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی لاغری کمزوری کے سبب مرد کا تحمل نہیں کر سکتی یا اسے ایسا مرض ہے کہ مرد کے پاس جائے گی تو اسے نقصان زیادہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ہاں اگر لڑکی کے باپ اور اس کے سوا اور اعزا کو واقعی لڑکی کی جو حالت ہے رتق و قرن وغیرہ تو انھوں نے یہ جانتے ہوئے اس لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا بہت برا کیا وہ اس کے حق میں گرفتار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از موضع پرسونا ڈاک خانہ کیمپ ضلع بریلی مرسلہ ٹھیکیدار اللہ بخش صاحب۔

(۱) ایک عورت کا خاوند زندہ ہے مگر خاوند نے کل تعلق مع کھانا کپڑوں کے ادا کرنے کا عرصہ تخمیناً ۱۵ ارسال سے چھوڑ دیا ہے اور عورت اپنی گذر اوقات خود محنت مشقت سے کرتی ہے مگر خاوند نے طلاق نہیں دی ہے مگر عورت اسی مدت مذکور بالا کے بعد اب محنت مشقت نہیں کر سکتی ہے اب وہ عورت بلا طلاق دیئے ہوئے خود اپنا نکاح دوسرے کے ساتھ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اور عورت بلا طلاق کے کتنی مدت کے بعد اپنا نکاح خود دوسرے کے ساتھ کر سکتی ہے؟

الجواب۔ (۱) ہر گز نہیں اگر بے طلاق دوسرے سے نکاح کرے گی باطل محض ہوگا وہ نکاح نہ ہوگا زنا و سفاح ہوگا خاوند پر فرض ہے کہ عورت کو بھلائی کے ساتھ رکھے یا اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے قال تعالیٰ۔ والمحصنٰت من النساء[1]۔ وقال تعالیٰ۔ امسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]

[1] پ ۵ سورۂ نساء آیت ۲۴ [2] پ ۱۲ رکوع ۱۳

وہ شخص حق اللہ و حق زن میں گرفتار ہے شدید گنہگار ہے اس پر توبہ فرض واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلا طلاق کبھی نہیں کر سکتی جب تک ایک کے نکاح میں ہے دوسرے سے نکاح نہیں ہو سکتا نفقہ نہ دینا خبر گیری نہ کرنا طلاق دینا نہیں بعد طلاق ومرور عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے کرے گی باطل ہوگا نکاح ہرگز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ فرزند علی ہرن تور ڈاک خانہ بانسی ہاٹ ضلع پورنیہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اندریں صورذیل میں۔

یہ کہ نابالغ لڑکا مسمی محمد حنیف اور نابالغہ لڑکی مسماۃ سعیدہ کا عقد اپنے کفو میں اس طرح ہوا کہ لڑکی کی طرف سے اس کی دادی نے (ولی بن کر) ایجاب کیا باوجودیکہ چچا موجود اس وقت تھا اور لڑکے کی طرف سے اس کا چچا ولی ہو کر قبول کیا لڑکا و لڑکی دونوں کا مکان ایک ہی آنگن میں ہے لڑکی بعد از عقد عدم بلوغ سے بلوغ تک برابر اسی لڑکے کے گھر میں آمد ورفت کی اور دونوں میں مباشرت بھی ہوتی ہے ہاں لڑکا اس وقت بالغ ہے اور لڑکی بھی اور بحالت بلوغ میں لڑکے نے لڑکی کو مکرر طلاق دی اس طرح سے کہ اس نے ایک طلاق دی کسی نے پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں اور دوسرے نے دوسرے روز پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں اور تیسرے نے تیسرے روز پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں اور چوتھے نے پوچھا کہ واقعی تم نے طلاق قطعی دی تو کہا کہ ہاں لڑکی عدم بلوغ سے بلوغ تک برابر کہتی آئی کہ مجھ کو یہی شوہر پسند اور منظور خاطر ہے۔ صور مسئولہ میں جواز یا عدم جواز کون سا حکم نافذ کیا جائے فقط۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں وہ نکاح کہ نابالغہ کا اس کی دادی نے کیا نابالغہ کے چچا کی اجازت پر موقوف ہوا جب کہ مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو ورنہ ہوا ہی نہیں اگر نکاح چچا کی اجازت پر موقوف ہوا تھا تو اگر چچا نے خبر نکاح پا کر اسے جائز کر دیا تھا تو جائز ہو گیا تھا اور لڑکی جب بلوغ پر اس نکاح سے راضی رہی فوراً اسے رد نہ کیا تو وہ نکاح لازم بھی ہو گیا اور اگر چچا نے رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو چکا تھا لڑکی بحالت نابالغی اس سے رضا ظاہر کرتی رہی وہ تو بے کار تھی ہی بحالت بلوغ بھی اس مردود نکاح سے رضا ظاہر کی بے کار ہوئی اور مباشرت ناجائز اور اگر چچا نے خبر نکاح پا کر نہ اسے رد کیا نہ جائز تو وہ اس کی اجازت پر اس وقت تک موقوف تھا جب تک لڑکی نابالغہ تھی جب لڑکی بالغہ ہو گئی خود اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا اس نے اسے جائز کر دیا جائز ہو گیا تھا اور اگر چچا لڑکی لڑکے کا دونوں کا ولی ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ہو گیا

اور لڑکی والڑکے کو وقت بلوغ خیار بلوغ حاصل ہوا تھا جب وہ اس نکاح پر راضی رہی نکاح لازم ہوگیا تھا اگر صورت وہ جس میں نکاح صحیح ہوگیا تو جب لڑکے نے بعد بلوغ اسے طلاق دی طلاق ہوگئی جب اس نے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے واقعی طلاق قطعی دی ہاں کہا تو اس کے اقرار سے وہ طلاق بائن ہوئی عورت اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔

درمختار[1] میں ہے ان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب وابیہ لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بغبن فاحش اصلا۔ ردالمحتار[2] میں ہے ای لا لازما ولا موقوفا علی الرضی بعد البلوغ اسی درمختار[3] میں ہے وان کان من کفؤ وبمهر المثل صح ولهما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقة اسی میں[4] ہے لو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ درمختار[5] میں ہے یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی من جانب عالمگیری[6] میں ہے لو قالت انا طالق فقال نعم طلقت درمختار[7] میں بحر سے ہے قیل لہ طلقت امرأتك فقال نعم او بلی بالهجاء طلقت ردالمحتار[8] میں ہے قولہ طلقت ای بلا نیة درمختار میں ہے یقع بقولہ (الی قولہ) واحدة بائنة فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ بار بار اقرار طلاق تکرار طلاق نہیں اگر وہ طلاق قطعی کا اقرار نہ کرتا تو ایک رجعی اسی کا حکم ہوتا اب ایک بائن کا حکم ہے نکاح جدید برضا زن کر سکتا ہے مگر جب کہ قطعی سے مراد طلاق مغلظہ ہو اس نے مغلظہ ہی کے ارادہ پر ہاں کہا ہو تو ردالمحتار[9] میں ہے انهم قد عللوا صحة نیة الثلاث فی جمیع ما مر بانہ وصف الطلاق بالبینونة وهی نوعان خفیفة وغلیظة فاذا نوی الثانیة صح۔

مسئلہ۔ عاصی حبیب احمد صاحب رضوی قادری پیلی بھیتی

اکثر قوموں میں نکاح کے وقت ایک لاکھ روپیہ تک کا مہر مقرر ہوتا ہے اور جس کا نکاح ہوتا ہے اس کی حیثیت بہت کم ہوتی ہے تو وہ یہ خیال کر لیتا ہے کہ مجھے دینا تھوڑا ہی ہیں اور جب کہ ایک سو روپیہ کی حیثیت والے کا مہر دس بیس ہزار کا مقرر ہوگا تو یقینی ایسا خیال ہونا لازمی ہے ایسی صورت میں نکاح ہونا جائز ہوتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوتا ہے تو ان کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ فقط بینوا توجروا

الجواب۔ نکاح ہو جاتا ہے اور مہر جس قدر باندھا جاتا ہے وہ بندھ جاتا ہے ایسا خیال کر لینا سخت برا ہے جو ایسی بدنیت رکھتا ہے کہ دین نہیں سمجھتا وہ اس سے ڈرے کہ اس کا حشر زانیوں کے ساتھ ہو کما فی الحدیث ہر شخص ایسی بدنیت نہیں کرتا مہر کو دین جانتا ہے۔ مال چلتی پھرتی چیز ہے بادشاہ کو بھیک وقت

[1] درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ - ۱۹۱ مطبوعہ مصر [2] ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ مصر [3] عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ بیروت [4] درمختار صفحہ ۲۸۰ جلد ۲

زوال کا خوف ہوتا ہے اور فقیر ایک آن میں بادشاہ ہو سکتا ہے ایسا جو کروروں روپیہ مہر ادا کر سکتا ہے بادشاہ اگر ایسا ہی خیال کرے مہر کو دین نہ سمجھے تو اس کے لئے بھی وہی ہے جو فقیر کے لئے جو اس قدر مہر کی اس وقت قوت نہیں رکھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بانسی ہاٹ ضلع پورنیہ مدرسہ قمر گنج مسئولہ مولوی غیاث الدین صاحب ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

اپنا حقیقی ناتا کی مدخولہ بی بی یعنی سوتیلی نانی سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو اس کا ثبوت کتب معتبرہ سے مع حوالہ صفحہ تحریر فرمائیں اور یہ بھی واضح طور پر بیان کریں کہ جس مفتی نے باوجود علم کے محض دنیاوی مفاد کے خیال سے جواز کا فتویٰ دے کر عقد کرایا ہے اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے مفتی کے ساتھ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہئے امید کہ اپنا دستخط و مہر سے مزین فرمائیں۔

الجواب۔ ناتا کی زوجہ حرام ہے اپنی سگی نانی ہو یا سوتیلی یونہی جیسے سگی دادی سوتیلی دادی سگی ماں سوتیلی ماں لقولہ تعالیٰ۔ ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم۔ آباء سے اصول مراد ہیں آباء میں اب۔ اب اب۔ ام اب سب آگئے تفسیرات احمدیہ[1] مطبوعہ جید برقی پریس دہلی ص ۱۵۲ میں ہے اما الرابع من المصاهرة وھو حلیلة الاب فمذکور فی الآیة الاولیٰ (یعنی لا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم) عالمگیریہ مصری ج ۱ ص ۲۷۴ میں ہے الرابعة نساء الآباء والاجداد من جهة الاب والام وان علوا فھؤلاء محرمات علی التابید نکاحا ووطأ کذا فی الحاوی القدسی فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ برحاشیہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۳۶۰ میں ہے اما المحرمات بالعقد فمنکوحة الاب والجد من قبل الاب والام وان علا جس نے یہ نکاح کیا اس پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائے وہ عورت مرد اور اس نکاح کے ساعی و شرکاء جو اس سے واقف تھے کہ یہ نکاح ناتا کی زوجہ سے اس کے نواسہ کا ہو رہا ہے گنہگار ہوئے وہ مفتی بھی۔ خدا لے اور سب کو توبہ و رجوع کی توفیق دے اور معاف فرمائے۔

یہ فتویٰ غلط دیا مگر کسی مسلمان اور پڑھے لکھے انسان کی طرف یہ گمان کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا غلط فتویٰ دیا بدگمانی ہے اور بدگمانی خود ممنوع ہے اگر اس نے بے سمجھی سے ایسا عجلت میں کہا یا سمجھ کر دانستہ غلط کہا تو بہر حال اس مفتی سے گناہ ہوا دوسری صورت ہو تو آفت سخت ہے۔ میرے پاس دوسری جگہ سے بھی یہ سوال آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مفتی نے دھوکا کھایا فتاویٰ رضویہ کی اس عبارت سے کہ باپ کی ساس حلال ہے اگر اپنی نانی نہ ہو۔ مفتی نے یہ عبارت دیکھ کر اس کا مطلب یہ سمجھا کہ سگی نانی حرام

[1] تفسیرات احمدیہ ص ۱۶۲ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

ہے اور سوتیلی حرام نہیں حالانکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ باپ کی ساس جو اس شخص کی نانی ہو حرام ہے سگی ہو یا سوتیلی۔ اور جو اس کی نانی نہیں وہ حلال ہے باپ کی ساس ہونے سے نانی حرام نہیں سگی نانی ماں کی ماں اور زوجۂ نانا ہونے سے حرام ہے اور سوتیلی نانی نانا کی منکوحہ ہے اس لئے حرام ہے باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں نہ سگی نہ سوتیلی وہ حرام نہیں تو یہ کہنا کہ باوجود علم کے محض دنیاوی مفاد کے خیال سے مفتی نے جواز کا فتویٰ دیا خلاف واقع بات اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے والغیب عند اللہ و هو اعلم بحقیقۃ الحال واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲ محرم الحرام ۵۸ھ

بعض لوگ کہتے ہیں کو چچی سے نکاح درست ہے۔

الجواب چچی کے ساتھ نکاح ناجائز نہیں قال تعالیٰ۔ واحل لکم ماوراء ذلکم[1] چچی محرمات میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کراچی پراونشل مسلم لیگ مسئولہ محمد عبد الحی صاحب حقانی مولوی فاضل آفس سکریٹری ۱۳ جمادی الاولیٰ ۵۸ھ۔

ایک لڑکی مسماۃ موہنی بالغہ ہے اور جس کی عمر ۱۶ سال ۸ مہینے ہے بخوشی ورضا مشرف باسلام ہوئی اور مسلمان ہو کر اس کا نکاح مسمیٰ محمد عالم کے ساتھ کر دیا گیا لڑکی کے ہندو باپ نے کورٹ میں رجوع کیا کورٹ نے لڑکی کے بلوغ وقبول اسلام اور نکاح کے جائز قرار دینے کے باوجود لڑکی کو ہندو باپ کے قبضہ میں دے دیا اور مسمیٰ محمد عالم سے ملنے اور خط وکتابت کی بھی ممانعت کر دی۔

(۱) کورٹ کا یہ فعل مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمانوں کو ایسے ناجائز حکم کی پابندی کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) کیا ہائی کورٹ کے مجوزہ حکم کو دوسرے صوبہ جات میں مثال کے طور پر نہ پیش کر دیا جائے؟

(۴) اگر یہ معاملہ مداخلت فی الدین ہے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب۔ جواب مسئلہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ لڑکی بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہو گئی تو اس ہندو باپ سے کوئی تعلق نہیں رہا جب اس نے محمد عالم سے عقد کر لیا وہ اس کی بیوی ہو گئی۔ اس کے اسلام ونکاح کو مجوز نے صحیح مانتے ہوئے پھر اسے اس کے ہندو باپ کے سپرد کیا جس سے بوجہ تخالف مذہب کوئی تعلق نہ تھا

[1] پ ۵ سورۂ نساء آیت ۲۴

اور محمد عالم جس سے اتنا زبردست تعلق کہ اس کی منکوحہ ہے اس سے ملنے بلکہ خط کتابت کی بھی ممانعت کردی ضرور مداخلت فی الدین اور صریح زیادتی ہے جس پر احتجاج لازم۔ اپیل کیا جائے جائز طور پر انتہا درجہ کی سعی اس حکم کے خلاف کی جائے اس حکم پر ہرگز صبر نہ کیا جائے جو کچھ جائز کوشش اس کے رد کرانے کی ہوسکتی ہو کرنی لازم۔ سائل نے جس امر کا اندیشہ نمبر۳ میں بتایا ہے صحیح ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس لڑکی کے جو ابھی مسلمان ہوئی ہے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے اور اگر ایمان پر بفضلہ تعالیٰ قائم رہے تو جان جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ ایک مسلمان کو اس کے ایمان و جان کے دشمنوں کے حوالہ کردینے پر کوئی مسلمان کیونکر صبر کرسکتا ہے ہرگز ایسا کوئی قانون خیال میں نہیں آتا کہ ایک شخص کو اس کے ایمان و جان کے دشمن کے حوالہ کرتا ہو۔

مجوز نے محض اپنی رائے سے ایسا کیا ہوگا اس قانون کے تحت سمجھ کر کہ ۱۸ سال سے کم عمر میں نکاح نہ ہونا چاہئے اس قانون کا حاصل تو اتنا ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ ۱۸ سال کی عمر میں نکاح نہ کیا جائے اگر کوئی کرے گا تو قانوناً مجرم ہوگا یہ نہیں کہ وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوگا اس لئے مجوزہ نے اس نکاح کو صحیح مانا تو اس قانون کی بنا پر بھی عورت کو اس کے ہندو باپ کے سپرد کردینا اس کا کوئی موقع خیال میں نہیں آسکتا شوہر کے سپرد تو یوں نہ کی کہ عمر ۱۸ سال سے کم تھی اور ۱۸ سال سے کم عمر میں زن و شوہر میں یکجائی قانوناً ممنوع سمجھی ہوگی مگر ہندو باپ کے سپرد کردینا یہ اس قانون سے کیسے سمجھا؟ شوہر کو دینے پر اگر عورت کی صحت پر کوئی خطرہ تھا تو اس کا علاج تو یہ بھی ممکن تھا کہ شوہر کے اعزا ہے کسی معتمد مسلمان کے سپرد کی جاتی کہ جب تک اس کی عمر قانونی نکاح کی نہ ہو اس وقت تک شوہر سے تنہائی میں نہ ملے اس کے یہاں رخصت نہ کی جائے تو ہندو باپ کو دینے میں تو واقعی خطرہ اس کے جانے کا اور قوی اندیشہ استقامت علی الایمان اور جان جانے کا ہے جس کا کوئی بندوبست نہیں ہوسکتا۔ اس وہمی خطرہ کا لحاظ کرنا اور اس صحیح خطرہ قوی اندیشہ کو خطرہ میں نہ لانا مجوز کا جیسا انصاف ہے ہر اہل انصاف پر روشن ہے۔ ذی انصاف تو اسے ظلم بالائے ظلم کہہ سکتے ہیں۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ایک عورت کا خاوند تین سال کا عرصہ ہوا پاگل ہوگیا اور اب ایک سال سے لاپتہ ہے ہم لوگ خدا اور اس کے رسول کا درمیان میں دے کر صحیح تحریر کرتے ہیں اب وہ عورت جوان ہے اس کی گذر بسر ہونا مشکل ہے لہذا ایسے صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

نشان انگوٹھا چھوٹے شاہ موضع خیر پور　　　　نشان انگوٹھا محمد شاہ موضع سرسا

الجواب ۔ جب تک اس کے مرنے کی خبر معلوم نہ ہو ایسی کہ اس خبر پر عورت کا دل جمے اور اس کی عدت نہ گذارے اس وقت تک عورت دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی اگر کرے گی نہ ہوگا اشد گنہگار مستحق نار ہوگی وہ دوسرا جس سے نکاح کرے گی اگر اسے معلوم ہوگا کہ عورت ایسی ہے جس کے خاوند کا پتہ نہیں مفقود ہو گیا ہے یہ جانتے ہوئے نکاح کرے گا وہ بھی حرام کار ہوگا یہ نکاح نہ ہوگا زنا و سفاح ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم

کتابُ الرّضَاع

رضاعت کا بیان

مسئلہ ۔ از مظفر پور موضع بربنڈ ڈاک خانہ مہندوارہ مولوی حفیظ الرحمٰن بتاریخ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اب کچھ دنوں کے بعد ہندہ کی ماں آپس میں عورتوں میں گفتگو کر رہی تھی کہ میرا لڑکا جو انتقال کر گیا ہندہ سے بڑا تھا اس کے ساتھ میرا دودھ زید نے پیا ہے اس وقت زید وہاں پر موجود تھا اس وقت زید نے اس کا کچھ خیال نہ کیا کیونکہ رضاعت کے مسئلہ سے ناواقف تھا جب زید کو یہ مسئلہ معلوم ہوا تو زید نے خیال کیا کہ میری ساس یعنی (ہندہ کی ماں) کہہ رہی تھی کہ زید نے میرا دودھ پیا ہے اب زید کو یہ پتہ نہیں کہ جس وقت میں نے ہندہ کی ماں کا دودھ پیا اس وقت میری عمر کیا تھی اب زید اس بات کو ہندہ کی ماں سے موقع کے ساتھ دو چار روز میں مکمل طور پر تحقیق کرنا چاہتا ہے یک بیک پوچھنے شرم آتی ہے تو اس درمیان میں زید ہندہ سے جماع کر سکتا ہے یا نہیں ؟

۲ کتنی سال کی عمر میں زید کے ہندہ کی ماں کے دودھ پینے سے زید پر رضاعت کا مسئلہ ثابت ہوگا یا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اور اس کی صورت کیا ہے جواب مرحمت فرماویں ۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ ثبوت رضاعت کے لئے حجت مال درکار کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ایسے جن کی شہادت شرعاً مقبول ہو زمانہ رضاعت میں دودھ پینے کی شہادت دیں در مختار[1] میں ہے الرضاع حجتہ حجۃ المال وھی شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین ۔ شہادت مرضعہ مقبول نہیں رد المحتار[2] میں ہے لا تقبل شہادۃ المرضعۃ

[1] در مختار جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ مصر ۔ [2] رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۲۵ مطبوعہ مصر

عند ابی حنیفۃ واصحابہ۔ خانیہ میں ہے۔ رجل تزوج امرأۃ فشھدت امرأۃ انھا ارضعتھا لاتثبت الحرمۃ بقولھا وان کانت عدلۃ وان تنزہ کان افضل الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

۲ اگر بشہادت شرعیہ ثابت ہو کہ زید نے مادر ہندہ کا دودھ مدت رضاع کے اندر پیا جو امام اعظم و صاحبین کے نزدیک دو سال ہے جب تو بالاتفاق حرمت ثابت ہوگی اور اگر دو برس کی عمر پوری ہونے کے بعد ڈھائی برس پوری ہونے سے پہلے پینا ثابت ہو تو امام اعظم کے نزدیک حرمت ہوگی صاحبین کے نزدیک ثابت نہ ہوگی۔ فتوٰی دونوں جانب ہے اس صورت میں احتیاط یہی ہے کہ ایسی عورت کو چھوڑ دیا جائے اور اگر ڈھائی برس بعد پینا ثابت ہو تو بالاتفاق حرمت ثابت نہ ہوگی کہ مدت رضاعت کے بعد پینے سے حرمت نہیں ہوگی درمختار[۱] میں ہے (یثبت التحریم فی المدۃ) فقط ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے اما بعدھا فانہ لایوجب التحریم اور درمختار[۲] میں ہے ھو حولان ونصف عندہ وحولان (فقط عندھما وھو الاصح) فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون لکن فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوٰی اھ ردالمحتار[۳] میں ہے۔ انھما قولان افتی بکل منھما واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از سید حسین علی صاحب وکیل جاورہ ۱۸ ستمبر ۳۸ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔

سکینہ

احمد علی — فاطمہ بی

شافیہ بی — احمد بخش

سکینہ بعمر ۷۰ یا ۸۰ سال کے ایک پوتی شافیہ بی اور ایک نواسہ احمد بخش ہے سکینہ ۲۵ یا ۳۰ سال سے بیوہ ہے بالکل خشک ہے یعنی ہڈیوں کی مالا ہے یہ نواسے احمد بخش سے محبت رکھتی ہے اس کو محبت سے جب کہ وہ روتا ہے پستان منہ میں دیتی ہے اس میں دودھ اتفاق سے آجاتا ہے اور وہ پی لیتا ہے اس حالت میں احمد بخش کا نکاح شافیہ بی بی سے ہو سکتا ہے یا نہیں یہ دونوں ماموں پھوپھی کی حیثیت سے بھائی بہن ہیں یعنی ماموں زاد شافیہ بی اور پھوپھی زاد احمد بخش ہوئے کیا یہ نکاح جائز ہوگا۔

الجواب۔ اگر احمد بخش کے جوف میں اس کی نانی کا دودھ پینے سے ایک بار بھی پہونچ گیا ہو تو حرمت رضاعت کے لئے کافی ہے۔ احمد بخش احمد علی کی لڑکی شافیہ کا چچا ہوا۔ وہ اس کی بھتیجی۔ چچا بھتیجی کا نکاح حرام۔

[۱] درمختار جلد ۳ صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ مصر [۲] عالمگیریہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ بیروت [۳] درمختار۔ ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر [۴] جلد اول صفحہ ۳۲۱ بیروت

مرضعہ اگرچہ بیوہ ہے اور آئسہ بھی یہی، عالمگیریہ[۱] میں ہے۔ یتعلق التحریم بہ اذا حصل من بنت تسع سنین فصاعدا کذا فی الجوھرۃ النیرۃ اسی میں[۱] ہے۔ اذا نزل للخنثی لبن ان علم انہ امرأۃ تعلق بہ التحریم[۱] ۹ برس کامل کی (یا اس سے) زائد عمر کی عورت کے دودھ پینے سے تحریم ثابت ہوتی ہے باکرہ ہو یا ثیبہ شادی شدہ شوہر والی ہو یا بیوہ۔ ذات حیض ہو یا آئسہ انثا ہو یا مرد در مختار[۲] میں ہے۔ الرضاع مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ۔ ردالمحتار[۲] میں ہے قولہ او آیسۃ ذکرہ فی النہر اخذا من اطلاقہم قال وھو حادثۃ الفتوی۔ جب احمد بخش اپنی نانی کا دودھ پیتا ہے تو شافیہ اس کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کا عم رضاعی ہے۔ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتابُ الطّلاق

طلاق کا بیان

مسئلہ۔ از شہر بریلی محلہ قرولان ۲۹ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ

زید نے اِن الفاظ کو ادا کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو جو بدھا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح میں تھی میں اس کو طلاق دیتا ہوں مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ نکاح کرے یا رنڈی پیشہ کرے میرے نزدیک یہ رنڈی ہے۔

الجواب۔ عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو طلاقیں بائن ہو گئیں کہ اس کو طلاق دیتا ہوں طلاق صریح رجعی ہے اور مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے لفظ کنایات طلاق سے اور بوجہ تقدم طلاق صریح محتاج تحقیق نیت نہیں تو اس بائن نے اس رجعی سے مل کر اسے بھی بائن کر دیا کہ اس سے خیار رجعت نہ رہا عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اگر زید ہی سے نکاح پر راضی ہو تو اس سے بھی کر سکتی ہے کہ اس صورت میں زید صرف ایک طلاق کا مالک رہ گیا اب کبھی اگر ایک طلاق بھی اسے دے گا تو عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو بوجہ طلاق مغلظہ حرام ہو جائے گی کہ بے حلالہ کبھی حلال نہ ہو سکے گی یہ تیسری ان دو سے مل کر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۳۴۳ مطبوعہ بیروت۔ [۲] درمختار۔ ردالمحتار جلد ۲ ص ۴۰۹ مطبوعہ مصر

مسئلہ۔ از رنگون دوکان سیٹھ عمر صالح محمد نمبر ۱۹۰ ایڈورڈ اسٹریٹ مرسلہ شیخ محمد جواد صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ
شیخ محمد حنیف کی لڑکی کی شادی شیخ محمد جواد کے ساتھ ہوئی جس وقت یہ شادی ہوئی تھی اس وقت محمد حنیف سنی مسلمان تھا اب مذہب وہابیہ دیوبندیہ اختیار کرلیا ہے اور محمد جواد سنی ہے۔ محمد حنیف نے محمد جواد کو بہت کچھ سمجھایا کہ مذہب دیوبندیت وہابیت پر آجاؤ مگر محمد جواد نے صاف انکار کردیا کہ ہم اپنا مذہب اہلسنت نہیں چھوڑیں گے تب محمد حنیف نے اپنی لڑکی کو محمد جواد کے نکاح سے چھڑانے کے لئے اپنی لڑکی کو مشورہ دیا کہ تو کافرہ مرتدہ ہوجا۔ لڑکی نے اپنے والد کے کہنے سے کلمہ کفر بکا۔ اب محمد حنیف کہتا ہے کہ ہماری بیٹی کافرہ مرتدہ ہوگئی اور محمد جواد کے نکاح سے خارج ہوگئی۔ لہذا میں محمد جواد کے یہاں نہیں رخصت کروں گا۔ اور محمد حنیف اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے سے کرنے کو کہتا ہے۔ اب آپ حضرات ارشاد فرمائیں کہ اس صورت میں محمد حنیف کی لڑکی شیخ محمد جواد کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں۔ اگر نہیں تو محمد جواد زبردستی اپنی عورت کو محمد حنیف کے یہاں سے لاسکتا ہے یا نہیں۔ اور محمد حنیف نے ایک مسلمان کو کافرہ مرتدہ ہونے کا مشورہ دیا تو محمد حنیف مسلمان رہا یا کافر اور محمد حنیف کی عورت محمد حنیف کے نکاح میں رہی یا خارج اگر خارج تو محمد حنیف تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کرے تو مسلمان محمد حنیف کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں۔

الجواب۔ عورت کی ردت سے نزد مشائخ بلخ و سمرقند فرقت واقع ہی نہیں ہوتی وہ حسما لباب المعصیة وسد الباب الفتنة یہی فتوٰی دیتے ہیں نیز امام صفار و امام دبوسی رحمہما اللہ تعالٰی نے اسی کو اختیار فرمایا اسی پر فتوٰی دیا وانا اقول وباللہ التوفیق۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ بیدہ عقدة النکاح[1] نکاح کی گرہ مرد ہی کے ہاتھ ہے تو یہ ارشاد الٰہی بھی بظاہر اسی کو مقتضی کہ ردتِ عورت سے فرقت نہ واقع ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ عامہ مشائخ نے ظاہر الروایۃ میں فتوٰی دیا کہ ردت احد الزوجین سے فسخ فی الحال ہوجائے گا۔ اور سد باب فتنہ کے لئے فرمایا کہ عورت بعد تجدید اسلام اسی شوہر سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی اس کا نکاح اسی سے جبرًا کردیا جائے گا اور کم سے کم مقدار مہر پر۔ راضی ہو یا انکار کرتی رہے۔ اس کا انکار مسموع نہ ہوگا اسے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ امام فقیہ النفس امام قاضی خاں نے برائے فتوٰی اسی کو اختیار فرمایا۔ بہرحال اس نام کے حنیف نے اپنی لڑکی کو مرتدہ کرکے اور اس بدنصیب عورت نے مرتدہ ہوکر سخت سے سخت عذاب الٰہی کے استحقاق اور غضب جبار و قہر قہار اپنے سر اوڑھنے کے سوا اور کچھ نہ کمایا۔ کہ یا تو فرقت واقع ہی نہ ہوئی اگر امام صفار و امام دبوسی و مشائخ بلخ و سمرقند کا قول اختیار کیا جائے۔ یا ہوئی

[1] سورۂ بقرہ ...

نہ ہوئی ایک سی فسخ ہو کر بھی کال نہ کٹا کہ جو فسخ مانتے ہیں وہ بھی اسے شوہر اول ہی سے نکاح پر مجبور فرماتے ہیں۔ اور کسی اور سے اس کا نکاح اس حال میں حلال نہیں فرماتے۔ اسے قیدی رکھتے ہیں آزادی کہاں دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین میں فساد کبیر وعریض رونما ہوتا واللہ لایحب الفساد۔ انہ لایحب المفسدین۔ واللہ لایھدی کید الخائنین۔

شرع حکیم نے عورتوں کو یہ راہ نہ دی ورنہ روز آنہ جانے کتنی عورتیں اپنے شوہروں سے ناراض ہو ہو کر ان کی قید نکاح سے نکلنے کو کفر کیا کرتیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مجمع الانہر[1] میں ہے بعض مشائخ بلخ وسمرقند کانوا یفتون بعد موقوع الفرقۃ حسما لباب المعصیۃ وعامتھم یقولون یقع الفسخ ولکن یجبر علی النکاح لزوجھا الاول بعد الاسلام وھو ظاھر الروایۃ وھو الصحیح لان المقصود یحصل بذلک ومشائخ بخاری کانوا علی ھذا وفی الجوھرۃ وتجبر علی الاسلام وتعزر بضرب خمسۃ وسبعین سوطا ولیس لھا ان تتزوج الا بزوجھا الاول ولکل قاض ان یجدد بینھما بمھر یسیر ولو دینارا رضیت او ابت کما فی المنیۃ۔ رد المحتار[2] میں فتح القدیر سے ہے۔ قد افتی الدبوسی والصفار وبعض اھل سمرقند بعد موقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیھا وغیرھم مشوا علی الظاھر ولکن حکموا بجبرھا علی تجدید النکاح مع الزوج ویضرب خمسۃ وسبعین سوطا واختارہ قاضی خان للفتوٰی اھ۔

جن کے نزدیک تفریق واقع ہی نہ ہوئی۔ ان کے نزدیک تو محمد جواد کو اسے جبراً لانے کا اختیار ہونا ظاہر ہے۔ اور جو فسخ مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی عورت جبراً محمد جواد ہی کی جانب رد کی جائے گی۔ وہ نام کا حنیف اسے روکنے کا حق کسی کے نزدیک نہیں رکھتا۔ وہ اگر دیوبندیوں کے ان اقوال بد تر از بوال پر مطلع ہے جن کے سبب علماء حرمین شریفین نے انھیں ایسا کافر فرمایا کہ جو ان کے ان کلمات لعینہ پر مطلع ہو کر ان کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ٹھہرے گا۔ اور پھر انھیں اپنا پیر و پیشوا دین کے علماء مانتا یا صرف مسلمان ہی جانتا ہے تو وہ پہلے ہی سے کافر ہے اس سے لڑکی کو مرتدہ کرنے کی کیا شکایت۔ اور اگر ایسا نہیں تو اب اس سبب سے کافر ہو گیا اس کی عورت اگر پہلے نکاح سے خارج نہ بھی تو اب یوں خارج ہو گئی اس نام کے حنیف کو اس پر کوئی دسترس نہ رہی وہ بعد عدت جس سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے مجمع الانہر[3] وفتاوٰی بزازیہ وغیرہما میں ہے۔ من علمھا کلمۃ لتبین من زوجھا فھو کافر۔ بعد توبہ وتجدید ایمان شوہر۔ عورت اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کی جا سکتی۔ مجمع الانہر[4] میں ہے۔ ان ارتد الزوج لاتجبر علی

[1] مجمع الانہر جلد اص ۳ مطبوعہ بیروت۔ [2] رد المحتار جلد ۲ ص ۲۵۳ مطبوعہ مصر [3] مجمع الانہر جلد ا ص ۶۹۹ مطبوعہ بیروت [4] مجمع الانہر جلد ا ص ۲ ۷ مطبوعہ بیروت

النکاح بعد اسلامہ۔ اگروہ نام کا حنیف توبہ نہ کرے تو اس کے ساتھ میل جول حرام ہے جب تک تائب نہ ہو اس سے ربط ضبط سلام کلام میل جول قطعاً موقوف کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ہوڑہ کافورگلی ۲۲ مسجد انجمن تبلیغ الاسلام مرسلہ مولوی محمد علی آنولوی سلمہ و حافظ عبدالمجید صاحب ۲۸ محرم ۱۳۵۱ھ

مسماۃ سارہ بنت حلیمن کا نکاح بحالت نابالغی ہوا نکاح کے بعد شوہر مجنون ہو گیا جسے عرصہ آٹھ سال کا ہوا اس کی حالت جب سے اب تک ویسی ہی ہے کچھ فرق نہیں ہوتا ہے جگہ جگہ مارا مارا پھرتا ہے نہ اس کا کوئی وارث ہے نہ لڑکی کا کوئی وارث بجز نادر ضعیفہ کے لڑکی کے خورد ونوش کا کوئی انتظام نہیں ہے لڑکی کی عمر ۱۸ سال ہے بہت ممکن ہے کہ اس کا قدم جادۂ استقامت سے پھسل جائے تو ایسی صورت میں شرعاً رہائی کی جو صورت ہو تحریر فرمائی جائے اور جہاں حاکم وقت مسلمان نہ ہو تو کس طرح یہ مقدمہ فیصل ہوگا سخت پریشانی ہے۔

الجواب۔ سیدنا الامام الاعظم والہمام الافخم اور حضرت سیدنا الامام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک جنون (اگرچہ مطبق ہو اس) کے سبب عورت کو حق فرقت حاصل نہیں ہوتا امام کا مذہب امام مذاہب ہے اس سے سوائے ان صور کے جن کا علماء نے استثنا فرمایا عدول جائز نہیں۔ نیز اور وجوہ کثیرہ سے اسی کو ترجیح حاصل۔ متون مذہب کلہا یہی مختار ہے اکثر علماء معتمدین کا اسی پر اتفاق ہے کثیر فتاوٰی کا اسی پر اطباق ہے شروح اسی کی دلیل کی ترجیح پر ہیں۔ امام اجل قاضی خاں وغیرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے اسی کو مقدم فرمایا تو ان کے نزدیک یہی معتمد وراجح ومؤید ہے امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں۔ حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما وان وجدت المرأۃ بزوجہا جنونا او جذاما او برصا فلیس لہا حق الفرقۃ۔[1] تنویر الابصار ودر مختار میں (لا یتخیر احد الزوجین (بعیب الاٰخر) ولو فاحشا کجنون۔[2] امام فخر الدین زیلعی پھر امام کمال الدین ابن الہمام محقق علی الاطلاق نے اس مذہب مہذب کی تائید و ترصیف اور دوسرے مذہب کی وہ تضعیف فرمائی جس کے بعد گنجائش کلام ہی نہ رکھی وان شئت الاطلاع علیہ فلتشرف بمطالعۃ التبیین وفتح القدیر بے ضرورت ملجئہ مقبولہ شرع اس مذہب امام سے عدول ناجائز و ناروا ہاں اگر واقعی ضرورت ہو ضرورت کا ادعا مکر و خداع اور نفس کے اتباع سے نہ ہو حاجت واقعیہ متحقق ہو تو جب کہ عند الضرورۃ تقلید امام مذہب آخر بشروط جائز تو یہاں تو اپنے مذہب کے ایک امام امام محمد کا بھی مذہب وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ امام مالک و امام شافعی و امام احمد کا ہے اس صورت میں امام محمد کے قول پر عمل کی اجازت ہو سکتی ہے۔

[1] خانیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ا ص ۴۱۳ مطبوعہ بیروت۔ [2] تنویر الابصار و در مختار جلد ۳ ص ۱۰۵ مصر

امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے یہاں دعویٰ کرے وہ بعد ثبوت جنون جس دن سے عورت نے دعویٰ کیا اس دن سے ایک سال کی مہلت دے اس بیچ میں اگر جنون جاتا رہا شوہر سلیم الحواس ہوگیا تو ہوگیا ورنہ ایک سال کامل گذر لینے پر عورت پھر رجوع کرے اس وقت حاکم عورت کو اختیار دے کہ چاہے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو عورت اسی مجلس میں فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے اگر مجلس بدلنے سے پہلے ہی اپنے نفس کو اختیار کرے تو حاکم تفریق کردے روز تفریق سے عورت عدت کرے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر حاکم شرع کو ثابت ہو کہ جنون مطبق ہے تو ایک سال کی مہلت نہ دے گا فی الفور عورت کو اختیار دے گا عورت فوراً بے تبدیل مجلس اپنے نفس کو اختیار کرے گی تو تفریق کردے گا بعد تفریق روز تفریق سے عورت عدت کرے گی کافی میں ہے۔ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فھو کالجب وبہ نأخذ کذا فی الحاوی القدسی۔ جہاں مسلمان حکام نہیں وہاں حاکم شرع اعلم وافقہ علمائے اہل بلد ہے کما فی الحدیقۃ الندیۃ وہ اگر حسب بیان بالا تفریق کردے گا تفریق ہوجائے گی ھذا اکثرہ ماخوذ من العطایا النبویہ یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ نابالغہ کا نکاح اس سے نافذ و لازم ہوچکا ہو کہ باپ نے خود یہ نکاح کیا ہو یا اس نے نکاح کردینے کی جسے اجازت دی ہو اس نے کیا ہو شوہر لڑکی کا کفو ہو مہر میں کمی فاحش نہ ہوئی ہو یا مہر میں باپ نے کمی فاحش کے ساتھ کیا یا لڑکا کفو نہیں تو ان دونوں صورتوں میں باپ معروف بسوء اختیار نہ ہو اور شوہر کا غیر کفو ہونا اسے پہلے سے معلوم ہو اسے غیر کفو جانتے ہوئے اس نے اجازت دی ہو یوں ہی اگر باپ نہ تھا دادا تھا دادا نے یہ نکاح کیا یوں ہی اگر کسی اور نے کیا اور شوہر کفو ہے اور مہر میں کمی فاحش نہ ہوئی اور باپ یا اس کے نہ ہوتے دادا نے اس نکاح کی خبر سن کر اسے جائز کردیا ہو یا باپ دادا کے علاوہ بھائی وہ نہ تھا تو چچا وہ نہ تھا تو دادا، پردادا کی اولاد سے کسی ولی اقرب نے کیا یوں ہی اگر دادا پردادا کی اولاد میں کوئی نہ تھا تو ماں نے یہ نکاح کیا بشرطیکہ ان لوگوں میں سے جس نے کیا کفو سے بے کمی مہر کیا یا غیر ولی نے ایسا نکاح کیا اور جو ولی تھا اس نے جائز کردیا تو نکاح ہوگیا۔

باپ یا دادا یا ان کے وکیل نے جو نکاح کیا کفو سے بے کمی مہر یا غیر کفو سے اور کھلی کمی مہر کے ساتھ کیا مگر باپ یا دادا معروف بسوء اختیار نہیں یا غیر نے کیا اور اسے باپ دادا نے جائز کردیا تو یہ نکاح جائز و نافذ و لازم ہوگیا اس صورت میں عورت کو کسی وقت خیار نہیں۔ یوں ہی اگر باپ دادا کے نہ ہوتے ولیًا

نے کسی اقرب نے کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار نہ کیا جس مجلس میں بالغہ ہوئی اسی مجلس میں یا اگر اسے خبر نکاح نہ تھی بعد بلوغ جس جلسہ میں اسے خبر ملی اسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار نہ کیا تو بھی نکاح لازم ہو گیا اب عورت کو کوئی اختیار نہیں۔ یوں ہی اس صورت میں جب کہ غیر ولی نے کیا تھا اور ولی نے اسے جائز کر دیا تھا۔ ہاں اگر ایسے باپ دادا نے یہ نکاح کیا جو معروف بسوء اختیار تھے اور یہ شوہر عورت کا کفو نہیں یا یہ کفو ہے مگر مہر میں کمی فاحش کی یا وہ معروف بسوء اختیار نہ تھے اور شوہر غیر کفو ہے انھیں دھوکہ دیا اپنا کفو ہونا ظاہر کیا اس بنا پر انھوں نے اس سے اس لڑکی کا نکاح کیا یا غیر ولی نے کیا اور ولی نے اجازت نہ دی نہ قولاً نہ فعلاً تو عورت کی نابالغی تک وہ ولی کی اجازت پر موقوف تھا بعد بلوغ خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہو گیا ان صورتوں میں بر بنائے جنون شوہر تفریق چاہنا بے معنی ہے کہ بعض پہلی صورتوں میں نکاح ہوا ہی نہیں اور بعض پچھلی صور میں وہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا رد کر دے گی باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی زوجۂ اول مر گئی اور ایک لڑکا چھوڑ گئی جو کہ اب بالغ ہے زید نے یکے بعد دیگرے دو عورتوں سے نکاح اور کئے زید کی موجودہ عورتوں میں سے ایک نے زید کی زید کی زوجۂ اول کے لڑکے اور موجودہ عورتوں میں سے دوسرے پر زنا کا الزام لگایا لڑکا اور اس کی سوتیلی ماؤں میں برابر دشمنی چلی آرہی ہے زید اپنی بیوی پر اس قدر فریفتہ ہے کہ وہ اس کو خوش کرنے کے لئے حق ناحق کرتا ہے لہذا بیوی کی منشا سے زید نے لڑکے کے الزام کو صحیح جانا اور اس سے بالکل قطع تعلق کر لیا پھر چالیس یوم کے (بعد) لڑکے کو اس کے اخراجات دینا شروع کر دیا دونوں عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے نے زنا کیا یہ بالکل غلط ہے محض یہ عداوت ہے لہذا متذکرہ بالا شخص کی بابت کیا حکم ہے صاف تحریر فرمادیں۔

الجواب۔ زید نے الزام کی جب تصدیق کر لی تو وہ عورت زید پر حرام ابدی ہو گئی جس کے ساتھ اپنے لڑکے پر الزام زنا صحیح جانا زید کو اس عورت سے جدا ہونا فرض ہے اب ہزار کہا کرے کہ میں نے یوں ہیں کہہ دیا تھا حلف سے کہے کہ یہ بات غلط ہے ہرگز ایسا نہ ہوا کچھ مسموع نہیں وہ عورت جس نے الزام زنا کا رکھا اور زید اور اس کی وہ دوسری بیوی جواب تک بعد اس تصدیق الزام کے زید کے پاس ہے سب گنہگار ہیں توبہ کریں اور اگر فی الواقع زید کے بیٹے نے سوتیلی ماں سے کالا منھ کیا تو اس کا اور اس کی سوتیلی ماں کا جس نے سوتیلے بیٹے سے کالا منھ کیا (کیا) پوچھنا؟ ظاہر ہے بہت سخت حرام کے دونوں مرتکب ہوئے دونوں

پر تو بہ فرض ہے الزام زنا کے ثبوت کے لئے اقرار یا چار عادل ثقہ ایسے مردوں کی شہادت درکار جنھوں نے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا ہو اور وہ بالاتفاق ایسا بیان کریں کہ اس کے سوا ثبوت زنا نہیں ہو سکتا محیط و ہندیہ و بحر الرائق جامع الرموز و مجموعۂ انقروی و در مختار[1] وغیرہ میں ہے۔ واللفظ لہ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتها تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ کذب ولو هازلا۔ خلاصہ وغیرہ میں فرمایا والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاهرۃ۔ در مختار[2] میں ہے۔ تزوج بکرا فوجدها ثیبا وقالت ابوك فضی ان صدقها بانت بلا مهر والا لا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی دو بی بی ہیں اس سے قبل ایک بی بی تھی جس سے ایک لڑکا بالغ موجود ہے اس نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو زید کی بی بی جس سے زنا کی نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں اگر نکاح سے خارج ہوگئی تو پھر نکاح میں لانے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ بیٹے نے جس سے زنا کیا وہ بی بی زید پر حرام ابدی ہوگئی کہ کسی طرح اس پر کبھی حلال نہ ہوگی نکاح سے خارج ہونا اور بات ہے اور حرام ہو جانا اور بات۔ حرام نکاح سے خارج ہو کے بھی ہو جاتی ہے اور کبھی نکاح میں رہتے ہوئے بھی۔ زید پر فرض ہے کہ جب بیٹے کا زید کی اپنی بیوی سے زنا ثابت ہو یا بے ثبوت صحیح شرعی زید نے یہ سن کر تصدیق کردی ہو تو اس عورت سے متارکہ کرے۔ قال تعالیٰ[3] فامساك بمعروف او تسریح باحسان ○ اس صورت میں جب امساک بالمعروف محال ہے تو تسریح باحسان ہی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کی زوجۂ اول ایک لڑکا چھوڑ کر مر گئی جو کہ اب بالغ ہے زید نے یکے بعد دیگرے دو عورتوں سے س، و، د سے نکاح اور کئے س نے زید کے لڑکے د کے ساتھ زنا کا الزام لگایا زید نے س کی زبانی سن کر اس الزام کو صحیح مانا اور لڑکے سے بیزار ہو کر اس کو س کے کہنے سے گھر سے نکال دیا س پندرہ دن پہلے سے زید کے چھوٹے بھائیوں کو اس الزام میں اپنا شریک اور موافق بنانے کی کوشش کر رہی تھی چونکہ زید کے بھائیوں کو س نے روپیہ پیسہ اور کھانے پینے میں بہت مدد ملتی ہے اس لئے اس نے س کے لفظوں کا زید کو یقین دلانے کی کوشش کی زید نے د سے پوچھا کہ آیا لڑکے نے زنا کیا یا نہیں د منکر ہوئی زید نے زد و کوب کیا تو د مقر ہوئی دوسرے دن زید نے د کو پھر زد و کوب کیا تو وہ منکر ہوئی یعنی د نے مار کے ڈر سے جیسی زید کی منشا دیکھی ویسا ہی کہہ دیا س مطلق نہیں چاہتی ہے کہ لڑکا گھر میں رہے

[1] در مختار جلد ۲ صـ ۳۸ مطبوعہ مصر [2] در مختار جلد ۲ صـ ۳۲ [3] سورۂ بقرہ آیت ۲۲۹

زید کو ستی کی خوشی درکار ہے شرعاً ممنوع ہی کیوں نہ ہو زید اس واقعہ سے ستی کے بہکانے میں آکر کہتا ہے کہ اب لڑکا بالغ ہے مجھ پر اس کا کچھ حق نہیں ہے میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا ہوں میں نے تو اس کو سن بلوغ تک پہونچا بھی دیا دوسرے باپ تو دوسرا نکاح کرتے ہی پہلی بیوی کی اولاد کے ایک منٹ کے بھی روادار نہیں ہوتے اس واقعہ سے پیشتر لڑکے مذکورہ کو سوتیلی ماؤں نے زید سے کہہ کر اور جھوٹے الزام لگا کر کئی مرتبہ لڑکے کو گھر سے نکلوا دیا تھا گو کہ لڑکا بالکل بے خطا تھا لہذا صاف صاف تحریر فرمادیجئے متذکرہ بالا اشخاص میں سے ہر ایک کے لئے حکم شرع شریف کیا ہے زید کی دو بیویاں ہیں اور زید جانتا ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا میرا فرض ہے لیکن نہیں کرتا زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب۔ زید بے قید سخت گنہگار ہے ظالم ستم گار خطا کار ہے حق اللہ وحق العباد دونوں میں گرفتار ہے اس پر توبہ لازم ہے بالغ لڑکے کے نفقہ کا شرعاً وہ ذمہ دار نہیں مگر اس بیہودہ الزام کے سبب ظلم وستم کا ٹھیکیدار ہے اسے اس پر ظلم وستم سزاوار ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم جب اس نے اس ناپاک الزام کی تصدیق کردی اسے صحیح مان لیا تو دا اس پر حرام ابدی ہوگئی اس پر فرض ہے کہ اس سے متارکہ کرے د پر فرض ہے وہ زید سے ایسا بھاگے جیسا شیر سے زید نے د پر ظلم کیا کہ اسے اس بے ہودہ ناپاک الزام پر جو اس کی سوت کا تراشا ہوا تھا سن کر مار پیٹا وہ بھی اتنا کہ بے چاری مجبور ہو کر اقرار کر بیٹھی پھر اس پر بھی صبر نہ کیا دوسرے روز پھر زد وکوب کیا زید جو ستی کا ایسا حکم بردار ہے کہ اس کے حکم کے آگے اسے روا ناروا کچھ نہیں سوجھتا شریعت کا نافرمان فاسق فاجر جورو کا فرماں بردار ہے جلد سے جلد توبہ کرے وہ مبتلائے قہر قہار مستوجب غضب جبار ہے والعیاذ باللہ العزیز الغفار زید جس پر عدل فرض ہے جب وہ دونوں بیوی میں عدل کا تارک رہا تارک فرض ہے جفا پیشہ ستم شعار ہے ستی جس نے وہ ناپاک بہتان اٹھایا مستحق نار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ

ہندہ وزید کا باہم بحالت نابالغی نکاح کیا گیا بعد بلوغ زید کامل نامرد ثابت ہوا اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد زید پاگل بھی ہوگیا اب بھی مجنون ہی ہے ہوش وحواس بالکل درست نہیں ہے اور ہندہ جوان ہے وہ بغیر شوہر کے نہیں رہ سکتی بنابریں اس کی زید سے گلوخلاصی کی کیا سبیل ہے تو ایسی صورت میں ہندہ کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب۔ ہمارے اور ہمارے مذہب بلکہ چاروں مذاہب کے ائمہ کے امام عالی مقام امام اعظم ہم

حضرت سیدنا امام ابویوسف کے مذہب مہذب پر تو جنون مطلقاً کہ حادث غیر ممتد ہو جسے عرصہ دراز نہ ہوا ہو یا مطبق ہو کہ جس پر ایک زمانِ طویل گذر لیا ہو کسی حال بسبب حصول خیار فسخ نہیں ہو سکتا اس مذہب امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ پر تو ہرگز بوجہ جنون شوہر عورت کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں سوا صبر۔ زنہار اس کے لئے کوئی چارۂ کار نہیں یہی مذہب مہذب ہر طرح مرجح ہے یہی قول مرضی و مختار معتمد و مؤید و مقدم واصح ہے کہ اکثر ائمہ کا اسی پر اتفاق ہے۔ اکثر فتاوی کا اسی پر اطباق ہے تمام متون مذہب نے جن کی بنا کار ہی بیان مذہب ہے اسی کو اختیار فرمایا شراح معتمدین نے شروح معتمدہ میں اسی کی دلیل کو مرجح ٹھہرایا اکثر کتابوں میں اسی پر جزم کیا اسی کو ذکر کیا قول آخر ذکر نہ فرمایا۔ خانیہ میں امام فقیہ النفس نے اس کو مقدم کرکے راجح و معتمد بتایا۔ اور اس کے ارجح واصح ہونے کو یہی کافی کہ وہ قول امام الائمہ بعد الصحابۃ الکرام ہے کہ فتوی مطلقاً علی قول الامام ہے۔ الا لضرورۃ ضعف دلیلہ او تعامل بخلافہ کما نصوا علیہ الائمۃ الفخام والعلماء الاعلام وقد اوضحہ بما لا مزید علیہ حضرۃ شیخ المسلمین والاسلام مجدد المائۃ الحاضرۃ مؤید الملۃ الطاہرۃ حجۃ اللہ علی اعدائہ اللئام معجزۃ باہرۃ لسید الانام علیہ الصلٰوۃ والسلام مولٰنا الوالد العلام ادخلہ اللہ دار السلام فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ۔

مشتے نمونہ از خروارے چند کتابوں سے بعض عبارات کا احضار کریں فتاوٰی[۱] امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں نیز خزانۃ المفتین میں فرمایا حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت فی النکاح فلا ترد المرأۃ بعیب ما الٰی ان قال وجدت المرأۃ بزوجہا جنونا او جذاما او برصا .... لیس لہا حق الفرقۃ اھ کالی بحر عالمگیری[۲] میں ہے۔ اذا کان بالزوجۃ عیب فلا خیار للزوج واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لہا۔ درمختار[۳] میں ہے لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون۔ ہاں ہمارے مذہب کے امام ثالث سیدنا امام محمد جنون کے سبب عورت کو خیار فرقت دیتے ہیں جنون مطبق میں مثل جب فی الحال اور نو پیدا میں روز مرافعہ سے بعد ایک سال عنہ کی مثال عورت خود فسخ نہیں کر سکتی حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرے گی وہ بعد تحقیق کامل و تنقیح تام مرد کو ایک سال کامل کی مہلت دے گا اس بیچ میں اگر صحیح ہو گیا جب تو جھگڑا ہی چکا نزاع ہی ختم ہوا جڑ کٹ گئی نخل آرزو کے سبب خیار فسخ و تفریق ہی نہ رہا اب تفریق چاہنا محض بے معنی اور زبردستی چاہی بھی جائے تو تفریق کرنا کب روا، اور اگر صحیح نہ ہو گا تو عورت اگر پھر دعوٰی کرے گی قاضی شرع اسے اختیار دے گا کہ اپنے نفس کو اختیار کر لے یا شوہر کو اگر عورت اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کر لے گی تو حاکم شرع، قاضی تفریق کر دے گا یہ تفریق

[۱] خانیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۴۱۲ مطبوعہ بیروت [۲] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۲۶ بیروت [۳] درمختار جلد ۲ ص ۵۰۱ مصر

طلاق بائن شمار ہوگی عورت پر عدت لازم ہوگی بعد مرور عدت جس سے چاہے نکاح کر سکے گی۔

فتاوٰی ہندیہ[1] میں ہے۔ قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فهو کالجب۔ خانیہ پھر عالمگیریہ[2] میں دربارۂ مجبوب ہے لو وجدت المرأة زوجها مجبوبا خیرها القاضی للحال ولا یؤجل۔ حاشیہ عالمگیریہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ قوله حادثا ای لم یمتد ولم یمر علیه زمان طویل لیقابل المطبق اما الحدوث بعد النکاح فشرط مطلقا عند محمد قوله مطبقا ممتدا ملازما کما فی سجود التلاوة من رد المحتار عن الفتح وذکر ان الممتد فی الصلاة ما استغرق ست صلوات وفی الصوم الشهر کله لیله ونهاره وفی الزکاة الحول قلت والظاهر ان المطبق ههنا لا یکون ما لم یستکمل حولا تاما والله تعالیٰ اعلم۔ عالمگیری میں ہے۔ ان[3] جاءت المرأة الی القاضی بعد مضی الاجل والزوج لم یصل الیها خیرها القاضی فی الفرقة کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ ان اختارت الفرقة۔ فرق بینهما هکذا ذکر محمد رحمه الله تعالیٰ فی الاصل کذا فی التبیین والفرقة تطلیقة بائنة کذا فی الکافی ولها المهر کاملا وعلیها العدة بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بها ام باختصار اسی[1] میں ہے۔ فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارها کذا فی المحیط۔

دربارۂ عنین یہ حکم ہے کہ عورت حاکم کے حضور دعوٰی رجوع کرے حاکم شوہر سے دریافت فرمائے اگر وہ اقرار کرے ایک سال کامل کی مہلت بغرض علاج دے اور اگر انکار کرے تو عورت کا معائنہ کسی ثقہ پرہیزگار عورت سے کرائے جب وہ بی بی شہادت دے کہ ہنوز عورت باکرہ ہے تو سال بھر کی مہلت دے مہلت اگر اثنائے ماہ میں دی جائے گی تو سال بھر کا شمار دنوں سے کیا جائے گا یعنی پورے تین سو ساٹھ روز لئے جائیں گے اور اگر ختم ماہ قمری پر مہلت دی جائے گی تو بارہ ماہ کا تیرہ ماہ سے حساب ہوگا مثلاً جمادی الآخرہ ۱۳۵۱ھ کی چاند رات کے دن مہلت یک سال دی گئی تو رجب ۱۳۵۲ھ کی چاندرات کو مہلت ختم ہوگی اس بیچ میں جتنے دن عورت خود شوہر سے علیحدہ کہیں رہے گی یا جتنے دن وہ یا شوہر کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوئیں گے کہ جس میں صحبت نہ ہو سکے وہ دن شمار میں نہ آویں گے اتنے دن رجب ۱۳۵۲ھ کی چاندرات پر اور اضافہ ہوں گے۔ مثلاً پندرہ روز عورت خود مکان شوہر میں نہ رہی یا وہ شوہر پندرہ دن ایسے مرض میں مبتلا ہوا جس میں صحبت نہ ہو سکتی تھی تو پندرہ رجب کو جا کر ایک سال کامل ہوگا رمضان اور عورت کے ایام حیض اس حساب سے مجرٰی نہ ہوں گے یوں ہی

[1] عالمگیریہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۶ بیروت [2] عالمگیریہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۵ بیروت [3] عالمگیریہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۳ مطبوعہ بیروت

شوہر کے ایام غیبت۔ جب سال کامل گذر جائے اور شوہر صحیح نہ ہو عورت پر قادر نہ ہو تو عورت پھر دعویٰ کرے حاکم پھر شوہر سے پوچھے مقر ہو تو اسے طلاق کا حکم دے۔ دیدے فبہا ورنہ تفریق فرمادے اور اگر منکر ہو تو پھر کسی پاک پرہیزگار ثقہ بی بی سے معائنہ کرائے وہ شہادت بکارت دے تو تفریق کردے مگر تفریق سے پہلے عورت سے پوچھے کہ تو شوہر کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو وہ اگر بے مجلس بدلے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے تو تفریق کردے خلوت درمیان زن و شوہر ہو چکی تو عدت لازم ہوگی اور مہر کامل دینا ہوگا ورنہ عورت پر عدت نہیں اور مہر ذمے شوہر نصف ہوگا وھٰذا المذکور کلہ مشہور وفی کتب القوم مسطور ومزبور۔ جب یہ سب معلوم ہو چکا۔

اب صورت مستفسرہ کے جواب کی طرف رخ کیجئے۔ جب کہ شوہر عنین بھی ہے اور مجنون آن بھی جنون حادث ہوگا تو وہی مہلت یک سال اس میں بھی ہوگی اس صورت میں مذہب امام سے عدول سر دست خوب ہے کا ہوگا کہ کال یوں بھی نہ کٹے گا۔ لہٰذا اسے چاہئے کہ بربنائے عنۃ کسی سُنی عالم اعلم علماء بلد افقہ فقہائے شہر کے یہاں دعویٰ رجوع کرے وہ حسب بیان بالا کارروائی کرے کہ یہاں قاضی کہاں یہاں اعلم علماء بلد ہی حسب تصریح علماء قائم مقام سلطان ہے سال بھر میں شوہر صحیح ہو جائے گا یا نہیں اگر علاج کارگر نہ ہوا اور پھر عورت رجوع لائے تو بربنائے عنۃ تفریق کردے اور اگر وہ یوں تو تندرست ہو جائے مگر جنون باقی رہے تو عورت اب اگر ضرورت رکھتی ہو۔ اور اظہار حاجت بے مکروفریب کرتی ہو نفس کے اتباع و پیروی سے ضرورت۔ ضرورت نہ پکارتی ہو واقعی یہی ضرورت متحقق ہو تو چوں کہ ہنگام ضرورت جب مذہب غیر پر بھی عمل کی اجازت ہو سکتی ہے تو یہ تو امام ہی کا ایک قول ہے جو امام محمد کا مذہب ہے تو یہ یقیناً اولیٰ بالجواز ہے ضرورت واقعیہ صادقہ پر وہ اس مذہب امام محمد کی رو سے اب بربنائے جنون دعویٰ کرے وہ عالم حاکم شوہر کو ایک سال علاج کی مہلت دے صحیح ہو جائے فبہا ورنہ جب پھر عورت دعویٰ کرے حسب بیان بالا تفریق کردے ہاں اگر جنون مطبق ہو اور ضرورت صادقہ واقعی ہو تو اس صورت میں عورت مذہب امام محمد پر عمل کر کے عالم حاکم سے رجوع کرے عالم بعد تحقیق مذہب امام محمد پر حسب بیان بالا تفریق کردے اور اگر قانوناً عالم ایسا فیصلہ نہ کر سکے یا کوئی عالم نہ مل سکے تو کسی اسلامی ریاست میں ایسے قاضی کے یہاں رجوع کریں جو منجانب رئیس صرف وہیں کے مقدمات طے کرنے کے لئے خاص نہ ہو ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

جناب مولانا مولوی مفتی صاحب بریلی السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

مسئلہ۔ ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے بھانجے کے نکاح میں دی دونوں مسلمان اہل سنت و الجماعت تھے اور ان سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا اب لڑکی کا خاوند ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا شہر چھوڑ کر چلا گیا اور ایسی بستی میں جا بسا جہاں کثرت سے شیعہ رافضی داؤدی رہتے ہیں اور وہ لڑکا ایک شیعہ داؤدی کے مکان میں ایک شیعہ کا لڑکا بن کر رہا اور ان کے مذہب کے مطابق رہنے لگا انھیں کا سا لباس اختیار کر لیا اور انھیں کی سی عبادت کرنے لگا ہے وہیں رہتا ہے وہیں کھاتا ہے پیتا ہے اور ایک سال سے اپنی بیوی بچہ کے پاس بھی آیا نہیں اور بیوی بچہ کا نان ونفقہ بھی بھیجا نہیں ہے لڑکی باپ کے مکان پر رہتی ہے لہٰذا اس صورت مسئولہ میں لڑکی اپنے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تو اس کی عدت کیا ہے جواب باصواب جلد مطلع فرماویں اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے۔ راقم نیاز مند میمن عبد الغنی حاجی تار محمد چوک بازار سورت۔

۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

الجواب۔ روافض زمانہ عموماً مرتدین ہیں جب اس نے بے اکراہ بے ضرورت ملجئہ اور بے فائدہ شرعیہ ان کی صورت بنائی۔ سیرت اختیار کی تو وہ انھیں میں کا ایک ہوگیا حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم۔ فتاوی الصغری پھر فقہ اکبر[1] امام اعظم کی شرح ملا علی قاری میں ہے۔ من تقلنس بقلنسوۃ المجوس ای لبسہا وتشبہ بھم فیہا اوخاط خرقۃ صفراء علی العاتق ای ھو من شعارھم اوشد فی الوسط خیطا کفر اذا کان مشابہا بخیطھم او بطھم او سماہ زنارا۔ یہاں تک کہ اگرچہ مزاح وہزل ہی سے پناہ بخدا کسی سے واقع ہو جب بھی یہی حکم ہے۔ اسی[2] میں ہے۔ ولو شبہ نفسہ بالیہود والنصاری ای صورۃ اوسیرۃ علی طریق المزاح والھزل ای ولو علی ھذا المنوال کفر۔ ملتقطاً پھر شرح فقہ اکبر[3] میں ہے۔ اذا شد الزنار اواخذ الغل اولبس قلنسوۃ المجوسی جادا اوھازلا یکفر۔ فتاوی خلاصہ میں ہے من تزیی بزنار الیہود والنصاری وان لم یدخل کنیستھم کفر۔ پھر اس کا کیا پوچھنا جو نہ صرف ان کی وضع ان کے کنیسہ میں جایا کرے بلکہ انھیں کی طرح عبادت بھی کرے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم نیز فتاوی خلاصہ[4] میں امام ابوجعفر الاستروشنی سے ہے۔ لو شد الزنار ان فعل لتخلیص الاساری لایکفر والا کفر۔ مجمع الانہر[5] شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ یکفر بخروجہ الی نیروز المجوس والموافقۃ معھم فیما یفعلونہ فی ذلک الیوم وبوضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ علی الصحیح الا لتخلیص الاسیر اولضرورۃ دفع الحر والبرد عند البعض وقیل ان قصد بہ التشبیہ یکفر وکذا شد الزنار فی وسطہ۔ شرح فقہ اکبر[6] میں ہے۔ ف[؟] شد المسلم الزنار

[1] [2] [3] فقہ اکبر ص۱۸۵ مطبوعہ مصر۔ [4] فتاوی خلاصہ جلد ۴ ص۳۸۵ مطبوعہ لاہور [5] مجمع الانہر جلد ۱ ص۶۹۸ مطبوعہ بیروت [6] ابوداؤد مشکوٰۃ ص[illegible]

ودخل دار الحرب للتجارة فكفر اى لانه تلبس بلباس كفر من غير ضرورة ملجئة ولا فائدة مترتبة بخلاف من لبسها لتخليص الاسارى وكذا قال اكثر العلماء فى لبس السواد اى على منوال لبسهم المعتاد۔

اور جب وہ انھیں میں کا ایک ہوگیا تو نکاح باطل ہوگیا۔ فان ارتد احد الزوجين فسخ فى الحال[1] شرح فقہ اکبر[1] میں خلاصہ و ظہیریہ سے ہے۔ من شد على وسطه حبلا وقال هذا زنار كفر۔ اسی[1] میں ہے۔ وفى الظهيرية وحرم الزوج۔ عورت پر اسے کوئی دسترس نہ رہی وہ مختار ہوگئی کہ وہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ وہ شخص ہزل و مزاح کا دعوی تو کر نہیں سکتا اور کرے تو بے کار کہ اس سے حکم نہیں بدل سکتا جیسا کہ اوپر ثابت ہوا نہ اکراہ ہی کا دعوی کرسکے گا کہ ہزل و اکراہ اگر ہوتا تو اتنے عرصہ دراز تک اس کا انھیں میں گھلا ملا رہنا یعنی چہ؟ قید تو نہ تھا؟ کیا اسے وہاں سے چلے آنے کا موقع نہ تھا؟ کیوں یہ وہیں رہتا بستا؟ انھیں جیسا رہا؟ پھر اس کا ثبوت دیتے دیتے اودھا ہوجائے گا کہ اکراہ شرعی ہوا اور برابر سال بھر یا اس سے زائد جب سے اب تک بدستور رہا تو یہ ادعا تو غالبا نہ کرے گا ہاں اگر چلے تو کسی ضرورت اور فائدہ کی راہ چلے گا۔ وہ اگر ایسا ادعا کرے تو اس سے ضرورت و فائدہ دریافت کیا جائے اگر ضرورت و فائدہ ناقابل قبول شرع ہوگا اس کے منہ پر مارا جائے گا اور حکم یہی رہے گا اور اگر کوئی ضرورت شرعیہ فائدہ مترتبہ بتائے بھی تو اس سے اس کا ثبوت شرعی لیا جائے کہ وہ ضرورت جب سے اب تک برابر رہی؟ اگر کسی وقت وہ ضرورت نہ پائی گئی اور وہ بدستور روافض کا ہم طریقہ ہی اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہا ہو تو بھی یہی حکم رہے گا اور وہ جو ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر[1] میں فرمایا۔ لبس تاج الرفضة مكروه كراهة تحريم وان لم يكن كفرا بناء على عدم تكفيرهم لقوله عليه الصلاة والسلام من تشبه بقوم فهو منهم۔ یہ مبنی بر اختیار عدم تکفیر بعض روافض ہے جیسا کہ خود اسی قول میں مصرح ہے یہ اختلاف پہلے تھا کہ روافض میں فرق تھا بعض غالی ہوتے تھے اور بعض غیر غالی۔ غالی کی تکفیر پر اتفاق تھا اور غیر غالی کی تکفیر میں اختلاف۔ بہت لوگ سب کو کافر کہتے تھے اور محتاطین غیر غالی کی تکفیر نہ فرماتے تھے آج یہ اختلاف نہیں کہ ہر رافضی غالی ہے اور جو بالفرض خود ایسے عقائد کفریہ نہ رکھتا ہو جن کی بنا پر اس کی تکفیر قطعی ہو تو وہ ان کفریات کے معتقدین کو مسلمان جانتا بلکہ ان میں جو مجتہد مانے جاتے ہیں انھیں مجتہد و پیشوا مانتا ہے اور ایسے کافر کو جو قطعاً حتماً جزماً کافر ہو مسلمان ہی جاننا کفر ہے نہ کہ امام و مجتہد و پیشوا ماننا۔

غالی روافض کا حکم اسی شرح فقہ اکبر[2] میں دیکھئے۔ الغلاة من الروافض الذين يدعون ان جبرائيل

---

[1] فقہ اکبر ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر [2] فقہ اکبر ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر

علیہ السلام غلط فی الوحی فان اللہ تعالیٰ ارسلہ الی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبعضہم قالوا انہ الٰہ وان صلوا الی القبلۃ لیسوا بمؤمنین۔ فتاویٰ بزازیہ[1] پھر تنبیہ الولاۃ رسالہ علامہ شامی میں ہے۔ یجب اکفار الروافض فی قولہم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وانتقال روح الالٰہ الی الائمۃ وان الائمۃ الہۃ وفی قولہم بخروج امام ناطق بالحق وانقطاع الامر والنہی وبقولہم ان جبرئیل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واحکام ہٰؤلاء احکام المرتدین غنیۃ[2] المستملی میں ہے۔ یجوز الاقتداء بہ مع الکراہۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اہل السنۃ اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ او ان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل ونحو ذٰلک مما ہو کفر وکذا من یقذف الصدیقۃ۔

اسی میں[3] ہے۔ غلاۃ الروافض ومن ضاھاھم فان امثالہم لم یحصل منہم بذل وسع فی الاجتہاد فان من یقول بان علیا ھو الالٰہ او بان جبریل غلط ونحو ذٰلک من السخف انما ھو متبع محض الھوی وھو اسوأ حالا ممن قال ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی فلا یتأتی من مثل الامامین العظیمین ان لا یحکم بانہم من اکفر الکفرۃ وانما کلامہما فی مثل من لہ شبہۃ فیما ذھب الیہ وان کان ما ذھب الیہ عند التحقیق فی حد ذاتہ کفر کمنکر الرؤیۃ وعذاب القبر ونحو ذٰلک فانہ فیہ انکار حکم النصوص المشہورۃ والاجماع الا انہم شبہۃ قیاس الغائب علی الشاھد ونحو ذٰلک مما علم فی الکلام وکمنکر خلافۃ الشیخین والساب لہما فان فیہ انکار حکم الاجماع القطعی الا انہم ینکرون حجیۃ الاجماع باتہامہم الصحابۃ فکان لہم شبہۃ فی الجملۃ وان کانت ظاھرۃ البطلان بالنظر الی الدلیل فبسبب تلک الشبہۃ التی ادی الیہا اجتہادھم لم یحکم بکفرھم مع ان معتقدھم کفر احتیاطا بخلاف مثل من ذکرنا من الغلاۃ فتأمل اھ مختصرا۔

شفاء قاضی عیاض و در مختار وغیرہ معتمدات اسفار میں ایسے کے بارے میں جس کا کفر قطعی ہو فرمایا۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ تو اگر کوئی رافضی ایسا ہو جو خود ان کفریات قطعیہ کا معتقد نہ ہو ممکن ہے مگر الغا میں ایسا کوئی نہ نکلے گا جو ان عقائد کفریہ رکھنے والے کو کافر جانے اور ان اپنے مجتہدین کو جو ان کفریات کے معتقد ہیں امام و پیشوا اور مجتہد نہ مانے یہ شخص اگر ان کفریات اور ان کے مثل مثلاً تحریف و تبدیل و تنقیص قرآن یا تفضیل مولیٰ علی و اہل بیت اطہار بر انبیاء سوا سید الانبیاء علیہ وعلیہم السلام کا معتقد نہ مانا جائے اور نہ یہ کہ وہ قذف حضرت سیدتنا عائشہ کا مرتکب ہوا نہ یہ کہ اس نے سبِّ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا انکارِ صحبت و خلافت کا ارتکاب کیا کہ پہلے کفریات کی بنا پر اجماعی قطعی کافر کہا جاتا اور سب و انکار صحبت و خلافت پر بھی اکثر فقہا کے طور پر کافر

[1] بزازیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۶ ص ۳۱۸ مطبوعہ بیروت [2] غنیہ ص ۵۱۴ مطبوعہ لاہور [3] غنیہ ص ۵۱۵ مطبوعہ لاہور

ٹھہرتا مگر جب وہ ان میں ایسا گھلا ملا تو لا اقل اس پر اتنا الزام ضرور آیا کہ وہ روافض کو کافر نہیں جانتا بلکہ ان کی طرح عبادت کا اختیار بھی بتاتا ہے کہ وہ انھیں کو حق پر مانتا ہے جب تو اپنا طریقہ چھوڑ کر ان کا پکڑتا ہے تو یہی اس کے کافر ہونے کو بس ہے۔

مگر ممکن ہے کہ وہ یہ ادعا کرے کہ مجھے روافض کے ان عقائد خبیثہ کفریات قطعیہ کا علم نہ تھا اتنا ہی جانتا تھا کہ روافض سب صحابہ کرتے اور خلافت شیخین سے انکار رکھتے ہیں و بس اس ادعا سے اگرچہ اس پر اجماعی حکم نہ ہوگا مگر حکم رفض ضرور ہوگا کہ انھیں اہل حق مانا اس حکم بینونت زوجہ میں کوئی فرق نہ ہوگا کہ سب و انکار صحبت و خلافت شیخین ضرور کفر ہے اگرچہ مرتکب کو شبہہ کا فائدہ دیا جائے اور لفظ کافر کا اطلاق نہ کیا جائے شبہہ کا فائدہ اتنا ہی ہے کہ وہ لفظا اسے نہ کہا جائے گا مگر اس قول و فعل کی بنا پر جس کا وہ مرتکب ہوا اس پر حکم توبہ و تجدید ایمان و نکاح یقیناً ہوگا۔ فتح القدیر و حاشیہ شامی علی التبیین و غنیہ[1] وغیرہ میں ہے۔ ذلک المعتقد فی نفسہ کفر فالقائل بہ قائل بما ھو کفر وان لم یکفر۔ مجمع الانہر[2] وغیرہ میں ہے۔ مایکون کفرا بالاتفاق یوجب احباط العمل کما فی المرتد وتلزم اعادۃ الحج ان کان قد حج ویکون وطؤہ حینئذ مع امرأتہ زنا والولد الحاصل منہ فی ھذہ الحالۃ ولد زنا بلکہ جس کا کفر ہونا مختلف فیہ ہو ایسے کفر کے ارتکاب پر بھی علما حکم توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح فرماتے ہیں اسی میں ہے۔ وماکان فی کونہ کفرا اختلاف یؤمر قائلہ بتجدید النکاح وبالتوبۃ والرجوع عن ذلک احتیاطا۔ اگر فی الواقع وہ ان کے ان عقائد کفریہ میں شریک نہیں اسے وہ عقائد معلوم ہی نہیں اور معلوم ہونے پر وہ بے تکان انھیں کافر و مرتد جانے نہ اس سے تبرا واقع ہوا وہ تبرا کو ملعون جانتا اور تبرائی کو مذہب سے خارج مانتا ہے نہ اس سے انکار خلافت و صحبت واقع ہوا انکار کرنے والے کو گمراہ جانتا ہے دل سے سنی مذہب کے علاوہ ہر مذہب کو باطل جانتا ہے اب بھی قضاءً ضرور یہی حکم ہوگا کہ سب شیخین و انکار خلافت بلکہ قذف حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشہور و معروف اور روافض کا طریقہ عبادت ان کا شعار اور بے اکراہ بے فائدہ اس کا اختیار اس حکم کے لئے کافی، اور عورت کالقاضی، وہ ہرگز نہ مانے گی بلکہ دیانۃ بھی۔ فانہ من کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان فھو کافر عند اللہ تعالیٰ کما صرح بہ العلماء فی غیر ما کتاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ عدت وہی تین حیض کا بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہو جانا ہے جو عدت طلاق ہے وہی اس کی عدت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کلکتہ ہرسی اسٹریٹ ۹ پوسٹ البرا سٹریٹ کلکتہ مرسلہ جناب عبدالمنان صاحب۔ ۷ ر رجب ۱۳۳۵ھ

[1] غنیہ ص۵۱۵ مطبوعہ لاہور۔ [2] مجمع الانہر جلد اص۶۸۷ مطبوعہ بیروت

مولانا المحترم دام بالمجد والکرم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ داعی خیر بخیر۔ یہاں ایک مسئلہ میں بہت جھگڑا ہے جواب مع ثبوت تکلیف فرماکر جلد ارسال فرمائیے۔ اور عنداللہ ماجور ہوجئے فقط والسلام مع الاکرام۔

زید سنی حنفی نے اپنی نابالغہ کا نکاح بکر سے اسے سنی صحیح العقیدہ اپنا ہم مذہب جان کر کردیا اور رخصتی بھی کردی بعد کو کھلا کہ بالکلیہ مخالف مذہب فاسد العقیدہ پکا وہابی کٹا دیوبندی ہے۔ زعماء دیوبند کا ہم خیال اشرف علی تھانوی کا معتقد۔ کیا اس سنیہ بنت سنی کا نکاح بکر ایسے وہابی سے درست ہوا۔ آیا ایسا شخص کسی سنیہ بنت سنی کا کفو ہوسکتا ہے۔ اگر نکاح کالعدم ہے تو کیا اس سنیہ کے والد کو اب بھی اختیار ہے کہ اس کا دوسرا عقد کسی سنی کے ساتھ کردے اگر کرسکتا ہے تو عدت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ جب کہ رخصتی ہوچکی ہے ایک سُنی مولوی صاحب نکاح کو باطل محض اور زنائے خالص قرار دیتے ہیں اور بکر کو کافر۔ معاملہ پنچایت میں ہے آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ جلد رحمت فرمائیے عنایت ہوگی۔ نیز وہ سنیہ ایک بدمذہب کے پنجے سے نجات پاجائے گی۔

۸۶، **الجواب** ـــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ نکاح مذکور فریقین کے مذہب پر باطل محض ہے ہمارے مذہب مہذب پر بھی اور وہابیہ کے نزدیک بھی ہمارے نزدیک تو یوں کہ جب بکر کٹا دیوبندی ہے یعنی ان کفریات کا معتقد ہے جو دیوبندیوں کے کفریات ہیں۔ کہ دیوبندی ایسے ہی کو کہا جاتا ہے جیسے وہابی کو نجدی کہتے ہیں۔ تو وہ یقیناً کافر ہے۔ وہ اور طواغیت دیابنہ جنھوں نے وہ کفر بکے کفر میں برابر ہیں اور وہ سب ابوجہل سے کفر میں بڑھ کر ہیں کہ ابوجہل نے اللہ رب العزت عزت عزتہ کی شان عزیز میں ایسی گندی گھنونی گالی نہ بکی۔ ابوجہل نے یہ گندگی نہ اوچھالی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ معاذ اللہ، اللہ عزوجل کو کذب جیسے عیب سے ملوث بتایا ہو یا ہر عیب کو اس کا مقدور بایں معنی جانا ہو کہ وہ اس سے متصف ہوسکتا ہے وقوع کذب اس سے ہولیا یا اس سے کذب واقع ہوسکتا ہے پناہ بخدا خدا کا جاہل ہونا ظالم ہونا چوری کرسکنا شراب پی سکنا روا بتایا ہو ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ابوجہل نے کبھی ابلیس لعین کے لئے کوئی ایسا وصف نہ مانا جسے خدا سے خاص جانا ہو یوں شیطان کو خدا کا شریک نہ بنایا یا اسے ہی عین خدا نہ مانا ابوجہل نے ممکن کہ فرشتوں کو بنات اللہ کہا ہو مگر اس کی رو سے ابوجہل نے سرکار رسالت میں جو گستاخیاں کیں وہ بھی ایسی نہیں اس نے شیطان کو حضور سے فضیلت علم میں نہ بڑھایا کہ اس نے شیطان کے لئے علم محیط ارض نص سے ثابت جانا اتنا بڑا عالم مانا اور حضور کو دیوار پیچھے کے علم سے بھی جاہل مانا ہو اپنے خاتمہ کے حال سے ناواقف بتایا ہو

کہ اچھا ہو گیا پناہ بخدا۔ ابوجہل نے یہ کہہ کر کہ (معاذاللہ معاذاللہ) "بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے" حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا سا علم زید وعمرو بلکہ ہر بچہ پگلے اور ہر سور، کتے کے لئے حاصل نہ بتایا تھا۔ وہ کبھی ابوجہل رسول اللہ اور اللھم صل علی ابی جھل کہتے رہنے پر خوش نہ ہوا اس نے اسے تسلی بخش نہ بتایا اس نے کبھی منصب رسالت پر حملہ نہیں کیا۔ اس نے کبھی اشارۃً بھی حضور کو اپنا یا کسی کا شاگرد نہ ٹھہرایا اس نے کبھی یہ نہ کہا کہ عبادت میں حضور کا خیال کرنا اپنے گھر کے گاؤ خر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ!

ابوجہل نے اگرچہ شرک کو مباح ہی نہیں اپنا حسین دین مانا مگر شرک کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور نہ جانا حضور پر اس کا کبھی اتہام نہ رکھا حضور کو شرک کا دشمن اس کا قاطع وقامع ہی اعتقاد کیا مگر امام الدیابنہ نے بعض شرک کو مباح مانا اگر اتنا ہوتا تو وہ اور ابوجہل اس میں برابر ہوتے بلکہ اس میں ابوجہل سے یہ کم تر رہتا مگر اور روے ابوجہل سے شرک میں بھی دو قدم یا چار ہاتھ آگے ہی رہتا لہذا اس نے نہ صرف مباح کہا بلکہ صادر عن الرسول جانا۔ کہتا ہے "شرک کے افراد مباح تک ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور خود حلف بغیر اللہ آپ کے کلام میں موجود ہے خود آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود آپ ہی اس کام کو کیا" (لطائف رشیدیہ ص۲۴) لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اگر وہ خود یہ عقائد خبیثہ نہ رکھتا ہوتا ان اقوال ملعونہ کا معتقد ہوتا جب بھی کافر ہوتا جب کہ ان اقوال لعینہ کے قائلین کا ان اقوال پر مطلع ہو کر معتقد ہو خصوصاً تھانوی کا جن کی نسبت علماء عرب وعجم نے حل وحرم نے ان کے ایسے کلمات خبیثہ پر یہ حکم دیا کہ جو ایسوں کے ان اقوال پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ومستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر۔ کافر کسی مسلمہ کا کفو کیونکر ہو سکتا ہے۔ مرتد سے عالم میں کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب کا جس سے ہو گا زنا ہی ہو گا۔ جب کافر اصلی سے مسلمہ کا نکاح نہیں ہو سکتا تو مرتد تو نکاح کا اہل ہی نہیں عالمگیریہ[1] میں ہے۔ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔

اور وہابیہ کے نزدیک یوں کہ وہ اہل سنت کو بدعتی ومشرک بتاتے ہیں۔ اپنے مباح شرک سے نہیں بلکہ اس شرک سے جو اخبث اقسام کفر ہے۔ یہ اگرچہ بالکل عالم آشکارا ہے مگر اچھا ہے کہ اس کا بھی ثبوت پیش

[1] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ بیروت

کردیں کہ مکرنے کی گلی نہ رہے وہابیہ کا امام الطائفہ اپنی تقویۃ الایمان میں کہتا ہے جسے دیوبندی اور غیر دیوبندی ہر قسم کے وہابی اپنا عین ایمان سمجھتے اور قرآن سے بھی زیادہ اس کے احکام پہ چلتے اسے قرآن عظیم سے بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ جس کی نسبت امام الدیابنہ گنگوہی نے تصریح کی کہ بندہ کے نزدیک سب مسائل تقویۃ الایمان کے صحیح ہیں (فتاوٰی رشیدیہ ج ا صـ۶۲) تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اگر کسی گمراہ نے اسے برا کہا تو وہ ضال اضل ہے۔ (فتاوٰی میلاد گنگوہی صـ۲۲/۲۱) استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ واحادیث سے ہیں (یہاں تک بڑھایا کہ) اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے (فتاوٰی رشیدیہ حصہ اول صـ۱۲۲) جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب یہ نام کے مسلمان اولیاء انبیاء اور فرشتوں سے کر گذرتے ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منھ اور یہ دعوٰی شرک میں گرفتار ہیں صـ۶۵ نیز کہتا ہے پیغمبر خدا کے وقت کے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہ جانتے تھے مگر یہی پکارنا اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اسے اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔

جب دیوبندی وغیرہ وہابیوں کے نزدیک اہل سنت مشرک ہیں اور خود وہابی اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں اور مسلمان و مشرک کا نکاح وہ بھی باطل مانتے ہیں تو واجب کہ ان کے نزدیک بھی یہ نکاح محض باطل۔ نابالغہ اگر ناسمجھ ہے تو ماں باپ کے تبعیت میں والدین کے حکم میں ہے اور اگر سمجھدار ہے اور سمجھ کے بعد ماں باپ کی ہم خیال ہے تو خود ان جیسی کسی صورت وہابی کے نزدیک وہ ایسی نہیں جس سے اس کا نکاح حلال ہو کافر اور وہ بھی مرتد مسلمہ کا کفو؟ جب کہ بدمذہب تو کسی سنیہ کا بلکہ فاسق کسی صالحہ کا کفو ہے ہی نہیں۔ کفایت کا اعتبار مذہب چال چلن میں بھی فرمایا گیا ہے یہ سوال ہی بے معنی ہے کہ بکر لڑکی کا کفو ہے یا نہیں کفو کا سوال تو جب ہوتا جب کہ وہ مسلمان ہوتا۔ اگر باپ خود کسی مسلمان غیر کفو سے اسے کفو جان کر نکاح کر دیتا پھر اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوتا جب بھی لزوماً باطل ہوتا اگرچہ راساً باطل نہ ہوتا اور اگر باپ معروف بسوء اختیار ہوتے ہوئے ایسا کرتا یا کفو سے کرتا اور مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کرتا تو راساً ہی باطل ہوتا۔ اور صاحبین کے نزدیک تو بہر صورت راساً ہی باطل ٹھہرتا۔

ہاں اگر کسی مسلمان کو غیر کفو جان کر ایسا باپ جو سکران و معروف بسوء اختیار نہیں اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دے اگرچہ مہر میں فاحش کمی کے ساتھ تو البتہ یہ نکاح صحیح و لازم ہوگا جس پر نہ پھر اسے کوئی اعتراض

ہوسکے گا نہ بعد بلوغ لڑکی کو کوئی حق اعتراض مل سکے گا۔ تنویر و در مختار[1] میں ہے۔ لزم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفوء ان کان الولی المزوج بنفسہ ابا او جدا لم یعرف منہما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا اھ مختصرًا نوازل امام فقیہ ابو اللیث سمرقندی میں ہے۔ لو زوج بنتہ الصغیرۃ ممن ینکر انہ یشرب المسکر فاذا ہو مدمن لہ الی ان قال فالنکاح باطل۔ قنیہ میں ہے۔ زوج بنتہ الصغیرۃ من رجل ظنہ حر الاصل وکان معتقا فہو باطل بالاتفاق۔ ذخیرہ پھر عالمگیریہ[2] میں ہے۔ زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل علی ظن انہ صالح لایشرب الخمر فوجدہ الاب شریبا مدمنا وکبرت الابنۃ فقالت لا ارضی بالنکاح ان لم یعرف ابوہا بشرب الخمر وغلبۃ اہل بیتہ الصالحون فالنکاح باطل ای یبطل وہذہ المسئلۃ بالاتفاق اور ظاہر ہے کہ دیوبندی وہابی بھی دعوی تقلید کرتا ہے حنفی بنتا ہے تو خود اس کے نزدیک یوں بھی یہ نکاح باطل واقع ہوا صورت مستفسرہ میں جب کہ وہ نکاح بوجہ کفر و ارتداد بکر محض باطل ہے نابالغہ کے والد کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے دوسرے سے نکاح کر دے بکر کو اس نابالغہ پر کوئی دسترس نہیں رخصت نابالغہ سے اس کا مدخول بہا ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ خلوت نہ ہوئی ہوگی اگر وہ غیر مدخول بہا ہے تو فی الحال اس کا نکاح دوسرے سے ہو سکتا ہے اور اگر مدخول بہا ہے خلوت ہو چکی تو وہ مراہقہ ہوگی یا غیر مراہقہ اگر غیر مراہقہ ہے تو فراق کے تین ماہ بعد نکاح کیا جائے اور اگر مراہقہ ہے تو ایک قول پر وہی تین ماہ بعد اور قول آخر پر زمانہ ظہور حمل تک انتظار کریں اگر حمل ظاہر ہو تو وضع تک ٹھہریں اور اگر ظاہر نہ ہو تو وہی تین ماہ۔

تنویر الابصار و در مختار[3] میں ہے۔ العدۃ فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا ثلثۃ اشہر بالاھلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام ان وطئت ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ اھ مختصرًا رد المحتار میں ہے۔ قولہ بان لم تبلغ تسعا ہذا بیان اقل سن یمکن فیہ بلوغ الانثی وتقییدہ بذلک تبعا للفتح والبحر والنہر لایعلم منہ حکم من زاد سنہا علی ذلک ولم تبلغ بالسن وتسمی المراہقۃ وقد ذکر فی الفتح ان عدتہا ایضا ثلثۃ اشہر فلو اطلق الصغیرۃ وفسرہا بمن لم تبلغ بالسن لشمل المراہقۃ ومن دونہا وہی من لم تبلغ تسعا وقد یقال مرادہ اخراج المراہقۃ اختیارا لما عن الامام الفضلی انہا اذا کانت مراہقۃ لاتنقضی عدتہا بالاشہر بل یوقف حالہا حتی یظہر ہل حبلت من ذلک الوطء ام لا فان ظہر حبلہا اعتدت بالوضع والا فبالاشہر۔ پھر اسی میں ہے۔ (فرع) فی الخلاصۃ عدۃ الصغیرۃ ثلثۃ اشہر الا اذا کانت مراہقۃ فینبغی علیہا ما لم یظہر فراغ رحمہا کذا فی المحیط اھ من غیر ذکر خلاف وہو حسن اھ کلام الفتح لکن ینبغی الافتاء

[1] تنویر و در مختار جلد ۳ صفحہ ۹۶ مطبوعہ مصر [2] عالمگیریہ جلد ا صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ بیروت [3] تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۵۰۵ مطبوعہ مصر

بہ احتیاطاً قبل العقد بان لایعقد علیھا الا بعد التوقف التی یظھر بھا الحمل الخ جد الممتار[1] میں فرمایا۔
قولہ قبل العقد لعلہ یرید بہ ان لو عقد علیھا بعد ثلثۃ اشھر لایحکم بفسادہ ولا یؤمر الزوج بفراقھا عملا بالروایۃ الظاھرۃ الا ان تلد باقل من ستۃ اشھر من النکاح الثانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ جناب مولوی صاحب فضائل مآب فیض انتساب دام ظلکم السلام علیکم!
احقر کی شادی ہوئی اس منکوحہ میں نقص اندرونی جس کو کہ کنسہ کہتے ہیں کہ جس سے شوہر کی کوئی حاجت روائی نہیں ہو سکی اور نہ پستان ہیں بالکل سینہ مثل تختہ کے غرض یہ ہے کہ نہ عورت ہے اور نہ مرد ہے عمر منکوحہ کی اس وقت پچیس سال کی ہے بلکہ زیادہ ہوگی نکاح ہوئے دو سال گذرے ہیں میری طرف سے دیگر شادی کی خواہشات اور کوشش ہوئی وہ مخالف بن گئی اب اس کی طرف سے یہ کاروائی ہوئی ہے کہ اس نے ایک درخواست عدالت میں دی ہے اپنے حق حقوق قائم کرنے اور لینے کے بارے میں سو اس کاروائی اور شر کے مقابلے پر مجھ کو فتوی علمائے دین سے لینے کی ضرورت پڑی کہ جس میں یہ نقص ہوں نکاح جائز ہے یا نہیں اور شوہر کے ذمہ کوئی حق نان نفقہ یا دین مہر شرعاً ہے یا نہیں لہذا یہ واقعہ لکھ کر خدمت عالی میں پیش کر کے امیدوار کہ فتوی مرحمت فرمایا جاوے فقط خادم ضمیر احمد دوکاندار ہلدوانی منڈی مورخہ ۷ رجنوری ۱۹۳۳ء۔

الجواب۔ جب وہ عورت ہے اگرچہ سائل اس لئے کہ اس کا سینہ صاف ہے یہ کہتا ہے کہ نہ وہ عورت ہے تو نکاح ہو گیا اور ہمارے نزدیک احد الزوجین کو دوسرے کے عیب سے خیار نہیں ملتا اگر اسے طلاق دے گا تو نصف مہر دینا لازم ہوگا اگر اس سے خلوت کر چکا ہے کہ یہ خلوت بوجہ مانع حسی خلوت صحیحہ نہیں خلوت فاسدہ ہے ہاں اگر پناہ بخدا احد الزوجین سے کسی کا قبل طلاق انتقال ہو جائے تو پورا مہر لازم ہو جائے گا نفقہ اگر اسے خدمت کے لئے یا استیناس کے لئے گھر میں رکھے گا دینا ہوگا اور اگر نہیں تو نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از قصبہ آنولہ ضلع بریلی مرسلہ جناب سید لائق علی صاحب ۱۴ جمادی الاخری ۵۲ھ
زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے یہ کہہ کر کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے میری بیوی نہیں رہی اور نہ میرے کام کی ہے اور لفظ لعن تک کہے اور تعلقات زن و شوہر منقطع کر کے اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اور زید نے خود ایک دوسری عورت بازاری سے تعلق کر کے اپنے پاس رکھ لیا زید کی زوجہ جب سے ایک

[1] جلد دوم ص۵۸۴ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور

جس کو زمانہ دو سال کا گذرتا ہے اپنے والدین کے پاس ہے ایسی صورت میں زید کی زوجہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

الجواب۔ زید کی زوجہ کو طلاق ہوگئی اور تین حیض گذرنے سے غیر حاملہ کی عدت گذر جاتی ہے دوبارہ نکاح بغیر حلالہ ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز احمد قادری دار العلوم قادریہ بدایوں۔ من اجاب فقط اصاب عبید اللہ عفرلہ قد اصاب من اجاب ابو الحمید محمد رضوان الرحمٰن الحنفی المدرس بالمدرسۃ القادریہ۔ الجواب الصحیح۔ محمد یٰسین عفی عنہ الجواب صواب احمد الدین عفی عنہ۔

الجواب۔ سوال اگرچہ بہت ہی گول (مول) تھا مگر سوال دیکھتے ہی یہ خیال ہوا کہ شوہر نے یہ الفاظ بطور انشا نہیں کہے ہوں گے بلکہ اخباراً سائل سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو یہی معلوم ہوا کہ اس نے یہ الفاظ اس لئے کہے تھے کہ عورت اس کی بے اجازت چلی گئی تھی جاہلوں میں یہ غلط بات مشہور ہے کہ عورت اگر بے اجازت شوہر گھر سے قدم نکالے تو وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے شوہر نے اس باطل بات پر وہ کہا نہ یہ کہ اسے طلاق دینا مقصود تھا اور اس وقت طلاق دینے کے لئے یہ لفظ کہے ظاہر ہے کہ اس صورت اصلا طلاق نہ ہوئی اور اگر واقعہ یہ نہ بھی ہوتا بلکہ بطور خود اس نے یہ الفاظ کہے ہوتے جب بھی علی الاطلاق طلاق کا حکم صحیح نہیں ہوتا کہ یہ کنایات ہیں اور کنایہ محتاج نیت۔ وہ اگر بقسم کہہ دیتا کہ میں نے اس سے طلاق کا ارادہ نہ کیا طلاق کا حکم نہ ہوتا اگر اقرار نیت کرتا تو طلاق کا حکم دیا جاتا۔ فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز ہندیہ میں ہے[1]۔ لو قال لہا لا نکاح بینی و بینک او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق اذا نوی۔ بلکہ فتاویٰ خانیہ میں فرمایا[2]۔ لو قال لہا فسخت نکاحک یقع الطلاق اذا نوی۔ تو میری بیوی نہ رہی تو ظاہر ہے کہ اخبار ہی ہے نہ میرے کام کی نہ کنایہ ہے محتاج نیت تو علی الاطلاق حکم طلاق یقیناً محض باطل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بھینسوڑی مسئولہ کلن خاں صاحب رام پوری

—کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو چار شخصوں کے سامنے اس طرح تین طلاقیں دیں میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی پھر وہ سفر میں چلا گیا اور چار ماہ بعد واپس ہو کر اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ بود و باش اختیار کی لوگوں کی ملامت سے اس نے اپنے بیمار بھائی کے ساتھ نکاح کر دیا اور نکاح ہوتے ہی اسی مجلس میں اس نے طلاق دے دی اسی وقت زوج اول سے نکاح کر دیا گیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس زوج ثانی کا اس طرح طلاق دینا اور زوج اول کا نکاح ثانی اس طرح ہونا از

---

[1] ہندیہ جلد اول ص ۳۷۵ مطبوعہ بیروت، [2] خانیہ جلد اول ص ۴۹۸ بیروت

روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں اور درست نہ ہونے کی تقدیر پر قاضی صاحب کا جو امام مسجد بھی ہیں کیا حکم ہے اور ان گواہوں کا اور محلل و ناکح کا کیا حکم ہے بعض لوگ اس کی یہ صورت بتاتے ہیں کہ زوج ثانی اگر اس کے ساتھ صرف خلوت کرے اور وطی نہ کرے اور طلاق دے دے تو اب نکاح ثانی کے لئے عدت کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وطی کرے تو عدت کی ضرورت ہے تو ان کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں حلالہ اور نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب۔ جب اس نے لوگوں کی ملامت پر بھائی سے اس کا نکاح کر دیا تو اس کا اس عورت ہی کو طلاق دینا معلوم ہو گیا بے شک عورت پر تین طلاقیں ہو چکیں اور حلالہ کا حکم ہے اور طلاق کے بعد ان چار ماہ میں عورت کو تین حیض آ گئے تھے تو عدت سے نکل گئی عدت گذرنے پر زید کے بھائی سے نکاح ہوا تو نکاح صحیح ہوا مگر جب کہ فوراً ہی بے وطی طلاق ہو گئی تو حلالہ نہ ہوا کہ حلالہ محض نکاح کا نام نہیں حلالہ اس وقت تک نہ ہو گا جب تک دوسرا زوج اس سے وطی نہ کرے حدیث میں فرمایا۔ لاحتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک[۲] بھائی نے جب طلاق دے دی تو طلاق ہو گئی مگر زید سے اس کا نکاح باطل کہ حلالہ نہیں ہوا اور وہ اس پر بے حلالہ حرام ہے اور اگر ان چار ماہ میں عدت ہی نہیں گذری تھی تو زید کے بھائی سے نکاح ہی باطل ہوا قاضی اور گواہ اور شرکار مجلس ان میں سے ہر وہ جو اس سے واقف تھا کہ حلالہ نہیں ہوا ہے اور یہ جانتے ہوئے اس باطل نکاح میں کسی طرح شریک ہوا سب سخت گنہگار ہیں سب پر توبہ لازم ہے توبہ کریں جن بعض لوگوں نے وہ کہا کہ صرف خلوت کر لے اور وطی نہ کرے محض غلط و باطل کہا فقط خلوت سے پہلے شوہر کے لئے ہرگز حلال نہ ہو گی اور کسی دوسرے سے بھی بعد خلوت بے عدت گذارے نکاح نہیں کر سکتی خلوت سے عدت لازم ہو گئی اس شخص پر توبہ لازم ہے جس نے وہ غلط و باطل و من گڑھت فتویٰ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ زید نے اپنا لڑکا عمرو کی بی بی کے ساتھ زنا کیا اب وہ عورت عمرو کو حلال ہے یا نہیں اب زید کے لئے کیا حکم ہے ؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب۔ اس صورت میں عمرو کی بیوی اس پر ابدی حرام ہو گئی اس پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہو جائے اور متارکہ کرے کہ جب امساک بمعروف نا ممکن ہو گیا تو تسریح باحسان ہی فرض رہ گئی قال تعالیٰ[۳] فامساک بمعروف او تسریح باحسان عالمگیریہ[۱] میں ہے۔ تحرم المزنی بہا علی اٰباء الزانی واجدادہ وان علوا و ابنائہ وان سفلوا کذا فی فتح القدیر۔ زنا تو زنا والعیاذ باللہ تعالیٰ مس و تقبیل بشہوت ہی سے حرمت مصاہرت

---

[۱] عالمگیریہ جلد ا ص۲۷۴ مطبوعہ بیروت [۲] بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص۲۸۴ [۳] سورۂ بقرہ آیت ۲۲۹

ہوجاتی ہے مگر یہ حکم جب ہے جب کہ عمرو نے اس کو تسلیم کرلیا ہو اور اگر وہ اسے جھوٹ جانتا ہو اسے یہ مسلم نہ ہو تو وہ اس پر حرام نہیں۔ فتاویٰ[۱] ہندیہ میں ہے۔ رجل تزوج امرأة علی انہا عذراء فلما اراد وقاعہا وجدہا قد افتضت فقال لہا من افتضک فقالت ابوک ان صدقہا الزوج بانت منہ ولا مہر لہا وان کذبہا فہی امرأتہ کذا فی الظہیریۃ۔ اسی میں[۱] ہے قبل الاب امرأة ابنہ بشہوة وہی مکرہۃ وانکر الزوج ان یکون بشہوة فالقول قول الزوج وان صدقہ الزوج وقعت الفرقۃ ویجب المہر علی الزوج ویرجع بہ علی الذی فعل ان تعمد الفاعل الفساد وان لم یتعمد لایرجع وفی الوطء لایرجع وان تعمد بالوطء الفساد لانہ یجب الحد والمال مع الحد لایجتمع واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ازنوساری ضلع سورت نزد جمعہ مسجد مرسلہ عبدالرحمن حاجی قادر بھائی صاحب میمن ۱۲ ذیقعدہ ۵۷ھ

بخدمت شریف جناب حضرت مولانا مولوی مفتی ہند قبلہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب

زید کی اہلیہ اپنے شوہر سے اکثر بدزبانی کرتی تھی چنانچہ ایک روز زید نے تنگ آکر اپنی اہلیہ کو تنبیہاً اور تاکیداً دھمکایا اور ڈرایا کہ تم ہمیشہ میرے خلاف جواب دیتی ہو اور نا ملائم گفتگو اور میری توہین کرتی ہو آئندہ اگر تم نے ایسی حرکت کی تو میں تم کو ایک دو اور تین بول کہہ دوں گا۔ بس صرف یہی الفاظ ہیں زید کے آیا اس طرح کہہ دینے میں کیا طلاق ہوگی؟

الجواب۔ اس سے طلاق نہیں ہوگی بلکہ اگر وہ بول کی جگہ لفظ طلاق بھی کہتا جب بھی طلاق نہ ہوتی کہ تین بول کہہ دوں گا وعدہ طلاق ہے نہ کہ خود طلاق، وعدہ طلاق سے طلاق نہیں ہوسکتی فتاویٰ خلاصہ وعالمگیری[۲] میں ہے۔ سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأتہ اذہبی الی بیت امک فقالت طلاق دہ تابروم فقال توبرو من طلاق دادہ فرستم قال لا تطلق لانہ وعد پھر اگر وعدہ نہ ہوتا جب بھی طلاق کا حکم جب ہوتا جب عورت پھر کوئی بے ہودہ گفتگو کرتی جواب دیتی توہین کرتی۔ اور تین بول سے طلاق ہی عرفاً مراد ہوتی ورنہ اس صورت میں بھی شوہر کی نیت معلوم کی جاتی کہ تین بول سے تیری کیا مراد تھی اگر وہ طلاق مراد ہونے کا انکار کرتا جب بھی حکم طلاق نہ ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کریم اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ جامع مسجد نیل پور پیلی بھیت

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو کئی گواہوں کو ضامن کرکے صدق دل سے اپنی زبان میں تین چار مرتبہ کہا کہ میں نے طلاق دی جس کو عرصہ تقریباً اب تک دوسال کا گذر چکا ہے اب زید مذکور دوبارہ اپنی زوجہ ہندہ

۱؎ فتاویٰ ہندیہ جلد ا صفحہ ۲۷۶ مطبوعہ بیروت ۲؎ عالمگیری جلد ا صفحہ ۳۸۴ مطبوعہ بیروت

مذکور کو طلب کر رہا ہے اور کہتا ہے بلا تحریر کے طلاق واجب نہیں ہے میں اپنی بیوی کو لینا چاہتا ہوں اور ہندہ عورت بھی اس وقت جوان العمر ہے اس حالت میں مطابق شریعت مطہرہ مفصل طور پر تحریر فرمادیجئے کہ اس میں کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جب تین بار اس نے زبانی طلاق دے دی اور اس کا اسے اقرار ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں صرف یہ شبہ ہے کہ بلا تحریر دی ہیں لہذا نہ ہوئیں تو عورت پر تینوں طلاقیں ہو جانے کا حکم ہے عورت اب اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی کہ بے حلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی یہ بے ہودہ عذر عدم تحریر محض باطل بالکل ناکارہ اور مردود ہے طلاق ہو جانے کے لئے تحریر ہرگز لازم نہیں طلاق گواہوں سے ثابت اس کے اقرار سے یہ ثابت کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں لکھتا تو اس کے خط یا دستخط یا نشان انگشت سے تو اتنا ثبوت ہوتا بھی نہیں طلاق دینے میں اصل تو زبان ہی سے طلاق دینا ہے تحریر کرنے میں بھی طلاق ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ علماء یہی بیان فرماتے ہیں القلم احدی اللسانین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بنارس سٹی مرسلہ عبد الرحمٰن

ہندہ کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے ہم کفو زید سے ہوا تھا مگر عرصہ بعد زید نے اسے طلاق دے کر نکال دیا اس لئے ہندہ مدت سے اپنے میکہ بیٹھی ہے اور زید طلاق دینے سے انکار کر کے ہندہ کا خواہش مند ہے لیکن ہندہ کسی عنوان جانے پر راضی نہیں اس معاملہ کو عرصہ گذرا اب لڑکی کے والدین کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ہندہ کا دوسرا نکاح کر دو ورنہ ہندہ مذہب تبدیل کر دے گی یا زانیہ ہو جائے گی لیکن ہندہ کے والدین تحریری طلاق نامہ کے منتظر ہیں اور زید کہتا ہے کہ ہم طلاق نہیں دیں گے اس لئے دریافت طلب امر ہے کہ اگر واقعی زید نے طلاق دے دیا ہو اور اس کی کوئی تحریر نہ ہو تو کیا طلاق صحیح نہیں ہے اور کیا طلاق نامہ کے انتظار میں ہندہ کو غیر مذہب آریہ، عیسائیہ یا زانیہ ہونے دیں مگر اس کا نکاح کسی دوسرے سے نہ کیا جاوے براہ نوازش جواب صاف تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب۔ تحریری طلاق ہونا کوئی ضروری نہیں جب زید نے زبان سے طلاق دی طلاق ہوگئی مگر ثبوت طلاق کے لئے گواہ درکار ہیں یا زید کا اقرار جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو صرف عورت کے کہنے پر حکم طلاق نہیں ہو سکتا زید نے اگر دی ہے تو اس پر فرض ہے کہ اقرار طلاق کرے اور حرام ہے کہ انکار کرے جب تک وہ جھوٹ انکار کرے گا حق اللہ و حق العبد میں گرفتار رہے گا اللہ سے ڈرے اور عورت پر ظلم نہ کرے عورت

جس نے معاذ اللہ تبدیل مذہب کا ارادہ کیا کہ اگر دوسرا نکاح نہ کیا جائے گا تو وہ پناہ بخدا آریہ یا عیسائیہ ہو جائے گی وہ اس ناپاک ارادہ سے فی الحال مرتدہ ہو گئی اس پر توبہ فرض ہے اور تجدید ایمان لازم از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اسلام لائے وہ زنا سے بچنے کے لئے تبدیل مذہب چاہتی ہے حالانکہ مرتدہ ہو کر زنا سے کسی طرح نہیں بچ سکتی جس سے وہ اپنا نام کا نکاح کرے گی زنا ہی ہوگا اور اگر وہ زنا سے بچتی بھی تو زنا سے بچ کر کفر کے گڑھے میں گرنا اس سے بھی بدتر ہے کہ بوندوں سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑی ہو جانی خدا اسے عقل دے اور توبہ کی توفیق اگر فی الواقع زید اسے طلاق دے چکا ہے تو وہ نکاح کا اقدام کر سکتی ہے مگر اب بعد توبہ و تجدید ایمان واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از سہارن پور معرفت مولوی شرف علی صاحب قادری رضوی۔ بنگالی ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ

میرے اور میرے لڑکے میں تکرار تھا جس کی وجہ سے میرے گھر میں میرے لڑکے کے ہمراہی ہو کر میرے سے لڑنے لگی اور لڑتے وقت یہ الفاظ منھ سے نکالے میں اب جورو بن کر رہنا نہیں چاہتی ہوں ماں بہن بن کر رہ سکتی ہوں اس پر میں نے کہا میں اس طریقہ سے رکھنا نہیں چاہتا۔ اس پر وہ اپنے لڑکے کے ہمراہی اپنی لڑکی کے ہاں چلی گئی اس کے دو تین گھنٹے کے بعد جب کہ میں کواڑ بند کر کے لیٹ گیا تھا لڑکا آیا اور کہا کہ کواڑ کھولو میں نے جواب دیا کہ میں کواڑ نہیں کھولوں گا لڑکے نے جواب دیا کیا میں تمہارا لڑکا نہیں ہوں میں نے کہا میں ایسا لڑکا بنانا نہیں چاہتا ہوں پھر کہا کہ کواڑ کھولو ورنہ میں کواڑ توڑ دوں گا اور یہ کہہ کر کواڑ توڑ ڈالے مجھ کو تو غصہ آہی رہا تھا میں نے کہا اس کی رپورٹ پولیس میں لکھاؤں گا اور پولیس کی طرف چلا اور میرے ہمراہی لڑکا بھی چلا اور امیر احمد ہمسایہ بھی آ گیا لڑکا اور امیر احمد خوشامد کرنے لگے مگر میں نے نہیں مانا چلتے چلتے پیر جی رحم الٰہی کے مکان تک پہونچ گیا۔ یہاں پر پیر جی رحم الٰہی اور میرا داماد فضل احمد آ گئے پیر جی رحم الٰہی اور امیر احمد نے میرے داماد فضل احمد سے کہا کہ تم لڑکے کو لے جاؤ ہم ان کو سمجھا کر لاتے ہیں۔

اس کے بعد انھوں نے مجھ کو سمجھایا اور واپس میرے مکان کی طرف مجھ کو پیر جی رحم الٰہی اور امیر احمد لے کر آئے مکان پر آ کر دیکھا تو لڑکا دروازہ پر کھڑا ہے دیکھ کر پھر غصہ آیا اور میں نے کہا کہ دور ہو جا اس وقت اس کی والدہ بھی آ گئی اور کہنے لگی کہ میں مکان میں جاؤں گی میں نے کہا کہ میں بہن بنا کر رکھنا نہیں چاہتا ہوں پھر لڑکے کی طرف اسی غصہ کی حالت میں برا کہنے لگا اور جب مجھے زیادہ غصہ آیا تو میں نے کہا لو ایک دو تین کہا نہ میرا مقصد پہلے کچھ تھا نہ اس وقت صرف میرا مقصد تنبیہ کرنے کا تھا جس کی وجہ سے یہ الفاظ نکلے اس کے بعد

وہ دونوں لڑکا اور اس کی والدہ اپنی لڑکی کے یہاں چلی گئی اس پر شرعی حکم کیا ہے مکرر اس میں ہے کہ حاجی اللہ رکھا صاحب عرف مبارک حسین صاحب سے بعد نماز صبح دعا کی فراغت کے بعد مذاق میں میں نے یہ ضرور کہا کہ ہمارے اچھے پیش امام ہوئے کہ ہم کو بھی اپنے جیسے کر لیا۔ دوپہر کے وقت قاضی احسان الحق صاحب سے بھی ذکر کیا کہ میں آزاد ہوگیا۔

الجواب۔ اگر واقعی زید نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہ کیا تھا محض تخویف مقصود تھی طلاق دینا مقصود نہ تھا جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے تو اس صورت میں حکم طلاق نہیں دیا جا سکتا اگر جھوٹ کہتا ہے تو وبال اس کے سر ہے کہ اگر واقع میں اس نے وہ لفظ بہ نیت طلاق کہے تھے تو عورت پر طلاق مغلظہ ہوگئی وہ ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو چکی جب تک حلالہ نہ ہو اور یہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ بول کر اس حرام خدا کو اپنے لئے رہنے کا حکم کرانا چاہتا ہے والعیاذ باللہ عالمگیریہ[۱] میں ہے۔ لو قال لها توسه ده ونوی الطلاق یقع کذا فی خزانۃ المفتین انتہی[۲] میں ہے۔ لو قال انت بثلاث وقعت ثلاث ان نوی ولو قال لم انو لا یصدق اذا کان فی حال مذاکرۃ الطلاق والا صدق ومثله بالفارسیة توبسه علی ما هو المختار للفتوی۔ خلاصۃ الفتاویٰ[۳] میں ہے۔ رجل قال لامرأته ترا یکے او ترا سه او قال تو یکے او تو سه قال ابو القاسم الصفار لا یقع شیئ وقال الصدر الشهید یقع اذا نوی قال وبه یفتی قال القاضی وینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان کان فی حال مذاکرۃ الطلاق او فی حال الغضب یقع الطلاق وان لم یکن لا یقع الا بالنیة کما قال بالعربیة انت واحدۃ ولو قال این زن کرم است بسه قال ابو نصر الدبوسی لا یقع وقال ابو بکر العیاض ان نوی الطلاق یکون طلاقا ولو قال انت بثلاث قال الشیخ ابو بکر محمد بن الفضل اذا نوی یقع وفی مجموع النوازل امرأۃ طلبت الطلاق من زوجها فقال لها دادم یکے و دو و سه یقع الثلاث بدون النیة وفی فتاوی النسفی امرأۃ طلبت من الزوج ان یحلف بطلاقها فحلف اگر فلان کردم تو بسه اجاب انها لا تطلق وفی فتاوی الفضلی قال لها انت منی ثلاث ان نوی طلقت وان قال لم انو لم یصدق اذا کان الحال حال مذاکرۃ الطلاق ولو قال توسه ای ونوی الطلاق یقع واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مارواڑ دھوبی باڑی سوتھ روڈ ماسٹر عاشق حسین خان مورخہ ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ یوم شنبہ

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق دی از روئے شرع زوجہ مذکورہ کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا بالکتاب والسنۃ توجروا بدخول الجنۃ۔

[۱] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۳۸۰ مطبوعہ بیروت [۲] عالمگیریہ جلد ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ بیروت [۳] خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲ ص ۹۳ مطبوعہ لاہور

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں بے شبہ طلاق ہوگئی عورت مطلقہ بسہ طلاق ہوگئی اب زید کو اس پر کوئی دسترس نہ رہی وہ دونوں اجنبی واجنبیہ ہوگئے عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی کہ اب بے حلالہ کبھی اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے معمولی طلاق نہ ہونے کا سبب کیونکر ہوسکتا ہے ہاں اگر ثابت ہو کہ غصہ اسے اس وقت مجنون بنائے ہوئے تھا جوش غضب اس درجہ تھا جس سے اس کی عقل میں خلل ہو گیا تھا تو اس صورت میں حکم طلاق نہ ہوگا اللہ عزوجل سے کوئی بات چھپی نہیں اگر جھوٹا ثبوت جوش غضب تاحد جنون کا پہونچا کر عورت کو اپنے قبضہ میں رکھے گا تو اس سے حرام اس کے لئے حلال نہ ہوجائے گا۔ وہ حرام حرام ہی رہے گا اور اس جھوٹ فریب مکاری کا اس پر اور وبال عظیم ہوگا واللہ یعلم المفسد من المصلح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بمبئی محلہ فارس روڈ ٹ بجو سیٹھ کی باڑی کے بغل میں شاکر علی روٹی والے کی دوکان مرسلہ قاسم علی ولد محمد نسیم۔

زید عرصہ چار یا پانچ برس سے بالکل مجنون ہوگیا ہے اور ہنوز کوئی صورت صحت کی نظر نہیں آتی ہے اور اس کی زوجہ ہندہ جوان ہے ۔ ور زید کے پاس نہ کوئی جائداد ہے اور نہ دوسری آمدنی ہے نہ زوجہ ہندہ کے پاس کوئی ذریعہ معاش کہ جس سے گذر اوقات ہوسکے اور بوجہ پردہ نشینی کے نہ باہر نکل کر محنت مزدوری کر سکتی ہے ان تمام باتوں پر خیال کر کے طرفین کی جماعت والوں نے درمیان زید اور ہندہ کے تفریق کرادی اور بعد انقضائے عدت طلاق ہندہ نے نکاح ثانیہ دوسرے شخص سے کرلیا آیا یہ تفریق موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب مع عبارت و ترجمہ کے جواب ارقام فرمائیں عند اللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب۔ امام اعظم کے نزدیک اگرچہ جنون مطبق ہو تفریق نہیں ہوسکتی ہے بے ضرورت ملجئہ مقبولہ شرعیہ اس مذہب مہذب سے عدول ناجائز و ناروا ہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تفریق ہوسکتی ہے اگر جنون مطبق اسے لاحق ہوا ہو اور بہنگام ضرورت ملجئہ بسبب دوسرے امام کے مذہب پر عمل کی اجازت ہوسکتی ہے تو یہ تو اپنے ہی مذہب کے ایک امام کا قول ہے مگر جو صورت کہ سوال میں مذکور ہوئی محض باطل ہے یوں نہ تفریق ہوئی نہ دوسرا نکاح یوں جو نکاح کرلیا وہ باطل محض ہوا امام محمد کا مذہب مہذب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ دائر کرے حاکم بعد ثبوت اگر جنون مطبق ہو عورت کو اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کرلے اور اگر جنون حادث غیر مطبق ہو تو روز دعویٰ سے ایک سال کامل علاج کے لئے مہلت دے اس درمیان میں اگر شوہر صحیح ہوگیا تو ہوگیا ورنہ عورت پھر دعویٰ کرے حاکم شرع بعد ثبوت عورت کو اختیار دے عورت

اگر دونوں صورتوں میں اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے حاکم شرع تفریق فرمادے گا ورنہ نہیں اسی مجلس میں اگر نفس کو اختیار کرے گی اور تفریق ہوجائے گی تو روز تفریق سے عدت کرے گی بعد عدت دوسرا نکاح کرسکے گی

صورت مستفسرہ میں سرے سے حاکم شرع نے تفریق ہی نہیں کی اور اگر تفریق کرنے والا حاکم شرع بھی ہوتا تو تفریق اس طور پر نہ ہوئی۔ پھر عدت بھی نہ دارد۔ یوں عدت کے بعد بھی ہوتا تو قبل تفریق عدت بے معنی ہوتی غرض نہ تفریق ہوئی نہ نکاح یہاں حاکم شرع اعلم واتقہ علماء بلاد ہے عورت اگر تفریق کرانا چاہتی ہے تو اپنے شہر کے اعلم واتقہ سنی عالم کے حضور دعوٰی رجوع کرے وہ حسب بیان بالا مطبق وغیر مطبق جو صورت ہو اس کے ثبوت کے بعد ویسا حکم دے عورت بعد تفریق عدت گزار کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے فتاوٰی[۱] امام فقیہ النفس قاضی خان میں ہے۔ وان وجدت المرأۃ بزوجھا جنونا او جذاما او برصا قال ابوحنیفۃ وابو یوسف رحمھما اللہ تعالٰی لیس لھا حق الفرقۃ وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لھا حق الفرقۃ۔ عالمگیریہ[۲] میں ہے۔ اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لھا کذا فی الکافی قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان مطبقا فھو کالجب۔ اسی[۳] میں ہے ولو کان مجبوب ہے۔ لو وجدت المرأۃ زوجھا مجبوبا یخیرھا القاضی للحال ولا یؤجل کذا فی فتاوٰی قاضی خان۔

اعلٰی حضرت قدس سرہٗ عالمگیریہ کے قول حادثا پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ای ان لم یمتد ولم یمر علیہ زمان طویل لیقابل المطبق لما لحد وث بعد النکاح فشرط مطلقا عند محمد مطبقا پر فرماتے ہیں ممتد ملازما کما فی سجود التلاوۃ من رد المحتار عن الفتح وذکر ان الممتد فی الصلاۃ ما استغرق ست صلاۃ وفی الصوم الشھر کلہ لیلہ ونہارہ وفی الزکاۃ الحول قلت والظاہر ان المطبق ھھنا لا یکون مالم یستکمل حولا تاما واللہ تعالٰی اعلم فتاوٰی خلاصہ[۴] میں فرمایا خیار العیب لا یثبت للزوج عندنا وکذلک لا یثبت للمرأۃ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وعند محمد لھا الخیار فی العیوب الخمس الجنون والجذام الخ اسی[۵] میں ہے۔ لا یکون التاجیل الا عند سلطان یجوز قضاؤہ ابتداء التاجیل للزوج من وقت المخاصمۃ اسی[۶] میں ہے متی رفعت الی القاضی یؤجلہ سنۃ من یوم الخصومۃ قمریۃ بالاھلۃ فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ شمسیۃ بالایام وعلیہ الفتوٰی وھی تزید علی القمریۃ باحد عشر یوما وفی نکاح الاصل للامام السرخسی قال خیرھا القاضی فان اختارت نفسھا زوجھا او قامت من مجلسھا او اقامھا اعوان القاضی او

۱؎ خانیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۴۱۳ مطبوعہ بیروت ۲؎ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۲۶ مطبوعہ بیروت ۳؎ عالمگیریہ جلد ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ بیروت

۴؎ فتاوٰی خلاصہ جلد ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ لاہور ۵؎ فتاوٰی خلاصہ جلد ۲ ص ۲۴۳ ۶؎ ص ۲۴۶ مطبوعہ لاہور

قام القاضی قبل ان یختار شیئاً بطل خیارھا وان اختارت الفرقۃ امر القاضی للزوج بان یطلقھا فان ابی فرق بینھما وکانت تطلیقۃ بائنۃ وفی شرح الشافی ان اختارت نفسھا بانت منہ فی ظاھر الروایۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از لکھنؤ ۳۲ لاٹوش روڈ منشی ہردے نرائن مرسلہ ایس محمد عاشق علی مہر کن رضوی مورخہ ۲۶ جمادی الاولیٰ یوم شنبہ ۵۵ھ

زید وہندہ میں لڑائی ہو رہی تھی تھوڑے عرصہ کے واسطے رک گئی تھی کہ اس عرصہ میں میرے خالہ زاد بھائی ارشاد علی آئے اور انھوں نے پھر چھیڑ دیا شروع ہو گئی کہ زید نے دل میں خیال کر کے بغرض دھمکی غصہ کی حالت میں میں نے ایک مرتبہ کہا ایسی ہندہ کو تو طلاق دے دے یہ نہیں کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔ ہندہ نے اس لفظ کو نہیں سنا دوبارہ پھر چار پانچ منٹ کے بعد کہا کہ طلاق دی طلاق دی اس کا خیال نہیں رہا کہ آخیر میں ایک مرتبہ کہا یا دو مرتبہ یہ نہیں کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں کیونکہ بھائی ارشاد علی سے معلوم ہوا کہ اول ایک مرتبہ یہ لفظ کہا کہ ایسی ہندہ کو تو طلاق دیدے دوبارہ دو مرتبہ کہا ہندہ سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ کہا اور اب اس سے مکرر نکاح ہو سکتا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہوگا پہلا قصور معاف چاہتا ہوں الغاظ خط میرے مکان میں ہندہ کا مزاج گرم ہے اس وجہ سے مجھ سے غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں۔

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں طلاق رجعی ہونے کا حکم ہوگا لفظوں میں اضافت نہ ہونا اصلاً اضافت نہ ہونا نہیں یہاں لفظوں میں اگرچہ یہ نہیں کہ تم کو یا اس کو یا فلاں کو طلاق دی مگر جب پہلے وہ یہ لفظ کہہ چکا ہے کہ ایسی ہندہ کو تو طلاق دیدے نیز خط میں لکھا ہے کہ میرے مکان میں ہندہ کا مزاج گرم ہے اس وجہ سے مجھ سے یہ غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں ان جملوں سے معلوم ہو گیا کہ ان الفاظ سے اپنی عورت ہی کو طلاق دینا مقصود ہے اب رہا یہ کہ ایک ہوئی یا دو، اگر اسے شک ہو اور وہاں جو شخص موجود ہو اس کے بیان سے اسے ایک طرف گمان غالب ہو تو ایک ہوئی اور اگر اسے دو کا گمان غالب ہو خود یا وہاں جو ہو اس کے بیان سے تو دو سمجھے اور اگر خود اپنا گمان زیادہ کا ہو اور حاضرین جو عادل ہوں ان کا بیان کم کا ہو پھر ان کا صدق اس کے دل پر جمے تو ایک ہی سمجھ سکتا ہے۔

در مختار[1] میں ہے۔ شک اطلق واحدۃ اواکثر بنی علی الاقل۔ رد المحتار[1] میں ہے۔ قولہ بنی علی الاقل ای کما ذکرہ الاسبیجابی الا ان یستیقن بالاکثر او یکون اکبر ظنہ وعن الامام الثانی اذا کان لا یدری الثلث ام اقل یتحری وان استویا عمل باشد ذلک علیہ اشباہ عن البزازیۃ قال ط وعلی قول الثانی اقتصر

[1] در مختار۔ رد المحتار جلد ۳ صـ ۲۸۳ مطبوعہ مصر

قاضی خان ولعله لانه یعمل بالاحتیاط خصوصاً فی باب الفروج اھ قلت ویمکن حمل الاول علی القضاء والثانی علی الدیانة ویؤیده مسئلة المتون فی باب التعلیق لو قال ان ولدت ذکرا فانت طالق واحدة وان ولدت انثی فانت طالق ثنتین فولدتهما ولم یدر الاول تطلق واحدة قضاء وثنتین تنزها ای دیانة هذا وفی الاشباه ایضا وان قال عزمت علی انه ثلث یترکها وان اخبره عدول حضروا ذلک المجلس بانها واحدة وصدقهم اخذ بقولهم۔ عالمگیری[1] میں ہے۔ فی نوادر ابن سماعة عن محمد رحمه الله تعالیٰ اذا شك فی انه طلق واحدة اوثلاثا فهی واحدة حتی یستیقن اویکون اکبر ظنه علی خلافه فان قال الزوج عزمت علی انها ثلاث اوهی عندی علی انها ثلاث اضع الامر علی اشده فلخبرة عدول حضروا ذلک المجلس وقالوا کانت واحدة قال اذا کانوا عدولا اصدقهم واخذ بقولهم کذا فی الذخیرة واللّٰه تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ محلہ خواجہ قطب معرفت جمیل احمد صاحب۔ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۶ھ

زید اپنی عورت سے یہ کہے کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اور تو بھی مجھ کو آزاد کر دے اس عورت نے جواب دیا کہ تم میرے خاوند نہیں زید نے اس پر جواب دیا کہ ہوگا کوئی (گالی دے کر) تیرا خاوند نہ تو میری عورت نہ میں تیرا خاوند ایک ماہ سے یہ نا اتفاقی متواتر رہی اور ابھی تک ہے مگر ایک جگہ دونوں رہتے ہیں معمولی گفتگو کسی وقت اشارۃً ہوتی ہے اب وہ عورت چاہتی ہے کہ میں معافی اپنے قصور کی چاہ لوں۔ ایسی صورت میں زید کو کیا کرنا چاہیے اور مذکورہ بالا مسئلہ پر کیا جواب دیا جاتا ہے والسلام من اتبع الہدیٰ۔

الجواب۔ اگر مرد نے عورت سے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہے کہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" تو ایک طلاق بائن ہوگئی۔ جب وہ دونوں راضی ہوں تو نکاح جدید بمہر جدید کر لیں۔ فی الہندیہ[2] لو قال اعتقتك طلقت بالنیة کذا فی معراج الدرایة اس کے دوسرے لفظ "نہ تو میری عورت نہ میں تیرا خاوند" بر مذہب مختار الفاظ طلاق سے نہیں یہ اگر بہ نیت طلاق بھی کہے ہوں۔ ان سے طلاق نہ ہوگی ہاں ان سے بظاہر اتنا پتہ چلتا ہے کہ پہلا لفظ بہ نیت طلاق کہا ہوگا۔ شوہر اگر بقسم کہہ دے گا کہ اس نے پہلے لفظ سے نیت طلاق نہیں کی تھی تو اصلاً طلاق کا حکم نہ ہوگا اور اقرار کرے گا یا حلف نہ کرے گا تو ایک طلاق بائن کا حکم ہے۔ عالمگیریہ[3] میں ہے۔ لو قال لم تزوجنی من نیتی لایقع وان نوی هو المختار کذا فی جواهر الاخلاطی اسی میں مجموع النوازل سے ہے۔ امرأة قالت لزوجها آخر من تو امرفقال الزوج نه تونه زنی تو لایقع بهذا شیء کذا فی المحیط۔

فتاوی ہندیہ[4] میں ہے۔ لو قال لامرأته لست لی بامرأة اوقال لها ما انا بزوجك ان قال نویت

[1] عالمگیری جلد ا صفحہ ۳۶۳ بیروت [2] ہندیہ جلد ا صفحہ ۳۷۶ بیروت [3] عالمگیری جلد ا صفحہ ۳۸۶ بیروت [4] ہندیہ جلد ا صفحہ ۳۷۵

الطلاق یقع الطلاق فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعندھما لایقع اھ مختصراً اسی میں[۱] ہے۔
لوقالت المرأۃ لزوجھا لست لی بزوج فقال الزوج صدقت ونوی بہ الطلاق یقع فی قول ابی حنیفۃ
رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اسی میں[۱] ہے۔ قد اتفقوا جمیعاً انہ لوقال واللہ ما
انت لی بامرأۃ اولست واللہ لی بامرأۃ فانہ لایقع شیئ وان نوی۔ فتاویٰ[۲] خلاصہ میں ہے۔ لوقال لھا
لست لی بامرأۃ عندھما لایقع وان نوی وعند ابی حنیفۃ یقع اذا نوی۔ اسی[۲] میں ہے۔ قال تونزن من
نیتی لایقع وان نوی ھو المختار۔ اسی میں[۲] ہے۔ لوقال واللہ لست لی بامرأۃ لایقع وان نوی۔ فتاویٰ
خلاصہ[۲] اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ قالت لہ لست لی بزوج فقال ھو صدقت فھذا اومالوقال لست لی
بامرأۃ سواء۔ درمختار میں ہے۔ والقول لہ بیمینہ فی عدم امنیۃ۔ عورت اس سے قسم لے لے اگر قسم کہہ
دے کہ اس نے طلاق کی نیت سے وہ لفظ نہ کہے تھے مان لے جھوٹ کہے گا وبال اس پر ہوگا۔ درمختار
میں ہے۔ یکفی تحلیفھا فی منزلہ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از شہر کہنہ مسئولہ ڈاکٹر نوشے علی صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

زید نے عمرو کی لڑکی سے بقاعدہ شرعی نکاح کیا چنانچہ وہ قاضی نکاح خواں کے رجسٹر میں مفصل درج
ہے اب عرصہ پانچ سال کا ہوگیا نئے نئے حیلے نکال کر ایام گذاری کر رہا ہے آخری فیصلہ اس کا یہ ہے کہ نیا موٹر
قبل رخصت زید کے نام خرید دیا جاوے اور جوڑے کے کپڑے اس کی مرضی کے موافق دہلی سے خریدے
جائیں تو تاریخ رخصت مقرر کی جاسکتی ہے عمرو کو اس قدر وسعت نہیں ہے کہ اس کی حسب منشا اس کی
فرمائشیں پیش کرسکے زید نے آج تک اس کے نان نفقہ کے خرچ کے لئے ایک پائی نہیں دی ہے نہ اس کی
گلو خلاصی کرتا ہے یوں ہی معلق ڈال رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک میری فرمائشیں نہ پوری کی جائیں گی
یوں ہی پڑا رکھوں گا عمرو کی لڑکی یہ بھی خیال کرتی ہے کہ زید ایک ضدی اور لالچی ہے اس سے پورا اندیشہ
ہلاکی اور ایذا کا ہے میں مہر معاف کرتی ہوں جس کی تعداد پچاس ہزار پچیس ہزار معجل اور پچیس ہزار موجل
مع نان نفقہ وہ میری گلو خلاصی خلع کرکے کردے زید اور عمرو دونوں حنفی المذہب ہیں۔ ایسی صورت میں خلع
ہوسکتا ہے یا نہیں فقط۔

الجواب۔ خلع تو جب چاہے ہوسکتا ہے مگر خلع بھی تو شوہر ہی کی رضا سے ہوگا وہ اگر خلع پر راضی
نہ ہو تو کیونکر ہوگا وہ شخص گنہگار حق اللہ اور حق زن میں گرفتار ظالم جفا کار ہے۔ اس پر توبہ لازم۔ یا عورت کو رخصت

---

[۱] ہندیہ جلد اول ص۳۷۵ مطبوعہ بیروت، [۲] فتاویٰ خلاصہ جلد اول ص۲۸۲ مطبوعہ لاہور [۳] ہندیہ جلد اول ص۳۷۵

کرائے اس کے ساتھ بمعروف پیش آئے بھلائی کرے اور یہ نہ کرے تو لازم ہے کہ اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے۔ قال تعالیٰ امسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ ولا تتخذوا اٰیٰت اللہ ھزوا[1] دو امروں میں ایک فرض ہے رکھنا ہے تو بھلائی کے ساتھ رکھنا ورنہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے ادھر میں لٹکانا حرام ہے۔ قال تعالیٰ[2] لا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ نقصان رسانی تنگی میں ڈالنا حرام ہے اسے رخصت کرا کے بھلائی کے ساتھ رکھے۔ اسکنوھن من حیث[3] سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔ نقصان رسانی مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے حدیث میں ہے۔ ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ کسی مسلمان کو اپنے قول یا فعل سے ناحق ایذا دینا اللہ و رسول کو ایذا دینا ہے حدیث میں ہے۔ من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔

باپ اگر اس کی قدرت بھی رکھتا ہو جب بھی اسے یوں مجبور کرنا شرعاً عقلاً ہر طرح سخت مذموم وممنوع ومعیوب ہے کہ ایسی صورت میں کہ وہ اس کے وسعت (سے) باہر ہے باپ پر کچھ بھی دینا لازم نہیں۔ ہاں کچھ جہیز دینا مسنون ہے۔ عورت نے اگر مہر معاف کر دیا تو مہر معاف ہو گیا۔ باپ اگر گنجائش رکھتا ہو اور اس نے وعدہ بھی کیا ہوتا جب بھی اس کے ذمہ لازم نہ ہوتا ہاں بے وجہ معقول وعدہ خلافی ہر طرح مذموم ومعیوب ہوتی اور اگر صورت یہ ہوتی کہ وہ شوہر یا شوہر کے والدین سے کہتا اور پر سے موٹر اور یہ اور سامان جہیز میں دوں گا بشرطیکہ تم اس قدر بری لاؤ اتنا چڑھاوا چڑھاؤ یا اتنا روپیہ لڑکے یا لڑکی کو دو یا اس قدر جائداد لڑکے یا لڑکی کے نام کرو تو صرف اس صورت میں اسے ایفائے وعدہ کی تاکید کی جاتی مگر اس میں لڑکی کا کیا قصور رخصت نہ کرانے سے جو ناحق ایذا اور نقصان ہو رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲ محرم الحرام ۵۸ھ

(۱) اگر کوئی شخص غصہ کی حالت میں اپنی بی بی کو طلاق دیدے تو طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) طلاق کتنے قسم کی ہوتی ہے؟

(۳) جس عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہے اور جس عورت کا شوہر طلاق دے دیا ہے تو یہ عورتیں کتنے دن کی عدت گذاریں پھر ثانی نکاح کریں۔

الجواب۔ (۱) غصہ ہی اکثر طلاق کا باعث ہوتا ہے اکثر غصہ ہی میں طلاق دی جاتی ہے تو مطلقاً غصہ طلاق نہ ہونے کے لئے کیونکر عذر معقول ومقبول ہو سکتا ہے ہاں اگر جوش غضب اس حال پر ہو کہ اس

[1] پ ۲ ع ۱۳ [2] سورۂ نساء آیت ۱۲۹ [3] سورۂ طلاق آیت ۶

وقت عقل پر زوال حواس میں اختلال ہو زمین و آسمان کا اسے ہوش نہ ہو تو یہ زوال و اختلال ضرور مانع وقوع طلاق ہوں گے۔ اس حال کا ایقاع معتبر نہیں۔ غیر عاقل کی طلاق کا اعتبار نہیں حدیث میں فرمایا[1] کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ نیز فرمایا۔ رفع[2] القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ و عن المعتوہ حتی یعقل۔ عالمگیریہ میں ہے۔ یقع[3] طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا۔

(۲) طلاق تین طرح کی ہوتی ہے رجعی۔ جس میں عدت گذرنے سے پہلے پہلے رجعت کر سکتا ہے اگر رجعت قول یا فعل سے کرلے گا تو عورت بدستور اس کے نکاح میں لوٹ آئے گی نکاح جدید کی کچھ حاجت نہ ہوگی۔ ہاں عدت گذر جائے گی اور رجعت نہ کرے گا تو نکاح سے باہر ہوگی اب رجعت نہ کر سکے گا عورت پر اسے دسترس نہ رہے گی وہ اگر راضی ہوگی تو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کر سکے گا۔ بائنہ جس سے فی الحال بینونت ہو جائے گی شوہر کو اختیار رجعت نہ ہوگا برضا مرزن نکاح جدید بمہر جدید ہو سکے گا۔ مغلظہ۔ جس سے فی الحال بینونت کبریٰ واقع ہوگی جس سے عورت شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی کہ بے حلالہ اس سے کبھی نکاح نہ کر سکے گا۔ یہ تو بلحاظ وقوع تین طرح ہوئیں اور باعتبار واقع کرنے کے بھی تین طرح ہے۔ احسن۔ حسن۔ بدعی یا یوں کہیں کہ دو طرح ہے سنی بدعی پھر ان ہر دو کی بلحاظ عدد و بلحاظ وقت دو، دو قسمیں ہیں طلاق سنی بلحاظ عدد۔ دوسری۔ بلحاظ وقت دو نوع حسن اور احسن۔ احسن ایک رجعی طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا۔ جدا ہی کرنا ہو تو پھر تا انقضاء عدت رجعت نہ کرے۔ اور حسن ایک طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا پھر دوسرے طہر میں دوسری پھر تیسرے طہر میں تیسری بدعی کی دو نوعوں سے بدعی عددی یہ کہ ایک طہر میں بکلمۂ واحدہ تین طلاقیں دے یا بکلمات جداگانہ یا ایک طہر میں دو طلاقیں جمع کرلے ایک کلمہ سے یا دو علیحدہ علیحدہ کلموں سے۔ بدعی وقتی یہ کہ مدخول بہا جو ذوات اقراء سے ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع کر چکا ہو یا بحالت حیض۔ طلاق بدعی سے طلاق تو ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا دوسری صورت جس میں تین طلاقیں نہیں رجعت واجب ہوگی۔ جب کہ طلاق بائن نہ دی ہو۔

عالمگیری[4] میں ہے۔ الطلاق نوعان سنی وبدعی وکل واحد منہما نوعان نوع یرجع الی العدد و نوع یرجع الی الوقت اما الطلاق السنی فی العدد والوقت فنوعان حسن واحسن فالاحسن ان یطلق امرأتہ واحدۃ رجعیۃ فی طہر لم یجامعہا فیہ ثم یترکہا حتی تنقضی عدتہا او کانت حاملا قد استبان حملہا والحسن ان یطلقہا واحدۃ فی طہر لم یجامعہا فیہ ثم فی طہر اخر اخری ثم فی طہر اخر اخری

[1] جلد اول ص ۲۴۸ مطبوعہ بیروت۔ [2] مشکوٰۃ ص ۲۸۴ [3] فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول ص ۳۵۳ مطبوعہ بیروت

(واما البدعی) فنوعان بدعی لمعنی یعود الی العدد وبدعی لمعنی یعود الی الوقت فالذی یعود الی العدد ان یطلقها ثلاثا فی طهر واحد بکلمة واحدة او بکلمات متفرقة او یجمع بین التطلیقتین فی طهر واحد بکلمة واحدة او بکلمتین متفرقتین فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وکان عاصیا (والبدعی) من حیث الوقت ان یطلق المدخول بها وهی من ذوات الاقراء فی حالة الحیض او فی طهر جامعها فیه وکان الطلاق واقعا ویستحب له ان یراجعها والاصح ان الرجعة واجبة طلاق کی باعتبارِ الفاظ طلاق تین قسمیں ہیں۔ صریح ملحق بالصریح۔ طلاق بالکنایۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورت حرہ مدخولہ حائضہ (یعنی حیض والی) مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کی عدت طلاق تین حیض ہے۔ قال تعالیٰ[۱] والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلٰثة قروء ۔ اور جو غیر حاملہ متوفی عنہا زوجہا ہو اس کی عدت وفات چار ماہ دس روز ہیں قرآن عظیم فرماتا ہے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا ۔ اور مطلقہ آئسہ مدخولہ (جو سنِ ایاس کو پہونچی) اور مطلقہ نابالغہ اور مطلقہ بالغہ غیر حائضہ (یعنی جو سنِ بلوغ کو پہونچی یوں بالغہ ہوئی اسے حیض نہ ہوا یا ایک روز خون آیا پھر نہ آیا) جب کہ مدخولہ ہوں ان کی عدت تین ماہ ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے۔[۲] والّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتهن ثلٰثة اشهر والّٰئی لم یحضن ۔ حاملہ کی تا وضع حمل ہے قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے۔[۳] واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن ۔

اور مطلقہ غیر حاملہ جواری کی عدت حائضہ کی دو حیض غیر حائضہ کی ڈیڑھ ماہ اور عدت وفات دو ماہ پانچ روز ہے غیر مدخولہ عورت کے لئے عدت طلاق نہیں۔ عالمگیری[۴] میں ہے۔ اربع من النساء لاعدة علیهن المطلقة قبل الدخول الخ۔ حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة اقراء۔ والعدة لمن لم تحض لصغر او کبر او بلغت بالسن ولم تحض ثلثة اشهر۔ وکذا الو رأت دما یوما ثم لم تر فعدتها بالشهور هو الصحیح۔ وعدة الامة والمدبرة وام الولد والمکاتبة فی الطلاق والفسخ قرآن وان کانت لا تحیض فعدتها شهر ونصف وعدة الحامل ان تضع حملها سواء کانت المرأة حرة او مملوکة الخ۔ عدة الحرة فی الوفاة اربعة اشهر وعشرة ایام سواء کانت مدخولا بها او لا صغیرة او کبیرة او آئسة۔ اذا کانت المنکوحة امة فمات عنها زوجها فعدتها شهران وخمسة ایام عند الجمهور الخ طلقت وهی صغیرة لم تحض وقد دخل بها و مثلها یجامع فعدتها ثلاثة اشهر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۱] عالمگیریہ جلد ا ص۳۶ ۔ ص۵۲۷ ۔ ص۵۲۸ ۔ ص۵۲۹ ۔ ص۵۳۱ مطبوعہ بیروت [۲] سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸ [۳] سورۂ بقرہ آیت ۲۳۴ [۴] سورۂ طلاق آیت

مسئلہ۔ از محمود آباد ضلع سیتاپور مسئولہ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ۲۲ رجب ۱۳۵۸ھ

ایک شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھے طلاق دی طلاق ہے میں تجھے طلاق دیتا ہوں اور کچھ چھوڑنے کی نیت نہیں کی تو کیا حکم ہے عورت نکاح میں رہی یا نہیں اسے کیا کرنا چاہئے۔ دوسرا ایک شخص غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے لڑائی کر رہا تھا اس لڑائی کے اندر اس نے اپنی بی بی کو کہا کہ جا میں نے تجھ کو طلاق دیا تجھے طلاق دی میں تجھے طلاق دیتا ہوں اور تو میری ماں ہے ان دونوں سوالوں کے جوابات مفصل عطا ہوں۔ سوال اول میں صیغہ دیتا ہوں کا لفظ ہے اور چھوڑنے کی نیت نہیں۔ ملحوظ خاطر عالی رہے۔

الجواب۔ دونوں صورتوں میں تینوں طلاقیں ہوگئیں ہر لفظ صریح ہے اور صریح محتاج نیت نہیں خاص صیغہ حال طلاق دیتا ہوں تو تحقیق ہی ہے۔ صیغہ مضارع جو دائر بین الحال والاستقبال ہے اس سے بھی اس جگہ جہاں اس کا غالب استعمال حال کے لئے ہو تحقیق ٹھہرے گا۔ فارسی اور ہماری زبان میں تو حال کا صیغہ صیغۂ استقبال سے جدا ہے عربی میں جدا نہیں مگر جب مضارع کا غالب استعمال حال میں ہو، قضاءً حکم طلاق ہوگا اور تحقیق ہی ٹھہرے گا۔ قضاءً محتاج نیت نہ ہوگا اور عورت مثل قاضی ہے ایسی صورت میں اسے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھنا لازم ہوگا۔ اپنے نفس پر اسے قدرت دینا حرام ہوگا۔ رد المحتار وغیرہ عامۂ اسفار معتبرہ میں ہے۔ الصریح لا یحتاج الی النیۃ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے۔ طلاق می کنم، طلاق می کنم، طلاق می کنم ثلث لان می کنم تمحض للحال وھو تحقیق بخلاف قولہ کنم لانہ یتمحض للاستقبال فلم یکن تحقیقا مع الشک حتی ان فی موضع غلب استعمالہ للحال کان تحقیقا کقول الکافر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وکقول الشاھد اشھد بھذا وکقول الحالف اشھد باللّٰہ۔ عالمگیری[1] میں ہے۔ قال الزوج طلاق می کنم طلاق می کنم وکرر ثلث اطلقت ثلثا بخلاف قولہ کنم لانہ استقبال فلم یکن تحقیقا بالتشکیک۔ اسی میں محیط سے ہے۔ لو قال بالعربیۃ اطلق لا یکون طلاقا الا اذا غلب استعمالہ للحال فیکون طلاقا۔

شامی[2] میں ہے۔ المضارع اذا غلب فی الحال مثل اطلقک کما فی البحر قلت ومنہ فی عرف زماننا تکونی طالقا ومنہ خذی طلاقک فقالت اخذت فقد صح الوقوع بہ بلا اشتراط نیۃ کما فی الفتح وکذا لا یشترط قولھا اخذت کما فی البحر۔ جد الممتار[3] میں اعلیٰ حضرت شیخنا المجدد شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فرماتے ہیں۔ المضارع اذا غلب فی الحال صریح قلت وصیغۃ الحال بلساننا علیحدۃ فینبغی ان یقع بھا اذا کان صریحا من دون نیۃ ومنھا قولہ۔ میں تجھے چھوڑتا ہوں بخلاف قولہ میں تجھے

[1] عالمگیری جلد اص ۳۸۴ مطبوعہ بیروت [2] شامی جلد دوم ص ۴۶۶ [3] جلد دوم ص ۲۵۶ مطبوعہ مبارکپور

چھوڑے دیتا ہوں فان غالب استعمالہ فی العزم علی الفعل دون تحقیقہ فافھم وتامل۔ فتاوی ہندیہ[1] میں ہے۔ لوقال لہا انت طالق ونوی بہ الطلاق عن وثاق لم یصدق قضاءً ویدین فیمابینہ وبین اللہ تعالٰی والمرأۃ کالقاضی لایحل لہا ان تمکنہ اذا سمعت منہ ذلک اوشھد بہ شاھد عادل عندھا شامی[2] میں ہے۔ المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ اواخبرھا عدل لایحل لھا تمکینہ اسی میں فتح القدیر سے ہے ان المرأۃ کالقاضی لایحل لھا ان تمکنہ اذا علمت منہ ماظاھرہ خلاف مدعاہ۔ عورت کو حلال نہیں کہ وہ بعد اس کے اس کو نفس پر قابو دے اس کے ساتھ رہے وہ اپنے آپ کو مطلقہ ثلث جانے گی اور جیسے ہوگا اس سے چھٹکارا حاصل کرے گی اس سے دور بھاگے گی جیسے سانپ سے جیسے شیر سے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از جائس ضلع رائے بریلی المستفتی منظور الحق

زید نے اپنی بیوی کی عدم موجودگی میں ایک شخص کے سامنے یہ الفاظ اپنی بیوی کے متعلق کہے میں اپنی بیوی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں مجھ سے اور اس سے کوئی واسطہ نہیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب۔ اگر اس نے اپنے ان الفاظ سے کہ میں اپنی بیوی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں نیز اس کلمہ سے کہ مجھ سے اس سے کوئی واسطہ نہیں طلاق کا ارادہ کیا تھا ہر دو کلمے سے علیحدہ علیحدہ طلاق کی نیت ہو یا ایک سے طلاق مقصود ہو بہر حال اس صورت میں کہ وہ کلمے بہ نیت طلاق ہی کہے ہوں ایک طلاق بائن ہوگی کہ پہلا کلمہ نیز دوسرا ہر دو کنایات طلاق سے ہیں۔ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے دونوں سے علیحدہ علیحدہ طلاق کی نیت ہو جب بھی ایک ہوگی ایک لغو ہو جائے گی۔ فان البائن لایلحق بالبائن کماھو مصرح بہ فی غیر ماکتاب۔ عالمگیری[3] میں ہے۔ لایلحق البائن البائن بان قال لہا انت بائن ثم قال لہا انت بائن لایقع الاطلقۃ واحدۃ بائنۃ۔ اور اگر بہ نیت ظہار یہ کہا کہ میں اپنی بی بی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں اور یہ لفظ کہ مجھ سے اس سے کوئی واسطہ نہیں بہ نیت طلاق کہے تو ظہار بھی ہوا اور طلاق بھی بعد نکاح جدید بھی جب تک کفارہ نہ دے اس سے استمتاع حلال نہیں اس سے صحبت حرام اس کا بوسہ لشہوت لینا یونہیں ہاتھ لگانا اس کی شرمگاہ دیکھنا حرام اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی ظہار ہی کی نیت تھی تو صرف ظہار ہوا کفارہ اس پر لازم کہ ایک غلام آزاد کرے اور یہاں باندی غلام کہاں جب اس پر قدرت نہیں تو دو ماہ کے پے درپے روزے رکھے اور ان دو ماہ میں دن میں یا رات میں اس سے صحبت نہ کرے اور اگر اس سے قبل ادائے کفارہ صحبت کرے گا تو یہی نہیں کہ گناہ ہوگا بلکہ از سر نو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے یونہیں اگر بیچ میں

[1] فتاوی ہندیہ جلد اول ص ۳۵۴ مطبوعہ بیروت [2] جلد اول ص ۳۷۷ [3] جلد اول ص ۳۷۸

کوئی روزہ چھوٹ جائے گا تو پھر سرے سے دو ماہ کے روزے لازم ہوں گے۔ اور اگر بیماری سے یا بڑھاپے سے ایسا ہوگیا ہے کہ لگاتار دو ماہ کے روزوں کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مساکین کو دونوں وقت بھر پیٹ کھانا کھلائے۔ اتنے مسکینوں کو سو روپئے بھر سیر سے پونے دو سیر ایک اٹھنی بھر اوپر فی مسکین گیہوں دے یا اس قدر کی قیمت۔

اور اگر ظہار مقصود نہ تھا بلکہ ان لفظوں سے یہ مراد تھی کہ میرے نزدیک وہ میرے ماں کی مثل عزت کرامت بزرگی رکھتی ہے میں اس کا اعزاز و اکرام ماں کی مثل سمجھتا ہوں تو اس صورت میں ظہار نہ ہوگا نہ حکم وجوب کفارہ مگر بظاہر اس کے اگلے لفظ اس سے آبی ہیں یونہی اگر اس کی کوئی نیت نہ تھی تو بھی علی القول الامام یہ لفظ کرامت ہی پر محمول ہوگا اور ظہار کا حکم نہ ہوگا اور اگر ان الفاظ سے نیت تحریم کی تھی تو بھی صحیح یہی ہے کہ ظہار ہوگا عالمگیریہ[1] میں ہے۔ لوظاهر منها ثم طلقها طلاقا بائنا ثم تزوجها لایحل له وطوءها و الاستمتاع بها حتی یکفر وکذا فی السراج الوهاج۔ اسی[2] میں ہے۔ لو قال لها انت علی مثل امی او کامی ینوی فان نوی الطلاق وقع بائنا وان نوی الکرامة او الظهار فکما نوی هکذا فی فتح القدیر۔ وان لم تکن له نیة فعلی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی لایلزمه شیء حملا للفظ علی معنی الکرامة کذا فی الجامع الصغیر۔ والصحیح قوله هکذا فی غایة البیان۔ وان نوی التحریم اختلفت الروایات فیه والصحیح انه یکون ظهارا عند الکل اھ۔ العطایا[3] النبویہ میں ہے۔ فی ردالمحتار عن الجرمنی وعندی ومعی کعلی اھ اقول وانت تعلم ان سمجھتا ہوں بلساننا یؤدی مؤدی عندی بلسان العرب اھ اسی میں تنویر الابصار و در مختار سے ہے۔ یصیر به مظاهرا فیحرم وطؤها علیه ودواعیه من القبلة والمس والنظر الی فرجها بشهوة۔ والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں طلاق دے دوں عورت نے کہا کہ پھر دے کیوں نہیں دیتے زید نے کہا بشرطیکہ تم میرا مہر معاف کردو اور اپنی زبان سے تین مرتبہ کہہ دو کہ میں نے مہر معاف کردیا عورت نے کہا کہ میں نے مہر معاف کردیا زید نے کہا کہ میں نے طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ اس پر اس عورت کی والدہ نے زید سے کہا کہ آپ نے تو طلاق ہی دے دیا۔ زید کہنے لگا یوں طلاق مانا نہیں جائے گا جب تک دو چار آدمی ہماری طرف سے اور دو چار آدمی تمہاری طرف کے موجود نہ ہوں بعدہٗ زید نے اپنے ایک دوست سے یہ واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ اس صورت میں تو طلاق واقع ہوگئی اس کے بعد ایک اور شخص سے اس نے یہ واقعہ بیان کیا اس نے بھی یہی کہا کہ اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی آیا ان

[1] عالمگیریہ جلد ا صـ۵۰۶ مطبوعہ بیروت [2] عالمگیریہ جلد ا صـ۵۰۷ مطبوعہ بیروت [3] العطایا النبویہ فی فتاوی الرضویہ جلد ۵ صـ۶۳۶ مطبوعہ مبارکپور ہند

صورِ مذکورہ میں عورت مطلقہ ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ اس صورت میں تین طلاقیں ہو گئیں عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی کہ بےحلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو گی۔ قال اللہ تعالیٰ۔ الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ۰ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ طلاق ہو جانے کے لئے دو چار آدمی زوج کی طرف کے اور دو چار زوجہ کی جانب کے ہونا کیا معنی ایک آدمی بھی ضروری نہیں محض تنہائی میں اگر شوہر طلاق دے طلاق ہو جائے گی۔ جہاں طلاق دے وہاں اگرچہ زوجہ بھی موجود نہ ہو۔ نہ ثبوت طلاق کے لئے دو چار آدمی اس کے دو چار اس کے ہونا درکار۔ دو اہل شہادت درکار ہیں اگرچہ وہ نہ زوج کے ہوں نہ زوجہ کے۔ محض اجنبی ہوں۔ دونوں میں سے کسی ایک سے ذرا بھی علاقہ نہ رکھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ اللّعَانْ

لِعَانْ کا بیَانْ

مسئلہ۔ لعان مابین زن و شوہر کن کن وجوہات سے حد شرعی میں آتا ہے جس کی وجہ سے زن و شوہر کے تعلقات قطع ہو جاتے ہیں۔ جواب مفصل مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب۔ لعان نہ ہو گا مگر زوجین میں جن کا نکاح صحیح اور زوجیت قائم ہو اگرچہ عورت بحالت عدت رجعی ہو۔ دونوں مسلمان آزاد عاقل بالغ غیر محدود فی حد القذف مسلمان پر ادائے شہادت کے اہل ہوں عورت عفیفہ ہو یعنی زنا و تہمت زنا و طی حرام اگرچہ ایک ہی بار بشبہہ یا نکاح فاسد سے بالکل بری پاک و صاف ہو ایک بار بھی اس مہلکہ میں نہ پڑی اور اس پر ایسی تہمت نہ دھری گئی ہو اور نہ اس کے کوئی بچہ بلا باپ معروف ہوا ہو۔ عورت وقت قذف زندہ اور محصنہ ہو وہ لعان کا مطالبہ نزد قاضی یا بصورت نفی ولد یا خود قاذف عند القاضی کرے دونوں میں سے کوئی گونگا نہ ہو۔ عورت وجود زنا سے منکر مرد اپنے صدق پر بینہ نہ رکھتا ہو اور صراحۃً زنا کی دار الاسلام میں اس نے عورت پر تہمت دھری ہو نسب ولد کی نفی بھی بمنزلہ صریح زنا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان[1] میں ہے۔ اللعان لا یجری الا بین زوجین حرین مسلمین عاقلین بالغین غیر محدودین

[1] فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ عالمگیریہ جلد ا صفحہ ۳۲۸ مطبوعہ بیروت [2] سورۃ بقرہ آیت ۲۲۹

فی قذف لان اللعان عندنا شہادات مؤکدات بالایمان فلا یجری اذا لم یکونا من اہل الشہادۃ او لم یکن احدہما من اہل الشہادۃ مع اہلیۃ الشہادۃ یراعی العفۃ والاحصان فی جانب المرأۃ۔

درمختار[1] میں ہے۔ اللعان (ہو) شرعًا (شہادات) اربعۃ کشہود الزنا (مؤکدات بالایمان مقرونۃ شہادتہ باللعن) وشہادتہا بالغضب (قائمۃ) شہاداتہ (مقام حد القذف فی حقہ و) شہاداتہا (مقام حد الزنا فی حقہا) وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح صحیحا) لا فاسدا اھ وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ (خصت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتقتصر لہا شروط الاحصان (و) رکنہ شہادات مؤکدات بالیمین واللعن وحکمہ حرمۃ الوطء والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفریق بینہما واہلہ من ہو اہل للشہادۃ) علی المسلم (فمن قذف زوجتہ) الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی (العفیفۃ عن) فعل (الزنا) وتہمتہ، بان لم توطأ حراما ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب (وصلحا لاداء الشہادۃ) علی المسلم (او) من (نفی نسب الولد) منہ او من غیرہ (وطالبتہ) او طالبہ الولد المنفی (بہ) عند القاضی (لاعن) اھ مختصرًا۔

اور ردالمحتار[1] میں ہے۔ (قولہ وشرطہ قیام الزوجیۃ) فلا لعان بقذف المنکوحۃ فاسدا او المبانۃ ولو بواحدۃ بخلاف المطلقۃ رجعیۃ ولا بقذف زوجتہ المیتۃ ویشترط ایضا الحریۃ والعقل والبلوغ والاسلام والنطق وعدم الحد فی قذف وہذہ شروط راجعۃ الیہما ویشترط فی القاذف خاصۃ عدم اقامۃ البینۃ علی صدقہ وفی المقذوف خاصۃ انکارہا وجود الزنا منہا، وعفتہا عنہ ویشترط ایضا کون القذف بصریح الزنا، وکونہ فی دار الاسلام، ونفی الولد بمنزلۃ صریح الزنا، (قولہ بصریح الزنا) کیا زانیۃ او یا زانی لانہ ترخیم قد زنیت قبل ان اتزوجک جسدک او نفسک زان وخرج الکنایۃ والتعریض نحو لست انا بزان وخرج بذکر الزنا اللواط فلا لعان فیہ عندہ وعندہما یثبت فیہ وخرج ایضا وجدت معہا رجلا یجامعہا لان الجماع لا یستلزم الزنا بحر (قولہ فی دار الاسلام) اخرج دار الحرب لانقطاع الولایۃ (قولہ الحیۃ) لان المیتۃ لم تبق زوجۃ ولانہ لا یتأتی منہا اللعان (قولہ بنکاح صحیح) ہو ایضاح للتقیید بالزوجیۃ لان المنکوحۃ فاسدا غیر زوجۃ ولو دخل بہا فیہ لم تبق عفیفۃ ایضا فلا یحد قاذفہا (قولہ ولو فی عدۃ الرجعی) خرجت المبانۃ فلا لعان فیہا لکنہ یحد کالاجنبی۔

[1] درمختار، ردالمحتار جلد ۳ صہ ۲۸۲ تا صہ ۲۸۵ مطبوعہ بیروت

(قولہ العفیفۃ) امرأۃ بریئۃ من الوطی الحرام والتہمۃ (قولہ بان لم توطأ الخ) بیان للعفۃ الشرعیۃ ولو مرۃ بشبہۃ ای ولوکان بشبہۃ کوطی معتدتہ من بائن وان ظن حلہ، وقولہ ولا بنکاح فاسد، الاولی او بنکاح فاسد عطفا علی قولہ بشبہۃ لانہ من الوطی الحرام، وقولہ ولا لہا ولد الخ الاولی ولم یکن لہا ولد عطفا علی قولہ لم توطأ لانہ بیان لقولہ وتہمتہ فانہا تتہم بالزنا بوجود ولد لہا بلا اب ای بلا اب معروف (قولہ وطالبتہ) قید بہ لانہا لو لم تطالبہ فلا لعان لانہ حقہا لدفع العار عنہا، ومرادہ طلبہا اذا کان القذف بصریح الزنا اما بنفی الولد فالطلب حقہ ایضا لاحتیاجہ الی نفی من لیس ولدہ عنہ (قولہ او طالبہ الولد المنفی) ھذا سبق قلم ولم ارہ لغیرہ، والصواب ان یقال او طالبہ النافی للولد وعبارۃ الفتح ویشترط طلبہا بخلاف ما اذا کان القذف بنفی الولد فان الشرط طلبہ لاحتیاجہ الی نفی من لیس ولدہ عنہ وعبارۃ الزیلعی لابد من طلبہا الا ان یکون القذف بنفی الولد فان لہ ان یطالب لاحتیاجہ الخ ولا یخفی ان الضمیر فی طلبہ راجع للقاذف لا للولد، نعم طلب الولد شرط لوجوب حد القذف ان کان ولد غیر القاذف وکانت الام میتۃ والا فالشرط طلبہا کما سیأتی فی بابہ و الکلام فی الطلب الذی ہو شرط وجوب اللعان ولا یکون بعد موتہا، وھذا ظاہر جلی اھ مختصرا۔

رکن لعان۔ شہادات مؤکدات بالیمین مقرون باللعن والغضب ہے لعان لفظ شہادت پر موقوف ہے اگر بجائے اشہد باللہ احلف باللہ کہا جائے گا لعان صحیح نہ ہوگا یوہیں مرد اگر اسے مؤکد باللعن عورت مؤکد بالغضب نہ کرے گی لعان نہ ہوگا۔ سبب لعان۔ مرد کا اپنی بی بی منکوحہ بنکاح صحیح کی طرف صراحۃً زنا کی نسبت کرنا مثلاً اسے زانیہ کہنا یا یوں کہنا کہ تونے زنا کیا وغیرہا غرض ایسی بات کہنا کہ اگر اجنبیہ عورت کو کہتا تو حد قذف کی موجب ہوتی۔ شرط لعان۔ زن و مرد کا بنکاح صحیح زن و شوہر ہونا اور قیام زوجیت ہے۔ اہلیت لعان۔ اہل لعان وہی ہے جو اہل شہادت ہے دونوں کا اہل ہونا ضروری ہے۔ حکم لعان۔ لعان سے فارغ ہوتے ہی وطی واستمتاع کی حرمت ہے مگر نفس لعان سے فرقت نہ ہوگی جب تک قاضی تفریق نہ کرے گا وہ دونوں زن و شوہر رہیں گے بے طلاق یا تفریق قاضی فرقت نہ ہوگی۔ زوجیت قائم رہے گی۔ لعان بعد وجوب بہت وجوہ سے ساقط و باطل بھی ہوجاتا ہے۔ جب تک حکم لعان باقی ہے اور طلاق یا تفریق قاضی سے قبل حرمتِ وطی واستمتاع ثابت شدہ باقی رہے گی۔ جو فرقت ہوگی طلاق بائن ٹھہرے گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا حرام ہوجائے گا تا بقاء برحالت لعان انھیں نکاح حرام ہوگا۔

عالمگیری[1] میں ہے۔ حکمہ حرمۃ الوطء والاستمتاع کما فرغا من اللعان ولکن لاتقع الفرقۃ بنفس اللعان حتی لوطلقہا فی ھذہ الحالۃ طلاقا بائنا یقع وکذا لواکذب الرجل نفسہ حل الوطء من غیر تجدید النکاح کذا فی النہایۃ، قال ابوحنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالٰی الفرقۃ الواقعۃ فی اللعان فرقۃ بتطلیقۃ بائنۃ فیزول ملک النکاح وتثبت حرمۃ الاجتماع والتزوج مادام علی حالۃ اللعان، اسی[2] میں ہے۔ اللعان یقف علی لفظ الشہادۃ عندنا حتی لوقال احلف باللہ انی لمن الصادقین اوقالت ھی ذلک لم یصح اللعان کذا فی السراج الوہاج، اذا التعنا فرق الحاکم بینہما ولاتقع الفرقۃ حتی یقضی بالفرقۃ علی الزوج فیفارقہا بالطلاق فان امتنع فرق القاضی بینہما وقبل ان یفرق الحاکم لاتقع الفرقۃ والزوجیۃ قائمۃ یقع طلاق الزوج علیہا وظہارہ وایلاؤہ ویجری التوارث بینہما اذا مات احدہما الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتابُ الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ۔ ازبریلی شریف محلہ گلاب نگر مرسلہ جناب محمود حسن صاحب

ایک شخص نے اپنی حمیت اور قوت دینی سے ایک مدرسہ دینی اپنے مکان پر قائم کیا اور وہ ہمیشہ اس مدرسہ کی ترقی کی کوشش اور نگرانی کرتا رہا اس نے یہ بھی کیا کہ شہر کے چند متدین اور عمائد کی ایک کمیٹی بنائی جو مدرسہ کے انتظام اور اس کی ترقی کے لئے مشورہ دے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مدرسہ کے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے کافی جائداد موقوفہ کا انتظام ہوگیا لیکن پرانے ممبران جب یکے بعد دیگرے مرگئے تو اس شخص نے جدید ممبر اور قائم کئے اور خود بھی مرگیا اب اس شخص کے مرنے کے بعد مدرسہ کی ترقی میں چند ممبران کی وجہ سے صورت زوال پیدا ہوگئی جس سے بانی مدرسہ کی اولاد نے یہ چاہا کہ یہ مدرسہ ہمارے باپ کا قائم کیا ہوا ہے لہذا ہم کو اس کی اعانت اور نگرانی کرنا چاہئے تاکہ کل کو یہ ایک مفید سلسلہ تعلیم دینیات کا ٹوٹ نہ جائے لیکن یہ موجودہ ممبر اس بانی مدرسہ کی اولاد کو نہ تو مدرسہ کی نگرانی کرنے دیتے

[1] عالمگیریہ جلد ا ص۵۱۵ مطبوعہ بیروت۔ [2] عالمگیریہ جلد ا ص۵۱۶ مطبوعہ بیروت

ہیں اور نہ ان کو مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی میں شامل کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے مدرسہ کو اپنی ملکیت سمجھ رکھا ہے اور اس کی اولاد کا دخل ہونا برا جانتے ہیں لہٰذا بانی مدرسہ کی اولاد کو حق تولیت اور حفاظت مدرسہ شرعاً حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ وقف کا متولی واقف کے بعد اس کا وصی ہوگا اور جب کہ اس نے کسی کو وصی نہ بنایا تو اس کی اولاد سے جو اس کا اہل ہو وہ یہاں تک کہ اگر وقت موت اس کے اولاد بوجہ صغر سنی مثلاً تولیت کے قابل نہ تھے تو قاضی کسی صالح تولیت اجنبی کو اس وقت تک کار وقف سپرد کرے گا جب تک واقف کی اولاد سے کوئی تولیت کا اہل ہو ممبران کا یہ ظلم ہے کہ وہ تولیت تو تولیت مدرسہ کا رکن بھی اولاد واقف کو نہیں بنانا چاہتے۔ اسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے۔ ان مات ولم یجعل ولایۃ الی احد جعل القاضی لہ قیما ولا یجعلہ من الاجانب ما دام یجد من اہل بیت الواقف ممن یصلح لذلک اما لانہ اشفق او لان من قصد الواقف نسبۃ الوقف الیہ وذلک فیما ذکرنا فان لم یجد فمن الاجانب ممن یصلح فان اقام اجنبیا ثم صار من ولدہ من یصلح صرفہ الیہ اھ ان بلاد میں قاضی کہاں یہاں ایسے امور سنی اعلم علمائے اہل بلد کے سپرد ہیں جو اس شہر کا سنی عالم اعلم واقفہ ہو اس کے یہاں معاملہ رجوع کریں۔ اسے چاہئے کہ اولاد واقف سے جو صالح تولیت ہو اسے متولی وقف کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ انانولہ ضلع بریلی مسئولہ یکم رجب المرجب ۱۳۵۲ھ

کیا کسی متولی کو یہ حق حاصل ہے کہ ہزاروں کی جائداد موقوفہ کے عوض دو تین سو روپیہ مقصد خیر کے واسطے لے کر شخص واحد کی ملکیت بنا دے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ نا متولی کو نا خود واقف کو کسی کو یہ اختیار نہیں۔ فان الوقف لا یباع ولا یرھن۔ نہ ہزاروں کی جائداد دو تین سو کے عوض کسی کو دی جاسکتی ہے نہ سیکڑوں کی جائداد ہزاروں لاکھوں کے عوض جس مقصد کے لئے واقف نے وقف کی ہے جائداد اسی کے لئے رہے گی مگر یہ اس صورت میں ہے کہ واقف نے تبدیل کی شرط نہ رکھی ہو اور اگر تبدیل کی شرط رکھی ہو تو برائے نفع واقعی اس جائداد کو فروخت کر کے دوسری خرید سکتا ہے اور اگر اپنے قائم مقام کے لئے بھی اس نے یہ شرط رکھی ہے تو اس کا قائم مقام بھی یہ کرسکتا ہے جو اسی مقصد کے لئے وقف ہوگی جو واقف نے مقرر کیا ہے یہ کسی کو بھی جائز نہیں کہ جائداد وقف کو کچھ روپیہ کے عوض بیچ ڈالے اور ان روپیوں کو کسی کار خیر میں صرف

کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ گندہ نالہ مسئولہ جناب سوداگر محمد خلیل صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۵۳ھ

ایک شخص نے اپنی کچھ جائداد اللہ واسطے وقف کی اور اس وقف نامہ میں یہ لکھ دیا کہ اس کی آمدنی سے کچھ آمدنی مساکینوں کو دی جائے بقیہ آمدنی سے غرباء کے کپڑے وکھانے سے امداد کی جائے اگر آمدنی وقف کی بڑھ جائے تو غرباء کے کپڑے وکھانے میں ترقی کردی جائے اور کمی آمدنی ہونے پر اس میں کمی کردی جائے وہ شخص اپنی حیات میں اپنے انتظام سے اس کام کو انجام دیتا رہا بعد انتقال کے اس کی اولاد میں ایک اولاد برابر اسی طرح کام انجام دیتی رہی اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی گذشتہ آمدنی سے اس وقت چارگنی زیادہ ہے اب اس کی اولاد میں سے ایک کی جائداد گردش ایام سے ختم ہوگئی اور وہ بہت مقروض ہے پریشان حال ہے نہ کوئی سلسلہ آمدنی خورد ونوش کا بھی نہیں رکھتا ہے نہ بسبب ضعیفی کے کسی قابل ہے یہ وقف نامہ رجسٹری شدہ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقف شدہ آمدنی سے یہ شخص روپیہ لے کر اپنی بی بی وبچوں کی پرورش کرسکتا ہے یا نہیں یا اپنا قرض اس وقف شدہ جائداد کی آمدنی سے ادا کرسکتا ہے یا نہیں جس کا کہ اس کے اوپر بہت زیادہ بار ہے لہذا اس بارے میں جو شرعی احکام ہوں ان سے آگاہ فرمایا جاوے فقط

الجواب - اگر ولد واقف واقعی محتاج ہوگیا ہے تو وہ اس رقم وقف کا مصرف ہوسکتا ہے اور جب کہ یہ وقف بحالت صحت کیا اور ظاہر سوال سے یہی ہے کہ مضاف الی ما بعد الموت نہیں تو اس صورت میں اس مد کا صرف جو غرباء ومساکین کو نقد دینے اور ان کے کھانے کپڑے میں صرف کرنے کے لئے تحریر ہے اس پر زیادہ بہتر ہے قدر حاجت اسے دی جائے جو بچے وہ اجانب پر نقد وطعام وثیاب کی صورت میں حسب تحریر وقف نامہ صرف کی جائے اس کا لحاظ رکھا جائے کہ دو سو درہم بیک وقت نہ دیئے جائیں اس سے کم دیا جائے فتاویٰ خلاصہ میں ہے۔ فی الفتاوی اذا جعل ارضہ صدقۃ موقوفۃ علی الفقراء والمساکین فاحتاج بعض قرابتہ او احتاج الواقف ان احتاج الواقف لا یعطی لہ من تلک الغلۃ شیئ عند الکل ولو احتاج ولدہ ذکر الخصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ انہ یعطی وان کان الوقف فی الصحۃ ولم یکن مضافا الی ما بعد الموت الصرف الی ولد الواقف افضل کذا ذکر الناطفی فی واقعاتہ وھلال رحمہ اللہ تعالیٰ فی وقفہ غیر انہ یعطی اقل من مائتی درھم ولا یصرف الیہ کل الغلۃ وان صرف الکل لا یصرف فی

سلہ فتاویٰ خلاصہ جلد ۲ صا ۵۸۱

کل الانسان ام مختصر اھ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از شہر بریلی محلہ کسگران مسئولہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب ۔ ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

(۱) واقف کسی جائداد کو وقف علی الاولاد و علی النفس کرے اور خود ہی اس کا متولی بنے تو وقف صحیح ہوگا یا نہیں امام محمد کے نزدیک قبضہ متولی کی صحت وقف کے لئے جو شرط ہے اس کا عمل درآمد اس صورت میں کیونکر ہوگا امام ابو یوسف کا قول اس مسئلہ میں کیا ہے اور حنفی مذہب والا اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کا قول لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) مسائل وقف میں حنفی علماء کی رائے کیا ہے آیا انھوں نے ان مسائل میں امام ابو یوسف کے قول کو امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے اقوال پر ترجیح دی ہے یا نہیں؟

(۳) جائداد غیر منقسمہ کا وقف قول امام ابو یوسف کے مطابق جائز ہے اور صحیح اور قابل نفاذ ہے یا نہیں؟

(۴) جائداد غیر اگر شامل وقف ہو جائے تو مذہب امام ابو یوسف کے رو سے وقف جائز ہے یا نہیں؟

مہربانی فرما کر بتایئے کہ حنفی علماء بالخصوص حضرت امام اہلسنت بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولٰنا و مقتدانا حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحقیقات جس کے ہم اہلسنت بریلی متبع ہیں کیا ہیں؟

الجواب ۔ (۱) وقف علی النفس صحیح اور واقف کا خود متولی ہونے کی شرط جائز و وقف صحیح ہوگا اور حسب شرط وہی متولی رہے گا یہی مذہب امام ابو یوسف ہے اور یہی معتمد و مرجح و مختار للفتوی ہے اور یہی ایک روایت میں امام محمد سے ہے ۔ ان سے دوسری روایت وہ ہے جس میں اسی لئے کہ ان کے نزدیک تسلیم شرط ہے ۔ عدم صحت ہے ۔ اور اسے بھی بہ یفتی کہا گیا ہے مگر مرجح وہی ہے امام محمد سے اس پہلی روایت ہی کی بنا پر امام فخر الدین زیلعی و صاحب در مختار علامہ علاؤ الدین حصکفی وغیرہما علماء نے اس وقف کو بالاجماع جائز و صحیح فرمایا قہستانی نے کہا اگر واقف خود اپنے آپ کو متولی کرے تولیت اپنی رکھے تو تسلیم شرط نہیں ۔ اس سے ظاہر کہ وقف علی النفس و علی الاولاد ہو یا کوئی اور وقف واقف جس وقف کا بھی متولی خود ہوگا تولیت اپنی رکھے گا تو تسلیم شرط نہ ہوگی ۔

قہستانی پھر رد المحتار[1] میں ہے ۔ ان التسلیم لیس بشرط اذا جعل الواقف نفسہ قیمد تنویر الابصار و

[1] رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۳۴۸ مطبوعہ مصر

درمختار[1] میں ہے۔ جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع وکذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاھر المذھب نھر خلافا لما نقلہ المصنف ردالمحتار[2] میں ہے۔ (قولہ جاز بالاجماع) کذا ذکرہ الزیلعی وقال لان شرط الواقف معتبر فیراعی لکن الذی فی القدوری انہ یجوز علی قول ابی یوسف وھو قول ھلال ایضا وفی الھدایۃ انہ ظاھر الروایۃ وقد رد العلامۃ قاسم علی الزیلعی دعواہ الاجماع بان المنقول ان اشتراطھا یفسد الوقف عند محمد کما فی الذخیرۃ ونازعہ فی النھر واطال واطاب اسی[3] میں ہے (قولہ خلافا لما نقلہ المصنف) ای عن السراجیۃ من انہ لا یصح ھذا الوقف عند محمد وبہ یفتی نیز تنویر[4] و درمختار میں ہے (جاز جعل غلۃ الوقف) او الولایۃ (لنفسہ عند الثانی) وعلیہ الفتوی ردالمحتار[5] میں ہے لو وقف علی نفسہ قیل لا یجوز وعن ابی یوسف جوازہ وھو المعتمد وما فی الخانیۃ من انہ لو وقف علی نفسہ وعلی فلان صح نصفہ وھو حصۃ فلان وبطل حصۃ نفسہ ولو قال ثم علی فلان لا یصح شیئ منہ مبنی علی القول الضعیف بحر۔ اسی[6] میں ہے۔ (قولہ او الولایۃ) مفادہ ان فیہ خلاف محمد مع انہ قدم ان اشتراط الولایۃ لنفسہ جائز بالاجماع لکن لما کان فی دعوی الاجماع نزاع کما قدمناہ مع التوفیق بان عن محمد روایتین احداھما توافق قول ابی یوسف والاخری تخالفہ فدعوی الاجماع مبنیۃ علی الروایۃ الاولی ودعوی الخلاف علی الثانیۃ فلا خلل فی النقلین۔

تسلیم بے شک شرط ہے مگر اس صورت میں کہ وقف علی النفس ہو یا وقف کا متولی خود واقف ہی رہے تولیت کی شرط تاحیات خود اپنے لئے کرے۔ تسلیم کا شرط ہونا یہ امام محمد کا قول علماء نے اختیار کیا اور وقف علی النفس اور تولیت واقف کی صحت یہ مذہب امام ابو یوسف اختیار فرمایا چونکہ مذہب ایک ہی ہے اس لئے اس تلفیق میں کچھ حرج نہیں تسلیم کی شرط سے اس صورت کو بربنائے مذہب امام ابو یوسف مستثنیٰ فرما دیا۔ قہستانی کا وہ قول اوپر گذرا کہ اس صورت میں تسلیم شرط نہیں علامہ شامی نے زیر قول درمختار وفی غیرہ بنصب المتولی قہستانی کا وہ قول نقل کرکے اس میں نظر کردی اور تامل فرما کر اظہار تامل کیا تھا کہ فرمایا۔ لکن فیہ ان من شرط التسلیم وھو محمد لم یجز تولیۃ الواقف نفسہ ومن صححھا وھو ابو یوسف لم یشترطہ تامل اس پر اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ نے جد الممتار حاشیہ ردالمحتار میں فرمایا۔ اقول سیأتی متنا ان فی مسألۃ تولیۃ الواقف نفسہ الفتوی علی قول ابی یوسف وقد حقق المحشی رحمہ اللہ تعالٰی ان التلفیق من اقوال ائمتنا الثلثۃ لیس من التلفیق الباطل فان الکل مذھب واحد فمن

[1] درمختار جلد ۳ ص ۳۸۷ [2] ردالمحتار جلد ۳ ص ۳۸۳ مطبوعہ مصر

اختار فی اشتراط التسلیم قول محمد ثم جعل جعل الواقف نفسہ متولیا مغنیا عنہ بناءً علی قول ابی یوسف المفتی بہ فلامنافاۃ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلکہ خود علامہ شامی نے عقود الدریہ میں فرمایا۔ التلفیق من اقوال اصحاب المذھب لیس تلفیقا باطلا امام محمد کی روایت عدم صحت کو بھی اگرچہ مفتی بہ کہا گیا ہے مگر امام ابو یوسف کا قول ہی مختار للفتویٰ ہے اول تو وہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور علماء فرماتے ہیں قول محمد لایفتی بہ ماوجد قول ابی یوسف الا ان یصح اویقوی وجہہ کذا فی ش۔ قول امام محمد پر فتویٰ نہ ہوگا جب تک قول امام ابو یوسف ملے گا مگر اس صورت میں کہ قول امام محمد کو اصحاب تصحیح سے کسی نے صحیح کہا ہو یا اس کی دلیل قوی ہو یہاں جب دونوں پر فتویٰ ہوا تو پھر وہی ہوا کہ قول محمد لایفتی بہ ماوجد قول ابی یوسف پھر قول امام ثانی ہی خصوصاً اس صورت میں کہ وہی اسہل وارفق ہے تو وہی مختار ہوگا کہ شرع کو رفق و تیسیر پسند ہے در مختار میں ایک دوسری جگہ ایسے ہی اختلاف پر ترجیح کے موقع پر فرمایا۔ اختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل بحر وفی الدرر وصدر الشریعۃ بہ یفتی۔ رد المحتار میں فرمایا واختلف الترجیح مع التصریح فی کل منھما ان الفتویٰ علیہ وہی ظاہر الروایۃ ہے اسی پر متون مذہب ہیں۔ اسی پر اکثر مشایخ ہیں وہی معتمد ہے رد المحتار سے اوپر گذرا وفی الھدایۃ انہ (ای جواز جعل الواقف الولایۃ لنفسہ) ظاہر الروایۃ یوں ہی اسی سے اوپر مذکور ہو چکا عن ابی یوسف جوازہ (ای جواز جعل الواقف الغلۃ والولایۃ لنفسہ) وھو المعتمد۔ نہر سے گذرا۔ وھو ظاہر المذھب صاحب درمختار نے فرمایا تھا۔ وعلیہ الفتویٰ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں۔ کذا قالہ الصدر الشہید وھو مختار اصحاب المتون ورجحہ فی الفتح واختارہ مشایخ بلخ وفی البحر عن الحاوی انہ المختار للفتویٰ ترغیبا للناس فی الوقف وتکثیر الخیر رد المحتار[1] میں ہے الواجب الرجوع الی ظاہر الروایۃ عند اختلاف الترجیح۔ اسی میں[2] ہے۔ اذا اختلف الفتویٰ فالعمل بما فی المتون اولی وان کان لفظ التصحیح فی الجانب الآخر اقوی۔ اسی میں ہے ماکان اوجہ وارفق واعتمدہ المتأخرون وجب التعویل علیہ وان قالوا ان الفتویٰ علی غیرہ ابھی علامہ شامی کی عبارت مسطورہ بالا میں گذرا رجحہ فی الفتح یعنی امام ابو یوسف کے قول کو امام ابن الہمام بالغ مرتبہ اجتہاد محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں مرجح فرمایا۔ یہ تو امام ابو یوسف کا قول ہے جس قول امام زفر کو امام ابن الہمام نے ترجیح دی علامہ شامی اس کی نسبت فرماتے ہیں۔ یفتی ھھنا بقول زفر لان المحقق علی الاطلاق رجحہ بحر الرائق میں فرمایا التصحیح

[1] رد المحتار جلد ۳ ص ۴۳۳ مطبوعہ کوئٹہ [2] رد المحتار جلد اول ص ۵۳

قد اختلف فالاحسن الافتاء بما علیہ الاکثر واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) مسائل وقف وقضا میں اکثر مفتی بہ ومرجح قول امام ثانی ہے۔ اعلٰی حضرت قدس سرہٗ نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا علماء نے مسائل وقف وقضا کی نسبت بے شک فرمایا کہ وہاں غالبًا قول ثانی پر فتوٰی ہے اس سے ہر وہ امر کہ زیر قضا اس کے مراد نہیں لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قول امام ہی پر فتوٰی ہے اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص ان مسائل میں اکثری طور پر ہے جنھیں فقہاء کتاب القضاء وکتاب الوقف میں لکھتے ہیں اھ مختصرا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے۔ وسع ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی القضاء والوقف والفتوٰی علٰی قولہ فیما یتعلق بھما۔ درمنتقی پھر شامی میں ہے۔ قول ابی یوسف علمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) وقف مشاع مطلق امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز ونافذ ہے وقف غیر محتمل قسمت مشاع امام محمد کے نزدیک بھی جائز ہے محتمل قسمت میں انھیں خلاف ہے اب عامۂ متاخرین کا مختار ومفتی بہ یہی ہے کہ وقف مشاع مطلقًا جائز ہے۔ متقدمین مشائخ میں بعض قول امام ابو یوسف اختیار فرماتے ہیں بعض کا مختار قول امام محمد تھا وہ اس پر فتوٰی دیتے تھے مشائخ خراسان وبلخ قول امام ثانی اختیار کرتے اور مشائخ بخارا قول امام محمد۔ عالمگیری میں سراجیہ وخزانۃ المفتین سے ہے۔ وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لا یجوز عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی وبہ اخذ مشائخ بخارا وعلیہ الفتوی۔ والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز وھو المختار۔ درر پھر مجمع الانہر میں ہے۔ بعض مشائخ زماننا افتوا بقول ابی یوسف وبہ یفتی۔ شرح نقایہ برجندی میں ہے۔ فی الخزانۃ ان مشائخ بخارا اخذوا بقول محمد وافتوا بہ ومشائخ خراسان اخذوا بقول ابی یوسف والمتاخرون افتوا بقولہ وھو المختار۔

خلاصہ میں ہے۔ وقف المشاع لا یجوز عند محمد وبہ یفتی قول ابی یوسف اختیار مشائخ بلخ وقول محمد اختیار مشائخ بخارا اھ مختصرا۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے۔ الشیوع فیما لا یحتمل القسمۃ لا یمنع صحتہ بلا خلاف وفیما یحتملھا الخلاف علٰی قول الثانی لا یمنع لان القسمۃ من تمام القبض واصل القبض عندہ لیس بشرط فکذا اتمامہ ومشائخ بلخ اخذوا بقول الثانی رحمہ اللہ ومشائخ بخارا اخذوا بقول محمد رحمہ اللہ تعالٰی اھ مختصرا۔ فتاوٰی خانیہ میں امام فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ ارض بین شریکین وقف احدھما نصیبہ مشاعا جاز فی قول ابی یوسف وبہ اخذ مشائخ بلخ ولا یجوز فی قول محمد وبہ اخذ

مشائخنا وافتوا به حاشیۃ المولی عبد الحلیم الرومی علی الدرر میں ہے وقول محمد اقرب الی موافقۃ الآثار وقول ابی یوسف ترغیبا للناس فی الوقف اقول وقد عرفت ان الرجحان لقول ابی یوسف واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) صحیح ہے اس کی جائداد وقف ہوگی ملک غیر وقف نہ ہوگی بزازیہ میں ہے۔ وقف ملکہ وملك غیرہ یصح فی ملکہ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ ازکانپور انور گنج متصل مکان جناب احمد حسین صاحب مختار مرسلہ محمد معین الدین صاحب مالک مشرقی دواخانہ۔

زید نے ایک مسجد میں ایک مدرسہ بنام مدرسہ عربیہ قائم کیا کچھ عرصے بعد ایک عمارت کی ضرورت پیش آئی اس پر مدرسہ کے خیر خواہ بکر نے زید سے کہا کہ میں تمہارے مدرسہ کے لئے عمرو سے ایک عمارت اور ایک مسجد بنوادوں گا کیونکہ وہ بہت مالدار آدمی ہے اور ہر سال ہزاروں روپیہ مختلف کاموں میں صرف کردیتا ہے اور آئندہ کوئی اس کا والی وارث بھی نہیں لہذا میں عمرو سے تمہارے مدرسہ کے لئے تحریک کروں گا چنانچہ حسب وعدہ بکر نے عمرو سے مدرسہ کے لئے تحریک کی اور وہ اس پر آمادہ ہوگیا پھر بکر نے زید کو بلا کر کہا کہ جبکہ رہنا تو تمہیں ہے لہذا امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں میں سے کوئی موقع کی زمین پسند کرلو۔ چنانچہ زید نے امپرومنٹ ٹرسٹ کی زمینوں کا معائنہ کرکے چھ پلاٹ زمین مدرسہ کی عمارت کے لئے پسند کرلی اور جتنی زمین زید نے پسند کی تھی اس کی خریداری عمرو نے منظور کرلی پھر زید نے یہ کوشش کی کہ زمین رعایتی قیمت پر مل جائے اور اس کے لئے زید نے حکام تک رسائی حاصل کرنے میں بڑی دوادوش کی اور متعدد سفر کئے سفارشیں بہم پہونچائیں اور ان مساعی میں مدرسہ کی رقم بھی صرف کی بالآخر اللہ تعالٰی نے ان کی مساعی کو کامیاب کیا اور ساڑھے دس ہزار کی زمین ایک ثلث قیمت میں یعنی ساڑھے تین ہزار میں مل گئی۔

چنانچہ اس کا بیع نامہ اس طرح لکھا گیا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت پر عمرو متولی مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف میں لائی گئی تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت زمین بھی لینے کا حقدار ہوگا اور اس میں بمصلحت عمرو کو متولی لکھوادیا گیا۔ چنانچہ جب اس بیع نامہ کی رجسٹری ہورہی تھی تو عمرو نے زید سے فیس رجسٹری وغیرہ کے لئے کچہری میں دس روپے بھی لے لئے جو مدرسہ کی تحویل سے

[1] بزازیہ مع ہندیہ جلد ۶ ص ۲۵۲ مطبوعہ بیروت

دئے گئے اور اس کے بعد عمارت کا نقشہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے بنوایا اور دوران تعمیر میں عمرو کے مشورہ سے معماروں کی نگرانی بھی کرتا رہا اور تعمیر کے بعد پھاٹک میں لوہے کی پٹی وغیرہ بھی زید نے مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی اور جب یہ عمارت مکمل ہوگئی صرف کمروں میں دروازہ لگنا باقی رہ گئے تو زید نے عمرو کی اجازت سے اس میں مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کی دستار بندی کا جلسہ بھی کیا جس کا اشتہار چھپوا کر شائع کیا گیا اور اس میں یہ مضمون چھاپا گیا کہ فلاں محلہ کے مدرسہ عربیہ کے طلبہ فارغ التحصیل کی دستار بندی کا جلسہ مدرسہ ہٰذا کی جدید عمارت میں ہونا قرار پایا ہے جو عمرو نے مدرسہ مذکورہ کے لئے تعمیر کرائی ہے۔

اس اشتہار کا مسودہ اور مطبوعہ اشتہار بھی عمرو کی نظر سے گذرا مگر اس نے اس مضمون کی تردید نہیں کی البتہ اتنا ضرور کہا کہ میں نے یہ کام اپنے نام کے لئے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کیا ہے اس لئے اس لئے اس میں میری تعریف نہ کرو چنانچہ مسودہ میں سے اس کی تعریف کا مضمون نکال کر بقیہ چھپوا دیا گیا اس کے بعد عمرو علیل ہوا اور اس پر دیوانی میں ایک نالش دائر ہوگئی جس سے متاثر ہوکر اس نے بکر سے کہا کہ زید سے کہئے کہ مدرسہ جدید کی عمارت میں تعلیم شروع کردے چنانچہ زید مدرسہ میں منتقل ہوگیا سامان لے جانے اور بوریہ وغیرہ لے جانے میں مدرسہ کا روپیہ بھی خرچ کیا چنانچہ اس کے تین ہی چار روز کے بعد عمرو نے خالد کو درمیان ڈال کر زید سے بذریعہ بکر یہ کہلوایا کہ زید مدرسہ خالی کردے اس پر زید نے تامل کیا مگر جب بکر نے اصرار کیا تو زید نے مدرسہ خالی کردیا اور انھیں واقعات کو عرضی دعویٰ میں لکھ کر عمرو کے خلاف نالش کردی لیکن کورٹ فیس کے لئے مدرسہ میں رقم نہیں تھی اس لئے زید نے مفلسی میں نالش کی تھی بہر حال نالش دائر ہے اس کے بعد خالد نے کافی دوا دوش کے بعد عمرو سے اس عمارت کو بحق یتیم خانہ وقف کرادیا جس کی رجسٹری ہوگئی اور بکر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ زید سے یہ کہے کہ زید دو ہزار روپیہ بشرائط خاص لے کر اپنے مقدمہ کو خارج کرادے مگر زید نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہوچکی تب اسے کیا حق ہے کہ وہ ایسے غبن فاحش کے ساتھ جو خباثت کی حد تک پہونچتا ہے صلح کرلے اور اگر یہ مدرسہ کی نہیں ہوئی تو محض نالش کے جبر واکراہ سے یہ رقم محض رشوت ہوئی اس لئے زید نے اس صلح اور بدل صلح سے قطعًا انکار کردیا۔

زید نے اسی زمین کے متصل اتنی ہی زمین امپرومنٹ ٹرسٹ سے اور بھی لی تھی جس کی قیمت میں زید تقریبًا تیرہ سو روپئے ادا کرچکا تھا اور دو ہزار سے کچھ زائد اب اسے دینا ہے لہذا زید کے سامنے یہ صورت

پیش کی گئی کہ یہ بقیہ قیمت عمرو ادا کردے گا مگر شرط یہ ہوگی کہ متولی کوئی اور شخص بنایا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ دوسرے متولی کے ساتھ اسے بھی متولی کردیا جائے گا جس کا حاصل یہ تھا کہ جو تعمیر مدرسہ کے لئے ہوئی جس میں زید نے اپنی جانی ومالی بے دریغ قربانیاں پیش کیں نہ صرف اسی سے اس کو محروم کیا جائے گا بلکہ اس کے مطالبہ کی پاداش میں جو زمین اس نے بلاشرکت غیرے مہیا کی ہے وہ بھی اس سے چھین لی جائے گی چونکہ اس میں صریح ظلم ذلت اور چالاکی تھی اس لئے زید نے اسے قبول نہیں کیا اب اس کے بعد زید کو مجبور کرنے کے لئے اسی جماعت نے امپرومنٹ ٹرسٹ سے زید کو ایک بہت ہی قلیل میعاد کا نوٹس دلوادیا کہ جس زمین کا اس نے بیع نامہ جمع کیا ہے اس مدت کے اندر اندر اس کی قیمت بھی داخل کردے ورنہ یہ معاہدہ منسوخ کردیا جائے گا مگر زید ایسے بستر علالت پر ہے کہ جنبش کرنے کی بھی طاقت نہیں تو وہ ایسی باثر اور جرار جماعت کے مقابلہ میں بھلا کیا دوا دوش کرسکے گا اس لئے صبر کرتا ہے اور یہ جس کی امانت ہے اس کے سپرد کرتا ہے۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا صورت بالا میں یہ زمین اور تعمیر جس میں عمرو کی رقم کثیر اور تحویل مدرسہ رقم قلیل صرف ہوئی یہ مدرسہ عربیہ کے حق میں وقف ہوگی یا نہیں؟

(۲) یہ وقف نامہ جو یتیم خانہ کے حق میں لکھا گیا یہ شرعاً صحیح ہے یا باطل؟

(۳) یہ صلح جو پیش کی گئی آیا اس کے قبول کرنے کا بحیثیت متولی ومہتمم مدرسہ زید کو حق ہے یا نہیں؟

(۴) یہ جماعت جس نے مدرسہ عربیہ کی مخالفت میں سرگرم کوششیں کیں یہ ظالم ہیں یا عادل؟

(۵) اور یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی ہوگئی تو آیا اس کی تولیت یا اور کوئی حق عمرو کو رہا یا مدرسہ کی مخالفت کی وجہ سے اس کا یہ حق بھی جاتا رہا۔ بینوا توجروا۔

نقل جواب تھانہ بھون محررہ مولوی مختار بنارسی مصدقہ مولوی اشرف علی تھانوی۔

الجواب۔ چونکہ یہ زمین جس کا سوال میں ذکر ہے مدرسہ عربیہ کے لئے خریدی گئی ہے بیع نامہ میں اس کی تصریح موجود ہے پھر عمرو نے اس میں مدرسہ کا سامان اور طلبہ کو لے آنے کی اجازت دی اور اس میں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا اور اشتہار عام کے ساتھ اس زمین اور عمارت کو مدرسہ عربیہ کی جدید عمارت کے نام سے موسوم کیا گیا اس میں مدرسہ کا جلسہ بھی کیا گیا تو اب اس میں شک نہیں کہ یہ عمارت مدرسہ عربیہ کی عمارت ہے اور مدرسہ مذکورہ کے لئے وقف ہوچکی۔ قال فی العالمگیریۃ[1] من بنی سقایۃ للمسلمین او

[1] عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ و صفحہ ۴۶۵ مطبوعہ بیروت

خانا یسکنہ بنو السبیل أو رباطا او جعل ارضہ مقبرۃ لم یزل ملکہ عن ذٰلک حتی یحکم بہ الحاکم عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف یزول ملکہ بالقول کما ھو اصلہ وعند محمد اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ اھ (ص ۴۶۳) وفیہ[1] ایضا ذکر فی المبسوط ان الفتوی علی قولھما فی ھٰذہ المسائل وعلیہ اجماع الامۃ کذا فی المضمرات اھ قلت ولابد من الافتاء بہ فی دیار لایوجد فیھا قضاۃ الاسلام فان المراد بالحاکم ھو القاضی المسلم فی کلام الفقہاء وصرح بہ فی رسم المفتی۔

۲؎ جب یہ زمین وعمارت مدرسہ عربیہ کے لئے وقف ہو چکی ہے تو اب یتیم خانہ کے لئے اس کا وقف بالکل باطل ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس عمارت وزمین کو مدرسہ ہی کے واسطے بحالہا باقی رکھیں جو شخص وقف بدلنے کی کوشش کرے گا گنہگار ہوگا۔ قال فی العالمگیریہ[2] لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف کذا فی السراج الوھاج اھ[3] قلت ولم یقید الواقف ولا المتولی وقف ھٰذہ العمارۃ والارض بشیء من مثل ذٰلک بل عیناہ لمدرسۃ معینۃ کما ھو ظاھر وقال فی العالمگیریۃ[3] ولو کان الوقف مرسلا لم یذکر فیہ شرط الاستبدال لم یکن لہ ان یبیعھا ویستبدل بھا اھ ج ۲ ص ۴۰۱

۳؎ یہ صلح ہرگز جائز نہیں۔ قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم المسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حراما او احل حلالا رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح ج ۱ ص ۱۶۱ پس مہتمم کو یہ صلح ہرگز قبول نہ کرنا چاہئے۔

۴؎ یہ جماعت سراسر ناحق پر ہے اور عدل وانصاف عقل وشرع کے خلاف عمل کر رہی ہے اس لئے یقینا ظالم ہے۔

۵؎ یہ عمارت اور زمین مدرسہ عربیہ کے لئے وقف ہو چکی ہے اگر متولی اس کو دوسرے مصرف میں منتقل کرنا چاہتا ہے تو وہ خیانت کی وجہ سے تولیت سے معزول ہو جائے گا حکومت وقت کا فرض ہے کہ اس کو تولیت سے الگ کر دے صرح بہ الفقہاء فی شروط الناظر والمتولی وھو معروف واللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ الاحقر مختار احمد بنارسی۔

الجواب۔ مدرسہ کی بنا کی نیت سے کوئی زمین خریدنا اس پر کوئی تعمیر کرنا اس زمین کو وقف نہیں کر دیتا ہے یوں ہی بیع نامہ میں بائع کا یہ شرط کر دینا کہ امپرومنٹ ٹرسٹ اس زمین کو رعایتی قیمت عمرو متولی

۱؎ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۶۳ و صفحہ ۴۶۴ مطبوعہ بیروت ۲؎ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۹۰ مطبوعہ بیروت ۳؎ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ بیروت

مدرسہ عربیہ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہے کہ اس میں مدرسہ ہی قائم کیا جائے اور اگر یہ زمین کسی اور مصرف میں لائی گئی تو امپرومنٹ ٹرسٹ نے جو رعایت کی ہے وہ بقدر اس کے بقیہ قیمت بھی لینے کا حقدار ہوگا اسے وقف نہیں بناتا ہے ظاہر ہے کہ بائع کی اس شرط کو وقف سے کوئی علاقہ نہیں کہ وقف کرے گا تو مشتری کرے گا نہ اس شرط کی بنا پر مشتری کو وقف کرنا لازم اور ہوتا بھی تو جب تک وہ وقف نہ کرتا وقف کیسے ہو جاتا بلکہ اس شرط بائع نے تو بیع ہی کو نا روا کر دیا اور ایک قول پر یہ زمین مشتری کے ہاتھ امانت ٹھہری جس میں وہ تصرف سے ممنوع ہے عمرو متولی بھی نہیں جیسا خود سوال میں مذکور ہے کہ اسے بمصلحت متولی لکھوا دیا گیا تو وہ اپنے روپیہ سے جو زمین خرید رہا ہے اگرچہ بہ نیت تعمیر مکان برائے مدرسہ تو محض اس سے وقف ہونا کیا معنی رکھتا ہے وقف تو وقف اسے جائداد متعلق وقف بھی نہیں کیا جا سکتا محض نیت سے نہ وقف ہوتا ہے نہ ہبہ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ عمرو نے زمین کی خریداری کے لئے جو روپیہ دیا وہ مدرسہ کا ہو گیا لہذا اس روپیہ سے جو زمین خریدی گئی وہ مدرسہ کی ہو گئی تو یہ بھی صحیح نہیں اول تو روپیہ زمین کی خریداری کے لئے کسی اپنے ایسے معروف کو جو کہ مدرسہ کا بھی رکن یا معین ہو دینا مدرسہ کو ہبۃً دینا کچھ ضرور نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ہرگز وہ روپیہ بہ نیت ہبہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا کہ زمین خرید کر مکان بنا کر مدرسہ کو دینے کی نیت ہے نہ فقط بطور چندہ روپیہ دینا خود عمرو یعنی عبداللطیف کو یہ مسلم نہیں کہ اس نے وہ روپیہ مدرسہ کو ہبہ کیا اور نیت ہونے نہ ہونے میں اسی کا قول معتبر یہ تو محض زبردستی ہے کہ خواہ مخواہ اس روپئے کو مدرسہ کا محض اس لئے ٹھہرایا جاتا ہے کہ اس نے زمین خریدنے کے لئے مدرسہ کے کسی رکن یا معین کو دے دیا چاہے مدرسہ کو روپیہ دینے کی نیت تھی یا نہ تھی۔

اور اگر بفرض غلط یہ مانا بھی جائے تو بائع نے بیع تو عمرو یعنی عبداللطیف کے ہاتھ کی روپیہ مدرسہ ہی کا دیا گیا سہی جب بھی مالک وہی ہوا۔ مدرسہ مالک نہیں ہو سکتا بلکہ اگر خود مدرسہ کے روپیہ سے خریدتا اور متولی بھی ہوتا جب بھی قطعاً اسے ملک مدرسہ اس وقت ٹھہرایا جاتا جب عمرو یعنی عبداللطیف اسے مدرسہ کے لئے خریدنا بتاتا کہ اگر وہ اپنے لئے زر مدرسہ سے خریدنا بتائے تو مالک یہ ہوگا اور زر مدرسہ کا ضامن بلکہ اگر کسی زمین وقف پر عمرو یعنی عبداللطیف کوئی تعمیر کر لیتا تو بھی بہر حال وقف کی نہیں ٹھہرتی اگر عمرو یعنی عبداللطیف اس زمین وقف کا متولی ہوتا اور مال وقف سے بناتا یا اپنے مال سے مگر وقف کے لئے ان دونوں صورتوں میں وہ عمارت وقف کی ٹھہرتی اور اگر اپنے مال سے اپنے لئے بناتا اور اس کا اظہار کر دیتا تو اسی کی ہوتی وقف کی نہ ہوتی یا وقف میں بناتا اور کوئی خاص نیت نہ ہوتی تو بھی وقف کی ٹھہرتی اور اگر عمرو یعنی عبداللطیف

اجنبی ہوتا وقف کا متولی نہ ہوتا تو صرف اس صورت میں کہ وقف کے لئے بناتا وقف کی ہوتی جب باذن متولی بناتا باقی صور میں اس کی اپنی ہوتی عمرو یعنی عبداللطیف جب کہ متولی نہیں تو اگر اس زمین کو بفرض غلط محض ان امور کی بنا پر وقف علی المدرسہ یا ملک مدرسہ زبردستی تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی عمارت کو وقف نہیں مانا جا سکتا نہ اس تعمیر کو ملک مدرسہ ٹھہرایا جا سکتا ہے اسپرومنٹ ٹرسٹ کی وہ شرط بتاتی ہے تو صرف اتنا بتاتی کہ اس سے مدرسہ کا ذکر کیا گیا ہو تو محض یہ نیت اگر واقعی بھی ہو تو نہ وقف کر دیتی ہے نہ جائداد کو متعلق وقف کر سکتی ہے اور کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس طرح عمرو یعنی عبداللطیف کو بمصلحت متولی لکھوا دیا اسی طرح محض اس مصلحت سے کہ دس ہزار کی زمین ساڑھے تین ہزار کو مل سکے عمرو یعنی عبداللطیف نے کسی کار خیر مثلاً مدرسہ کا نام لگا دیا واقع میں مدرسہ کو دینے کی نیت ہی نہ تھی اور یہی عمرو یعنی عبداللطیف کی بعد کی کاروائی سے ظاہر

اگر گواہانِ شرعی کے بیان سے یہ سب باتیں ثابت بھی ہوں کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے وقت رجسٹری زید یعنی مولوی عثمان سے دس روپیہ تحویل مدرسہ کے لئے اس کی عمارت کا نقشہ تحویل مدرسہ سے بنوایا معمار کی نگرانی کا کام زید یعنی مولوی عثمان سے لیا پھاٹک میں لوہے کی پٹری بھی مدرسہ کی تحویل سے ڈلوائی تو ان سب سے بہت سے بہت اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ مدرسہ کو دینے کی نیت تھی جلسۂ مدرسہ کی اجازت دیدینا اگر ثابت ہو یوں ہیں اہالیانِ مدرسہ کا وہ پوسٹر جس میں انھوں نے یہ لکھا کہ فلاں مدرسہ کا جلسہ اس مدرسہ کے جدید مکان میں ہوگا اگر ثابت بھی ہو جائے کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے دیکھا اور خاموش رہا یوں ہیں اگر ثابت ہو کہ اس مکان کے دو کمروں میں طلبہ کو رہنے کے لئے اجازت دے دی تو ان امور میں سے کوئی امر بھی نہ تو وقف ثابت کرتا ہے نہ اس جائداد کو متعلق مدرسہ کر دینا بتاتا ہے بلکہ اگر یہ ثابت ہو کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے لوگوں سے یہ کہا کہ اس میں تعلیم شروع کرا دو جب بھی اتنے سے نہ وقف ثابت ہوگا نہ وہ مکان جائداد مدرسہ ٹھہرایا جائے گا ہمارے پاس اس معاملہ سے متعلق ایک دوسرا سوال بھی کانپور سے آیا ہے جن کے ساتھ بیان زید یعنی مولوی عثمان اور بیان عمرو یعنی عبداللطیف اور بیان بکر یعنی حاجی دلدار خان سب ہیں عمرو یعنی عبداللطیف کے بیان میں ان تمام امور سے انکار کیا گیا ہے جو اس سوال میں مذکور ہیں بلکہ بکر یعنی حاجی دلدار خاں جس کے بیان سے ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ کا حامی ہے۔ عمرو یعنی عبداللطیف کے بعض بیان کی تائید ہوتی ہے۔

نقل بیان عمرو یعنی عبداللطیف

بکر یعنی حاجی دلدار خان کے بیان کے وہ فقرے جو عمرو یعنی عبداللطیف کی تائید کرتے ہیں۔

(۱) عمرو یعنی عبداللطیف نے کچھ روپیہ بطور بیعانہ کے دیا اور زید نے وہاں جا کر جمع کیا اور بقایا جب رجسٹری کا وقت آیا تو عمرو یعنی عبداللطیف نے روپیہ میری معرفت دیا۔

(۲) مجھے علم ہے کہ عمارت میں مرتضیٰ حسن صاحب کا وعظ ہوا مجھے یاد نہیں کہ میں شریک ہوا یا نہیں اس فقرے سے یوں تائید ہوتی ہے کہ مدرسہ کے فارغ التحصیل طلبہ کے دستاربندی کا جلسہ اگر ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خاں وہی بیان کرتا محض کسی کے وعظ کا ذکر نہ کرتا اور وہ بھی ایسا کہ اپنے شریک ہونے نہ ہونے کے متعلق یاد نہ ہونا کہہ دیا۔

(۳) عمرو یعنی عبداللطیف نے مجھ سے کہا کہ اگر کچھ لڑکے وہاں آکر الحمد اللہ کریں تو مجھے کچھ فائدہ ہوگا میں نے زید یعنی عثمان کو بلا کر کہا کہ لڑکوں کو وہاں بھیج دو عمرو یعنی عبداللطیف نے چابی دینے میں کچھ ٹال مٹول کی تو میں نے زید یعنی مولوی عثمان سے کہا کہ تم تالا کھول کر داخل ہو جاؤ زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے اس کے چار دن بعد عمرو یعنی عبداللطیف نے مجھے خالد یعنی ڈاکٹر عبدالصمد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوئے ہیں اس لئے مدرسہ خالی کرا دیجئے اور میں نے زید یعنی مولوی عثمان کو بلا کر کہدیا اور مدرسہ خالی ہو گیا اور مدرسہ بند کر کے چابی عمرو یعنی عبداللطیف کے پاس بھیج دی گئی۔

(۴) زید یعنی مولوی عثمان کی زمین کی بابت کوئی تحریک کسی نے نہیں کی میں اس کا ممبر ہوں اور جانتا ہوں جو نوٹس ان کے پاس آیا وہ ضابطہ کا تھا اور یہی وہاں کا قاعدہ ہے بکر یعنی حاجی دلدار خاں کے اس بیان سے واضح ہوا کہ روپیہ بطور بیعانہ دیا گیا تھا اور باقی وقت رجسٹری روپیہ مدرسہ کو نہیں دیا گیا بائع عمرو یعنی عبداللطیف کے ہاتھ نہیں بیچتا ہے اور عمرو یعنی عبداللطیف خریدتا ہے۔ وہ بجائے اس کے اپنے سر سے بیع کا بار اتارے روپیہ مدرسہ کو ہبہ کر دیتا ہے شاید ہی کوئی ایسا احمق ہو جو اس بات کو تسلیم کرے صرف اس لئے کہ جس شخص کے ہاتھ اس نے زرِ ثمن بھیجا وہ اس کا معتمد اور مدرسہ کا بھی حامی تھا اور بیعانہ جو زید یعنی مولوی عثمان کے ہاتھ جو مدرسہ کا مہتمم کہا جاتا ہے بھیجا اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا۔ حکم شریعت ایسے افسانوں سے نہیں ثابت ہوتا۔

نیز بکر یعنی حاجی دلدار خاں نے اپنے بیان میں جو ایک وعظ کا ذکر کیا جلسہ دستاربندی کا ذکر نہ کیا اس سے واضح ہوا کہ عمرو یعنی عبداللطیف کا یہ بیان کہ فارغ التحصیل لڑکوں کا جلسہ بالکل غلط ہے۔ بالکل صحیح ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو بکر یعنی حاجی دلدار خاں ایک وعظ کا ہونا بیان نہ کرتا جس کے متعلق اتنا بھی نہیں کہ

مدرسہ والوں نے کہلوایا تھا نیز فقرہ ۳ سے واضح ہے کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے چابی نہیں دی اور زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا۔ بکر یعنی حاجی دلدار خاں نے خود ہی یہ کہا کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے چابی دینے میں ٹال مٹول کی تو میں نے کہا کہ تالا کھول کر داخل ہو جاؤ زید یعنی مولوی عثمان مع کچھ طلبہ داخل ہو گئے اور خود ہی اخیر میں کہتا ہے کہ چابی عمرو یعنی عبداللطیف کے پاس بھیج دی گئی جو چابی عمرو یعنی عبداللطیف سے حاصل نہیں کی گئی تھی تو اس کے پاس کیوں واپس کی گئی اور بکر یعنی حاجی دلدار خاں عمرو یعنی عبداللطیف کے اس فقرہ کا بھی انکار نہیں کرتا کہ زید یعنی مولوی عثمان تالا توڑ کر داخل ہوا فقرہ ۳ از اول تا آخر سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عمرو یعنی عبداللطیف نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ وہاں تعلیم شروع کر دی جائے اگر وہ ایسا کہتا تو چابی دینے سے انکار نہیں کرتا اور تالا توڑ کر داخل ہونا نہ پڑتا ہمارے ائمہ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی ایک کے قول پر بھی وقف کا حکم نہیں ہو سکتا اور اس مکان کا مدرسہ کا ملک ہو جانا کسی کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکتا جب عمرو یعنی عبداللطیف نے اب اپنی اس زمین پر مکان تعمیر کرا کر یتیم خانہ کے لئے وقف کر دیا تو یہ وقف صحیح ہو گیا جب کہ صحیح طور پر کیا ہو۔

عبارات کتب معتبرہ معتمدہ فقہیہ

(۱) بنى سقاية للمسلمين او خانا يسكنه بنو السبيل او رباطا او جعل ارضه مقبرة لم يزل ملكه عن ذلك حتى يحكم به الحاكم عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ اسی (۲) میں ہے۔ وعند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ يزول ملكه بالقول كما هو اصله وعند محمد رحمه الله تعالىٰ اذا استقى الناس من السقاية وسكنوا الخان والرباط ودفنوا فى المقبرة زال الملك ويكتفى بالواحد لتعذر فعل الجنس كله۔ اسی (۳) میں ہے۔ وانما يزول ملك الواقف عن الوقف عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ بالقضاء اذا كان الملك يزول عندهما يزول بالقول عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ وهو قول الائمة الثلاثة وهو قول اكثر اهل العلم وعلى هذا مشايخ بلخ وفى المنية وعليه الفتوى كذا فى فتح القدير وعليه الفتوى كذا فى السراج الوهاج، وقال محمد رحمه الله تعالىٰ لا يزول حتى يجعل للوقف وليا ويسلم اليه وعليه الفتوى كذا فى السراجية، وبقول محمد رحمه الله تعالىٰ يفتى كذا فى الخلاصة ملتقى الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔ (لا يلزم ولا يزول ملكه الا ان يحكم به حاكم وعندهما يزول ملكه بمجرد القول) اى يلزم ويزول ملكه بمجرد قوله وقفت دارى هذه مثلا ولا يحتاج الى القضاء ولا الى التسليم (عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ (وعند محمد لا) يلزم ولا يزول

(۱) (۲) عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۶۴ و صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ بیروت (۳) عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۵۰ و صفحہ ۳۵۱ بیروت (۴) مجمع الانہر جلد ۱ صفحہ ۷۳۱ سے صفحہ ۷۳۲

ملكه ربما لم يسلمه الى ولى فلو وقف على الفقراء او بنى سقاية او خانا او رباطا لبنى السبيل او جعل ارضه مقبرة لايزول ملكه عنه الا بالحكم عند الامام وعند ابى يوسف رحمه الله تعالى يزول بمجرد القول وعند محمد رحمه الله تعالى يزول اذا اسلمه الى متول كما هو الاصل عنده وفى الغاية وعند محمد رحمه الله تعالى لابد من التسليم ولكن فى كل باب يعتبر ما يليق به الخ۔

یہاں نہ حکم حاکم نہ قول حقیقی یا حکمی تو وقف ہو جاتا کیا معنی وقف کرنے کی نیت سے اگر مقبرہ خان رباط وغیرہ میں دفن و سکونت وغیرہ کی عام اجازت تو ایسی اجازت سے مسلمان اگر اس میں کوئی مردہ دفن کریں یا کوئی ایک مسلمان خان یا رباط میں ساکن ہو جائے تو وقف صحیح و لازم ہو جائے گا یہ نہیں کہ وقف کرنے کی نیت ہی نہ ہو اور بانی کی اجازت سے کوئی اس زمین میں کسی کو دفن کرے یا رباط وغیرہ میں ساکن ہو جائے اور وقف ہو گیا یہاں صورت ایسی ہی ہے اول تو عمرو یعنی عبداللطیف کو اجازت وغیرہ سے صاف انکار ہے اور اگر ثابت بھی ہو تو وقف کرنے کی نیت کہاں سے ثابت ہوگی اور مدرسہ کو دینے کے لئے خریدنے اور مکان بنانے سے مدرسہ کی ملک نہ ہونا ظاہر ہے نیز خلاصہ[1] میں فرمایا۔ المتولی اذا بنى فى عرصة الوقف ان كان من مال الوقف يكون للوقف وكذا من مال نفسه لكن بنى للوقف فان بنى لنفسه ان اشهد كان له ذلك وان بنى ولم يذكر شيئا كان للوقف بخلاف الاجنبی۔

مجمع الانہر[2] میں ہے۔ متول بنى فى عرصة الوقف فهو اى البناء يكون للوقف ان بناه من مال الوقف او من مال نفسه ونواه للوقف او لم ينو شيئا وان بنى لنفسه واشهد عليه كان له اى للمتولى نفسه والاجنبى اذا بنى ولم ينو شيئا فله ذلك وان نوى كونه للوقف كان وقفا كذا الغرس اذا كان باذن المتولى اما اذا احدث رجل عمارة فى الوقف بغير اذن فللمتولى ان يامره بالرفع ان لم يضره رفعه بالبناء القديم والا فهو الذى ضيع ماله فليتربص الى ان يتخلص ماله من تحت البناء ثم ياخذه الخ عالمگیری[3] میں ہے۔ البيع نوعان باطل وفاسد، الفاسد وهو ان يكون بدلا اما لا كما لو اشترى بخمر او خنزير او ادخل فيه شرطا فاسدا او نحوه فانه ينعقد البيع بقيمة المبيع ويملك عند القبض كذا فى محيط السرخسى واختلف المشائخ انه مضمون ام امانة قال بعضهم هو امانة وقال بعضهم يكون مضمونا عليه كذا فى شرح الطحاوى۔ اسی[4] میں ہے۔ يثبت الملك قياسا واستحسانا الا ان هذا الملك يستحق النقض ويكره للمشترى ان يتصرف فيما اشترى شراء فاسدا بتمليك او انتفاع لكن مع هذا لو تصرف فيه نفذ تصرفه ولا ينقض تصرفه ويبطل به حق البائع فى الاسترداد

سواء کان تصرفا یحتمل النقض بعد ثبوتہ کالبیع واشباھہ اولا الخ عالمگیری[1] میں ہے۔ لو باع دارا علی ان یتخذھا مسجدا للمسلمین فسد البیع...... وکذا لو باع بشرط ان یجعلھا سقایۃ او مقبرۃ للمسلمین فسد البیع۔ اسی[2] میں ہے۔ لو اشتری رجل دارا شراء فاسدا او قبضھا ثم وقفھا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا علی ما وقفت علیہ وعلیہ قیمتھا للبائع کذا فی فتاوی قاضی خان الخ۔

(۱) عبارت مذکورہ بالا سے روشن کہ وہ زمین اور تعمیر مدرسہ کے حق میں ہرگز وقف نہیں نہ مدرسہ کو ہبہ ہو کر اس کی ملک ٹھہری۔

(۲) یتیم خانہ کے حق میں وقف کرنا صحیح ہے۔

(۳) زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کید کو جائز نہیں کہ وہ عوا مخواہ زبردستی مدرسہ کے لئے ایک غیر موقوف شئی کو موقوف بنائیں اور طرح طرح کے مکائد سے اسے وقف ٹھہرائیں یا ملک وقف بنائیں اور حق اللہ اور حق العبد میں اپنی گردنیں پھنسائیں ان پر فرض ہے کہ اپنے جھوٹے باطل دعوے سے باز آئیں عمرو یعنی عبد اللطیف مجبور ہو کر روپیہ دے کر صلح کرنا اور اپنی جائداد بچانا اور کچہری کی کشاکش سے اپنی جان چھڑانا چاہتا ہے زید یعنی مولوی عثمان اور اس کے حامیان کید پر لازم کہ صلح کر لیں صلح یہی ہے کہ وہ دعوی واپس لیں اور ایسا روپیہ جو مجبور ہو کر دیا جا رہا ہے لینے سے بچیں۔

(۴) وہ جماعت جس نے وقف کی حمایت کی اور مدرسہ والوں کے جھوٹے دعوے کی مخالفت کی راہ حق و ثواب پر ہے اور وہ جماعت جس نے طرح طرح مکائد سے غیر وقف کو وقف ٹھہرا کر زبردستی چھیننا چاہا ظالم جابر ہے۔

(۵) یہ عمارت نہ مدرسہ کے لئے وقف ہوئی نہ مدرسہ کی ملک ہوئی اور تولیت عمرو یعنی عبد اللطیف کا سوال محض فضول ہے عمرو یعنی عبد اللطیف مدعی تولیت ہی نہیں۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ۔ ایک شخص نے اپنی دو کانات وقف علی الاولاد کر کے اپنے بیٹے کو متولی کیا منجملہ دو کانات وقف شدہ کے ایک دوکان پندرہ روپئے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے اب متولی اس دوکان کو جو پندرہ روپئے ماہوار کرایہ پر اٹھی ہوئی ہے ایک مسلمان کو سات روپئے ماہوار پر سات برس کے ٹھیکہ میں دیتا ہے ٹھیکیدار کرایہ دار سے عہ۱۵ روپئے ماہوار کرایہ وصول کرے گا اس طرح ٹھیکیدار کو شہ روپئے ماہوار زیادہ ملیں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح جو ٹھیکہ لیا جا رہا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ٹھیکیدار جو عہ۱۵ کرایہ دار سے

[1] عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ بیروت [2] عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ بیروت

وصول کرے گا جس میں اس کو ۵ ماہوار زیادہ ملیں گے تو یہ رقم جو ٹھیکیدار کرایہ دار سے وصول کرے گا کیا شرعاً سود ہو گی متولی ٹھیکیدار سے سات برس کا زر پیشگی لیتا ہے جو سات برس میں سات روپیہ ماہوار کے حساب سے ادا ہو جائے گا اگر متولی ٹھیکہ نہ دے تو کرایہ دار سے ۱۲ روپئے وصول ہوں گے مگر ماہ بماہ ہوں گے یکشت نہیں۔

الجواب۔ یہ ناجائز و گناہ ہے نہ اسے دینا جائز نہ اسے لینا حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از خان بہادر نواب حاجی غلام محمد خاں صاحب حافظی متولی وقف مدرسہ اسلامیہ سعیدیہ دادون حافظ منزل خیر آباد۔ جناب نواب مولوی ظہیر احمد صاحب متولی و منیجر مدرسہ اسلامیہ نیاز یہ خیر آباد اودھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اوقاف اور جائداد موقوفہ میں کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت کا مندرجہ ذیل قوانین وضع کرنا جائز ہیں یا نہیں؟

(۱) ایسا قانون جو بقا اور استحکام وقف کے خلاف ہو۔

(۲) ایسا قانون جس سے مزارعین کو حقیقت انتقال اراضی حاصل ہو۔

(۳) ایسا قانون جس سے آمدنی پر ایسا اثر واقع ہو جس سے مدات مقرر کردہ واقف میں خلل واقع ہو۔

(۴) مصارف مصرحہ واقف کے خلاف کسی مصرف کا اضافہ کرنا (جیسا کہ فیس ایڈٹ یا ۵ فیصدی کے رقم کا کمشنر اوقاف کو دیا جانا وقف بل کے ذریعہ سے پاس کیا گیا ہے)

(۵) بوقت ضرورت حکومت غیر مسلم کا تحویل محفوظہ موقوفہ میں سے قرض لینا۔

الجواب۔ یہ قوانین ظلم مبین صریح جور فصیح جفا قبیح تمرد مداخلت فی الدین ہیں ان کا واضع مستحق عذاب مہین۔ حکومت مسلمہ ہو یا غیر مسلمہ کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا ظلم کبھی کسی کے نزدیک جائز نہیں ہو سکتا ایسے قوانین بنانے والے انھیں جاری کرنے والا ان پر راضی ہونے والا انھیں بخوشی مان لینے والا سخت اشد ظالم جفا کار گنہگار ٹھہرے گا ان اشد ناجائز قوانین کے خلاف جو جس طرح آواز اٹھا سکتا ہو فرض ہے کہ پوری قوت سے اس کے خلاف آواز اٹھائے بعض قوانین ان میں وہ ہیں جن سے وقف وقف ہی نہیں رہتا اور بعض وہ جن سے املاک موقوفہ کو شدید صدمہ پہونچتا صریح نقصان ہوتا ہے بعض وہ ہیں جن کا آمدنی اوقاف پر بدترین اثر پڑتا ہے غرض یہ قوانین اوقاف پر نہایت ظلم مبین ہے۔ کسی کا ظلم کو خوشی انگیز کرنا اس کے خلاف جو کچھ کہہ سکتا کر سکتا وہ نہ کہنا نہ کرنا ظلم پر راضی ہونا ہے۔ ان قوانین پر ساکت رہنا حرام ہے ان کے منسوخی

کی کوشش انتہا تک پہونچانا لازم۔ قال علیہ الصلاۃ والسلام من رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ۔ باوجود قدرت و استطاعت خاموش رہنے والے اس ظلم صریح پر آہ بھی نہ کرنے والے ظالموں میں شمار ظالمین کی رسی میں بحکم حدیث گرفتار ہوں گے۔

یہ منکر ہے اور ازالہ منکر تا طاقت و قوت فرض۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان۔ ہاتھ نہیں اٹھ سکتا؟ کیا اس ظلم کو ظلم بھی نہیں کہا جاسکتا؟ یہ بھی فرض کیجئے تو اس سے اظہار ناراضی پر بھی کیا زبان بندی ہے؟ دفعہ ۴۴ انافذ کردی گئی ہے۔ وقف تو ابدًا تا قیام قیامت باقی رہنے ہی کے لئے ہے تو جو قانون اس کی بقا کے خلاف ہو وہ سرے سے وقف ہی کو باطل کرنے کا قانون ہے پھر یارب مداخلت فی الدین کے سرکیا سینگ ہوتے ہیں وقف میں شرط واقف سے کمی بیشی حرام ہے کہ شرط واقف کا اتباع ایسا ہی لازم جیسا کہ خود نص شارع کا (وقف میں) بے اجازت خاصہ شرعیہ تغیر و تبدیل یقینًا ناجائز الاشباہ النظائر میں فرمایا۔ شرط الواقف کنص الشارع ای فی وجوب العمل بہ۔ وقف کے منافع کے لئے بھی مصارف مشروطہ پر زیادت ناجائز ہے امام محقق علی الاطلاق بالغ مرتبہ اجتہاد امام کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں ارشاد فرمایا۔ ایسے ہی جگہ جہاں منافع وقف کے لئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے امرنا بابقاء الوقف علی ما کان جن اوقاف کے واقفین کی شرائط کا پتہ نہ چلتا ہو وہاں کے لئے حکم ہے کہ قدیم الایام سے جو مصارف متولیان یکے بعد دیگرے کرتے چلے آئے ہیں وہی کئے جائیں گے۔۔۔۔ جدید تصرف اس میں بھی اضافہ نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی خیریہ میں فرمایا۔ اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفتہ واذا فقد عمل بالاستفاضۃ والاستمرارات العادیۃ المستمرۃ من تقادم الزمان الی ھٰذا الوقت واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از مہند رو ضلع پٹنہ درگاہ حضرت شاہ ارزان قدس سرہٗ مرسلہ سید شاہ عاشق حسین صاحب ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ

بندہ نواز۔ السلام علیکم۔ مسلمانوں پر اس وقت جو مظالم ڈھائے جارہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں کانگریس گورنمنٹ کی طرف سے بہار مسلم وقف بل کونسل میں پیش ہے مسلم لیگ اس کی مخالف ہے اس بل پر تبصرہ جو شائع ہوا ہے اور اس بل کی مخالفت میں رائے عامہ اور فتاوٰی جو شائع ہوتے ہیں ان کی ایک ایک کاپی کونسل کے ممبران و گورنر و وائسرائے کو بھیج دی گئی ہے ایک کاپی آپ کے ملاحظہ کے لئے بھی بھیجی جاتی ہے اور ایک فرد استفتا منسلک ہے جس پر جناب بھی براہ عنایت فتوٰی مختصر تحریر فرما کر جلد مجھ کو

ـــه فتاوٰی خیریہ جلد ا صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ بیروت ـــه مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۶ ـــه ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۱۵ ـــه فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۲ مطبوعہ پشاور

بھیج دیں۔ آپ کا دعاگو شاہ عاشق حسین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) مسلمانوں کے اوقاف میں کسی حاکم یا غیر حاکم کو اختیار ہے یا نہیں کہ وہ شرائط واقف کا منشاء واقف کے خلاف مخالفت میں کرے یا واقف کے مقرر کردہ متولی کے خلاف کوئی جدید قانون بنانے کی اسکیم پیش کرے جب کہ واقف اپنے منشا کے مطابق اپنے مقرر کردہ متولی کے سپرد کئے اور اس اختیار پائے ہوئے متولی نے اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین متولی مقرر کیا جس کا اس کے سوا اختیارات یکے بعد دیگرے جانشین متولی کو سپرد ہوتا چلا آیا۔ دراں حالے کہ واقف نے وقف کے اختیارات اپنے منشا کے خلاف نہ تو کسی کمیٹی کے سپرد کئے نہ کسی بورڈ کے مگر گورنمنٹ یہ چاہتی ہے کہ متولی کے اختیارات اپنے مقرر کردہ کسی کمیٹی یا بورڈ کو دے کر حق تولیت سے متولی کو محروم کر دے تو زبردستی ایسا کرنا مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) وقف کی جائداد کی سابق مقرر کردہ لگان میں کمی کر دینا جس سے آمدنی کم ہو کر امور خیر میں حسب منشاء واقف صرف نہ ہو سکے یا وقف کی آمدنی جو صرف امور خیر کے لئے تھی اس میں سے ایک معقول رقم لے کر نیا دفتر یا کوئی کمیٹی یا کوئی بورڈ قائم کر کے اس میں صرف کرنا یا کسی قسم کا کوئی ٹیکس لگانا اس میں سے بطور چندہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا جواب باصواب جلد عنایت ہو۔

الجواب: جناب محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نامۂ گرامی مع استفتا موصول ہوا فقیر مکان پر موجود نہ تھا اس لئے جواب میں تاخیر ہوئی۔ تکلیف انتظار ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔ مظالم کے خوگر جفا پیشہ ستم گر ظلم پرور، جور کے عادی جو مظالم کریں کم ہیں۔ بندگان خدا کو اوروں کے مظالم سے محافظت کے بلند بانگ دعاوی کرنے والے خود جو کچھ قوانین گڑھتے پاس کرتے ہیں اور جیسی کچھ داد عدل وانصاف دیتے دلاتے ہیں کسے معلوم نہیں۔ ان کے املاک پر جیسی جیسی چیرہ دستیاں قانون کی آڑ میں ہوتی ہیں ظاہر ہے وہی اب اور ترقی کر کے خاص املاک الٰہی پر دست تعدی دراز کرنا چاہتے ہیں مگر از نام حفاظت۔ وہی جو املاک بندگان پر شب و روز طرح طرح تعدیاں کرتے بے اذن مالکان زبردستی تصرف حکومت کے بل بوتے پر نشہ حکومت سے مخمور ہو کر گرتے ہیں اب اوقاف پر ہاتھ پھیرنا مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ملک غیر میں تصرف ظلم ہے اور ظلم کس کے نزدیک حرام اور اشد جرم نہیں پھر کیا کچھ ہوتا ہے اس سے کون واقف نہیں مگر اس کا کیا علاج کہ خود جو کچھ کیا جائے وہ ظلم نہیں۔ یوں ہی کون نہیں جانتا کہ وقف میں

منشاء و غرض و شرط واقف کے خلاف عمل خاص ملک الٰہی میں تصرف محض بے جا ظلم ناروا جور و جفا ہے مقصد وقف ہی کا صریح ابطال ہے شرعاً صرف شرعاً ہی بلکہ عقلاً بھی۔

وہ امور جو سوال میں مذکور ہوئے سخت ناجائز و قبیح۔ جور و ظلم صریح ہیں اور دین میں کھلی مداخلت فضیح۔ غیر حکام۔ اور یہ حکام کیسے؟ خود شرعی حکام بھی وقف میں ایسے امور نہیں کر سکتے یا دخل نہیں دے سکتے جو ایسا کرے گا وہ جائر جابر ستم گر ظالم ٹھہرے گا۔ علماء ارشاد فرماتے ہیں شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ ام مختصہ (اشباہ) صرحوا بان مراعاۃ غرض الواقفین واجبۃ (رد المحتار) امرنا بابقاء الوقف علی ما کان (فتح القدیر) القاضی لا یملک التصرف فی الوقف مع وجود المتولی (رد المحتار) لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف بغیر شرط الواقف (در مختار) اذا وجد شرط الواقف فلا سبیل الی مخالفۃ الخ (فتاوی خیریہ) مسلمانوں پر لازم کہ تا حد استطاعت پوری قوت سے اس وقف بل کے خلاف آواز اٹھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ زید نے بعد وفات ایک معقول جائداد اور ایک والدہ و ایک زوجہ ثانیہ اور تین لڑکے اور ایک لڑکی۔ ایک لڑکی اور لڑکا زوجہ اول سے اور دو لڑکے زوجہ ثانیہ سے وارث اپنے چھوڑے چوں کہ لڑکے تینوں نابالغ تھے ان کی دادی اور والدہ کی ناتجربہ کاری و پردہ نشینی کی وجہ سے عدالت سے ایک تیسرا شخص غیر وارث (اجنبی) ان کا ولی منتظم جائداد و کاروبار مقرر ہو گیا جس نے بہت کچھ تغلب وا پنی اغراض کے لئے بہت سے امور نقصان رسانی کا ارتکاب کیا اور نابالغ ورثہ کو نقصان پہونچاتے اسی دوران میں زوجہ اول کا ایک لڑکا بالغ ہوا لیکن چوں کہ وہ لڑکا نہایت سادہ لوح اور ناتجربہ کار تھا اس پر ولی مذکور نے اپنی چالاکیوں سے اپنے اختیارات اور قبضہ جائداد قائم رکھنے کے لئے اس لڑکے پر اپنے اثرات قائم کرنے شروع کئے اور ایک خفیہ وقف نامہ اس کے حصہ جائداد اور کاروبار کا اس طرح مرتب کرا دیا کہ وقف علی الاولاد کراتے ہوئے ورثہ موجودہ کو بالکل محروم کرا دیا اور صرف بعد وفات واقف اس کی بیوی فرضی اب تک منگنی و نسبت بھی نہیں ہوئی تھی اور اولاد کو صرف فائدہ اٹھانے کے اختیارات رکھے اور ان کے نہ ہونے پر سب بصرف خیرات لکھ دیا نیز اس کے بالغ ہو کر وقف نامہ کی تکمیل رجسٹری سے تقریباً ایک سال بعد بلا شادی کے لڑکے مذکور کا انتقال ہو گیا۔

ولی مذکور کی زیادتیوں کی وجہ سے تنگ آ کر دیگر ورثہ ثانی نے اپنے حصہ کی تقسیم عدالت سے کرا لی جو تقریباً ایک سال مقدمہ بازی کے ختم ہوئی۔ اس مقدمہ تقسیم تک بھی کسی شخص کو اس وقف نامہ

لے رد المحتار جلد سوم ص ۴۰۸ مطبوعہ کوئٹہ، لے ایضاً ص ۴۰۶، لے فتاوی خیریہ جلد اول ص ۱۲۲ بیروت، لے ایضاً ص ۱۶۷، لے در مختار مع شامی جلد سوم ص ۴۱۲، لے فتح القدیر جلد ۵ ص ۴۲۸ مطبوعہ پشاور

۵۲۳۶۴

کا علم نہ ہو سکا اور یہ خفیہ رکھا گیا۔ باوجودیکہ وہ حصہ دیگر ورثہ جائز پر تقسیم ہو گیا اب جب کہ حصہ داران نے اپنے اپنے حصے پر اس سے حساب فہمی کا مطالبہ کیا تو ایک سازش کر کے تیسرے شخص کو متولی وقف اپنی برادری سے تجویز کر کے اپنے اوپر ایک نالش متولی مذکور سے عدالتی مصلحتوں کی بنا پر دائر کرائی تب ورثہ موجودہ کو وقف نامہ کا علم ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جائداد مشترکہ کا ایسے طریقے پر وقف علی الاولاد کرنا کہ جس کے ورثہ موجودہ محروم کر دیے ہوں اور وہ بھی ایسے وقت کہ ان کی سوائے اس وقت ان کا اور کوئی وارث بھی نہ ہو اور وہ بھی اس طرح کہ خفیہ اور پوشیدہ۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسا وقف نامہ موجودہ ورثہ کے لئے قابل پابندی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا فقط۔

الجواب۔ صحت وقف مشاع محتمل القسمۃ مختلف فیہ ہے ہر دو جانب فتوٰی ہے امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کی صحت کے قائل ہیں۔ امام محمد عدم صحت کے۔ مشائخ بخارا کا ماخوذ قول امام محمد ہے اور سراجیہ میں اس پر فتوٰی بتایا۔ مگر متاخرین قول امام ابو یوسف اختیار کرتے ہیں۔ اور جواز کا فتوٰی دیتے ہیں۔ فتاوٰی عالمگیری[1] میں ہے۔ وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لایجوز عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی وبہ اخذ مشائخ بخارای وعلیہ الفتوٰی کذا فی السراجیۃ۔ والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز وھو المختار کذا فی خزانۃ المفتین۔ اب کہ مختار قول امام ابو یوسف ہے کہ مشاع محتمل قسمت کا وقف جائز ہے۔ یہی ماننا ہوگا تو یہ بات کہ جائداد مشترکہ وقف کی عدم صحت وقف کے لئے کوئی حیلہ نہیں ہو سکتی نہ وقف کی صحت کے لئے یہ ضروری کہ وقف کی شہرت کرے لوگوں پر ظاہر کرے ہاں غیر وقف کو دعوٰی وقفیت کے اثبات کے لئے بینہ پیش کرنا ہوگا تو ثبوت وقف کے لئے شہادت ضروری ہے۔ نہ کہ صحت وقف کے لئے۔ اگر اسی لڑکے نے بعد بلوغ کل جائداد مشترکہ وقف کی تو اس سے جتنے حصہ کا وہ مالک تھا اس کے حصہ سے وقف متعلق ہوا اوروں کا حصہ وقف نہ ہوا اور اپنا ہی حصہ وقف کیا ہو تو بھی اور کل وقف کی ہو جب بھی اس سے جو اس کا حصہ ہے وہی وقف ہوا جب کہ بحالت صحت وقف صحیح کیا ہو۔ اور بحالت مرض موت کیا تو اس کے حصہ کے ایک ثلث سے وقف متعلق ہوگا۔ باقی دو ثلث اس کے ان ورثہ پر تقسیم ہوں گے اگر ان میں سے وقف نہ کریں گے پھر وہ ثلث موقوف سے بھی چونکہ اس کے اولاد نہیں اور اس حالت میں کہ اولاد نہیں اس کے مستحق فقراء مسلمین ہیں ان ورثہ میں جو فقراء ہوں گے وہ بھی منتفع ہو سکیں گے اور وہی احق ہوں گے۔

[1] عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ بیروت

اس صورت میں جب کہ ان لوگوں کو اس کا وقف کرنا معلوم نہیں جو قابض ہے وہ مدعی وقفیت ہے ان پر محض اس کے اس دعوای کی وجہ سے لازم نہیں کہ وہ اسے وقف تسلیم کرلیں اگرچہ یہ شخص کوئی ایسا کاغذ انگریزی دکھاتا ہو جسے اس لڑکے کی طرف منسوب کرتا ہو۔ اگرچہ اسے اسی لڑکے کا لکھا بتاتا ہو بلکہ اس کاغذ کا خط لڑکے کا خط سمجھا جاتا ہو کہ الخط یشبہ الخط اگرچہ وہ کاغذ رجسٹری شدہ ہو۔ جب تک شاہدین کی شہادت قابل قبول شرع ہو وہ شہادت شرعی اس کے وقف ہونے کی نہ ادا کریں محض کاغذ سے وہ انگریزی رجسٹری شدہ ہو، غیر رجسٹری شدہ وقف ثابت نہ ہوگا۔ یہ ورثہ اس بارے میں اس سے جائز خصومت کریں گے تو ملزم نہ ہوں گے۔ عالمگیری[1] میں ہے۔ لوقال ارضی ھذہ صدقۃ موقوفۃ علی من یحدث لی من الولد ولیس لہ ولد یجوز ھذا الوقف فاذا ادرکت الغلۃ تقسم علی الفقراء فان حدث لہ ولد بعد القسمۃ تصرف الغلۃ التی توجد بعد ذلک الی ھذا الولد ما بقی ھذا الولد فان لم یبق لہ ولد صرفت الغلۃ الی الفقراء کذا فی فتاوی قاضی خان۔

صورت مسئولہ میں قول ورثہ مانا جائے گا جب تک بشہادت شرعیہ وہ شخص اس کا ہونا ثابت نہ کردے عالمگیری میں ہے۔ رجل جاء الی قاضی بلدۃ وقال انی کنت امینا للقاضی الذی کان قبلک ھنا وفی یدی صدقۃ کانت لرجل یقال لہ فلان بن فلان وقفہا علی قوم معلومین سماھم قبل قولہ اذا لم تکن للواقف ورثۃ ولم یعلم من امر ھذہ الصدقۃ غیر ما اقربہ ھذا الرجل وان کانت لہ ورثۃ فقالوا ھو میراث بیننا ولیس بوقف فالقول قولھم ویکون میراثا بینھم۔ اسی[2] میں ہے۔ ان قال فی الصحۃ ارضی صدقۃ موقوفۃ علی الفقراء بعدی وھو یخرج من الثلث اوکان ذلک فی المرض (الی قولہ) فان احتاج بعض قرابتہ اوبعض ولدہ الی ذلک والوقف فی الصحۃ رفعھما الحکام) احدھا ان صرف الغلۃ الی فقراء القرابۃ اولی فان فضل منہا شیئ یصرف الی الاجانب (الی قولہ) ھذا اذا وقف علی الفقراء واحتاج الیہ بعض قرابتہ الخ اسی[3] میں ہے۔ مریض وقف دارا فی مرض موتہ فھو جائز اذا کان یخرج من ثلث المال وان کان لم یخرج فلجازت الورثۃ فکذلک وان لم یجیزوا بطل فیما زاد علی الثلث الخ۔ اسی کے باب فی وقف المریض میں ہے۔ اذا جعل ارضہ صدقۃ موقوفۃ للہ تعالی ابدا علی ولدہ وولد ولدہ ونسلہ ابدا ماتناسلوا ومن بعدھم علی المساکین فان کانت ھذہ الارض تخرج من الثلث صارت موقوفۃ تستغل ثم تقسم غلتہا علی جمیع ورثتہ علی سہام المیراث (الی قولہ) وان کانت ھذہ الارض لا تخرج من الثلث فان اجازت الورثۃ الوقف جاز (الی قولہ) وان لم یجیزوا الوقف

[1] تا [6] عالمگیری جلد ۲ ص ۳۷۱۔ ص ۴۳۸۔ ص ۳۹۵۔ ص ۴۵۱۔ ص ۴۵۲۔ ص ۴۴۱ مطبوعہ بیروت

جاز الوقف من الثلث فصار ثلث الرقبۃ وقفا للفقراء (الیٰ قولہ) فان مات الوارث الموقوف علیہ کانت الغلۃ للفقراء اسی میں ہے۔ لو قال المریض ارضی ہٰذہ صدقۃ موقوفۃ علی من احتاج من ولدی ونسل یعطی کل واحد ما یسع نفقتہ وان لم یکن فی ولدہ ونسلہ فقیر فالغلۃ کلہا للفقراء۔ اسی میں ہے۔ رجل فی یدہ ضیعۃ جاء رجل وادعی انہا وقف وجاء بصک فیہ خطوط عدول وقضاۃ قد انقرضوا وطلب من القاضی القضاء بہ لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک کذا فی الخلاصۃ، وکذلک لو کان لوح مضروب علی باب دار ینطق بالوقف لا یقضی بہ ما لم یشہد الشہود بالوقف کذا فی المحیط۔

خانیہ میں فرمایا۔ رجل ادعی علی رجل مالا واخرج خطا وادعی انہ خط المدعی علیہ فانکر المدعی علیہ ان یکون الخط خطہ فاستکتب فکتب وکان بین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ تدل علی انہما خط کاتب واحد اختلف المشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ فیہ والصحیح انہ لا یقضی بذلک۔ رد المحتار میں ہے۔ تنبیہ ذکر فی الخانیۃ والاسعاف ادعی علی رجل فی یدہ ضیعۃ انہا وقف واحضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضین وطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ذلک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ انما ہی البینۃ او الاقرار اما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط وکذا لو کان علی باب الدار لوح مضروب ینطق بالوقف لا یجوز للقاضی ان یقضی ما لم تشہد الشہود اھ قلت وہذا ظاہر ینافی ما ہنا من العمل بما فی دواوین القضاۃ والجواب ان العمل بما فیہا استحسان کما فی الاسعاف وغیرہ (الیٰ قولہ) الیٰ ان قال فلو وجد فی الدفاتر ان المکان الفلانی وقف علی المدرسۃ الفلانیۃ مثلا یعمل بہ من غیر بینۃ (الیٰ قولہ) لکن افتی فی الخیریۃ بانہ لا یثبت الوقف بمجرد وجودہ فی الدفتر السلطانی لعدم الاعتماد علی الخط فتامل۔ اسی میں ہے۔ وکذا لو کان احدہما انفع للوقف لما سیأتی فی الوقف والاجارات انہ یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف العلماء فیہ، والحاصل انہ اذا کان لاحد القولین مرجح علی الآخر ثم صحح المشائخ کلا من القولین ینبغی ان یکون الماخوذ بہ ما کان لہ مرجح لان ذلک المرجح لم یزل بعد التصحیح فیبقی فیہ زیادۃ قوۃ لم توجد فی الاخری واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ۔ ازمبارک حسین بازار نصر اللہ خاں رام پور

متولی مسجد کی قبر صحن مسجد میں بنانا جائز ہے؟ جب کہ امام اجازت دے اور اس کی اجازت سے قبر کھودی جائے اور اپنی موجودگی میں قبر کھدوائے اور لوگ اعتراض کریں تو وہ اپنی روزی برقرار

روکنے سے کہے کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کے ساتھ نمازیوں اور عام لوگوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب۔ مسجد کا صحن تو صحن مسجد بمعنی موضع صلاۃ کے علاوہ بھی مسجد کے متعلق کسی زمین میں قبر بنانا یا اور کوئی تصرف کرنا ناجائز ہے۔ امام نے غلط کہا کہ مجھے روکنے کا کیا حق ہے۔ ناجائز امر کے روکنے کا ہر مسلمان کو حق جتنا اسے ہے جیسے انکار کر سکے نہی عن المنکر فرض ہے اس کو لازم تھا کہ وہ اس کو ناجائز بتاتا اور جو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا تو جو روک سکتے تھے انھیں اطلاعِ حکومت سے چارہ جوئی کرتا کراتا۔ اس نے نہ روکا یہ گناہ کیا بلکہ اس نے اجازت دی یہ اور بڑھ کر گناہ ہوا جب تک وہ توبہ نہ کرے اسے ہرگز امام نہ بنائیں وہ توبہ نہ کرے تو اسے خود معزول کر سکتے ہوں تو معزول کر دیں ورنہ جو معزول کر سکتا ہو اس سے کہہ کر معزول کرائیں۔ واللہ تعالیٰ ہو الہادی وہو تعالیٰ اعلم۔

کتابُ البیوُع

خرید و فروخت کا بیان

مسئلہ از جہلم ضلع پونچھ پنجاب مرسلہ جناب صدر الدین صاحب معرفت جناب مولوی اکبر علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۱۲ رجب ۵۷ھ

آج اس وقت غلہ گندم کا عام نرخ چودہ سیر فی روپیہ ہے لیکن زید معاملہ سرکاری ادا کرتا ہے اور گندم کا کوئی گاہک بروقت نہیں ملتا تاکہ فروخت کر کے معاملہ ادا کرے۔ بکر نے زید کو کہا کہ میرے پاس بحساب سولہ سیر گندم فی روپیہ کے حساب فروخت کر دو تو میں تم سے غلہ گندم خرید لوں گا۔ زید نے بوجہ مجبوری سولہ سیر گندم فروخت کر کے معاملہ ادا کیا۔ یہ بیع و شرا جائز ہے کہ نہیں جواب باصواب ہو۔

۲: فی الوقت گندم کا نرخ عام دست بدستی بارہ سیر فی روپیہ فروخت ہو رہا ہے یا کم و بیش۔ مگر زید غریب آدمی ہے اس کے پاس نقد قیمت موجود نہیں ہے اگر بکر سے گندم بطور قیمتی مانگتا ہے۔ بکر دس سیر فی روپیہ کے حساب زید کو گندم قرض دیتا ہے اور قیمت ماہ مہنگر میں لینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ زید اپنی غربت

اور ضرورت کی وجہ سے مذکورہ نرخ پر گندم لے لیتا ہے۔ جواب مکمل ہو۔ فقط۔

الجواب۔ قنیہ ودر مختار میں اسے جائز مع الکراہت بتایا قنیہ میں ہے۔ شرای الشیئ الیسیر بثمن غال اذا کان لمحاجة الی القرض یجوز ویکرہ در مختار[1] میں فرمایا شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجة القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف فتاوی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی میں بھی ایسا ہی لکھا۔

سوال۔ اگر در بازار نرخ بحساب فی روپیہ بست آثار گندم ست وشخص بقرض بحساب فی روپیہ ہیجدہ آثار می فروشد ایں بیع راست ست یا نہ۔

جواب۔ بیع مذکور نافذ ست اما مکروہ است در قنیہ می آرد الخ مگر کراہت بہر صورت نہیں جیساکہ ان عبارات سے ظاہر ہے بلکہ یہاں تفصیل ہے۔ رد المحتار[2] میں زیر قول در مختار یجوز ویکرہ ہے۔ ای یصح مع الکراھة وھذا لو الشراء بعد القرض لما فی الذخیرة وان لم یکن النفع مشروطا فی القرض ولکن اشتری المستقرض من المقرض بعد القرض متاعا بثمن غال فعلی قول الکرخی لا بأس بہ وقال الخصاف ما احب لہ ذلک وذکر الحلوانی انہ حرام لانہ یقول لولم اکن اشتریتہ منہ طالبنی بالقرض فی الحال ومحمد لم یرہذا لک بأسا وقال خواھرزادہ ما نقل عن السلف محمول علی ما اذا کانت المنفعة مشروطة وذلک مکروہ بلا خلاف، وما ذکرہ محمد محمول علی ما اذا کانت غیر مشروطة وذلک غیر مکروہ بلا خلاف، ھذا اذا تقدم الاقراض علی البیع فان تقدم البیع بان باع المطلوب منہ المعاملة من الطالب ثوبا قیمتہ عشرون دینارا بہ بعین دینارا ثم اقرضہ ستین دینارا اخری حتی صار لہ علی المستقرض مائة دینار وحصل للمستقرض ثمانون دینارا ذکر الخصاف انہ جائز وھذا مذھب محمد بن سلمة امام بلخ وکثیر من مشائخ بلخ کانوا یکرھونہ ویقولون انہ قرض جر منفعة اذ لولاہ لم یتحمل المستقرض غلاء الثمن ومن المشائخ من قال یکرہ لو کانا فی مجلس واحد والا فلا باس بہ لان المجلس الواحد یجمع الکلمات المتفرقة فکانھما وجدا معا فکانت المنفعة مشروطة فی القرض وکان شمس الائمة الحلوانی یفتی بقول الخصاف وابن سلمة ویقول ھذا لیس بقرض جر منفعة بل ھذا بیع جر منفعة وھی القرض اھ ملخصا۔

جب یہاں صورت مستفسرہ میں قرض کا سابقانہ لاحقا کہیں قدم درمیان میں نہیں تو اس کے بلا خلاف جائز بے کراہت ہونے میں کیا کلام۔ اور وہ مضطر بھی نہیں کہ مضطر ہوتا تو واسطا بیع وشراء فاسد ٹھہرتا جب کہ یقین ہوتا رد المحتار[3] میں ہے (قولہ بیع المضطر وشراءہ فاسد) ھو ان یضطر الرجل الی طعام

[1] رد المحتار جلد ۵ ص ۱۶۷ مطبوعہ مصر [2] رد المحتار جلد ۵ ص ۵۹ مطبوعہ مصر [3] در مختار مع شامی جلد ۴ ص ۱۱۵ مطبوعہ کوئٹہ۔

او شراب او لباس او غیرها ولا یبیعها البائع الا باکثر من ثمنها بکثیر وکذلک فی الشراء منه کذا فی المنح اھ ح وکذا فی الشراء منه مثال لبیع المضطر ای بان اضطر الی بیع شیئ من ماله ولم یرض المشتری الا بشرائه بدون ثمن المثل بغبن فاحش ومثاله مالو الزمه القاضی ببیع ماله لایفاء دینه او الزم الذمی ببیع مصحف او عبد مسلم ونحو ذلک لکن سیذکر المصنف فی الاکراه لو صادرہ السلطان امرہ بالبیع مع انه بدون امر مضطر الی البیع حیث لایمکنه غیرہ وقد یجاب بان ھذا لیس فیه انه باع بغبن فاحش عن ثمن المثل نعم العبارة مطلقة فیمکن تقییدها بانه انما یصح لو باع بثمن المثل او غبن یسیر توفیقا بین العبارتین فتامل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۲ اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے ظاہر کہ مشتری غیر مضطر ہے اور بائع کا مقروض نہیں تو بے دغدغہ جائز ہے اور اگر مضطر ہے تو مضطر کا بیع وشراء فاسد کما فی الدر المختار وحاشیۃ ردالمحتار للعلامۃ السید الشامی قدس سرہ السامی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

بَابُ الرِّبٰوا

سود کا بیان

مسئلہ۔ ازبسوان ضلع سیتاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی صدر مدرس مدرسہ مذکورہ ۷ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین حضرات وارثانِ علوم سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسائل ذیل میں۔

(۱) کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے واسطے وقف ہے اور قوم کے لوگوں میں بطور قرض لفظ نفع کے نام سے تقسیم ہے کسی کے پاس پچاس کسی کے پاس دس کسی کے پاس پانچ ہیں اور شرح مقررہ مثلاً دس روپیہ سیکڑہ قوم نفع دیتی ہے اور اگر نفس مال تجارت میں قوم کو گھٹی ہو تو قوم مدرسہ کو گھٹی کی زیر باری سے بچاتی ہے کہتے ہیں کہ مدرسہ ٹوٹ جائے گا دینی نقصان ہوگا اس واسطے ہم گھٹی بھی اوڑھے لیتے ہیں اور نفع بحساب مقررہ مذکورہ بغیر کمی بیشی کے دیتے رہیں گے کیا یہ جائز و مباح ہے یا گناہ کبیرہ ؟

(۳) آمدنی مذکورہ سے جو تنخواہیں مدرسین کو دی جاتی ہیں وہ ان کے واسطے جائز ہیں یا نہیں؟
(۳) اس کی کتابت کے واسطے ایک رجسٹر بھی ہے کیا اس کا لکھنا پڑھنا حساب فہمی کرنا کسی مدرس یا مسلمان کو جائز ہے؟
(۴) ایسا روپیہ مدرسہ اسلامیہ میں صرف کر کے نیکی کی امید رکھنا سبب نجات ہے یا باعث عذاب نار؟
(۵) اگر فی روپیہ دو آنے یا ایک آنہ یا چار آنے مثلاً ماہوار نفع مقرر کیا جائے اور گھٹی اور نفع دونوں کی ذمہ داری ہو تو یہ نفع محمود و طیب ہوگا یا نہیں؟
(۶) نوٹ کو بیع کر کے مثلاً دس کا نوٹ ساڑھے بارہ میں بیچ دیا جائے اور قرض کیونکہ نقد کون لے گا پھر ہر ماہوار نفع لیا جائے اور اصل جب تک ادا نہ ہو یوہیں نفع لیتا رہے یہ جائز ہے یا اس میں تعیین میعاد کی جائے تو صورت جواز نکل سکتی ہے؟
(۷) سو روپیہ کا نوٹ ایک سو پچیس روپئے میں بیع کر دیا جائے اور پختہ کاغذ پر ایک سو پچیس لکھوا لے مگر مقررہ میعاد پر اور اس ایک سو پچیس کے بدلے ایسی شئی بھی لکھوا لے جو بیع کر روپیہ وصول کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟
(۸) کیا مشرکین موجودہ حربی نہیں؟ کیا حربی جب دار الاسلام میں آباد ہوں تو ان سے سود لیا جا سکتا ہے یا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی ڈاک خانہ یا بینک یا حکومت میں روپیہ جمع کرے تو اس کا جو سود ملتا ہے وہ لے سکتا ہے اور لینے کی کیا صورت ہے؟

الجواب۔ کچھ روپیہ مدرسہ اسلامیہ کے لئے وقف ہے اس کا مطلب ظاہر تو یہی ہے کہ کسی نے خود روپیہ وقف کیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدرسہ پر کوئی جائداد وقف ہے اس کا روپیہ۔ یا یہ کہ مدرسہ کے چندوں کا روپیہ۔ اگر مطلب وہی ہے جو اس عبارت کا ظاہر ہے تو یہاں روپے کا وقف بوجہ عدم عرف و تعامل صحیح نہیں کہ منقول کا قصداً وقف اگرچہ مختلف فیہ ہے اور صحیح و مفتی بہ مذہب جواز ہی ہے مگر جن کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک بھی جب ہی جب کہ اس شئی منقول کا وقف عرفاً رائج و معمول بہ ہو۔ قیاس کا مقتضی تو یہی ہے کہ شئی منقول کا وقف صحیح ہی نہ ہو۔ لان من شرط الوقف التابید والمنقول لایدوم، مگر جو حضرات تعامل کے سبب اس کے جواز کا قول کرتے ہیں وہ بوجہ حدیث، ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن فرماتے ہیں کہ تعامل سے قیاس متروک ہو جاتا ہے۔

اور ہندوستان میں خود دراہم ودنانیر کے وقف پر تعامل نہیں۔ تو یہاں اس کے جواز کا قول کسی طرح نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر بعض اقطار ہند میں اس کا وقف آج کل رائج ومعروف ہو تو ان اقطار میں جب تک ایسا رائج ومعروف رہے اس کے جواز کا فتوٰی دیا جائے گا۔ تنویر الابصار و در مختار میں اختیار سے ہے[1]

وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل کفأس وقدوم بل ودراھم ودنانیر ومکیل وموزون وقدر وجنازۃ وثیابھا ومصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللّٰہ حسن بخلاف مالا تعامل فیہ وھذا قول محمد وعلیہ الفتوٰی اختیار اھ مختصرا۔

ردالمحتار میں ہدایہ امام برہان الدین سے اسی کو مختار اکثر فقہا اور اسعاف فی احکام الاوقاف سے اسی کو صحیح اور فتاوٰی ظہیریہ امام ظہیر الدین مرغینانی سے اسی کو قول اکثر مشائخ نقل فرمایا ردالمحتار[2] میں زیر قول شارح کل منقول قصدا فرمایا عند محمد یجوز ما فیہ تعامل من المنقولات واختارہ اکثر فقہاء الامصار کما فی الھدایۃ وھو الصحیح کما فی الاسعاف وھو قول اکثر المشائخ کما فی الظہیریۃ لان القیاس قد یترک بالتعامل اس صورت میں وہ روپیہ جس نے وقف کیا اس کی ملک ہے مدرسہ میں چندے کے روپے کی طرح ہے اس سے دریافت کریں جو جائز بات وہ بتائے اس طرح خرچ کریں۔ اور اگر ان دیار میں درہم ودینار کا وقف رائج ومعمول ہو تو البتہ وقف مانا جائے گا۔ اگر وقف ہے تو اس صورت میں اسے مضاربت پر دینا جائز۔ اسے مضاربت پر دیں اور نفع کو مدرسہ پر صرف کریں یونہی لوٹ پھیر کرتے رہیں اور نفع مدرسہ پر خرچ کریں۔ مجمع الانہر وعامۂ کتب میں ہے[3]

والصحیح اجل وقف الدراھم والطعام وما یکال او یوزن یجوز ویدفع الدراھم مضاربۃ ثم یتصدق بفضلھا فی الوجہ الذی وقف علیہ اھ مختصرا مگر قوم نے جب اسے قرض دیا لیا ہے تو یہ حرام وناجائز ہے یہ معاملہ نرا سود کا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اور اگر مدرسہ کی کسی وقفی جائداد کا روپیہ ہے تو بھی اگر تجارت قوم کی ہے روپیہ قرض لیا ہے یہی حکم ہے کہ محض ناجائز وناروا ہے مدرسہ کی پاک آمدنی کو سود کی نجاست سے ناپاک کیا ہے اور اگر وہ تجارت مدرسہ کی مدرسہ کے روپے سے کرتے تو بھی جائز نہ ہوتا کہ تجارت میں نفع ونقصان سود وزیان دونوں کا احتمال یکساں انھیں مدرسہ کے روپے سے تجارت کا کوئی حق نہیں خصوصا اس صورت میں جبکہ واقف کی شرط کے خلاف یہ تجارتی کارروائی ہو۔ ایک اس کی شرط کا خلاف یہ ناروا کام ناجائز وحرام[4] لان شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب الاتباع والعمل بہ کما نصوا علیہ قاطبۃ دوسرے مدرسہ کی آمدنی کو معرض ہلاک میں ڈالنا اس

[1] در مختار جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ سے صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ مصر۔ [2] ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۶۳ مطبوعہ مصر [3] ایضاً جلد سوم صفحہ ۴۱۶ مطبوعہ کوئٹہ

صورت میں جب کہ نقصان ہو تو جتنا نقصان ہوگا اس کا تاوان ان کے ذمہ لازم ہوگا دو روپیہ سیکڑا گھٹے یا چار یا دس یا بیس جو گھٹے۔ جو گھٹی ہوگی اس کی ادا ان کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر چندوں کا روپیہ ہے تو اس صورت کا حکم بھی تقریر بالا سے ظاہر۔

وقال شیخنا وملاذنا واستاذنا الجد سیدنا الوالد الماجد رحمہ اللہ تعالیٰ وقدس سرہ وقدسنا باسرارہ الشریفۃ فی فتاواہ المنیفۃ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ۔ "چندہ کے روپے چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتے ہیں ان سے اجازت لی جائے جو جائز بات وہ بتائیں اس پر عمل کیا جائے وبیان المسئلۃ وتحقیقہا فی کتاب الوقف من فتاوٰنا ایسی کمپنی میں جو سود کا لین دین کرتی ہو شامل کرکے بڑھانا حرام ہے اگرچہ چندہ دہندہ اجازت دیں فلیس لاحد ان یحل ماحرم اللہ وقال فی جواب السوال الآخر" اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اس میں بلاشرط واقف یا اجازت خاص شرعیہ کوئی تغیر تبدل جائز نہیں۔ مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض نہیں ادا کیا جا سکتا جو ادا کرے گا تاوان اس پر ہے" وقال فی موضع اٰخر فی جواب ھٰذا السوال مسجد کا جو پیسہ جمع ہے اسے کسی منفعت پر خرید و فروخت تجارت کر سکتے ہیں؟ مسجد کے جمع مال افزود کے لئے الجواب، تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہے اور کارکنوں میں امین و خائن دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور مال وقف میں شرط واقف سے زیادت کی اجازت نہیں الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس صورت میں جب کہ وہ زیادت سود ہو اگر خاص اس سودی روپیہ سے تنخواہیں دی جائیں تو کسی کو اس خاص زر حرام کا اخذ جائز نہیں نہ مدرس نہ کسی اجیر کو نہ کسی مسلمان کو، وہ مال حرام لینا حلال نہیں اور اگر اور روپیہ سے مخلوط کر دیا جاتا ہے وہ سودی روپیہ علیحدہ نہیں رکھا جاتا تو امام اعظم کے نزدیک اخذ جائز ہے مگر مکروہ اور صاحبین کے نزدیک اب بھی ناجائز، ایسی صورت میں اگر تنخواہیں پاک روپے قرض لے کر ادا کی جائیں تو مدرسین ارتکاب حرام یا مکروہ سے محفوظ رہیں گے فتاویٰ خانیہ میں ہے ان کان السلطان خلط الدراہم بعضہا ببعض فانہ لاباس بہ وان دفع عین الغصبۃ من غیر خلط لم یجز اخذہ قال الفقیہ ابو اللیث ھٰذا الجواب یستقیم علی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان عندہ اذا غصب الدراہم من قوم وخلط بعضہا ببعض یملکہا الغاصب اما علی قول ابی یوسف ومحمد فانہ لایملکہا وتکون علی ملک صاحبہا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر صورت سود کی ہے اور اس رجسٹر میں سود کا حساب بھی لکھا جاتا ہے تو حدیث میں سود کے کاتب

لـہ فتاوی رضویہ جلد ۶ صـ ۴۳۸

ومحاسب وشاہد سب پر لعنت فرمائی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ جبکہ حساب فہمی زرمدرسہ مقصود ہو اور اس میں سود کا حساب بھی درج ہے تو زرمدرسہ کی حساب فہمی میں حرج نہیں لان الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی سود کا حساب اس کا مقصود نہیں۔ جیسے کوئی مدرسہ یا مسجد جائے اور راہ میں کوئی منکر پائے جب تک اس منکر کی طرف بالقصد ملتفت نہ ہوگا اس پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) مدرسہ یا کسی دینی کام میں زرحرام کا صرف حرام اور اس پر امید ثواب حرام بر حرام ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس کا جواب بھی اوپر کے جواب سے واضح دو آنے چار آنے اور دو روپے چار روپے اور ماہوار وسالانہ اور روزانہ سے حکم نہیں بدلتا اپنا جائز مطالبہ باقساط لینے سے سود نہیں ہو جاتا۔ جیسی صورت ہوگی ویسا حکم ہوگا۔ اگر سود کی صورت ہے اور جب قوم مدرسہ سے قرض لے کر نفع دیتی ہے تو یہی صورت ہے تو چاہے پیسہ دے یا آنہ یا روپیہ روزانہ دے یا ماہانہ یا سالانہ حرام حرام حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جب تک اصل ادا نہ ہو برابر ہر روز ایک پیسہ نفع لئے جانا نرا سود ہے دس کا نوٹ ساڑھے بارہ یا سو کو بیچنا حلال کما نص علی جواز بیع قطعۃ الکاغذ بالف فی فتح القدیر۔[۲] قرضوں بیچے یا نقد۔ جتنے میں بیچا اس سے ایک پیسہ زائد نفع لیا وہ سود ہوگا باقساط لے یا یکمشت جس قدر کو بیچا ہے اتنے ہی لے خواہ یکمشت یا باقساط حسب واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) نوٹ کی جو قیمت لینے والے پر رہی اس میں اگر اس کی کوئی شیٔ مستغرق کرے کہ اگر وہ اس کا مطالبہ نہ ادا کرے تو اس شیٔ سے وصول کیا جا سکے اس میں حرج نہیں جب کہ اس شیٔ سے یہ کچھ انتفاع نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) سود حرام قطعی ہے نہ مسلمان سے لینا حلال نہ کافر سے نہ ذمی سے نہ حربی سے۔ سود ہونے کے لئے مال معصوم درکار ہے جس کا مال معصوم ہو اس سے زائد لینا سود ہوگا کہیں لے۔ اور جس کا مال معصوم نہیں اس سے جو کچھ ملے وہ حرام و سود نہیں۔ ہاں غدر بدعہدی نہ کرے کہ حرام ہے۔ یہ حکومت جو نفع دیتی ہے وہ درحقیقت سود ہی نہیں یوں ہی یہاں کے اور کفار کہ سب حربی ہی ہیں ومالھم لیس بمعصوم۔ سود سمجھ کر لینا گناہ ہے مگر جو شیٔ یہ سمجھے ہوئے کہ سود ہے لی وہ سود نہیں بکری کو سور سمجھ کر کھانا گناہ مگر جو کھایا وہ سور نہیں بکری ہی تھا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب۔[۳] دارالحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی

---

[۱] بخاری جلد ۱ صـ ۔ [۲] فتح القدیر ج ۵ صـ ۴۱۶ باب الکفالۃ [۳] ہدایہ ج ۲ صـ ۔ باب الربوا

نہیں کہ دار و بن دار کی کوئی تخصیص نہیں "فی دار الحرب" بحسب واقع ارشاد ہوا کہ اس زمان برکت نشان میں کوئی ایسی صورت ہی نہ تھی کہ دار، دار الاسلام ہو اور کفار حربی اصل علت وہی عدم عصمت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ ایک شخص کے پاس تیس روپیہ ہیں کچھ ان میں سے ڈاک خانہ سرکاری میں بغرض..... سود جمع کر دیے ہیں اور خود ایک آنہ روپیہ کا سود ہندو اور مسلمان سب سے لیتا ہے اور نوٹ لیتا ہے اور روپیہ دیتا ہے اور کبھی نوٹ دیتا ہے اور روپیہ لیتا ہے اور یہ سند لاتا ہے کہ جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جائز رکھا ہے اگر جائز ہے تو فرمانِ باری تعالیٰ کا کیا مطلب ہے اور کیا معنی ہیں قولہ تعالیٰ احل اللہ البیع و حرم الربوا لہٰذا اس مسئلہ کو جلد از جلد حل کر کے جواب سے مشرف فرمایئے تمام لوگ اس میں متفق ہیں آپ عند اللہ ماجور ہوں گے اور ایسے شخص سے اہل محلہ و بستی کو کیا کرنا چاہئے اور تین نقشے آداب مسجد روانہ فرمایئے اور اس کے اندر ایک ٹکٹ رکھ دیا گیا مکرر یہ کہ دار الحرب میں سود کس سے لینا جائز ہے ہندو و مسلمان دونوں میں؟ دنیا میں دار الحرب کون کون جگہ ہے اس کی بھی تشریح فرما دیجئے۔ پتہ یہ ہے۔ شہر دہلی بھیت محلہ شیر محمد متصل مارکیٹ مولوی عبد الرب صاحب۔

الجواب۔ سود بنص قطعی قرآنی حرام ہے قال تعالیٰ وحرم الربوا کسی سے حلال نہیں اور کہیں حلال نہیں نہ مسلم سے نہ کافر سے نہ دار الاسلام میں نہ دار الحرب میں جو سود نہیں وہ کسی سے حرام نہیں کہیں حرام نہیں خنزیر دار الاسلام میں ہی حرام نہیں کہ دار الحرب میں جا کر اس کا کھانا جائز ہو دار الاسلام میں آ کر حرام ہو جائے یونہی بکری جب حلال ہے تو اس کا گوشت اگر سوئر کا بچہ سمجھ کر کھائے تو حرام گوشت نہ کھائے گا حلال ہی ہاں حرام سمجھ کر کھائے گا گناہ ہوگا۔ یہ بات اور ہے۔ گورنمنٹ سے جو روپیہ زائد ملتا ہے سود نہیں کہ سود ہونے کے لئے مال معصوم ہونا ضروری ہے۔ ومال الحربی لیس بمعصوم جب گورنمنٹ ایک رقم اپنی رضا سے خود زاید دیتی ہے اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ سود نہیں مگر سود سمجھ کر لینا ضرور گناہ ہوگا اس سمجھنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا جو زاید مال اخذ کیا مال حلال ہے مگر حرام سمجھ کر لیا اس کا گناہ ہوا اگر اسے سود جانتا ہے اور لیتا ہے تو گنہگار ہے زکاۃ نہیں دیتا سخت شدید گناہ کا مرتکب فرض کا تارک مستحق عذاب شدید مدید ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور حساب کر کے جس قدر زکاۃ کا روپیہ اب تک اس پر دینا فرض ہو چکا ہے سب دے اور اگر اس وقت سب ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو جتنا ادا کر سکے ادا کرے باقی پھر حسب مقدرت ادا کرتا رہے اور جو نیا واجب ہوتا جائے اسے بھی۔ زکاۃ نہ دینے والوں کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے الذین یکنزون

الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ جلالین میں ہے ای لا یؤدون منها حقہ من الزکاۃ والخیر واللہ تعالٰی اعلم۔

قرض دے کر اس پر نفع لینا تو سود ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل قرض جر منفعۃ فھو ربا چاہے نوٹ دے کر روپیہ یا روپیہ دے کر نوٹ وہ اس کے جواز کا اعلٰی حضرت قدس سرہٗ پر افترا کرتا ہے ہرگز انھوں نے اس کے جواز کا فتوی نہ دیا ان کے فتاوی میں ایک دو نہیں بہت فتوے ایسے ملیں گے جس میں یہی فرمایا کہ قرض پر نفع لینا حرام اور سود ہے دس کا نوٹ بارہ یا کم و بیش کو بیچنا اسے حلال بتایا ہے کہ حدیث میں ہے اذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم نیز صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ کے ارشاد سے اس کا ثبوت پیش فرمایا ہے کہ انھوں نے تصریح کی کہ لو باع قطعۃ کاغذ بالف جاز۔ اھ کما قال، تو بیع کو حلال فرمایا ہے نہ کہ سود کو جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے ہنڈوی میں ربا سے بچنے کو جو حیلہ جواز بتایا اس میں بتایا کہ "دو کم صد روپیہ بہا ہو کار بدہد و دو روپیہ را فلوس بکنانند در عوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید کہ بسبب غیر جنس بودن فلوس و روپیہ حلال می شود الخ واللہ تعالٰی اعلم۔ سود کسی سے لینا جائز نہیں۔ حربی کافر سے وہ معاملہ جو دربارہ مسلم و مسلم یا مسلم و کافر ذمی سود ہوتا حربی سے سود نہیں، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور اس کی علت وہی عدم عصمت، دار الحرب وہ جگہ جہاں کبھی مسلمانوں کا تسلط نہ ہوا یا پناہ بخدا تسلط ہو کر پھر جاتا رہا اور وہاں بغلبہ کفار شعار اسلام قطعاً مسدود ہو گئے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از امرتسر ہاتھی دروازہ کٹرہ پرجہ مرسلہ حاجی غلام محمد عطا محمد صاحبان ۱۹ شوال ۵۲ھ

بخدمت شریف منبع فضل و کرم مشعل انوار ہدایت غواص دریائے معانی جامع شریعت و طریقت سے حضرت مولانا دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ مزاج شریف بہت مدت کے بعد حضور کا خط آیا ہے الحمد للہ جواب سے تسکین ہوئی یہ مسئلہ آج تک میری سمجھ میں نہ آتا تھا حضور نے پورے طور پر واضح کر دیا بتلا دیا اس مسئلہ کے متعلق ایک ضروری بات دریافت طلب اور پیدا ہو گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہندو دلال ہم سے سودی روپیہ مانگتے ہیں روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ سیکڑہ پر اور ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم تم کو سو روپیہ یا دو سو روپیہ ایک روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ فیصدی سا نفع پر دیتے ہیں کیوں کہ اعلٰی حضرت کے خط میں لکھا ہوا تھا "پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے الخ" مگر جب وکیلوں سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے

۱؎ فتاوی عزیزی جلد اول ص۴۳ مطبوعہ رحیمیہ ۲؎ فتح القدیر باب الکفالۃ ج ۵ ص ۴۱۵ ۳؎ ہدایہ ج ۳ ص ۸۶، ۴؎ ایضاً ص ۲۱ ۵؎ شامی ج ۴ ص ۱۹۲

تجب کاغذ میں لفظ میں سو ایک روپیہ سیکڑہ یا دو روپیہ سیکڑہ نہ لکھا جائے گا تب تک یہ کاغذ لکھا ہوا جائز نہ ہوگا اور اس کی مدیون پر ڈگری مع سود نہیں کرا سکتے ہو ہاں خالی روپیہ کی ڈگری ہوگی کیونکہ نقد روپیہ یا نوٹ پر سرکار منافع نہیں دیتی اور سود دیتی ہے منافع وغیرہ کچھ نہیں ملے گا اگر ہندوؤں سے کاغذ میں لفظ سود لکھاؤ گے تو سود مع حرجہ وخرچہ وصول کر سکتے ہو ورنہ نہیں عالیجاہا اس پر کیا کیا جائے ہم تو دل میں اسی لفظ سود کو برا سمجھتے ہیں اور ہندو بھی کہتے ہیں کہ ہم پیچھے اسی طرح سے کاغذ لکھ کر دیتے آئے ہیں اگر وہ اپنی غرض کی خاطر وہی ہمارا کہا منظور کرے تو وہ کاغذ کورٹ میں منظور نہیں ہوتا امید ہے کہ حضور اس لفظ کی بابت بھی شرح کر دیں گے۔

دوسرے سوال کے جواب میں پچاس روپیہ کی بیع بعوض ترنجہ روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی اکنیاں دونیاں چونیاں یا پیسے سرخ تانبہ کے پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی مسلمان یا ہندو سے جائز ہے یا نہ اور اس سے روزانہ آنہ آنہ یا جو یومیہ مقرر کر لے لے سکتا ہے اس کا جواب حضور نے یہ لکھا تھا نہ معلوم کہ حضور کو ایک لفظ پر غلطی ہوگئی یا وہ درست ہے اس لفظ پر نشان چرکھڑی کا ہے جواب یہ ہے جائز ہے۔ قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم فتاوٰی عزیزیہ میں حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں "دو روپیہ را فلوس بکنانند در عوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید بسبب غیر جنس بودن فلوس حلال می شود" قرض بیچنا اس کی کوئی میعاد مقرر کرانا اسقاط پر ثمن لینا سب حلال ہے اسے سود کر دینے میں کوئی دخل نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ یہ لفظ اسقاط ہے تو میعاد مقرر نا جائز ہوگی اور اگر کچھ اور ہے تو اس کی تشریح کر دی جائے۔

سوال ۳: نوٹ کا منافع پر قرض بیچنا اور اس کے عوض روپیہ لینا چاہئے یا کریانہ اور اس کو ایک میعاد معین تک بیچ سکتا ہے یا نہ اور اس سے روزانہ روپیہ یا دو روپیہ جو اس سے مقرر کر لے لے سکتا ہے یا نہ اور اگر سو روپیہ کا نوٹ دس روپیہ منافع پر قرض دس ماہ کی مدت پر بیچے اور دس روپیہ کا نوٹ اسی وقت دس نوٹوں میں سے رکھ لے اور نو نوٹ لے جائے میری طرف سو روپیہ ہوا اور مجھ کو اقساط پر ماہ بماہ دس روپیہ دیے جاؤ اس نے بعد گزرنے کل میعاد کے وہی نوٹ دیے یا پانچ نوٹ دیے اور پچاس روپیہ دیے یہ بیع درست ہوگی یا نہ اور کیا یہ بیع قرض پر کسی مسلمان سے بھی کر سکتا ہے یا نہ پہلے جو خط حضور کی طرف لکھا تھا اس کا جواب کے دیر ہونے پر میں نے ایک خط مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا تھا اس خط کے جواب کے دس پندرہ یوم کے بعد وہ فوت ہو گئے تھے اور ایک خط مدرسہ امینیہ دہلی بھی لکھا تھا دونوں کا جواب حضور کو مع سوال لکھتا ہوں

وہی سوال جو اعلیٰ حضرت کو جس نے لکھا تھا جس کا جواب حضور نے مجھ کو لکھا ہے میں نے ذرا لفظ الٹ کر ان صاحبوں کو لکھے تھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا تعالیٰ ان کو جنت میں درجہ مقربین کا عطا فرمائے لفظ سود سے بچنے کی کوشش فرماتے ہیں اور جو ان صاحبوں نے لکھا ملاحظہ ہو جو سوال میں نے مولوی انور شاہ صاحب کو لکھا

سوال ۱؎ کیا پچاس روپیہ کی بیع بعوض تمر و نجہ روپیہ کے کریانہ کے جس میں آکنہ سفید کی چونیاں دونیاں اکنیاں اور پیسے سوائے چاندی کے کریانہ کے ہوں ایک مدت معین تک کسی مسلمان یا ہندو سے جائز ہے۔

سوال ۲؎ جب کہ سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک میں بینک میں روپیہ رکھے ہوئے پر یا کسی ہندو ساہوکار کو روپیہ دیے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی بھی ایک رقم کثیر ہو۔ جو جواب اس کا مولوی انور شاہ صاحب نے بھیجا تھا ملاحظہ ہو۔

جواب سوال ۱؎ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پہلا خط مجھے نہیں ملا دوسرے کا جواب اپنے لفظوں میں دوسرے کے قلم سے لکھواتا ہوں اگر ایک جنس کا دوسری جنس سے معاوضہ ہے تو وہ سود نہیں ہم جنس ہونا سود میں شرط ہے چاندی سونے اور اکنیوں کا کریانہ کے ساتھ معاوضہ جائز ہے کمی بیشی کا لحاظ نہیں ہم جنس نہ ہوں۔

جواب سوال ۲؎ جس ملک میں عمل داری مسلمانوں کی نہ ہو اور فیصلہ مقدمات کا شریعت پر نہ ہو اس ملک کو حنفی مذہب میں دار الحرب کہتے ہیں اور یہ دار الحرب قانون شریعت سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک خارج ہے دار الحرب میں مسلم اگر غیر مسلم سے سود لے تو حنفی مذہب میں جائز ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت جواز کی آئی ہے اور ائمہ ناجائز کہتے ہیں منشأ اختلاف یہ ہے اور ائمہ یہ فرماتے ہیں کہ عام قانون قرآنی مسلمانوں پر ہر جگہ حاوی ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں جب اسلامی حکومت نہیں ہے تو قانون چلا نہیں سکتے ان کے نزدیک دار الحرب ایسا ہے کہ جیسے سلطنت کے باہر خود مختار کوئی علاقہ ہو اس بحث کا فیصلہ ہم جیسوں کے بس میں نہیں۔

لوگوں سے کہتے ہیں کہ بینک میں سے سود لے لو اور غریبوں پر صدقہ کر دو تاکہ پادریوں کے مشن میں خرچ نہ ہو۔ والسلام

احقر محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ

دہلی میں جو سوال بھیجے تھے انھیں اور یہ کے دو سوالوں میں ایک میں مدت معین کی جگہ پانچ چھ ماہ کی مدت معین تھی اور دوسرے سوال کی عبارت یہ تھی جب کہ سود مطلقاً حرام ہے تو اس ملک میں اور بینک میں رکھے

ہوئے پر یا کسی حربی کافر کو روپیہ دیے ہوئے پر منافع لینا کیسا ہے جب کہ منافع کی ایک رقم کثیر ہے اور بینک نصاریٰ میں کوئی مسلمان حصہ دار ہے تو ان کا کیا حکم ہے۔

جواب سوال ۱؎ از دہلی، فلوس اور گلٹ کی اکنیاں اور دونیاں وغیرہ اگر روپیوں کے معاوضہ میں خریدی جائیں تو کمی بیشی سود میں داخل نہیں پانچ چھ ماہ کی مدت تو بہت ہے ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو یہ بیع ناجائز ہوگی بشرطیکہ تقابض احدالبدلین کا موجود ہو جاتے اگر دونوں جانب سے تقابض نہ ہوگا تو معاملہ ناجائز ہوگا رد المحتار فتاوٰی شامی میں لکھا ہے کما فی البزازیہ لو اشتری مائۃ فلس بدرھم یکفی التقابض ولو من احد الجانبین قال ومثلہ ما لو باع فضۃ او ذھبا بفلوس کما فی البحر عن المحیط فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

جواب سوال ۲؎ ہند کے علاقہ میں سود کا لینا مطلق ناجائز ہے ہندو سے ہو خواہ مسلم سے ہو خواہ حربی سے ہو مگر غیر مسلم کی بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہئے بلکہ ان سے لے کر ایسے محتاجوں پر صرف کرنی چاہئے کہ جن کا ذریعہ بظاہر کچھ بھی نہ ہو اور بظن غالب یہ بات ثابت ہو اگر یہ مال محتاج نہیں کھائیں گے تو ان کی جان تلف ہوگی فقط واللہ اعلم حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی عفی عنہ یہ صاحب سب بے کڑی شرطوں پر تلے ہیں اور حربی کافر تک نہیں مانتے اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ بینک میں سود کی رقم چھوڑنی نہیں چاہئے شاید نام چن کر رکھا ہے اس لئے کہ مرسلون کے پیارے ہیں اور پھر ایسے آدمی ڈھونڈھو جو مرنے والے ہوں بھوک کے باعث تاکہ یہ حرام مال انھیں دیں ایسا حرام مال کون لے گا ایسے مرنے والے اوّل تو تلاش سے ملیں گے نہیں اور اگر ان کو کہا جائے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ لیں گے نہیں اور موت کو بھوک پر ترجیح دیں گے بریں عقل و دانش بباید گریست فقط حاجی غلام محمد امرتسر دروازہ ہاتھی۔

الجواب۔ مکرمنا محترم زید کرمہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جواب بہت تاخیر سے بھیج رہا ہوں تکلیف انتظار کی معافی کا خواستگار ہوں دوسرا عنایت نامہ جب آیا ہے میں مکان میں موجود نہ تھا ۱۵ رمضان المبارک کو جب مکان واپس آیا تو ملا۔ وہ بھائی صاحب سے متعلق تھا انھیں بھیج دیا اور جواب کے لئے بتاکید کہلا بھیجا غالباً اس نقش کی ترکیب انھوں نے لکھ بھی ہوگی کل انشاء اللہ تعالیٰ پھر ان سے دریافت کرلوں گا والسلام

سوال میں جو لفظ قلم زد کر دیے ہیں ان سے رجوع فرمائیے اور آئندہ احتیاط رکھئے۔ جب وہ معاملہ

کافر حربی سے کیا گیا شرعاً سود نہیں تو اسے کافر یا کچہری کے کہنے سے حقیقۃً سود نہیں ہو سکتا تو کاغذ میں اگر وہ کافر اسے سود لکھے کچہری اسے سود کہہ کر ڈگری دے اس سے وہ حلال حرام نہ ہو جائے گا یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بکری کا گوشت دے اور کہے لو سؤر کھا لو تو اگرچہ مسلمان جانتا ہے کہ وہ گوشت بکری کا ہے اور حلال طیب ہے مگر برا نام لے کر جو کہا گیا ہے اس نام سے کراہت کرتا ہے۔ یوں ہی سود کا نام مکروہ ہے اور اس سے جہاں تک بچنے کی کوشش ہو سکے کی جاتے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے الفاظ شریفہ بھی یہی ہیں کہ برے نام سے بچنا مناسب مسلمان کا روپیہ اگر سوا اس کے نہیں ملتا ہے اور کافر کے پاس رہا جاتا ہے تو یہ اس نام کی کراہت سے کہیں زیادہ اشد ہے لہٰذا وہ اپنا مطالبہ کافر سے وصول کرے اور اس نام کی کراہت کا لحاظ نہ کرے یہاں تو کچھ ایسا ابتلا بھی نہیں جہاں واقعی دو بلاؤں میں معاذ اللہ ابتلا ہو رہا ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہٖ واصحابہ اجمعین کی شریعت نے اختیار اہون کا امر فرمایا ہے کہ[1] من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونہما۔

رہا نیا معاملہ کرنا تو اگر موقع ایسا ہو کہ تہمت کا اندیشہ نہیں کہ عوام مسلمین کو اس معاملہ کی خبر ہی نہ ہو گی یا ہو گی مگر وہ مسئلہ سے واقف کر دیے گئے ہیں تو کچھ بھی حرج نہیں کہ برے نام سے انھیں کی خاطر بچنا تھا کہ انھیں نفرت ہو اگر موضع موضع تہمت و نفرت ہو تو بچنا چاہیے حدیث میں فرمایا اتقوا مواقع التہم اور فرمایا بشروا ولا تنفروا حربی کا مال معصوم نہیں اور وہ مسلمان کے ہاتھ جس طرح بھی آئے مال مباح ہی ہے ہدایہ میں فرمایا[2] فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا مگر اس کا لحاظ کرنا چاہیے کہ اپنی جان کی ہلاکت اپنی عزت کی ہتک نہ ہو قال[3] تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ عزت و آبرو گنوا کر کچھ مال حاصل کرنا عاقل کا کام نہیں اگر کوئی یوں بھی حاصل کرے گا تو وہ مال مباح ہو گا حرام نہ ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ وہ لفظ اسقاط نہیں اقساط ہے سبق قلم کاتب سے اسقاط لکھا گیا تصحیح کے وقت اس پر مصحح نے چوپارہ اس لئے بنا دیا تھا کہ اسے چھیل کر اقساط بنا دے گا مگر پھر خیال نہ رہا چوپارہ برائے یادداشت بنایا گیا تھا جیسے فتاویٰ شاہ عبد العزیز صاحب میں عجب اکفار الروافض فی قولہم برجع الاموات کی بجائے سبق قلم کاتب سے عجب اکفار الروافض الخ واقع ہوا ثمن قسطوں پر لے اسے سود کرنے میں کوئی دخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ کا جواب اوپر کے جواب سے واضح ہے کہ لفظ اسقاط غلط لکھا گیا ہے صحیح اقساط ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ نوٹ کا قرض بیچنا اور جو ثمن ٹھہرا روپیہ خواہ کم یا نہ لینا ایک ساتھ یا اقساط سب حلال ہے۔

[1] الاشباہ والنظائر ص ۹۸، مطبوعہ بیروت [2] ہدایہ آخرین ص ۸۶ [3] سورۂ بقرہ آیت ۱۹۵

یہ بھی جائز ہے کچھ حرج نہیں نوٹ کم یا زیادہ کو شرعاً مسلمان کے ہاتھ بھی نقد یا قرض ہر طرح بیچ سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے پہلے نے حنفی مذہب میں بعض جگہ سود کی حلت بتائی والعیاذ باللہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سود حرام قطعی جو ہرگز کہیں مسلمان کے نزدیک حلال نہیں جسے اللہ عزوجل نے مطلقاً حرام فرمایا کہ ارشاد فرمایا حرم الربوا کون کہیں حلال کہہ سکتا ہے؟ حنفی مذہب پر یہ کھلا افترا ہے سود کو حلال بتا کر اللہ کے حرام قطعی کو حلال کہہ کر کوئی مسلمان بھی رہ سکتا ہے؟ حنفی شافعی مالکی حنبلی تو بعد کو ہوگا۔ حنفی مذہب تو مذہب کوئی ایک شخص حنفی کہہ کر حنفی کیسا؟ مسلمان نہیں رہ سکتا کیسا شدید افترا ہے جس سے مذہب مہذب حنفی ہی باطل ٹھہرا۔ پر لطف یہ کہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلم کا غیر مسلم سے قرض پر نفع لینا جسے سود کہا، عندالحنفیہ جائز بتا کر کہا جاتا ہے کہ لے لے اور اپنے صرف میں نہ لائے غرباء کو دے دے۔ جب اس کا اخذ جائز ہے تو اپنے اوپر اس کا صرف کس نے حرام کر دیا باوجود دعویٰ حنفیت حنفیہ کے مسلک سے الگ جا رہے ہیں وہ حلال ہے کہ حنفیہ تو حلال کہتے ہیں اور ائمہ حرام کہتے ہیں چونکہ اس بحث کا فیصلہ ہم جیسوں کے بس میں نہیں لہذا من وجہ حلال اور من وجہ حرام کی راہ چلتے ہیں اسے سود مان کر اس کا اخذ جائز ٹھہراتے ہیں والعیاذ باللہ۔

جب وہ سود ہے تو اس کا اخذ کیسے جائز مانا؟ شراب اپنے پینے کے لئے نہ لے دوسروں کے پلانے کے لئے لے تو ان کے نزدیک جائز مگر جب کہ مفت ملے کوئی کافر کسی مسلمان کو شراب دے تو ان کے نزدیک اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے لے لے خود نہ پئے ان غریب مسلمانوں کو پلا دے جو کافروں کی بھٹی سے خرید کر پیتے ہیں اور اپنا پیسہ کافروں کے حوالہ کرتے ہیں یا یوں کہئے کہ ایسی بھٹی سے خریدتے ہوں جس کا روپیہ کسی مشن کے لئے ہو یا مشن ہی کی تجارتی دوکان شراب سے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم دوسرے نے پہلے سوال کا جواب بھی غلط دیا کہ ایک گھنٹہ کا ادھار بھی کیا جائے گا تو یہ بیع ناجائز ہوگی اسے بیع صرف سمجھا حالانکہ یہ بیع بیع صرف نہیں تماشا یہ کہ اپنی مخالف عبارت اپنے موافق سمجھ کر نقل کر ڈالی اور اپنے منہ بھی اپنے خلاف بولا کہ بشرطیکہ تقابض احد البدلین کا موجود ہو جائے سمجھ کا یہ حال، مگر فتویٰ لکھنا ضرور ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

دوسرے کا جواب بھی محض بیہودہ ہے اور اس پر بھی وہی مواخذات ہیں جو پہلے شخص کے

جواب پر بلکہ اس سے زائد آپ نے جو اس پر تنقید کی ہے وہ بھی صحیح ہے ایسوں سے فتوی لینا حرام حرام حرام ہے خصوصاً ایسی حالت میں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مندرجہ ذیل میں۔

(۱) سناتنی یا آریہ دھرم والا اگر کسی مسلمان سے کچھ قرض لینا چاہے کچھ عرصہ کے لئے اور دس کے بارہ دینے پر آمادہ ہو تو مسلمان دس کے بارہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ ہر کافر حربی سناتنی یا آریہ جینی ہو یا رام مارگی مجوس ہو یا یہودی نصرانی کوئی ہو اس سے وہ معاملہ جو درمیان دو مسلم یا مسلم و ذمی سود ہوتا ہے سود نہیں کہ مال حربی معصوم نہیں والربوا لایجری الافیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۲۔ روافض اور وہابی دیوبندی جن پر علمائے عرب وعجم نے ان کے اقوال کفریہ کی بنا پر کفر وارتداد کا فتویٰ دیا ہے اگر کچھ قرضہ لینا چاہیں تو ان کو بھی کسی منافع پر قرضہ دے سکتا ہے یا نہیں اور یہ نفع لینا جائز ہوگا یا ناجائز؟

الجواب۔ مرتد سے کوئی معاملت جائز نہیں مرتد کے لئے شرعاً نہیں مگر اسلام ورنہ سیف، اس کا نہیں اس کا وہ مال جو حالت اسلام کا ہے وہ اس کے مسلم ورثہ کا ہے اور زمانہ ردت کا مکسوب بیت المال کا ہے فی المسلمین ہے جس مرتد کے ورثہ مسلم ہوں اس میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے پاس زمانہ اسلام کا مال ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس سے اگر اس حیلہ سے اخذ کیا جا سکے تو سود نہ ہونا چاہیے اور اگر ہو تو احتراز چاہیے مگر جب کہ معلوم ہو کہ جو زیادہ ہے وہ زمانہ ردت کے کسب سے ہے ملتقی الابحر و مجمع الانہر میں ہے کسب اسلامہ لوارثہ المسلم اتفاقا ولایکون فیاً عندنا وکسب ردتہ فی المسلمین فیوضع فی بیت المال عند الامام تبین میں ہے یقضی دین ردتہ من کسبہا۔ مجمع الانہر میں ہے کسبہ ای الاسلام حق الورثۃ بخلاف کسبہا اسی میں ہے ان المرتد زالت عصمۃ نفسہ بالردۃ فکذا عصمۃ مالہ لانہا تابعۃ للنفس ھذا الذی عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۳۔ رافضی یا کوئی کافر کسی مسلمان کے پاس زمین یا کوئی چیز گروی رکھے تو مسلمان کسی نفع کی شرط پر رہن رکھ سکتا ہے یا نہیں اور وہ پیسہ نفع کا اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

الجواب۔ اس کا جواب نمبر ۲ سے ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

سوال ۴ پوسٹ آفس وغیرہ کافروں کے بینکوں میں اگر کوئی مسلمان روپیہ جمع کرے نفع لینے کے خیال سے یا حفاظت کے خیال سے اور ان سے جو زیادتی ملتی ہو وہ لینا جائز وحلال ہے یا نہیں؟

الجواب: وہ سود نہیں حلال وطیب ہے ہدایہ وغیرہ میں فرمایا فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحًا واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۵ زید کا یہ کہنا کہ مال معصوم میں جو زیادتی لی جائے وہ سود ہے اور مال معصوم مسلمان کا مال ہے صحیح ہے یا غلط نیز مالِ مباح کی زیادتی کو سود نہیں بتاتا اور مال مباح کافروں کے مال کو کہتا ہے۔ آیا یہ کہنا بھی اس کا صحیح ہے یا غلط؟

الجواب: ہر کافر کا مال مباح نہیں ہر غیر مسلم کا مال غیر معصوم نہیں کافر حربی کا مال غیر معصوم و مباح ہے ذمی کا نہیں وہ اس کا اور اس کا مال حکم مسلم ومال مسلم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۶ ہندوستان میں جتنے فرقہ کافروں کے پائے جاتے ہیں وہ کافی حربی ہیں یا کچھ اور؟

الجواب: ہندوستان کی مسلم ریاستوں کے کفار جو شرعًا صحیح طور پر ذمی ہوں ذمی ہیں باقی سب حربی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بدایوں مولوی محلہ مدرسہ قادریہ مرسلہ قاضی محمد امین الدین خیری ۲۸ جمادی الآخرہ ۵۴ھ

ہادئ شریعت پیشوائے طریقت حامی دین وملت ماحی شرک وبدعت حضرت مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب دام ظلکم بعد ہدیہ سلام مسنون معروض اس مسئلہ کی سخت ضرورت ہے لہذا عرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دوسرے مسئلوں پر مقدم کریں عین نوازش ہوگی۔

سیونگ بینک میں روپیہ رکھ کر زیادہ لینا کیسا ہے یہ زیادتی سود ہے یا نہیں؟ مدرسہ بینک میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ روپیہ رکھنے والے یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اگر میں سود نہ لوں تو وہ سود عیسائیوں کے گرجے میں جمع ہوتا ہے اور اس روپیہ سے اس کی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے یہ حیلہ صحیح و درست ہے یا نہیں ہندوستان کے کافر حربی ہیں یا کہ نہیں جواب مفصل ومدلل عنایت فرمائیں تاکہ کسی قسم کا شک وشبہہ باقی نہ رہے بینوا توجروا

الجواب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا خط کل دوپہر ملا کل جمعہ تھا میں نے چاہا تھا کہ بعد جمعہ فورًا جواب لکھ کر ڈاک کے وقت کے اندر ڈاک میں ڈال دوں مگر بعد جمعہ لوگ آئے اور سلسلہ ڈاک کے وقت جانے کے بعد بھی دیر تک رہا۔ ادھر بمبئی کے آئے ہوئے استفتا کا جواب نقل کر رہا تھا شب کو اور پھر صبح کو اس

۔ ھدایہ اخرین صفحہ ۸۶

کی نقل سے فرصت کرکے اب دوپہر کو آپ کا جواب لکھنے بیٹھا ہوں۔ آپ کے فرمانے سے اسے سب پر مقدم کردیا یہاں تک کہ بمبئی کے جواب کا مقابلہ و تصحیح بھی موخر کردی گئی۔

ہندوستان کے کفار ضرور حربی ہیں ان کے حربی ہونے میں کیا شک ہے۔ یہاں نہ سلطان اسلام رہا نہ اس کا عہد ذمہ پھر یہاں کے کفار نے خود اپنے ہاتھوں طرح طرح اس عہد کو توڑا جو خود ہی ٹوٹ چکا تھا۔ قربانی گاؤ شعار اسلام پر کیا کچھ جھگڑے نہ اٹھائے گائے کا ذبیحہ چاہنے والے مسلمانوں کو ظلم و ستم کی کند چھری سے جب موقع پایا ذبح کیا مٹی کا تیل ڈال کر جلایا پھونکا۔ دوسرے شعار اسلام مساجد پر بھی شور و شر فتنہ و فساد برپا کیا کئے تیسرے شعار اعظم اذان پر جگہ جگہ جھگڑے بکھیڑے کئے۔ غرض طرح طرح مسلمانوں اور اسلام سے برسرپیکار ہوا کئے طرح طرح ظاہر کردیا کہ مسلمان جہاں سے آئے ہیں وہاں چلے جائیں انھیں ہندوستان میں اپنے کا کوئی حق نہیں ہندوستان ہندوؤں کا ہے نہ سلطان باقی نہ عہد ذمہ و استیمان باقی نہ کفار اپنے اس عہد پر قائم بلکہ ان کی اسلام دشمنی مسلمانوں سے گہری عداوت ہر ہر موقع پر ہر بد سے بد طریقہ پر ظاہر ہوچکی۔ اور وہ ہنوز مستامن و ذمی والعیاذ باللہ۔ ان کے حربی ہونے میں ہرگز کوئی شبہہ نہیں ہوسکتا کسی عاقل کو ادنٰی تامل کا موقع نہیں۔[1]

مسئلہ۔ از شہر بریلی معرفت حاجی احمد بخش صاحب رضوی سوداگریانارکلاں بریلی ۳ جمادی الاولٰی

زید نے ایک خاکروب کو کچھ روپیہ بابت خرید کرنے رس نیشکر قرض دیا جو کہ خاکروب ادا نہ کرسکا زید نے اس پر سود لگالیا اور اس کل رقم کے عوض میں زید نے اس خاکروب سے خنزیر لے لئے اور ان کو دوسرے خاکروب کی سپردگی میں دے دیے اور زید نے اس خاکروب سے باہمی یہ تصفیہ کرلیا کہ خنزیر فروخت کرکے منافع نصف ہمارا تمہارا تقسیم ہوجائے گا۔

الجواب۔ اگر اس شخص نے خاکروب کے خنزیر اپنے مطالبہ میں اس سے خرید لئے تو گناہ کیا اور وہ بیع ناجائز اس پر توبہ لازم اور اگر خریدے نہیں مستقرض کو اس نے اس پر راضی کرلیا کہ سوئر بکوا کر اپنے مطالبہ کا روپیہ لے یا وہ سوئر خود لے گیا کہ انھیں بکوا کر اپنا روپیہ لے لے اور اس نے دوسرے کافر کو بیچنے کو کہا تو یہ صورت بھی شدید کراہت سے خالی نہیں خاکروب سوئر خود بیچے یا دوسرے خاکروب کو وہ وکیل کردے اور وہ بیچے اور اس کا مطالبہ دے دے تو اس میں حرج نہیں کافر حربی سے جو زیادہ ملے وہ سود نہیں اسے سود سمجھنا غلطی ہے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از امرتسر بیرون دروازہ ہاتھی متصل شفاخانہ حیوانات حاجی غلام محمد ٹال والا۔

[1] اصل میں اتنا ہی نقل ہے آگے صفحہ سادہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی جواب نقل کرنے سے رہ گیا۔

بخدمت شریف علامۂ دوران مشعل انوار ہدایت جامع شریعت و طریقت غواص دریائے معانی حضرت مولانا دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف۔ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" دیکھا جس میں ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے اس کے بعد میں نے ایک خط اعلیٰ حضرت کا قلمی مولوی سید احمد صاحب ناظم حزب الاحناف کے پاس دیکھا جس میں کسی صاحب نے سوال کیا ہے وہ سوال مع جواب جو اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا ہے درج کرتا ہوں از راہ بندہ نوازی امید ہے کہ حضور میری تسکین خاطر فرمادیں گے اگر جائز ہے تو ان بدمذہبوں حربی کافروں سے کیوں روپیہ منافع چھوڑا جائے مگر جواب کچھ ایسا پیچیدہ ہے جو ہمارے جیسے طالب علموں کی سمجھ میں نہیں آتا حضور ذرا وضاحت سے لکھئے گا۔

سوال یہ ہے۔ اس ملک میں اہل ہنود سے سود لینا جائز ہے یا نہیں بعض کہتے ہیں کہ نصاریٰ سے بوجہ اہل کتاب ہونے کے بیاج لینا درست ہے۔ جواب۔ سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا۔ ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی غدر و بد عہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لئے اس کی نیت معتبر ہے نہ دوسرے کی لکل امرئ مانویٰ پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضروری ہے برے نام سے بھی بچنا مناسب ہے ایاک ومایسوء الاذن ان تمام احکام میں مشرک و مجوس و کتابی سب برابر ہیں جب کہ نہ ذمی و مستامن ہو نہ غدر کیا جاوے بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرا سوال۔ کیا پچاس روپیہ کی بیع بعوض ترونجہ روپیہ کے کریانہ کے جس میں تانبے سفید کی چونیاں دونیاں اکنیاں اور پیسے سرخ تانبے کے ہوں پانچ چھ ماہ کی میعاد پر کسی ہندو یا مسلمان سے جائز ہے اور اس سے روزانہ آٹھ آنہ یا جو یومیہ مقرر کرلے لے سکتا ہے یا نہیں؟

گزشتہ رمضان شریف میں میں نے تین چار خط مولانا حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں لکھے مگر جواب نہیں آیا پھر مولوی عبد الحفیظ نے حضور کا پتہ دیا کہ خط ان کے نام سے لکھو وہ جواب دیں گے بڑے صاحب گھر میں کم رہتے ہیں۔

الجواب۔ بے شک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مسلک یہی ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے فھذا ھو الحق اور بے شک سود مطلقاً حرام ہے مسلم سے ہو یا ذمی یا حربی دنیا میں کسی سے دارالاسلام میں ہو۔ یا

دارالحرب میں کہیں ہو۔ قال تعالیٰ واحل الله البیع وحرم الربوا[1] جیسے بیع صحیح مطلقاً حلال ہے کہیں ہو یوں ہی ربا مطلقاً حرام۔ ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار سب حربی ہو گئے تو یہاں کے ان حربی کفار سے وہ معاملہ جو درمیان مسلم و مسلم یا مسلم و ذمی سود ہوتا ہے سود نہیں کہ کافر حربی کا مال معصوم نہیں اور ربا نہیں ہوتا مگر مال معصوم میں۔ فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا۔[2] نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لاربوا[3] بین المسلم والحربی فی دارالحرب۔

دارالحرب کی قید احترازی نہیں وہ اس واقع کے لحاظ سے ہے کہ ایسی صورت اس وقت تھی ہی نہیں کہ دارالاسلام اور کفار حربی جو سود نہیں اسے کوئی سود سمجھے یا کہے تو اس کے سمجھنے یا کہنے سے وہ سود نہ ہو جائے گا جیسے شربت کو کوئی شراب سمجھ کے شراب کہے بکری کو سوئر سمجھ کر سوئر کہے تو اس کہنے اور ایسا سمجھنے سے وہ شراب و سوئر نہ ہو جائیں گے۔ ہاں ایسا سمجھ کر پھر انھیں کھانا پینا جائز نہ ہوگا اور اگر کھا پی لے گا تو گنہ گار ہوگا مگر اس شراب پینے اور سوئر کھانے کا الزام نہ ہوگا کہ درحقیقت اس نے شربت پیا ہے بکری کا گوشت کھایا ہے گنہ گار وہ اپنی اس بدنیت کی وجہ سے ہوا ہے فانما[4] الاعمال بالنیات۔ یہی وجہ ہے وہ جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جہاں غیر مسلم ہے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن الخ مگر سائل نے سوال لفظ سود سے کیا تھا اس لئے پہلے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ سود مطلقاً حرام ہے "کہ کہیں سائل جو اس صورت کو سود سمجھ رہا ہے یہ نہ سمجھ لے کہ بعض صورت میں سود حلال ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

جواب (۲) جائز ہے قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اذا[1] اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں دو روپیہ را فلوس بکنانند در عوض دوازدہ روپیہ فروخت نماید کہ بسبب غیر جنس بودن فلوس حلال می شود۔ قرض بیچنا کوئی میعاد مقرر کرانا اقساط پر ثمن لینا سب حلال ہے اسے سود کردینے میں کوئی دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) اکثر مشہور ہے کہ کفار کا روپیہ مار لینے ریل پر بلا ٹکٹ سفر کرنے ڈاکخانہ وغیرہ سے بے جا فائدہ اٹھا لینے میں مواخذہ نہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۲) مسلمان یا کافر سے مجبوری سود پر روپیہ قرض لیا اور یہ نیت کی کہ اصل ادا کروں گا اور جس طرح بھی ہو سکے گا سود ہرگز نہ دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیا اس پر اس روپیہ کی گرفت ہے؟

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵ [2] ہدایہ آخرین ص ۹۶ [3] بخاری جلد اول ص ۲، [4] صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۵

۳؎ مدرسین کو پنشن انعام نہیں ملتی بلکہ انعام کی یہ صورت رکھی ہے کہ بیس روپیہ ماہوار یا اس سے زائد تنخواہ والوں سے ار فی روپیہ وضع کر کے ۱۰ ر فی روپیہ اس کے نام جمع کرتے رہتے ہیں اس صورت میں بیس روپیہ ماہوار والے مدرس کے عمر کے ۱۸۰ر جمع ہوتے رہتے اور پھر اس پر ۳ فیصدی سالانہ سود بھی دیا جاتا ہے تو علاوہ جو اس کی اصل رقم تھی اس کے علاوہ مزید رقم ۱۰ ر اور سود ۳ فیصدی سب وصول کرنا کیسا ہے؟

بینوا توجروا۔ فقط راقم الحروف خاکسار مرزا علی بیگ قصبہ بہیڑی ضلع بریلی مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۷ء

الجواب۔ ۱؎ ا حق تو کسی کا مارنا جائز نہیں۔ اور یہاں کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلا ٹکٹ سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے۔ مستوجب سزا ہوگا۔ لہٰذا ایسی حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت و رسوائی ہو۔ ڈاک خانے یا حربی کفار کے کسی بینک سے جو زیادہ ملتا ہے سود نہیں۔ فان الربوا لایجری الافی المال المعصوم ومال حربی لیس بمعصوم ھکذا فی الھدایۃ وغیرھا من الکتب الفقھیۃ اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بد عہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲؎ شرعاً نہیں

۳؎ یہ سود نہیں ہے اسے سود سمجھنا غلطی ہے......۔ ہاں سود سمجھ کر اخذ کرنا گناہ ہے جیسے شربت کو شراب سمجھ کر پینا اس کی نافہمی شربت کو شراب نہ کردے گی۔ بری نیت سے پینا گناہ ہوگا یوں ہی جو سود نہیں اسے سود سمجھنے سے وہ سود تو نہ ہوگا مگر بری نیت سے لینے کا گناہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از محمد علی خاں موضع گرورہ ڈاک خانہ خان پورہ ضلع بلند شہر۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مہر کی نالش میں سود لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حرام حرام حرام ہے مہر کی نالش میں ہو یا کسی اور نالش میں سود حرام قطعی ہے قال تعالیٰ[1] وحرم الربوا۔ یہ غلط مشہور ہے کہ بے سود لگائے نالش نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از مصطفےٰ علی خاں۔ بارہ دری

اگر کسی شخص کی جائداد پر قرض ہے سودی لہٰذا اس کی آمدنی کھانے سے روزہ یا نماز میں فرق تو نہیں آتا ہے ایسی صورت میں نماز روزہ قبول ہو جائے گا اس کے علاوہ اگر کوئی شخص نماز یا روزہ کے لئے کچھ خیرات کرتا ہے اسی آمدنی میں سے تو وہ قبول ہو جائے گی؟

۱؎ سورۂ بقرہ آیت ۲۷۵

الجواب ۔ جس کی جائداد پر سودی قرض ہو تو اس سے اس کی آمدنی کا کھانا پینا حرام نہیں نہ روزہ نماز میں اس سے کوئی فرق ہو نماز روزہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمانے والا ہے اس آمدنی سے خیرات بھی جائز ہے مگر جب کہ اس پر قرض ہے تو قرض کا ادا کرنا واجب ہے اور خیرات دینا نفل ہے واجب کو چھوڑ کر نفل کرنا عاقل کا کام نہیں پہلے واجب قرض ادا کریں پھر نفل کام کرے قبول کا مالک اللہ ہے مگر جب تک قرض ذمہ پر ہوتا ہے واجب سے عہدہ برآ نہیں ہوتا اس وقت تک قبول نفل موقوف رہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از حبیب احمد رضوی قادری پیلی بھیتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسلمان آڑھت کی دوکان کھولنا چاہتے ہیں جس میں مال لانے والوں کو روپیہ پیشگی دیا جاتا ہے

جب مال ان کا فروخت ہوتا ہے تو وہ روپیہ وصول ہوتا ہے ہندو آڑھتی روپیہ پر سود لے لیتے ہیں مسلمان سود نہیں لے سکتے ایسی حالت میں مسلمان کس طرح منافع لیں جو سود نہ ہو اور اگر منافع نہیں لیتے ہیں تو نقصان ہوتا ہے لہذا ایسی صورت بتائی جائے کہ منافع بھی مل جائے اور سود بھی نہ ہو۔ فقط بینوا توجروا

الجواب ۔ کسی مسلمان کو یا کافر ذمی کو قرض دے کر اس پر کوئی نفع لینا سود ہے مسلمان یا اس کافر سے جو ذمی ہو اور اب ذمی یہاں کہاں ؟ قرض پر نفع ہرگز نہ لیا جائے۔ کافر حربی سے لیا جائے تو سود نہ ہوگا لان مالہ غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا کما فی الھدایۃ وغیرھا مسلمان اپنا مال اس کی دوکان پر بیچنے کے لئے آئے تو یا تو اس سے دوکان کا کرایہ طے کر لے کہ جتنے دن تم مال یہاں رکھو گے فی روز اتنا کرایہ دینا ہوگا یا اپنا حق محنت ٹھہرا لے کہ ہم تمہارا مال فروخت کر دیں گے ہمیں نفع میں شریک کر لو فی روپیہ اتنا مثلاً سو روپے کو جو مال فروخت کر دینا طے ہو اس میں پچیس روپے یا پچیس آنے یا پیسے جو طے کر لئے جائیں وہ اس مضاربت کے ہوں گے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم۔

بَابُ القرض

قرض کا بیان

مسئلہ۔ از کلکتہ ڈاک خانہ علی پور بنگال گورنمنٹ پریس مرسلہ وجیہ اللہ صاحب

زید بسبب ملازمت اپنے وطن سے کچھ دور ایک شہر میں مقیم تھا یہاں اس نے بکر و عمرو سے کچھ روپیہ قرض لیا اس امید پر کہ جلدی واپس کر دے گا مگر یکا یک وہ بیمار پڑ گیا اور اپنے وطن کو چلا گیا جہاں اس کی موت ہوگئی زید کے ورثہ چاہتے ہیں کہ اس کا قرض ادا کر دیں لیکن ان کو یہ نہیں معلوم کہ جن سے قرض لیا گیا تھا اس کے ورثہ کون ہیں اور کہاں ہیں اور اس لئے وہ لوگ بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ کرنے سے مجبور ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ اس شہر میں جا کر قرض دینے والوں کے ورثہ کو تلاش کریں تو یہ ان کے لئے نہایت مشکل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے زید کے مال و اسباب کو جسے زید چھوڑ آیا تھا جا کر نہیں لا سکے اور وہیں سب تلف ہو گیا اگر جاتے تو اسے فروخت کر کے زید کا قرض ادا کر دیتے۔ اب ایسی حالت میں اگر قرض ادا کرنا چاہیں تو اس روپئے کا کون سا بہتر مصرف ہو سکتا ہے جس کے اختیار کرنے سے زید کا قرض ادا ہو جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جن سے زید نے قرض لیا تھا غالباً وہ بھی نہ رہے مر چکے اسی لئے سوال میں یہ ہے کہ جن سے قرض لیا گیا تھا ان کے ورثہ کون ہیں اور کہاں ہیں یہ نہیں معلوم مگر سوال میں ان کا مرنا صراحتۃً مذکور نہیں۔ اگر وہ لوگ زندہ ہیں تو ان کے ورثہ کی تلاش لغو و بے معنی ہے جن کا روپیہ ہے انھیں کو واپس دینا ہے۔ ہاں اگر وہ مر چکے ہوں تو بے شک اس صورت میں ان کے وارثوں کی تلاش ضرور ہے۔ کسی مصرف میں صرف نہیں کیا جا سکتا جس طرح ممکن ہو معلوم کریں اور قرض ادا کریں۔ جہاں کے وہ لوگ رہنے والے ہوں وہاں کے آنے جانے والوں سے یا جو لوگ اس جگہ کے ان ورثہ زید کے معروف ہوں ان سے بذریعہ خط پتہ چلا کر کہ وہ خود جانتے ہوں تو خود بتائیں نہ جانتے ہوں تو وہاں کے لوگوں سے دریافت کر کے پتا چلا کر بتائیں یا اخباروں کے ذریعہ ان کا پتا نشان دریافت کریں۔ جو جو ممکن طریقہ ہو اس سے پتا چلائیں۔

اس وقت تک برابر تلاش جاری رکھیں جب تک ان کے پتہ چلنے کی امید ہے چند سال برابر تلاش کریں۔ جب تک ان کا پتہ نہ چلے ان کا روپیہ امانت رکھیں۔ کسی معتبر جگہ یا ڈاک خانہ میں جمع کردیں جب ان کا پتہ لگے وہاں سے حاصل کرکے انھیں بقدر ان کے حصص کے تقسیم کردیں۔ جب کسی طرح پتہ نہ چلے اور ان کے پتے سے مایوسی ہوجائے اس وقت اس روپے کو ان کی جانب سے مسلمان محتاجوں کو صدقہ دے دیں کہ ان کا روپیہ انھیں نہ پہونچا سکے تو اس کا ثواب انھیں پہونچ جائے ردالمحتار[۱] میں ہے ان علم الوارث دین مورثه فعلیه ان یقضیه من المتروكة وان لم یقض فهو مؤاخذ به فی الاٰخرة وان لم یجد صاحب الدین ولا وارثه فتصدق عن صاحب الدین برئ فی الاٰخرة اھ مختصرًا اور اگر یہ معلوم ہو کہ نہ دائن باقی ہے نہ ان کے ورثہ میں سے کوئی جب بھی ہر دائن کی جانب سے صدقہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتابُ الھِبَة

ہبہ کا بیان

مسئلہ ۔ از انور شاہ خاں ولد احمد شاہ خاں صاحب ساکن شہر کہنہ روہیلی ٹولہ بریلی۔

زید بمرض سرطان ایک ماہ سے مبتلا تھا اس وقت بدرستی ہوش و حواس ہبہ نامہ اپنی کل جائداد کا بحق اپنی دختر کیا جب کہ اور کوئی اولاد حیات نہ تھی اور تو[۲] دس روز بعد تکمیل و تحریر ہبہ فوت ہوا اب زید کے عصبہ ہبہ نامہ کو ناجائز بوجہ مرض الموت قرار دیتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں اور وقت تحریر ہبہ نامہ سند کور بلحاظ مدت و قسم بیماری مرض الموت شمار کیا جائے گا یا نہیں اور ہبہ نامہ جائز رہے گا یا نہیں؟

الجواب ۔ ہبہ مریض بمرض موت حکم وصیت میں ہے۔ اجنبی کے لئے بے اجازت ورثہ ثلث میں نافذ ہوتا مگر یہاں ہبہ دختر کو کرا ہے تو یہ اجازت ورثہ پر ہے ردالمحتار[۳] میں ہے۔ ان مات من ذلك المرض فان كان الموصى له وارثه لا تجوز اجازته الا ان تجيزه ورثة المريض بعد موته وان كان اجنبيا تجوز اجازته ويعتبر ذلك من الثلث۔ درمختار[۲] میں ہے وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلك

۱؎ ردالمحتار جلد ۴ ص ۶۵۶ مصر ۲؎ درمختار جلد ۲ ص ۶۵۱ مصر ۳؎ ردالمحتار جلد سوم ص ۲۵۳ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان

لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیزو رثتہ بعد موتہ اسی میں[1] ہے (لا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ) لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث۔

سرطان امراض قاتلہ سے ہے کہ موت اس میں غالب ہے امراض مزمنہ سے نہیں جو طوالت اختیار کرتے ہیں مرض سرطان کو مدت اگر دراز بھی ہو تو اس سے موت کا خوف پھر بھی بے وقت ہوتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ امراض مزمنہ کی طرح نہ ہوگا کہ امراض مزمنہ کا مریض بمنزلہ صحیح ہے۔ درمختار[2] میں ہے (وھبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کل مالہ ان طالت مدتہ) سنۃ ولم یخف موتہ منہ لا قاتلۃ ردالمحتار[3] میں ہے عبارۃ القہستانی والا یکن واحد منھما بان لم تطل مدتہ بان مات قبل سنۃ اوخیف موتہ ومقتضی عبارۃ القہستانی انہ من الثلث ایضا وھو المفھوم من تقیید المصنف ما یکون من کل المال بقولہ ولم یخف موتہ مرض الموت کے بارے میں اقوال بہت ہیں مختار یہ ہے کہ وہ مرض جس سے موت غالب ہو اگرچہ مریض صاحب فراش نہ ہو درمختار[4] میں ہے۔ المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش واللہ تعالٰی اعلم۔ عالمگیریہ[5] میں ہے مریضۃ وھبت صداقھا من زوجھا فان برأت من مرضھا صح وان ماتت من ذٰلک المرض فان کانت مریضۃ غیر مرض الموت فکذٰلک الجواب وان کانت قال ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھو ان لا یقدر ان یصلی قائما وھو احب وبہ ناخذ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتاب الاجارۃ

اجارہ کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ۔ از امیر احمد ولد کریم بخش حسین باغ بریلی

عرض یہ ہے کہ دو کان مسجد محلہ حسین باغ ہے اس دوکان میں پیشتر سیف اللہ بیٹھے تھے اور مبلغ عہ کرائے کے دیتے تھے اس پر امیر احمد نے کہا یہ دوکان ہمیں دے دو تو اس سے کہا گیا تم سے دو

[1] درمختار جلد ۲ ص ۶۵۵ مصر [2] [3] [4] درمختار و ردالمحتار جلد ۶ ص ۶۶۰ مطبوعہ مصر [5] عالمگیریہ جلد ۴ ص ۴۰۲ مطبوعہ بیروت

روپئے کرایہ کے لئے جائیں گے اس پر امیر احمد نے کہا کہ میں پونے دو روپیہ دوں گا۔ انعام اللہ جو مسجد کا انتظام کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ لکھے دو روپئے ہی جائیں گے چار آنہ ہم اپنی جیب سے دیں گے امیر احمد نے اس پر کہا کہ تم اپنی جیب سے کیوں دو گے اللہ ہمیں دے گا تو ہمیں دے دیں گے تو اس دوکان میں امیر احمد نے چھ مہینے گذارے اور سیف اللہ نے اپنی دوکان اٹھا بیٹھک میں رکھ لی اب امیر احمد نے مجبور ہو کر مسجد کی دوکان سے اٹھالی جب کہ آٹھ آنے پیسے بھی نہ بک سکے تو اٹھالی اور چھ ماہ کے مبلغ ۱۲ روپیہ ادا کئے اب چھ مہینے سے دوکان خالی پڑی ہے اب اس خالی پڑی ہوئی کا کرایہ یعنی ایک سال کا کاغذ امیر احمد سے لکھا یا گیا تھا اس میں چھ مہینہ بیٹھے اور چھ مہینے سے دوکان خالی پڑی ہوئی ہے اس خالی پڑی ہوئی کا کرایہ کسی دباؤ سے امیر احمد سے وصول کیا جائے تو وہ پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب - جب امیر احمد نے ایک سال کے لئے ہر ماہ کے پونے دو روپئے پر دوکان لی تھی تو بے عذر شرعی اس عقد اجارہ کو فسخ قبل تمام سال نہیں کر سکتا عالمگیری میں ہے لو قال اجرتک ھذہ الدار سنۃ کل شھر بدرھم جاز بالاجماع لان المدۃ معلومۃ والاجرۃ معلومۃ فتجوز۔ فلا یملک احدھما الفسخ قبل تمام السنۃ من غیر عذر کذا فی البدائع پونے دو روپیہ اس پر ہر ماہ کے لازم چار آنہ جو زیادہ دیے وہ اپنا وعدہ وفا کیا اگر نہ دیتا تو وہ لازم نہ تھے خالی پڑی رہنے دے یا اس سے کام لے پونے دو روپیہ اس کے ذمہ ہر ماہ کے لازم ہوں گے مگر جب کہ اس نے کسی ایسے عذر سے جو قابل قبول شرع ہو اس عقد کو فسخ کیا ہو تو اس صورت میں جب کہ اس نے فسخ کیا اس وقت کرایہ اس کے ذمے نہیں اور اس سے وصول کرنا جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آٹھ آنے پیسہ بھی نہ بک سکنا یہ عذر قابل قبول شرع ہوگا یا نہیں مجھے اس میں تامل ہے کساد بازار تو عذر ہوتا ہے عالمگیریہ میں ہے استاجر حانوتا لیتجر فی السوق ثم کسد السوق حتی لا یمکنہ التجارۃ فلہ فسخ الاجارۃ لانہ عذر کذا فی القنیۃ مگر کوئی خاص دوکان کسی کی نہ چلنا ظاہرا یہ عذر نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ سوداگران مسئولہ جناب نبیہ احمد صاحب شوال ۱۲۲۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ____ از روئے علم نجوم یعنی دلائل گردش فلکی کی رو سے سوالات کے جوابات جو استخراج کرکے دیے جاتے ہیں اس میں کافی محنت اور وقت صرف ہوتا ہے ایسی حالت میں اپنی محنت کی اجرت لینا کیسا ہے نیز جوابات زبانی دیے جاویں یا تحریری دونوں حالتوں میں جو حکم شرع شریف کا

ہو تحریر فرمایئے جب کہ جواب سے پہلے یہ لفظ تحریر کر دیا جاتا ہے۔ الغیب عند اللہ اس کے بعد لکھا جاتا ہے از روئے گردش فلکی ایسا ظاہر ہوتا ہے اور جواب کے بعد آخر میں یہ لفظ تحریر کیا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ علماء۔ تعلیم و تعلم علم نجوم فوق الحاجۃ کو حرام فرماتے ہیں۔ اتنی مقدار کو جائز بتاتے ہیں جس سے وقت، جہت قبلہ، حساب اوقات، مہینوں اور برسوں کا حساب معلوم ہو۔ اس سے زائد کو جائز نہیں بتاتے طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ؎ میں ہے قال فی الخلاصۃ وتعلم علم النجوم ان کان قدر ما یعلم بہ مواقیت الصلوٰۃ الخمسۃ ویعلم جھۃ القبلۃ لاباس بہ والزیادۃ علی ذلک حرام بستان العارفین میں امام ابو اللیث سمرقندی نے فرمایا لو تعلم من علم النجوم مقدار ما تعرف بہ جھۃ القبلۃ ویعرف بہ امر الحساب ای حساب الاوقات والشھور والسنین فلا باس بہ وھو امر مباح ولا یزید علیہ۔ تعلیم المسلم میں ہے علم النجوم بمنزلۃ المرض لمن تعلمہ لانہ مرض القلب فی الایمان بالغیب فیبقی العبد اذا تعلمہ یزعم فی نفسہ علم ما کان قبل ذلک بکل علمہ الی اللہ تعالیٰ من الامور المغیبات فتعلمہ حرام لانہ یضر بعالمہ فی دینہ لانہ ینقلہ بالایمان المغیب الی الایمان بالکذب الموھوم ولا ینفع اصلا الخ

اگر کسی کا قلب محفوظ بھی رہے۔ تعلم علم نجوم سے مریض نہ ہو تو بھی باعتبار اکثر حکم ہونا چاہئے اگر خود کوئی محفوظ رہا تو ہر کوئی محفوظ نہ رہے گا جیسے وہ زہر جو کسی طرح ایک شخص نے استعمال کیا اور کسی وجہ سے وہ محفوظ رہا تو اسے یہ حلال نہیں ہے کہ دوسروں کو بھی استعمال کرائے۔ تعلم علم نجوم کیا ہی تعلیم بھی کرے یا اس کا پیشہ کرکے بیٹھے کہ لوگ سوال کریں یہ جواب بتائے اور ان لوگوں کے قلوب کو مریض کرے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے حاشیہ حدیقہ ندیہ میں فرمایا قولہ یزعم فی نفسہ الخ ھذا ان جزم جزما ھو حرام بل کفر اما اذا استدل کاستدلال طبیب بالنبض والتفسرۃ فلا شک ان لکل علمہ الا ان ایضا علما الی اللہ تعالیٰ ولما یزعم انہ حق ما ادی الیہ نظرہ فھذا لا یحرم لذاتہ کما افادہ الامام حجۃ الاسلام نعم ان ادی الی مفسدۃ وھو الاکثر فیحرم لغیرہ۔ ہاں اگر یہ شخص جس طرح خود جزم نہیں کرتا دوسروں کو بھی اس سے روکے اور طرح طرح سے برابر یہ ظاہر کرتا رہے کہ یہ باعتبار ان دلائل کے حکم کیا جاتا ہے جو میں نے نظر کی اور کچھ ضرور نہیں کہ ان دلائل سے میں جس نتیجے پر پہونچا وہ صحیح ہی ہو اس پر یقین کرنا حرام ہے اگرچہ ہزار بار جو نجومی بتائے اس کے مطابق ہی واقع ہو تو اس صورت میں حرام نہ ہونا چاہئے ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم۔

؎ حدیقہ ندیہ جلد اول ص ۳۳۲ مطبوعہ لائل پور

کتاب الغصب

غصب کا بیان

مسئلہ ـ عزیز اللہ باشندہ پرانے شہر ٹولہ بریلی بتاریخ ۱۶؍ رجب ۵۷ھ

ایک مسلمان پابند شرع سالہا سال زکاۃ وغیرہ بھی ادا کرتا ہے اس کی ایک آراضی جو برابر قبرستان کے ہے اس کو خریدے کئے ہوئے چودہ[۱۴] پندرہ[۱۵] سال کے ہوتے چند عرصے سے چند مسلمان جو ٹھے ہیں وہ اس کو جبراً گرفت میں لاکر قبرستان میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ شرع شریف میں جائز ہے؟ جس کی آراضی ہے وہ مطلق نہیں چاہتا ہے کہ قبرستان میں جبراً آراضی دوں۔

الجواب ـ غیر کی زمین یا کوئی چیز غصب کر لینا جبراً دبا لینا زبردستی اس پر قابض ہو جانا ظلم ہے حرام سخت اشد خبیث شنیع کام ہے خواہ اپنے لئے لے یا دبا کر کسی وقف میں شامل کرے جو پرائی زمین ظلماً دبالے اس کی نسبت حدیث میں فرمایا[۱] من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین جو کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً لے گا روز قیامت ساتوں زمینوں سے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جو لوگ جانتے ہوئے ظلم میں ظالم کے ساتھ ہوں گے وہ جب تک توبہ نہ کریں گے قہر الٰہی میں رہیں گے حدیث میں ہے[۲] من اعان علی خصومۃ بظلم لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع۔ دوسری حدیث میں ہے[۳] من اعان ظالما لیدحض بباطلہ حقا فقد برئت ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک اور حدیث میں ہے[۴] من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین۔ اور اگر واقع میں زمین قبرستان کی ہے کسی ظالم نے بیچ ڈالی ہے تو اس خریدنے والے کو چاہئے کہ اس زمین کو جو قبرستان کی ہے چھوڑ دے اللہ سے ڈرے اس بیچنے والے پر دعویٰ کرکے اپنا روپیہ واپس لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱؎ فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۹۶ ۔ ۲؎ فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۱۴۲ ۔ ۳؎ فیض القدیر جلد ۶ صفحہ ۱۹۶ ، ۴؎ بخاری جلد اول صفحہ ۳۳۲

کتاب الذبائح

ذبح کا بیان

سوال۔ طوطا، ہدہد، بگلا، خرگوش حلال ہیں یا نہیں بعض کہتے ہیں طبعی ہیں طبعی سے کیا مراد ہے بینوا توجروا

جواب۔ سب حلال ہیں مکروہ طبعی کے یہ معنی ہیں جس سے طبیعت کراہت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال۔ مردار مرغی فروخت کرکے اس کی قیمت مسلمان کو کھانے پینے پہننے میں لانا چاہیے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از مظفر پور مرسلہ انوار الحق صاحب قادری رضوی حامدی ۲۲ جمادی الآخرہ ۵۲ھ

عورت مرغ یا اور کوئی جانور ذبح کرسکتی ہے یا نہیں اگر کرسکتی ہے تو کوئی حدیث اس کے بارے میں آئی ہے یا نہیں؟

الجواب۔ عورت کا ذبیحہ جائز ہے سراجیہ پھر سراج المنیر میں ہے تجوز[۱] ذبیحۃ المرأۃ مشکوٰۃ[۲] و بخاری میں حدیث بھی موجود ہے عن کعب بن مالک انہ کان لہ غنم ترعی بسلع فابصرت جاریۃ لنا بشاۃ من غنمنا موتا فکسرت حجرا فذبحتھا بہ فسأل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فامرہ باکلھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید ایک سانڈ پکڑ کر لایا اور ذبح کرکے کھایا اور حلال ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور اس کی حلت کا بھی قائل ہے مال غیر مسلم ہونے کے سبب سے اور بکر حرمت اس کی مثل سور کے قرار دیتا ہے آیا بکر کی حرمت کا قول صحیح ہے یا غلط اور زید کا حلال سمجھنا اور دعویٰ حلت کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی محمد اسحٰق موضع صمدا ٹولہ

الجواب۔ وہ سانڈ شرعاً حلال جانور ہے اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ وہ اگر بنام خدا ذبح کیا جائے تو حلال ہوگا وہ محض اس لئے کہ بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا حرام نہ ہوگا بتوں کے نام پر چھوڑنے سے حلال جانور حرام نہیں ہوجاتا غیر خدا کے نام پر جو ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲۵ محرم الحرام ۵۸ھ

[۱] سراجیہ بہامش قاضی خاں جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ ، [۲] مشکوٰۃ صفحہ ۳۵۷

چڑیوں میں کون کون چڑیا کا گوشت مباح ہے اور کون کون جانوروں کا گوشت کھانا درست ہے؟

الجواب۔ درندے، شکاری جانور، کچلی رکھنے والے شکاری پرندے شکاری پنجہ رکھنے والے حشرات ارض، حشرات الارض کے شکاری جانور، اور وہ جانور جن میں خون نہیں سوا مچھلی اور ٹڈی کے۔ کوا، چمگادڑ، خچر، گھوڑا اور یہ گدھا ناجائز ہیں، حمار وحشی و ارنب و عقعق جائز ہیں۔ فتاوی خلاصہ میں ہے۔ فی شرح الطحاوی مالایؤکل کل ذی ناب من السباع وذی مخلب من الطیور والھوام التی سکناھا فی الارض وجمیع سباع ھوام الارض الا الارنب فانہ یحل اکلہ وذو مخلب من الطیور۔ وفی فتاوی الصغری مالا دم لہ کالزنبور ونحوہ لایؤکل الا السمک والجراد والعقعق ونحوہ یؤکل ویکرہ الغراب وھو الذی یاکل النجاسات وفی الفتاوی القاضی لایؤکل الخفاش لانہ ذوناب وحمار الوحش یؤکل بخلاف الاھلی والبغل لایؤکل ویکرہ لحم الخیل عند ابی حنیفۃ اھ مختصراً دریائی سارے جانور سوا مچھلی کے ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از نیروبی افریقہ جمعہ مسجد مرسلہ عطا محمد صاحب ۱۶ جمادی الاولی ۵۸ھ

اس ملک افریقہ میں حکام وقت قصابوں کو حکم دیتا ہے کہ پہلے ذبح سے بیل وغیرہ کے مغز میں پستول مارو بعدہٗ ذبح کرو آیا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ یہ فعل ناجائز و حرام بے وجہ شرعی ایذا صریح ظلم و قبیح ہے اس حکم کا ماننا حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از کوہ مری ضلع راولپنڈی پنجاب بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں مرسلہ جناب عبدالرحمن صاحب رجب ۵۶ھ۔

زید ایک بکری کے ساتھ زنا کرتا ہے بکری کا مالک گندگی سے آلودہ بکری کو ایک ملا کے پاس لایا صحیح شہادت اور ملزم کے اقرار کرنے پر فتویٰ دیا گیا کہ بکری ذبح کرکے دفن کی جائے اور ملزم مالک کو قیمت ادا کرے اور تیس آدمیوں کو کھانا کھلائے ملزم نے دونوں میں سے ایک تعزیر کو بھی انجام نہ دیا مالک نے پھر ملا صاحب کے پاس جاکر کہا ملا صاحب نے جواب دیا کہ جس طرح مرضی ہے کرو اور بکری فروخت کرنے کو کہا بکری فروخت ہوئی اور دوسری جگہ پہونچ کر بکری کا گوشت مسلمانوں کو کھلایا گیا۔ کیا یہ فتویٰ اور تمام عمل صحیح ہے؟

الجواب۔ زید بے قید گنہگار ہوا اس پر توبہ لازم سلطنت اسلام ہوتی تو اسے تعزیر کرتی وہ بکری ذبح

کر دینا چاہیے تھی مگر واجب نہیں کہ ذبح کردی جائے امام اعظم کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بے کراہت جائز۔ صاحبین کے نزدیک حیوان ماکول اللحم کو بھی غیر ماکول اللحم کی طرح بعد ذبح جلا ڈالنا چاہیے لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت۔ غیر کی بکری سے جب یہ ناپاک حرکت کی تو وہ اگر ذبح کی جائے تو قبل ذبح اس کی قیمت زید کو چاہیے کہ مالک کو دے دے مگر یہ لازم نہیں کہ مالک دفع بزر پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، درمختار میں ہے: [1] لایحد بوطی بہیمۃ بل یعزر، وتذبح ثم تحرق، ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبٰی، وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا لقولہم تضمن بالقیمۃ شامی میں ہے: قولہ وتذبح ثم تحرق ای لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الہدایۃ وغیرہا وہذا اذا کانت مما لایؤکل فان کانت تؤکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ہکذا قالوا ولا یعرف ذلک الاسماعا فیحمل علیہ زیلعی ونہر قولہ الظاہر انہ یطالب ندبا الخ ای قولہم یطالب صاحبہا ان یدفعہا الی الواطی لیس علٰی طریق الجبر وعبارۃ النہر والظاہر انہ یطالب علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ اھ وعبارۃ البحر والظاہر لایجبر علی دفعہا۔

فتاوٰی [2] خلاصہ میں ہے: فی شرح الطحاوی رجل وطئ بہیمۃ یعزر، فان کانت البہیمۃ لہ تذبح ولاتؤکل وعن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ امر بالبہیمۃ حتی احرقت بالنار، وفی الفتاوی الصغرٰی فی الذی یؤکل عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ولا یحرق وعند ابی یوسف لایؤکل ویحرق بالنار کالذی لایؤکل واما الذی لایؤکل یذبح ویحرق بالنار، ولا یحرق قبل الذبح ویضمن الفاعل قیمتہ ان کان لغیرہ وفی دیات الفتاوی الصغرٰی قال الصدر الشہید ان کانت البہیمۃ للواطی یقال لہ اذبحہا واحرقہا وان لم یکن لہ یقال لصاحبہا ان یدفعہا الی الواطی بالقیمۃ ثم یذبحہا الواطی ویحرق ان لم یکن ماکولۃ وان کان مما یؤکل یذبح ولا یحرق فتاوٰی [3] بزازیہ میں ہے: فی شرح الطحاوی وطئ بہیمۃ یعزر، فان کانت لہ تذبح ولا تؤکل وعن الفاروق رضی اللہ عنہ انہا تحرق وفی الصغرٰی انہا تؤکل عند الامام ولا تحرق وعند الثانی لاتؤکل وتحرق کما لو کانت مما لایؤکل والذی لایؤکل یحرق ولا یحرق قبل الذبح ویضمن الفاعل ان لغیرہ قیمتہا قال الصدر والاعتماد علی روایۃ شرح الطحاوی وذکر فی الصرانہ المختار، والاحراق لقطع التحدث۔ تیس آدمیوں کو کھانا کھلانے کا حکم تو ملا کا اپنی طرف سے بے حکم شریعت نہیں ہاں بکری کا مالک اگر زید سے قیمت طلب کرتا بکری اسے دے دیتا تو زید کو قیمت دینا ہوتی بکری دوسری جگہ فروخت ہوگئی اور اس کا گوشت کھالیا گیا اس کا گوشت

[1] درمختار جلد ۲ ص ۳۶ مطبوعہ مصر [2] فتاوٰی خلاصہ جلد ۲ ص ۵۹۵ مطبوعہ سلیم پریس لاہور [3] فتاوٰی بزازیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۶ ص ۲۱۸ مطبوعہ بیروت

کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ کوئی الزام نہیں۔ زید پر توبہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الحظر والاباحۃ

حظر واباحت اور متفرق مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ۔ زید کہتا ہے کہ میلاد شریف میں منبر اقدس پر بیٹھنے کے لئے عالم ہونا چاہیے کیونکہ علماء کرام نائب رسول اور پیشوائے دین ہیں عوام الناس کے لئے بیٹھنا روا نہیں کیونکہ یہ منبر اقدس حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کا نمونہ ہے اور اسی سے نسبت ہے لہذا عالم ہونا چاہیے اور عام خواندگان کے لئے قالین یا اور کوئی بستر بہتر پڑھنے والوں کے لئے بچھوا دیا جائے منبر نہ ہونا چاہیے اور بکر کہتا ہے کہ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں لہذا کوئی حرج نہیں ہے اگر حرج ہوتا تو کیوں لوگ کرتے بلکہ بیٹھنا تو درکنار چائے پیتے ہیں اور پان بھی کھاتے ہیں لہذا یہ بتا دیا جائے کہ زید کا فرمان حق ہے یا بکر کا اور ایسے شخص کے لئے جو ذکر پاک میں کوئی کام خلاف ادب کرے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ منبر ذاکرین کے لئے بچھایا جاتا ہے اس سے تعظیم ذکر مقصود ہوتی ہے۔ ذاکر علماء بھی ہو سکتے ہیں اور وہ جاہل بھی جو علماء کی مستند کتب سے پڑھیں، باقی وہ لوگ جو منگھڑت موضوعات بکتے ہیں اگرچہ وہ اپنے آپ کو عالم بتائیں ہرگز منبر کے مستحق نہیں نہ وہ ان کی روایات کا ذبہ ذکر نہ ان کا سننا جائز۔ ذاکرین میں بعض جماعتیں فساق و فجار پر بھی مشتمل ہوتی ہیں ان فواسق کو منبر نہ دیا جاوے کہ تعظیم ذکر کے ساتھ ان کی بھی تعظیم ہوگی اور فاسق کی تعظیم (ناجائز و گناہ) لوجود سوا فاسقا یا ثمون۔ وہ ذاکرین جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ہوں اور کتب معتبرہ مستندہ سے روایات صحیحہ مقبولہ و معتمدہ پڑھیں وہ علماء کے اس وقت نائب ہیں انھیں منبر پر بیٹھانے میں حرج نہیں ذکر پاک کے آداب کے خلاف کوئی امر نہ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ مرسلہ پروفیسر سید شاہد علی میرٹھ کالج۔

جزیہ جو اسلامی حکومت میں غیر مسلم اقوام سے لیا جاتا تھا وہ کیا تھا اور کیوں لیا جاتا تھا۔ جزیہ ایک قسم

کا فوجی ٹیکس تھا جو کہ کسی قوم سے لڑنے کے بعد لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا یا وہ ایک ایسا محصول تھا جو غیر مسلم اقوام سے محض اس۔ لئے کہ وہ اسلامی حکومت میں رہتی تھیں لیا جاتا تھا۔ از رہ مراحم عالمانہ اس مسئلہ کا جواب پوری تفصیل اور دلائل کے ساتھ عنایت فرمایا جاوے اور اگر کوئی کتاب جس میں جزیہ کے متعلق کافی دلائل اور شرح ہوں تو براہ مہربانی اس کا نام بھی تحریر فرمایا جاوے۔ فقط بینوا توجروا۔

الجواب۔ جزیہ عقوبت علی الکفر ہے کفر پر رہتے ہوئے دار الاسلام میں رہنے پر ہے قتل سے چھٹکارے کا بدلہ ہے کہ یا اسلام لاؤ یا قتل کئے جاؤ گے۔ یا ذلت سے رہو کہ ذلت کے ساتھ حاضر ہو کر جزیہ حاضر کرو، جو ہر کافر پر واجب ہے مگر مرتد پر اور عربی مشرک بت پرست پر۔ ان سے جزیہ نہ لیا جائے گا اسلام نہ لائیں گے تو قتل ہی کئے جائیں گے ان سے قتل ساقط نہ ہوگا اور فقیر جو کسی وجہ سے عمل پر قادر نہیں اور اپاہج، مفلوج، لولا، لنگڑا بہت بوڑھا جو بالکل عاجز ہو چکا ہے اندھا اور راہب جو لوگوں سے انقطاع رکھتا ہو کسی سے ملتا جلتا نہ ہو اور بچہ اور غلام اور نساء۔ مگر بنی تغلب کی عورتیں کہ ان پر جزیہ ہے۔ بات یہ ہے کہ جزیہ نہیں مگر وجہ اسقاط قتل اور فقیر اپاہج وغیرہ مذکورین قتل سے حکماً مامون۔ غلام میں مکاتب و مدبر و ابن ام ولد سب داخل ہاں اگر ان مذکورین سے کوئی ذی رائے ہو اپنی رائے سے کافروں کی اعانت کرتا یا مال دار ہو اپنے مال سے انھیں مدد پہونچاتا ہو تو وہ قتل کیا جائے گا ورنہ اس پر اسقاط قتل کے سبب جزیہ مقرر ہوگا۔

جزیہ دو قسم ہے ایک وہ جو صلح سے وضع کیا جائے۔ یہ من جانب الشرع معین نہیں جتنے پر صلح واقع ہوگی وہ لیا جائے گا اور اس میں تغیر نہ ہوگا، کچھ کم و بیش نہ ہو سکے گا اور ایک وہ جو بعد غلبہ و فتح مقرر کیا جائے گا اس کی تین صورتیں حسب حال ناس ہوں گی۔ فقیر معتمل جو کسی طرح کسب پر قادر ہو اس سے سال میں بارہ درہم ایک درہم ماہوار اور متوسط الحال سے سال میں ۲۴ درہم ہر مہینہ دو درہم اور غنی مال دار رئیس پر سال پر ۴۸ درہم ہر ماہ چار۔ چاہے سال پر لیا جائے یا ہر ہر ماہ دے دے کم از کم دس ہزار درہم کا مالک غنی ہے اور دو سو درہم کا متوسط الحال اور جو کسی چیز کا مالک نہ ہو فقیر ہے۔ یوں ہی وہ جو دو سو درہم سے کم کا مالک ہو اور جہاں عرف میں دس ہزار درہم سے کم کے مالک کو مکثر کہا جاتا ہو وہاں کے اعتبار سے وہ ہی مکثر ٹھہرنا چاہئے۔ بعض ائمہ نے اس میں عرف کا اعتبار فرمایا۔

اور جب ظاہر الروایہ میں کوئی تحدید نہیں بیان ہوئی ہے تو رائے امام و سلطان کی جانب تفویض

کرنا چاہئے کہ وہ جسے جیسا سمجھے اس پر اس کے حسب حال مقرر فرمائے ان اوصاف کا لحاظ آخر سال ہوگا کہ وہی وقت وجوب ادا ہے اور اہلیت وعدم اہلیت میں وقت وضع معتبر ہوگا کہ اگر مثلاً وقت وضع صبی تھا یا مجنون تھا بعد وضع الامام اسی سال بالغ ہوگیا مجنون صحیح ہوگیا تو اس پر جزیہ مقرر نہ فرمایا جائے گا آئندہ سال اگر یہ اہل ہوں گے تو وضع کیا جائے گا۔ مگر فقیر کہ وہ اگر وقت وضع فقیر غیر معتمل تھا پھر موسر ہوگیا تو اس پر وضع فرما دیا جائے گا اگر ابھی اکثر حول باقی ہے امام ہر سال تجدید وضع فرماتا رہے گا۔ یہ غلط ہے کہ جزیہ فوجی ٹیکس تھا جو لڑائی کا نقصان پورا کرنے کی غرض سے لیا جاتا تھا۔ جزیہ کے کچھ مسائل تو یہاں ذکر ہوئے انھیں سے روشن کہ وہ ہرگز فوجی ٹیکس کسی طرح نہیں خاص جزیہ کے متعلق تمام مسائل کی کتاب اردو فارسی میں ہماری نظر میں نہیں۔

درمختار[1] میں فرمایا الموضوع من الجزیۃ بصلح لایغیر ولا یغیر تحرزا عن الغدر وما وضع بعد ما قهروا واقروا على املاكهم یقدر فی كل سنۃ على فقیر معتمل یقدر على تحصیل النقدین بای وجہ كان اثنا عشر درهما فی كل شهر درهم وعلى وسط الحال ضعفہ فی كل شهر درهمان وعلى المكثر ضعفہ فی كل شهر اربعۃ دراهم وهذا للتسهیل لا لبیان الوجوب لانہ باول الحول ومن ملك عشرۃ آلاف درهم فصاعدا غنی ومن ملك مائتی درهم فصاعدا متوسط ومن ملك مادون المائتین او لا یملك شیئا فقیر قالہ الكرخی وهو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد واعتبر ابو جعفر العرف وهو الاصح ویعتبر وجود هذه الصفات فی اخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء۔ وتوضع على كتابی ومجوسی ولو عربیا ووثنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ لا على وثنی عربی لان المعجزۃ فی حقہ اظهر فلم یعذر ومرتد فلا یقبل منهما الا الاسلام او السیف وصبی وامرأۃ وعبد ومكاتب ومدبر وابن ام ولد وزمن نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز واعمى وفقیر غیر معتمل وراهب لا یخالط لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ والمعتبر فی الاهلیۃ وعدمها وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برئ بعد وضع الامام لم توضع علیہ بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطها للعجز وقد زال وهی ای الجزیۃ لیست رضا منا بكفرهم كما طعن الملحدۃ بل انما هی عقوبۃ لهم على اقامتهم على الكفر فاذا جاز امهالهم للاستدعاء الى الایمان بدونها فبها اولى وقال تعالى حتى یعطوا الجزیۃ عن ید وهم صاغرون۔

ردالمحتار[2] میں ہے۔ قولہ لا یغیر ای لا یكون لہ تقدیر من الشارع بل كل ما یقع الصلح

[1] [2] شامی جلد ۳ ص۲۶۸ تا ۲۶۹ مطبوعہ بیروت۔

علیہ بتعیین ولا یغیر بزیادۃ ولا نقص قولہ واعتبر ابو جعفر العرف حیث قال ینظر الی عادۃ کل بلد فی ذلک الا تری ان صاحب خمسین الفا ببلخ یعد من المکثرین وفی البصرۃ وبغداد لا یعد مکثرا قولہ وھو الاصح صححہ فی الولوالجیۃ ایضا قال فی الدر المنتقی والصحیح فی معرفۃ ھؤلاء عرفھم کما فی الکرمانی وھو المختار کما فی الاختیار وذکرہ القھستانی واعترف فی النہر تبعا للبحر بانہ ای التحدید لم یذکر فی ظاھر الروایۃ ولا یخفی ان الاول ای اعتبار العرف اقرب لرای صاحب المذھب واقرہ فی الشرنبلالیۃ وفی شرح المجمع وغیرہ وینبغی تفویضہ للامام ای کما ھو رای الامام وفی التاترخانیۃ انہ الاصح فتبصر اھ یعنی ان رای الامام ان المقدرات التی لم یرد بھا النص لا تثبت بالرای بل تفوض الی رای المبتلی قولہ لانہ لا یقتل الاصل ان الجزیۃ لاسقاط القتل فمن لا یجب قتلہ لا توضع علیہ الجزیۃ الا اذا اعانوا برای او مال فتجب الجزیۃ قولہ لم توضع علیہ لان وقت الوجوب اول السنۃ منذ وضع الامام فان الامام یجدد الوضع عند راس کل سنۃ لتغیر احوالھم ببلوغ الصبی وعتق العبد وغیرھما فاذا احتلم وعتق العبد بعد الوضع فقد مضی وقت الوجوب فلم یکونا اھلا للوجوب۔ قولہ بخلاف الفقیر ای غیر المعتمل اذا ایسر العمل فانہا توضع علیہ۔ قولہ لان سقوطہا العجزہ لان الفقیر اھل لوضع الجزیۃ لکونہ حرا مکلفا لکنہ معذور بالفقر فاذا زال اخذت منہ لکن ان بقی من الحول اکثرہ۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از گیا ڈاک خانہ رفیع گنج محمد عبد الحق باند جنرل مرچنٹ مورخہ ۳ ۲/۱ ۵۵ھ

گراموفون جس میں کہ اشعار نعتیہ وغیرہا ہوں اس کا سننا جائز ہے یا نہیں اور گراموفون مزامیر کے اندر داخل ہے یا نہیں؟

الجواب۔ گراموفون آلات لہو ولعب سے ایک آلہ ہے اور نعت شریف اللہ ورسول کا ذکر جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم پھر رکارڈ کے مصالحہ میں اسپرٹ ہوتی ہے اسپرٹ شراب ہے گراموفون سے ہرگز کچھ نہ سنیں خصوصًا اذکار خدا ومصطفی عز شانہٗ وعلیہ التحیۃ والثنا گراموفون میں مزامیر کی آواز بھی ہوتی ہے گراموفون خود مزامیر میں نہیں واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از رنگون برما مغل اسٹریٹ ۲۱۰ مرسلہ محمد طیب صاحب سلمہٗ اواخر ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ

محرم شریف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کا ذکر شہادت صحیح روایتوں سے مسلمانوں کو سنانے کے لئے محفلیں منعقد کرنا یا حضرات اہل بیت رضی اللہ تعالی عنہم کو ایصال ثواب کے لئے

ان کی نیاز دلانا سنی مسلمانوں کے لئے مذہبی رسوم میں سے ہے یا نہیں اور ایک سنی مسلمان اس کو اپنی مذہبی رسم کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ بے شک بے شبہہ حضرات امامین سیدین شہیدین حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاک ذکر مبارک کی مجلس متبرکہ اہل سنت کا طریقہ رضیہ رسم محمودہ مرضیہ ہے محبوبانِ خدا و پیشوایانِ دین حبیب کبریا علیہم التحیۃ والثنا کا ذکر مسلمانوں کے دین میں ذکر خدا ہی ہے کہ سے مردان خدا خدا نہ باشند۔ لیکن ز خدا جدا نہ باشند۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا ان محبوبانِ الٰہی سے علاقہ ان کی ذوات کے لئے نہیں اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بزرگانِ خاص محبوبان با اختصاص ہیں ان کا ذکر وہ اسی لئے کرتے ہیں کہ وہ بارگاہ الٰہی کے خاص مقبول بندے ہیں۔ ان کا ذکر باعثِ رحمت و برکت اور کار ثواب ہے ان کا ذکر خدا کی عبادت اور خدا چاہے تو سبب نجات از عذاب ہے امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ اور خاص کر یہ ذکر شہادت تو ارشاد الٰہی وذکرھم بایام اللہ[1] کے نیچے داخل اس ذکر سے مسلمانوں کا مقصد اپنے ان اماموں کی دینی عظمت دکھانا حق پر استقامت اور باطل سے نفرت کی ضرورت بتانا فسق و فجور کی عداوت اور اپنے ان دینی پیشواؤں کی محبت کو جن سے ایمان کو قوت پہونچتی ہے اپنے دلوں کو تازہ کرنا اور دین و مذہب پر اپنی جان و مال عزت و آبرو سب کو نثار و قربان کر دینے کا سبق اپنے ان اماموں کے اس اسوۂ حسنہ سے حاصل کرنا اوروں کو ان کی ہدایت کرنا ہے۔

ملاں وغیرہ کا جواب۔

ان مجالس کی رسم بہترین رسم ہے ان مجالس سے مسلمانوں کے بہت دینی فائدے ہیں مگر وہابی اور دیوبندی محبوبان خدا کے دشمن ایسے دشمن ہیں کہ وہ ان کا ذکر بھی سننا نہیں چاہتے بلکہ اتنا بھی نہیں سن سکتے کہ سال بھر میں ایک بار فلاں جگہ ان کا ذکر خیر ہو اور کیوں چاہیں گے جانتے ہیں کہ جب تک ان کا ذکر مسلمانوں میں رائج رہے گا مسلمانوں کو ان سے محبت رہے گی اور جب تک محبوبانِ خدا سے مسلمانوں کا علاقۂ محبت رہے گا وہ ان کے دام تزویر میں آسانی سے نہ پھنس سکیں گے ان مجالس مبارکہ اور اس ایصال ثواب کی رسم ایسی ہی رسم ہے جیسے مجلس میلاد مبارک اور گیارہویں شریف کی رسم مسلمانوں میں رائج ہے کون نہیں جانتا کہ یہ دینی و مذہبی مصالح ہیں وہابیوں کے نزدیک جیسے مجلس میلاد شریف وغیرہ ویسے ہی یہ مجالس متبرکہ اصل علت تو وہی محبوبانِ خدا سے عداوت ہے مگر ہاتھی کے دانت کھانے

[1] سورۂ ابراہیم آیت ۵

کے اور، اور دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔ گڑھی ریں ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ یہ رسم ہے لہذا حرام ہے دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی کی اصلاح الرسوم دیکھئے۔ تمبر ا کھچڑا پکانا اور کچھ کھانا پکا کر احباب یا مساکین کو دینا اور ان کا ثواب حضرت امام حسین کو بخش دینا اس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنی عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں مگر چونکہ اس میں رسوم کی پابندی کرلی ہے اس کو تہوار قرار دیا ہے اس لئے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی مختصراً۔ ۲ شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت میں کیا حرج تھا مگر وہی رسوم کی پابندی اس میں بھی ہے۔ مختصراً۔ ۳ شہادت کا قصہ بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ چند روایات کا ذکر کر دینا ہے فی ذاتہ جائز تھا مگر" الخ

انھیں تو رسم سے چڑھ ہے اس سے کچھ بحث نہیں کہ رسم اچھی ہے یا بری ان کے نزدیک رسم ہے تو بری ہی ہے۔ نہیں نہیں بات وہ ہی ہے کہ محبوبانِ خدا کی تعظیم ان کا ذکر انھیں ایصال ثواب سے چڑھ ہے۔ محبوبانِ الٰہی کو ایصال ثواب، ان کا ذکر شریف معاذ اللہ اس کی رسم تو بری ہے بوجہ رسم ہونے کے حرام ہے مگر اب پیری مریدی کی رسم کیا خلاف کلیت ہے پہلے خشک وہابیوں کے نزدیک تو وہ بھی شرک تھی مگر اب اس وقت کے وہابی اپنے ان اسلاف کو احمق سمجھتے ہیں کہ ایسے نفع کی بات کو بے وقوف شرک و بدعت بتاتے تھے انھیں ہر وہ بات جس میں وہابی کا مالی فائدہ ہو بالکل حلال ہے انھیں اگر مسلمانوں میں بجائے کھچڑا پکانے لنگر کرنے شربت یا سقے سبیل لگانے مجالس ذکر میں خرچ کرنے کے یہ رسم ہو جائے کہ وہ جو روپیہ ان کاموں میں صرف کرتے ہیں وہابیوں کو مدرسہ یا کسی زرچندے کے نام سے دیدیں پھر رسم نہایت خوب محبوب و مرغوب و مطلوب ٹھہرے گی ولاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی مسئولہ سکریٹری انجمن اسلامیہ۔ رجب مرجب ۱۳۱۵ھ

شب برات کی آتشبازی مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کرنا اور خود چھوڑنا اور دوسروں کو چھوڑنے کی تحریک کرنا اور امداد دینا جملہ امور متذکرۂ بالا کے بارے میں جو شریعت مطہرہ کا حکم ہو وہ مفصل بتلایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ اور ایک پختہ اصل از اصول محکمہ ہے کہ جرم میں کسی طرح کی اعانت بھی جرم ہے۔ یہاں تک کہ اس میں برائے تماشہ شرکت بھی۔ قاتل ہر ارتکاب قتل پر مجرم نہیں۔ ہر وہ شخص جو

اس کا کسی طرح معین و مددگار ہوا اسی کی طرح مجرم ٹھہرتا ہے بلکہ وہ بھی جو کھڑا تماشا دیکھتا ہے۔ مقتول کی اعانت کر سکتا ہوا سے کسی طرح قاتل کے حملے سے بچانے کی کوشش کر سکتا ہو اور نہ کرے۔ قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے لاتعاونوا علی الاثم والعدوان۔ گناہوں پر ایک دوسرے کی امداد و اعانت نہ کرو۔ حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد اخرج ربقۃ الاسلام عن عنقہ او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمہ تصریح فرماتے ہیں التفرج علی الحرام حرام۔ مال ضائع و برباد کرنا حرام ہے۔ شب برات کی آتش بازی ناجائز بازی ہے کہ اولاً وہ بازی ہے اور لہو ولعب حرام پھر اس میں تضیع مال ہے اور وہ ناجائز ہے۔ مبذر پرلے سرے کا ناشکر اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر۔ تو ہر مبذر اس ناشکری کے سبب شیطان کا بھائی ٹھہرا۔ قرآن کریم متنبہ فرماتا ہے لاتبذر تبذیرا مگر یہ نہیں سنتا اس عطیہ الٰہیہ کو جسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا تھا شیطان کی راہ میں بے دریغ صرف کرتا ہے اسی پر تو قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربہ کفورا۔ بیچنے والے اگر بیچیں تو بنانے والے بنائیں کیوں؟ بنانے والے نہ بنائیں تو بیچنے والے کہاں سے پائیں؟ پھر جب بنانے والے نہ بنائیں بیچنے والے نہ بیچیں تو چھوڑنے والے اپنی کمائی یا باپ دادا کی کمائی میں خود آگ لگانے والے کیونکر آگ لگائیں؟ خود گناہ کرنا ایک جرم اور اس کی ترغیب و تحریص دوسرا جرم۔ جرم بالائے جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور ہم سب کو شیطان کے قدموں پر چلنے سے بچائے۔ قال اللہ تعالیٰ، لاتتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از بریلی محلہ .... مسئولہ .... شعبان ۱۴۰۱ھ

بکر نے مسلمانوں کے قبرستان کی قبریں جس میں علماء و اولیاء اللہ و عام مسلمانوں کی قبریں تھیں کھود کر اپنا مکان بنالیا اور انھیں قبروں پر پاخانہ و غسل خانہ وغیرہ جو لوازمات مکان مسکونہ کے ہیں تعمیر کرائے جب اس ناشائستہ فعل سے بکر کو منع کیا گیا تو وہ آمادہ فوجداری ہوا، لہٰذا اس بارے میں بکر کہاں تک ازروئے شریعت مطہرہ کے مجرم ہوا اور اب اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہے تو اس کا کیا کفارہ کس کو دینا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ بکر سخت شدید گنہگار مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلائے قہر قہار حق اللہ اور حق العباد دونوں میں گرفتار ہے اس پر توبہ فرض ہے سچے دل سے توبہ و رجوع کرے اپنے اس گناہ اور سب گناہوں

ا۔ سورۂ مائدہ آیت ۲، ۲۔ سورۂ اسراء آیت ۲۶، ۳۔ ایضاً آیت ۲۷ ۴۔ سورۂ نور آیت ۲۱ ۵۔ مشکوٰۃ ص ۴۳۶

پر شرمندہ و منفعل ہو خدا سے مغفرت چاہے قبور جو منہدم کی ہیں انھیں پھر بنادے اپنا قبضہ مالکانہ قبرستان سے اٹھائے پاخانہ غسل خانہ فوراً فوراً دفع کرے جہاں نجاست کی ہے اس جگہ کو فوراً فوراً نجاست سے پاک کرے خالی زبانی توبہ نہ ہوگی۔ زندوں سے معافی چاہے مُردوں کو ایصال ثواب کرتا رہے جن کی قبور منہدم کیں جن کے قبر پر پاخانہ غسل خانہ وغیرہ بنایا ان زندوں سے جن کے اعزا و اقربا کی قبور کی توہین کر کے انھیں بھی ایذا پہونچائی ان سے معافی چاہے خدا سے توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بخدمت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت مؤید الملۃ حضرت مولینا مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب دام مجدہٗ

استفتاء۔ (۱) کسی اسلامی رفاہ عام مثلاً کتب خانہ ہسپتال وغیرہ کے لئے چار چار آنہ کی رسیدوں کے ذریعہ امدادی چندہ حاصل کیا جائے اور حاصل شدہ رقم میں سے نصف چندہ دینے دینوانے کی ایک معینہ تعداد پر بذریعہ قرعہ تقسیم کر دیا جائے اور چندہ دینے دینوانے کو پیشتر سے معلوم بھی ہو کہ نصف تقسیم کر دیا جائے گا تو کیا عند الشرع اس میں کچھ قباحت ہے۔

(۲) اگر مذکورہ صورت میں کچھ قباحت ہے تو ایسی حالت میں جب کہ غیر مسلم قومیں اس طرح سرمایہ اکٹھا کرتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے ہیں نیز مسلمانوں کے رفاہ عام کے کام سہل نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہوتے رہتے ہیں مسلمانوں کو اس صورت سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہ ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ ہرگز جائز نہیں چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا ہے یہ امین ہے جس نیک کام کے لئے انھوں نے دیا ہے دیانت کے ساتھ اسے اس میں صرف کرے اور صرف نہ ہو تو لازم جس جس سے جتنا جتنا لیا ہے ہر ایک کو اتنا اتنا واپس دے یا ان کی اجازت ہو تو کسی اور جائز کام میں صرف کرے اگر کسی کام کے لئے چند لوگوں سے چندہ لیا اس میں صرف کر کے کچھ بچ رہا اور کام ختم ہو گیا تو حساب کر کے حصہ رسد واپس دے اور آگے پیچھے لیا ہے تو جن جن کا روپیہ پورا پورا صرف ہو گیا ان کا پورا صرف ہو لیا جن کا آدھا تہائی چوتھائی صرف ہوا انھیں آدھا یا دو ثلث یا تین ربع واپس دے۔ اور جس کا بالکل صرف نہ ہو سکا اس کا پورا واپس کرے۔ صورت مستفسرہ یقیناً ناجائز ناروا کھلا جوا ہے۔ خدا مسلمانوں کی آنکھیں کھولے نیک کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ بھی بذریعہ حرام۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ نصف چندہ کا روپیہ جو امین کے پاس نیک کام میں لگانے کے لئے تھا امین اسے اس میں نہ صرف کرنے والا اور بذریعہ قرعہ گیا کا بھیا تلے اور بھیا کا گیا کے نیچے لگانے والا کون۔

چندہ مختلف ہوگا مثلاً کسی کے دو پیسے کسی کے دو آنے کسی کے چار کسی کے آٹھ کسی کا روپیہ کسی کے دو روپیہ کسی کے دس کسی کے بیس کسی کے پچاس کسی کے سو سب مثلاً ہزار روپیہ چندہ ہوا اب پانچ سو روپیہ مثلاً پانچ آدمی کی معین تعداد پر بذریعہ قرعہ روکے گئے تو کچھ ضرور نہیں کہ یہ پانچ قرعہ سے وہی نکلیں جنھوں نے سو سو روپیہ دیے تھے کہ ہر ایک کو سو روپیہ اس کے مل جائیں بسا اوقات یہ ہوگا کہ وہ پانچ نکلیں جنھوں نے ۲ر-۱ر-۲ر-۴ر-۸ر دیے تو ۲ر سے لے کر زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے خرچ کرنے والے کو سو روپیہ مل گئے اور کیا جوے کے سرینگ ہوتے ہیں؟ واپس کرتا تو مالک کو کرتا کسی کی ملک کسی کو دینا کیونکر روا ہو سکتا ہے۔ یا اس کو اس کا علم ہونا کہ ایسا ہوگا تو کیا سود دینے والے رشوت دینے والے جوا کھیلنے والے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میرا اتنا اتنا روپیہ اس صورت میں جائے گا بلکہ اگر یہ صورت بھی ہو کہ چندہ مختلف نہ ہو ہر کسی سے مثلاً ۸ر یا عہ روپیہ لیا گیا اور ہزار روپے ہوتے تو بھی یہی صورت ہوگی اس صورت میں تو یہ بھی ممکن تھا کہ پانچ شخص وہی نکل آتے جن سے سو روپیہ لئے گئے تھے اور اس صورت میں یہ بھی ممکن نہیں یہاں ۸ر یا عہ روپے والے ہی سب ہیں اور ۸ر یا عہ روپے ہی میں سو سو روپے ملتے ہیں۔

پھر جس صورت میں سو سو روپے والے پانچ قرعہ سے نکلے اس میں بھی نہ امین انھیں ان کا روپیہ واپس دے رہا ہے نہ انھیں کے خیال میں یہ ہے کہ ہم اپنا روپیہ لے رہے ہیں بلکہ اتفاقیہ یہ صورت ہو گئی ہے انھوں نے جتنا روپیہ دیا تھا اتنا انھیں پہونچ گیا وہ مگن ہیں کہ ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آیا۔ سو روپے ہمارے نیک کام میں لگے ہوتے ہیں اور ہمیں گھر بیٹھے سو سو مل بھی گئے ہمارے نیک کام میں گئے اور وہاں کے ہمیں مل گئے اور سب کو یہ حال معلوم ہی ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں" پھر درحقیقت یہ دینا اس نیک کام کے لئے نہیں کام کا نام ہی نام ہے وہ تو محض برائے نام ہے دینے والوں کی اصل غرض یہی جوا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ کہ ۸ر یا ایک روپیہ سو روپیہ کے ملنے کے امید پر دیا جاتا ہے قسمت سے مل گئے تو پو بارے ورنہ سمجھ لئے کہ ۸ر یا روپیہ نیک کام میں صرف ہو جائے گا۔

مگر قسمت کہ وہ بھی کچھ ضرور نہیں کہ ممکن کہ اس کا روپیہ اس نیک کام میں صرف ہی نہ ہو اس نصف چندے میں ان پانچ کے پاس نہ پہونچ جائے تو اولاً وہ امید ہے اور ثانیاً یہ امید ثواب جیسے کسی بڑھیا کی روٹیاں کوئی جانور لے بھاگا اس نے اول تو بہت کوشش کی کہ اس سے چھین لے جب وہ نہ پہونچ گیا اس کا کوئی قابو نہ رہا تو بولی جا میں نے خدا کی راہ میں دیں پھر تقرب کو خلوص نیت درکار یہاں خلوص کہاں اول ہی

سے نیت بد ہے اسے نیک کام سمجھنا حرام حرام حرام ہے اے عزیز یہ پوچھتا ہے کہ یہاں اس میں کچھ قباحت ہے یہ پوچھ کہ عین قباحت کی کس قدر عظیم شامت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲) ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ غیر مسلم قومیں سود کے منافع تبلیغ وغیرہ امور میں جنھیں وہ کار خیر جانتی ہیں صرف کرتی ہیں یہ پوچھنا ایسا ہی ہے کہ کوئی یہ پوچھے کہ غیر قومیں سود سے جو نفع اکھٹا کرتی ہیں اور مسلمان بھی اس میں حصہ لیتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو جائز نہ ہوگا کہ وہ سود کا روپیہ جمع کر کے دینی کاموں میں صرف کریں اے عزیز قرآن کا ارشاد سن۔ لاتتبعوا خطوات الشیطن[۱] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ حکیم عبد الستار صاحب عفی عنہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۲ء

بخدمت المکرم ذو المجد والکرم جناب مولوی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف! بعد سلام مسنون یہ تحریر بغرض تجویز فیصلہ ارسال خدمت ہے کہ بریلی کے دو شعراء میں اس امر کی بحث ہے کہ زید کہتا ہے کہ اسلام بسبب اپنی حقانیت اور اخلاقیت کے دنیا میں پھیلا اور بکر کہتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا اگر آج تلوار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو اسلام روز افزوں ترقی کرے آیا جناب کے نزدیک ان دونوں مسلم شاعروں کے حق میں کیا فیصلہ ہے اور زید و بکر میں کون صحیح الرائے ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے اسلام کی روشن و پاک تعلیم اور اس کے بہتر سے بہتر صحیح اصول نے عاقلوں کو اس کا بندہ بنایا۔ جو ذرا بھی سمجھ رکھتے تھے اور مرض عناد میں گرفتار نہ تھے انھوں نے بصدق دل نہایت شوق و رغبت سے اس کا کلمہ پڑھا۔ ہاں جو احمق مرض عناد میں گرفتار تھے باوجودے کہ اس کی حقانیت ان کے دل پر آشکار ہو چکی تھی جب کسی طرح اسلام کی ضرر رسانی سے باز نہ آئے تو اسلام نے اپنے حلقہ بگوشوں کے ہاتھوں تلوار دی۔ جن کے حق میں اس طریقہ سے ہدایت ہونا تھی اور کسی طرح نہ سمجھ سکتے تھے تو وہ اس ذریعہ سے حق سمجھے کہ اگر یہ مذہب حق نہ ہوتا تو اس کے مٹھی بھر آدمی دنیا بھر کو فتح نہ کر لیتے ان کا عنادیوں تلوار کے گھاٹ اترا اور وہ سچے دل سے اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اور جن کے حق میں ہدایت نہ تھی وہ یوں بھی نہ مانے اگرچہ دل سے اس کی حقانیت کے معترف ہوئے۔ تو یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا اسلام یقیناً اپنی حقانیت ہی سے پھیلا۔ اس کی مثال نہ ملے گی کہ تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا ہو تلوار دیکھ کر بھی جس نے اسلام قبول کیا اس نے اسلام کو حق جان کر ہی قبول کیا۔ اسلام کی تلوار ہی اس کے لئے اسلام کی حقانیت کا روشن ثبوت بنی۔

[۱] سورۂ نور آیت ۲۱

ہاں ابتدا میں منافقین بھی جو بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اور باطن میں کافر تھے انھیں اسلام قبول ہی نہ ہوا وہ ویسے ہی کافر رہے تو ان میں اسلام کہاں پھیلا۔ وہ انھیں معاندین میں سے تھے جنھیں کسی طرح اسلام قبول نہ ہوا اگرچہ طرح طرح اسلام کی حقانیت ان پر روشن ہوئی۔ منافقین کو اسی زمانہ میں چھانٹ چھانٹ کر جماعت مسلمین سے نکال دیا گیا جنھوں نے برلو چالاکی یہ راہ اختیار کی تھی کہ مسلمانوں کی غنیمت میں شریک ادھر کافروں سے حصہ بانٹ ان سے ملتے تو ان کی کہتے ان میں جاتے تو ان کی کہتے کہ دونوں طرف سے حصہ پائیں اس شخص کو اپنے اس قول سے رجوع لازم کہ یہ آریہ بکا کرتے ہیں اور اس سے بے وقوف لوگوں کو بہکاتے ہیں۔ اسلام آج بھی ترقی کر رہا ہے جب کہ ان کے ہاتھ میں نہ تلوار ہے نہ یہاں کوئی اور زور رہا اول کفار سے اس کی ترقی پوچھو کروڑوں روپیا اور ہزاروں عورتیں لالچ میں دیتے اور اپنے مذہب باطل کی تبلیغ میں انبعاد چند صرف کرتے اور بعض تلوار کا زور بھی رکھتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ اس کا خیال ہے کہ اسلام کے ہاتھ میں جب تلوار ہوگی جب ترقی کرے گا اسلام تو اس وقت بھی باعتبار تعداد ترقی پر ہے ہاں جب تلوار ہاتھ میں ہوگی تو آج کی سی حالت مسلمانوں کی نہ ہوگی ان کو دنیوی عزت اس سے زائد ہوگی اور ان کی شوکت و حشمت بھی کچھ بڑھ جائے گی وہ شخص جو دل سے مسلمان نہ ہو مسلمانوں کے ڈر سے تلوار کے خوف سے اسلام ظاہر کرے اسلام اسے مسلمان کب ٹھہراتا ہے؟ اسلام تو اسے منافق کافر فرماتا ہے تو اسلام کی ترقی ہرگز تلوار سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از میرٹھ محلہ شاہ نخان مرسلہ مولوی عبدالعلیم صاحب صدیقی۔ ۱۲ رمضان ۱۳۳۵ھ

ما قولکم دام فضلکم

(۱) دف بجا کر قصائد نعت اور حالت قیام میلاد شریف میں صلاۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا ناجائز دف مع جھانج ہو تو کیا حکم اور بلا جھانج ہو تو کیا حکم؟

(۲) کسی بزرگ کے قدیم جھنڈے پر پھول چڑھانا دف بجا کر قصائد نعت و توسل پڑھتے ہوئے اس کا جلوس نکالنا پھر اس جھنڈے کو بہ نیت تبرک مجلس میلاد شریف میں رکھنا اور بعد ختم میلاد شریف ان پھولوں کو تبرک کے طور پر لوٹنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۳) کسی درویش کے خیر مقدم میں ان کی راہ میں حسب ذیل کلمات کہتے ہوئے بکرا ذبح کرنا اور اس بکرے کے خون پر ان بزرگ اور ان کے متبعین کا پیر رکھتے ہوئے چلنا اور چند قدم آگے چل کر پھر وہی حسب

ذیل کلمات کہتے ہوئے دوسرا بکرا ذبح کرنا اور اس کے خون کو پھر اسی طرح عبور کرنا نیت عبور وذبح معلوم نہیں)
کلمات اللھم منک والیک بسم اللہ اللہ اکبر اللھم اجعل صدقۃ الیٰ روح عبد روس۔

(۴) مذکورہ بکروں اور ان بزرگ کا فوٹو لیا جانا جائز ہے یا ناجائز؟ مدلل بدلائل جواب عطا فرمایا جائے رب العلمین آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب ۔ (۱) ہرگز نہ چاہیئے ظاہر ہے کہ یہ سخت سوء ادب ہے اور اگر جھانجھ بھی ہوں یا اس طرح بجایا جائے کہ گت پیدا ہو فن کے قواعد پر۔ جب تو حرام اشد حرام ہے۔ حرام در حرام ہے۔ وھذا ظاھر من ان یظھر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بھی نہ چاہیئے جھنڈے پر پھول چڑھانا محض بے معنی۔ دف بجا کر نعت ومنقبت پڑھنے کا حکم اوپر گذرا۔ ان پھولوں کو تبرک بنانا نری ہوس خام ہے جھنڈے کی کسی بزرگ کی طرف نسبت ہی کے کیا معنیٰ یہ ایسا ہی ہے جیسے تعزیہ دار فتح نشان کی عظمت حضرت امام عالی مقام کی جانب فرضی نسبت سے کرتے ہیں فرضی نسبت کیا کار آمد ہے۔ پھر اگر نسبت فرضی نہ ہو مثلاً کسی پیر کے مرید اس کی خانقاہ کے جھنڈے کی ایسی تعظیم کرتے ہوں اس پر پھول چڑھا کر انھیں لوٹتے ہوں جب بھی کہ یہ غلو ہے اور اللہ عزوجل غلو سے منع فرماتا ہے ارشاد قرآن ہے لا تغلوا فی دینکم محض جھنڈے کا جلوس نکالنا بھی ایسا ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسا کرنا بھی غلو ہے اور اگر اس ذبح سے مقصود اس مخلوق کی تعظیم بھی ہے اور ظاہر یہی بتاتا ہے کہ راہ میں ذبح کرنا اس کے خون پر قدم رکھواتے ہوئے لے جانا پھر اس منظر کا فوٹو لینا یہ سب اسی طرف ناظر۔ اس صورت میں اس کی حرمت میں کیا شبہہ ہے کہ اگر چہ اس میں اللہ کے نام سے ذبح کئے مگر اس کا ذبح خالصاً للہ نہ ہوا۔ قدوم امیر یوہیں کسی اور معظم کے قدوم پر جو ذبح کیا جائے اس کا حکم فقہائے کرام نے یہی حرمت فرمایا ہے اگر چہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے تنویر الابصار و در مختار میں ہے ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ۔ تسمیہ کا مجرد وخالص ہونا شرط ہے اور اس صورت میں وہ مجرد نہیں اس صورت میں اگر چہ ایسا کرنے والوں پر حکم کفر نہ دیا جائے مگر اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔

درمختار میں ہے ھل یکفر قولان بزازیۃ وشرح وھبانیۃ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بھذا النحر ونحوہ فی شرح الوھبانیۃ عن الذخیرۃ

شامی میں ہے[1] قولہ انہ یتقرب الی الآدمی ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا ابعد من حال المسلم فالظاھر انہ قصد الدنیا او القبول عندہ باظہار المحبۃ بذبح فداء عنہ لکن لما کان فی ذلک تعظیم لہ لم تکن التسمیۃ مجردۃ للہ تعالٰی حکما کما لو قال بسم اللہ واسم فلاں حرمت ولا ملازمۃ بین الحرمۃ والکفر اسی میں ہے[2] لا یقصد معھا تعظیم مخلوق لما سیاتی انہ لو ذبح لقدوم امیر ونحوہ یحرم ولو سمی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۴) جاندار کا فوٹو کھینچنا کھینچوانا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ حضرت صدیق اکبر، قرآن مجید جو فی زمانہ نام درج ہے اس سارے قرآن مجید کے حامل تھے یعنی حافظ تھے یا کہ اس قرآن مجید کے حافظ تھے جو پہلے حضرت عثمان غنی نے جمع کیا تھا کہ سورۃ بقر تا سورۃ عمران یا اور سورہ کے حافظ تھے؟

الجواب۔ حضرت خلیفہ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پورے قرآن عظیم کے حافظ تھے قرآن تو ایک ہی ہے اس کے کیا معنی کہ جو آج کل مروج ہے یا وہ جسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جمع فرمایا تھا۔ یہ وہی قرآن ہے جو آج بفضلہ تعالٰی ہمارے ہاتھوں ہمارے سینوں اور ہماری زبانوں پر ہے۔ جو اللہ عزوجل نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر نازل فرمایا اور جسے پہلے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو لوح میں جمع فرمایا جس کے جمع کرنے کا مشورہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا تھا پھر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی ترتیب پر۔ صواعق محرقہ میں تہذیب امام نووی سے ہے۔ انہ احد الذین حفظوا القرآن کلہ۔ امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں[3] ومن فضائلہ العظیمۃ جمعہ للقرآن فقد اخرج ابو یعلی عن علی قال اعظم الناس اجرا فی المصاحف ابوبکر ان ابابکر کان اول من جمع القرآن بین اللوحین۔ واخرج البخاری عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ وعندہ عمر فقال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ وانی لاخشی ان یستحر القتل بالقراء فی المواطن فیذھب کثیر من القرآن الا ان تجمعوہ وانی لاری ان تجمع القرآن۔

قال ابوبکر فقلت لعمر کیف افعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھو واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی فیہ حتی شرح اللہ لذلک صدری فرأیت الذی رای عمر۔ قال زید وعمر عندہ جالس لا یتکلم فقال ابوبکر انک شاب عاقل ولا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ فواللہ لو کلفنی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی

[1] درمختار جلد ۵ ص ۱۹۵ مطبوعہ بیروت [2] درمختار جلد ۵ ص ۱۹۱ مطبوعہ بیروت [3] صواعق محرقہ ص ۸۵ مطبوعہ استنبول

به من جمع القرآن فقلت كيف تفعلان شيئا لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو بكر هو والله خير فلم ازل اراجعه حتى شرح الله صدري اي للذي شرح الله له صدر ابي بكر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من الرقاع والاكتاف والعسب اي العصى من الجريد وصدور الرجال حتى وجدت من سورة التوبة آيتين مع خزيمة بن ثابت لم اجدهما مع غيره - لقد جاءكم رسول الى آخرها فكانت الصحف التي جمع فيها القرآن عند ابي بكر حتى توفاه الله ثم عند عمر حتى توفاه الله ثم عند حفصة بنت عمر رضي الله عنها - والله تعالى اعلم -

مسئلہ - از سیتاپور محلہ ترین پور وارث منزل مرسلہ مجتبیٰ حسین صاحب ایوبی ۹ راپریل سنہ ۲۳ء

مخدوم ومحترم بندہ زاد عنایتہ بعد بجا آوری آداب خادمانہ گذارش ہے کہ ایک عرصہ سے یہ مسئلہ میرے اور میرے ایک عزیز بزرگ دوست کے درمیان زیر بحث ہے کہ آیا قربانی کا گوشت کفار کو دینا جائز ہے یا نہیں لہٰذا حضور سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ کو حل فرمادیں کہ اس بحث کا خاتمہ ہو جائے۔

الجواب - قربانی اللہ عزوجل کے نام پر اراقت دم سے ادا ہو جاتی ہے گوشت کا یہ مالک ومختار ہے جو چاہے کرے اپنے صرف میں لائے یا اپنے اعزا واقربا احباب کو تقسیم کرے یا سب فقراء ومساکین کو دے دے ہاں مستحب یہ ہے کہ اس کے تین حصہ کرے ایک گھر کے لئے رکھے ایک اعزا واحباب میں تقسیم کرے ایک فقراء ومساکین کو بانٹے۔ کافر ذمی کے ساتھ بر واحسان کی اجازت ہے[1] قال تعالیٰ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا - حربی کے ساتھ ممنوع ہے[2] قال تعالیٰ انما ینہکم اللہ عن الذین قتلوکم - تو حربی کافر کو قربانی کا گوشت دینا چاہئے نہ کوئی اور شئی ہاں اگر اپنے کسی کافر خادم کو اس کی اجرت میں قربانی کا گوشت دے دے تو حرج نہ ہوگا کہ وہ اس کے اپنے ہی صرف میں آیا۔ یونہیں اگر اسے بطور انعام اس امید پر دے کہ ع مزدور خوش دل کند کار بیش۔ تو بھی حرج نہ ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین حسب ذیل مسائل میں۔

(۱) "اعلیٰ حضرت" کے معنی کیا ہیں مع دلیل کے بیان کیجئے؟

الجواب - اعلیٰ حضرت کے معنی ہیں اعلیٰ پیشگاہ - اور محاورے میں مجازاً اس کا اطلاق معظم شخص پر شائع ہے جیسے معظمین کو حضرت کہا جاتا ہے یونہیں جیسے جناب کہا جاتا ہے - سرکار بولا جاتا ہے اور بلا چھوٹا نہ کے

[1] سورۂ ممتحنہ آیت ۸ [2] ایضاً آیت ۹

محاورے میں معظم شخص پر دربار کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ یونہیں عام محاورے میں معظم ترکو جناب عالی۔ عالی جناب، عالی سرکار، سرکار عالی کہا جاتا ہے، یونہیں حضرت اعلیٰ، اعلیٰ حضرت، عالی حضرت، حضرت عالی بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بعض کہتے ہیں سرکہ کھانا منع ہے۔

الجواب۔ سرکہ کھانا بہت اچھا ہے حدیث میں فرمایا نعم الادام الخل۔ جو کہتا ہے منع ہے جھوٹا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کس طرح کا پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہے۔ مثلاً جھوٹا پانی، سبیل کا پانی، وضو کا بچا پانی، آب زم زم۔ یہ پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ آب زم زم اور وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں۔ سبیل کا پانی لوگوں نے اس لئے لگایا ہے کہ اکثر سبیل کے نیچے کیچڑ ہوتی ہے۔ بیٹھنے کا موقع نہیں ہوتا مسلمان کا جھوٹا پانی کھڑے ہو کر نہ پئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۴) السلام علیکم کس شخص کو کرنا درست نہیں مثلاً جوا کھیلتا ہو تاش کھیلتا ہو۔ کھانا کھاتے وقت تلاوت کرتے وقت اور وظیفہ میں مبتلا ہو۔ ان موقعوں پر جواب السلام علیکم کا دینا درست ہے یا نہیں۔ محفل میلاد میں ہو اور کس کس موقع پر السلام علیکم کا جواب دینا درست ہے؟

الجواب۔ معلن فاسق جو کسی کبیرہ کا مرتکب یا صغیرہ پر مصر ہو اس سے ابتداء بسلام نہ کی جائے مگر جب کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہو ایسے مشغول شخص کو بھی سلام نہ کیا جائے جو کھانے پینے میں مشغول ہو یا علم دین کے درس میں یا تلاوت قرآن عظیم کر رہا یا درود شریف یا اور کوئی وظیفہ پڑھ رہا ہو۔ یونہیں واعظ یا میلاد خواں اور جواب دینا درست ہے۔

(۵) عورتوں کو کھڑی ایڑی کا جوتا پہننا درست ہے؟

الجواب۔ جو جوتا مردانہ ہو یعنی جس وضع کا مردوں کے ساتھ خاص ہو عورتوں کو اس کا پہننا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۶) دولہا کو مہندی لگانا درست ہے یا نہیں آج کل عام رواج ہے۔ دولہا چاندی کا زیور پہنتے ہیں اور کنگن باندھتے ہیں کیا زیور اور کنگن اترواکر نکاح پڑھا جاوے اگر زیور اور کنگن پہنے ہیں اس صورت میں نکاح پڑھا دیا تو درست ہے؟

الجواب۔ مرد کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا ناجائز ہے۔ زیور پہننا گناہ ہے کنگنا ہندوؤں کا رسم ہے یہ سب چیزیں پہلے اتروائیں پھر نکاح پڑھائیں کہ جتنی دیر نکاح میں ہوگی اتنی دیر وہ اور گناہ میں رہے گا اِزالۂ منکر میں قدرت ہوتے ہوتے دیر خود گناہ ہے باقی اگر زیور پہنے ہوئے نکاح ہوا تو نکاح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) نقلی کام کا جوتا مرد کو پہننا درست ہے یا نہیں یعنی چاندی سونے کا تار نہ لگا ہو۔ اور اگر چاندی سونے کا تار لگا ہو تو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ جھوٹے کام کا استعمال نہ کریں اور وہ سچا بھی جو مغرق ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۸) سیاہ لباس پہننا درست ہے یعنی سر سے پیر تک سب کپڑے سیاہ ہوں۔

الجواب۔ جائز ہے مگر محرم میں درست نہیں نہ سب کپڑے سیاہ پہننا نہ کوئی ایک آدھ کہ یہ روافض کا دستور ہے اور ان کے ساتھ تشبہ ممنوع واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) جو مرد چوڑی پہنتے ہیں سدا سوہاگ بنتے ہیں ان کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم! پہننے والے گنہ گار ہوتے ہیں مگر بعض اولیا کہ حکماً ایسا کرتے ہیں ان کے لئے وہی حکم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۰) جو شخص برہنہ پڑا رہے اور مجذوب میں شمار کیا جاوے یہ درست ہے اس کے پاس جانا خدمت کرنا اس کو کامل سمجھنا درست ہے؟

الجواب۔ مجذوب کی بھی ایسی حالت نہیں دیکھی جا سکتی کہ وہ مرفوع القلم ہے دیکھنے والا تو مرفوع القلم نہیں اسے اس کے ستر پر نگاہ کرنا جائز نہیں۔ ہر کس و ناکس کو مجذوب سمجھ لینا بھی نہ چاہئے۔ اور جو مجذوب ہو اس سے بھی دور ہی رہنا چاہئے کہ اس سے نفع کم اور ضرر زائد پہونچنے کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۱) سونے کی انگوٹھی اس نیت سے پہن کر سفر میں جانا کہ وقت ضرورت پر کام آوے درست ہے یا چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ سونے کی انگشتری مرد کے لئے جائز نہیں چاندی کی انگشتری ایک نگ کی جس قدر بھی قیمتی ہو ساڑھے چار ماشہ سے کم کی مرد کو پہننی جائز ہے۔ چاندی سونا جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) بزرگوں کی فاتحہ مزار کے سامنے دلانا افضل ہے یا مزار سے علیحدہ؟ بینوا توجروا

الجواب۔ فاتحہ مستحب ہے چاہے جہاں ہو اور مزار کے پاس یوں اور بھی اچھا ہے کہ قریب مزار میں قرآن عظیم کی تلاوت بیک کرشمہ دو کار ہوگی۔ فاتحہ کا ایصال ثواب بھی اور وہاں تلاوت قرآن عظیم بھی جس سے میت کو فرح و سرور اور انس و انبساط ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۳) تاش جو عام طور سے کھیلا جاتا ہے بغیر ہار جیت کے یہ درست ہے یا کس قدر گناہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ تاش کھیلنا حرام ہے سخت گناہ ہے اور اس میں بازی لگانا اور جوا کھیلنا حرام در حرام ہے سخت شنیع خبیث کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۴) ہندو کو فاتحہ کی شیرینی دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حربی کفار کو نہ فاتحہ کی شیرینی دینی درست نہ غیر فاتحہ کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۵) ہندو اگر شیرینی لائے اور کہے فاتحہ دے دو کسی بزرگ کی یا پیغمبر علیہ السلام کی تو فاتحہ دینا درست ہے اور فاتحہ دے کر ہندو کو شیرینی دے دی جاوے یا مسلمانوں کو تقسیم کردی جاوے۔

الجواب۔ ہندو سے شیرینی لے کر اپنی کرکے اپنے آپ فاتحہ دے کر اپنی سمجھ کر تقسیم کردیں واللہ تعالیٰ اعلم ہندو کی چیز پر فاتحہ نہیں ہوسکتی، واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۶) عورتوں کو قبرستان میں جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ نہیں چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۷) بعض کہتے ہیں تیجے یعنی سوئم کے چنے چبانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے اور میت کی فاتحہ کا کھانا کھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب۔ غلط ہے ہاں اغنیاء کو کھانا نہیں چاہئے کہ اغنیاء کے قلب میں اس سے قساوت پیدا ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۸) تہبند پہن کر یعنی تہبند کا سرا پیچھے نہیں گھرسا ہے اس حالت میں قبرستان میں جانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ درست ہے اور تہبند یوں ہی باندھنا چاہئے پیچھے گھرسنا نہیں چاہئے، مردے تہبند کے نیچے سے ستر نہ دیکھیں گے یہ جاہلوں میں غلط مشہور ہے کہ گھرسا نہ ہوگا تو مردہ ستر دیکھ لے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۹) بزرگوں کے مزار پر چادریں چڑھانا درست ہے یا نہیں اور لفظ چڑھانا استعمال کرنا درست ہے

یا نہیں یا بجائے چڑھانے کے دوسرا لفظ استعمال کیا جاوے جو دوسرا لفظ استعمال کیا جاوے وہ تحریر کر دیجئے۔

الجواب۔ درست ہے چادر چڑھانا ایسا ہی بولا جاتا ہے جیسے غلاف چڑھانا مگر یہ لفظ نہ بولیں چادر ڈالنا بولیں واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ جوگیان ڈاک خانہ ایجنٹ نگر مرسلہ مسلمانان قصبہ مذکورہ۔ ۱۱ جمادی الثانیہ ۵۲ھ

خاندان مداریہ کے سلسلہ جاری ہیں یا سوختہ ہیں؟ بینوا بالدلیل و توجروا

الجواب۔ بے کار سوال کئے جاتے ہیں نماز روزے وغیرہ ضروری مسائل تو پوچھے نہیں جاتے یہ بے کار باتیں دریافت کی جاتی ہیں اور پھر ایک بار نہیں واللہ اعلم کتنی بار یہ سوال آیا ہے لوگ برابر اس سلسلے میں بیعت کرتے مرید ہوتے ہیں انھیں یہ ثابت نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہو چکا ہے جن بزرگوں کو اس کی اطلاع ہے انھوں نے ایسا تحریر فرمایا ہے اس میں اس درجہ جاہلوں کو پڑنا کہ ایک دوسرے کا دشمن ہو جائے تکفیر و تفسیق تک نوبت پہونچ جائے ہرگز جائز نہیں جو مداری سلسلہ میں ہوتے ہیں ان سے تعرض نہ کریں کہ اس بے کار بحث کا نتیجہ سوا فساد اور کچھ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ ہمارے یہاں رواج ہے کہ گیارہویں شریف کے فقیروں کا ایک گروہ ہاتھ میں رنگین جھنڈے لئے ہوئے جس کو نشان کہتے ہیں اور لوبان دانی میں لوبان سلگائے ہوئے اور دائرہ (دف) بجاتے اور قصائد گاتے ہوئے نکلتا ہے اس کا نام ان فقیروں نے راتب رکھا ہے عورتیں اس راتب کی منتیں مانتی ہیں۔ یہ گروہ مسلمانوں کے مختلف محلوں میں گذرتا ہے اور دروازوں پر ٹھہرتا ہے اور تھوڑی دیر قصائد گاتا ہے محلے کی عورتیں اکثر حالت میں بے پردہ ان کے سامنے آتی ہیں پھر اہل خانہ ان کو کچھ نذرانہ دیتا ہے بعض عورتیں اس راتب کی نذر بھی مانتی ہیں کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو گیارہویں کے روز میں اپنے مکان پر راتب کراؤں گی وغیرہ لہذا اس طرح راتب پڑھنے یا پڑھانے اس کی نذر ماننے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ عورتوں کا نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہونا حرام ہے راتب کے وقت ہونا یا کسی وقت۔ راتب کا مقصد کیا ہے اور یہ کیا رسم ہے ادھر یہ نہیں ہوتا ہے بہر حال اگر قصائد ناجائز نہیں ہوتے اور اس کا کوئی مقصد مقبول ہے تو کچھ حرج نہیں مگر دف نہ ہونا چاہئے یا ہو تو سادہ اور ہیئت موسیقی سے نہ بجایا جائے۔ یہ راتب اس سے زائد کچھ اور نہیں معلوم ہوتا کہ زر کشی اور اپنے راتب کے لئے کچھ حاصل کر لینے کا ایک آلہ ہے تو یہ بھیک کے ڈھنگوں میں سے ایک نیا ڈھنگ ہے۔ اگر ایسا ہے تو سوا محتاج کے اور

فقیروں کو کچھ دینا ناجائز ہے۔ اور اس کی منت و نذر محض لغو و بیہودہ بات ہے اور جب اس میں بے پردگی بھی ہوتی ہے تو اور بھی زیادہ اشد بات ہے عورتوں کو اس سے روکا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از مظفر پور مرسلہ انوار الحق صاحب قادری رضوی حلدی۔ ۲۶ جمادی الآخرہ ۵۲ھ

(۱) ارواح مسلمان کی پاک ہیں یا ناپاک اگر پاک ہے تو نار دوزخ کیسے جلائے گی؟

(۲) باجا فونوگراف بجانا کیسا ہے اور اس کا سننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ (۱) مسلمان کی روح نجاست کفر سے پاک ہے مگر عاصی کو آلائش معاصی سے پاک کرنے کے لئے اسے اتنی مدت جہنم میں رہنا ہوگا جب تک خدا چاہے والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ اللّٰھم اجرنا من النار۔ مسلمان کی روح کو ناپاک نہ کہنا چاہئے۔ روح نہیں جلائی جاتی نہ وہ جلنے کی چیز ہے۔ جسم جلایا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲) فونو لہو لعب کے آلات سے ایک آلہ ہے اور لہو لعب حرام اس کا بجانا اور سننا دونوں ناجائز و گناہ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از بمبئی زکریا مسجد ۳ مرسلہ جناب اکبر حسین صاحب معرفت سید خیرالدین صاحب۔ ۶ر ذی قعدہ ۵۲ھ بخدمت محترم موقر شیخ الاسلام جناب مولانا مصطفےٰ رضا صاحب مفتی سلمہٗ اللہ تعالیٰ آمین۔

میں جناب دادا پیر قبلہ...... صاحب کا خلیفہ پیر...... صاحب کا مرید ہوں میرے پیر صاحب مذکور جناب پیر صاحب مذکور الصدر کے طرف سے پیری مریدی کے سلسلہ میں بحیثیت خلیفہ کے اکثر پونہ میں تشریف لایا کرتے ہیں مگر پیر صاحب ایک سفر میں جناب قبلہ دادا پیر صاحب میرے پیر صاحبان کا ورود محلہ گھوڑ ٹھور میں ہوا عاجز بھی اس محلہ میں قیام پذیر تھا ہر دو پیر صاحبان ایک ہفتہ تک متصل مسجد فروکش رہے عاجز بھی ہر دو بزرگان کی خدمت میں یومیہ حاضر ہوا کرتا تھا مگر باوجودے کہ اذان و اقامت کی آواز برابر سنائی دیتی تھی مگر پیر...... صاحب نے کبھی مسجد میں جاکر نماز نہیں پڑھی ہاں گاہے گاہے پیر...... صاحب شرمًا حیاءً مسجد میرے ساتھ چلے جاتے تھے مگر پابند نماز و جماعت یا مسجد کے یہ بھی نہ تھے ادب و بے علمی مانع ہوتی تھی کہ پیر صاحبان کی مسجد کی عدم حاضری کا باعث دریافت کرے لیکن مجبورًا ایک دن پیر...... صاحب سے مسجد میں جاکر نماز نہ پڑھنے کا اپنی زبان سے دریافت کیا تو جوابًا آپ نے فرمایا کہ ان اماموں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ اب جواب طلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو بلا عذر شرعی پانچ وقت مسجد میں حاضر نہیں ہوتا ہو تو

گھر میں اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) دوئم یہ کہ قبلہ پیر...... صاحب کا حلقہ درس قوالی مع باجا گاجا کے ہوتا تھا جن مکاران پر مصنوعی حال آتا تھا وہ پیر صاحب کو بے حجابانہ سجدے کرتے تھے میں نے مجبوراً پیر....... صاحب سے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ پیر کو تعظیمی سجدہ جائز ہے میں حیرت میں رہ گیا سجدہ تو بجز خدا کے کسی کو نہ کرنا چاہئے کیا پیر کو سجدہ کرنا جائز ہے اور ایسا پیر جو پنجوقتی نماز مسجد کی اذان واقامت سنے اور مسجد میں نہ جائے اور باجا گاجا کے ساتھ قوالی میں مست رہے اور مرید سجدے کریں ان کو منع نہ کرے ایسے پیر سے مرید ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اگر اس کی مریدی توڑے تو شرعاً کوئی جرم تو نہیں ہے۔ مذکورہ بالا عیبوں والے پیر کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا عند اللہ بغیر حساب۔

الجواب۔ بلاوجہ شرعی جو تارک جماعت ومسجد ہو فاسق ہے۔ مگر جو نماز وہ گھر میں پڑھے گا ہو جائے گی۔ بے وجہ شرعی ترک جماعت ومسجد کا اس پر الزام ہوگا مگر مسافر کہ اسے رخصت ہے بہتر اس کے لئے بھی حاضری مسجد وجماعت ہے مگر اس پر لازم نہیں۔ خصوصاً مقتدا و پیشوا اصحاب کے لئے ان کا ترک مسجد وجماعت محض بربنائے سفر ہرگز مناسب نہیں حد درجہ نامناسب ہے لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد کے معنی یہ نہیں کہ گھر میں جو نماز پڑھی وہ نماز ہی نہیں بلکہ یہ کہ وہ صلاۃ کاملہ نہیں۔

صورت مستفسرہ میں جو پیر صاحب نے ترک جماعت ومسجد کی یہ وجہ ظاہر کردی کہ ان اماموں کے پیچھے ہماری نماز نہ ہوگی تو اب اس سوال کے کیا معنی ہیں کہ بے عذر شرعی جو حاضر نہیں ہوتا الخ وہ تو عذر شرعی بتاتے ہیں اور سوال اس کے متعلق ہے جو بے عذر حاضری ترک کرے رہا ترک صلاۃ، یہ بہت اشد حرام فسق لاکلام ہے۔ یہ اگر ثابت ہو تو نہ عذر سفر یہاں مقبول ہے نہ عذر عدم اہلیت امام۔ بے نمازی سے بیعت ناجائز ہے اور لاعلمی میں جو لیسے سے بیعت ہو گیا ہو اسے بعد علم دوسرے کسی جامع شروط سے بیعت چاہئے۔ قوالی مع مزامیر ہمارے نزدیک ضرور حرام وناجائز وگناہ ہے اور سجدۂ تعظیمی بھی ایسا ہی۔ ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے اگرچہ وہ لائق التفات نہیں۔ مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکم فسق سے بچادیا ہے جو ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مرتکب ہوتے ہیں اگرچہ شرعاً ان پر اب دہرا الزام ہے ایک ارتکاب حرام کا دوسرا اسے جائز سمجھنے خلاف قول صحیح جمہور چلنے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ ہنود وغیرہ کافرین سے اگر کسی مسلمان نے تکلیف کے وقت کچھ قرضہ لیا تھا اور ادائیگی

کی کوئی صورت نہیں ہوئی اور یہ لوگ کچھ کر بھی نہیں سکتے یعنی کوئی ثبوت نہیں قرض دینے کا تو دعوٰی دھکا بھی نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں پرایا قرض نہ دینے کی وجہ سے وہ مسلمان گنہ گار ہو گا یا نہیں۔ مولٰی تعالٰی کے یہاں یا یہ کہ مسلمان قرضہ تو ادا کر سکتا ہے مگر جان بوجھ کر نہ ادا کرے کیونکہ وہ کسی طرح وصول نہیں کر سکتے اور اس کی عزت و آبرو پر یقیناً کوئی آفت نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت میں یہ مسلمان مال موذی نصیب غازی سمجھ کر نہ ادا کرے تو گناہ گار ہو گا یا نہیں؟

الجواب۔ وفائے عہد مسلمان پر فرض ہے، قرض لے کر واپس نہ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم!

مسئلہ۔ از آنولہ ضلع بریلی مسئولہ از مولوی عبد اللطیف صاحب۔ تاریخ ۲۴ رمارچ ۵۳ء

(۱) زید کا والد افعال حرام کا ارتکاب کرتا ہے تو زید اس سے بوجہ ارتکاب افعال حرام ناراض رہتا ہے اسی وجہ سے دنیاوی امور میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری بھی نہیں کرتا ہے تو کیا اس وجہ سے گناہ گار مرتکب عقوق والد ہو گا یا نہیں؟

(۲) زید کی والدہ اگر کوئی حکم زید کو دے اور اس حکم کے خلاف اس کا والد حکم دے تو زید کو کس کا حکم ماننا واجب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ (۱) ضرور۔ جو امر خلاف شرع نہ ہو اس میں باپ کی اطاعت لازم ہے اور نہیں کرتا تو ضرور عاق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم!

(۲) ماں باپ دونوں کی اطاعت لازم ہے اور جہاں دونوں کی نہ ہو سکے وہاں والد کی اطاعت مرجح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم!

مسئلہ۔ از پادرا گجرات۔ مرسلہ جمال بھائی قاسم بھائی۔

ریاست بڑودہ کے اندر مسلمانان بڑودہ راج کانفرنس نامی ایک انجمن واسطے حقوق طلبی و تحفظ اسلام قائم کی ہوئی ہے یہ انجمن ہیچ کوئی مذہبی امور کے دخل کرنے کے واسطے نہیں ہے صرف یہاں کے ہنود راجہ و ہنود رعایا کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے اس لئے اس میں بلا قید ہر فرقے کے کلمہ گو شامل ہو سکتے ہیں کیا اس انجمن میں سنی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ اس کانفرنس میں شرکت برائے تحفظ حقوق اہلسنت بمقابلہ فرق باطلہ و تحفظ حقوق اسلام بمقابلہ اعداء اسلام ضروری ہے۔ فرق باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز و حرام ہے جو بر بنائے محبت و موالات

ہو نیز وہ جو بے ضرورت وحاجت ومصلحت شرعیہ ہو نہ وہ جو برائے تبلیغ ورد ہو واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد متصل کوٹھی عبد اللطیف خاں صاحب رضوی ٹھیکیدار مرحوم مرسلہ شہزادی بیگم۔ ۳ر محرم ۵۳ھ۔

جو شخص کہ اہل سنت پنجوقتہ نمازی روزہ اور تلاوت کا پابند ہو اور پارسا ہو اور گورنمنٹ گرلس اسکول کی ملازمہ ہو اور غیر مذہب رافضی کو دلی محبت سے تعلیم دے اور آپس میں وہ دونوں استاد شاگرد دلی محبت کا اظہار محبت کے لفظوں میں زبان سے ادا کریں یا تحریر میں لکھیں ان لفظوں میں کہ مجھ کو تم سے قدرتی محبت ہے تمہارا احسان حشر تک مرتے وقت تک نہیں بھولوں گی تم آتی ہو تو مجھ کو تسلی ہوتی ہے نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے اگر اس شاگرد رافضن کے یہاں کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کی عیادت کو جانا اس کے ذریعہ سے سودا کھانے پینے کا منگوانا جائز ہے یا نہیں۔ اس رافضن کو ان بی بی نے بہن بنایا ہے اس کے لئے لفظ ہمشیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے یہ بی بی جناب قبلہ وکعبہ اعلیٰ حضرت پیرو مرشد کی مرید ہیں۔

(۲) جب کہ مجبوری سے اپنی گذر اوقات کرنے کے لئے گورنمنٹ کی ملازمت ہے اس میں غیر مذہب رافضی کو اصول کے مطابق تعلیم دینا اور دل میں کراہت کرنا ظاہر و باطن میں دلی محبت کا برتاؤ نہ کرنا گاہے بگاہے سرسری طور پر دنیا کا برتاؤ برتنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چاندی کا خلال کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح پر یا کسی غیر مذہب رافضی کے دینے پر اور اس کے کہنے پر کہ جائز ہے استعمال میں لایا جاتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر اپنی زندگی میں کوئی اپنی موت حیات کرے تو اپنی زندہ روح پر فاتحہ کا ثواب کس طرح پہونچانا چاہئے؟

الجواب۔ کسی کافر سے دلی محبت وموالات جائز نہیں خصوصاً مرتد سے۔ رافضیہ مرتدہ ہے اس سے علاقہ محبت وموالات رکھنا تو بہت سخت ہے محض صوری موالات بھی حرام ہے اور جب واقع میں محبت نہیں محض زبانی دعویٰ کیا جاتا ہے تو ایک تو جھوٹ کا گناہ دوسرے بے ضرورت ملجۂ محبت وموالات صوریہ کا گناہ اوڑھا جاتا ہے کہ اس زبانی دعویٰ محبت ودوستی کے لئے وہ برتاؤ ضروری ہیں جن سے محبت کا ثبوت ہو جیسے مریض کی عیادت کو جانا۔ حدیث کا ارشاد تو یہ ہے وان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو بیمار پرسی کو نہ جاؤ اور اگر مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ کفار سے دلی

محبت تو سخت اشد ہے جس پر قرآن عظیم نے فرمایا ﷺ انکم اذا مثلہم کفار سے دلی محبت کرنے والا انھیں کے مثل ہے اور فرمایا فلیس من اللہ فی شیئی یعنی اسے خدا سے کوئی علاقہ نہیں۔ ان سے اظہار محبت بے ضرورت ومصلحت شرعی حرام ہے۔ یہ کہنا کہ مجھے تم سے قدرتی محبت ہے اگر محبت نہیں ہے تو جھوٹ ہے یوں ہی یہ کہ تم آتی ہو تو مجھے تسلی ہوتی ہے نہیں آتی ہو تو صدمہ ہوتا ہے، اسے بہن بنانا اسے ہمشیرہ کہنا ناجائز وگناہ ہے ان سب باتوں سے توبہ ورجوع لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲) جائز تعلیم میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم!

(۳) چاندی سونے کا خلال ناجائز ہے اگر محض ملمع ہو تو جائز ہے رافضیہ کے جائز بتانے پر عمل کرنا اپنے مذہب کا حکم نہ ماننا روافض کے مذہب کا باطل فتویٰ ماننا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۴) اللہ عزوجل کے لئے جو نیک کام کرے تلاوت قرآن عظیم، درود خوانی، صدقہ خیرات دینا، ان کا ثواب اسے اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو ملے گا جیسے اور کاموں نماز روزے وغیرہ کا ثواب۔ ثواب پہونچانا اس کا کام نہیں۔ ثواب دینا اللہ عزوجل کا کام ہے اس کا کام دعا ہے جیسے دوسرے کے لئے دعا کریں کہ الٰہی اس میرے پڑھے اس کئے کا ثواب نہ میرے عمل کے لائق بلکہ تو اپنے کرم وفضل کے لائق فلاں کی روح کو عطا فرما۔ یوں ہی اپنے لئے دعا کرے کہ مجھے عطا فرما۔ خدا چاہے گا تو اسے عطا ہوگا۔ روح کسی کی نہیں مرا کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از بمبئی کھوکھا بازار مکان نمبر ۲۲ دوسرا مالہ پوسٹ نمبر ۳ مرسلہ جناب حافظ سید نور الحق صاحب قاسمی برکاتی قادری ۲۹ محرم الحرام ۵۳ھ

حضور والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ۔ ایک استفتا حاضر کرتا ہوں اس کی وجہ سے یہاں سخت بے چینی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قاتلہ آپ کی زوجہ جعدہ ہے کیا اس کا ثبوت ہے یہاں علماء کی جماعت میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک وہ جس کے چند افراد کہتے ہیں کہ جعدہ کا زہر دینا ثابت نہیں اس لئے خواہ مخواہ الزام نہیں لگا سکتے اور ثبوت میں سوانح کربلا پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اور اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی لکھا ہے کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا۔ امام کی (قرین) کے ذمہ الزام لگا کر خود گالی دیں اور سنیوں سے دلوائیں ملخصاً۔ دوسرا گروہ جس میں بمبئی کے تمام مولوی خواہ شہادت نامہ پڑھنے والے ہوں یا فاضل سب کہتے ہیں

سورۂ نساء آیت نمبر ۱۴۰ ۔۲

کہ بلاشک جعدہ اور ثبوت میں وہی مورخین کی روایات ــــ جب کہا گیا کہ قتل مومن بالعمد کا الزام بغیر ثبوت کسی پر لگانا کب درست ہے تو جواب دیا کہ پھر تو معلوم ہوا کہ امام کو زہر دیا ہی نہیں گیا آپ کی شہادت ہی نہیں ہوئی ورنہ قاتل کا نام بتاؤ غرضکہ ایسی ہی باتیں ہو رہی ہیں ارشاد فرمائیں کہ جعدہ نے زہر دیا ہے یا نہیں۔ شرعًا جعدہ کو قاتلہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب۔ عزیز محترم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ۔ میں مکان پر موجود نہ تھا واپسی کے بعد اب جواب حاضر کرتا ہوں تکلیف انتظار ہوئی۔ جعدہ کی طرف قتل امام عالی مقام کی نسبت کو علماء ائمہ کرام نے مقرر رکھا ہے تو وہ محض بے سروپا حکایت نہیں کہ کسی مؤرخ نے یوں ہی اپنے ظن وتخمین سے اختراع کی ہو اور قیاسی ڈھکوسلوں سے گڑھ لی ہو اور پھر عوام میں مشہور ہوئی ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو علماء وائمہ ہر گز اسے مقبول نہ ٹھہراتے مقرر نہ رکھتے اپنی تصانیف میں خود جعدہ کی جانب نسبت نہ کرتے۔ بلکہ وہ یقینًا اسی زمانہ سے مشہور ومستفیض خبر کی حیثیت سے منقول ہوئی۔ اس لئے علماء وائمہ نے اس کا اعتبار فرمایا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفسار کہ کس نے آپ کو زہر دیا اس کے کچھ منافی نہیں شہرت واستفاضہ کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہے اسی وقت شہرت ہو جانا ضرور نہیں خصوصًا ایسا معاملہ جس کے اخفا کی شدید کوشش کی جائے ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حضرت امام حسین کو اس کی اطلاع نہ ہو پھر ہوئی ہو یا یہ کہ حضرت کو اطلاع ہو گئی ہو مگر مزید اطمینان کے لئے دریافت فرماتے ہوں یا یہ کہ یہ استفسار محض دریافت منشا کے لئے ہو کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس میں کیا منشا ہے معاملہ سخت نازک تھا۔

ادھر برادر محترم کی جان اُدھر جعدہ زوجہ امام تھی اگر قصاصًا قتل کی جائے تو اپنے برادر محترم اور خود اپنی اور گھر بھر کی عزت۔ ممکن کہ قاتل معلوم ہوتے ہوئے بھی حضرت کا منشا اس نازک مسئلہ میں دریافت کرنا ہو اس لئے یہ ذکر یوں چھیڑا کہ استفسار فرمایا کہ آپ کو کس نے زہر دیا۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب پر اگر نظر کی جائے تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کے خیال مبارک میں زہر دینے والا ہے اور حضرت کسی مصلحت سے اس سے بدلہ لئے جانے پر رضامند نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت نے جواب میں فرمایا اللہ اشد نقمۃ ان کان الذی اظن والا فلا یقتل بی واللہ بری۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا یا اخی قد حضرت وفاتی ودنا فراقی لک وانی لاحق بربی واجد کبدی تقطع وانی لعارف من این دھیت فانا اخاصمہ الی اللہ تعالیٰ فبحقی علیک لاتکلمت

فی ذالک بشئ واقسم علیک باللّٰہ ان لا تریق فی امری محجۃ دم۔ نیز ایک روایت میں ہے یا اخی سقیت السم ثلاث مرات لم اسقہ مثل ھٰذہ المرۃ فقال من سقاک قال ما سؤالک عن ھٰذا ترید ان تقاتلھم اکل امرھم الی اللّٰہ (صواعق[1] محرقہ) پہلی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو کسی کی طرف گمان ہے لہذا محض گمان پر نہیں فرمانا چاہتے کہ فلاں نے زہر دیا فرماتے ہیں اگر وہ ہے جسے میں گمان کرتا ہوں تو اللہ عزوجل اس سے بڑا انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ نہیں تو میرے خون بہا میں بری کیوں قتل ہو مگر دوسری اور تیسری روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت کو معلوم ہے کہ قاتل کون ہے زہر کس نے دیا ہے؟ زہر بھی ایک بار نہیں تین بار دیا گیا ہے کہاں تک زہر دینے والا ایسی صورت میں پوشیدہ رہ سکتا، فرماتے ہیں برادرم میں اس آفت کے پرکالے کو بے شک خوب پہچانتا ہوں۔ میں اس سے اللہ کے حضور مخاصمہ کروں گا تمہیں میرے حق کی قسم اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا اور میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے معاملہ میں کوئی قطرہ خون نہ بہانا۔

ان دونوں روایتوں میں توفیق کی صورت ایک ہی ہے وہ یہ ہے کہ ہر روایت کو ایک ایک وقت پر محمول کیا جائے کہ جس وقت تک یقین نہ تھا محض گمان تھا وہ فرمایا اور جب یقین ہو گیا تو یہ فرمایا کہ میں خوب پہچانتا ہوں۔ حضرت کا قسمیں دے دے کر انتقام سے روکنا بلکہ اس بارے میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے کو قسم دے کر منع فرمانا جو کچھ کہہ رہا ہے ظاہر ہے حضرت جانتے ہیں کہ برادر خورد کے علم میں بھی قاتل ہے یہ سوال محض دفع وقت منشا کے لئے ہے یا یہ کہ یہ بات چھپی رہنے والی نہیں اگر برادر خورد کو اس وقت اس کا علم نہیں تو اب ہوا اور اب ہوا۔ لہذا قسمیں دے کر ارادۂ انتقام سے روکا۔ اگر جعدہ قاتلہ نہ ہوتی تو قسمیں دینے کی حاجت نہ ہوتی اتنا بلیغ اہتمام منع نہ فرمایا جاتا۔ اگر کوئی اور قاتل ہوتا جو اہل بیت سے نہ ہوتا اور حضرت اس سے دنیا میں انتقام نہ چاہتے تو بس اتنا فرماتے کہ اللہ اشد نقمۃ اکل امرہ الی اللہ۔ یہ قسمیں نہ دی جاتیں۔ یہ قسم دے کر اس معاملہ میں کوئی کلمہ زبان سے نکالنے ہی کو منع نہ فرماتے۔ جو علماء جعدہ کی جانب قتل امام کی نسبت سے راضی نہ ہوں یا نہ ہوں نہ نسبت کنندہ علماء کو ان پر کسی طعن کا موقع ہے نہ انھیں ان پر جعدہ کی جانب نسبت نہیں کرتے وہ اپنے زعم میں اسے احتیاط جانتے ہیں کہ قتل وہ بھی قتل امام حسن جرم اشد و اعظم ہے اور بے قطع کسی مسلم کی جانب ایسے جرم کی نسبت جائز نہیں۔

اور جو نسبت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ صحیح ہے مگر شہرت اور علماء و ائمہ کا قبول ایسی چیز نہیں جو نظر انداز

[1] صواعق محرقہ ص ۱۴۱ مطبوعہ استنبول

کی جاسکے وہ ائمہ بھی یہ جانتے تھے کہ بے قطع کسی جرم کی نسبت کسی مسلم کی جانب نہیں کی جاسکتی تھی انھوں نے اس نسبت کو قبول کیا برقرار رکھا خود اپنی تصانیف میں یہ جرم جعدہ سے منسوب کیا ہمارے لئے وہ قدوہ ہیں۔ آج تیرہ سو برس بعد ہم اس کی تحقیقات نہیں کر رہے ہیں کہ کوئی قطعی بات معلوم ہو جب تو نسبت کرنا جائز ہے ورنہ حرام۔ **یوں تو یزید ہی کی طرف امام حسن کے قتل کرانے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مظالم و قتل و** غارت کی نسبت نہ کریں۔ ابن زیاد بد نہاد اور شمر مردود اور نحس ابن سعد اور ان کے ہمراہیان کسی پر کوئی الزام نہ رکھا جاسکے سب کو یہی کہہ دیا جائے کہ خارجیوں کا یہ پروپیگنڈا ہے انھوں نے خود قتل کیا اور بادشاہ اور اس کے حکام وعمال سے منسوب کر دیا۔ یا کوئی روافض نے خود دھوکے دے کر بلایا اور قتل وغارت کیا اور ان لوگوں سے منسوب کر دیا۔ سوانح کربلا میں جو یہ لکھا کہ یہ روایت غیر معتبر ہے اپنا عندیہ لکھا۔ اور یہ لکھا کہ اس کی بنا پر امام کے قتل کا الزام جعدہ کے سر نہیں لگا سکتے یہ بھی اپنا عندیہ ہے اور وہ اسی میں احتیاط سمجھے۔ رہا یہ کلمہ کہ خارجی گروہ کا اس سے بڑھ کر کیا تبرا ہوگا الخ بہت گراں ہے ہمارے ائمہ وعلماء یہی فرماتے آئے اپنی تصانیف میں اسی کو ذکر فرمایا۔ یہ خارجیوں کا تبرا ہو تو ان علماء پر (ان کے) عدم اعتبار وقلت تدبر کا الزام ہوگا ہی۔ ہمارے سامنے خارجیوں کی کوئی تصنیف نہیں ہمارے پیش نظر تو ائمہ وعلماء اہل سنت کی تصانیف ہیں جن میں جعدہ ہی کی طرف اسے منسوب کیا ہے اور اس طرح کہ اسی روایت پر اقتصار کیا ہے کوئی دوسرا قول لکھا ہی نہیں۔

صواعق محرقہ[1] امام علامہ ابن حجر الہیتمی دیکھئے وہ لکھتے ہیں۔ کان سبب موتہ ان زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیہا یزید ان تسمہ ویتزوجہا وبذل لہا مائۃ الف درھم ففعلت فمرض اربعین یوما فلما مات بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال لہا انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا۔ تاریخ الخلفاء[2] امام جلال الدین سیوطی میں ہے۔ توفی الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالمدینۃ مسموما سمتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس دس الیہا یزید بن معاویۃ ان تسمہ فیتزوجہا ففعلت فلما مات الحسن بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال انا لم نرضک للحسن افنرضاک لانفسنا۔ سر الشہادتین جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی میں ہے سبب موتہ ان زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس سمتہ باغواء یزید بن معاویۃ وکان یزید ضمن لہا ان یتزوجہا ففعلت فمرض الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اربعین یوما ثم مات فبعثت جعدۃ الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال انا لم نکن نرضاک للحسن افنرضاک لانفسنا۔ انھوں نے تو اس کے

[1] صواعق محرقہ ص ۱۴۳ مطبوعہ استنبول   [2] تاریخ الخلفاء ص ۱۹۲ مطبوعہ اشرفی بکڈپو

بعد یہاں تک لکھا فصارت ممن خسر الدنیا والاخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین۔ آئینۂ قیامت تصنیف حضرت عمی جناب استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی یہی لکھا۔ یہ کتاب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی دیکھی اور مجالس میں کتنے ہی بارسنی ہوئی ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از قصبہ سنگھائی ضلع کھیم پور کھیری اودھ مرسلہ مولوی پتھر شاہ مؤذن مسجد جامع ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی مفتی اعظم محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) ایک مسلمان کے بحیثیت برتنوں میں قوم عیسائی کے ایک پادری نے کھانا کھایا اور پانی پیا مسلمان ان برتنوں کے استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں اور جس مسلمان کے برتن تھے اس کا حقہ پانی بند کردیا ہے لہٰذا اس صورت میں کیا ہونا چاہئے؟

(۲) حقہ بند کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ شریعت میں جائز ہے تو ہم لوگ اس کو روا جائز کرتے ہیں اور شریعت کو نہیں مانتے لہٰذا اس کی تنبیہ ان لوگوں پر کیا ہونا چاہئے؟

(۳) چوں کہ اس خطہ کا نجر میں چھوت چھات کے اکثر مسائل برپا رہتے ہیں لہٰذا صاف اور پورا حال مطابق شریعت تحریر فرمائیے تاکہ کل علاقہ میں اس مسئلے سے آگاہی ہوجائے مطابق شرع شریف یہاں کے مسلمان عمل پیرا ہوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ چھوت ہندو مذہب میں ہے اسلام میں اگرچہ چھوت نہیں مگر کفر سے نفرت اور کفار سے تاقدر قدرت بوجہ ان کی نجاستِ باطنی کے پرہیز مسلمان کا فرض ہے۔ بے معذوری ومجبوری شرعی یا مصلحت مقبول شرع کفار سے ظاہری میل یا ان کی جانب ادنیٰ میل جائز نہیں۔ قال تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔[1] اگر وہ شخص واقعی مجبور ومعذور تھا اس نے بے مجبوری اس کافر کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کیا تو اس کو معذور سمجھنا چاہئے۔ جب کہ واقعی معذوری نہ ہو اس حالت میں اسے مرتکب معذور نہ سمجھنا چاہئے۔ اور اگر کوئی مجبوری نہ تھی نہ کوئی ایسی غرض ومصلحت جو عند الشرع قابل قبول ہو تو وہ گنہ گار ہوا۔ برتن اس کی نجاست باطنی سے نجس نہیں ہوگئے اگر اس کے منہ ہاتھ پاک تھے ان پر کوئی نجاست ظاہری نہ لگی تھی تو وہ پاک، تطییب قلب کے لئے دھوئے جائیں اور اگر نجاست ظاہری لگی تھی مثلاً اس نے پہلے شراب استعمال کی تھی یا درمیان طعام کوئی نجس شئی کھائی پی تو برتن نجس ہوگئے پاک کرلئے جائیں ان برتنوں کو ضائع کردینا حرام اور چھوت جیسا ہے۔ حقہ پانی بند کردینا یہ سزا جبھی درست ہے جب وہ شخص

[1] پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳

مجرم مرتکب جرم ثابت ہو اگر اس پر ثبوت جرم نہ ہو تو حقہ پانی بند کرنا محض بے جا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲) اگر واقعی ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم شریعت کو نہیں مانتے تو بڑا سخت ظلم عظیم اپنی جانوں پر کیا۔ ان پر اپنے اس قول سے توبہ و رجوع تجدید ایمان و تجدید نکاح وغیرہ لازم اور اگر یہ سائل کے لفظ ہیں کہ وہ شریعت کو نہیں مانتے تو یہ کہا کہ اگر شریعت میں جائز ہے تو ہم رواجاً اس کو روکتے ہیں شریعت سے مقابلہ کے لئے نہیں

(۳) بعض جائز امور جس سے کسی جگہ کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو انھیں روکا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از شہر محلہ گڑھیا۔ مسئولہ سوداگر محمد خلیل صاحب۔ ۱۵ر جمادی الاولی ۵۳ھ

زید کے پاس کچھ جائداد ہے جو اس کے والدین کے ترکہ سے پہونچی ہے اس کے کرایہ سے اس کی گذراوقات ہوتی ہے۔ اب اس کے ایک خاندانی بزرگ نے یہ مشورہ دیا ہے کہ تم اپنی جائداد فروخت کر کے حج کو چلو اور وہاں ہی اپنی سکونت اختیار کرو۔ یہ امر بھی ظاہر کرنا ضروری ہے کہ حکومت حجاز ان لوگوں سے جو وہاں سکونت اختیار کرتے ہیں اور مالدار بھی ہوتے ہیں بطور قرضہ روپیہ حاصل کرتی ہے جس کی واپسی مشکل ہو جاتی ہے زید کے پاس بجز جائداد کے اور کوئی ذریعہ خورد و نوش کا نہیں ہے اور شادی اس کی ابھی نہیں ہوئی ہے نوجوان ۱۶۔۱۷ ر سال کی عمر ہے اور فراز و نشیب زمانہ سے ہنوز ناواقف ہے اس صورت میں اعزا کے مشورہ سے بھی محروم ہو جائے گا زید کی ہمشیرگان و دیگر عزیز و قریب و ہمدردان پر جدائی کا خاص اثر ہے۔ بجز مشورہ دہندہ کے اور کوئی عزیز زید کے اس فعل میں مؤید نہیں ہے اور مشورہ دہندہ ہی زید کے ساتھ رہے گا۔ کیا صورت مذکورہ بالا میں زید کو اس خاندانی بزرگ کے مشورہ پر عمل کرنا چاہئے؟

الجواب۔ خدا دن خیر سے ہجرت کا لائے۔ مدینہ تری آنکھوں کو دکھلائے۔ ہجرت خدا نصیب فرمائے۔ سبحان اللہ اس پاک ارادۂ ہجرت کا کیا کہنا مگر ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اچھا کام تو اچھا کام ہے مگر وقت برانہ ہونا ضرور ہے۔ نماز وقت مکروہ میں پڑھنا برا ہے اگرچہ نماز بہترین عبادت ہے روزہ کیسی عظیم عبادت ہے مگر ایام منہیہ میں۔ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا کا ثواب عظیم ہے مگر جب مسجد کے چار طرف دشمن ہوں خود نفس مسجد میں ٹھگوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں ایسے وقت اگر کوئی اپنے متاع لے کر مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے جائے تو اس کا جو حال ہو گا ظاہر ہے۔ اور عند الشرع بھی اس کا یہ فعل محمود نہ ہو گا۔

۱۶۔۱۷ ر سالہ بچے کا اپنے ذریعۂ معاش کو فروخت کر کے اپنی ساری پونجی لے کر وہاں جانا جہاں نہ

صرف مال کے لٹیرے پڑے ہیں بلکہ دین وایمان کے ڈاکو الٹے گلے ہر وقت ہر گھڑی پھر رہے ہیں جیسا کہ مقولہ ہے ع عاقلاں نیک مردانند۔

جو لوگ اس بچے کو اس سے روکتے ہیں در حقیقت وہ مطلقاً ہجرت سے نہیں روکتے۔ ہجرت کو برا نہیں جانتے بلکہ وہ اس کی خیر خواہی کر رہے ہیں کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ تو بچپن سے طفلانہ ضد اور ہٹ کے سبب اپنی پونجی فروخت کر دے اور کسی کے بھرّوں میں آ کر بے سوچے سمجھے وہ کام کر بیٹھے جس سے عمر بھر پچھتائے اور پھر کچھ بنائے نہ بنے۔ بے وقوف سے اپنا مطلب کبھی اچھی راہ دکھا کر بھی نکالا جاتا ہے۔ ہرگز یہ وقت ہجرت کا نہیں وہ بھی اس طرح کہ اپنا ذریعۂ معاش ختم کر کے جب تک وہاں وہ موذی جو مال ہی کے لٹیرے نہیں دین وایمان پر چھاپہ مارنے والے ہیں موجود ہیں۔ آہ یہ تو ایسا وقت ہے کہ خود وہاں کے مسلمان اس پر نور بقعۂ طاہرہ کو باہزاروں ہزار افسوس چھوڑنے پر مجبور ہو کر چھوڑ آئے اور شہر بشہر کوچہ بکوچہ گلی در گلی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ یہ تکالیف اور گوناگوں مصائب سفر کیا انھوں نے بے مجبوری اختیار کئے ہیں وحاشا۔ آہ حرمین محترمین کی ایک کثیر آبادی مجبوراً اس ارض حرم کو چھوڑ چکی ہے اور گھڑیاں گن رہی ہے کہ کب یہ دین وایمان کے لٹیرے وہاں سے دفع ہوں۔ مولیٰ عزوجل جلد تر ان کو دفع کرے اور ان مسلمانوں کو جو فراق کے مصائب جھیل رہے ہیں اس محبوب ترین وطن میں پہونچائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از پورنیہ ڈاک خانہ باکسی ہاٹ موضع منشی ٹولہ تارا باری مرسلہ منشی محمد کرامت حسین قادری رشیدی سنی حنفی۔

فاتحہ مروجہ جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو جواز کی دلیل کیا ہے؟ بعض لوگ جواز فاتحہ کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے تیسرے روز اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی اور کھجور لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور حضور کے سامنے رکھ دیا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر فاتحہ پڑھی ایک بار الحمد شریف اور تین بار قل ہو اللہ شریف اور اللھم صل علی محمد انت بہا وھو بہا۔ تلاوت فرمائی پھر ان چیزوں کو تقسیم فرمایا کیا یہ حدیث صحیح ہے مع دلائل واضح بیان فرمائیں؟

الجواب۔ فاتحہ مروجہ ضرور جائز ومستحب ہے۔ جو ناجوازی کا مدعی ہو قاعدہ سے دلیل ان کے

ذمہ ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ جب اباحت اصل ہے تو جائز کہنے والے کو یہی بس ہے ناجائز بتانے والا بتائے کہ وہ کہاں سے اور کس دلیل سے اسے ناجائز کہتا ہے کیا قرآن میں کسی طرح اس کی ناجوازی کا بیان ہے یا حدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں یا کسی امام مجتہد نے اسے ناجائز بتایا ہے فاتحہ نام ہے کچھ قرآن خوانی و درود خوانی کا اور برائے ایصال ثواب کوئی خوردنی یا نوشیدنی یا کسی کام کی کوئی شئی دینے کا اور دعائے ایصال ثواب کا کوئی مسلمان ہے جو قرآن خوانی کو جائز تو جائز مستحب نہیں مانتا یوں ہی درود خوانی کون مسلمان ہے جو صدقہ و بر و صلہ کو مستحب نہیں جانتا ہے کون مسلمان ہے جو دعا کو مستحب نہیں جانتا۔ احاد سب مستحب ہوں اور مجموع حرام و ناجائز شرک و بدعت یہ نجدیوں کی ہی مت ہے احادیث شریفہ سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ عبادت بدنی اور مالی کا ثواب میت کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ اور پہونچتا ہے اور میت اس سے خوش ہوتی ہے۔ حدیث میں[1] ہے۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنھم وندعولھم فھل یصل ذلک الیھم فقال نعم انہ یصل ویفرحون بہ کما یفرح احدکم بالطبق اذا اھدی الیہ۔ دوسری حدیث میں ہے۔ عن[2] علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من مر علی المقابر فقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔

ہمارے علماء نے اسی بنا پر تصریح فرمائی کہ انسان اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہونچا سکتا ہے اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج ہو یا صدقہ ہو یا قرأۃ قرآنی۔ یا اذکار یا ان کے سوا انواع بر سے اور وہ میت کو پہونچتا ہے اور اسے نفع بخشتا ہے مثلاً امام زیلعی سے مراقی الفلاح[1] علامہ طحطاوی میں ہے۔ فللانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ عند اھل السنۃ والجماعۃ صلاۃ کان اوصوما اوحجا اوصدقۃ اوقرأۃ القرآن اوالاذکار اوغیرذلک من انواع البر ویصل ذلک الی المیت وینفعہ فاتحہ میں قراءت قرآنی و اذکار و دعا اور صدقات وغیرہ انواع بر کے سوا اور کیا ہے جس کے سبب اس کی حرمت و شرک و بدعت کا قول کیا جاتا ہے۔ علامہ طحطاوی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل سنت تو اسے جائز ہی سمجھتے ہیں کہ آدمی نیک کام کرے اور اس کا ثواب دوسروں کو پہونچائے تو جو اسے نہیں مانتا وہ یقیناً اہل سنت کا خلاف کرتا ہے۔

وہ حدیث جو سوال میں مذکور ہے میری نظر میں ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از محلہ اعظم نگر مرسلہ کلن صاحب قریشی۔

---

[1] مراقی الفلاح صفحہ ۳۷۶، [2] کنز العمال جلد ۲۰ صفحہ ۱۶۴

زید منت مانتا ہے کہ اگر میرا لڑکا آٹھ سال کا ہوگیا یا فلاں کام ہو جائے تو مدار صاحب یا فلاں بزرگ کا مرغا چڑھاؤں گا اب منت کی تاریخ سے بچے کے سر پر چوٹی رکھتا ہے۔ جب میعاد معینہ آتی ہے تو زید ایک مرغ لے کر مدار صاحب کے میلے میں جاتا ہے اور بچے کی چوٹی مونڈتا ہے اور مرغ ایک مسلمان سے ذبح کرا کے فقراء میں تقسیم کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا یہ قول کہ مدار صاحب کا مرغا چڑھاؤں گا از روئے شرع شریف کیسا ہے اور اس مرغ کے گوشت کا کیا حکم ہے اور چوٹی جو اہل ہنود کا شعار ہے اس کا چھوڑنا کیسا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔ زید کہتا ہے کہ یہ سب امور بدعت قبیحہ ہے سخت گناہ ہے۔ اور کہتا ہے کہ کسی کے نام کا جانور چھوڑنا ہر کتاب میں حرام لکھا ہے۔

الجواب ـ چوٹی لڑکے کے سر پر رکھنا ناجائز ہے اور لڑکی کے سر پر بھی ایسی چوٹی ناجائز ہے جو ہندوؤں کی چوٹیا ہو۔ مرغا چڑھاؤں گا یہ لفظ بھی برا ہے اس لفظ سے احتراز کریں۔ اس منت میں کوئی حرج نہیں کہ اگر ایسا ہو تو میں حضرت سیدی نامدار سیدنا مدار قدس سرہٗ یا فلاں بزرگ کی نذر و نیاز کروں گا حضرت کے مزار پر یہ حاضر کروں گا یہ چیز چڑھاؤں گا اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ مگر یہ لفظ اچھا نہ تھا اس لئے اس سے روکا گیا۔ ان منتوں نذروں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ خدام مزارات پر صدقہ سے مجاز ہیں۔ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ[1] میں حضرت سیدی امام علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ القدسی فرماتے ہیں۔ من هذا القبیل زیارة القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لهم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین لقبورهم کما قال الفقهاء فی من دفع الزکاة لفقیر وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنی لا باللفظ وکذلک الصدقة علی الغنی هبة والهبة للفقیر صدقة وقد صرح الشیخ ابن حجر الهیتمی المکی من ائمة الشافعیة فی فتاواه ان هذا النذر للولی المیت اذا قصد به الناذر قربة اخری کاولاد الولی المیت او خلفائه او اطعام الفقراء الذین عند قبره صح النذر ووجب صرفه فی ما قصده الناذر الی اخر ما بسطه من الکلام وغالب الناس فی هذا الزمان یقصدون ذلک فیحمل الکلام علیه ولا ینبغی ان یتغالی الواعظ عما قال به امام من ائمة المسلمین۔

کسی جانور کی اولیاء کی جانب نسبت کرنے سے اس میں حرمت سرایت نہیں کر جاتی اس نسبت کا حاصل تو اتنا ہی ہے کہ یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کرکے اس کے گوشت پر ان کی فاتحہ ہوگی جیسے شادی وغیرہ مصارف کے لئے جانور پال لیا جائے اور وقت پر اللہ کے نام پر قربان کرکے اس کا گوشت اس مصرف

[1] حدیقہ ندیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ پاکستان

میں صرف کیا جائے جس کے لئے اس نے پالا تھا۔ حضرت مدار کا مرغ یا سید احمد کبیر کی گائے کہہ دینے سے اس میں حرمت و نجاست کدھر سے آگئی وہ بھی ایسی کہ اب لاکھ لاکھ بار خدا کا نام لے کر خالصاً للہ ذبح کرو مگر حرمت ٹس سے مس نہیں ہوتی وہ جوں کی توں ہے کہاں کسی کے نام کا جانور چھوڑنا اور کہاں کسی کی فاتحہ کے لئے جانور پالنا اور اسے اللہ کے نام پر ذبح کرکے اس کی فاتحہ دے کر تقسیم کرنا۔ بتوں کے نام پر جانور چھوڑے جاتے ہیں یہ کفار ان کی عبادت کے لئے کرتے ہیں بجار جو مارے پھرتے ہیں یہ وہی ہوتے ہیں جو کافروں نے بتوں کے نام پر چھوڑے ہیں تو کہاں یہ خباثت اور کہاں وہ کہ کسی کی فاتحہ یا شادی یا کسی مصرف مباح کے لئے کوئی جانور لے کر اللہ کے نام پر قربانی کرکے اس کا گوشت اس مصرف میں صرف کرنا یا گھر پال کر بنام خدا ذبح کر کے تقسیم کرنا یا پکا کر بانٹنا کھانا کھلانا۔

پھر جانور چھوڑنا حرام ہونا اور بات ہے اور اس چھوٹے جانور کا حرام ہوجانا اور بات۔ بتوں کے نام پر جو جانور چھوڑا گیا ہے اگر خدا کے نام سے ذبح کرلیا جائے حلال ہے۔ اس حلال جانور کو حرام کہنا ہی شریعت پر زیادت ہے اور تجاوز علی الحد۔ اور قرآن عظیم نے جسے حلال فرمایا اسے حرام کہنا ہے۔ کہ فرماتا ہے۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ الایہ۔ نہ کہ ان جانوروں کو مردار اور حرام بتانا جو کلمہ کے نام سے ذبح کئے گئے۔ اور ان پر فاتحہ بزرگان دین دے کر تقسیم کئے گئے۔ قال تعالیٰ شانہ۔ وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں زیر کریمہ مذکورہ ہے۔ اذا ذبحہ علی اسم اللہ تعالیٰ وجب ان یحل۔ تفسیر احمدی[1] میں فرمایا۔ ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لھم۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ تفاسیر میں زیر کریمہ وما اھل بہ لغیر اللہ ہے۔ ای ما رفع الصوت بہ عند ذبحہ للصنم۔ عالمگیریہ[2] میں تاتارخانیہ و جامع الفتاوی سے ہے۔ مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم او الکافر لآلھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم نووی[3] شرح صحیح مسلم میں ہے اما الذبح لغیر اللہ فالمراد بہ ان یذبح باسم غیر اللہ کمن ذبح للصنم او الصلیب او لموسیٰ وعیسیٰ علیھم السلام او الکعبۃ ونحو ذلک فکل ھذا حرام ولا تحل ھذہ الذبیحۃ الخ فتاویٰ سراجیہ میں ہے الکتابی اذا ذبح باسم المسیح لایحل ولو ذبح باسم اللہ واراد بہ المسیح یحل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ اگر کوئی زمین موقوفہ کسی ہندو کو کرایہ پر دی گئی ہو وہ اس میں ناجائز افعال کرے مثلاً

[1] تفسیرات احمدیہ ص۴۲ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ۔ [2] عالمگیریہ جلد ۵ ص۲۸۶ مطبوعہ بیروت ... سورۂ انعام آیت ۱۱۹ ...

تھیٹر وسنیما وغیرہ تو ایسی حالت میں اس زمین کا کرایہ لینا حرام ہے یا اجارہ صحیح ہے اور کرایہ حلال اور جائز ہے۔
بینوا توجروا۔

الجواب۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ جب ہندو کو زمین ومکان کرایہ پر دیے گئے اس وقت اس نے یہ نہ کہا تھا کہ وہ اس میں تھیٹر اور سنیما بنائے گا اس لئے لیتا ہے اسے کرایہ پر لئے مکان، کرایہ پر چلائے زمین میں تھیٹر اور سنیما قائم کرلیا اس صورت میں وہ زمین اسے کرایہ پر دینے والوں پر کوئی الزام نہیں نہ کرایہ پر دینا حرام ہوا نہ کرایہ لینا حرام نہ اجارہ کی صحت میں کوئی کلام۔ کفار و فساق فجار مکان کرایہ پر لیتے ہیں اس میں بود وباش کرتے ہیں، کافر اس میں کفر کرتا ہے پوجا پاٹ کرتا ہے کلمات کفر بکتا ہے فساق وفجار شراب پیتے ہیں بناتے ہیں بیچتے ہیں زنا وغنا ہوتا ہے اس سب کا وبال ان پر ہے۔ مکان والے پر اس کا الزام نہیں ہوگا کہ اس نے مکان اس لئے نہیں دیا ہے کہ کافر اس میں کفر کرے اور فاسق وفاجر اس میں فسق وفجور۔
فتاوی بزازیہ میں ہے۔ [1] استاجر الذمی دارا من مسلم لیسکنہا لاباس بہ وان شرب فیہ الخمر او عبد الصلیب لایاثم المسلم بہ۔ بلکہ اسی میں ہے [2] اذا آجر منزلہ لیتخذہ بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار یطیب لہ۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ کنگران مسئولہ جناب مولوی حکیم عزیز غوث صاحب۔ ۱۲ جمادی الاولی ۵۴ھ
زید جو حنفی المذہب ہے اختلافی مسائل میں اگر قول امام ابوحنیفہ کے سوا امام ابویوسف کا قول مانے تو حنفی المذہب رہے گا یا نہیں۔ اگر نہیں رہے گا تو مسائل اختلافی میں صدہا جگہ قول امام ابوحنیفہ کو چھوڑ کر قول امام ابویوسف کو علماء نے کیوں اختیار کیا ہے؟

الجواب۔ قول امام ابویوسف یا قول امام محمد یا ان کے سوا امام زفر وغیرہ تلامذہ حضور امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ پر عمل سے حنفی یوسفی یا زفری وغیرہ نہ ہو جائے گا کہ مذہب نہیں مگر امام اعظم کا ان کے اقوال امام اعظم ہی کے اقوال ہیں۔ جو جس سے مروی ہوا اس کی طرف منسوب ہوا۔ جس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ملتا امام ابویوسف مضطرب ہوتے اور حیران رہتے خود ان سے یہ منقول ہوا۔ علامہ محقق ابن نجیم مصری بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں فتاوی ظہیریہ سے ناقل۔ کل ما المعہود عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی فیہ قول بقی کذلک مضطربا الی یوم القیامۃ وحکی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی انہ کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیہا قول فنحن فیہا ھکذا۔

[1] فتاوی بزازیہ برحاشیہ عالمگیریہ ص ۱۲۶ جلد ۵ [2] فتاوی بزازیہ برحاشیہ عالمگیریہ جلد ۵ ص ۱۲۵

ہر وہ امر جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کوئی قول مروی نہ ہوا قیامت تک مضطرب ہی رہے گا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حکایت ہوا کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب حیران و پریشان ہوتے اور فرمایا کرتے ہر وہ مسئلہ جس میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہیں ہمارا اس میں یہی حال ہے۔ ایسی جگہ کبھی یہ امام ابو یوسف یا امام کے اصحاب سے کوئی صاحب جو فرمائیں وہ بھی امام ہی کا ارشاد ہے کہ یہ جو کچھ فرماتے ہیں آخر انھیں اصول و قواعد سے جن پر امام اعظم کے مذہب کی بنا ہے یہ حادثہ اگر امام اعظم کے عہد میں حدوث پاتا امام کے حضور پیش ہوتا انھیں اصول سے امام کا بھی ہی ارشاد ہوتا۔

قول دو طرح کا ہوتا ہے صوری و ضروری، صوری وہ جو مقول منقول ہو، ضروری وہ جس کا قائل نصاً قائل نہیں لیکن ضمناً ضرور قائل ہے جیسے کوئی اپنے خدام کو کسی شخص صالح کے اکرام کا حکم دے اور بار بار بتکرار اس سے کہے کہ ان کی تعظیم کیا کرو اور تعظیم فاسق سے انھیں روکے کہ کسی فاسق کی تعظیم کبھی ہرگز نہ کرنا پھر وہی شخص جو صالح تھا معاذ اللہ فاسق ہو کر آئے تو خدام پر اس کی تعظیم ان کے آقا کے اس ممانعت عام سے ممنوع ہے اگرچہ ان کے آقا نے اس شخص کے اکرام پر نص کی تھی اور یہاں اس کے ترک تعظیم پر نص نہیں خدام پر اس عام ممانعت کی بنا پر اس خاص کی ترک تعظیم لازم اگر وہ باوجود اس ممانعت کے اس کی تعظیم کریں گے اپنے آقا کی اطاعت نہیں۔ نافرمانی کریں گے۔ خدام اس ممانعت کی بنا پر اس کا اکرام و تعظیم نہ کریں تو کون عاقل ہے جو یہ کہے گا کہ اس کے خدام نے اس کی نافرمانی کی۔ ظاہر ہوا کہ قول وہ ہی نہیں جو مقول ہو نصاً بلکہ قول وہ بھی ہے جو ضمنی ہو۔

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ[1] میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں القول قولان صوری وضروری فالصوری هو المقول المنقول والضروری ما لم یقله القائل نصا بالخصوص لکنه قائل به فی ضمن العموم الحاکم ضرورة بان لو تکلم فی هذا الخصوص لتکلم کذا وربما یخالف الحکم الضروری الحکم الصوری وحینئذ یقضی علیه الضروری حتی ان الاخذ بالصوری یعد مخالفة للقائل والعدول عنه الی الضروری موافقة او اتباعا له کما کان زید صالحا فامر عمرو خدامه باکرامه نصا جهارا و کرر ذلك علیهم مرارا وقد کان قال لهم ایاکم ان تکرموا فاسقا ابدا فبعد زمان فسق زید علانیة فان اکرمه بعد خدامه عملا بنصه المکرر المقرر لکانوا لعاصین وان ترکوا اکرامه کانوا مطیعین۔ اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ ایسے حوادث جن میں امام کا کوئی قول مقول منقول نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف یا کسی اور امام اصحاب امام الائمہ کا قول

[1] فتاوی رضویہ جلد اول ص ۳۸۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

ہے تو وہ منقول ان کا ہے صوری اور قول امام ہے ضمنی ضروری۔ درالحکام میں ہے اذا حکم الحنفی بما ذھب الیہ ابو یوسف او محمد او نحوھما من اصحاب الامام فلیس حکما بخلاف رأیہ۔ علامہ شامی درر سے عبارت مذکورہ ردّ المحتار میں نقل کر کے فرماتے ہیں۔ افادان اقوال اصحاب الامام غیر خارجۃ عن مذھبہ فقد نقلوا عنہم انھم ما قالوا قولا الا ھو روی عن الامام کما اوضحت ذلک فی شرح منظومتی فی رسم المفتی۔ نیز جلد چہارم ردالمحتار میں بھی ایسا ہی فرمایا کہ حنفی مذہب ابو یوسف یا مذہب محمد جو حکم کرے وہ اس کے مذہب حنفی ہی کا حکم ہے۔

اگر یہ صوری و ضروری اقوال مختلف ہوں تو یہ مطلب نہ ہوگا کہ امام کا مذہب کچھ ہے اور ان کے اصحاب سے اس قائل کا مذہب کچھ ہے۔ بلکہ وہ ایسا ہی ہے جیسے خود اقوال منقولات امام میں اختلاف۔ اختلاف عصر و زمان اختلاف ہی نہیں ایسے وقت جو یہ فرما رہے ہیں امام بھی یہی فرماتے۔ تو ان کا یہ قول امام ہی کا ارشاد ہے جیسے احادیث میں عورتوں کو مساجد سے روکنے کی حضور نے ممانعت فرمائی۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ۔ عورتوں کو حاضری کا حکم تھا یہاں تک کہ حائضات کو بھی کہ وہ عیدگاہ میں علیحدہ حاضر رہیں اور دعا میں شریک ہوں یہاں تک کہ بعض نے عرض کیا کہ ہمارے پاس جلباب۔ چادر نہیں ارشاد ہوا چادر والی اپنی ساتھی کو بھی اپنی چادر میں لے لے۔ او کما قال علیہ الصلاۃ والسلام مگر باوجود ایسے حکم اور ایسی نہی کے حضرت سیدنا عمر امیر المومنین فاروق اعظم نے عورتوں کو مسجد سے نکالا اور انھیں روک دیا۔ وہ شکایت لے کر حاضر خدمت حضرت ام المومنین صدیقہ ہوئیں انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہم میں اگر وہ ملاحظہ فرماتے جو ہم دیکھتے ہیں تو وہ بھی عورتوں کو مسجد سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا تھا۔ کیا معاذ اللہ حضرت صدیقہ اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے ارشاد کا خلاف کیا۔ لا واللہ بلکہ وہی کیا جو حضور فرماتے۔ تو ان کا یہ قول و فعل حضور ہی کا قول و فعل ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

العطایا النبویہ میں عبارت منقولہ بالا سے آگے فرمایا ومثل ذلک یقع فی اقوال الائمۃ اما الحدوث ضرورۃ او حرج او عرف او تعامل او مصلحۃ مھمۃ تجلب او مفسدۃ ملمۃ تسلب وذلک لان استثناء الضرورۃ ودفع الحرج ومراعاۃ المصالح الدینیۃ الخالیۃ عن مفسدۃ تربو علیھا او درء المفاسد والاخذ بالعرف والعمل بالتعامل کل ذلک قواعد کلیۃ معلومۃ من الشرع لیس احد من الائمۃ الا مائلا الیھا و

ـــــــ

۱؎ فتاوی رضویہ جلد اول ص۳۸۵ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۲؎ ردالمحتار جلد سوم ص۴۰۹ مطبوعہ کوئٹہ

قائلا بها ومعولا علیها فاذا کان فی مسألة نص للامام ثم حدث احد تلك المغیرات علمنا قطعا ان لو
حدث علی عهده لکان قوله علی مقتضاه لا علی خلافه ورده فالعمل حینئذ بقوله الضروری الغیر
المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود علی المأثور من لفظه وقد عد فی العقود مسائل کثیرة من
هذا الجنس ثم احال بیان کثیر اخر علی الاشباه ثم قال فهذه کلها قد تغیرت احکامها لتغیر الزمان
اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال قال وکل ذلك غیر خارج عن المذهب لان صاحب
المذهب لو کان فی هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغیر فی زمانه لم ینص علی خلافها قال وهذا
الذی جرأ المجتهدین فی المذهب واهل النظر الصحیح من المتاخرین علی مخالفة المنصوص علیه من صاحب
المذهب فی کتب ظاهر الروایة بناء علی ما کان فی زمنه کما مر تصریحهم به الخ

اقول بل ربما یقع نظیر ذلك فی نص الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقد قال صلی الله
تعالٰی علیه وسلم اذا استأذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها وفی لفظ لا تمنعوا اماء الله مساجد
الله۔ وقد امر صلی الله تعالٰی علیه وسلم باخراج الحیض وذوات الخدور یوم العیدین فیشهدن جماعة
المسلمین ودعوتهم وتعتزل الحیض المصلی قالت امرأة یارسول الله احدانا لیس لها جلباب قال
صلی الله تعالٰی علیه وسلم لتلبسها صاحبتها من جلبابها ومع ذلك نهی الائمة الشواب مطلقا والعجائز
نهارا ثم عمموا النهی عملا بقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الضروری المستفاد من قول ام المؤمنین
الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها لو ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم رأی من النساء ما رأینا
لمنعهن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نسائها۔

پھر خود یہی مسئلہ خروج نساء الی المساجد لیجئے۔ اب مذہب یہی ہے کہ مطلقاً عورتوں کا خروج ممنوع ہے شواب ہوں یا عجائز جماعت سے نماز کے لئے حاضر ہونا چاہیں اگرچہ جمعہ کی یا عید کی یا وعظ کے مجمع میں۔ حالانکہ صاحبین عجائز کے لئے حضور مطلقاً مباح فرماتے تھے اور امام غیر ظہر وعصر وجمعہ میں ان کا حضور جائز رکھتے تھے کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ امام وصاحبین کے خلاف ہے ان کا مذہب اب بھی اباحت حضور نساء ہے اور ان علماء کا مذہب وہ ہے جو امام کا مذہب نہیں بلکہ علماء نے جو کہا وہ امام ہی کا قول ہے انہیں کے قول سے ماخوذ ہے۔ عطایا النبویہ[1] میں فرمایا۔ قال فی التنویر والدر (ویکره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعید ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا لیلا (علی المذهب) المفتی به لفساد الزمان واستثنی الکمال بحثا العجائز

[1] فتاوی رضویہ جلد ا ص ۳۸۶ مطبوعہ رضا اکیڈمی

المتقانیہ اھ والمراد بالمذهب مذهب المتأخرين ولما دعلیہ البحر بان هذه الفتوی مخالفة لمذهب الامام وصاحبيه جميعا فانهما اباحا للعجائز الحضور مطلقا والامام في غير الظهر والعصر والجمعة فالافتاء بمنع في الكل مخالف للكل فالمعتمد مذهب الامام اھ بمعناه اجاب عنه في النهر قائلا فيه نظر بل هو ماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها القيام الحامل وهو فرط الشهوة بناء على ان الفسقة لاينتشرون في المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفي الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارهم في هذه الاوقات لغلبة فسقهم كما في زماننا بل تحريهم اياها كان المنع فيها اظهر من الظهر اھ۔

علماء کرام نے جہاں کہیں قول ظاہر امام سے عدول کیا اور قول صاحبین اختیار کیا اس کے وجوہ فتاوی رضویہ کی عبارت منقولہ بالا میں گزرے ضرورت، دفع حرج، عرف، تعامل، کسی دینی ضرورت، مصلحت کے حاصل یا کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کے زائل کرنے کے لئے نیز ضعف دلیل نظر آنا جائز ہے اگر اختلاف صوری نہیں واقعی ہو اور وجوہ مذکورہ سے کوئی وجہ نہ پائی جائے تو بے وجہ امام کے قول ظاہر سے عدول ناجائز ہے۔ کما نصوا علیہ قاطبۃ۔ بحر الرائق[1] میں ہے قد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من هذا انه يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افتى المشائخ بخلافه۔ خیریہ میں ہے المقرر ایضا عندنا انه لا يفتى ولا يعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما او قول احدهما او قول غيرهما الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه۔ امام العلماء مقدام الفقہاء شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفة على كل حال۔ علامہ طحطاوی علامہ نوح آفندی سے ناقل لا یرجح قولهما على قوله الا لموجب من ضعف دلیل او ضرورة او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شیئ من ذلك فالعمل على قوله۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ۔ از لاہور دفتر ایسٹرن ٹائمز مرسلہ عنایت محمد خاں صاحب غوری ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۵۰ھ

حضرت سراپا برکت دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ باعث تصدیع یہ امر ہے کہ براہ مہربانی بذریعہ ڈاک قرآن کریم احادیث مبارکہ وغیرہم سے یہ امر ثابت فرما دیجئے کہ تلوار رکھنا مسلم کے لئے ضروری ہے ایک انگریزی اخبار نے چھاپا ہے کہ تلوار رکھنا مسلمانوں کا مذہبی شعار نہیں لفظ تلوار صاف صاف آنا چاہئے۔

الجواب۔ عزیز محترم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بخیر وعافیت ہوں والحمد للہ تعالی آپ کا عافیت نامہ محبت نامہ ملا۔ اپنے دشمنوں سے محفوظی دین کے لئے قوت رکھنا اپنے دین اپنی جان مال کی دفاع

[1] بحر الرائق جلد ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ بیروت

کے لئے تیار رہنا اور سامان رکھنا مسلمانوں کا دین ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خدا کی راہ میں کوشش کرنا آہ مسلمانوں نے جہاں اپنے اور فرائض چھوڑے وہاں یہ بھی۔ جو بمجبوری چھوٹے تھے وہ تو چھوٹے ہی تھے سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے اختیار سے بھی چھوڑ بیٹھے ہیں کتنے مسلمان ہیں جو نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے زکاۃ نہیں دیتے حج نہیں کرتے۔ داڑھی سنت ہی نہیں شعار دین ہے کتنے مسلمان اسے مونڈتے کترتے ہیں قرآن عظیم کا ارشاد ہے واعدوا[2] لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم۔ یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے کسی خاص چیز کا رکھنا فرض نہ فرمایا۔ قوت کی جو چیز رکھنے کی قدرت ہو اس کے رکھنے کا حکم فرمایا تلوار رکھنا اگر شعار نہیں ہے تو ہر ممکن قوۃ جس کی استطاعت ہو اس کا رکھنا تو قرآن عظیم وحدیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے ثابت ہے اس کا تو دینی حکم ہے خاص کر رمی و تیر و کمان گولی بندوق سے ہوتی ہے حدیث[3] میں ہے الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکاۃ میں شیخ علامہ عبدالحق دہلوی قدس سرہ حدیث عن[1] عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو علی المنبر یقول الا ان القوة الرمی الحدیث کے نیچے لکھتے ہیں گفت شنیدم آں حضرت را وحالانکہ آں حضرت بر منبر بگفت ومی خواند ایں آیت را۔ واعدوا لهم ما استطعتم من قوة۔ وآمادہ سازید مر جنگ کافران را آنچہ توانید از قوت وزور وتوانائی ومی گفت مکرر سہ بار ایں کلام را۔ الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی دانا وآگاہ باشید مراد بقوت درین آیت کہ امر کردہ اند باعداد آں تیر اندازی ست مکرر گفت سہ بار۔ رواہ مسلم وزمخشری وبیضاوی تفسیر کردہ اند قوت را بہر چہ قوت یافتہ شود بدآں در حرب وبیضاوی گفتہ شاید کہ تخصیص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمی را بذکر بجہت بودن او ست اقوی۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستفتح علیکم الروم ویکفیکم الله فلا یعجز احدکم ان یلهو باسهمه۔ اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث مذکور ہے باید کہ عاجز نیاید یکے از شما از بازی کردن تیرہائے خود یعنی عادت کنید شما بہ تیر اندازی وبیاموزید آں را واہتمام نمائید بہ شان آن وبعضے گفتہ اند کہ ترک نہ کنید تیر اندازی را واعتیاد آں را ومداومت نمائید بر آن بعد از فتح نیز ومغرور نشوید کہ احتیاج بہ تیر اندازی دائم ست الخ مختصراً۔

اس حدیث میں تو فتح روم ہی کا ذکر ہے کوئی کہنے والا کہہ دے کہ شارح حدیث نے مداومت بتائی

[1] اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۳۶۲ مطبوعہ سکھر پاکستان [2] سورۃ انفال آیت ۶۰ [3] مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳۶

ہم شراح کی نہیں ملتے لہٰذا ہم وہ حدیثیں کیوں نہ پیش کردیں فتح دنیا کا مژدہ دیا گیا اور پھر بھی ارشاد ہوا ہے کہ تیراندازی کی مشق سے کوئی عاجز نہ آئے حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستفتح علیکم ارضون ویکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلھو باسھمہ ایک حدیث میں ستفتح مشارق الارض ومغاربہا علی امتی ارشاد ہوا۔ حدیث میں ہے ستفتحون منابت الشیح ایک حدیث میں ہے ستفتح علیکم الدنیا فرمایا گیا۔ منابت الشیح سے مراد اقطار بعیدہ ہیں تیسیر شرح جامع صغیر میں سیدی علامہ عبدالرؤف مناوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں اشار بہ الی انہ یفتح لھم الاقطار البعید تہ مما یظھر بہ الدین ویشرح صدر المؤمنین۔ آیہ کریمہ سے ہر قوۃ کے رکھنے کا دینی حکم معلوم ہوا ایک تلوار ہی نہیں یوں ہی علمائے مفسرین ومحدثین وشراح حدیث کے ارشادات سے حدیثوں میں خاص کر رمی کا حکم معلوم ہوا اور رمی تیراندازی اور بندوق چلانے دونوں کو شامل تو تیر کمان گولی بندوق تمنچہ سب کچھ رکھنے کا حکم معلوم ہوا۔

نیز قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے۔ یایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا[۲] تفسیرات احمدیہ[۱] میں ہے قالوا ان الحذر والحذر بمعنی التحرز فالمعنی احذروا واحترزوا من العدو وقیل الحذر ما یحذر بہ کالحزم والسلاح ای خذوا اسلحتکم۔ کیا سبب کہ قرآن وحدیث وقول علماء سے سلاح رکھنے کا حکم دینی ہے گورنمنٹ پنجاب کے مسلمانوں کو تلوار کے لئے بھی آزادی نہ دے گی خصوصاً اس صورت میں کہ یوپی وغیرہ میں تلوار بھالا چھڑی کی آزادی دے چکی ہے خصوصاً اس حالت میں کہ پنجاب کی ایک قوم کو کرپان رکھنے کی اجازت دے چکی۔ ہے سکھوں کو کرپانیں رکھنے کی اجازت ان کے مذہبی حکم کے ادعا ہی پر ہم نے سنی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک قوم کو اس کے ادعا کے بنا پر کرپانیں دی جائیں اور مسلمانوں کو قرآن وحدیث کا واضح حکم کے ہوتے ہوتے تلوار بھی نہ دی جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ گندہ نالہ پل قاضی مسئولہ سوداگر محمد خلیل صاحب رضوی ۱۸ رجب ۱۳۳۹ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اکثر کتب میلاد شریف میں یہ روایت منقول ہے کہ جب آنحضرت نور حاملہ ہوئیں تو تین سو عورتیں رشک وحسد سے مرگئیں یہ روایت صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب۔ کسی کتاب معتبر میں میں نے یہ روایت نہیں دیکھی اتنا معلوم ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور کریم جب حضرت خلیل جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حضرت ہاجرہ کو ملا ہے حضرت سارہ کو رشک ہوا اور وہی رشک حضرت ہاجرہ کے مکہ معظمہ کو ہجرت کا باعث ہوا اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت

---

[۱] تفسیرات احمدیہ ص۲۹۳ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ [۲] سورۂ نساء آیت ۷۱ [۳] مسلم ، مشکوٰۃ ص۳۳۶

سیدنا عبداللہ والد ماجد حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس نور کریم کے فیض حسن وجمال کے سبب بہت زنان قریش عاشق تھیں ہر ایک کی دلی آرزو تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دام میں پھانسے راہ میں بیٹھی آپ کا انتظار کیا کرتی تھیں مگر نور محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکت سے آپ ان میں سے کسی کے دام تزویر میں نہ آئے اور گناہ سے محفوظ رہے کما فی مدارج النبوۃ للشیخ المحقق عبدالحق محدث الدہلوی قدس سرہ تو ایسا ہونا کوئی تعجب خیز نہیں ممکن ہے ایسا ہوا ہو میرے سامنے جو چند کتابیں آئیں اور میں نے ان میں نہ پایا اس سے یہ لازم نہیں کہ یہ من گھڑت ہو جو لوگ لکھتے ہیں انھوں نے کسی معتبر کتاب میں پایا ہوگا ان کی جانب بدگمانی کیوں کی جائے کہ گڑھ کر لکھ دیا کہ عدم وجدان۔ وجدان عدم نہیں ہاں ہم اس وقت تک اسے بیان بھی نہ کریں گے جب تک معتبر کتاب میں نہ پائیں حاصل یہ کہ ہم نہ اس کا اقرار کرتے ہیں جب تک کسی معتبر کتاب سے نہ پائیں اور نہ انکار کہ مسلمان لکھتے ہیں اور ایسا ہونا ممکن تو ان کی جانب بدگمانی نہیں کر سکتے کہ دل سے گڑھ کر لکھ دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از بڑا بازار دوکان نذر الحسن سوداگر مسئولہ محمد فاروق صاحب ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ متصل مسجد سنیچر شاہ۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے کفار کیا حربی کفار میں ہیں؟

الجواب۔ ہاں یہ سب حربی کافر ہیں اور آج ہی نہیں جب کہ سلطنت اسلامیہ یہاں نہیں رہی بلکہ یہ اس وقت بھی حربی ہی تھے جب کہ سلطنت مغلیہ تھی حضرت عارف باللہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ استاذ سلطان عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر[1] میں فرماتے ہیں انظروا یا ایہا المؤمنون ھل فی ھٰذا الزمان ذمی وتکفروا یا ایہا المسلمون ان ھم الا حربی وما یعقلہا الا العالمون وقد طال الکلام فی زماننا فی بیان الذمی والحربی بالافراط والتفریط والحق ما بینہ بعض مشایخنا سلمہ اللہ تعالیٰ فی بعض رسائلہ فطالعہ ان شئت وقد ذکر فی تحقیقہا الاعظم الثانی کلاما لامزید علیہ فلیرجع الیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ (۱) وہابی نیچری دیوبندی. قادیانی. رافضی شیعہ وغیرہم معاملات میں ایک درجہ میں ہیں یا کچھ فرق ہے ان کے ساتھ رسم رکھنا کھانا پینا ان کا حقہ پینا کیسا ہے جو لوگ ان سے ایسے معاملات رکھتے ہیں ان کا حقہ پینا ان کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں ان کی شرارتوں سے مبتلائے مصیبت ہونے کا ڈر ہو جن کا وہ متحمل نہ ہو سکے تو کیا کرے؟

[1] تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

(۲) ایک حنفی شخص ضرورت پر باقی تینوں اماموں میں سے کسی کا مسئلہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) دو اشخاص ہندو و مسلمان میں تنازع ہے۔ حق بجانب فیصلہ کرنے میں مسلمان کو نقصان پہنچتا ہے کافر کا حق ضبط کرنے اور مسلمان کو بچانے پر قادر ہو کر اگر اس کو بری کر دیا جائے تو اس پر از روئے شریعت گرفت ہے یا نہیں؟

الجواب۔ جو مرتدین ہیں نیچری وہابی دیوبندی قادیانی رافضی ان سے میل جول رسم راہ کیسی۔ نری معاملت بھی حرام ہے جو لوگ ان مرتدین کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوتے ہوئے ان سے میل جول رکھتے ہیں حرام کار گنہگار ہیں۔ جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہونچی ہو جب اس سے بھی میل جول ناجائز تو ایسے مرتدین سے رسم راہ کے کیا معنی۔ بلکہ فاسق العقیدہ ہی نہیں فاسق العمل شخص کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں جب تک وہ توبہ نہ کرے قال تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین ۰

تفسیرات احمدیہ[۱] میں حضرت سیدی عارف باللہ ملا احمد جیون قدس سرہٗ فرماتے ہیں القوم الظالمین یعم المبتدع والفاسق والکافر القعود مع کلھم ممتنع وقال صاحب الھدایۃ ای دعو الی دعوۃ فکان ثمہ لعب او غناء فلا ینبغی ان یقعد ثمہ فان علم ذلک قبل الحضور فلا یحضر لانہ لا یلزمہ حق الدعوۃ فان علم بعد الحضور فقد علی المنع منع البتۃ وان لم یقدر فان کان مقتدی یخرج البتۃ ولا یاکل لان فیہ شین الدین وفتح باب المعصیۃ علی الناس به و ان لم یکن مقتدی فان کان علی راس المائدۃ لا یقعد لقولہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین۔

مسلمان ایسوں سے قطع تعلق اور ان کا حقہ پانی بند کر سکتے ہیں۔ اگر ان کی شرارتوں سے فتنہ کا خوف کرتے ہیں تو معذور ہیں تفسیرات احمدیہ[۲] میں ہے وقد رخص بعض العلماء فی ان یبدء اھل الذمۃ بالسلام اذا دعت الی ذلک حادثۃ تحوج الیھم وروی ذلک عن النخعی وعن ابی حنیفۃ لا ابتداء بالسلام فی کتاب ولا فی غیرہ وعن ابی یوسف لا تسلم علیھم ولا تصافحھم واذا دخلت فقل السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ جب وقت حاجت یہاں تک رخصت دی گئی ہے تو ایسے لوگ جو مرتدین سے میل جول ہی رکھتے ہوں ان کے فتنہ کے اندیشے سے بھی رخصت بدرجہ اولیٰ ہوگی نیز حدیقہ ندیہ[۳] میں ہے۔ ھذا انما اذا کان (بلا حاجۃ) المسلم (الیہ) ای الذمی (فانہ) ای السلام حینئذ (مکروہ) کراھۃ تحریم لما ذکرنا (وعند ھا) ای الحاجۃ (لا باس بہ) حکی القاضی عیاض عن جماعۃ انہ یجوز ابتداءھم بہ للضرورۃ و الحاجۃ او سبب وھو قول علقمۃ والنخعی وعن الاوزاعی انہ قال ان سلمت فقد سلم الصالحون وان ترکت فقد ترک الصالحون (وروی اصحابنا) الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ انہ ای الرجل الصالح لا

یسلم علی الرجل الفاسق المعلن ای المظہر لفسقہ اہانۃ لہ وتحقیرا علی فجورہ۔

بے ضرورت وحاجت ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر کسی کافر یا مبتدع کو سنی مسلمان سمجھ کر سلام کیا پھر اس کا کافر یا مبتدع ہونا معلوم ہوا تو کہہ دے کہ میں اپنے سلام سے باز آیا۔ کافروں مبتدعوں کی تحقیر کے لئے اسی میں ہے لوسلم علی من ظن انہ مسلم ثم ظہر انہ ذمی او مبتدع یقول استرجعت عن سلامی تحقیرا لہم[۱]۔ فتاوٰی بزازیہ میں ہے فی السیر لا بأس برد سلام اہل الذمۃ والنہی عن البداءۃ الا اذا کان محتاجا الیہ فلا بأس بہا ایضا ولکن یکرہ مصافحتہم[۲]۔ پھر بھی انہیں مرتدوں سے میل جول کی ممانعت کی تبلیغ اس انداز سے کرتے رہیں کہ وہ برا نہ مانیں جوش غضب میں آکر انہیں کسی مصیبت میں نہ پھانس دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم!

(۲) ہاں عند الضرورۃ الملجئۃ ایسا کرسکتا ہے کہ اس وقت وہ حکم خود اس کے مذہب کا حکم ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا بحمد اللہ تعالٰی وعونہ وحسن توفیقہ۔ وہو تعالٰی اعلم!

مسئلہ۔ (۱) خارج مسجد ایک درخت مولسری کا ہے اس کا ایک ٹہنہ مسجد کی سبیل پر سایہ کئے ہوئے ہے جس کے سائے میں نمازی بیٹھ کر وضو کرتے ہیں دو شخص اس درخت کو کاٹنا چاہتے ہیں باقی اہل محلہ درخت کے کاٹے جانے کے خلاف ہیں جب اہل محلہ نے درخت کاٹنے سے روکا تو ایک شخص بولا کہ مسجد میں درخت کا ہونا جائز نہیں اہل محلہ نے کہا کہ اعلٰی حضرت امام اہل سنت کی مسجد میں بھی درخت ہے تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس کا گناہ مولوی صاحب کے ذمہ ہے وہ بھگتیں گے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس درخت کے سایہ میں نمازیوں کو فائدہ پہونچتا ہے اور کسی قسم کا کسی محلہ والوں کو تکلیف نہیں اس درخت کا کاٹنے والا ازروئے شرع شریف کس جرم کا مرتکب ہے۔

(۲) کسی عالم کو اہل سنت والجماعت کو برا کہنے والا خصوصًا امام اہل سنت کی توہین کرنے والا ان کو گنہ گار بتانے والا ازروئے شرع کیسا ہے مسلمانوں کو اس سے بات چیت سلام وکلام جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس درخت کے کاٹنے کا انہیں کوئی اختیار نہیں وہ درخت خارج مسجد ہے اگر مسجد میں ہوتا تو جب بھی انہیں اختیار نہ ہوتا خصوصًا اس صورت میں کہ اور اہل محلہ مانع ہیں اور اس درخت سے منفعت بھی ہے۔ مسجد میں یعنی موضع صلاۃ میں بعد مسجدیت درخت بے ضرورت بونا مکروہ ہے۔ ہندیہ میں ہے[۳]

یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانہ تشبہ بالبیعۃ ویشغل مکان الصلاۃ الا ان یکون فیہ منفعۃ للمسجد بان کانت الارض نزۃ لا تستقر اساطینہا فیغرس فیہ الشجر لیقل النز کذا فی فتاوی قاضی خان۔ وہ شخص غلط وباطل من دگرھت) فتوی دیتا ہے کہ مسجد میں درخت کا ہونا جائز نہیں اگر بے علم فتوی اتفاقاً صحیح بھی ہو جب بھی توبہ چاہئے نہ کہ محض غلط وباطل بے علم فتوی دینا حرام ہے۔ رد المحتار[1] میں ہے قولہ کتقلیل نز قال فی الخلاصۃ غرس الاشجار فی المسجد لاباس بہ اذا کان فیہ نفع للمسجد بان کان المسجد ذا نز والاسطوانات لا تستقر بدونہا وبدون ھذا لایجوز اھ۔

وفی الھندیہ عن الغرائب: ان کان لنفع الناس بظلہ، ولا یضیق علی الناس، ولا یفرق الصفوف لاباس بہ، وان کان لنفع نفسہ بورقہ او ثمرہ او یفرق الصفوف او کان فی موضع تقع بہ المشابہۃ بین البیعۃ والمسجد یکرہ اھ ھذا، وقد رأیت رسالۃ للعلامۃ ابن امیر حاج بخطہ متعلقۃ بغراس المسجد الاقصی، وفیہا علی من افتی بجوازہ فیہ، اخذ من قولہم لو غرس شجرۃ للمسجد فثمرتہا للمسجد، فرد علیہ بانہ لا یلزم من ذلک حل الغرس الا للعذر المذکور، لان فیہ شغل ما اعد للصلاۃ ونحوہا وان کان المسجد واسعا او کان فی الغرس نفع بثمرتہ والا لزم ایجاد قطعۃ منہ ولا یجوز ابقائہ ایضا، لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لیس لعرق ظالم حق۔ لان الظلم وضع الشیئ فی غیر محلہ وھذا کذلک ایسے شخص پر ملائکہ سماوات وارض لعنت کرتے ہیں حدیث میں ارشاد ہوا من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السموٰت والارض ناحق کسی مسلمان کو خصوصاً اس کے انتقال کے بعد..... کسی گناہ کی اس کے جانب نسبت کرنا کس قدر شدید بات ہے پھر عالم کی تہمت ظاہر ہے کہ اس سے بھی اشد ہے۔ خدا اسے توبہ کی توفیق دے اور ارسال لسان اور بدزبانی سے بچائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس شخص نے جو کہا اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے اور چاہئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مزار پر حاضر ہو کر ایصال ثواب کرے کلمہ کلام پڑھ کر اس نے اپنے اس غلط معلوم کے بنا پر ایسا کہا زبان درازی کی اگر اب بھی اس پر جا ہے اور توبہ اور رجوع نہ کرے تو مسلمان اس کا حقہ و پانی بند کرسکتے ہیں آپ نشست برخاست چھوڑ سکتے ہیں جب تک وہ توبہ نہ کرے کسی مسلمان کی ناحق ایذا رسانی حرام ہے حدیث میں ہے کہ من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ نہ کہ عالم دین اور امام مسلمین کی توہین وہ بھی بعد وصال۔ اعلیٰ حضرت کی مسجد میں جو درخت ہے وہ مسجد سے سیکڑوں برس پیشتر کا ہے جس وقت بریلی بھی آباد نہ تھی

[1] رد المحتار جلد ۱ صـ ۴۴۱ مطبوعہ مصر

یہاں جنگل تھا پھر یہ مسجد بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تعمیر کرائی ہوئی نہیں اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مسجد میں درخت ہونا ناجائز نہیں درخت بے ضرورت بعد مسجدیت موضع صلاۃ ہونا چاہئے۔ کسی مسلمان کی جانب کسی گناہ کی نسبت پھر بے ثبوت کرنا سخت شدید بات ہے اگرچہ وہ فاسق ہو نہ کہ عالم۔ علماء فرماتے ہیں لایجوز نسبتہ الخ اور ایسے جلیل القدر عالم دین امام مسلمین کی طرف نسبت وہ بھی بعد وصال شریف، کہ حیات میں تو استعفا بھی ممکن۔

مسئلہ۔ از بریلی متصل سرائے خام مرسلہ حشمت اللہ حلوائی مورخہ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

ایک رنڈی جو کہ دو دو پیسہ میں حرام کراتی ہے وہ اپنے یہاں کوئی کار خیر کرے یعنی ختنہ یا بزرگ کی فاتحہ یا نکاح وغیرہ تو وہ اس وقت دس روپیہ قرض لے کر اپنا کام کرائے اور بعد میں اپنی خرچی سے وہ اس کو دس روپیہ دے دے تو ایسا پیسہ کوئی نمازی آدمی یا طالب علم کھائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب۔ فتاویٰ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے "اگر وہ شخص کہ کل مال اس کا حرام ہے وہ اگر خیرات کرنا چاہے تو قرض لے لے اور اپنے مال خبیث سے اس قرض کو ادا کرے اور قرض لے کر وہ جو دے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور نذر و تحفہ وغیرہ لینا بھی اس سے درست ہوگا۔ فی الخلاصۃ قال فی شرح حیل الخصاف لشمس الائمۃ ان الشیخ ابا القاسم کان ممن یاخذ جائزۃ السلطان وکان یستقرض لجمیع حوائجہ ویقضی دینہ بما یاخذہ من الجائزۃ واللہ تعالیٰ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ فتاویٰ عزیزیہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ہے۔

سوال۔ اگر کسے از قرض کہ مشروع ست گرفتہ مسجد احداث نماید بعدہ از زر رشوت وغیرہ کہ غیر جائز ست زر قرض ادا نماید شرعا احداث ایں قسم مسجد درست ست یا نہ؟

جواب۔ ایں قسم احداث کردن مسجد درست ست حکم مسجد دارد وامید ثواب بر آں متوقع ست زیرا کہ از مال کہ قرض گرفتہ بنا ساختہ در وقت ادائے دین ایں قرض اگرچہ از مال خبیث ادا نماید خبث ایں در مالے کہ اول قرض گرفتہ است تاثیر نمی کند۔ جو مال حلال اس نے لے کر صرف کیا وہ کھانا حلال مگر طالب علم اور مقتدا شخص کو اس کے یہاں جانا دعوت پر یا بے دعوت نہیں چاہئے کہ انگلیاں اٹھیں گی۔ تفسیرات احمدیہ[1] میں ہے ان کان مقتدی یخرج البتۃ ولا یاکل لئلا یقتدی الناس بہ وان لم یکن مقتدی فان قعد واکل جاز والاولی ترکہ ام ملتقطا۔ عالمگیریہ میں ہے لا یجیب دعوۃ الفاسق المعلن لیعلم انہ غیر راض

[1] تفسیرات احمدیہ ص۲۵۵ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

بفسقه وكذا من غالب ماله من حرام ما لم يخبر انه حلال وبالعكس يجيب ما لم يتبين عنده انه حرام كذا في الفتاوى التمرتاشي والله تعالى اعلم!

مسئلہ۔ ایک آدمی نے اپنے گھر میں کونڈوں کی نیاز کروائی اور سب لوگوں کو بلا کر شریک دعوت کیا دوران لوگوں کے ہمراہ زید جو کہ غیر مقلد خیال رکھتا ہے شریک دعوت ہوا لیکن جب وہ کھا چکا تب اثناء مجلس میں سے سنی خیال کے ایک آدمی نے اس سے سوال کیا کہ تم نیاز کو حرام کہتے ہو پھر حرام چیز کو کیوں کھایا؟ تب اس نے جواب دیا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ لوگ شراب جو کہ بالکل ناجائز ہے پی لیتے ہیں؟ خیر اس کے بعد وہ چلا گیا اور دوسرے دن فجر کی نماز میں اس ہی کے عقائد کے لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے کتنی جگہ نیاز کونڈا کھائی اس نے جواب دیا کہ مجھ سے صرف ایک جگہ ایسی غلطی ہوئی ہے اس پر عمرو نے چند لوگوں کے روبرو جو کہ سنی عقائد کے تھے کہا کہ تم کو بہتر ہوتا کہ شراب پی لیتے مگر کونڈوں کا نیاز نہ کھاتے سنی لوگوں نے زید و عمرو کی یہ کلام سن کر محلے کے سب کو بلا کر زید و عمرو کے ساتھ چال میل اٹھنا بیٹھنا حقہ پانی کلام کرنا بند کر دیا اب زید و عمرو مجبور ہو کر سنی لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم دونوں کو معاف کر دیجئے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ شریعت کے مطابق، زید و عمرو کو معاف کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے بینوا بالدلیل معہ بحوالہ کتب۔ فقط المستفتی محمد عبد اللطیف فرید پوری۔

الجواب۔ زید و عمرو جب وہابی ہیں تو ما علی خطاء بعد الخطاء۔ ان کی ایسی شناعتوں کا کیا پوچھنا ان سے میل جول ان سے سلام کلام اس سے پہلے بھی ان کی وہابیت کی بنا پر حرام تھا جب تک وہ وہابیت سے اور اپنی اس تازہ بدکلامی بدلگامی سے توبہ نہ کریں ہرگز ان سے میل جول ان کے پاس بیٹھنے اٹھنے کی اجازت نہیں۔ قال تعالیٰ۔ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۞ سنیوں سے معافی مانگتے ہیں مگر توبہ نصیب نہیں۔ سنیوں سے کیا اس کی معافی چاہی جا سکتی ہے اور ان کی معافی سے الزام شرعی ان کے سر سے اٹھ سکتا ہے جو مواخذہ الٰہیہ ان پر ہے بے توبہ ورجوع محض سنیوں سے معافی مانگنے سے انھیں اس سے رستگاری ہو سکتی ہے؟ توبہ کرتے شرم آتی ہے توبہ سے اپنی ذلت سمجھی جاتی ہے اس کی طرح جیسے قرآن عظیم نے فرمایا واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم۔ زید و عمرو دونوں نے ایسی شنیع بات کہی کہ خود وہابیہ بھی ان دونوں سے بے توبہ میل جول کو ناجائز نا روا کہیں گے اگر مذہبی روش پر چلنا چاہیں گے اور سیاسی فریب کاری اگر نہ کریں گے جو آج کل ان کے اکثر نے مذہب پر

لے سورۂ انعام آیت ۶۸ ۲ے سورۂ بقرہ آیت ۲۰۶

مقدم کر رکھی ہے زید نے بکا کیا حرج ہے لوگ الخ یعنی حرام خواری میں کوئی حرج نہیں عمرو نے زید سے بھی بدتر کلمہ بکا کہ تم کو بہتر ہوتا کہ شراب پی لیتے۔ شراب پینے کو بہتر کہا اور ربا نہ کے کھانے سے بہتر کہا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از رہلی صالح نگر مسئولہ کفایت حسین صاحب رضوی یکم شعبان ۵۶ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ طالب علم قرآن عظیم کا سبق یاد کرتا ہو اس حالت میں کہ اس کا ہر حرف غلط ادا ہوتا ہو اور استاد ایک جلسہ کئے ہوئے ہو اس حالت میں کہ کچھ حقہ نوشی کرتے ہوں اور کچھ گفتگو دنیوی اور استاد بھی ہر شخص سے باتیں کر رہے ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں مگر طالب علم کو سبق صحیح کرانے کی استاد کو کچھ فکر نہیں ہے یہ معاملہ دیکھ کر بکر نے کہہ دیا کہ ایسی حالت میں یہ سب کام حرام ہیں تو استاد نے جواب دیا کہ کھانا کھانا بھی بکر نے کہا کہاں جب کہ اس کی کوئی خبر ہی نہیں لی جا رہی ہے۔ لہٰذا حکم شرع استاد و بکر و عام کے واسطے کیا ہے؟

الجواب۔ قرآن عظیم کا سننا ہر شخص پر جو وہاں جہاں قرأت ہو رہی ہو حاضر ہو فرض ہے اس وقت بولنا ہی نہیں ہر کام کہ مخل استماع ہو گا ناجائز ہے قال تعالیٰ۔ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔[2] خصوصاً استاد کہ اس پر اصلاح کے لئے بھی سننا ضروری ہے اور طالب علم جو غلطی کرے اس کا بتانا لازم خصوصاً قرآن عظیم میں۔ بے شک وہ استاد بے پرواہی اور ترک فرض استماع دونوں باتوں کا ملزم ہو گا جب کہ بعد قرأت وہ کلام یا کسی کام میں مشغول ہوا ہو یونہی وہ لوگ جو وہاں بیٹھے ہوں اور اگر وہ مشغول تھے پھر ان کے نزدیک طالب علم نے اپنا پڑھنا شروع کیا تو اس صورت میں یہ لوگ معذور رکھے جائیں گے۔ ان پر الزام نہ ہو گا۔ غنیہ[1] میں ہے صبی یقرأ فی البیت واھله مشتغلون بالعمل یعذرون فی ترک الاستماع ان افتتحوا العمل قبل القرأۃ والا فلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از محلہ ملوک پور مستفتی عبدالرحمٰن خاں معرفت بلدخاں۔

لوگ تبارک کرتے ہیں یہ فرض واجب و سنت ہے یا نہیں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے یا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کرنے کا حکم دیا ہے یا کیا ہے کہ نہیں؟

الجواب۔ تبارک ایصال ثواب ہے ایصال ثواب مستحب و مستحسن ہے حضور نے بھی ایصال ثواب کیا ہے صحابہ کرام نے بھی امام اعظم نے بھی ایصال ثواب کو اچھا مانا و کار ثواب جانا ہے اور پھر قیامت

[1] غنیہ ص ۴۹۱ مطبوعہ لاہور پاکستان [2] سورۂ اعراف آیت ۲۰۴

تک نیا طریقہ اچھا مانے وہ اچھا ہی ہے اس کے نکالنے والے کے لیے خود اس کا ثواب ہے اور جتنے قیامت تک اس اچھے طریقہ کو برتیں ان سب کے ثواب کے برابر ثواب بھی خود حدیث[1] میں ارشاد ہوا من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا جو لوگ پکی مسجدیں بناتے ہیں گنبد منارے تعمیر کرتے ہیں مدرسہ انجمنیں بناتے ہیں ان کے قواعد وضوابط تیار کرتے ہیں مدرسہ میں طرح طرح کے فنون کی تعلیمیں مقرر کرتے ہیں اور تدریس کے ایام معین کرتے ہیں مسجدوں میں امامت اور مؤذنی اور مدرسوں میں مدرسی وغیرہ پر اجرتیں ٹھہرا لیتے ہیں یہ سب امور فرض واجب سنت مستحب ہیں یا کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ کرام اور امام ابوحنیفہ اور ائمہ کرام نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں بلکہ قربت پر اجرت سے خود حضور نے منع فرمایا ہے متقدمین فقہاء نے اس کی حرمت کا قول کیا ہے یا نہیں تو اذان پر اجرت امامت پر اجرت مدرسی پر اجرت وعظ کی اجرت باوجود ممانعت وہابیہ کیوں لیتے ہیں جس کام سے حضور نے نہ منع فرمایا نہ اس کا حکم دیا اگرچہ نفس ایصال ثواب فرمایا اس کو تو حرام ٹھہراتے ہیں اس کے کرنے والے کو بدعتی اور کیا کیا بکتے ہیں اور جس سے حضور نے صاف صاف منع فرمایا تمام ائمہ متقدمین نے اسے حرام جانا وہ نے دریغ شیر مادر۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وھو تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از شہر بریلی محلہ قرولان مرسلہ سید احمد شاہ صاحب بتاریخ ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ یوم جمعہ

نمازی لوگوں نے ایک فہرست بنا کر ہر ایک آدمی کا نام لکھا اور یہ اعلان کیا کہ جو کوئی نماز پڑھنے کے لئے نہیں آئے گا تو اس پر چار آنہ یا آٹھ آنہ جرمانہ کیا جائے گا۔ جرمانہ کرنے سے نمازی لوگوں کی نیت یہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے لگیں اور اس جرمانہ کے پیسہ کو کسی نیک کام میں خرچ کیا جائے۔ تو یہ جرمانہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ تعزیر بالمال ناجائز ہے۔ جرمانہ کرنا نہ چاہئے۔ مگر فتاویٰ[1] خلاصہ میں فرمایا سمعت من ثقۃ ان التعزیر باخذ المال ان رای القاضی او الوالی جاز ومن جملۃ ذالک رجل لا یحضر الجماعۃ یجوز تعزیرہ باخذ المال۔ فتاویٰ خلاصہ کے اس ارشاد سے ایسے شخص پر جرمانہ کی اجازت والی وقاضی کے لئے معلوم ہوئی اگر وہ اس میں مصلحت پائیں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ تو جو نمازی نہیں پڑھتے ان پر بدرجہ اولیٰ مگر یہ اخذ اتنی جائز ہوگا کہ اس طرح سے اس کی اصلاح ہو جائے تو بعد اصلاح واپس کردیں اور اگر واپس کرنے سے پھر اس شخص کی وہی حالت ہو جانے کا صحیح اندازہ ہو تو کسی نیک کام میں اس کی طرف

[1] فتاویٰ خلاصہ جلد دوم ص ۳۹۵ مطبوعہ پشاور [2] مشکوٰۃ ص ۳۳

سے لگا دیں یہاں قاضی کہاں۔ یہاں اعلم علماء بلد سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق قائم مقام والی ہے اس کی اجازت سے یہ تعزیر کی جاسکتی ہے جس کی اصلاح ہو جائے اور واپس کرنے پر پھر اس کے بگڑ جانے کا اندیشہ نہ ہو تو بعد اصلاح اسے اس کی رقم واپس دے دی جائے اور جس کے بگڑنے اور تعزیر کی حیثیت ہی جانے کا اندیشہ ہو اس کی رقم کسی نیک کام میں صرف کر دی جائے اگر اس سے اجازت لے لی جائے تو اچھا ہے اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو بھی اس کی طرف سے کسی نیک کام میں لگا دی جائے کہ اسے ثواب پہونچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ لڑکیاں جو کپڑے کی گڑیاں آدمی اور عورت کی شکل بنا کر کھیلتی ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ جب تصویر بنانا ناجائز ہے تو گڑیوں کا کھیلنا بھی ناجائز ہوا۔ اور یہ بھی ثبوت ہے کہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں۔

الجواب۔ تصویر کشی بے شک ناجائز ہے۔ بنی ہوئی گڑیا جس کے ناک نقشہ کچھ نہیں ہوتا محض کانے ڈورے سے کچھ نشان کر دیے جاتے ہیں ان سے کھیلنے میں بچوں کے لئے حرج نہیں جیسا کہ حدیث ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از محلہ قرولان مسئولہ سید احمد شاہ صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادہ تین تھے یا چار اور ان کے اسماء مبارکہ کیا کیا ہیں؟

الجواب۔ اس بارہ میں روایات بہت مختلف ہیں ان چھ اولاد پر تو سب کا اتفاق ہے حضرت سیدنا قاسم و سیدنا ابراہیم اور چار صاحبزادیاں حضرت زینب اور حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عنہن۔ صاحبزادے کسی روایت سے تین اور کسی روایت سے تین سے زائد بھی معلوم ہوتے ہیں۔ قاسم۔ عبداللہ۔ طیب۔ طاہر۔ مطہر۔ فتاویٰ حدیثیہ[1] میں ہے سئل رضی اللہ عنہ عن عدد اولاد نبینا الکرام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام فاجاب بقولہ المتفق علیہ منہم ستۃ ذکر ان القاسم وابراھیم واربع بنات زینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ وھٰؤلاء الاربع ھاجرن معہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واختلف فیما سوی ھٰؤلاء الستۃ فضم الیہم ابن اسحاق الطیب والطاھر فتکون ثمانیۃ اربعۃ ذکور واربع اناث والزبیر بن بکار عبد اللہ مات صغیرا بمکۃ قال وھٰذا

[1] فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۱۳ مطبوعہ مصر

يقال له الطيب والطاهر عند اكثر اهل النسب قال الدار قطني وهو الاثبت وسمى بهما لانه ولد بعد النبوة فعلى هذا هم سبعة ثلاث ذكور واربع اناث وقيل هو غيرهما فجملتهم تسعة خمسة ذكور واربع اناث۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ۔ زید کہتا ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو جنازہ مبارک کی نماز بغیر امام کے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ پڑھی اس کی کیا وجہ ہے اور غسل میت مع ملبوس دیا گیا تھا یا غیر ملبوس؟

الجواب۔ بزاز و طبرانی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی وصیت فرمائی تھی بموجب ارشاد حضور پر نور سید العباد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ الی یوم التناد فرادیٰ فرادیٰ پڑھی امام ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ امر مجمع علیہ ہے کہ حضور پر نماز ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ پڑھی ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ محض تعبدی ہے یہ سمجھ سے بالاتر ہے یا اس کی وجہ یہ بھی جانے کہ ہر ہر صحابی جو حاضر ہو وہ خود حضور پر نماز پڑھنے کا شرف حاصل کرے اور حضور پر حضور کی جانب صلاۃ سے مباشر ہو کہ اللہ عزوجل نے ہر ہر مسلمان کو حضور پر صلاۃ وسلام کا امر فرمایا تو ہر ایک پر لازم ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر حضور کی طرف خود مباشرت صلاۃ کرے اور فرمایا کہ ملائکہ اس میں ہمارے ائمہ ہیں حدیث میں ہے ان اول من صلی علیہ الملائکۃ افواجا ثم اهل بيته ثم الناس فوجا فوجا ثم نساءه آخرا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے وفي حديث ابن عباس عند ابن ماجه لما فرغوا من جهازه صلى الله عليه وسلم يوم الثلاثاء وضع على سريره في بيته ثم دخل الناس عليه صلى الله عليه وسلم ارسالا اى جماعات متتابعين يصلون عليه حتى اذا فرغوا دخل النساء حتى اذا فرغن دخل الصبيان ولم يؤم الناس على رسول الله صلى الله عليه وسلم احد قال ابن كثير هذا امر مجمع عليه واختلف في انه تعبد لا يعقل معناه او ليباشر كل واحد الصلاة عليه منه۔ قال السهيلي قد اخبر الله تعالى انه وملائكته يصلون عليه وامر كل واحد من المؤمنين ان يصلي عليه فوجب على كل احد ان يباشر الصلاة عليه منه اليه والصلاة عليه بعد موته من هذا القبيل قال وايضا فان الملائكة لنا في ذلك ائمة۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو غسل مع قمیص مقدس دیا گیا زرقانی میں ہے من ما اتفق ما روی انهم لما ارادوا غسل النبي صلى الله عليه وسلم قالوا لا ندري انجرد رسول الله صلى الله عليه وسلم من ثيابه كما نجرد موتانا ام نغسله وعليه ثيابه فلما اختلفوا القى الله عليهم النوم حتى ما منهم رجل

الا وذقنه فی صدارہ ثم کلمهم من ناحية البيت لايدرون من هو اغسلوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعليه ثيابه فقاموا انتبهوا من النوم فغسلوه وعليه قميصه يضعون الماء فوق القميص ويدلكونه بالقميص رواه البيهقی فی دلائل النبوة واصله فی ابی داؤد عن عائشة وابن ماجه عن بريدة واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ مستری عبدالشکور ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ

(۱) فاتحہ مروجہ سنت ہے زید فاتحہ کو سنت کہتا ہے اس کا کہنا ٹھیک ہے یا نہیں بروئے شرع فاتحہ کیا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص تمام عمر باوجود قدرت کے اپنے اجداد و آبار کی وا اولیار کرام کی جناب غوث اعظم کی گیارہویں محفل میلاد اقدس نہ کرائے اور تمام عمر یا رسول اللہ نہ کہے تو تمام امور مذکورہ کے نہ کرنے سے کفر و اسلام کا سوال پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ شخص مذکور صوم و صلاۃ امر و نہی کا پابند و متبع سنت ہے؟

(۳) مزار پر چادر چڑھانے کا کیا ثواب ہے اور اس سے صاحب مزار کو کیا فائدہ پہونچتا ہے؟

الجواب۔ ایصال ثواب سنت ہے صدقہ کرنا سنت ہے قرآن عظیم کی تلاوت برائے ایصال ثواب سنت ہے دعا سنت ہے فاتحہ میں اور کیا ہوتا ہے رہی تعین وہ عرفی ہے شرعی نہیں اور اس کی غرض صحیح ہے فتاوی عزیزیہ[1] میں ہے ایں طعن مبنی ست بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدار ثواب و تلاوت قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امور مستحسن و خوب ست باجماع علمار و تعیین روز عرس برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات ست و خلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید چناں چہ در احادیث مذکور است کہ ولد صالح یدعو لہ و تلاوت قرآن و اہدار ثواب را عبادت قرار دادن مبنی بر کمال بلادت و افراط جہل ست اسی میں ہے در در منثور[2] سیوطی مرقوم ست عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاتی احدا کل عام فاذا تفوہ الشعب سلم علی قبور الشہداء وقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار واخرج ابن جریر عن محمد بن ابراہیم قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر و عمر و عثمان انتہی

[1] فتاوی عزیزیہ جلد اول ص۴۹ ۔ [2] در منثور جلد ۴ ص۵۸ مطبوعہ بیروت

وفی التفسیر الکبیر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ۔

فتاوی عزیزیہ[1] میں جہاں حضرت شاہ صاحب کا مجلس ذکر وفات شریف اور مجلس شہادت حسنین کرنا مذکور ہوا ہے اس کے ختم پر یہ عبارت ہے۔ "بعد ازاں ختم قرآن مجید و پنج آیت خواندہ بر ماحضر فاتحہ نمودہ می آید و درین بین اگر شخصے خوش الحان سلام می خواند یا مرثیہ مشروع ایں اتفاق می شود ظاہر ست کہ درین اکثر حضار مجلس را وایں فقیر را ہم رقت وبکا لاحق می شود این ست قدرے کہ بعمل می آید پس اگر چیزہا نزد فقیر ہمین وضع کہ مذکور شد جائز نمی بود اقدام برآن اصلا نمی کرد واللہ تعالیٰ اعلم۔" فاتحہ مروجہ کے مستحسن ومستحب ہونے میں کچھ شک نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر وہ یہ سعادات بجا نہیں لاتا اور یہ برکات حاصل نہیں کرتا مگر انکار بھی نہیں رکھتا تو بد مذہب تو نہیں ناسعادت مند بد نصیب ضرور ہے۔ ابھی شاہ صاحب کی عبارت میں گذرا کہ خلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید اور جو بد منش بد عقل امور مستحسنہ مذکورہ کا انکار کرتا ہے انھیں ممنوع بتاتا ہے وہ نئی شریعت دل سے گڑھتا ہے حدیث محکم سے ملعون ملائکہ زمین وآسمان ہوتا ہے قال النبی[2] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السموات والارض وہ جری اللہ ورسول پر افتری ہے جس طرح کسی بات کو جائز اپنی طرف سے نہیں کہا جاسکتا قرآن وحدیث ہی کی رو سے کہا جائے گا یونہی کسی بات کو ناجائز بھی اپنی طرف سے نہیں کہا جائے گا ارشاد الٰہی وفرمان رسالت پناہی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کہا جائے گا۔ ہے کسی وہابی میں دم کہ وہ امور مذکورہ سے ممانعت کی کوئی آیت یا حدیث پیش کرسکے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[3] ۔ قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[4] ۔ ممنوع کہنے والا مذہب وہابی گمراہ ہے کہ آج کل وہابی کا ہی یہ شعار ہے۔ یہ تو محض انکار کا حکم ہے کہ وہ متبع غیر سبیل المؤمنین ہے۔ اور جن کا انکار بد تہذیبی اور توہین وتنقیص پر مشتمل ہے ان کا حکم اس سے زیادہ سخت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مزارات اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قبور عوام سے ممتاز کرنا کہ لوگ وہاں حاضر ہوں ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں اور نادانستگی کے سبب ان کی اہانت سے بچیں چادریں ڈالنے سے یہ مقصود ہوتا ہے مسلمانوں کو فیوض وبرکات اولیائے کرام سے بہرہ مند کرانا اور ضرر توہین اولیاء کرام سے بچانا ضرور

کار ثواب ہے اور مستحب و مستحسن ہے کہ نصیحت و خیر خواہی مسلمین ہے صاحب مزار کو چادر کی حاجت نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب امتیاز قبور عوام سے ہوگا تو وہاں لوگ حاضری دیں گے اور ایصال ثواب کا خاص اہتمام کریں گے۔ یوہیں گذرتے ہوئے نہ چلے جائیں گے شامی میں ہے اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لایحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات وان کان بدعة فهو کقولهم بعد طواف الوداع یرجع القهقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیه سنة مرویة ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا انتهی۔[1]

واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از قصبہ مگہر محلہ شیر پور ضلع بستی عبدالحامد قادری اشرفی ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ

(۱) میلاد شریف میں قیام کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) سامنے کھانا یا شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب۔ (۱) قیام مجلس میلاد جائز و مندوب و مستحسن ہے اور اس زمانہ میں کہ اس کا انکار وہابیت کا شعار ہے قیام کرنا متاکد ہے تفصیل اگر منظور ہو تو رسالہ مبارکہ "اقامۃ القیامہ" تصنیف لطیف اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد مجدد المائۃ الحاضرہ قدس سرہٗ ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲) جائز ہے فتاوی عزیزیہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ میں ہے "فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمایند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفاء راشدین نہ بود اگر کسے ایں طور کند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبیح نیست بلکہ فائدہ احیا و اموات را حاصل می شود" اسی میں ہے "اگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگ بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانید مضائقہ نیست جائز ست واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن ازاں جائز ست" زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ مبارکہ "الحجۃ الفائحہ" تصنیف شریف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ مطالعہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ زید کا قول ہے کہ شراب تھوڑی مقدار میں کہ حد سکر کو نہ پہونچے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا پینا جائز و حلال ہے یہ صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں تو مع حوالہ کتب جواب عنایت ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ زید کا قول حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا ہے اس پر پہلی آن

[1] شامی جلد ۲ صـ ۳۶۳ مطبوعہ مصر

ہیں اپنی اس افتراء سے توبہ اور رجوع لازم۔ اس نے اس جلیل الشان رکن دین امام مسلمین پر کفر کا افتراء کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شراب پیشاب کی طرح عین نجاست ہے جسے قرآن عظیم نے رجس فرمایا۔ قال تعالیٰ[۱] یایہا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ○ انما یرید[۲] الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم[۳] عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فہل انتم منتہون ○

اور رجس پلیدی محرم العین، جس کے دماغ میں عقل کا چراغ کچھ بھی روشنی دے رہا ہو وہ بھی یہ نہ کہے گا کہ کسی پلیدی کا کوئی قلیل حصہ حلال ہے کثیر حرام ہے بلکہ جو شئی عین نجاست ہو نجاست کا کوئی ذرہ یا کوئی قطرہ پڑجانے سے پاک شئی ناپاک ہوگئی جب تک وہ ناپاک رہی اس وقت تک کوئی صحیح دماغ والا انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا کثیر حرام قلیل حلال ہے شراب حرام قطعی ہے اس کی حرمت کتاب و سنت اور اجماع امت سب سے ثابت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس کی تھوڑی مقدار کی حلت کا قول نری تہمت ہے ان کے نزدیک شراب کا حکم زیادہ سخت ہے کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب پر اسے سرکہ بنالینا جائز ہے ان کے نزدیک یہ بھی ناجائز۔ افسوس کہ اس وقت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب (کی) کوئی ایسی کتاب جس میں حکم شراب ہو مجھے نہیں مل سکی کہ میں اس سے نقول پیش کرتا۔

حضرت عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہ العزیز تفسیرات احمدیہ[۱] میں زیر آیہ مذکور تحریر فرماتے ہیں عندنا عینہا حرام غیر معلول بالسکر ولا موقوف علیہ ومن الناس من قال ان السکر منہا حرام لان بہ یحصل الفساد وھو الصد عن ذکر اللہ والصلاۃ وھذا کفر عندنا لانہ انکار عن الکتاب فان اللہ سماھا رجسا حیث قال رجس من عمل الشیطن والرجس ما ھو محرم العین وعلیہ انعقد اجماع الامۃ وبہ تواترت السنۃ فہی حرام بعینہا ثم ھو نجس نجاسۃ غلیظۃ کالبول لثبوتہا بالدلیل القطعی ویکفر مستحلہا لانکارہ الدلیل القطعی ویسقط تقومہا فی حق مسلم حتی لا یضمن متلفہا وغاصبہا ولا یجوز بیعہا لان اللہ تعالیٰ لما نجسہا فقد اھانہا والتقوم مشعر بالعزۃ وان مالا علی الاصح ویحرم الانتفاع بہا لان الانتفاع بالنجس حرام ولان اللہ تعالیٰ امر بالاجتناب عنہا حیث قال فاجتنبوہ وفی الانتفاع بہا اقتراب عنہا ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا ولا یؤثر۔

[۱] تفسیرات احمدیہ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ [۲] سورۂ مائدہ آیت ۹۰ [۳] ایضاً آیت ۹۱

فیھا الطبع یعنی بعد ما صارت خمراً لا ترفع حرمتھا بالطبع ولکن جائز تخلیلھا عندنا خلافاً للشافعی

مسئلہ۔ از میرٹھ مستفتی مولوی محمد حسین صاحب موجد طلسمی پریس۔ ۷ شوال المکرم ۱۳۵۷ھ

مستورات کو اپنے پیر و مرشد قبلہ سے پردہ کرنا چاہئے یا ان کے سامنے آنا چاہئے اگر بزرگان دین کا معمول بھی کچھ ارشاد ہو تو بہتر۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ عورت پر ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے۔ پیر استاد محرم نہیں ہوتا بعض اجنبی ہے جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں۔ شرعاً اجانب سے پردہ لازم۔ ملا علی قاری کی مسلک متقسطہ میں ہے فرماتے ہیں ستر الوجہ عن الاجانب واجب علی المرأۃ جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے اگر وہ پردہ نہ کریں خود سامنے آئیں اور ان کی طرف دوسری نگاہ قصدی نہ ڈالی جائے تو اس پر الزام نہیں۔ بزرگان دین عورت کی آواز کو بھی عورت بتاتے ہیں اور اس کی آواز بھی سننا جائز نہیں جانتے۔ سیر الاولیاء شریف میں ہے "گفت اگر امامی در نماز باشد و جماعتے در عقب او مقتدی شوند و دراں جماعت عورات ہم باشند پس اگر امام را سہو افتد مردمانے کہ اقتدا کردہ باشند یکے بہ تسبیح اعلام دہد بگوید سبحان اللہ واگر زنے واقف شود او چگونہ امام را آگاہاند۔ سبحان اللہ نگوید زیرا کہ نشاید آواز شنودن پس چہ کند پشت دست برکف دست زند و کف دست برکف دست نہ زند کہ بلہو می ماند۔

یعنی حضور نظام الملۃ والدین سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اس جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو۔ مردوں سے کوئی امام کو سہو سے تسبیح کہہ کر مطلع کرے اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ عورت کی آواز سننا جائز نہیں وہ کیا کرے کس طرح سے اعلام سہو کرے وہ پشت دست کف دست پر مارے۔ تالی نہ بجائے کہ تالی لہو لعب میں بجائی جاتی ہے۔ پردہ کا حکم حکم شرع ہے اور بزرگ کا کوئی قدم شرع سے ہٹ نہیں سکتا اس کی بزرگی باقی رہنے کے لئے ضروری ہے اتباع شریعت علی وجہ الکمال۔ اور پیروی سنن بروجہ کافی۔ تو بزرگوں کا معمول پوچھنا ہی زائد سوال ہے۔ بزرگوں کا معمول اتباع شرع جب ٹھہرا اور پردہ کا حکم حکم شرع تو خود ظاہر کہ بزرگوں کا معمول پردہ رہا اور ہے اور رہے گا۔

بعض اولیاء کرام کے مرید جو خود بھی درجہ ولایت پر فائز تھے ایک نہایت حسین جمیل خوبصورت پر نظر پڑی جو بے پردہ جارہی تھی ساتھ ہی اسی آن میں اس کا جہنمی ہونا منکشوف ہوا آپ نے دوسری نظر

بالقصد متاسفانہ ڈالی کہ کیسی حسین جمیل ہے اور اس کا کیا بر اٹھکانہ جب مرشد برحق کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا روئے اقدس پھیر لیا۔ دوسری جناب حاضر ہو کر سلام عرض کیا ادھر سے ادھر وجہ شریف پھیر لیا انھیں اس سے یقین ہو گیا کہ آج کوئی گناہ میں نے کیا ہے کوئی جرم مجھ سے ہوا ہے کوئی خطا کوئی قصور ضرور مجھ سے سرزد ہوا غور کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ اس نامحرم عورت کی طرف میں نے نگاہ کی تھی عرض کی حضور وہ نگاہ متاسف تھی وہ نگاہ شہوت نہیں تھی ارشاد ہوا کہ مگر شرع نے دوسری نگاہ کی اجازت تو نہیں دی۔ اللہ اللہ آج کل کے لوگ بے پردگی پر راضی رہتے ہیں وہ بنے کے بزرگ ہیں بزرگ صورت ہونا اور ہے اور بزرگ ہونا اور، حقیقتًا وہ بزرگ نہیں، ہرگز وہ بزرگ نہیں جو متبع شریعت نہیں کیسا ہی بظاہر بزرگ صورت بلکہ صاحب کشف کرامت ہو الاستقامۃ فوق الکرامۃ شریعت پر استقامت ہے اور کشف و کرامت نہیں تو ہزار کرامت سے زائد کرامت استقامت ہے اور لاکھ کرامت دکھائے شریعت سے برکراں ہے تو سب مردود والعیاذ باللہ تعالیٰ وہو تعالیٰ اعلم!

یہ حکایت اس وقت سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کتاب میں کن کن بزرگوں کے متعلق دیکھی غالبًا اسی سیر الاولیا شریف میں ہے اور حضور سلطان المشائخ اور ان کے مریدی کا واقعہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از رام پور مسئولہ علی حسین خان صاحب معرفت مولوی عزیز احمد خاں صاحب وکیل ۱۰ شوال المکرم

ایک ایسی ریاست ہے جس کا رئیس اول سنی المذہب تھا اور حنفی افواج کی امداد سے یہ ریاست حاصل کی گئی وہ بھی کلیتًا سنی المذہب تھیں۔ چند سنی المذہب رئیسوں کے بعد بعض رئیسوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا اور رئیس حال بھی شیعہ مذہب رکھتا ہے اس ریاست میں ہمیشہ سے حنفی مذہب کا احترام کیا جاتا تھا حنفی قوانین جاری تھے افطار صوم کے وقت صرف ایک توپ اعلان افطار کے لئے چلائی جاتی تھی۔ جو سنی قاضی کے حکم سے سنیوں کے افطار کے وقت چلتی تھی اور کوئی کام ایسا نہ کیا جاتا تھا جو حنفی مذہب کے احترام کے خلاف ہو۔ رئیس حال نے حنفی قانون کو ترک کر کے اس کی جگہ خود ساختہ قوانین جاری کرائے۔ شرع شریف کی جگہ خود ساختہ قوانین پر عمل ہونے لگا۔

دسویں محرم کو بازار سوگ میں بند کر دیے جانے لگے۔ دُلدل وغیرہ کے جلوس آبادی اور بازار میں سے گذرنے لگے اور افطار کے لئے دو توپیں سر ہونے لگیں۔ ایک سنی افطار کے وقت دوسری شیعہ افطار کے وقت۔ سنی آبادی کے وہ لوگ جو اتفاق سے سنی افطار کی توپ نہ سن سکے یا دیہات کی آبادی جو پہلی

توپ کے سننے سے عاجز رہے وہ شیعہ اوقات پر روزے افطار کرنے لگے ایسی حالت میں حنفی المذہب کو ان جدید جدتوں کے خلاف احتجاج کرنا مذہبًا لازم ہے یا نہیں اور بالخصوص سنی علماء کا فرض دینی ہے یا نہیں کہ وہ ان جدتوں کے خلاف آواز بلند کریں اگر اس احتجاج میں اندیشہ نقصان اٹھانے یا قید و بند ہونے کا ہو تب بھی احتجاج کرنا علماء کے لئے ضروری ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالصدق والصواب توجروا۔

الجواب۔ امر بالمعروف و ازالۂ منکر بقدر قدرت و استطاعت فرض ہے حدیث میں ہے[1] من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان امر بالمعروف و ازالۂ منکر میں اگر ضرر لاحق ہو تو ایسے وقت اگرچہ ترک موجب اثم نہ ہوگا مگر امر بالمعروف کرنا منکر کا مٹانا بہت عظیم کار ثواب ہوگا۔ یہاں تک کہ اس میں اگر کسی کی جان جائے تو افضل شہدا ٹھہرے۔ پھر پر امن رہتے ہوئے محض احتجاج پر لحوق ضرر کا کسی ایسے شخص سے جو کتنا ہی ظالم ہو مگر اگر اس کی بے حیائی اس حد تک نہ پہونچی ہو کہ وہ ظالم کہے جانے اور بدنام ہونے کی پرواہ نہ کرے ہرگز کوئی اندیشہ بھی نہیں ہو سکتا علمائے کرام وغیرہم سائر انام خواص اور عوام سب پر ہر ایک فرد پر۔ اپنے حسب قدرت و استطاعت تحریر و تقریر و ہر تدبیر سے ان مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا شرعًا عقلًا ہر طرح لازم۔ اور ظلم پر مظلوموں کی آہ بلند ہونا ایک فطری بات ہے جو ہرگز کسی ذی انصاف کے قانون کی زد میں نہیں آسکتی اور جو اس پر بھی دفعہ ۱۴۴ نافذ کرے وہ ہرگز کسی عاقل کے نزدیک ذی انصاف ہستی نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ جفا کار ستم شعار ایسا ہوگا کہ ظالم مارے اور رونے نہ دے (اہل سنت کی ریاست پر رافضی کا قبضہ ہی خود بڑا ظلم اور تمام مظالم کی جڑ ہے۔ پھر ظلم بالائے ظلم یہ کہ) اہل سنت کے مذہب مہذب کے خلاف احکام جاری کرنا۔ سوگ حرام ہے بجبر سوگ کرانا۔ ان کے مذہب کے احکام کو مٹانا۔ قوانین شریعت یکسر اٹھا کر ان کی جگہ خود ساختہ غیر شرعی قوانین جاری کرنا یہ تو نہ صرف اہل سنت بلکہ ہر اس شخص کے نزدیک بھی اشد ظلم ہے جو اسلام کا نام لیوا ہو ہر سنی مسلم کا فرض اہم ہے کہ وہ ان مظالم حکام روافض پر پرزور صدائے احتجاج بلند کرے اور ان کی اصل کی بیخ کنی چاہے پوری یکجہتی کے ساتھ یک دل یک زباں ہو کر احتجاج کریں اور جب تک دم میں دم ہے برابر احتجاج کرتے رہیں رئیس اگر توجہ نہ کرے گورنمنٹ کے کانوں تک اپنی چیخ پکار پہونچائیں وہ گورنمنٹ جو اپنے خود ساختہ قانون کا احترام اور اس کا لحاظ پاس اتنا ضروری جانتی ہے کہ ایڈورڈ ہشتم کو اس کی خلاف ورزی کے ارادہ پر تخت سے اتار دیتی اور ملک بدر ہونے پر مجبور

[1] مشکوٰۃ شریف ص۴۳۶

کر دی ہے کیا وجہ وجیہ ہو سکتی ہے کہ وہ گورنمنٹ اہل سنت کے احتجاج پر کہ روافض کی سنیوں پر گرانی ہی دین و مذہب کے خلاف ہے ان کے یہ مظالم نہ ہوتے تو ایک یہی وجہ واجب العزل کرنے کے لئے بہت کافی وجہ تھی روافض کو برسر حکومت واقتدار رہنے دے اور سنیوں کے دینی ایمانی مطالبہ کو ٹھکرا دے اگر گورنمنٹ سنیوں کے اس مذہبی مطالبہ کی پرواہ نہ کرے اور ان کی صدائے احتجاج پر کان نہ دھرے تو ہر ذی انصاف کی نظر میں اس کے ادعاء انصاف کی جو قدر ہوگی وہ محتاج بیان نہیں خصوصاً ان مظالم واضحہ فاضحہ پر بھی اگر کچھ شنوائی نہ ہو اور ستم زدوں مظلوموں کی چیخ پکار نہ سنی جائے۔ معمولی اوقاف کا متولی جب دیانت کے خلاف کرتا ہے شرعاً عقلاً ہر طرح ذی ہوش اور عقل سلیم سے ذرا سا واسطہ رکھنے والے کے نزدیک بھی واجب العزل ہو جاتا ہے نہ کہ ایسے ظالم جابر حاکم۔

ریاست و بادشاہت حکومت و امارت سے کوئی شخص کسی ذی انصاف کے نزدیک مالک نہیں ہو جاتا کہ جو چاہے جیسا چاہے تصرف کرے۔ انگریزوں نے اپنے خود ساختہ قوانین پر جسے بادشاہ امیر رئیس حاکم بنایا اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان قوانین کا احترام کرے اور جو حدود مقرر ہیں ان کے دائرہ سے قدم باہر نہ ڈالے اگر تجاوز کرے گا اس حد بندی کو توڑے گا نہیں نہیں توڑنا چاہے گا۔ تو تاج و تخت سے محروم کر دیا جائے گا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی ریاست میں جہاں ان کے شرعی حدود و قوانین جاری تھے جسے حدود شرعیہ کے اندر حاکم بنایا وہ حدود شرعیہ کو توڑے اور حد سے تجاوز کرے پھر بھی اسے تو انہی اس کے بنائے ہوئے ایسے حکام کو جو سراسر ستم پر ستم ظلم پر ظلم کرتے رہیں مسلمانوں کے سر پر بلائے بے درماں کی طرح مسلط رکھا ہی جائے مسلمانوں کی چیخ پکار کچھ نہ سنی جائے۔ مسلمانوں کے کاندھوں پر ان کے دین و مذہب کے خلاف زبردستی ایسے ظالموں کی حکومت کا جوا رکھا ہی جائے خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ ان محکوموں کے دین و مذہب کی علی الاعلان بیخ کنی اور ان کے نزدیک جو مذہب باطل ہو اس کی پیروی کے لئے انھیں مجبور کرتے ہوں۔

اہل سنت کے دینی و مذہبی احکام ان عبارات سے ظاہر ہیں اوپر حدیث گذری من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ الحدیث اس کی شرح تیسیر شرح جامع صغیر میں حضرت سیدی عبد الرؤف مناوی قدس سرہ نے یوں فرمائی من رای ای علم منکم معشر المسلمین المکلفین القادرین منکرا ای شیئا قبحہ الشرع فعلا او قولا فلیغیرہ بیدہ وجوبا شرعا او عقلا فان لم یستطع الانکار بیدہ بان

ظن لحوق ضرر به فبلسانه ای بالقول کاستغاثة او توبیخ او اغلاظ بشرطه فان لم یستطع ذلک بلسانه لوجود مانع کخوف فتنة او خوف علی نفس او عضو او مال فبقلبه ینکره وجوبًا بان یکرہ به ویعزم انه لو قدر فعل ذلک ای الانکار بالقلب اضعف الایمان ای خصاله فالمراد به الاسلام او آثاره وثمراته۔ تیسیر ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ مصر

رواه الامام احمد بن حنبل ومسلم وابو داؤد والترمذی وابن ماجه والنسائی عن سیدنا ابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنه یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد و ابن ماجہ و ترمذی و امام نسائی نے حضرت سیدی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

فتاوٰی خلاصہ[1] میں فتاوٰی صغرٰی سے ہے الامر بالمعروف یحل وان کان یلحقه الضرر غالبًا ویعلم یقینا وفی الفتاوی للقاضی الامام اذا رای الرجل منکرا من قوم وهو یعلم انه لو نهاهم عنه قبلوا منه فانه لا یسعه ان یسکت ویترك وان کان یعلم انه لو نهاهم لا یمتنعون وسعه ان یترك والنهی افضل وان علم انهم یضربونه او یشتمونه لو نهاهم وسعه ان یترك۔ ردالمحتار[2] ج ۳ ص ۲۴۲ باب الجہاد میں ہے ذکر فی شرح السیر انه لا بأس ان یحمل الرجل وحده وان ظن انه یقتل اذا کان یصنع شیئا بقتل او یجرح او یهزم فقد فعل ذلك جماعة من الصحابة بین یدی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یوم احد ومدحهم علی ذلك فاما اذا علم انه لا ینکی فیهم فانه لا یحل له ان یحمل علیهم لانه لا یحصل بحملته شیئ من اعزاز الدین بخلاف نهی فسقة المسلمین عن منکر اذا علم انهم لا یمتنعون بل یقتلونه فانه لا بأس بالاقدام وان رخص له السکوت الخ حدیقہ ندیہ[3] شرح طریقہ محمدیہ ج ۲ ص ۱۹۵ میں ہے حمل الناس علی الطاعة واجتناب المعصیة فهو الحسبة اسی[4] میں ج ۲ ص ۱۹۶ پر ہے الجهاد فی سبیل الله تعالٰی لا یجوز للمسلم عند تیقن القتل من اهل الحرب والبغی وعند عدم النکایة للکفرة المحاربین وتجوز الحسبة من الانسان عند تیقن القتل له ممن یحتسب علیه وعدم النکایة فیه ولا یرتفع جوازها بسبب ذلك ولا یخفی ان الصبر علی القتل فی هذه الحالة لیس بمعصیة فلا یمنع جواز الحسبة وتبقی مشروعة معه وکذلك عدم النکایة والتأثیر لا یمنع الجواز ویکون ذلك المحتسب اذا قتله من احتسب علیه من افضل شهداء عند الله تعالٰی اھ مختصرًا۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ غیر حکام کے لئے یہ احکام ہیں حکام کے لئے نہیں۔ اسی حدیقہ ندیہ[5] میں ج ۲ ص ۱۹۷ حاکم جابر ظالم جائر پر احتساب کرنے والے اور اس پر مظلوم محتسب مقتول کی نسبت حدیث نقل فرمائے

[1] فتاوٰی خلاصہ جلد دوم ص ۳۲۳ مطبوعہ پشاور۔ [2] ردالمحتار جلد ۳ ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر۔ [3] [4] [5] حدیقہ ندیہ جلد ۲ ص ۲۹۴ و ص ۲۹۶ و ص ۲۹۵ مطبوعہ لائلپور پاکستان

سید الشہداء حمزۃ بن عبد المطلب و رجل قام الی امام جائر فامرہ ونہاہ فقتلہ رواہ الحاکم باسنادہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حدیقہ ندیہ میں یہ مع شرح یوں ہے عن جابر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال سید الشہداء ای افضلھم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حمزۃ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و رجل من المسلمین والمراد الانسان لتدخل المرأۃ والخنثیٰ قام الی امام ای حاکم جائر ای ظالم متعدی فامرہ بالعدل والانصاف ونہاہ عن الجور والظلم فقتلہ ای قتل الامام الجائر ذلک الرجل الذی امرہ ونہاہ فانہ یکون من افضل الشہداء حیث بذل نفسہ فی سبیل اللہ تعالیٰ نیز اسی میں دوسری حدیث نقل فرمائی ص۱۹۶ ج۲ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر او عند امیر جائر رواہ ابو داؤد باسنادہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مع شرح اس طرح ہے افضل الجہاد فی سبیل اللہ تعالیٰ کلمۃ عدل ای حق وانصاف قالہا رجل مسلم یرید بہا وجہ اللہ تعالیٰ عند سلطان ای ملک لہ سلطنۃ علی الناس جائر ای ظالم او عند امیر ای حاکم جائر ای ظالم۔

نیز اسی میں اسی ج۲ ص۱۹۶ پر یہ حدیث نقل فرمائی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تزال کلمۃ لا الہ الا اللہ تنفع من قالہا وترد عنہم العذاب والنقمۃ ما لم یستخفوا بحقہا قالوا یا رسول اللہ فما الاستخفاف بحقہا قال نظر العبد معاصی اللہ فلا ینکر ولا یغیر رواہ الاصبہانی باسنادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ شریف باب الامر بالمعروف میں یہ حدیث ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہ تصیب امتی فی آخر الزمان من سلطانہم شدائد لا ینجو منہ الا رجل عرف دین اللہ فجاہد علیہ بلسانہ ویدہ وقلبہ فذالک الذی سبقت لہ السوابق و رجل عرف دین اللہ فصدق بہ و رجل عرف دین اللہ فسکت علیہ فان رأی من یعمل الخیر احبہ علیہ وان رأی من یعمل بباطل ابغضہ علیہ فذالک ینجو علی ابطانہ کلہ۔

اشعۃ اللمعات ج۲ ص۴۲۰ مطبوعہ مصطفائی میں حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں بدرستی کہ شان ایں است کہ می رسد امت مرا در آخر زمان از ارباب سلطنت و پادشاہان محنتہا و بلاہائے سخت در دین از مشاہدہ منکرات و استماع باطل کہ نجات نمی یابد ازاں بلائے یا از سلطان کہ ایں بلا از وے می رسد مگر مردے کہ شناخت دین خدا را بکمال و تمام و استقامت گزید بر آن پس کارزار کرد بر دین

یا بر آن بلاد بزبان و بدست و بدل خود پس آں مردے ست کہ پیش رسیدہ است اور اسابقہا از سعادت در دنیا و در آخرت و بشارت بخیر او مثوبت و توفیق طاعت و عبادت و قول حق سبحانہٗ ان الذین سبقت لہم منا الحسنی[1] اشارت بآنست و سابقہ ہر خصلتے فاضلہ را گویند۔ فلاں را سابقہ است دریں امر یعنی سبقت کردہ و پیشی گرفتہ است بر مردم دریں کار۔ و مردے دیگر کہ وے بشناخت دین خدا را امابیک درجہ کمتر از اول پس تصدیق کرد بدین و راست دانست آں را یعنی جہاد کرد بزبان و دل نہ بدست بقرینہ مقابلت چون تصدیق کار دست و زبان ترجمانست تعبیر ازیں دو تصدیق کرد۔ و مردے دیگر کہ بشناخت دین خدا را فی الجملہ پس خاموش گزید بر آن و جہاد نہ کرد مگر بدل پس از آن بیان حال و صفت ایں مرد کرد و فرمود پس اگر می بیند ایں مردے راکہ کارہائے نیک می کند دوست می دارد او را بنا بر آں و اگر می بیند کسے راکہ عمل بغیر حق می کند دشمن می دارد او را بنا بر آں پس آن مرد نجات می یابد بنا بر پوشیدہ داشتن وے محبت خیر و بغض باطل باہمہ۔ پس ایں ہر سہ قسم از مردان عارف و خدا ساید ہیں اند در مرتبہ متفاوت اول سابق و ثانی مقتصد و ثالث ظالم۔ چناں کہ در آیۂ کریمہ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات۔[2] آمدہ است ثالث را بجہت زیادت تقصیر ظالم خواند و ثانی را میانہ رو و اول را سابق و ہر سہ از برگزیدہ ہائے درگاہ اند چناں کہ در اول آیت فرمود ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا الآیۃ۔

شرح فقہ اکبر میں ہے کہ فسق و ظلم کے سبب مستحق عزل ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ فاسق اہل ولایت سے ہے یا نہیں امام محمد سے اس میں دو روایتیں ہیں اور امام شافعی سے بھی امام اعظم کے نزدیک وہ خلیفہ ہو سکتا ہے مگر وہ قاضی امیر اور خلیفہ اتفاقاً فاسق کے نزدیک مستحق عزل ہے علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر[1] مطبوعہ مطبع حنفی ص ۱۷۹ میں فرماتے ہیں عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ان الامام ینعزل بالفسق والجور وکذا کل قاضی وامیر ومنشاء الخلاف ان الفاسق لیس من اھل الولایۃ عند الشافعی لانہ لا ینظر لنفسہ فکیف ینظر لغیرہ وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ھو اھل الولایۃ حتی یصح للاب الفاسق تزویج ابنتہ الصغیرۃ والمسطور فی کتب الشافعیۃ ان القاضی ینعزل بالفسق بخلاف الامام والفرق فی انعزالہ ووجوب نصب غیرہ اثارۃ الفتنۃ لما لہ من الشوکۃ بخلاف القاضی وقیل عدم انعزال الامام ھو المختار من مذھب ابی حنیفۃ والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ روایتان لکن یستحق العزل اتفاقاً۔

[1] فقہ اکبر ص ۱۳۸ مطبوعہ مصر [1] سورۂ انبیاء آیت ۱۰۱ [2] سورۂ فاطر آیت ۳۲

درمختار میں ہے۔ ان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قہر ومنعۃ لعودہ بالقہر فلا یفید، والا ینعزل بہ لانہ مفید اھ ردالمحتار میں ہے قولہ والا ینعزل بہ ای ان لم یکن لہ قہر ومنعۃ ینعزل بہ ای بالجور، قال فی شرح المقاصد ینحل عقد الامامۃ بما یزول بہ مقصود الامامۃ کالردۃ والجنون المطبق وصیرورتہ اسیرا لا یرجی خلاصہ وکذا بالمرض الذی ینسیہ العلوم وبالعمی والصمم والخرس وکذا بخلعہ نفسہ لعجزہ عن القیام بمصالح المسلمین وان لم یکن ظاہرا بل استشعرہ من نفسہ (الی قولہ) وکذا فی انعزالہ بالفسق والاکثرون علی انہ لا ینعزل وہو المختار من مذہب الشافعی وابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالٰی وعن محمد روایتان ویستحق العزل بالاتفاق اھ وقال فی المسایرۃ واذا قلد عدل ثم جار وفسق لا ینعزل ولکن یستحق العزل ان لم یستلزم فتنۃ اھ وفی المواقف وشرحہ ان للامۃ خلع الامام وعزلہ بسبب یوجبہ مثل ان یوجد منہ ما یوجب اختلال احوال المسلمین وانتکاس امور الدین کما کان لہم نصبہ واقامتہ لانتظامہا واعلائہا وان ادی خلعہ الی فتنۃ احتمل ادنی المضرتین۔

جب ظلم وجور فسق وفجور سے خلیفہ امام بھی مستحق عزل ہو جاتا ہے تو یہ حکام جو کہ ظالم جائر فاسق فاجر بھی ہیں ان کا عزل تو یقیناً واجب لازم (تو متغلب وہ بھی نہ صرف ظالم فاسق فاجر بلکہ مرتد کافر کیوں کر واجب العزل نہ ہوگا) اس کے معزول کرانے کی کوشش اور ہم سعی جتنی ہو سکے اس کے ذمہ کیوں ضروری نہ ہوگی۔ خلیفہ بھی بوجہ فسق خود وہ منعزل نہ کہا جائے گا جو قہر وغلبہ رکھتا ہو اس کے مقابلہ کی لوگوں میں طاقت وقوت نہ ہو اور اگر ایسا خلیفہ مرتکب ظلم وجور وفسق وفجور ہوا ہو جو لوگوں پر کافی قہر وغلبہ نہ رکھتا ہو لوگوں میں طاقت وقوت ہو کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے تو خود ہی منعزل ہو جائے گا مجمع الانہر ج ۱ ص ۶۹۳ باب البغاۃ میں ہے اذا صار اماما فاجرا لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ والا ینعزل اور مجمع الانہر ج ۱ ص ۶۹۳ باب البغاۃ میں ہے۔ اذا خرج قوم مسلمون عن طاعۃ الامام ای الخلیفۃ العدل لا عن امیر ظلمہم فلو خرجوا علیہ لظلم ظلمہم فلیسوا ببغاۃ کما فی اکثر الکتب (الی قولہ) وفی القہستانی وفیہ رمز الی انہ یشترط ان یکون الامام والقوم مسلمین والی ان الامام لا یطاع فی معصیۃ بالنص والاجماع اھ مختصرا ردالمحتار ج ۳ ص ۴۲۹ میں ہے تجب طاعۃ الامام عادلا کان او جائرا اذا لم یخالف الشرع۔

جب خلیفہ امام کے بارے میں یہ احکام ہیں تو ایسے حکام وہ بھی متغلب وہ بھی رافضی ظالم جائر کا

کیا پوچھنا اس کے متعلق حکم ظاہر پھر یہاں جب کہ ان پر خروج کی قوت و استطاعت مفقود ہے تو خروج کی ایسی حالت میں اجازت ہی نہیں نہ کوئی کر سکتا ہے نہ کرے گا یا رب اگر طاقت ہوتی اور ان پر خروج کیا جاتا جب بھی تو اس سے لوگ باغی نہ ٹھہرتے تو محض احتجاج کو جو بغاوت ٹھہرائے اس سے بڑھ کر ظالم طاغی کون ہوگا۔ اے ملکی و غیر ملکی کی بحث اٹھانے والو! اور اس پر قید و بند کی کڑیاں جھیلنے والو! اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کرنے والو! ذلتوں خواریوں رسوائیوں میں پڑنے والو! بلکہ اپنے سینوں پر اس کے لئے گولیاں کھانے والو! آج تمہیں کیا ہوا کہ تم ایسے کھلے مظالم کس پر جو تمہاری جانوں ہی پر نہیں مذہب پر بھی ان پر تم فتوی پوچھنے بیٹھے ہو کہ ایسے مظالم جو کرے تو صدائے احتجاج بلند کرنا لازم ہے یا نہیں۔ غیرت۔ غیرت غیرت ضرور ضرور پر زور صدائے احتجاج بلند کرو ایسی کہ نہ صرف ہندوستان کی حکومت ہی کے ایوانوں میں گونجے بلکہ ایسی کہ سات سمندر پار لندن میں زلزلہ افگن ہو قصر بکنگھم کو لرزاں اور دارالحکومت کو ہلا دے۔

قید و بند کی پروانہ کرو ظالموں کو ظلم کرنے دو تم صبر کرو یعنی تمہارا ہاتھ نہ اٹھے۔ ہاں ظلم پہ چیخے جاؤ ہر ستم پر چلائے جاؤ ظالم جائر حاکم جابر۔ ستم گار جفا کار بھی اگر نہ کہہ سکو تو اپنی مظلومی کی داستانیں تو سنائے جاؤ گورنمنٹ کے کان تک اپنے گریہ و فغاں کی آواز پہونچاؤ میں تمہیں جو تم نہیں کر سکتے اس کا حکم نہیں دیتا نہ ایسا امر کر سکتا ہوں (جب کہ تم میں خروج کی طاقت و قوت جہاد کی استطاعت نہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ تم ایسا کرو ایسے وقت تمہیں ایسا نہ چاہیے) مگر فقط اپنی داستان مظلومی سنانے کی طاقت و استطاعت تو رکھتے ہو۔ جو کر سکتے ہو وہ کرو بات ایسی کی جائے جس کی زد تمہارے مذہب پر پڑتی ہو حتی الامکان اس کی زد سے مذہب کو بچاؤ اپنے مقدور بھر زد اپنے سر لو مگر مذہب کو محفوظ رکھنا چاہو واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم رافضیوں کے شہر میں جہاں سنی کی حکومت ہو اگر سنی ان کے ساتھ ایسا ہی پیش آتے اور ان کے مذہب کی ایسی ہی بیخ کنی کرتے تو کیا روافض کا مذہب لیے سنی حکام کے متعلق ایسے احکام نہ دیتا جو ہم نے تحریر کئے اگر دیتا تو معلوم ہوا کہ رافضی مذہب پر بھی ایسے ظالم جائر حاکم جابر کا حکم یہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ از موضع دھنساری ڈاک خانہ چھرا ضلع علی گڈھ مرسلہ عبدالمجید خیاط و جناب حافظ رفعت علی صاحب و مسلمان موضع ۲۵ ر شوال ۵۶ھ۔

استفتاء۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عالم جلیل فاضل نبیل حضرت مولانا المکرم والمعظم دامت برکاتہم العالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بصد ادب و احترام خدمت والا میں التماس ہے کہ حسب ذیل امور کو ملحوظ فرماتے ہوئے کہ

(ا) کانگریس کو جو برائے نام اقوام ہند کی مجموعی اور حقیقت میں اہل ہنود کی خالص جماعت ہے گورنمنٹ برطانیہ نے عارضی یا مستقل طور پر کچھ اختیارات تفویض کر دیے ہیں جن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ (اہل ہنود) اپنی قوم کو فروغ اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو زک دینا چاہتے ہیں ،

(ب) کانگریس کے مقابلہ میں اہل اسلام کی جس قدر جماعتیں کام کر رہی ہیں ان میں مسلم لیگ اولاً بعتبار اس حقیقت کے کہ یہ مسلمانوں کو ہنود سے علیحدہ رکھنا چاہتی ہے اور ان کو جداگانہ طور پر ترقی دینے کی مدعی ہے اور ثانیاً اس لحاظ سے کہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے لیگ زیادہ کامیاب اور سر برآوردہ ہے جس کی اہمیت کا اندازہ مزید طور پر ان حقائق سے بھی ہوتا ہے کہ کانگریس ہر مسلم جماعت کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلم لیگ اور صرف مسلم لیگ سے اشتراک عمل اور تعاون کا مطالبہ اور خواہش کر رہی ہے ،

(س) ہم لوگ اول تو خود مشرکین کی اس روز افزوں ترقی اور ہنگامہ آرائی کو بری نظر سے دیکھتے ہیں دوسرے ہم جس حلقہ میں آباد ہیں وہ مسلم رؤسا کا زیر آئین ہے حضرات رؤسا بھی ان کی حرکتوں سے نافرو بیزار[1] ہیں ان کی جانب سے ہمیں پورے طور پر اجازت ہے کہ اگر ہم چاہیں تو مسلم لیگ کی مقامی شاخ سے علاقہ قائم کر سکتے ہیں ،

(د) بعض حضرات قطعاً غیر جانبدار رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتیں ایک ہی مقصد کو لے کر آئی ہیں اور عنقریب متحد و متفق ہو جائیں گی عند الشریعت یہ دونوں مذموم ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہے ،

(ی) جب ان حضرات سے جو غیر جانبداری کے علم بردار ہیں دریافت کیا جاتا ہے کہ ہماری خاموشی تو اور مخالفین کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی تو جواب دیتے ہیں کہ جدوجہد تم کیا کرو لیکن نہ مسلم لیگ کی معیت اور قیادت میں بلکہ کسی شرعی نظام کے ماتحت اور جب کہا جاتا ہے کہ وہ شرعی نظام کیا ہو سکتا ہے تو مشورہ دیتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے امام حضور انور قبلہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حکیم الامت محی الاسلام عبد المصطفےٰ شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے آستانہ عالیہ سے استفسار کرو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر استفسار کا مکمل جواب اور ہر مشکل کا حل ہو جائے گا ۔ لہذا فتویٰ صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں کہ شرعی حیثیت سے مسلم لیگ میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو مدلل طور پر بیان فرمایا جاوے کہ کیوں

[1] نوٹ ۔ اصل میں ایسا ہی ہے

نیز جو لوگ غیر جانبدار ہیں ان کے لئے اسلامی حیثیت سے کس انجمن یا جماعت کی رکنیت موزوں ہو سکتی ہے مولیٰ تعالیٰ حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میں ہمیں ہلاکت سے بچائے اور اسلام کے حافظ و ناصر ہو نیز علمائے اہل سنت اور بالخصوص امام اہل سنت، حجۃ الاسلام مفتی عالم فقیہ اعظم ناظم دار الافتاء آستانہ عالیہ رضویہ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین فقط والسلام۔

الجواب۔ مسلم لیگ جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ اب چند روز سے کانگریس سے جدا ہوئی ہے جب کہ کانگریس اپنے نشۂ کامیابی سے مخمور تھی اور اس نے نہایت بری طرح ان بعض افراد کے جنہوں نے مسلم لیگ نام رکھ لیا ہے بعض مطالبات کو ٹھکرا دیا اور ان کی ایک نہ سنی ذرا بھی التفات نہیں کیا۔ اور گمان غالب ہے کہ جب کانگریس کا نشہ ہرن ہوگا اور وہ مسلم لیگ کے ان مطالبات کو مان لے گی تو مسلم لیگ پھر کانگریس میں منضم و مدغم ہو جائے گی آج یہ افراد جنہوں نے مسلم لیگ ایک گویا مردہ جماعت کا نام جو بھول بسر چکا تھا رکھ لیا ہے ان کہی کہہ رہے ہیں۔ خیر اب بعد خرابی بسیار اب اگر آنکھیں کھلی ہیں مبارک ہو اور خدا کرے کھلی رہیں مگر جب کہ وہ ایک ایسی جماعت ہے جو غیر سنی ہی نہیں ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو نام اسلام ہی رکھتے ہیں تو اس کی رکنیت و شرکت کی تو شرعاً اجازت نہیں ہو سکتی لقولہ تعالیٰ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین[1] ہ وقولہ عزوجل ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔ وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تجالسوھم ہاں اس کی اس بارے میں مخالفت بھی نہ کی جائے کہ کانگریس کی شرکت حرام ہے کانگریس سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے کانگریس اسلام و مسلمین کی دشمن ہے کانگریس سے کبھی مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

مسلم لیگ یہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہی ہے جو اہل سنت علماء کے ارشاد ہیں خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آج مسلم لیگ ہماری ہمنوا ہوئی ہے بعد مدت اسے اتنی ہدایت ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس ہدایت پر قائم رہے اور پوری ہدایت نصیب ہو یعنی خالص اہل سنت کی جماعت ہو جائے۔ آمین۔ مسلم لیگ کا سنی نمائندہ مسلمانوں کی ہمدردی کا مستحق ہے بمقابلہ کانگریسی شخص کے۔ مسلم لیگ کے سنی نمائندہ کی معاونت کی جائے۔ اس کی بیجا مخالفت اس لئے کہ وہ مسلم لیگ کا نمائندہ ہے نہ کی جائے۔ ہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خالص اہل سنت کی اس جمعیت کے رکن بنیں اور اسے ہر طرح قوت پہونچائیں اس کی ہر ممکن امداد کریں جس کے مقاصد

[1] پ ۷ رکوع ۱۴ [2] پ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳

میں تمام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت وصیانت کا انتظام کرنا اور فوائد مسلمین کے متعلق صحیح مشرح حالات ہر قسم سے گورنمنٹ وممبران اسمبلی کو آگاہ کرنا اور قانون نافذ الوقت موجودہ وآئندہ میں تعرض فوائد مسلمین ترمیم و تنسیخ وتبدیل کی کوشش کرنا ہے خدا مسلمانوں کو کامیاب کرے اور دشمنوں کے مکائد سے بچائے آمین واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ زمانہ ماضی میں سلاطین رذیل قوموں کو ضرورت سے زیادہ علم نہیں دیتے تھے وہ کون سی رذیل قومیں تھیں اور کیا پیشہ کرتے تھے اور وہ کون سے سلاطین تھے اور اگر سلاطینوں نے ایسا کیا ہے تو کیا ازروئے قانون شریعت یا اپنے خود بادشاہی قانون سے تحریر کیا ہے اور گذارش یہ ہے کہ آپ نے ہمیں سمجھایا لیکن کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اس وجہ سے تفصیل سے لکھ کر سمجھا دیجئے تاکہ سب کی سمجھ میں آجائے؟

الجواب۔ ضرورت سے زیادہ علم وہ جو فرض عین نہ ہو۔ جتنا علم فرض عین ہے اس سے ہرگز کسی مسلمان کو روکنا جائز نہیں نہ کسی نے اس سے روکا۔ بعض سلاطین اسلام سے مراد مثلاً حضرت سلطان عالمگیر ہیں جو متشرع اور عالم سلطان تھے انھوں نے خود اپنی رائے سے ایسا نہ کیا بلکہ غیر اہل سے ایسے علم کو روکنا جس کا وہ اہل نہ ہو حکم شرع ہی ہے نیز ہر شخص سے اس کی استعداد اور اس کی عقل میں جتنا آسکے اتنی اور ایسی بات کرنے کا حکم ہے کلموا الناس علی قدر عقولھم وغیرہ ارشادات سے یہ امر روشن ہے پھر ہر شخص اگر ضرورت سے زائد علم سیکھنے میں مشغول ہو تو دنیا کے نظام کار میں برہمی ہو ضرورت کا علم تھوڑا نہیں آج کل بہت سے علماء کہلانے والے ضروری باتوں کا علم نہیں رکھتے ان احادیث میں۔

(۱) الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ) والعرق دساس فادب السوء کعرق السوء۔

(۲) تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیھم (وفی لفظ) فان النساء یلدن اشباہ اخوانھن واخواتھن۔

(۳) تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دساس۔

(۴) العرب للعرب اکفاء والموالی اکفاء للموالی الا حائک او حجام۔

(۵) خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام۔

(۶) ان فلانا اھدی الی ناقۃ فعوضتہ منھا ست بکرات فظل ساخطا لقد ھممت ان لا اقبل

ھدیۃ الا من قریشی او انصاری او ثقفی او دوسی۔

(۷) وغفار ومزینۃ وجھنیۃ خیرمن بنی ومن بنی عامر ومن الحلیفین بنی اسد وغطفان۔

(۸) ایاکم وخضراء الدمن المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء۔

(۹) لامنعن خروج ذوات الاحساب الامن الاکفاء

(۱۰) تحببوا الی الاشراف وتوددوا واتقوا علی اعراضکم من السفلۃ۔

(۱۱) اول من اشفع لہ یوم القیامۃ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من آمن بی واتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع لہ اولا افضل۔

(۱۲) یوتی الحاسین والصیارفۃ والحاکۃ۔ اور لا تجعلہ جازرا ولا صائغا ولا حجاما۔

ان احادیث اوران کے علاوہ اور واتبعک الارذلون کی تفسیر دیکھنے سے شرافت ورذالت اور آپس میں تفاضل اور یہ کہ کون شریف اور کون نہیں سب کچھ روشن نیز یہ کہ صحبت کے اثر سے جب آدمی متاثر ہوتا ہے اور جس ماحول میں بیٹھتا ہے اس سے اثر لیتا ہے تو اسی سے واضح کہ پست اخلاق رکھنے والے جن کی نسلیں اسی میں گذری ہوں اس اثر کا کیا پوچھنا۔ کاروباری مشغول لوگ ضروری علوم کی طرف بھی پوری توجہ کی فرصت نہیں رکھتے تو ظاہر ہے کہ ان کے افکار مشغولہ اوران کے اذہان غیر صافیہ میں ضرورت سے زائد علم کی استعداد کہاں الاماشاء اللہ جس میں اخلاق فاضلہ ہوں وہ شریف اور جس میں اخلاق دنیہ ہوں وہ رذیل اور بہت سی باتیں اور اذکار سوالات سے ممانعت شرعی ہے قال تعالٰی[1] یایھا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم۔ واللہ تعالٰی اعلم!

مسئلہ۔ ازمحلہ گھیر جعفرخاں مسئولہ مولوی غلام محمد یٰسین صاحب ۷ ار جمادی الثانی

ایک اشتہار دہلی سے آیا ہے اس میں تحریر ہے کہ سورۃ اِنَّا اَنزَلنَا کھانے کی چیز پر دم کرلے ہیضہ سے محفوظ رہے گا۔ زید کہتا ہے کہ کیمیا بناتے ہیں لیکن کسر رہ جاتی ہے۔ جیسے حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ اخلاص پڑھ کر مٹی پر دم کیا سونا ہوگیا زید کو دے دیا پھر زید نے وہی سورۃ اخلاص مٹی پر پڑھ کر دم کیا وہ مٹی رہی اسی طرح اس سورت کے پڑھنے سے کوئی اثر نہیں رہ سکتا۔ اس کے بیان سے بھی منشا پایا جاتا ہے اس مثال کے بیان کرنے سے اور لوگوں کو اس عمل سے روک دیا زید پر کیا شرعی جرم عائد ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ نقل اشتہار

[1] سورۃ مائدہ آیت ۱۰۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں امراض ظاہرہ و باطنہ دونوں کا علاج رکھا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ آج کل ہیضہ کی ہوا بکثرت چل رہی اس واسطے الدال علی الخیر کفاعلہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ جب تک اس مرض کا چرچا ہو اس وقت تک کے لئے پابندی کے ساتھ تین مرتبہ سورۂ انا انزلنا آخر تک پڑھ کر ہر کھانے پینے کی چیز پر دم کرلیں۔ خدانخواستہ یہ صورت پیش آئے اسی وقت تین مرتبہ سورۂ انا انزلنا پڑھ کر دم کر کے پلادیں انشاء اللہ العزیز شفاء ہوگی۔

نوٹ۔ استغفار، کلمہ سوئم کی کثرت کی جائے گناہوں سے پرہیز کرو۔ نماز کی تبلیغ کرو زیادتی کے ساتھ۔

الجواب۔ اس شخص نے جو کہا بُرا کہا۔ اور بہت بیہودہ حرکت کی کہ نیک عمل سے رنگ دیا ہے قرآن عظیم ظاہر و باطن ہر مرض کی دوا ہے شفاء ہے قال اللہ تعالیٰ "وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین" وقال اللہ تعالیٰ "قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء" مومنوں کے لئے شفاء ہے اور ظالموں کے لئے خود فرماتا ہے ولایزید الظالمین الاخسارا[1] قرآن عظیم سے طلب شفاء عہد کریم حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم سے آج تک تمام مسلمانوں میں جاری و ساری ہے اس کا تو کوئی مسلمان کیوں انکار کرسکتا ہے۔ کسی مسلمان سے یہ مظنون کیا موہوم بھی نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کا مطلقاً منکر ہو اس شخص نے جو الفاظ کہے بہت بُرے کہے جن سے توبہ و رجوع کرے۔ گمراہ کا مطلب مطلقاً انکار نہ ہوگا بلکہ یہ کہ قرآن عظیم شفاء ہے مگر ہمارا طریق استعمال ویسا نہیں جن سے خاطر خواہ فائدہ ہو جیسا قرآن عظیم کی تلاوت یا کتابت اثر ایسا ہو سکتا ہے لہٰذا فرق ان [illegible] کی زبان کہاں اور ہماری زبان کہاں ہماری زبان سے ہو تو فقط وقف[illegible] نقصان رہتی ہے۔

سورۂ اخلاص سے مٹی سونا ہوگئی مگر ہماری زبان سے تلاوت ہونے پر بھی سونا نہیں ہوتی تو تاثیر قرآن کا وہ مطلقاً منکر نہیں معلوم ہوتا۔ عصیان آلود زبان سے پڑھا جائے اس کی تاثیر کا منکر معلوم ہوتا ہے اور یہ اس کی ناسمجھی ہے بلاشبہ دوا میں اللہ عزوجل نے شفاء رکھی ہے دوا کا اثر باذنہ تعالیٰ ضرور ہوتا ہے طبیب حاذق ہونا ضرور نہیں کہ طبیب حاذق استعمال کرے تو فائدہ ہو غیر طبیب حاذق استعمال کرے تو فائدہ نہ ہو اس شخص کے طور پر تو بو علی سینا افلاطون بقراط سقراط ارسطو جالینوس ہی نسخہ لکھیں تو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں یہ اس کی جہالت ہے۔ اگر وہ لوگوں کو ایسا کہہ کے روکے تو لوگ اس کو پاگل سمجھیں گے اور کبھی دوا سے نہ رکیں گے۔ مگر آہ از ضعف اسلام آہ۔ آہ افسوس ان بے خبروں پر جو اس بد عقل بد منش بے خرد

[1] سورۂ اسراء، آیت ۸۲

کو اس بے ہودہ مخالفت پر قرآن عظیم سے شفا حاصل کرنے سے روکیں ایسے لوگ سخت بدنصیب ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ ازمقام سدیا ڈاک خانہ نبلو بھو ضلع شاہ آباد آرہ مسئولہ حکیم بشیر الدین احمد صاحب۔

(۱) زید سید نا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اوفروا اللحیۃ الی آخرہ پر عامل نہیں ہے یعنی اس کی ڈاڑھی بالکل منڈی ہوئی اور مونچھیں بے حد بڑی بڑی؟

(۲) بظاہر تارک الصلاۃ ہے یعنی اس صورت میں کہ جماعت ہو رہی ہے اور وہ جماعت میں بالکل شریک نہیں ہوتا؟

(۳) دعویٰ عشق و محبت اللہ و رسول بھی ہے اور اپنے آپ کو مخمور الست سمجھتا ہے۔

(۴) پیری مریدی کا سلسلہ زوروں پر جاری رکھتا ہے مگر بظاہر معتقدین کے سامنے اپنی خاکساری ان لفظوں میں ظاہر کرتا ہے کہ بھائی ہم داڑھی منڈے ہیں اور مونچھیں بڑی بڑی ہیں تم لوگ سمجھ کر مرید ہو مگر لوگ اپنی عقیدت سے مجبور ہو کر مرید ہوتے ہیں تو کیا ایسا شخص کا مذکورہ بالا فعل از روئے شریعت و طریقت جائز و روا ہے؟

(۵) ایسے پیر شرعاً و طریقتاً کیا حکم صادر ہوتا ہے اور بیعت شرعاً روا اور جائز ہے اگر ناجائز ہے تو ایسی صورت میں مریدوں کو کیا کرنا چاہئے جواب ارسال فرما کر ماجور ہوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق و فاجر ہے یوں ہی بے عذر شرعی تارک جماعت فاسق مستحق اہانت ہے اس کی تعظیم حرام ہے غنیہ[۱] وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا۔ شرائط پیری سے یہ بھی ہے کہ فاسق معلن نہ ہو ایسے شخص سے بیعت جائز نہیں۔ مریدوں کو کسی سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق ایسے شخص سے جو اپنی ضرورت کے مسائل جانتا اور یاد نہ ہونے پر کتاب سے نکال سکتا ہو۔ جس کا سلسلہ متصل اور صاحب اجازت ہو، بیعت ہونا چاہئے۔

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع[۱] سنابل شریف میں فرماتے ہیں "اے برادر از پیری و مریدی رسمی و اسمی بیش نماندہ است و آں رسم و اسم نیز جبنی بچند شرائط می داں کہ بے آں شرائط اصلاً پیری و مریدی درست نیست اما نخست از شرائط پیری یکے آں ست کہ پیر مسلک صحیح داشتہ باشد

---

[۱] سبع سنابل شریف ص ۳۹ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور [۲] غنیہ ص ۴۷۹، رد المحتار جلد اول ص ۴۱۴ مطبوعہ کوئٹہ [۳] مشکوۃ ص ۳۸۰

دوم از شرائط پیری آنست که پیر در ادائے حق شریعت قاصر و متهاون نباشد سوم از شرائط پیری آنست که پیر را عقائد درست بود موافق مذهب اهل سنت و جماعت پس این رسمی که از پیری و مریدی مانده است بے این سه شرائط اصلاً درست نیست و این هر سه شرائط را بیانے مختصر واضح کنم اما شرط اول که مسلک صحیح آنست مرید صادق را تفحص سلسله درست باید کرد در اکثر جاها خلط و خبط گشته است نوعی از آن آنست درویشی که در حیاتش بسبب غفلت و یا بسببی دیگر فرزند خود را خلافت نمی دهد و مردمان را وصیت هم نمی کند که بعد از من باید که خرقهٔ من فرزند مرا بپوشانید و او را بجائے من بنشانید فاما مردمان آن مقام روز سوم خرقهٔ پدر پسر را می پوشانند و او را بجائے پدری نشانند و از صحت و غیر صحت این کار نمی دانند خلق به بیعت او اسیری گردد و او بے رخصت و اجازت پدر به پیری شود و همه ضلالت در ضلالت ست چه اگرچه خرقهٔ متروکهٔ پدر بسبب ارث ملک پسر شد و لیکن شرط صحت بیعت رخصت و اجازت پدر ست نه مجرد خرقهٔ پدر مؤلف را است۔

قطعه:

ای پسر شرط صحت بیعت — در طریقت اجازت سلف ست
بد غل سکه به نهره مزن — کان ره کاسدان ناخلف ست

نوع دیگر آنست اولیائے اسلاف که قطب و غوث بودند فرزندان ایشان بے صحت اسناد و بے رخصت و اجازت بمجرد نسبت فرزندی خلق را مریدی کنند و خلق می دانند که ما بخانوادهٔ فلان قطب و غوث پیوند درست کردیم و انابت آوردیم سر بسر گمراهی ست۔ شرط دوم از شرائط پیر آنست که عالم و عامل باشد بر جمله عبادات از فرائض و واجبات و سنن و نوافل و مستحبات و در ادائے این احکام قاصر و متهاون نبود چنانچه در هر وضو مسواک کند و شانه در محاسن بگرداند که این هر دو سنت ست و هر پنج نماز را بانگ نماز و اقامت با جماعت ادا کند و تعدیل ارکان نگاه دارد و آنچه بدین ها ماند و اگر همه انواع عبادات عالم نبود عامل نتواند شد و از حد شرع بیفتد پس پیری را نشاید زیرا که هر که از مقام حقیقت بیفتد به طریقت قرار گیرد و هر که از طریقت بیفتد به شریعت قرار گیرد و هر که از شریعت بیفتد گمراه گردد و مرد گمراه پیری را نشاید اما درویشی مرجع خلائق بود چنانچه اکثر خلائق به بیعت و انابت او رجوع دارند او را احتیاط در جزئیات شریعت فرضی لازم ست باید که یک دقیقه از دقائق شرع از و فوت نشود که وسیلهٔ گمراهی مریدانست تا حجت گویند که پیر ما این چنین کار کرده است پس او ضال و مضل گردد شرط سوم از شرائط پیری آنست که پیر را عقائد درست بود موافق مذهب سنت و جماعت و سنی بے تعصب باشد که رسول علیه الصلاة والسلام از جملهٔ هفتاد و سه گروه یک گروه

لا رستگار فرمودہ است واز ہفتاد و دو گروہ احتراز واجتناب نمودہ وآں یک گروہ قومی باشند کہ بر کتاب و سنت واجماع صحابہ پیروی دارند۔ مرید چوں پیر را بایں ہر سہ شرائط موصوف یابد بیعت با او کند کہ جائز و مستحسن ست واگر در پیر ازیں ہر سہ شرائط یکے مفقود بود بیعت با او جائز نہ باشد واگر کسے از سبب نادانی با او بیعت کردہ باشد باید کہ ازاں بیعت بگردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ ۔ از بمبئی بھنڈی بازار۔ مانکا منزل۔ مرسلہ حکیم مولوی سید فضل رحیم مولوی محسن صاحبان اجمل فارسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واصلی واسلم علی رسولہ وحبیبہ الکریم۔ زید عمرو بکر تین حقیقی بھائی ہیں ان تینوں کے والد کثیر جائداد چھوڑ کر مرے ہیں جو بڑے بیٹے کے دخل وتصرف میں تھی عمرو منجھلے بھائی کو روپیہ لینے کی ضرورت تھی چنانچہ عمرو نے اپنے بڑے بھائی سے کہا مجھے مبلغ تین سو پچاس روپیہ کی ضرورت ہے آپ میرے والد کی جائداد میں سے دیجئے اور بوقت تقسیم ترکہ پدری کے تین سو پچاس روپیہ وضع کر دیجئے۔ زید نے مبلغ تین سو پچاس روپیہ یہ کہہ کر دیے کہ میں تمہیں قرض دیتا ہوں تم ادا کر دینا حالانکہ وہ تین سو پچاس روپیہ جو عمرو کو دیے تھے عمرو کے والد ہی کی جائداد کے تھے اور جائداد ہنوز تقسیم بھی نہیں ہوئی تھی اس کے باوجود بھی عمرو مذکور زید کے منجھلے بھائی سے زید نے بجائے تین سو پچاس روپیہ کے پانچ سو روپیہ لے لئے اور تین سو پچاس روپیہ کی رسید زید نے انھیں گواہوں کے سامنے جن کے روبرو زید نے عمرو کو تین سو پچاس روپیہ دیے تھے یہ کہہ کر پھاڑ ڈالی کہ اب میرا قرضہ عمرو کے ذمہ ایک حبہ بھی نہیں رہا لیکن زید نے اپنے چھوٹے بھائی بکر کے نام اپنے روزنامچہ میں یہ صریح دروغ وصیت لکھ دی کہ میرے مرنے کے بعد مبلغ تین سو پچاس روپیہ جو میرے منجھلے بھائی نے مجھ سے قرض لئے ہیں وہ تم یعنی بکر ان سے یعنی عمرو سے لے کر میرے بچوں کو دے دینا۔

اول تو رقم مذکورہ عمرو نے ادا کر دی حالانکہ ادا کرنا لازم نہیں تھا کیوں کہ عمرو کے باپ کی جائداد میں سے روپیہ زید نے عمرو کو دیا تھا دوسرے روزنامچہ میں کسی کی گواہی نہیں ہے ــــــ تیسرے روزنامچہ شرعاً مصدقہ نہیں ان امور کے علاوہ زید کو انتقال کئے ہوتے بیس سال کا عرصہ گذر گیا کبھی زید کے بڑے لڑکے یا لڑکوں نے جن کے قبضہ میں ان کے باپ کا جملہ مال ومتاع اور روزنامچہ ہے اپنے چچا عمرو سے نہیں کہا کہ تمہارے ذمہ ہمارے باپ زید کا اتنا روپیہ واجب الادا ہے۔ پھر ایک مرتبہ زید کے لڑکے نے اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے لاہور آکر اپنے منجھلے چچا عمرو مذکور سے مبلغ چار سو روپیہ قرض لئے اس وقت بھی زید کے بڑے لڑکے نے عمرو سے یہ نہیں کہا کہ اس کے باپ کے اتنے روپیہ اس پر ہیں پھر جب زید

کے لڑکے نے اپنے چچا عمرو کا قرض چار سو روپیہ ادا کر دیا اس وقت بھی اس نے اپنے باپ کے اس روپیہ وتیز روزنامچہ کا تذکرہ نہیں کیا لیکن دس پندرہ دن کے اندر زید کے بڑے لڑکے اور اس کے بھائیوں نے اپنے باپ کا روزنامچہ مجھے یعنی عمرو کو دکھلایا اور مجھ سے بکر جو زید اور عمرو کا چھوٹا بھائی ہے جس کا نام روزنامچہ میں لکھا ہے وہ اور زید کے لڑکے جھگڑا کر رہے ہیں کہ زید کا روپیہ ادا کرو عمرو نے خدائے تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اس پر ایک پیسہ زید کا نہیں اس قسم وحلف کے بعد بھی وہ لوگ نہیں مانتے لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ کیا وہ روپیہ عمرو زید کے لڑکوں کو شرعاً دے سکتا ہے اور کیا وہ روزنامچے کی جھوٹی اور دغا بازی کی وصیت پوری کی جا سکتی ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا من اللہ الوہاب۔

الجواب۔ روزنامچہ میں لکھا ہونا شرعی ثبوت نہیں جو لوگ مدعی ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو شرعی طور پر بینہ سے ثابت کریں اور جب وہ بینہ نہ لا سکیں تو باطل ست آں چہ مدعی گوید دعوی بلا دلیل قبول خرد نہیں ان کا دعویٰ محض باطل شرعاً بینہ ذمے مدعی ہے اور منکر پر حلف البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر جب ان کا ہاتھ بینہ سے خالی ہے اور عمرو قسم کھا کر انکار کرتا ہے تو اس کا دعویٰ خارج ہوگا عمرو کا انکار معتبر۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

روزنامچہ میں تو مدعا علیہ کی تحریر بھی نہ ہوگی اگر مدعی خود مدعا علیہ کی سی تحریر پیش کرتا اور مدعا علیہ کو اس سے انکار ہوتا جب بھی مدعی کا دعویٰ ڈگری نہ ہو سکتا خانیہ[1] میں ہے رجل ادعی علی رجل مالا فانکر المدعی علیہ فاخرج المدعی خطا باقرار المدعی علیہ بذلک المال وقال ھذا خط المدعی علیہ فانکر المدعی علیہ ان یکون خطہ فاستکتب فکتب وکان بین الخطین مشابہۃ ظاھرۃ اختلفوا فیہ قال بعضھم یقضی القاضی علی المدعی علیہ بذلک المال وقال بعضھم لا یقضی وھو الصحیح دفتر بیاع و صراف سمسار میں اسی کا اپنا خط اس پر حجت ہے یہ نہیں کہ دفتر صراف وغیرہ میں جو کچھ مکتوب ہو جس کا مکتوب ہو وہ سب مہر کامل اس پر اور اس کے لئے حجت ہے۔

ردالمحتار[2] میں ہے ج ۴ ص ۴۹۱ اعلم ان ھذا کلہ فیما یکتبہ علی نفسہ کما قیدہ بعض المتأخرین وھو ظاھر بخلاف ما یکتبہ لنفسہ فانہ لو ادعاہ بلسانہ صریحا لا یؤخذ خصمہ بہ فکیف اذا کتبہ ولذا قیدہ فی الخزانۃ بقولہ کتب علی نفسہ کما مر وذکر فی شرح الوھبانیۃ ائمۃ بلخ قالوا یادکار البیاع حجۃ لانہ مما علیہ فان قال البیاع وجدت بخطی ان علی لفلان کذا لزم قال السرخسی وکذا خط السمسار

[1] ہندیہ جلد ۲ ص ۳ مطبوعہ بیروت۔ [2] ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۳۶ مطبوعہ مصر

والصراف اھ فقولہ ان علی لفلان الخ صریح فی ذلک واما قول ابن وھبان فی تعلیل المسألۃ لانہ لایکتب الامالہٗ وعلیہ فمرادہ ان البیاع ونحوہ لایکتب فی دفترہ شیئاً علی سبیل التجربۃ للخط او اللھو واللعب بل لایکتب الامالہٗ او علیہ ولایلزم من ھذا ان یعمل بکتابتہ فی الذی لہ کما لایخفی خلافاً لمن فھم منہ ذلک ویجب تقییدہ ایضاً بما اذا کان دفترہ محفوظاً عندہ فلو کانت کتابتہ فیما علیہ فی دفتر خصمہ فالظاھر انہ لایعمل بہ خلافاً للمباحثۃ لان الخط مما یزور وکذا لو کان لہ کاتب والدفتر عند الکاتب لاحتمال کون الکاتب کتب ذلک علیہ بلاعلمہ فلایکون حجۃ علیہ اذا انکرہ او ظھر ذلک بعد موتہ و انکرتہ الورثۃ اھ

اسی میں ص۴۳ کتاب الاقرار میں ہے ذکر القاضی ادعی علی آخر مالاً واخرج خطاً وقال انہ خط المدعی علیہ بھذا المال فانکر کونہ خطہ فاستکتب وکان بین الخطین مشابھۃ ظاھرۃ تدل علی انھما خط کاتب واحد لایحکم علیہ بالمال فی الصحیح لانہ لایزید علی ان یقول ھذا خطی وانا حررتہ لکن لیس علی ھذا المال وثمۃ لایجب کذا ھنا الا فی دفتر السمسار والبیاع والصراف اھ وقال السائحانی وفی المقدسی عن الظھیریۃ لو قال وجدت فی کتابی ان لہ علی الفاً او وجدت فی ذکری او فی حسابی او بخطی او قال کتبت بیدی ان لہ علی کذا کلہ باطل وجماعۃ من ائمۃ بلخ قالوا فی دفتر البیاع ان ماوجد فیہ بخط البیاع فھو لازم علیہ لانہ لایکتب الا ما علی الناس لہ وما للناس علیہ صیانۃ عن النسیان والبناء علی العادۃ الظاھرۃ واجب اھ فقد استفدنا من ھذا ان قول ائمتنا لایعمل بالخط یجری علی عمومہ واستثناء دفتر السمسار والبیاع لایظھر بل الاولی ان یعزی الی جماعۃ من ائمۃ بلخ وان یقید بکونہ فیما علیہ۔

عبارت شامی سے یہ بھی روشن کہ اگر روزنامچہ میں مدعا علیہ کی سی تحریر وصول بھی ہوتی تو بھی وہ معمول بہ نہ ہوتی جب کہ وہ روزنامچہ اس کے فریق کا ہے کہ خط خط کے مشابہ ہوتا ہے بنا لیا جاتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر مدعا علیہ کو وہ تحریر تسلیم بھی ہوتی جب بھی جب کہ وہ اس قرض کو تسلیم نہیں کرتا ہے معمول بہ نہ ہوسکتی کہ روزنامچہ کی تحریر اتنا ہی تو بتاتی ہے کہ مدعا علیہ نے یہ قرض لیا تھا اس کے ذمہ اس کا باقی ہونا یہ روزنامچہ کی اس تحریر مدعا علیہ سے نہیں ثابت ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم!

مسئلہ۔ سعید احمد باغ بیراگی۔

مستورات کو میلاد شریف پڑھنا ایسی مجلس میں کہ جس میں صرف مستورات ہی ہوں جائز ہے

لہ رد المحتار جلد ۵ ص ۴۰۱ مطبوعہ مصر

یا نہیں؟

الجواب۔ ہاں اگر غیر محرم تک آواز نہ جائے تو آہستہ آواز سے کہ گھر کے اسی حصہ میں ہے جہاں عورتیں ہوں غیر محرم ان کی آواز نہ سنیں تو آہستہ آواز سے پڑھیں اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ۔ از مولوی عبد المنان عفی عنہ ساکن جٹوبازا پور ڈاک خانہ مٹھیدور دریا ضلع نیا گاؤں آسام

ایک شخص اپنے پیر کے قدموں پر سر رکھ کر قدم بوسی کرتا ہے اور دونوں ہاتھوں کی بڑی انگلیوں کے ناخن پر اپنے پیر صاحب کی صورت تصور کرتا ہے اور صورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اللہ ہے اور لوگوں کو شامل کر کے ذکر جلی کرتا ہے اور حجرہ میں کھڑے ہو کر (وہ جگہ بہت تنگ ہے اس میں کافی جگہ نہیں ہے) نماز نہیں پڑھ سکتا اس گھر میں بیٹھ کر اپنے پیر صاحب کا دھیان کرتا اور نماز پڑھتا ہے۔ سر کے بال گردن کے نیچے تک ہیں اور کسی کو سلام نہ کرتے نہ لیتے ہیں اور باجہ بجا کر گانا گاتا ہے اب ان کے ساتھ ملنا اور دعوت کھانا چاہیے یا نہیں اور ان کے ہر کام میں شرکت کرنا کیسا ہے اور جو ان کے مکان میں دعوت کھاتے اور ان کے فعل کو اچھا سمجھتے ہیں اور ہر کام میں شرکت کرتے ہیں ان کے لئے کیا حکم ہے اور ایسے عقیدہ کے لوگوں پر کیا حکم جاری کرنا چاہیے یہ عقیدہ ٹھیک ہے یا نہیں اور یہ لوگ علماء کو برا بھی سمجھتے ہیں؟

الجواب۔ قدم بوسی علماء اولیاء جائز ہے اور بزرگوں کی معمول بلکہ سنت ہے جو پیر قدم بوسی کے لائق ہو اس کی قدم بوسی میں حرج نہیں اور جو شخص پیری کے لائق نہ ہو اس سے بیعت بھی نہیں چاہئے قدم بوسی کیسی؟ تصور شیخ جائز نہیں عقیدت۔ اور بزرگوں کا طریقہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی القول الجمیل میں لکھتے ہیں قالوا الرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ قلت ان للہ تعالیٰ مظاہر کثیرۃ الخ یہاں تک کہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی لکھتے ہیں۔ جائز ست بہ نیت پاک ایں عمل کردہ اند بر قبلہ توجہ۔ جیسے نماز میں توجہ الی القبلہ ہوتی ہے اور وہ مطلوب ہے یوں ہی پیر کو قبلہ توجہ بنانا مرغوب ہے۔

پیر کو خدا کہنا یا اس کی صورت کو خدا بتانا یہ کفر خالص اور شرک محض ہے نری بت پرستی کی طرح ہے وہ جاہل ہرگز پیری کے قابل نہیں جو اس صورت کو خدا کہتا ہے جو اپنے ناخن پر خیال کرتا ہے ذکر جلی جائز ہے جب کہ کسی مصلی یا نائم یا کسی مریض کی تکلیف کا باعث آرام میں مخل نہ ہو تنگ و تاریک حجرہ میں بیٹھنا

پیر کا تصور کرنا اس میں حرج نہیں بال کاندھوں تک ہوں تو حرج نہیں اس سے زائد ہوں تو زائد ہونا ناجائز ہے سلام نہ کرنا برا ہے سلام کا جواب واجب ہے اس کا ترک بے وجہ شرع گناہ ہے باجہ بجانا اور اس پر گانا حرام حرام ہے ایسے شخص سے میل جول ربط ضبط ناجائز جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اس کے ناجائز امور کے مرتکب ہونے سے جو واقف ہوں اور پھر اس سے ملیں وہ گناہ گار ہیں اور جو اس کے ہمنوا ہیں وہ اسی رسی میں گرفتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از شہر کہنہ از مکان مصطفےٰ علی خاں بریلی

(۱) کسی شخص کی جائداد پر قرضہ سودی ہے تو اس شکل میں اس جائداد کی آمدنی کا روپیہ خواہ خود کھائے یا اولاد کھائے یا خدا کی راہ پر دے اس کا کچھ ثواب ہے یا نہیں اور اس کا نماز یا روزہ قبول ہوگا یا نہیں؟

(۲) امام ضامن باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی شخص اپنا تیجہ اور چالیسواں کا کھانا کر چکے تو دوسرے شخص کی فاتحہ کا کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) لوگ زیارتوں پر جاتے ہیں اور دین و دنیا کی باتوں کے لئے دعا مانگتے ہیں خواجہ صاحب یا اور کسی کی زیارت پر اس صورت میں ان کی مراد پوری ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں یا نیاز ماننا جائز ہے یا نہیں یا خود نیاز دلوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ سودی قرض لینا دینا حرام ہے زر اصلی کا ادا کرنا لازم جتنا جتنا دے سکے دے جتنی کی ادا پر قادر ہو اتنا بے وجہ شرعی (نہ دینا) گناہ و حرام نرا ظلم ہے حدیث میں فرمایا مطل الغنی ظلم اپنے اور اس کے ذمہ جن کا نفقہ ہے وہ تو مصارف ضروریہ ہیں خدا کی راہ میں دینا ہی ہے قرض اور فرض ادا کرے قرض ادا نہ کرے اور فقیر کو دے دے یہ نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲) امام ضامن کا روپیہ کپڑے میں باندھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بفضلہ تعالیٰ بخیر وخوبی واپس آئے گا تو حضرت کی فاتحہ دلائی جائے گی اس میں حرج نہیں اور اگر سونے چاندی کا تعویذ سا بنا کر باندھے تو یہ ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم!

(۳) کھا سکتا ہے۔

(۴) اللہ عزوجل سے دعا بوسیلے بزرگان مانگنے میں کچھ حرج نہیں اور یہی ہوتا ہے بزرگوں سے بھی

یہی عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت بھی دعا کریں فاتحہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ میری ایک عزیزہ مرض تپ دق میں مبتلا ہیں ڈاکٹر صاحبان کی رائے شیر مادۂ خر مفید بتاتے ہیں مگر مریضہ اس چیز کے استعمال کرنے کو منع کرتی ہیں کیونکہ وہ حرام خیال کرتی ہیں ایسی حالت میں آیا اس کا استعمال جائز ہے کہ نہیں بینوا توجروا۔

الجواب۔ مولیٰ عزوجل انھیں صحت تامہ عطا کرے بہت اچھی نیک خیال بی بی ہیں مادۂ خر دودھ جائز نہیں، حرام میں شفا نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کہے کہ اس مرض کی اب یہی دوا ہے یہی پچھلا علاج ہے تو اس وقت اس کے حق میں وہ حرام نہ ہوگا یعنی بقدر ضرورت اور اس وقت اس سے شفا کی امید بھی ہوگی فتاویٰ خلاصہ[1] میں ہے التداوی بلبن الاتان اذا اشار الیہ لاباس بہ قال الصدر الشہید فی الفتاوی وفیہ نظر وکذا یکرہ المعالجۃ فی الجراحۃ بعظم الخنزیر درمختار[2] میں ہے۔ اختلف فی التداوی بالمحرم فظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف عن الحاوی قیل ترخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی۔

بحال اضطرار مضطر کے حق میں قدر ضرورت حکم حرمت مرتفع ہو جاتا ہے خود حدیث میں دوا خبیث سے نہی وارد تداوی بالحرام سے ممانعت فرمائی۔ ان کے ساتھ حدیث عرنیین جس میں بول شتر کے دوا کا استعمال کا حکم موجود بھی نظر میں ہے بات وہی ہے کہ احکام حالت اضطرار احکام حالت اختیار سے جدا ہیں علامہ بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں اجابوا عن حدیث العرنیین بانہ قد کان للضرورۃ فلیس فیہ دلیل علی انہ مباح فی غیر حال الضرورۃ الخ مضطر کا استثنا خود قرآن عظیم کے ارشاد کریم سے معلوم کہ فرمایا الا ما اضطررتم الیہ اور فرمایا فمن اضطر[3] غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ

واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از دیوبند ضلع سہارنپور خزانہ گارڈ مرسلہ حافظ محمد یوسف شاہ خاں صاحب ۱۹ ذی قعدہ ۵۸ھ

قبلہ وکعبہ من جناب مولانا مقتدانا پیر مرشد صاحب دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بندہ بخیریت ہے اور خیر وعافیت مزاج مقدس مطلوب۔

آپ کی دعا سے رمضان شریف میں اس عاصی ہی نے پولیس لائن سہارنپور کی مسجد میں قرآن مجید تراویح میں سنایا عرصے حضور والا کی خیریت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے فکر ہے! بچوں کی ختنہ

[1] فتاوی خلاصہ جلد دوم ص۳۶۳ مطبوعہ لاہور، [2] درمختار مع شامی جلد اول ص۱۵۴ [3] سورۂ بقرہ آیت ۱۷۳

ہے یا نوسال ہی کی عمر میں ہونا چاہئے یا ۸ ریا ۱۰ رسال میں بھی ہو سکتی ہے چونکہ میں نے یہ سنا ہے یا تو سات سال کی عمر میں یا نوسال کی عمر میں ہونا چاہئے اس کے متعلق واضح تحریر فرمائیے۔

الجواب۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بحمدہ تعالیٰ مع الخیر ہوں آپ کا عافیت خواہ۔ ختان کا وقت جب سے اس تکلیف کو برداشت کرنے کے قابل ہو شروع ہوتا ہے اور حد بلوغ کو پہونچنے تک ہے بالغ ہونے سے پہلے پہلے ہونا چاہئے نوسال کی عمر پوری ہونے تک کر دیا جائے ۹ سال کے کچھ بعد بھی کوئی برائی نہیں۔ زیادہ دیر نہ کرنی چاہئے۔ اور بعد بلوغ اگر اپنے ہاتھ سے کر سکے تو کرے امام شمس الائمہ حلوانی سے خلاصہ میں[1] ہے وقت الختان من حین یحتمل ذالک الی ان یبلغ۔ ۹ رسال سے پہلے ہو تو بہتر۔ خلاصہ میں ہے فی الفتاوی للقاضی الامام ینبغی ان یختن الصبی اذا بلغ تسع سنین فان ختنوہ وھو اصغر من ذالک فحسن وان کان فوق ذالک قلیلا قالوا لا بأس بہ وابو حنیفۃ لم یقدر وقت الختان واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ زید کہتا ہے کہ بکر عمرو نے اعلام کیا عمرو مجلس میلاد شریف پڑھتا ہے لیکن زید فاسق معلن ہے عمرو انکاری بھی ہے اور تائب بھی ہے صورت مسئولہ میں جب کہ دوسرا گواہ بھی نہیں ہے عمرو میلاد شریف پڑھ سکتا ہے عمرو داڑھی بھی نہیں رکھتا ہے اگر عمرو توبہ کر لیوے اور داڑھی کتروانے سے توبہ کر لیوے تو میلاد شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں زید پر از روئے شرع شریف کیا حکم ہے شریعت مطہرہ میں عیب پوشی کا حکم ہے یا پردہ دری کا کیونکہ زید ہر گلی کوچہ میں کہتا پھرتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب۔ زید جب فاسق معلن ہے اس کی بات پر فوراً بے تحقیق اعتماد جائز نہیں قال تعالیٰ[3] ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین ہ خبر فاسق واجب التوقف ہے کیسی ہی خبر ہو اور کیسا ہی وہ شخص ہو تفسیرات[2] احمدیہ میں ہے المعنی ان جاءکم فاسق بخبر فتوقفوا وتفحصوا وقری فتثبتوا والمآل واحد ای فتوقفوا الی ان تبین لکم الحال ان تصیبوا قوما بجہالۃ ای کراھۃ ان تصیبوا قوما جاھلین بجہالہم فتصبحوا ای فتصیروا نادمین علی ما فعلتم منہم یعنی لو لم تتوقفوا فی خبرہ فقاتلتم معہم موجبۃ ووجدتموھم مؤمنین لقلتم یا لیتنا لم نقع منا المقاتلۃ معہم لانہم مؤمنون والمقصود ان الآیۃ تدلیل علی ان خبر الفاسق واجب التوقف وتنکیر فاسق ونبأ للتعمیم ای ای فاسق وای نبأ کان۔ پھر کسی کبیرہ کی کسی مسلمان کی جانب نسبت بے تحقیق جائز نہیں نہ کہ ایسا گندہ کبیرہ عمر وجب

---

[1] فتاوی خلاصہ جلد ۳ صفحہ ۵۲۵ مطبوعہ لاہور [2] تفسیرات احمدیہ صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ [3] سورۂ حجرات آیت ۶

اس سے انکار رکھتا ہے تو ہرگز محض زید کے کہنے سے اس پر اس گندے الزام کو نہ تھوپیں میلاد شریف اس سے پڑھوا سکتے ہیں مگر بعد توبہ بقصد بہتہ، زید گنہ گار ہے توبہ کرے اور عمرو سے معافی چاہے جھوٹ بولنا خود کبیرہ ہے اور تہمت افتراء وہ (بھی) ایسا گندہ۔ یہ اور بھی اشد ہے اگر الفاظ نہ ہوں تہمت مترشح ہو تو بھی جب کہ وہ اشاعت فاحشہ کو دوست رکھتا اور اسی اشاعت کے قصد سے گلی کوچہ کہتا پھرتا ہے دونوں جہان میں عذاب الیم کا مستوجب ہے قال تعالٰی[1] ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرة واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون ہ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ابو روڈ۔

زید اور بکر دونوں حقیقی برادر ہیں۔ زید کی شادی ہوگئی ہے اور بکر برادر خورد نوجوان ہے جس کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ زید کاروبار سرکاری سے ایک شب اپنی زوجہ کو اپنے بھائی بکر کے ساتھ تنہا چھوڑ کر جاتا ہے۔ بکر اس موقع کو غنیمت جان کر اپنی بھاوج پر حملہ بارادہ زنا شب کے ۱۱-۱۲ بجے کرتا ہے۔ بھاوج لاعلم ہے مگر اپنی عصمت بچاتی ہے۔ بکر کچھ سوچ کر کے دروازہ سے باہر جا کر کھڑا ہوتا ہے۔ بھاوج فوراً دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا لیتی ہے بکر بہت کوشش کرتا ہے کہ دروازہ کھول دیا جائے۔ مگر بھاوج نہیں کھولتی ہے جب متواتر وہ پریشان کرتا رہا کہ کسی طرح وہ دروازہ کھل جائے تو بھاوج نے کھڑکی میں سے پڑوسیوں کو آواز دی کہ بھائیو دوڑو۔ دوڑو۔ پھر لوگ جمع ہوئے ان لوگوں نے عورت کو وہاں سے علیحدہ کر کے اپنے بال بچے کے ہمراہ بیٹھایا اور موذی کے پھندے سے بچایا اور بکر سے دریافت کیا کہ ایسی حرکت کیوں کرتا تھا تو اس نے ان سے بھی بدکلامی کی جس پر انھوں نے اس کی سزا مار پیٹ کی فوراً ہی دی۔ صبح کو جب زید اپنے مکان پہونچتا ہے تو کل واقعات بیوی نے سنائی زید یقین کر کے۔ مگر بکر کے پاس جب جاتا ہے تو وہ زید سے بیان کرتا ہے کہ بھاوج غلط الزام لگاتی ہے زید بھائی کا یقین کرتا ہے اور بی بی کو برا بھلا کہتا ہے اور کہتا ہے کہ دروازہ کیوں نہیں کھول دیا بیوی جواب دیتی ہے کہ عصمت بچانے کی غرض سے۔

زید کہتا ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کچھ حرج نہ تھا مگر دوسرے کے گھر جانے سے میرے نکاح سے نکل گئی اور میری بدنامی ہوئی میں تجھے طلاق دے دوں گا بھائی کو نہ چھوڑوں گا۔ طلاق کی دھمکی اکثر بارہا دے چکا ہے اس واقعہ سے قبل اکثر بیوی نے شوہر سے بکر کی بیہودہ مذاق عمل کی شکایتیں کیں مگر

[1] سورہ نور آیت ۱۹

زید یقین نہ لایا۔ چونکہ بکر نے بھائی زید کو پیشتر سے یقین دلا کر ذہن نشین کرایا تھا کہ بھاوج مجھ پر جھوٹا الزام اس لئے لگاتی ہے کہ بھائی بھائی جدا ہو جائیں چونکہ میرا رہنا اسے ناگوار گذرتا ہے۔ غیر لوگ خوب جانتے ہیں کہ بکر کا چال چلن قابل اطمینان نہیں اور وہ زید کی آنکھوں میں پردہ ڈالے ہوئے ہے اور اس آڑ میں اپنے ناجائز ارادہ میں کامیاب ہونا چاہتا ہے زید کی زوجہ قسمیہ حلفیہ شوہر سے اس کی خراب باتوں کا اظہار کرتی ہے مگر شوہر اپنے بھائی کی محبت میں یقین نہیں کرتا اور جواب دیتا ہے کہ تجھ کو چھوڑ دوں گا تجھ کو طلاق دے دوں گا مگر بھائی کو نہ چھوڑوں گا بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ان حرکات پر بھی زوجہ بھائی سے مل کر رہے اور اسے ناراض نہ کرے۔ ایسے شخص کے ہمراہ کھانا پینا و دعا سلام امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ جب تک وہ شخص اس بے ہودہ کلمہ سے کہ اگر ایسا وہ کرتا تو کچھ حرج نہ تھا توبہ نہ کرے نیز اس سے کہ وہ اپنی عورت کے ساتھ اپنے بھائی کی خلوت پر تو کم از کم راضی ہے اور کسی بات کا اگر اسے یقین نہیں ہوتا عورت کو جھوٹا جانتا بھائی کو سچا جانتا ہے تو اتنا تو ہے کہ وہ بھائی کے ساتھ عورت کی تنہائی کو روا رکھتا ہے اور جب تک وہ اپنی عورت کا بھائی سے پردہ نہ کروائے اس سے مسلمان ترک تعلق کریں اسے امام نہ بنائیں اس کے پیچھے نماز سے احتراز کریں۔ عورت پر غیر محرم سے پردہ لازم ہے۔ دیور، جیٹھ، بہنوئی خالو، پھوپھا، رشتے کے بھائی سب غیر محرم ہیں۔ شوہر کے بھائی سے پردہ کرے اگر شوہر اس پر مجبور کرے کہ وہ اس کے بھائی کے سامنے اس سے پردہ نہ کرے تو اس میں اس کی اطاعت نہ کرے۔ اس کا شوہر تو اس خلاف شرع کرنے سے اشد گنہ گار مستحق نار ہوگا ہی عورت بھی گنہ گار ہوگی۔ اگر اس کے کہنے سے ایسا کرے گی۔ وہ اگر مجبور کرے تو اپنے محارم سے کسی کے یہاں جہاں اسے امن ملے چلی جائے جب تک شوہر اس کا عہد نہ کرے کہ وہ اسے اپنے بھائی کے سامنے ہونے پر مجبور نہ کرے۔

یہ غلطیات جاہلوں میں مشہور ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے غیر محرم کے یہاں بعض اوقات جن میں اجازت شرعیہ ہوں ان کے سوا عورت کو جانا ناجائز اور گناہ ہے اگرچہ شوہر اجازت دے۔ شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہ گار ہوگا مگر نکاح سے کسی گناہ کے سبب نہیں نکلتی۔ اس وقت کہ مکان میں اس کی عصمت پر حملہ ہو چکا تھا اور بمشکل وہ اس سے اپنی عصمت بچا سکی تھی اور اس وقت اس مکان میں میسر نہ تھی اس کو اپنی عزت اپنی آبرو پر اندیشہ تھا بے شک حرمت کا خطرہ تھا جو امن کی جگہ ہاتھ آئی وہاں چلی گئی اگرچہ غیر محرم کے یہاں پناہ لے سکی۔ من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما۔ اس

حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جاتا ہے اگر فی الواقع وہ اس وقت اس خطرہ اس اندیشہ سے یوں ہی نکل سکتی تھی تو گنہ گار بھی نہیں ہوتی۔ شوہر نے جو کلمہ کہا ہے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو کچھ حرج نہ تھا مگر دوسری جگہ جانے سے میرے نکاح سے نکل گئی اور میری بدنامی ہوتی یہ نہایت بے حیائی بے شرمی بدعقلی بے وقوفی اور شرع مطہر کی خلاف راہ چلنی اس کے برعکس لاف زنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲؍محرم الحرام ۵۸ھ

بعض بعض لوگ کہتے ہیں ہندوستان دار الحرب ہے دار الاسلام نہیں لہذا یہاں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے ظہر پڑھنا چاہئے کیا ایسا ہی حکم شریعت میں ہے؟

الجواب۔ ہندوستان دار الاسلام ہے دار الحرب نہیں یہاں جمعہ شہر و قصبات میں فرض ہے گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نماز نہیں ہو سکتی کہ جمعہ و عیدین کی نماز کے لئے مصر ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از پوسٹ بالی ضلع ہوڑہ مرسلہ امام بخش صاحب قوال ۲؍ربیع الاول ۵۸ھ

فلم یعنی بائسکوپ دیکھنا جائز ہے یا ناجائز کیونکہ ان دنوں ایک حج فلم تیار ہو کر کلکتہ میں آیا ہوا ہے جس کو بتایا گیا ہے کہ علماء عرب و مصر نے جائز قرار دیا ہے اور شاہان عرب و مصر نے خود دیکھا ہے اور پسند کیا ہے دنیائے اسلام کو بڑی اہمیت کے ساتھ دیکھنے کا شوق دلایا ہے اس لئے عام مسلمانوں میں اس کی شورش پیدا ہے کہ جب علماء عرب و مصر نے جائز کیا ہے تو پھر اس فلم کا دیکھنا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے امید وار ہیں کہ احکام خداوند جل و علا و فرمان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم مسلمانوں کو آگاہ فرما کر فعل مشروع سے بچائیں گے؟

الجواب۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ رب انی اعوذ بک من ھمزات الشیطن واعوذ بک رب ان یحضرون۔ اللہ اللہ کیا زمانہ ہے کہ آج یہ وہم کہ مسلمانوں کو سینما جیسی چیز کے حرام و گناہ ہونے میں شک ہوگا کسے خطرہ تھا کہ اس تماشہ کے جواز کا خواب انھیں نظر آئے گا یہ وہم جائے گا کسے اندیشہ تھا کہ یہ بدکام جسے خواص و عوام مطلقاً گناہ و حرام جانتے مانتے ہیں کبھی اسے اگرچہ اس میں کہیں کے خواص بھی مبتلا ہو جائیں جنھیں مبتلا سنیں ہی نہیں خود اپنی آنکھوں دیکھیں۔ جائز سمجھا جائے گا کسے یہ خیال تھا کہ کوئی بدلگام اس گانے بجانے اور تصاویر نچانے کا تماشہ دیکھنے دکھانے کو جائز سمجھا جائے گا وہ بھی اس دلیل ذلیل سے کہ فلاں جگہ کے عوام ہی نہیں خواص بھی اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں کسے یہ گمان تھا کہ

کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھوال بھی۔ شریعت کہیں کے مولوی کہلانے والے حاکموں بادشاہوں کے قول فعل کا نام نہ رکھے گا کہ وہ جو کہیں کریں جائز و حلال ہوگا کیسے ناجائز و حرام ہوگا۔

اب تک تو مسلمان یہی سمجھتے تھے کہ جاہل سے زیادہ عالم عوام سے زیادہ خواص پر ارتکاب گناہ سے اشد الزام ہوتا ہے رذیل سے زیادہ شریف ارتکاب گناہ پر مورد الزام مطعون و ملام ہوا کرتا تھا یہ نہ جانتے تھے کہ اب زمانہ ایسا آگیا کہ لوگ مولوی کہلانے والوں اور بادشاہوں کے ایسے ناجائز قول و فعل کو سن کر بجائے اس کے کہ انھیں اشد ملزم سمجھیں ان پر اشد طعن کریں انھیں سخت مطعون ملام ٹھہرائیں ان کے اس قول و فعل کو دلیل جواز بنالیں گے والعیاذ باللہ تعالیٰ وہ بھی ایسا نجس قول جس سے مسلمانوں کے دین کو ہنسی کھیل بنا لینے والوں کی امداد و اعانت ہو، حج مسلمانوں کے دین مقدس کا رکن ہے اس کا تماشا بنانا دین کو ہنسی کھیل بنالینا نہیں تو کیا ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سینما دیکھنا تو ویسے بھی حرام ہے اور حج فلم کا تماشہ دیکھنا حرام در حرام اشد اخبث کام ہے حج فلم کے ساتھ راضی ہونا اپنے دین کو ہنسی کھیل بنالینے پر راضی ہونا ہے اس سے اخبث اور اشد نجس بدتر کام اور کیا ہوگا۔ گانے بجانے کی حرمت اور تصاویر کی ناجوازی کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو عطایا القدیر اور التحبیر رسائل اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ملاحظہ کریں۔

بعض لوگ خوشامد میں بادشاہوں حاکموں کے سامنے ایسے ہو جاتے ہیں کہ وہ دن کو رات کہیں تو یہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری خیال کرتے ہیں جو وہ کریں ان کی خوشامد میں یہ بھی ویسا ہی کر گذرتے ہیں جنھیں فرمایا گیا الناس علی دین ملوکھم بادشاہ کے دین کا لوگوں پر اثر ہوتا ہے لوگ بادشاہ کے دین کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں مگر یہ آج تک غالباً نہ ہوا تھا کہ بعض ان کے قول و فعل کو دلیل جواز ٹھہرا لیا گیا ہو اور شریعت ان کے ہاتھ میں یا ان کے قول و فعل کے تابع سمجھی گئی ہو۔ اب جو نہ ہو کم ہے پھر اخباری اشتہاری پروپیگنڈا کے معلوم نہیں عرب و مصر کے علماء کا نام بدنام کیا جاتا ہے ہرگز علماء ایسی خبیث بات نہیں کہہ سکتے ہرگز ایسی شنیع امر سے راضی نہیں ہو سکتے ہرگز ایسے نجس کام کو پسند نہیں کر سکتے۔ علماء کو بدنام کرنے والے بدنام کنندۂ نکونام چند ہندوستان ہی میں نہیں ہیں ہر جگہ ہیں یہاں ہندوستان ہی میں دیکھو لیے لوگ برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوتے ہیں۔ کیسے کیسے اجہل آج کل مولانا اور علامہ بنے ہوتے ہیں ہر گے نہ پھٹکری رنگ چوکھا پہلے تو فریب دہی کو بڑے بڑے عمامے اور لانبے

چوڑے جیسے دستکار ہوتے تھے اب تو چورن والوں کی طرح زبان کھول لی یا تھیٹروں میں نوکری کرلی اور وہاں سے تقریر میں کچھ مہارت اور گانے کی مشق پیدا کرلی اور مولینا ہوا اور بڑے سے بڑا مولانا ہونا ہوا تو چل کی ہوا کھالی اور علامہ کی ڈگری کے لئے تو اتنا بھی نہیں گھر بیٹھے علامہ بن جاتا ہے اخباروں میں ادھر سیدھے مضمون لکھے اور اپنے نام کے ساتھ علامہ کا لفظ خود ہی لکھ دے اپنے آدمی سے لکھوایا کرے دو چار آدمی ایسے بنالے جو علامہ علامہ کہا کریں ہندوستان بھر میں علامہ مشہور ہو جائے گا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ مصر کے کچھ لوگوں نے حج فلم کے ساتھ اظہار رضا کیا اسے جائز بتایا ہے تو وہ ایسے ہی مولانا اور ایسے ہی علامہ ہیں۔ ہرگز کسی عالم دین کی یہ ناپاک حرکت یہ نجس قول نہیں ہو سکتا۔ یہاں دلی کے ایک مشہور عام رسوا بین الخواص والعوام ہستی بھی تو سنیما کی فلموں کو دیکھتی اور اس کی تعریفیں لکھتی اور چھاپتی ہے۔ ایسے ہی مصر کے بعض عبدالدنیا والدرہم دین سے اناڑی جاہلوں نے حج فلم کو پسند کیا اور دیکھا دکھایا ہوگا اور بالغرض اگر دنیا بھر کے خواص و عوام کسی ایسے حرام کا ارتکاب او راسے پسند کریں تو کیا اس سے وہ حرام جائز ہو جائے گا ہرگز نہیں۔ لاواللہ ان الحکم الا للہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از ۲۸ جمادی الآخرہ ۵۸ھ

ایک شخص کسی قبر پہ جاکر جو کہ شہر سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پہ ہے مجلس میلاد کرے ہر جمعہ کے روز اور یہ چیز پہلے کبھی نہ ہوتی ہو اور جس میں نوجوان عورتیں بھی کثرت سے صبح سویرے سے شہر سے نکل کر وہاں جاتی ہوں اور وہاں جاکر کے گنبد کے اندر داخل ہو کر جس کا بالکل تنگ دروازہ ہو اس سے اندر داخل ہو کر اور وہاں روشنی وغیرہ کا کچھ انتظام نہ ہو اور جب سے یہ کام شروع ہوا ہے بہت سے ناجائز طریق سے عورتوں کا آنا جانا ثابت بھی ہو چکا ہے چنانچہ بعض آدمیوں نے اپنی عورتوں کو طلاقیں بھی دی ہیں۔ جو آدمی کرانے والا ہے اس نے کئی دفعہ یہ لفظ کہے ہیں اور عام مجمع میں کہے ہیں کہ خانہ کعبہ میں بھی زنا وغیرہ ہوتا ہے شرابیں پی جاتی ہیں۔ الغرض تمام بدمعاشیاں وہاں ہوتی رہتی ہیں۔

جو نعت خواں ساتھ لے جاتا ہے وہ سارے تقریباً صورتاً و سیرتاً شریعت کے خلاف ہوتے ہیں اور عشقیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں اور اہل شہر اس بات کو بہت برا سمجھتے ہیں چنانچہ روکنے کی کوشش بھی کی اور اس نے وعدہ بھی مسجد میں بیٹھ کر کیا کہ آئندہ میں اکیلا ہی جاؤں گا اور عورتوں کو بند کر دوں گا اگر عورتیں نہ

رکیں تو میں جانا بند کر دوں گا لیکن اس کے بھی خلاف کرتا ہے اور کہتا ہے خواب میں حضور نے فرمایا ہے کہ عورتیں جہاں چاہیں جانے دو کیوں روکتے ہو لہٰذا ہم اہل سنت والجماعت حنفی ہیں ہم آپ سے اس کا فتویٰ قرآن حدیث اور فقہ حنفی کی مدد سے طلب کرتے ہیں آپ فقہ حنفی کی عبارتیں مہربانی کر کے نقل فرمادیں تاکہ آج کل کے علماء کی ذاتی رائے سے بچ کر فقہ حنفی کے اور امام ابوحنیفہ کے مقلد ہو جائیں اور کبھی کبھی نوجوان لڑکیاں بھی وہاں بلند آواز سے نعتیں پڑھتی ہیں مہربانی فرما کر ہر ایک جزیہ کا حدیث قرآن وفقہ سے جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب۔ نزد قبر ذکر خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتر ہے سبب نزول رحمت ہے ودفع زحمت ہے مردہ ذکر سے انس پاتا اور وحشت دفع ہوتی ہے میلاد مبارک میں ذکر الٰہ وذکر حضور پر نور رسالت پناہی ہوتا ہے اس طرح وہاں عورتوں کی شرکت نہ چاہئے مگر اس سے وہ فعل ناجائز نہیں عورتوں کو روکا جائے۔ کوئی اچھا کام پہلے نہ ہوا اب شروع کیا جائے اس سے وہ برا نہیں ہو سکتا اچھا کام جب ہوگا اچھا ہی ہوگا حدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ[1] اس سے یہ امر ظاہر اور راصل کا عوارض سے باطل نہ ہونا بالکل واضح وباہر۔ کیا مساجد میں جمعہ کو یا کسی دن عورتیں آئیں اور ایسی بے حیائی اوڑھ لیں کہ مردوں کے ساتھ کھڑی ہوں دروازے سے مردوں کے ہجوم میں آئیں جائیں تو ان کی اس ناجائز حرکت سے مسجد ہی کو نیر باد کہہ دیا جائے گا اور جمعہ ہی کو ناجائز بتا دیا جائے گا جہاں جمعہ ہوتا رہا ہے وہاں کے جمعہ کو نہ سہی آج کسی مسجد میں نیا جمعہ قائم ہوا اسی کو سہی۔ عورتوں کو وہاں حاضری سے خصوصاً اس بے حیائی کے ساتھ اس سے روکا جائے۔ وہ عورتیں اور جو اس بے حیائی سے راضی ہوں وہ سب گنہ گار حرام کار مستحق نار ہیں۔

میلاد مبارک کی نسبت وہ حکم لکھا گیا۔ یہ جو اوپر مذکور ہوا میلاد مبارک کا نام کر کے وہاں بجائے میلاد مبارک عشقیہ اشعار کا گوانا نوجوان عورتوں کے جذبات کو ابھارنا مقصود ہو تو اس کے حرام ہونے میں کیا کلام۔ وہ شخص نہایت بدلگام ہے جس نے ایسا بکا۔ کعبہ معظمہ کا نام لے کر مگر مکہ معظمہ کو بھی عوام کعبہ ہی کہتے ہیں اس سے بظاہر اس کا مقصود بھی نفس کعبہ نہیں بلکہ شہر مکہ ہی ہے اور ان لوگوں پر رد جو میلاد مقدس کو اس حیلہ سے روکتے ہیں پھر بھی اسے ایسا نہ کہنا چاہئے تھا اس کا انداز کلام بہت برا ہے۔ میلاد مبارک اگر وہ حسن نیت سے کرتا ہے تو عورتوں کی بے پردگی کو روکے اس طرح بے حیائی سے انھیں شرکت سے

[1] مشکوٰۃ شریف صـ۳۳

مانع ہو نہ روکیں تو حسب وعدہ خود رُکے مردے کے استیناس اور اسے ایصال ثواب کے لئے گروہ یہ کرتا ہے اس طرح کرے۔ عورتیں نہ شریک ہوں چند روز بعد جب ان کی اس بے حیائی سے حاضری کا سد باب ہو جائے تو جیسا چاہے کرے۔ میلاد مبارک نیک لوگوں سے وہ میسر نہ ہوں تو مستور الحال اصحاب جو بظاہر متشرع ہوں ان سے پڑھوائے فساق سے نہ پڑھوائے۔

اس نے اگر یہ جھوٹ بکا ہے کہ خواب میں حضور نے ایسا فرمایا۔ حضور پر افترا کیا ہے جب تو اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا تو بہ کرے اور اللہ سے ڈرے۔ حضور پر افترا کی لعنت اس کے عظیم وبال و نکال کو ہلکا نہ جانے۔ اور اگر اس نے افترا نہیں کیا تو یقین جانے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام پاک ہیں اس سے کہ اپنی شریعت طاہرہ کے خلاف خواب میں حکم فرمائیں یقین کرے کہ حضور نے فرمایا ہوگا کہ عورتیں جہاں جائیں نہ جانے دو تم کیوں نہیں روکتے ہو۔ اس کے سننے میں غلطی ہوئی پھر کوئی حکم خواب سے سچ ہو جائے تو پھر اوروں کے خوابوں کو وہ بھی جھوٹا نہ کہہ سکے گا۔ اگر کوئی اس کی طرح یہ ادعا کرے کہ مجھے خواب میں ایسا حکم ہوا ہے کہ عورتوں کو مزار پر نہ آنے دو اور جو اس میں مزاحم ہو اس کی گردن ماردو جو مزار پر بیٹھ کر عشقیہ اشعار پڑھے پڑھوائے عورتوں کا مجمع کرے ان کے جذبات ابھارے اسے مار ڈالو یا یہ سزا دو یا فلاں شخص کی بی بی، ماں، بہن وغیرہ سے نکاح کر لو وغیرہ وغیرہ تو وہ اس کو مان لے گا اور اس حکم کی پابندی کرے گا اور اسے جائز جانے گا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اگر وہ محض جھوٹ بکتا ہے اس نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت نہ کی یوں ہی خواب دل سے گڑھا اور حضور پر وہ ناپاک افترا کیا جب تو اس پر اشد الزام ہے جلد توبہ کرنا فرض ہے اور اگر فی الواقع وہ اس دولت بیدار دیدار پُر انوار سرکار سر ہر کار سے مشرف ہوا تو یقین کرے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہرگز وہ نہ فرمایا جو اس کے سننے میں آیا۔ شیطان نے آواز و کلام میں تلبیس کی اس کے کان میں کلام ابلیس پہونچا۔ حاشا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے وہ فرمایا ہو جو خلاف شرع مقدس ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ[1] میں حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ اما در قسم سوم شیطان گاہے آواز سے و کلامے تلبیس می کند و وسوسہ می اندازد چوں بشہادت بعض روایات کہ در وقت قرأت سورۂ نجم وقت سکوت آنجناب شیطان حرف وسوسہ گفتہ بعض سامعین مشرکین را مشتبہ ساخت در حین حیات ایں معنی ممکن باشد در خواب چرا ممکن نیست لہٰذا در شریعت غرا احکام خواب را صحت نمی شمارند الخ

[1] فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ

جو لڑکیاں وہاں بلند آواز سے نعت پڑھتی ہیں وہ گنہ گار بدکردار مستحق نار ہیں۔ نیز وہ مرد بھی جو ان کی آواز پر کان دھرتے اور ان کی اس حرکت پر راضی ہوتے ہیں۔ عورت کی آواز بھی عورت ہے یہاں تک کہ اگر جماعت میں شامل ہو اور امام کو سہو ہو تو سبحان اللہ نہیں کہہ سکتی امام کو سہو سے یوں آگاہ کرے کہ پشت دست پر ہاتھ مارے جیسا سیدنا محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات طیبات سیر الاولیاء شریف میں ہے نماز میں تکبیر و قرات کچھ باآواز بلند نہیں پڑھ سکتی۔ فتاوی عزیزیہ رسالہ نماز زناں میں ہے باآواز بلند ہیچ وقت قراءت نخوانند و نہ تکبیرات بآواز گویند ہمہ را آہستہ گویند ہیچ جا آواز بلند نکنند تا سلام ہمیں طور آہستہ ہر وقت ہر چیز را گفتہ باشند۔ ان عورتوں کو وہاں جانا ہی نہ چاہئے نہ کہ وہاں باآواز بلند پڑھنا غنیہ میں کفایہ شعبی سے ہے سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر قال لایسئل عن الجواز والفساد فی مثل هذا وانما یسئل عن مقدار مایلحقها من اللعن فیه واعلم انها کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة الله وملائکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور یلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنة الله ذکرہ فی التاتار خانیه۔ والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از میرٹھ مرسلہ جناب مولوی غلام جیلانی صاحب مدرس مدرسہ ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے اس شعر پر سے یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم الخ بظاہر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اس میں غیر ذات و صفات عزوجل کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے جو شرعاً مکروہ ہے۔

نمبر ۲ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستخط فتاوی کے آخر میں اس طور پر ہوتے تھے کہ احمد رضا عفی عنہ / محمدن المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بعض اشخاص کا خیال ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا کمال ادب اس ترتیب کے عکس کا مقتضی تھا یعنی اپنا اسم گرامی نیچے اور سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اوپر تحریر فرماتے معلوم ہوتا ہے یہ ترتیب کاتب کی تراشیدہ ہے۔

الجواب۔ یہاں جواب یہ خیال میں آتا ہے کہ سارے حلف بغیر اللہ مکروہ و حرام نہیں اور حرام و مکروہ حرمت و کراہت من متساویة الاقدام نہیں۔ بعض تو .... اس قدر اشد حرام ہیں جیسے طواغی و انداد کفار کے ساتھ حلف کہ ایک صورت میں کفر یقینی ایک میں .... پھر وہ حلف جو طواغی و انداد .... کے ساتھ خاص ہو جیسے امانت کے ساتھ حلف کہ اہل کتاب کا حلف تھا پھر حلف بالآباء وغیرہ لمعات میں زیر حدیث من حلف فقال فی حلفه باللات والعزی فلیقل لا اله الا الله، یحتمل

---

۱ فتاوی عزیزیہ جلد اول ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ ۲ غنیہ ص ۵۹۴ مطبوعہ لاہور پاکستان

ان یکون معناہ انہ سبق لسانہ فلیتدارکہ بکلمۃ التوحید لانہ صورۃ الکفر والا فان کان علی قصد التعظیم فھو کفر وامہ تدارکہ یجب العود عنہ بالدخول فی الاسلام مرقات میں ہے من حلف بالاصنام فقد اشرکھا باللہ فی التعظیم فوجب تدارکھا بکلمۃ التوحید نیز مرقات[۱] میں زیر حدیث ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت ہے یکرہ الحلف بغیر اسماء اللہ تعالیٰ وصفات سواء فی ذلک النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والکعبۃ والملٰئکۃ والامانۃ والحیاۃ والروح وغیرھا ومن اشدھا کراھۃ الحلف بالامانۃ۔

اشعۃ اللمعات[۲] میں ہے باید کہ توبہ کند وتدارک نماید بکلمۂ توحید اگر ایں سوگند خوردن بلات وعزیٰ بطریق سبق لسان وعادت جاہلیت ست پس تدارک بکلمۂ توحید بجہت بودن آں اوست صورت کفر وامرے مستحسن ست وظاہر آنست کہ مراد یمین ست والا اگر بقصد تعظیم بود کفر وارتداد صریح ست وواجب ست عود ازاں بدر آمدن در اسلام، اسی میں[۳] زیر حدیث من حلف بالامانۃ فلیس منا ہے گفت آں حضرت کسے کہ سوگند خورد بامانت پس نیست آں کس از ما وبر طریقۂ ما بلکہ از متشبہین بغیر ماست زیرا کہ آن از عادت اہل کتاب ست واز جہت نابودن او از اسماء وصفات الٰہی تعالیٰ۔ بعض وہ کہ صورتاً حلف مگر یمین مراد نہیں مجرد تقریر وتاکید مقصود ہو جیسے کبھی صیغۂ ندا کلام میں بے قصد ندا محض برائے اختصاص زیادہ کیا جاتا ہے۔ یونا جائز وحرام نہیں۔ حدیث میں ہے خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا افلح وابیہ مرقات[۱] میں زیر حدیث ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم ہے قال القاضی فان قیل ھذا الحدیث مخالف لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم افلح وابیہ فجوابہ ان ھذہ کلمۃ تجری علی اللسان لا یقصد بھا الیمین بل ھو من جملۃ ما یزاد فی الکلام لمجرد التقریر والتاکید ولا یراد بہ القسم کما یراد بصیغۃ النداء مجرد الاختصاص دون القصد الی النداء انتھی۔

نیز امام نووی بھی شرح مسلم میں فرماتے ہیں فان قیل الحدیث مخالف لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افلح وابیہ ان صدق فجوابہ ان ھذہ کلمۃ تجری علی اللسان لا تقصد بھا الیمین پھر علی قاری لکھتے ہیں والاظھر ان ھذا وقع قبل ورود النھی او بعدہ لبیان الجواز لیدل علی ان النھی لیس للتحریم تو ہر حلف بغیر اللہ پر حکم کراہت تحریم نہیں یا حضور کی قسم میں بھی یا تو قسم مراد نہیں مجرد تقریر وتاکید مقصود ہے نہ قسم یا قسم مقصود ہو تو یا تو وہ غیر خدا کی قسم ہی نہیں یا غیر خدا کی قسم ہے مگر ناجائز نہیں۔ یا جو

حضور یاد الٰہی ہی ہے حدیث قدسی میں ہے جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی۔ تو ذکر الٰہی کی قسم غیر خدا کی قسم ہی نہیں اگر کوئی کہے یوں تو حضور بھی ذات خدا سے جدا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک مگر حضور خدا بھی نہیں نہ اس کی صفت۔ لہذا ذات حضور کی قسم نہ چاہئے اور ذکر حضور ذکر خدا ہی ہے لہذا اس میں حرج نہیں۔

ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یاد حضور کی قسم میں یاد سے مراد وہ یاد جو ان کی ان کا رب عزوجل فرماتا ہے۔ یا یاد حضور سے یہ مراد کہ وہ یاد الٰہی جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے قلب اقدس میں ہر آن جلوہ فرما ہے وہ ذکر خداوندی جس میں حضور مشغول ہر آن اور جس سے حضور جان نور کا پر نور دواں رواں ہے۔ یا یاد حضور میں لفظ حضور مرادف شہود ہے ضد غیب منافی غفلت یعنی شہود و شاہد و مشاہد و مشہود حقیقی عز جلالہ کے ذکر یاد کی قسم کہ غفلت عیش ستم ہے یا یاد حضور کا یہ مطلب کہ وہ یاد جو ولادت اقدس پھر جب سے لے کر وفات اقدس تک بلکہ اس کے بعد بھی آج تک اور تا قیام قیامت دنیا و برزخ و حشر میں جو امت مرحومہ کی فرمائی فرماتے ہیں فرماتے رہیں گے اس یاد کی قسم اس حیثیت سے کہ وہ وحی خدا ہے کہ فرمایا وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی اس خاص وحی الٰہی کی قسم جسے یاد حضور سے تعبیر کیا ہے۔

اور وہ جو حدیث میں فرمایا من حلف بغیر اللہ فقد اشرک اس سے مراد یہی ہے کہ جو مشرکوں کی طرح کہ جس اعتقاد سے وہ مشرکین بتوں کی قسمیں کھاتے تھے غیر خدا کی قسم کھائے۔ شراح حدیث نے اس کا مطلب یہ فرمایا کہ غیر خدا کی قسم باعتقاد تعظیم آن غیر کھائے تو شرک ہوگا اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کا ترجمہ فرمایا کسے کہ سوگند خورد بغیر خدا باعتقاد تعظیم آن غیر پس بہ تحقیق شریک گردانید آں غیر را بخدا در تعظیم اگر یہ مطلب نہ ہو تو معاذ اللہ کیا وہابی کی طرح کوئی احمق یہ کہے گا کہ خود حضور نے اسے شرک قرار دیا اور خود غیر خدا کے ساتھ حلف زبان مبارک سے ادا فرمایا۔ یہاں تو یا غیر ذات وصفات خدا کی قسم ہی نہیں یا یمین مراد نہیں مجرد تقریر و تاکید مراد ہے۔ اور اس میں اصلاً محذور نہیں حدیث میں مراد علی الاطلاق حکم شرک نہیں۔ اور مرقات کی عبارت سے معلوم ہو چکا کہ خود حضور نے افلح وابیہ فرمایا غیر خدا کے ساتھ حلف کی نہی سے پہلے فرمایا ہے یا بعد کہ صدور شرک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہر نبی سے محال ہے اور تھا وہابی تو گنگوہی کی طرح اسے صاف شرک کہہ دے گا جیسے گنگوہی نے تقدیس القدیر میں صاف کہہ دیا کہ صدور شرک آنجناب سے لامحالہ ممکن حبط اعمال بدرجہ اولیٰ ممکن بلکہ اسی کے صفحہ ۲۴ پر حضور سے معاذ اللہ شرک کا وقوع ثابت

۱۔ اشعۃ اللمعات [illegible]

کیا کہ شرک کے افراد مباح تک ہیں (زنا) خود فخر عالم آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کے ...
... کہہ دے گا کہ خود حضور نے حلف بغیر اللہ کو شرک کہا اور خود افلح وابیہ فرما کر معاذ اللہ شرک کیا
..... ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فتوٰی کے آخر میں اکثر یوں اپنا نام نامی تحریر فرماتے تھے کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
اور کبھی اس طرح فقیر احمد رضا غفرلہ جس طرح سوال میں نقل کئے گئے ہیں یہ طرز حضرت قدس سرہٗ کا نہ الفقیر احمد رضا
تھا کاتب کا ایجاد ہے اور یہ بھی سوء ادب نہیں کہ جہاں مہر نبوت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم سے
یہ ادب معلوم ہوا کہ اسم جلالت بالا مکتوب تھا اس ترتیب پر مہر اقدس پشت مقدس پر تھی محمد رسول اللہ وہاں
قرآن عظیم میں یوں بھی ہے محمد رسول اللہ تو معلوم ہوا کہ یہ بھی سوء ادب نہیں واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ (۱) اللہ تعالیٰ کی بخشش ہر جگہ ہوتی ہے یا کسی خاص خاص جگہ پر۔
(۲) اولیاء اللہ کا سایہ اپنی اولاد پر یا عام طور پر بصورت اعتقاد صوفیائے کرام ہر جگہ رہتا ہے یا اپنی
خانقاہ یا مقبرے کی چاردیواری تک محدود رہتا ہے۔

الجواب۔ (۱) وہ جہاں چاہے اپنی بخشش اپنی رحمت اپنی برکت نازل فرمائے مگر بعض جگہ
امید بخشش زائد ہوتی ہے کسی جوار صالح میں اس صالح کی برکت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!
(۲) اولیاء کے مراتب متفاوت ہیں اولیاء سے فیض ان کے مزار ہی پر نہیں ملتا دور سے بھی ملتا ہے
مگر دور رہنے اور نزدیک حاضر ہونے میں زیادت توجہ کا فرق ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از شہر
زید میلاد شریف پڑھتا ہے اور وہابیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور وہابیوں کی بنائی نثر بھی پڑھتا
ہے زید نے روایت کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دفن کرنے کے وقت ایک صحابی نے
خطاب کیا کہ اے قبر یہ بیٹی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
کی اور والدہ ہیں حسن حسین رضی اللہ عنہا کی تو قبر سے آواز آئی کہ یہ جگہ حسب نسب بیان کرنے کی نہیں ہے
یہاں عمل صالحہ کا ذکر کرو چین اسی کو ملے جس کے عمل اچھے ہوں گے یہ روایت صحیح ہے یا غلط ہے اگر غلط
ہے تو اس کے پڑھنے والے کو کیا حکم۔ زید جو وہابیوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہابیوں سے میل جول رکھتا
ہے اور ان کے پاس بیٹھ کر انھیں کی سی گفتگو کرتا ہے زید سے میلاد شریف پڑھوانا جائز ہے یا ناجائز ہے

اور زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب ۔ ایسا شخص جو وہابیوں سے میل جول رکھتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے اس سے ہرگز میلاد مبارک نہ پڑھوائیں اسے واعظ مسلمین نہ بنائیں یہ روایت میں نے کہیں نہ دیکھی جو بیان کرتا ہے وہ کس کتاب معتبرہ کی بیان کرتا ہے ثبوت پیش کرے اگر کسی معتبرہ کتاب کی روایت یہ ہو بھی جب بھی اس سے اس کا اگر یہ مطلب ہو کہ نسب نبوی قطعاً غیر نافع ہے تو یہ مطلب مردود ہے حدیث میں ہے مابال اقوام یزعمون ان قرابتی لاتنفع کل سبب ونسب منقطع یوم القیامۃ الا نسبی وسببی فانہا موصولۃ فی الدنیا والأخرۃ۔ اس سوا اور بھی احادیث ہیں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نسب کریم تو حضور کا نسب کریم ہے حضور کے صدقہ میں اوروں کے نسب بھی نافع ہوتے ہیں خود قرآن عظیم سے نفع نسب کا حال معلوم انبیاء اولیاء سے نسبت نسبی ہو یا سببی وہ نافع ہوتی ہے اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر وہابی ایک آنکھ کھولتا ہے اور ایسی حدیثیں دیکھ لیتا ہے جو تفاخر بالانساب کے رد کی ہیں اور دوسری پٹ کر لیتا ہے حدیث میں جہاں یہ فرمایا ہے یا بنی ھاشم لایأتین الناس یوم القیامۃ بالأخرۃ یحملونہا علی ظھورھم وتاتون بالدنیا علی ظھورکم لا اغنی عنکم من اللہ شیئاً یہاں تک کہ حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما کو خطاب خاص فرمایا یا فاطمۃ بنت محمد یا صفیۃ بنت عبدالمطلب یا بنی عبدالمطلب لا املك لکم من اللہ شیئاً غیران لکم رحما سأبلھا ببلالھا۔

وہابی ایک بھی پوری نہیں کھولتا کہ پوری کھولتا تو اسے یہ نظر آتا غیران لکم رحما سأبلھا ببلالھا حضور مقام تخویف اپنے اہل بیت کو خشیۃ اللہ اور تقوی طاعت پر ابھارنے کے لئے ایسا ارشاد فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ نسب محض ضائع ہے اس سے کوئی نفع نہیں ۔ امام ابن حجر مکی ہیتمی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں تنبیہ علم مما ذکر فی ھذہ الاحادیث عظیم نفع الانتساب الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وصحبہ وسلم ولاینافیہ ما فی احادیث اخر من حثہ لاھل بیتہ علی خشیۃ اللہ واتقائہ وطاعتہ وان القرب الیہ یوم القیامۃ انما ھو بالتقوی، ووجہ عدم المنافاۃ کما قال المحب الطبری وغیرہ من العلماء انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وصحبہ وبارك وسلم لایملك لاحد شیئاً لا نفعا ولا ضرا لکن اللہ عزوجل یملکہ نفع اقاربہ بل وجمیع امتہ بالشفاعۃ العامۃ والخاصۃ فھو لایملك الا ما یملکہ لہ مولاہ

لہ صواعق محرقہ ۱۵۲ و ۱۵۳ مطبوعہ استنبول

كما اشار اليه بقوله غير ان لكم رحما سأبلها ببلالها وكذا معنى قوله لا اغنى عنكم من الله شيئا اى بمجرد نفسى من غير ما يكرمنى به الله من نحو شفاعة او مغفرة وخاطبهم بذلك رعاية لمقام التخويف والحث على العمل والحرص على ان يكونوا اولى الناس حظا فى تقوى الله وخشيته ثم اومأ الى حق رحمه اشارة الى ادخال نوع طمانينة عليهم وقيل هذا قبل علمه بان الانتساب اليه ينفع وبانه يشفع فى ادخال قوم الجنة بغير حساب ورفع درجات آخرين واخراج قوم من النار، ولما خفى ذلك الجمع عن بعضهم حمل حديث كل سبب ونسب على ان المراد ان امته صلى الله تعالى عليه وسلم يوم القيامة ينسبون اليه بخلاف امم الانبياء لا ينسبون اليهم وهو بعيد وان حكاه وجها فى الروضة بل يرده ما مر من استناد عمر اليه فى الحرص على تزوجه بام كلثوم واقرار على المهاجرين والانصار له على ذلك ويرده ايضا ذكر الصهر والحسب مع السبب والنسب كما مر وغضبه صلى الله تعالى عليه وسلم لما قيل ان قرابته لا تنفع الخ

اسی طرح صـ ۲۰۲ پر ہے لا ينافى هذه الاحاديث ما فى الصحيحين وغيرهما انه لما نزل قوله تعالى "وانذر عشيرتك الاقربين" خرج فجمع قومه ثم عم وخص بقوله لا اغنى عنكم من الله شيئا حتى قال يا فاطمة بنت محمد اما لان هذه الرواية محمولة على من مات كافرا او انها خرجت مخرج التغليظ والتنفير او انها قبل علمه بانه يشفع عموما وخصوصا الخ انتہی نیز صـ ۲۱۳ پر ہے صلاح الذرية ينفع فى الآخرة فقد صح عن ابن عباس رضى الله عنهما فى قوله تعالى الحقنا بهم ذريتهم انه قال ان الله يرفع ذرية المؤمن معه فى درجته يوم القيامة وان كانوا دونه فى العمل وصح عنه ايضا فى قوله تعالى وكان ابوهما صالحا انه قال حفظا بصلاح ابويهما وما ذكر عنهما صلاحا وقال سعيد بن جبير يدخل الرجل الجنة فيقول اين ابى اين امى اين ولدى اين زوجى فيقال له انهم لم يعملوا مثل عملك فيقول كنت اعمل لى ولهم فيقال لهم ادخلوا الجنة ثم قرأ جنات عدن يدخلونها ومن صلح من آبائهم وازواجهم وذرياتهم فاذا نفع الاب الصالح مع انه السابع كما قيل فى الآية فصون الذرية فما بالك بسيد الانبياء والمرسلين بالنسبة الى ذريته الطيبة الطاهرة المطهرة وقد قيل ان حمام الحرم انما اكرم لانه من ذرية حمامتين عششتا على غار ثور الذى اختفى فيه صلى الله تعالى عليه وسلم عند خروجه من مكة للهجرة الخ والله تعالى اعلم

لے صواعق محرقہ صـ ۲۳۱ وصـ ۲۳۲ مطبوعہ استنبول ترکی

مسئلہ۔ شہادت نامہ، جنگ نامہ، نور نامہ، داستان امیر حمزہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ شہادت نامہ جس میں تمام تر صحیح صحیح روایات ہوں اس کا پڑھنا اچھا ہے جیسے آئینۂ قیامت اور جو غلط و باطل روایات پر مشتمل ہو اس کا پڑھنا سخت برا اور ناجائز ہے۔ جنگ نامہ، نور نامہ دیکھا نہیں وہ اگر غلط روایات افترارات پر مشتمل ہوں تو ان کا حکم یہی ہے کہ ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ داستان امیر حمزہ از سرتاپا کذب و بہتان افترار و طوفان محض دروغ بے فروغ ہے اور اتنا ہی نہیں چوں کہ اس کا مصنف رافضی تھا اس میں جابجا صحابۂ کرام پر تبرا ہے اس کا پڑھنا حرام حرام حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از انتظار میاں محلہ کیپر خاں پیلی بھیت ٹریننگ آئی ٹی آئی بریلی مورخہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

زید ایک شخص سنی مسلمان ہے جو ٹائی باندھتا ہے جس کے چار بھائی بھی ٹائی لگاتے ہیں جو برسرِ روزگار ہیں اس کے بھائی بھی برسر روزگار ہیں زید کی شادی ہوتی ہے وہ اس وقت ٹائی نہیں باندھتا ہے لیکن اس کے بھائیوں کے ٹائی لگی ہوتی ہے ایک علمار دین جو کہتے ہیں کہ ٹائی باندھنا کفر ہے زید کی شادی میں شرکت کرتے ہیں کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس نے زید کا نکاح بھی پڑھایا جب کہ اس کے چاروں بھائی ٹائی باندھ کر نکاح میں شریک ہوئے تھے۔ اب زید کے یہاں کھانا، کھانا حرام ہے یا نہیں اور اس علمار دین نے یہ جانتے ہوئے کہ ٹائی باندھنا کفر ہے نکاح پڑھایا اور شادی میں شرکت کی اور کھانا وغیرہ بھی کھایا شریعت کی رو سے اس علمار پر کیا حکم ہے؟ صحیح جواب سے آگاہ کیجئے۔

الجواب۔ ٹائی لگانا اشد حرام ہے وہ شعار کفار بدانجام ہے نہایت بدکام ہے وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہر نصرانی یوں ٹائی اپنے گلے میں ڈالے رہتا ہے ہر توپ میں۔ نشان صلیب رکھتا ہے جسے کراس مارک کہتا ہے۔ ٹائی کی طرح یہ کراس مارک بھی رد قرآن ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کہ قرآن فرماتا ہے[1] مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یہود نے عیسیٰ مسیح کو قتل کیا نہ سولی دی۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی آل سیدنا ومولینا محمد وصحبہ وبارک وسلم۔ مگر جہال اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔ وہ اسے محض ایک وضع جانتے ہیں اس لئے انھیں اس کے لگانے پر کافر نہ کہا جائے گا۔ کفریت قول یا فعل اور بات ہے اور مرتکب کو کافر ٹھہرانا اور۔ واللہ تعالیٰ ہو الہادی وہو مولیٰ اعظم!

[1] سورہ نسار آیت ۱۵۷

ٹائی باندھنے والا ہیٹ لگانے والا اور ہر فاسق معلن ظالمین میں ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے
وامّا ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین ۝ عارف باللہ ملا احمد جیون استاذ سلطان
عالمگیر رضی المولٰی تعالٰی عنا وعنہ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں الظٰلمین یعم الفاسق والمبتدع والکافر
جن کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ان کے ساتھ مواکلت، مشاربت نری مجالست سے اور زیادہ ممنوع، علماء
پر اور زیادہ بچنا لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم!

مسئلہ۔ ساس یعنی بیوی کی ماں کا ہاتھ تعظیماً چومنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب مفتی عالم یہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ چومنا نہیں چاہیے بسبب فساد زمانہ۔ رضاعی بہن سے پردہ نہیں ہے لیکن علماء فرماتے ہیں کہ پردہ بہتر ہے۔

الجواب۔ بے شک وہ سنی عالم صحیح کہتے ہیں۔ ہرگز نہ چاہیے۔ جب کہ یہ اور وہ دونوں جوان ہوں یا ایک دونوں میں سے جوان ہو اور خوف فتنہ ہو تقبیل تو تقبیل اس صورت میں تو ہاتھ میں ہاتھ لینا بھی نہ چاہیے۔ شہوت ہی سے ہاتھ میں ہاتھ لینا ناجائز نہیں بے شہوت بھی ناجائز ہے جب کہ شہوت سے امن نہ ہو۔ شہوت اس وقت نہیں اس وقت خالص تعظیم وتحیت ہی کے لئے بوسہ دیا یا ایک محبت ہی کے ہاتھ میں ہاتھ لیا مگر ہاتھ میں ہاتھ آنے سے شہوت سے مامون نہیں تو تقبیل کیسی؟ محض مصافحہ ہی جائز نہ ہوگا۔ جیسے امتہ اجنبیہ کو اس وقت ہاتھ لگانا جائز نہیں اس کا اور امتہ اجنبیہ کا اس بارے میں ایک ہی حکم ہے۔ درمختار میں مجتبٰی سے ہے۔ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطؤھا فخرج المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاھرۃ فحکمھا کالاجنبیۃ[عہ]۔ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ کالاجنبیۃ ای کالامۃ الاجنبیۃ بدلیل ما فی العنایۃ، حیث قال قید بقولہ من امتہ التی تحل لہ لان حکم امتہ المجوسیۃ والتی ھی اختہ من الرضاع حکم امۃ الغیر فی النظر الیھا لان اباحۃ النظر الی جمیع البدن مبنیۃ علی حل الوطء فینتفی بانتفائہ اھ

اور حکم امتہ الغیر یہی ہے کہ اگر اپنے نفس پر یا اس پر شہوت کا خوف ہو تو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ درمختار وکشف الحقائق ومجتبٰی وغیرہا اسفار میں ہے۔ واللفظ لہ (وحکم امۃ غیرہ) ولو مدبرۃ او ام ولد (کذلک) الخ

عہ لیست المرادۃ بھا المحرمۃ وھو ابین من ان یبین...... الی قول العلامۃ الشامی بدلیل ما فی العنایۃ اما اولا فکاھر ان حکم الاجنبیۃ المحرمۃ فی النظر والمس غیر حکمھا ثانیا یأتی الشارح نفسہ تحت قولہ -

لہ درمختار ردالمحتار جلد ۵ ص۳۳ مطبوعہ مصر ٢ درمختار ردالمحتار جلد ۵ ص۳۶ مطبوعہ مصر ٣ پ ۷، رکوع ١٤

فینظر الیہا کمحرمہ (وما حل نظرہ) مما مر من ذکر او انثی (حل لمسہ) اذا امن الشہوۃ علی نفسہ وعلیہا، وان لم یأمن ذلک او شک، فلا یحل لہ النظر والمس اھ مختصراً۔[1] الامۃ اجنبیۃ۔ رد المحتار[2] میں ہے۔ (قولہ الامۃ اجنبیۃ) ای غیر الامۃ حدیقہ ندیہ[3] شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ ومن الآفات المماسۃ بشہوۃ لغیر زوجتہ وامتہ الحلال لہ بخلاف المجوسیۃ التی انکحہا للغیر وفیما اذا کانت امہ او اختہ من الرضاع او ام امرأتہ او بنتہا اور یہ نہ کہا جائے کہ اس صورت میں تو اپنی محارم کو دیکھنا یا مس کرنا بلکہ اپنی ماں کی طرف بھی نظر کرنا حلال نہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ۔ تو کیا یہی فتوٰی ماں کے لئے بھی دیا جائے گا۔ احکام الفقہ تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر خیال میں رہے۔

ماں بہن کی طرف نظر یا انھیں مس کرنے میں ہرگز غلبۂ احتمالِ شہوت نہیں بلکہ یقیناً اس کا عدم اس سے امن ہی غالب ہے ہاں اس کا امکان ہے تو یہاں اس بنا پر یہی کہا جائے گا کہ ماں اور اور محارم نسبیہ کی جانب نظر اور ان کے ان اعضا کا مس جن کی طرف نظر جائز ہے جائز ہے ہاں اگر احد الجانبین سے شہوت کا اندیشہ بھی ہو تو جائز نہیں اور امۃ غیر اور محرمات رضاع وصہر میں احتمال شہوت مس میں غالب ہے اور لا اقل دونوں احتمالوں میں تسویہ ہے اور بہر صورت یعنی غلبۂ احتمال شہوت لیجئے یا احتمالین میں تسویہ مانئے یہی کہا جائے گا کہ مس حرام ہے ہاں اگر شہوت سے امن ہو جانبین سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ کیا نہ دیکھا کہ حضرات فقہائے کرام نے ان محرمات رضاع وصہر کو کالامۃ الاجنبیۃ فرمایا جب دربارۂ نظر ومس محرماتِ نسبیہ ورضاعیہ وصہریہ وامۃ الغیر کا ایک ہی حکم تھا تو کالامۃ الاجنبیۃ سے بہتر تو یہی تھا کہ یوں فرماتے کہ محرمات الرضاع والصہر کالمحرمات بالنسب ما حل نظرہ ولمسہ من تلک المحرمات النسبیۃ حل من ہذہ النسبیۃ ایضا مگر وہ انھیں ان کی طرح نہیں فرماتے امۃ اجنبیہ کی طرح کہتے ہیں اس میں یہی نکتہ معلوم ہوتا ہے اور اسی فرق کی جانب اشارہ جس کی تقریر ابھی ہم نے کی وللہ الحمد۔

دیکھو اس فرق کی بنا پر حکم خلوت میں فرق ہے محرمات نسبیہ سے خلوت جائز ہے۔ اور رضاعیہ وصہریہ سے ناجائز جب کہ وہ جوان ہو۔

درمختار[4] میں ہے۔ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعاً والصہرۃ الشابۃ۔ رد المحتار[5] میں فرمایا۔ قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشہید، وینبغی للاخ من الرضاع ان لا یخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ہناک الوقوع فی الجماع اھ وافاد العلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ہنا (قولہ والصہرۃ

[1] درمختار مع رد المحتار جلد ۵ ص ۲۳۶ مطبوعہ مصر۔ [2] حدیقہ ندیہ جلد ۲ ص ۲۷۵ مطبوعہ لائلپور پاکستان۔ [3] درمختار جلد ۵ ص ۲۳۶ مطبوعہ مصر۔ [4] رد المحتار جلد ۵ ص ۲۳۶

الشابۃ) قال فی القنیۃ ماتت عن زوج وام فلهما ان یسکنا فی دار واحدۃ اذا لم یخافا الفتنۃ وان کانت الصهرۃ شابۃ فللجیران ان یمنعوها منہ اذا خافوا علیهما الفتنۃ ام واصهار الرجل کل ذی رحم محرم من زوجتہ علی الخیاء محمد والمسألۃ مفروضۃ هنا فی امها والعلۃ تفید ان الحکم کذلک فی بنتها ونحوها کما لا یخفی۔

دیکھو اجنبیہ کے ساتھ خلوت کو مطلقاً حرام فرمایا جیسے مس [1] در مختار کی عبارت مذکورہ بالا جو الا من اجنبیۃ تک ہے اس میں اس لفظ کے بعد ہے فلا یحل مس وجهها وکفها وان امن الشهوۃ لانہ اغلظ ولذا تثبت بہ حرمۃ المصاهرۃ وهذا فی الشابۃ..... وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام۔ اور محرم نسبی کے ساتھ خلوت کو مباح فرمایا اور یہ ظاہر کہ اگر شہوت وفتنہ کا خوف ہو تو ان کے ساتھ بھی خلوت جائز نہیں۔ اور محرمات سببیہ کے ساتھ خلوت کو مباح نہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر خوف فتنہ نہ ہو تو ان کے ساتھ بھی خلوت جائز ہے۔ یوہیں مس اجنبیہ حرام ہے بے ضرورت وحاجت مطلقاً مکروہ وحرام ہے۔ وان امن الشهوۃ اور محرمات نسبیہ کا جائز اگر شہوت سے مامون ہو ورنہ ناجائز اور محرمات سببیہ کا ناجائز۔ اگر خوف شہوت وفتنہ نہ ہو تو جائز۔

اور یہ جو تقریر فقیر نے کی تھی محض تفقہاً تھی پھر دربارۂ خلوت یہ جزئیہ پایا والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فی مطابقۃ المعقول بالمنقول اور متون بوجہ اختصار ایک ہی عبارت میں بیان کر جاتے ہیں اور شروح اس میں متون کے تابع ہوا ہی چاہیں ہاں یہ حضرات کبھی تصریحات بعد شرح کرتے ہیں اور کبھی اشارات ہی سے کام لیتے ہیں یوہیں ماتن حضرات بھی نفس متن میں کہیں کہیں اشارے کر جاتے ہیں۔ اور اگر محرمات سببیہ کو جنہیں دربارہ نظر مثل امتا جنبیہ فرمایا گیا ہے دربارہ مس اجنبیہ حرہ کی طرح اس زمانہ فساد میں کہ مس اغلظ ہے تو وہ شبہہ روزنا منقطع ہو جائے گا اگرچہ اس کا کوئی قائل نہ ہوا لیکن ؎ مگر سد ذرائع داب ہے اپنی شریعت کا۔ اس زمانہ فساد میں جب کہ جوان وحسین خصوصاً بیوہ ساس اور رضاعی ماں بہنوں کو میرے نزدیک...... مس کا نظر سے غلیظ تر ہے مکروہ تحریمی ہونا اور ہمارے قاعدہ مذہب یعنی سد باب فتنہ کا اس سے غیر آبی ہونا ظاہر۔ وکم من احکام تختلف باختلاف الزمان۔ جیسے امۃ الغیر کے نامحرم کے ساتھ سفر وخلوت کے بارے میں باوجودے کہ ان کی نسبت کوئی خاص حکم مذکور نہیں مشائخ قرون سابقہ مختلف ہوئے کسی نے حلال فرمایا اور کسی نے حرام دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی اس کے بعد اس زمانے میں بوجہ غلبۂ اہل فساد علامہ حصکفی نے علامہ ابن کمال سے دربارہ ناجوازی ہی نقل فرمائی اور اسی قول کا ان سے مفتی بہ ہونا نقل فرمایا اور علامہ شامی نے اس کے نامحرم کے ساتھ خلوت کا اس سے الحاق فرمایا۔ شامی [2] میں ہے۔ لم یذکر محمد الخلوۃ والمسافرۃ بامۃ الغیر وقد اختلف المشائخ

[1] در مختار جلد ۵ ص ۲۶۷ مطبوعہ مصر۔ [2] شامی جلد ۲ ص ۳۶۸ مطبوعہ مصر

فی الحل وعدمہ وھما قولان مصححان اقول: لکن ھذا فی زمانھم لما سیذکرہ الشارح عن ابن کمال انہ لاتسافر الامۃ بلا محرم فی زماننا لغلبۃ اھل الفساد وبہ یفتی فتأمل۔

اور نفس تقبیل میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ عالم دین وسلطان عادل کے علاوہ کسی کی دست بوسی نہ چاہیے بعض ان کے سوا اوروں کی دست بوسی کی بھی رخصت دیتے ہیں جب کہ اس سے مقصود اس کے اسلام کا اکرام وتعظیم ہو پھر وہ بھی یوں رخصت دیتے ہیں وہ بھی ترک کو اولیٰ بتاتے ہیں اور خود لفظ رخصت باعلیٰ ندا منادی کہ ترک اولیٰ ہے پھر تقبیل الرجل الرجل والمرأۃ المرأۃ کی رخصت سے تقبیل الرجل المرأۃ والمرأۃ الرجل کیونکر نکل سکتی ہے۔ حدیقہ ندیہ[1] شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا۔ تقبیل ید الانسان العالم بالعلوم الشرعیۃ والسلطان العادل جائز قال فی الاشباہ من قبل ید غیرہ فسق الا اذا کان ذا علم وشرف کذا فی الظھیریۃ ویدخل السلطان العادل والامیر تحت ذی الشرف وتکلموا فی تقبیل ید غیرھما قال بعضھم ان اراد بہ ای بتقبیل الید تعظیم المسلم لاسلامہ فلا باس بہ والاولی للانسان ان لا یقبل ید غیر العالم والسلطان العادل اھ مختصراً اسی[2] میں ہے۔ رخص الامام الشیخ شمس الائمۃ السرخسی وبعض المتأخرین تقبیل ید العالم او المتورع علی سبیل التبرک وعن سفیان قال تقبیل ید العالم سنۃ وتقبیل ید غیرہ لا یرخص فیہ قال صدر الشھید وھو المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور ایسی عجوزہ جس کی شہوت کا اندیشہ ہو نہ جس پر شہوت کا شک ہو سکے اگرچہ اجنبیہ محضہ ہو اس سے مصافحہ اور اس سے خلوت دار و اس کا اس کے ساتھ سفر سب کچھ جائز ہے۔ وھذہ المسائل جمیعا مصرحۃ فی اکثر الکتب الفقھیۃ مگر اس کی تقبیل کی نسبت کسی نے نہ لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

ایمرجنسی دور کا ایک یادگار فتویٰ

مسئلہ۔ از مرزا ممتاز بیگ رضوی۔ چھتر پور (ایم پی)

سیدی مرشدی ومولائی حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین خاندانی منصوبہ بندی (فیملی پلاننگ) کے متعلق نسبندی کے آپریشن کرانے کے بارے میں (عورتوں اور مردوں کے متعلق) کیوں کہ آج کل گورنمنٹ کی طرف سے ایسے احکام آئے ہیں کہ نسبندی کا آپریشن نہ کرانے والے گورنمنٹی ملازم کو ملازمانہ ترقی نہ دی جائے گی (وغیرہ وغیرہ) عین نوازش ہوگی۔

[1] حدیقہ ندیہ جلد ۲ ص ۵۳۹ مطبوعہ لائلپور/ لاہور [2] حدیقہ ندیہ جلد ۲ ص ۵۴۱ مطبوعہ لائلپور/ لاہور

حضور بذات خود تکلیف گوارا کرکے اس مسئلہ کو حل کرکے روانہ فرمائیں کیوں کہ میں گورنمنٹ ملازم ہوں اور گورنمنٹ کو اس کا جواب دینا ہے۔ فتویٰ قرآن و حدیث سے مدلل ہونا چاہئے؟

الجواب۔ بعون الملک الوھاب ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ اس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ[1] یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدل لیں گے تفسیر[2] بیضاوی میں ہے "من ذالک تغییر الجسم" اور اس میں سے ہے جسم کی تغییر اور تفسیر کبیر[3] میں ہے "ان معنی تغییر خلق اللہ ھھنا ھو الاختصاء" الخ یعنی اس آیت میں تغییر خلق کا معنی خصی کرنا وغیرہ ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے لعن اللہ المغیرات خلق اللہ، ملخصاً یعنی اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز (جسم کی قدرتی بناوٹ) کو بدلنے والی ہیں۔

نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں کما فی کتب الفقہ اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصا میں داخل ہے اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی بہ نص قرآن حدیث حرام ہے جیسا کہ آیت و حدیث سے اوپر گذرا۔

نیز حدیث میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "لیس منا من خصی واختصی" یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں (مشکوۃ شریف) پھر یہ گمان کہ کثرت اولاد مفلسی کا باعث ہے غلط ہے۔ بلکہ اللہ و رسول کی نافرمانی و بے حیائی کے کام مفلسی کے اسباب سے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن[4] یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم ہی تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ——— الحاصل نسبندی یا آپریشن شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں لہٰذا اس سے نفرت و احتراز لازم ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔

(منقول از ماہنامہ ساحل حضرت ص ۱۳-۱۴ شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ)

مسئلہ۔ زید مومن نے اپنے اہتمام سے سوانگ کرایا اور مسجد سے بیس قدم پر تخت بچھایا اور خود خوشنما کرایا اس پر بکر کہتا ہے زید پر کفر عائد ہو گیا اس نے اپنی خوشی سے اپنے اہتمام سے سوانگ کرایا تو گویا از روئے

[1] سورۂ نساء آیت ۱۱۹، [2] تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۲۲، [3] تفسیر بیضاوی جلد اول ص ۲۴۱، [4] سورۂ انعام آیت ۱۵۱

شرع زید کافر ہوگیا اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا کیا ان کے نکاح خارج ہو گئے۔ اور جن مسلمانوں نے سوانگ دیکھا اور رات بھر ہنسی سے پیٹ پھلائے اور بعد اختتام سوانگ یہ بھی کہا کہ رات وہ نقل اچھی آتاری اور وہ کام اچھا دکھایا تو اس طرح دیکھنے اور کہنے والے مسلمانوں کا ایمان درست رہا یا نہیں جواب مرحمت فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ سوانگ یا کوئی تماشا کرنا اس کا دیکھنا اس سے لذت حاصل کرنا اس کی تعریف کرنا حرام حرام ہے۔ سوانگ کرنے والے اگر کفر کرتے ہوں۔ کلمات کفریہ بکتے ہوں۔ تو اس صورت میں جو اس سے راضی ہوا اس کی عورت اس کے نکاح سے خارج اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے تجدید اسلام کرے اور عورت سے پھر سے نئے مہر پر نکاح کرے وہ سب لوگ جنھوں نے سوانگ دیکھا اس کی تعریف کی اشد گنہ گار مستحق نار ہوئے اور تحسین قول وفعل کفر کی ہو تو ان کا بھی حکم ہے کہ پھر سے مسلمان ہوں اور پھر سے نکاح بھر جدید کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوگ منانے کو مفتی شرع نے بتایا حرام ہے۔ زید کہتا ہے کہ جب ذکر شہادت ہوتا ہے تو لوگ روتے ہیں یہ کیونکر؟ کیا سکوت کے عالم میں سننا چاہئے نہ خوشی کرے نہ رنج حکم فرمایا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ سوگ منانا اور بات ہے اور ذکر شہادت میں رقت طاری ہونا اور بات ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ عربی اور اردو کی خستہ کتابیں اور کاغذ یا پرچہ ادب کے خیال سے جلا کر ان کی راکھ کسی گوشہ میں جہاں پر نہ جا سکتے ہوں وہاں دفن کر دیں تو گناہ تو نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ کچھ گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ محرم میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ صرف امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہونی چاہئے اور کسی کی نہیں۔ اور ہرے کپڑے پہننا چاہئے اور روٹی کا بسکٹ کا لنگر اوپر سے لٹانا چاہئے اور قلادہ جس میں سرخ اور ہرے گنڈے رنگ کے پڑے ہوتے ہیں اس کو گلے میں پہننا چاہئے اور عطر وغیرہ نہ لگانا چاہئے اور عشرہ سے تیرہ تک گھر میں جھاڑو نہ دینا چاہئے اور کام بھی چھوڑ دینا چاہئے؟ حکم فرمایا جائے کہ مذکورہ بالا کام درست ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ محرمیوں کے اختراع۔ ایسا کہنے اور کرنے والوں پر توبہ لازم واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ ایک شخص سنی ہے اس کے یہاں برات کا کھانا ہے اس کے یہاں وہابی بھی کھانا کھانے آئیں گے لیکن اس شخص کے تایا وہابی ہیں تایا کو وہ شخص برا کہتا ہے اور جو شخص سنی کھانا کھانے جائیں گے تو ان سنی شخصوں کو چند لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی وہابی ہو گئے جو شخص سنی لوگوں کو وہابی کہتے ہیں وہ شخص خود تو وہابیوں سے ملتے ہیں اور سنی لوگوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب۔ وہابیوں سے میل ان کی طرف ادنیٰ میل سے آدمی مستحق نار ہوتا ہے۔ جو وہابیوں سے ملتے ہیں گنہ گار ہیں توبہ کریں۔ محض اتنی بات سے کہ وہابی سے ملے وہابی نہیں ہو جاتا جب تک ان کی بد صحبت کا یہ نتیجہ بد نہ ہو کہ ان کے کسی عقیدہ میں ان کا ہمنوا ہو۔ ہاں میل جول سے اس کا اندیشہ ہوتا ہے اسی لئے بد مذہب سے میل جول اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ ۱؎ عائشہ بغیر اجازت شوہر ایک پیر کامل کی مرید ہو گئی۔ کیا یہ عائشہ کا مرید ہونا بغیر اجازت شوہر کے درست ہے یا نہیں؟

۲؎ زید نے کہا کہ ہولی ان کا پاک تیوہار ہے مگر یہ اس میں چوری کرتے ہیں یعنی چوری کے سامان سے ہولی جلاتے ہیں تو بکر نے جواب دیا کہ یہ ان کا ناپاک تیوہار ہے لڑکی ابھی گوبر لیپ کر گئی ہے حکم فرمایا جائے زید کو خارج از ایمان تو نہ ہوا؟

۳؎ صدیقہ اپنے شوہر کی خدمت چھوڑ کر نیک کمائی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس کی مالک ہوں کیا یہ درست ہے؟

الجواب۔ بیعت کے لئے شوہر کی اجازت درکار نہیں ہاں شوہر یا باپ یا برادر وغیرہ یہ دیکھیں کہ یہ شخص پیری کے لائق ہے؟ بے محرم عورت کا کہیں جانا درست نہیں نہ کسی نامحرم کو اپنے گھر بلانا گھر کے ذمہ دار لوگوں کے علم و اطلاع اور ان کی تحقیق کے بعد کسی لائق کو پیر بنائے واللہ تعالیٰ اعلم!

۲؎ زید پر فرض ہے۔ توبہ کرے تجدید ایمان کرے جس نے مشرکوں کے تیوہار کی تعریف کی۔

۳؎ صدیقہ جو پاک کمائی کرتی ہے بے شک وہی اس کی مالک ہے۔ شوہر کی واجب خدمت ترک کرتی ہے تو گنہ گار ہے ورنہ گنہ گار بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ زید کا وضو کرنے کی جگہ پر چشمہ، ڈبی میں کچھ روپیہ رہ گیا اور زید جمعہ کی سنتیں پڑھنے اندر مسجد میں چلا گیا اس کے بعد زید کو یاد آیا تو اس نے اعلان کیا تو جس شخص نے چشمہ اور روپیہ پایا اس نے زید کو دے۔

دے اس پر بکر نے یہ بات دبے ہوئے بھی یہ کلمے ادا کئے کہ ہم لوگوں میں کوئی چیز کسی کی گری ہوئی پائے تو دیتا نہیں اور ہندوؤں میں اس بات کا اتفاق ہے کہ کوئی چیز کسی کی گری ہوئی پالے تو معلوم ہونے پر دے دیتا تو ہم سے ہندوؤں کا ایمان زبردست ہے لاکھ ایمان اچھا ہے۔ بکر پر حکم شرع فرمایا جائے کہ ایمان ثابت رہا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ جس نے وہ بکا وہ توبہ کرے تجدید ایمان تجدید نکاح کرے واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ ایک جماعت بنائی جس میں بارہ ممبر قائم ہوئے اور اس میں کچھ داڑھی منڈے اور کچھ داڑھی والے ہیں۔ اور یہ جماعت نماز کے لئے بنائی گئی اور جماعت والے نماز خود بھی نہیں پڑھتے۔ اور نماز کی دوسروں کو پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں اور خود نہیں پڑھتے۔ دو چار مہینے لوگوں نے پڑھ کر چھوڑ دی اس کی بابت نہ تو کسی کا حقہ بند کیا اور نہ کسی پر جرمانہ ڈالا کسی کو نہ محلہ سے الگ کیا اور تخت کے لئے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے اور جو کوئی نہ دے اس کا حقہ پانی بند کرتے ہیں ان ممبروں کی بابت کیا حکم شرعاً ہے۔ کچھ لوگ صبح فجر کے وقت اٹھ کے ناپاکی کی حالت میں کنویں سے پانی بھر کر لوگوں کے گھر میں ڈالتے ہیں۔ کنویں کا پانی وضو وغسل کے کام بھی آتا ہے تو وہ پانی وضو وغسل کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اور ان شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے جو ناپاکی کی حالت میں پانی بھرتے ہیں ؟

الجواب۔ داڑھی منڈانا حرام ہے۔ نماز جان کر قضا کرنا بہت اشد حرام اشنع کام ہے حدیث میں نماز کو دین کا ستون فرمایا اور فرمایا کہ جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا، اور جس نے نماز چھوڑی اس نے دین کو ڈھادیا۔ (العیاذ باللہ) دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس نے جان کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔ والعیاذ باللہ۔ دوسروں کو نماز کی تاکید کرنے والا خود نماز چھوڑنے والا اس ایندھن کی طرح ہے جو خود جل رہا ہے اور دوسروں کو فائدہ پہونچا رہا ہے۔ جرمانہ کرنا ناجائز ہے جو نماز نہیں پڑھتے یا بے وجہ شرعی جماعت کے تارک ہوں ان کا حقہ پانی بند کرنا انھیں برادری سے نکالنا چاہئے۔ ایسے لوگ جو نماز چھوڑنے والوں سے برادری رکھتے ہیں اور ناجائز کام تعزیہ داری میں جو شرکت نہ کرے اس کا حقہ پانی بند کرتے ہیں اوندھے چلتے ہیں ظالم، ستم گار حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار سخت گنہ گار ہیں ان پر توبہ لازم کسی مستحب کام پر تو جبر جائز ہے نہیں شدید حرام ہے ناجائز کام پر جبر کس درجہ اشد حرام بد سے بدکام ہوگا کسی نیک کام کے لئے جبریہ چندہ لینا گناہ ہے اور جب تک وہ شخص بطیب خاطر نہ دے اسے صرف کرنا نیکی برباد گناہ لازم ہوگا۔ تعزیہ داری جو شرعاً

ناجائز ہے اس کے لئے جبراً چندہ لینا کس قدر شنیع بات ہے۔ ناپاکی کو جہاں تک جلد ہو سکے دفع کرنا چاہئے۔ غسل کر لینا چاہئے ایسے وقت تک اگر کوئی مؤخر کرے کہ نماز نہ جائے نماز کے وقت میں غسل کرکے نماز پڑھ لے تو گناہ نہیں۔ پانی اگر احتیاط سے بھرے کہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر پانی بہہ کر برتن یا کنوئیں میں نہ جائے تو پانی بھرنے میں بھی حرج نہیں۔ اگر کوئی ہاتھ دھو کر پانی بھرے تو ہاتھ پر جو پانی بہہ کر گرے گا اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ زید نے یہ الفاظ بولے کہ وہابی ٹھیک کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ مزاروں سے چلے گئے اور کہا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ مزاروں میں گڈھے پڑ گئے ہیں۔ اولیاء میں کچھ نہیں ہے وہ کچھ کرتے نہیں ان الفاظ پر عمرو زید کو جواب دے رہا تھا تو زید نے عمرو کو خاموش کیا کہ ٹھہرو اور سنو عمرو نے زید کے خاموش کرنے پر ہاں کی اور ٹھہر گیا تو عمرو پر سکوت ہاں کا حکم فرمایا جائے کہ اس کے ایمان میں تو کوئی فرق نہ آیا اور زید کے مذکورہ بالا الفاظ بحکم شرع کیسے ہیں بعد میں جو عمرو نے جواب زید کو دیا وہ یہ کہ اکثر وہابی یوں ہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کچھ نہیں ہے کہ ان کے مزاروں پر قوالی ہوتی ہے مزامیر کے ساتھ اور عورتیں بھاگ جاتی ہیں اور لوگ ان کو وہاں سے بھگا لے جاتے ہیں۔ غیر عورتوں کو تو اولیاء اللہ کچھ نہیں کرتے اور نہ دیکھ رہے ہیں اور لوگ ان سے مرادیں عرض کرتے ہیں یہ چاہئے ہے وہ چاہئے ہے۔ ان میں کچھ نہیں ہے صرف خدا سے مانگو۔ تو ان وہابی، عبدالوہاب نجدی کے پیروں کو یہ نہیں معلوم کہ یہ کام اچھے برے، حرام شرک و کفران کا خدا کیا نہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ کچھ نہیں کرتا تو اس معنی بقول وہابیوں کے ان کے خدا میں کچھ نہیں اولیاء اللہ کو چھوڑ کر صرف خدا ہی سے مانگو۔ اب مانگنا کیسا؟ جب ان کے بقول ان کے خدا میں کچھ نہیں۔ ہم تو اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم کے مراتب جانتے ہیں اور انھیں کے توسل سے مانگتے ہیں یہ دنیا ڈھنگ ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا کہ اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ السلام کی رحمت کے سبب کافروں کو بھی عذاب سے دنیا میں مہلت دی کہ سزا اور جزا سے خالی نہ جائے گا کوئی عقبیٰ میں ہوگی پھر کچھ نہیں کرتے اور نہ دیکھ رہے ہیں کا سوال کیسا۔ یہ وہابی چاند پر خاک ڈالتے ہیں۔ اپنی ہی آنکھوں میں لیتے ہیں۔ ملعون، خبیث، جہنمی، مشرک کئے سنیوں کو بہکاتے پھرتے ہیں۔ سنیوں کو ان سے بات بھی نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ان دشمنوں سے سنیوں کو محفوظ رکھے آمین۔ تو یہاں عمرو کے سمجھانے میں کوئی امر خلاف شرع تو نہیں؟

الجواب۔ زید نے کہا وہابی ٹھیک کہتے ہیں اس سے توبہ کرے۔ ایسا خبیث قول بکنے والا انجام اولیاء اللہ

کے لئے یہ بکتا ہے وہ حکیموں اور ڈاکٹروں کو خدا مانتا ہوگا جب تو اپنے اور اپنے مریضوں کے لئے ڈاکٹروں حکیموں کو شافی الامراض دافع الکربات سمجھ کر پہونچتا ہے۔ اور کسی کو ان کے پاس جانے سے نہیں روکتا۔ عمرو نے رکنے سے اس وقت کچھ نہ کہا۔ رک گیا اگر رک جانا مصلحت تھا تو اس کا الزام نہیں، نہ روکنا مصلحت تھا اور رکا تو برا کیا بہر حال اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جو کچھ کہا ٹھیک کہا جزاہ اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ چراغ کی بتی سنبھال کر وہ ہاتھ دیوار سے یا لحاف گدے وغیرہ سے پوچھنا؟

(۲) ایک چراغ سے دوسرا چراغ ملا کر روشن کرنا؟

(۳) سرس کی لکڑی کی کوئی چیز استعمال کرنا کہ جیسے اس کی لکڑی کے چوکھٹ کو اڑ لگانا؟

(۴) دیوالی، دسہرہ کے دنوں جادو سے بچنے کے لئے سرس کی لکڑی یا ٹہنی دروازے پر لگانا یہ مذکورہ بالا امور شرعاً درست ہیں یا نہیں؟

الجواب۔ لحاف گدے دیوار کو صاف رکھنا چاہئے کسی شئی سے انھیں ملوث کرنا برا ہے اور ناپاک چیز سے ملوث کرنا ناجائز ہے۔ تیل اگر پاک ہے تو انگلی پاک رہی۔ ناپاک ہے تو انگلی ناپاک ہوگئی۔ صاف کرنے سے پاک نہ ہوگی۔ اسے پانی سے پاک کریں۔ ایک چراغ سے دوسرا چراغ ملا کر روشن کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ سرس کی لکڑی کی چیز استعمال کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ جادو سے بچنے کو اگر لکڑی سرس کی مفید ہوتی ہو تو اسے لٹکا سکتے ہیں مگر اس کے لٹکانے میں مشابہت ہنود نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ (۱) خدا اور رسول کے مسئلے کو پنچ بھائی نہیں مانتے ان پنچ بھائیوں کے لئے حکم شریعت کیا ہے؟

(۲) ایک شخص سے چندہ جبریہ لیا جاتا ہے تخت کے لئے۔ کئی مرتبہ جبریہ کیا اس شخص نے غصے میں آگر کہا چندہ کے نام یہ لے لو۔ جو شخص چندہ جبریہ لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام حسین کو گالی دی گو یا فلاں دکھایا اور وہ شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں نہیں دکھایا اس شخص پر تہمت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا و رسول سے اور پنچوں سے معافی مانگو وہ شخص خدا و رسول سے ہر وقت معافی مانگتا رہتا ہے اور ان شخص جو جھوٹا تہمت رکھتے ہیں ان شخصوں کی کوئی گواہی نہیں دیتا کہ ہمارے سامنے گالی دی یا فلاں دکھایا گو یا سننے والے ہیں۔ وہ سب پنچ کہتے ہیں کہ دعا و سلام چھوڑ دو۔ ان شخصوں کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے جو جھوٹی تہمت رکھتے ہیں؟

الجواب۔ جو جبریہ چندہ لیتا ہے گناہ کرتا ہے۔ جو تہمت رکھتا ہے شدید گنہ گار ہے۔ جو ناحق مسلمان

کو ایذا دیتا اور اس کا ناجائز طور پر حقہ پانی بند کرتا ہے ظلم کرتا ہے۔ خود ایسے شخص پر اپنی ناجائز حرکات سے توبہ اور اس شخص سے معافی چاہنا لازم ہے۔ یہ اگر توبہ نہ کرے تو اس کا حقہ پانی بند کیا جائے۔ جو خرچ ہو تو اس کی جو حرمت توڑ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ بکر سنی ہے لیکن ایک وہابی کی ہمدردی کرتا ہے کہ وہ بھی سنی ہے اور کہتا ہے کہ نیاز کربلا میں دلاتا ہے اور حالاں کہ وہ وہابیوں سے نکاح وغیرہ پڑھواتا ہے اور انھیں سے تعلق رکھتا ہے اور مثلاً سہرا وغیرہ باندھنا شرک سمجھتا ہے۔ اب اس سنی کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ وہابیہ زمانہ مرتد ہیں ان کی ہمدردی کرنا حرام ہے جو سہرا باندھنے کو شرک کہتا ہے غلط کہتا ہے وہابی ہے یا وہابیہ کے اتباع سے کہتا ہے۔ واللہ اعلم!

مسئلہ۔ زنا کے حمل سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اس بچہ کو لوگ اکثر حرامی کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ شرعاً درست ہے؟ اور زناکاران کو حرامی کہنا واجب؟ حکم فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب۔ زنا سے جو بچہ پیدا ہو وہ ضرور ولد الحرام ہے مگر اسے اس طرح کہنا کہ ناحق ایذا ہو بچے یہ ہرگز نہیں چاہئے جیسے کانے کو کانا کہنا۔ زناکار حرام کار ہے حرامی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ زید کہتا ہے کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر جگہ مرید ہوئے ہیں، عمرو کہتا ہے کہ نہیں ایک کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دوسرے کے دست دراز نہیں ہونا چاہئے؟

الجواب۔ بے شک ایک جامع الشروط کے ہاتھ پر بیعت صحیح کرے پھر دوسرے سے بیعت ٹھیک نہیں، طلب فیض کر سکتا ہے، اکثر جگہ یا اس سے بھی زائد سے، واللہ تعالیٰ اعلم! [1]

مسئلہ۔ از مصلیان جامع مسجد مدن پورہ بمبئی نمبر ۸ ۱۷ر صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

بخدمت اقدس مرجع العلماء امام الفقہا سیدنا المفتی الاعظم سندنا المولی الاکرم دامت برکاتہم القدسیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ مولینا محبوب علی خاں صاحب خفظہم ربہم کے توبہ نامے پر جو استفتاء بریلی شریف حاضر خدمت کیا گیا تھا اس پر مسلمانان اہل سنت کے مرکزی دار الافتائے عالیہ سے جو فتوائے مبارکہ صادر ہوا وہ بہت ہی مدلل ومفصل ومکمل ہے اس میں ان تینوں اشعار معترض علیہا کے متعلق تین احتمالوں پر جو حکم شرعی صادر فرمایا گیا ہے وہ بالکل حق وصحیح ہے لیکن ادب ونیاز کے ساتھ عرض یہ ہے کہ وہ تینوں احتمال واقع نہیں بلکہ واقع ان تینوں احتمالوں کے سوا چوتھا احتمال ہے کہ مولینا صاحب موصوف نے ان اشعار

[1] نوٹ۔ مندرجہ بالا چودہ مسائل وہ ہیں جو مصطفےٰ کا ماہنامہ بریلی شریف کے مفتی اعظم ہند نمبر سے بڑھائے گئے۔ محمد ابراہیم احمد امجدی

کو آمِ زرع اور اس کی سہیلیوں کے متعلق حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام سمجھا "تنگ و چست ان کا لباس" کو حدیث شریف کے لفظ مِنْ وکِسَاءِ هَا کا مفہوم سمجھا اور جیسا کہ قرآن عظیم میں سیدنا نوح نبی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان مذکور ہے اِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ اور مثنوی شریف میں بھی فسق پر استہزار کی جگہ موجود ہے مثلاً ع نگہ شہیدے دیدۂ از..... خرے اور جانِ من..... را دیدی وگدورانہ دیدی" (ملفوظاتِ مبارکہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصہ اول ص ۲۸، ص ۲۹) اور خالص الاعتقاد شریف کے حواشی میں بھی استمداد دیوبندیت پر استہزار جا بجا موجود ہے وَقَعَاتُ السِّنَان شریف وَاِدْخَالُ السِّنَان شریف میں بھی جا بجا کفریات تھانویہ پر استہزار موجود ہے۔ ان تینوں اشعار کو بھی کافر عورتوں پر استہزار تصور کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ تقدس کے خلاف نہ سمجھا اور پریس میں کتابت وطباعت کے لئے دیے جانے والے مسودے میں ساتوں اشعار کو مدحتِ سیدتنا ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اشعار سے قطعاً علیحدہ لکھا لیکن کاتب کی حماقت یا خیانت کہ ان ساتوں شعروں کو حضرت سیدتنا صدیقہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدحت کے اشعار کے درمیان دو جگہ درج کر دیا۔ مولٰنا موصوف کو جب اس غلطی پر اطلاع ہوئی..... تو پریشانیوں کی بنا پر نیز یہ سمجھ کر کہ کنکروں پتھروں کو اگر کوئی شخص جواہرات میں خلط کر دے تو کنکر پتھر خود ہی بتا دیں گے کہ ہم جواہرات نہیں مسلمانوں کو ان تینوں اشعار کا مضمون خود ہی بتا دے گا کہ ہم کو بارگاہِ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہرگز کچھ تعلق نہیں پھر بھی اگر بفرضِ غلط کسی کو کچھ شبہہ بھی ہوگا تو حضرات علمائے اہل سنت اس کو سمجھا دیں گے کہ یہ اشعار ہرگز ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں نہیں بلکہ انھیں کافرہ عروسانِ حجاز کے متعلق ہیں اِن اشعار کی صحیح ترتیب شائع کرنے میں جو تساہل وتغافل برتا تھا اس سے کھلم کھلا علی الاعلان صاف لفظوں میں توبہ شائع فرمادی (رسالہ تحفہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ ص ۱۷ و ص ۱۸)

استفتاء یہ ہے کہ جب کہ مولٰنا موصوف نے اپنے اس تساہل وتغافل کو اپنا گناہ مانتے ہوئے اس سے کھلم کھلا کئی بار زبانی وتحریری توبہ شائع فرمادی اور صحیح ترتیب کے ساتھ ورق چھپوا کر بار بار اعلان شائع فرمادیا کہ جس کے پاس کتاب مذکور ہو چاہے وہ کتاب میرے پاس بھیج کر مجھ سے قیمت واپس لے لے ورنہ اس کے ص ۳۷ و ص ۳۸ والا ورق نکال کر میرے پاس بھیج کر یہ صحیح ترتیب کے ساتھ چھپا ہوا ورق مجھ سے طلب کر کے کتاب میں لگالے جس میں سے ان ساتوں اشعار کو قطعاً نکال دیا ہے۔ صورت مستفسرہ میں مولٰنا موصوف کو اپنا امام وخطیب ماننا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور ان پر سب وشتم وطعن وتشنیع سے پرہیز

کرنا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب۔ صورت مستفسرہ میں جب کہ واقعہ یہ ہے کہ مولٰنا سلمہٗ ربہٗ وحفظہٗ وانعمہٗ نے ان اشعار کو ام زرع اور اس کی سہیلیوں کے لئے سمجھا اور اسی لئے ان کو مدحت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علیحدہ لکھا تو ان پر الزام اہانت اصلاً نہیں ہو سکتا۔ وہ اس سے قطعاً بری۔ قصدی توہین سے تو وہ بری ہیں ہی۔ ایسے فعل سے بھی بری ہیں جو موجب اہانت ہو اگرچہ قصد اہانت نہیں قصد مدحت ہی کا ہو۔ مولٰنا کا مسلمانوں کے ساتھ یہ حسن ظن تو بجا تھا مگر عوام کا لحاظ پھر بھی ضرور تھا کہ وہ خود تو ان اشعار کو یہ نہ سمجھیں گے کہ وہ متعلق ام المومنین ہیں مگر عوام بہکانے سے بہک سکتے ہیں۔ انگلی پٹی پڑھانے والے بہکانے والے بھڑکانے والے بہت ہیں خصوصاً وہابیہ ملاعنہ۔ مولٰنا سلمہٗ کو ان کی ذہن دوزی کے لئے جیسے ہی ایسی اطلاع ملی تھی ویسے ہی فوراً بے تاخیر صحت نامہ چھاپ دینا چاہئے تھا۔ مولٰنا سلمہٗ نے جو مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن فرمایا وہ صحیح۔ اسی لئے برسہا برس گذرے حدائق بخشش حصہ سوم کو چھپے ہوئے کسی مسلمان نے اب سے پہلے کبھی تحریراً نہ تقریراً، نہ جلوت میں نہ خلوت میں کچھ لکھ کر نہ زبانی کہا۔ حتیٰ کہ اتنا بھی نہ کہا کہ یہ اشعار بے موقع درج ہو گئے ہیں لہٰذا صحت نامہ چھاپ دیجئے۔ یہاں تک کہ مولٰنا سلمہٗ کے جو سنی مخالفین معاندین ہیں جن سے آج اس بارے میں (بے قصد موافقت و معاونت وہابیہ) ہمنوائی و اعانت وہابیہ ملاعنہ تحریراً تقریراً صادر ہو رہی ہے انھوں نے بھی اس حال سے پہلے کچھ نہ کہا صحت نامہ چھاپ دینے کا بھی مطالبہ نہ کیا۔

مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے غالباً کاظم علی دیوبندی نے کانپور میں اپنی تقریر میں اسے ذکر کر کے فتنہ اٹھانا چاہا۔ پھر جگہ جگہ وہ اس سے گن کر اور وہابی اسے دہراتا رہا جب بھی لوگوں کو اس کا خیال نہ ہوا۔ یہی سمجھا گئے کہ وہابیہ جیسے اور افترامات دن رات کرتے پھرتے ہیں ویسے ہی یہ ہے۔ کاش اس وقت ہی مولٰنا خود صحت نامہ چھاپ دیتے یا انھیں وہابیہ کی اس افترا بازی فتنہ پردازی کی اطلاع نہ ہوئی تھی تو کوئی سنی صاحب اس وقت مطالبۂ تصحیح فرماتے خصوصاً مولٰنا کے مخالف لوگ۔ مولٰنا سلمہٗ نے چھاپنے میں تساہل کیا تغافل برتا تو وہ صاحبان جنھیں اس پر اطلاع ہوئی انھوں نے بھی مطالبے میں تساہل تغافل کیا نہ کسی ان کے خاص عنایت فرما الٰہ آبادی کو اس سال سے پہلے یہ توفیق ہوئی نہ ان کے خاص الخاص مارہروی بزرگ یا بزرگ زادے نے اب سے پہلے کچھ فرمایا نہ اب سے پہلے ان بزرگ اور بزرگ زادے نے حدائق بخشش حصہ سوم کے اس مسودے کے اپنے یہاں ہونے سے انکار فرمایا جس کا مارہرہ شریف

سے ملنا مولانا محبوب علی صاحب نے ظاہر فرمایا جسے برسیں گزریں۔ مولانا سلمہ ربہ وحفظہ عن شرور اعداءہم کو محض اس لئے کہ وہ برادر ہیں شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب سلمہٗ کے سطالبے ہیں معتوب ہوئے کئی سال گذر گئے ان پر عتاب کی اور وجہ تو کوئی خیال میں آتی نہیں اگر اس کا انکار[عہ] فرض یا واجب تھا تو جب ہی فرمایا جاتا یا پہلے فرض نہ تھا پہلے ان سے دینی دنیاوی اپنے اور اپنے خاندان کے نفع ضرر پیش نظر نہ ہوتے تھے اب کسی مصلحت کے پیش نظر اس سے انکار فرض یا واجب ہو گیا اگرچہ اس سے دین و مذہب کو کیسا ہی ضرر ہو کتنا ہی صدمہ پہونچے وہابی اور ہر مخالف بغلیں بجائے۔ مولانا سلمہٗ کے جھوٹ اور محض بے فائدہ جھوٹ کی دستاویز اس کے ہاتھ آجائے کچھ ہو مگر اپنے معتوب کو نقصان پہونچ جائے وہ بے اعتبار ہو جائے۔ سنی عالم دین رسوائے عام ہو جائے اس کی پرواہ نہیں یوں ساری سنی قوم بدنام ہو کہ اس کے علماء کا یہ حال ہے اس کا لحاظ نہیں فرمایا گیا۔

مولوی محبوب علی صاحب نے جب یہ حصہ چھاپا ہے ضرور حاضر خدمت کیا ہوگا کہ جب وہ معتوب نہ تھے محبوب تھے۔ اور ان کے برادران سے زیادہ اگر اس زمانہ اظہار محبت و کرم و عنایت و وداد از جانب بزرگ و اظہار غلامی و انقیاد از جانب مولانا سلمہٗ میں صحت نامہ چھاپنے کا حکم فرمایا جاتا تو مولانا سلمہٗ ضرور فوری تعمیل فرماتے اگر اس زمانے میں یہ اشعار اس طرح غلط جگہ ان بزرگ اور بزرگ زادے کو نظر آتے اور جب سے اب تک انھوں نے مطالبہ صحت نہ کیا تنبیہ نہ فرمائی تو کیوں؟ کیا ان حضرات نے انھیں مدح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانا اور اسے صحیح سمجھا یا یہ سمجھا کہ یہ ہیں تو متعلق ام زرع وغیرہا یہاں غلط درج ہو گئے فافہموا وتدبروا۔ اور ہم نے جو کہا کہ عوام کا لحاظ ضرور تھا اس کی صحت خود ظاہر بہکانے والوں کے بہکانے میں کیسا آگئے انقلابیوں کے پروپیگنڈے کا کون کون شکار ہوئے یہ سچ ہے کہ اگر محض انقلابی وہابی چیختے رہتے اپنے گلے پھاڑ ڈالتے تو بھی فتنہ اتنا نہ پھیلتا، شدنی وہ جو نہ ہوتے نہ رہے یہ غفلت یا سہل انگاری ہونا تھی ہو کر رہی۔

ہو سکتا ہے کہ وہ شعر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے متعلق ام زرع وغیرہا عروسان حجاز ہوں کہ وہ ابتلائی

عہ ان کے اس انکار کی صحت کا مجھے انکار نہیں وہ اپنے علم و یقین سے اس کا انکار فرما رہے ہیں ان کی دانست میں یہی ہے کہ ان کے کتب خانے میں نہیں فہرست کتب خانہ میں عبارت کی کتاب کیوں ہوگی مگر یہ کہ مثلاً حضرت نقیر عالم میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے اور ذخیرہ کہیں سے یا کوئی اور صاحبزادے لے گئے اور پھر کسی طرح مثلاً بھول سے یا کتابوں میں مخلوط ہو کے وہیں رہ گیا پھر کسی صاحبزادے کے ذریعے سے مولوی محبوب علی خان صاحب کو ملا اس کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے۔

کلام ہے بعض باتیں کسی موقع پر خلافِ تقدس بھی جاتی ہیں اور وہی بعض موقع پر کچھ منافی تقدس نظر نہیں آتیں سوال میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثنوی کے بعض الفاظ مذکور ہوئے انھیں مثنوی میں سیکڑوں برس نے دیکھنے والوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ سنا گیا جو حضرت مولانا رومی قدس سرہٗ کے تقدس پر کوئی حرف رکھتا افضل الصحابہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (غزوۂ حدیبیہ میں عروہ بن مسعود ثقفی سے جب کہ وہ حالتِ کفر میں کفار قریش کے سفیر بن کر آئے تھے) فرمایا تھا اُمصص بظر اللات۔ پھر زبان زبان کا بھی فرق ہوتا ہے۔ عربی میں وہی بات اتنی معیوب نہیں ہوتی اردو میں اس کا ترجمہ جتنا مکروہ و معیوب ہوتا ہے۔ یوں ہی عربی فارسی اردو کو سمجھیے ایسے ہی اُمصص بظر اللات کا ٹھیٹ اردو ترجمہ نہ آپ کر سکیں گے نہ مہذب دنیا اسے سننا گوارا کرے گی۔

حدیث کے لفظ ہل شققت عن قلبہ کو جنھوں نے دیکھا اس صورت میں حدیث کے اس لفظ کو دیکھنے کے بعد اگر اس شعر کو متعلق عترۂ دختر ام زرع اعلیٰ حضرت کا شعر سمجھا تو مولانا سلمہٗ پر کوئی حرف نہیں آتا اس صورت میں ان پر کوئی اور الزام تو نہیں۔ بس یہی کہ انھوں نے تساہل کیا تغافل برتا جو نہیں ہونا چاہیے تھا جب انھوں نے اس سے کھلم کھلا توبہ بھی کر لی تو اب ان پر یہ الزام بھی نہ رہا سب و شتم و لعن و طعن کا حرام ہونا خود ظاہر۔ سب و شتم و لعن تو کسی صورت میں بھی جائز نہ تھا۔ طعن کا بھی کوئی موقع نہ رہا ان کی اس توبہ کا قبول واجب ہے جو لوگ ان کی توبہ کے بعد بھی ان پر طعن کرتے ہیں وہ حد سے بڑھتے ہیں۔ حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوتے ہیں۔ وہ ظالم جفاکار جائر ستم گار ہیں۔ قہر قہار و غضبِ منتقم جبار سے ڈریں۔ وہ لوگ جو اپنی ضد پہ اڑے ہوئے ہیں طرح طرح گنہ گار حرام کار ہیں وہ ارشاد الٰہی اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا [1] وہ فرمان رسالت پناہی اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ [2] نیز ارشاد نبوی هَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَهٗ [3] سے غافل یا متغافل ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

وہ بدگمانی کے جرم عظیم میں مبتلا ہیں جو ان کی بار بار کی توبہ کو توبہ کہہ کر یہ سمجھ کر رد کرتے کراتے ہیں کہ انھوں نے یقیناً توہین کی اور یہ توبہ محض نمائشی ہے۔ عزلِ امامت کے خوف سے ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں حضرت علامہ عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہٗ زیر آیۂ کریمہ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا [4] فرماتے ہیں [5] قال الامام الزاہد (الی) قال اسامۃ انہ اسلم تعوذا من السیف فقال علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام ھلا شققت عن قلبہ فقال لو شققت قلبہ ھل وجد فی الادمی غیبا فقال علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام عبر

بِلِسَانِہِم عَنَّا فِی قَلْبِہٖ۔ یہ لوگ ان صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق بھی یہی احکام پکاتے جن پر توبہ فرض ہوئی انھوں نے توبہ کی، یا صحابہ ہی کے ساتھ حسن ظن لازم ہے۔ انھیں کے ساتھ بدگمانی حرام ہے اور مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی حلال ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کسی مسلم کی طرف کسی گناہ کی نسبت بے ثبوت صحیح شرعی نہیں کی جاسکتی۔ دل کا حال یہ کیسے جانتے ہیں کہ انھوں نے یہ بناوٹی توبہ امامت کے لئے کی ہے حقیقی توبہ نہیں کی اخلاص نہیں یہ تو لوگوں پر توبہ کا دروازہ بند کرنا ہے پھر کوئی مسلمان ہونے آئے تو یہ اسے دھکا دے دیں گے کہ یہ تو فلاں غرض سے اسلام لانا ظاہر کرنا چاہتا ہے یہ مسلمان نہیں کیا جاسکتا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ۔ شب جمعہ ۲۳ صفر سنہ ۱۳۲۶ھ

نوٹ۔ یہ فتویٰ کتاب فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ سے اضافہ کیا گیا ہے۔ محمد ابرار احمد امجدی مرتب

کتاب الوصایا

وصیت کا بیان

مسئلہ۔ مسئولہ محمود الرحمٰن معرفت خان زادہ عنایت محمد خان غوری فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور ۱۰ ذی القعدہ ۷۵ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ مندرجہ ذیل وصیت نامہ از روئے شرع مقدس درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو قرآن وسنت کی روشنی میں کیسے ہو۔ تتمہ (فرضی) اگر بڑا لڑکا سو برس کا ہو اور قارون سے زیادہ امیر اور اس کے چھوٹے بھائی ایک دن اور ۵ ماہ گیارہ دن کے ہوں باپ کے پاس فقط سو روپے ہوں ان کا شرعی حصہ کیا ہوگا؟

نقل وصیت نامہ۔ منکہ عبید اللہ ...... کا ہوں میں اپنی کامل عقل وہوش کو برقرار رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل وصیت نامہ تحریر کرتا ہوں تاکہ اگر اچانک کسی وجہ سے میری موت واقع ہوجائے تو میرے بعد میرے لوگوں میں کسی قسم کے جھگڑے نہ ہوں خدا کے فضل سے میرے تین لڑکے ہیں۔

اول لطف اللہ جس کی عمر اس وقت تقریباً ۲۸ سال ہے اور اس کی والدہ بہ تقدیر الٰہی مرچکے

فوت ہو چکی ہے۔ لطف اللہ کی تعلیم اور شادی کے حقوق میری طرف سے کلہم ادا ہو چکے ہیں۔ دوم منت اللہ سوم حکمت اللہ جن کی عمریں اس وقت نو سال اور ایک سال ہے اور ان کی والدہ خدا کی مہربانی سے باحیات ہے میری وصیت ہے۔

(۱) فلاں گاؤں والا مکان جو میرا اور میرے برادر حقیقی میاں فقیر اللہ صاحب کا مشترکہ ہے اور جو ہمارے والد صاحب مرحوم کی وراثت ہے اس مکان کے میرے نصف حصے میں میرے تینوں لڑکوں میں سے ہر ایک کا مساوی حق ہے۔

(۲) علاوہ ازیں جو کچھ میری ذاتی پیدا کردہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ ہے جس میں میرا شہر والا مکان واقع فلاں محلہ میرے پراویڈنٹ فنڈ اور گریجوٹی کی رقوم شامل ہیں اور اگر روپیہ پوسٹ آفس سیونگ بینک میں وغیرہ وغیرہ ان سب کے مالک میرے دونوں چھوٹے بیٹے منت اللہ و حکمت اللہ زیر سرپرستی ان کی والدہ ہوں اور ان میں میرے بڑے لڑکے لطف اللہ کو کسی قسم کا دخل یا حق حاصل نہ ہو۔ فقط عبید اللہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۲ء

الجواب۔ یہ وصیت سراسر ناجائز ہے بلکہ لغو و فضول بھی ہے کہ جو اس کا حصہ ہے اس کے بعد تینوں لڑکے موجود ہوں گے تو خود ہی بحکم شرع مطہر حصہ مساوی پائیں گے اور پھر وصیت بحق ورثا اس لئے ناجائز ہے کہ وصیت وارث کے لئے جائز نہیں۔ نزول آیت مواریث سے وصیت برائے وارث منسوخ ہو چکی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبۂ عام حجۃ الوداع میں فرمایا ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔ بے شک اللہ عزوجل نے ہر ذی حق کو اس کا حق عطا فرما دیا یعنی اس کا حصہ معین کر دیا پھر وارث کے لئے وصیت نہیں رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ والترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث مشکوۃ شریف میں بھی سنن ثلاثہ مذکورہ سے نقل فرمائی مشکوۃ میں بروایت دارقطنی ہے لا تجوز وصیۃ لوارث کسی وارث کی میراث قطع کرنا اس کو ضرر پہونچانا حرام ہے ایسے شخص کے لئے سخت وعیدیں وارد حدیث میں ہے۔ ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار۔ بلاشک مرد و عورت طاعت الٰہی میں ساٹھ برس گذاریں پھر مرتے وقت ایصال ضرر کریں کہ کسی کو حصہ نہ دیں یا اس کے حصے سے کم یا بقصد مضارت ثلث پر زیادت کریں تو ان کے لئے جہنم کی آگ واجب۔ رواہ الامام احمد والترمذی وابوداؤد و ابن ماجۃ کما فی المشکوۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس حدیث کو بیان فرما کر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ من بعد وصیۃ

له ٢ه مشکوۃ شریف ص۲۶۵

یوصی بہا اودین غیر مضار (الی قولہ) وذٰلک الفوز العظیم۔ نیز حدیث میں فرمایا۔[1] من قطع میراث وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ۔ جو اپنے وارث کی میراث قطع کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے گا۔ رواہ البغوی فی المشکوٰۃ وابن ماجۃ فی سننہ عن انس والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما۔ لمعات میں زیر حدیث اول فرمایا۔ لما نزلت آیۃ المواریث نسخت الوصیۃ۔ ابن ماجہ میں سیدنا ابوہریرہ سے یہ روایت ہے قال قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان الرجل لیعمل بعمل اھل الخیر سبعین سنۃ فاذا اوصی جاف فی وصیتہ فیختم لہ بشر عملہ فیدخل النار وان الرجل لیعمل بعمل اھل الشر سبعین سنۃ فیعدل فی وصیتہ فیختم لہ بخیر عملہ فیدخل الجنۃ قال ابوھریرۃ واقرؤا ان شئتم تلک حدود اللّٰہ (الی قولہ) عذاب مھین۔

[2] جو کچھ اس کا متروکہ ہے کہ وہ لطف اللہ اور اس کے دونوں بھائیوں سب کا حصہ مساوی ہے اور یہ وصیت ناجائز، ہاں اگر خود ہی لطف اللہ بھائیوں کے حق میں چھوڑ دے باپ کی مرضی کے موافق کرے تو اسے اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ شرعی طور پر والدین کی وصیت کو پورا کرنا کہاں تک لازمی وضروری ہے جس میں کسی کا نقصان کسی قسم کا بھی نہ ہو اور وہ وصیت بھی جائز ہو۔

الجواب۔ ہر وصیت کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کتاب المیراث

وراثت کا بیان

مسئلہ۔ از بنارس محلہ مدن پورہ ہٹیہ مرسلہ حاجی اشرالدین جلال الدین صاحبان ۱۷ محرم الحرام ۱۳۰۰ھ
زید نے انتقال کیا اور چار بیٹے چھوڑے عمرو۔ بکر۔ خالد انس۔ چاروں فرزند آپس میں مل کر کاروبار تجارت کرتے تھے اور ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے ازاں بعد خالد نے انتقال کیا ایک بیوی اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی چند روز بعد بکر کا انتقال ہو گیا اور دو لڑکے چھوڑے اس کے بعد عمرو نے دو

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۶، [2] کنز العمال جلد ۲۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ حیدر آباد

لڑکے دو لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا اور انس بھی ایک بیوی کو چھوڑ کر لاولد انتقال کیا بکر کے دونوں فرزندان اپنی بیوی و فرزندان و دختران کو چھوڑ کر یکے بعد دیگراں انتقال کیا۔ بموجودگی فرزند و دختر خالد و بیوی لڑکے پوتے و پوتیاں عمرو و بکر و انس باخود یا ایک تقسیم جائداد منقولہ و غیر منقولہ نقد و جنس و تجارت وغیرہ کی ہوگئی اور بکر کے کا ربع ۱/۴ حصہ بکر کے پوتے کے حوالہ کیا گیا بکر کے پوتوں نے اپنی بہنوں کو حصہ تقسیم نہیں کیا اور بکر اینڈ سنس کے نام سے تجارت شروع کر دیا تجارت شروع کرنے کے لئے نہ اپنی بہنوں سے اجازت لی اور نہ اس کی بہنیں مزاحم ہوئیں۔ اب بکر کی ایک پوتی فرم سے علیحدہ ہونا چاہتی ہے اور اپنے حصہ کی طالب اور اصل و استفاع آج تک کا چاہتی ہے لہذا شرعاً بکر کی پوتی اپنے والد کی زندگی تک کا یا جس روز تقسیم ہوئی ہے اس روز تک کا یا آج تک کا اصل اور استفاع دونوں ملا کر پائے گی یا نہیں؟

الجواب۔ بکر کی پوتی بعد موت والد خود اگر روز وفات والد سے آج تک خود عمل میں شریک رہی یا اس کی نیت سے عمل ہوتا رہا تو جب تک ایسا ہوا اس وقت تک وہ ربح کی بھی مستحق ہے روز تقسیم تک تو ظاہر ہے کہ اس روز تک کا اس کا حصہ ۱/۴ کل زر و مال و تجارت سے بکر کے پوتوں کے حوالہ کیا گیا تو گویا تو اس لئے کہ عمل میں جمیع ورثہ خود شریک رہے یا یوں کہ ان سب کی طرف سے عمل ہوتا رہا اور وہ راضی رہے تو جو اصل و ربح روز تقسیم تک حاصل ہوا اس میں اپنے حصہ کی قدر بکر کی پوتی کا استحقاق ہے ہی۔ اب بعد بکر کے پوتوں نے جو دوکان مال مشترک سے کھولی اگر اسے خاص اپنے لئے کھولا ہے تو اس صورت میں بکر کی پوتی اپنے حصے کے زر اصل ہی کی مستحق ہے اس کے بھائی اس کے حصہ کے غاصب ہیں ان پر اس کے حصہ کا مال اسے دے دینا لازم ہے ربح صرف ان کا ہے مگر جو ان کے حصہ کا ہے وہ طیب ہے اور اس تجارت میں جو اس کے حصہ کا ہے وہ خبیث اس کے حصہ کا ربح یا وہ تصدق کریں اور یا تطییباً لقلبہا اس کو اپنی بہن کو دیں اور یہی بہتر ہے۔

اور اگر انھوں نے خاص اپنے لئے تجارت شروع نہ کی بلکہ سب کی نیت سے اور دوکان از نام بکر اینڈ سنس کھولنا بھی بتاتا ہے کہ انھوں نے اسے خاص اپنے لئے نہیں کھولا ہے بلکہ جیسا مال مشترک رہے ایسے ہی دوکان بھی مشترک رکھی ہے اور سوال کے یہ لفظ کہ اب وہ فرم سے علیحدہ ہونا چاہتی ہے یہی بتاتے ہیں کہ وہ اور شرکا سب اسے شریک فرم سمجھتے رہے ہیں تو اس صورت میں بکر کی پوتی آج تک کے ربح کی بھی مستحق ہے مگر جب کہ سنس میں لغتاً و عرفاً لڑکے ہی آتے ہوں لڑکیاں اس کے نیچے نہ آتی ہوں اور

لڑکے اس کے مدعی ہوں کہ انھوں نے دوکان خاص اپنے لئے کی اس میں لڑکی کا کوئی حصہ نہیں رکھا۔ عقود الدریہ میں ہے۔ سئل فی اخوۃ خمسۃ تلقوا ترکۃ عن ابیھم فاخذوا فی الاکتساب والعمل فیھا جملۃ کل علی قدر استطاعۃ فی مدۃ معلومۃ وحصل ربح فی المدۃ معلومۃ فھل تکون الشرکۃ وما حصلوا بالاکتساب بینھم سویۃ وان اختلفوا فی العمل والرای کثرۃ وصوابا (الجواب) نعم اذ کل واحد منھم یعمل لنفسہ ولاخوتہ علی وجہ الشرکۃ۔ اسی میں ہے۔ الظاھر انھا شرکۃ ملک لایجری فیھا التفاوت فی الربح بل یکون ما فی ایدیھم بینھم سویۃ کما مر وھذہ المسألۃ تقع کثیرا خصوصا فی اھل القری حیث یموت المیت منھم وتبقی ترکتہ بین ایدی ورثتہ بلاقسمۃ یعملون فیھا وربما تعددت الاموات وھم علی ذلک وقد یتوھم انھا شرکۃ مفاوضۃ وذلک باطل۔ ردالمحتار[1] میں ہے۔ ما یقع کثیرا فی الفلاحین ونحوھم ان احدھم یموت فتقوم اولادہ علی ترکتہ بلاقسمۃ ویعملون فیھا من حرث وزراعۃ وبیع وشراء واستدانۃ ونحو ذلک، وتارۃ یکون کبیرھم ھو الذی یتولی مھماتھم ویعملون عندہ بامرہ وکل ذلک علی وجہ الاطلاق والتفویض، لکن بلاتصریح بلفظ المفاوضۃ ولابیان جمیع مقتضیاتھا ولاشک ان ھذہ لیست شرکۃ مفاوضۃ، بل ھی شرکۃ ملک، فاذا کان سعیھم واحدا ولم یتمیز ما حصلہ کل واحد منھم بعملہ یکون ما جمعوہ مشترکا بینھم بالسویۃ وان اختلفوا فی العمل والرای کثرۃ وصوابا الخ

تنقیح حامدیہ فتاوی رحیمیہ سے ہے۔ سئل عن مال مشترک بین ایتام وامھم استربحہ الوصی للایتام ھل تستحق الام ربح نصیبھا اولا اجاب لا تستحق الخ فتاوی غیاثیہ پھر فتاوی ہندیہ[2] میں فرمایا لو تصرف احد الورثۃ فی الترکۃ المشترکۃ وربح فالربح للمتصرف وحدہ۔ فتاوی خیریہ میں ہے۔ سئل فی رجل آجر الخ۔ قنیہ پھر عقود میں ہے۔ قیل لہ وھل یلزم الغاصب الاجر لمن لہ الدار فکتب لا ولکن یرد ما قبض علی المالک وھو الاولی ثم سئل ایلزم المسمی للمالک ام للعاقد فقال للعاقد ولایطیب لہ بل یردہ علی المالک وعن ابی یوسف یتصدق بہ اھ قال شیخنا قدس سرہ فی حاشیۃ علی العقود قد صرحوا بان علیہ امرین اما یرد علی المالک او یتصدق علی الفقراء لو الخ اور اگر لڑکوں نے کوئی خاص نیت نہ کی تھی نہ یہ کہ خاص اپنے لئے اسے کھولا نہ یہ کہ لڑکی شریک ہے شرکت کی بھی نیت کی بلکہ بے نیت خاص کام شروع کردیا اور لڑکی سے اجازت نہ لی تو اس صورت میں بھی ربح لڑکوں کا ہے اس میں لڑکی کا کچھ استحقاق نہیں ہاں اس پر رد اولی ہے علامہ شامی نے عقود الدریہ میں بعد عبارت تاتارخانیہ فتاوی رحیمیہ فرمایا۔ اقول ایضا ویظھر من ھذا وبما قبلہ الخ ھذا ما یظھر من ھذا

[1] ردالمحتار جلد سوم ص۳۴۷ مطبوعہ کوئٹہ

[2] فتاوی عالمگیری ربح ثمانیہ جلد دوم ص۳۳۶ مطبوعہ بیروت

العبارات والعلم بالحق عند ربی الواجب بالذات وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ۔ ازگورکھپور محلہ کہنہ گورکھپور مرسلہ مولوی الفت علی صاحب قادری برکاتی رضوی مصطفوی سلمہ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۵۲ھ۔

سوال۔ مسماۃ ہندہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد مرتکبہ زنا ہوئی آیا بایں صورت وہ محرومۃ الارث والمہر عند الشرع قرار پاتے گی یا نہیں حالانکہ زانیہ منکوحہ کے لئے فطرت اسلام کا پاداشی حکم رجم ہے ساتھ ہی اس کے حکومت حاضرہ بہ ہزار بدکرداری استحقاق ارث ومہر کے لئے نافذہ قانون ہے۔ بینوا لما ہو الصواب بالدلیل والکتاب۔

الجواب۔ بدکرداری ارث سے محروم نہیں کرتی ورنہ صرف نبی ترکہ پاتا جو ایسا متقی ہوتا جس سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوتا کفر تو ایسی چیز ہے کہ اس سے حکماً رشتہ منقطع ہو جاتا ہے اور یوں ہی ارث سے محرومی ہو جاتی ہے۔ بے شک زنائے محصنہ کے لئے رجم ہے اگر رجم ہوتی اور اس سے مرجاتی تو شوہر کی زندگی میں مرنے سے شوہر کا ترکہ نہ پاتی کہ ترکہ تو شوہر کے بعد ہوگا اور وہ شوہر کے سامنے مرگئی۔ مگر جب کہ یہاں اسے سزائے رجم نہیں دی جاسکتی وہ زندہ ہے اور شوہر مرگیا۔ تو چوں کہ کوئی گناہ وارث سے محروم نہیں کرتا نا بھی محرومی ارث کا سبب نہ ہوگا۔ لہٰذا ترکہ کی مستحق ہے اور مہر وہ تو بہر حال عورت کا دیا ہی جائے گا اگرچہ شوہر کی زندگی میں مرے خود یا رجم سے۔ وہٰذا کلہ ظاہر واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر امجد علی عفی عنہ

مسئلہ۔ ازآنولہ ضلع بریلی مسئولہ از مولوی عبد اللطیف صاحب ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء

زید کے والد نے بوجہ مطیع نہ ہونے کے عاق نامہ لکھ دیا کہ میری جائداد سے کوئی تعلق نہیں تو کیا شرعاً عاق نامہ معتبر ہے اور زید بعد والد کے جائداد کا وارث ہوگا یا نہیں؟

الجواب۔ ضرور وارث ہوگا اگرچہ ہزار عاق نامے لکھ دے عقوق سے وارث غیر وارث نہیں ہو جاتا اور عاق کر دینا کوئی چیز نہیں جو عاق ہے وہ عاق نامہ لکھنے سے عاق نہیں پہلے ہی سے عاق ہے عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے عقوق سخت گناہ ہے مگر گناہ کے سبب سے وراثت سے محروم نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ شیخ محمد عبد القیوم کٹرہ بخشہ کوچہ چاہ آنولہ ربیع الآخر ۵۴ھ

زید کی منکوحہ نے اپنے ذاتی مال سے مبلغ ایک ہزار روپیہ بلا شرط اپنے شوہر زید کو دیے اور یہ کہا کہ یہ رقم لے لو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو تمہیں اختیار ہے چنانچہ زید نے وہ رقم لے لی اور تقریباً دو سال بعد زید نے ایک تجارت شروع کی جس میں اپنے روپیہ کے ساتھ یہ روپیہ لگا دیے آٹھ ماہ تک کاروبار کرنے کے بعد دوکان میں آگ لگ گئی جس سے بہت نقصان پہونچا زید کا فرم تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کا مقروض ہو گیا لیکن زید نے پھر بازار سے مال قرض لے کر تجارت کو جاری کر دیا اور محنت کر کے تھوڑے عرصہ میں بازار کا کل قرضہ ادا کر دیا بفضلہ اب تک وہ فرم کامیابی کے ساتھ جاری ہے اب زید کی منکوحہ کا انتقال ہو گیا ورثہ میں صرف ماں اور شوہر ہے ماں کا مطالبہ ہے کہ متوفیہ نے جو روپیہ زید کو دیا تھا اس میں شرعاً اب میرا بھی حصہ ہے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ متوفی اس رقم کی مالک تھی یا نہیں اس طرح بلا شرط دے دینے سے ہبہ ہوتا ہے یا نہیں اور آگ لگنے کے بعد کچھ حق رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب۔ عورت نے اگر روپیہ بہ نیت ہبہ دیا تھا تو وہ زید کا ہو گیا اگر بطور قرض دیا تھا تو زید اس کا مقروض ہے عورت کے انتقال کے بعد اس کے ورثہ کا ہے جس میں زید بھی ہے عورت جب مر چکی ہے اس کا بیان ہو نہیں سکتا جس سے معلوم ہو اس نے کس نیت سے دیا دونوں باتیں ممکن ہوا کرتی ہیں عورتیں ہبۃً تو اپنے شوہر کو روپیہ پیسے دیتی ہیں اور قرضاً بھی بلکہ تجارت کے لئے بھی جس میں شوہر بطور مضارب ہوتا ہے یا محض کارکن عورت نے جس نیت سے وہ روپیہ دیا ضرور اس کے آثار ظاہر ہوں گے اس عرصہ میں مرحومہ نے جو کچھ اس روپیہ کی بابت کہا کیا ہو اس سے اس کی نیت کا حال معلوم ہو اس نیت ہی پر حکم ہوگا اگر خاموش ہی مر گئی تو اس صورت میں ظاہر یہی ہے کہ اس نے ہبہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از منتج گنج غربی اللہ بخش صاحب ۲۹ شعبان

زید نے جب کعبہ شریف جانے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی جائداد کا انتظام اس طرح کیا۔ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جو کچھ جائداد تھی لڑکوں کے نام تقسیم کر دی اور بیوی کو اس کا حق سمجھ کر کچھ جائداد کا مالک بنا دیا لڑکیوں کو اس خیال سے محروم رکھا اگر میں مکہ معظمہ سے واپس نہیں آیا یا میری زندگی نے وفا نہیں کی تو قانون شرع محمدی سے لڑکیوں کو بھی پہونچ جائے گی اور میں لڑکوں اور بیوی کو لکھ جاؤں گا تو ہماری مہربان گورنمنٹ کے قانون کی رو سے میرے بچے قانون اسلام کی زد اور تباہی سے محفوظ رہیں گے اور پھر لڑکیوں کے بنائے کچھ نہ ہوگا اس خیال سے جائداد کو تقسیم کرنے والا کس سزائے شرعی کا مرتکب ہے یا جزا کا مستحق جس جزا اور سزا کا مستحق ہے صاف

صاف تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا

الجواب۔ وہ شخص جس نے لڑکیوں کو میراث سے محروم کیا وہ بھی ایسا گنہگار ہوا بعض علماء نے اسے کبیرہ تک فرمایا حدیث میں ہے[۲] من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ۔ امام نووی تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں۔ افادہ عنوان حرمان الوارث حرام وعدّہ بعضھم من الکبائر۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از شہر بریلی محلہ کٹ کوئیاں مسئولہ عبدالحمید خاں مورخہ ۹ رمضان المکرم ۱۳۵۵ھ

زید اہل سنت والجماعت اور زید کی شادی عورت اہل سنت والجماعت سے ہوئی بعدہٗ کچھ عرصہ قریبًا دس سال کے عورت مذکور قادیانی ہوگئی اور ہے اب قریبًا دو سال بعد زید کا انتقال ہوگیا اب عورت مذکورہ مہر اور ترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مرتدہ مذکورہ مہر پائے گی فانہ لا یسقط بالارتداد بعد التأکد۔ ترکہ نہ پائے گی کہ مرتدہ مسلم کی وارث نہیں اگرچہ آج کل مفتی بہ یہی قول ہے وہ ارتداد کے سبب نکاح سے نہ نکلی بدستور زوجہ ہی مگر میراث نہ پائے گی۔ یہاں بقائے نکاح موجب توارث نہیں جیسے فتاویٰ ہندیہ[۱] میں اس صورت میں کہ دونوں معاً مرتد ہوں نکاح باقی مانتے ہوئے یہی فرمایا کہ مرتدہ شوہر کی وارث نہیں۔ ان ارتد الزوجان معًا ثم ولدت بنت ثم مات المرتد فلا میراث لھا منہ وان بقی النکاح بینھما۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

مسئلہ۔ از نگریا سادات مسئولہ معرفت جناب سید نوشہ حسن صاحب ۳ رجب ۱۳۵۶ھ

میرا لڑکا بحالت ثبات عقل ہے لیکن میرے ساتھ میں اس طرح پیش آتا ہے کہ تخمیناً عرصہ بیس سال سے مجھ سے بات نہیں کرتا ہے نیز توہین کرتا ہے عزت کا خواہاں سے چیں بر جبیں سخت کلامی سے مقابلہ پر آنے میں یہ ثابت ہوتا تھا کہ میرے مارنے پر تیار ہے میں نے اس کی حرکات بیجاؤں پر غور کرکے یہ تجویز کیا ہے کہ میری زمینداری وغیرہ غرضکہ جو چیز میری ہے بعد میرے مسمّی مذکور کو عاق نامہ لکھنے سے نہ پہنچے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ وہ لڑکا سخت فاسق فاجر شدید حرام کار اشد گنہگار مستحق نار مستوجب غضب جبار مبتلاء قہر قہار حق اللہ و حق اب میں گرفتار ہے اس پر اپنی اس خبیث نہایت شنیع حرکت سے توبہ لازم ہے اور اپنے والد سے معافی چاہنا نہایت عاجزی پورے انکسار انتہائی تذلل کے اظہار کے ساتھ یہاں تک معافی

[۱] فتاویٰ ہندیہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۵ مطبوعہ بیروت   [۲] ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۶

چاہتا ہے کہ باپ معاف کردے اور دل سے راضی ہو جائے باپ کے ساتھ گستاخی کو ہلکا نہ جانے۔ سخت قہر اور عظیم وزر کی بات ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ گستاخی تو بہت سخت ہے محض نافرمانی جس سے انھیں ایذا ہو بھی عقوق ہے اور عقوق حرام و کبیرہ ہے حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں علیہ الصلاۃ والسلام الا انبئکم باکبر الکبائر (۳ بار) کیا میں تمہیں سب کبیروں سے بڑے کبیرہ کی خبر نہ دوں صحابہ کی عرض پر فرمایا الاشراک باللہ وعقوق الوالدین الخ خدا کا شریک کرنا۔ اور ماں باپ کو ستانا۔ عقوق والدین جنت سے محرومی کا باعث ہے اور بالکل محرومی کا سبب ہو سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ عقوق والدین کی نحوست سے خوف کرنا چاہیئے کہ کلمۂ اسلام پر خاتمہ نصیب نہ ہو یا معاذ اللہ ایمان ہی پر موت سے محروم رہے۔

عقوق والدین لعنت کا سبب ہے حدیث میں ہے۔ ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء۔ عقوق والدین ایسی خبیث ہولناک شئے ہے کہ شرک کے بعد اسی کو فرمایا۔ عقوق والدین ایسا شنیع کام ہے کہ حدیث میں دیوثی سے بھی پہلے اس کو ذکر فرمایا دیوثی سے بھی بدتر ٹھہرا۔ عقوق والدین ایسی ناپاکی ہے کہ اس کے ساتھ نہ فرض قبول نہ نفل حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ ماں باپ کے ساتھ گستاخی ملعون کا کام ہے حدیث میں ہے۔ لعن اللہ من سب والدیہ۔ ماں باپ کا حق ماننا ان کا شکر گذار رہنا ایسا فرض ہے کہ اسے قرآن عظیم نے اللہ عزوجل کے حق کے بعد ہی ذکر فرمایا کہ فرمایا[1] ان اشکر لی ولوالدیک۔ ماں باپ کو گالی دینا، تو گالی دینا انھیں اُف کہنا بھی حرام ہے قرآن عظیم کا ارشاد ہے[2] ولاتقل لھما اف وہ شخص اگر توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول ربط ضبط نشست برخاست سلام کلام چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور اپنے اس شدید حرام نافرمانی ایذا رسانی گستاخی کی معافی والد سے چاہے۔ والد تو والد ہے کسی مسلمان کو ناحق ستانا ایذا دینا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے کما فی الحدیث۔

مگر جب تک وہ مسلمان ہے اس وقت تک یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے والد کا وارث بعد والد نہ ہو وارث بنانا والد کا کام نہیں کہ وہ جسے لکھ جائے وہ وارث ہو اور جس کو لکھ دے کہ یہ وارث نہ ہو وہ وارث نہ ہو۔ عاق نامہ لکھ دینا لغو ہے۔ عاق کرنے سے عاق نہیں ہوتا۔ عاق تو وہ خود ہی ہے یہ عاق کرے یا نہ کرے عاق نامہ لکھے یا نہ لکھے۔ اگر عاق کو یہ عاق نہ سمجھے نہ کہے نہ لکھے تو اس کی غلط فہمی سے اس کا عقوق نہ جاتا رہے گا

[1] سورۂ لقمان آیت ۱۴، [2] سورۂ اسراء آیت ۲۳، [3] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۶

یونہیں اگر غیر عاق کو یہ لکھ دے یا کہہ دے تو اس کے کہنے سے وہ عاق نہ ہو جائے گا۔ جو عاق ہے وہ اس عقوق کی بنا پر وراثت سے محروم نہ ہوگا اور وہ گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ سے اس کے والد کو گناہ کی اجازت نہ ہو جائے گی میراث وارث سے بھاگنا گناہ ہے بعض علما نے تو اسے کبیرہ فرمایا حدیث میں ہے۔ من[1] فر میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیٰمۃ۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے فرمایا۔ افاد ان حرمان الوارث حرام وعدہ بعضھم من الکبائر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۲۶۶

ضمیمہ

فتاوی مصطفویہ کی کتابت مکمل ہونے کے بعد کچھ مزید فتاوے موصول ہوئے جو اس میں نہیں تھے تو وہ اس ضمیمہ کے تحت شامل کیے گیے ———— مرتب غفرلہٗ

مسئلہ۔ از شہر اکیاب تھانہ کیوکٹو ضلع کاونچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیر آباد ضلع سیتاپور ۲۴ / محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالی فی ھذہ المسألۃ شخصے قاسم نامی زنے راکہ در قرابتش بنت بنت رضاعی برادر حقیقی قاسم باشد بحبالہ نکاحش آورد وطن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست۔ از علما ہم استفتا نمودہ بود ایشاں بصحت نکاحش قضا نمودند پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوے می دادند و جماعت مسلمین را باو مجالست و مواکلتش منع می کنند تا دامے کہ تفریق نکاحش نکنند۔

جواب بنگالیان

بر تقدیر تصدیق مسئول عنہا علمائے شریعت غرا و فضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب حنیف و علمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستمرہ شان مجتہد باشد یا مقلد ظناً یا سہواً عملے کنند و حکمے بکار صادر نمایند و قضا براں تنفیذ فرمایند و پس آں دانستند و وقوف یافتند کہ ہماں عمل و فعل تر یشان بظہور پیوستہ بطبق مذہب شان نہ پرداختہ و بمشرب یکے از ائمہ و دیگرے کہ معدود و محدود اہلسنت جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تنقیض و تردید آنہا کردن روا و جائز نباشد بل ہمیں مسلک۔ تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد ہماں عمل و فعل را لا محالہ صحیح و درست دارند و نیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرۂ خود خارج نشوند و منسوب بداں مذہب دیگر نگردند پس مناکحت قاسم بدیں منوال ہمیں مقال صادقست کہ لاریب ولا محالہ صحیح و نافذ گردیدہ است اگرچہ بالفرض و التقدیر مخالفت مذہب حنفی آمدہ۔

لیکن بمسلک اہل ظواہر کہ مثل امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ مسلوک و مشمول بسنت جماعت ست ہم جانست و در پیوستہ کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون شدہ بنت بنت رضاعی را مر برادر حقیقی قاسم مذکور بود حکم بنکاحش دادہ بودند بنکاحے کہ در تحت حجاب ممنوعات کلیہ حنفیہ محجوب و مستور بودہ و در ضمن ضابطۂ ماصور بہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ ہستند مکشوف و مظہر ماندہ پس ہرگز علماء احناف را نمی رسد کہ تفریق و افسا در نکاحش کنند کہ آں مستلزم تحقیر و تنکیر سنت جماعت گردد و حقارت یکے را از سنت جماعت عند اللہ موجب ضلالت دارد کما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی الحنفی فی رد المحتار ناقلا عن العلامۃ الشرنبلالی فی عقد الفرید ان لہ التقلید بعد العمل کما اذا صلی ظانا صحتہا علی مذہبہ ثم تبین بطلانہا فی مذہبہ وصحتہا علی مذہب غیرہ فلہ تقلیدہ ویجتزی بتلک الصلاۃ علی ما قال فی البزازیۃ انہ روی عن ابی یوسف انہ صلی الجمعۃ مغتسلا من الحمام ثم اخبر بفارۃ میتۃ فی بئر الحمام فقال نأخذ بقول اخواننا من اہل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اھ وایضا فیہ تحت قول الدر المختار واما المقلد الخ ما نقلہ فی القنیۃ عن المحیط وغیرہ وجزم بہ المحقق فی فتح القدیر وتلمیذہ العلامۃ قاسم وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذہب غیرہ او برأی ضعیفا او بقول ضعیف نفذ واقوی ما تمسک بہ ما فی البزازیۃ عن شرح الطحاوی اذا لم یکن القاضی مجتہدا وقضی بالفتوی ثم تبین انہ علی خلاف مذہبہ نفذ ولیس لغیرہ نقضہ ولہ ان ینقضہ کذا عن محمد و قال الثانی لیس لہ ان ینقضہ ایضا الا ان امضاء الفعل کامضاء القاضی لا ینقض۔

و دلیل بر مذہب الظاہر کہ ملحق بسنت جماعت ست و مخالفت فرمی در باب رضاعت باحناف می دانند ہمچوں امام ہمام شافعی وغیرہ ہستند ہمیں ست چنانچہ شارح مسلم امام نووی در شرح آں می نگارند ولم یخالف فی ہذا الا اہل الظاہر وابن علیۃ فقالوا لا تثبت حرمۃ الرضاع بین الرجل والرضیع ونقلہ المازری عن ابن عمر و عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہما واحتجوا بقولہ تعالی وامہاتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ ولم یذکر البنت والعمۃ کما ذکرہما فی النسب وامام ابو عیسی ترمذی در جامع ترمذی شان می آرند حدثنا الحسن بن علی اخبرنا ابن نمیر عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت جاء عمی من الرضاعۃ یستأذن علی فابیت ان اٰذن لہ حتی استأمر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فلیلج علیک فانہ عمک قالت انما ارضعتنی المرأۃ ولم یرضعنی الرجل قال فانہ عمک فلیلج علیک ہذا حدیث حسن صحیح والعمل علی ہذا۔

بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرهم کرهوا لبن الفحل والاصل فی هذا حدیث عائشة وقد رخص بعض اهل العلم فی لبن الفحل والقول الاول اصح رواه الترمذی وقال الشامی ونظیر هذه ما نقله العلامة بیری فی اول شرحه علی الاشباه عن شرح الهدایة لابن شحنة ونصه اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عن ابی حنیفة امام الاعظم انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی وقد حکی ذلک ابن عبد البر عن ابی حنیفة وغیره من الائمة الخ وقاضی خاں وصاحب ہدایہ ہماں مذہب اہل ظاہر نقل با تصریح فرمودہ اند کما قال فی فتاوی قاضی خان وقال الامام الهمام الشافعی الحرمة لا تثبت من جانب الاب والفقهاء یسمون هذه المسألة لبن الفحل وقال فی الهدایة وفی احد قولی الشافعی لبن الفحل لا یحرم لان الحرمة لشبهة البعضیة واللبن بعضها لا بعضه۔ ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین ومبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا و درست گردیدہ واز اں مذہب حنفی بیروں نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بروئے زبان طعن ولعن بکشایند پس عند اللہ ماخوذ شوند وعند الناس مستحق سزا کما هو فی کتب الفقه من اذی مسلما بقول او بفعل ولو بغمز العین عزر پس ایشاں مادامے کہ تائب وآئب نہ شوند از مواکلت ومشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ وایاک ومجالسة الشریر فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والصلاة والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

الراقم احقر الحقیر
محمد عظیم الدین کیوکتوی بہاریاروی خلف الہدی شیخ اکبر علی ملا
بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ وی

تحریر دیگر بہ تائید آں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ جملگی درحق ست وحق بہماں دائر ست اگر مجتہد مطلق یا مقلد محض بمذہب شان عملے وفعلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شان وموافق مذہب دیگرے کہ معدود ہلسنت جماعت ست بخطائے ظن شان ملصق گشتہ فقہائے احناف روا نمی دارند کہ بار دیگر آں را ابطال وافساد کنند تا موجب تحقیر وتنقیر مذاہب ائمہ سنت جماعت لازم نیاید آں خطائے عظیم وسخط جسیم باشد عند اللہ تعالیٰ لہذا علما از آں ابا وانکار فرمودند ودر تاریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیراں پیر غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ

علیہ آنکہ مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند لہٰذا مذہب شان جماعت قلیل دانند بمجرد
استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ چیں بر جبیں آوردہ و غضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں تاریخ عبدالقادر بمذہب
احمد حنبل رضی اللہ عنہ تقلید نمودہ و پیش ازیں بمذہب امام مالک بودند سبحان اللہ ما اعظم شانہ وما اکبر شانہم وقد قال
صلی اللہ علیہ وسلم در شان ائمہ اربعہ رحمۃ من اللہ و سعۃ من اللہ فرمودند و نقل السیوطی عن عمر بن عبدالعزیز اختلاف
ائمۃ الہدی رحمۃ من اللہ تعالی علی ہذہ الامۃ کل تبع ما صح عندہ وکلہم علی ہدی وکل یرید اللہ تعالی وتمامہ فی کشف
الغمّہ پس تزویج قائم نزد فقہائے حنفی بتصحیح آمدہ اگرچہ الغرض مخالفت مذہبی رنگے دادہ و از حنفیت نیز بیرون
نیامدہ کما حررہ المجیب لتدرعہ واجبہ ولقد نظرت ہذا الفتوی بامعان النظر وتصفحت ہذہ المسألۃ بصفحات الکتب الفقہیۃ
الحنفیۃ فوجدت صحیحا مطابقا بالکتاب وموافقا للصواب واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔ کتبہ الحقیر الراجی
الی رحمۃ ربہ الخلاق عبدالرزاق الکیوکتوی غفرلہ۔

الجواب۔ ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترا بر شرع مجید ست نکاح با بنت بنت الاخ بعینہ ہمچو نکاح
با دختر خود ست نسبا باشد یا رضاعا و حرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین وصحاح احادیث سید المرسلین
صلی اللہ تعالی علیہ وعلیہم اجمعین نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطائے محض ست وایں
بنگالیان کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علمائے بودند بہر اماں در جہد تر از جہلا بودند و آناں و اینان کہ فتوی ملعونہ ایشاں را
نافذ می کنند ہمہ با حرام خدا را حلال می نمایند ہمچو کساں را احرام و سخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند در حدیث فرمود صلی
افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض ہر کہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان و زمین برا و لعنت کنند آں حکم جواز و
ایں فتوائے نفاذ ہر دو ملعون ست و بر آں حاکمان وایں مفتیان توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں
احتراز ورزند و در ہیچ امر فتوی از ایشاں خواستن حرام ست قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا
فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔

مفتیان بے شرم نہ کنند ایں کہ گفتہ شد خیر خواہی ایشاں بود حرام خدا را حلال گرفتن و زنائے پدر با دخترش روا داشتن
نہ سہل کار ست ہر کہ بر ہمچو ضلالات غلیظہ تنبیہ کرد مستوجب شکر ست نہ مستحق شکایت واللہ یہدی من یشاء الی صراط
مستقیم و بر آں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود وا گزارد و بر آں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ پہلے کرد و از
زنائے پدرش بگریزد فورا فورا فورا ورنہ آناں و خرجان آناں و مجوزان اینہا ہمہ عذاب شدید الہی را منتظر باشند نسأل
اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم امام اجل ابو زکریا نووی کہ احد الشیخین مذہب امام ہمام

... مشکوٰۃ ص ۳۳ ... سورۃ نور آیت ...

مطلبی ست و نص او ہمچو نص امام شافعی ست رضی اللہ تعالیٰ عنہم در شرح صحیح مسلم[1] فرماید اما الرجل المنسوب ذلک اللبن الیہ لکونہ زوج المرأۃ او وطئہا بملک او شبہۃ فمذہبنا و مذہب العلماء کافۃ ثبوت حرمۃ الرضاع بینہ وبین الرضیع ویصیر ولدا لہ واولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخواتہ ویکون اخوۃ الرجل اعمام الرضیع و اخواتہ عماتہ ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی ہذا الا اہل الظاہر وابن علیۃ۔

ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ ببیں کہ مذہب ما و جملہ علما تحریم ست و درو خلاف نکردند جز فرقہ ظاہریہ و ابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی ازیں جا نقل کرد کہ لم یخالف فی ہذا الخ و صدر کلام کہ فرمودہ بودند کہ مذہب ما و مذہب جملہ علما تحریم ست در پردہ اخفا داشت و امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را ظلما از اہل ظاہر شمرد حالانکہ ظاہریہ طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ و سائر مجتہدین۔ شاہ عبد العزیز صاحب گفتہ اند داؤد ظاہری و متبعانش را از اہل سنت و جماعت شمردن در چہ مرتبہ از جہل و سفاہت ست رافضیان کہ ظاہریہ را سنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہل سنت اعتراض می کردند شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاہریہ ہرگز از اہلسنت نیست ایں جہل و سفاہت شماست کہ ایشاں را سنی گرفتہ بر سنیان طعن می کنید امام ابن حجر مکی شافعی در کف الرعاع فرماید واعلم ان الائمۃ صرحوا بان الظاہریۃ لایعتد بخلافہم ولا یجوز تقلید احد منہم لانہم سلبوا العقول حتی انکروا القیاس الجلی نیز فرمود لانہم اصحاب ظاہریۃ محضۃ تکاد عقولہم ان تکون مسخت ومن وصل الی انہ یقول ان بال الشخص فی الماء تنجس او فی اناء ثم صبہ فی الماء لم یتنجس کیف یقام لہ وزن ویعد من العقلاء فضلا عن العلماء۔

ہمچناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلبن فحل کردہ اند و در مذہب خود بوئے از خلاف ندادہ اند و اجلہ اکابر او را مذہب ائمہ اربعہ و اصحاب ایشاں و فقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی در ارشاد الساری[2] فرمود فیہ دلیل علی ان لبن الفحل یحرم حتی تثبت الحرمۃ فی جہۃ صاحب اللبن کما تثبت فی جانب المرضعۃ فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اثبت حرمۃ الرضاع والحقہا بالنسب وہذا مذہب الشافعی وابی حنیفۃ وصاحبیہ ومالک واحمد وجمہور الصحابۃ والتابعین وفقہاء الامصار۔ امام حافظ قسطلانی شافعی در فتح الباری[3] فرماید ذہب الجمہور من الصحابۃ والتابعین وفقہاء الامصار کابی حنیفۃ وصاحبیہ ومالک والشافعی واحمد واتباعہم الی ان لبن الفحل یحرم۔ امام ابو یوسف اردبیلی شافعی در کتاب الانوار فرماید والفحل الذی منہ اللبن ابوہ واولادہ من المرضعۃ وغیرہا اخوتہ واخواتہ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرۃ العین فرماید تصیر المرضعۃ

[1] نووی شرح صحیح مسلم ص ۴۶۶ / ۱، [2] جلد ۸ ص ۲۳ بیروت، [3] جلد ۹ ص ۱۵۱ مطبوعہ مصر بیروت

اسمه وذوا اللبن اباه وتسری الحرمة من الرضیع الی اصولهما وفروعهما وحواشیهما نسبا ورضاعا۔

تا ایں جا ہمہ نصوص کبرائے شافعیہ است وصاحب البیت ادری بما فی البیت وصاحب الدار ادری امام اجل قاضی عیاض مالکی در شرح صحیح مسلم فرماید لم یقل احد من ائمة الفقهاء واهل الفتوی باسقاط حرمة لبن الفحل الا اهل الظاهر وابن علیة والمعروف عن داؤد موافقة الائمة الاربعة امام جلیل بدر الدین محمود عینی در عمدة القاری فرماید لبن الفحل یحرم وهو قول ابی حنیفة ومالک والشافعی واحمد واصحابهم وقال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمة الخ اینست نقول ونصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات ونسبتے کہ در خانیہ و ہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود در نقل مذہب غیر بارہا زلت روی نماید یکے از اکابر شافعیہ تحلیل زنا بحریر بعد الطرق ودیگرے از اجلہ شافعیہ حلت غراب بحضرت امام اعظم نسبت کردہ وہر دو باطل است در ہمیں ہدایہ حلت متعہ بامام مالک رضی اللہ تعالی عنہ نسبت نمودہ حالانکہ امام مالک بر متعہ حد زنا می زند کما هو قول عبد الله بن الزبیر رضی الله تعالی عنهما اذ قال جرب علی نفسك لان فعلتها لارجمنك باحجارك بخلاف حنفیہ ودیگر ائمہ کہ حرام گویند وقائل حد نمی شوند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل ست ہرگز نہ مذہب امام شافعی ست نہ مذہب ہیچ کس از ائمہ مجتہدین متبوعین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

ابن علیہ مردے از معتزلین ست سلا او در مجتہدین ائمہ نیست واگر باشد متفرد ست وظاہریہ خود مبتدعانند ومبتدع را در اجماع اعتبارے نیست ووفاقش ملحوظ نشود کہ خلافش خلل نہ پزیرند لانهم لیسوا من الائمة علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امة الاجابة وانما هم من امة الدعوة کما فی مرقاة المفاتیح وغیرها وخود در نصوص ظاہریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلا قابل التفات نیست پس دریں مسئلہ حکم بخلاف را از ہیچ رو مساغ نیست۔

اولا خلاف سنت مشہورہ است کہ ان الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب ایں حدیث بالفاظ متنوعہ وروایات متکاثرہ وارد وا وزین اسلام مروی ومنقول ست واز صدر اسلام تا حال میان علما متلقی بالقبول ہمیں امام ترمذی در جامع فرماید والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله تعالی علیه وسلم وغیرهم لا نعلم بینهم فی ذلک اختلافا وحکم بر خلاف سنت مشہورہ نافذ نشود در تنویر الابصار ست اذا رفع الیه حکم قاض آخر نفذه الا ما خالف کتابا او سنة مشهورة او اجماعا۔

ثانیا مخالف اجماع من یعتد باجماعہم افتادہ است کما تقدم بیانہ وامام شعرانی شافعی در میزان الشریعة الکبری

لہ مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۲ ص۳۹۰ مطبوعہ بیروت ۳ے مسلم مشکوۃ ص۲۷۳

فرمود اتفق الائمۃ علی انہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست ائمۂ ثقات اثبات از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ بجز ظاہریہ وابن علیہ کسے را خلاف نیست چنانکہ از امام قاضی عیاض مالکی وامام ابوزکریا نووی شافعی وامام محمود عینی حنفی گزشت فمن الغریب نسبۃ الاضطراب الیہم علی ما وقع فی فتح المغیث واگر بالفرض ایں جا قولے ضعیف محکی بود کما اول بہ فی الفتح الفقہی پس حکم وفتوے بر قول ضعیف ومرجوح خود جہل وخرق اجماع ست کما فی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم والدر المختار ثالثاً حکم بخلاف قاضی مجتہد است مقلد را روا نبود بر خلاف امام خود حکم کردن در تنویر الابصار ست قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ لاینفذ مطلقا وبہ یفتی ودر در مختار ست ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ اصلا یبطل۔ ودر رد المحتار آورد اما المقلد فلا یملک المخالفۃ عجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد وخود در قدر منقول خود لفظ ادعی نمید۔

رابعاً اگر از ہمہ گزرند قضا شرعی چیزے نیست کہ رفع خلاف می کند نہ کہ دو حرف خوانند وخود را بر مسند افتا نشانند ہرچہ خواہند بزبان رانند وخلاف مرتفع شود ومذہب مردود مندفع حاشا للہ لایقول بہ جاہل فضلا عن فاضل نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفےٰ رضا قادری نوری غفرلہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل وحرام محض ست وبر آنکس از دختر دختر برادر خودش فوراً فوراً جدا شدن فرض ست تزویج اینہاں جہل وتنقید او ظلم شدید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(منقول از فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۳۲۰ تا ص ۳۲۶)

طرق الھدی والارشاد
الی
احکام الامارۃ والجہاد

١٣٤١ھ

پیش لفظ

از حضرت علامہ مولانا ابو الشرف محمد شرف الدین اشرف الجائسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العلمین۔ حمد الشاکرین۔ علی ما ھدانا الی الصراط المستقیم۔ واقامنا علی الدین القویم
ووقانا عذاب الجحیم۔ والنعمۃ بعنایاتہ المتواترۃ۔ وبالائہ المتکاثرۃ۔ المترادفۃ المتظاھرۃ۔ التی لاتعد ولاتحصی۔
لاسیما ببعثۃ حبیبہ المجتبی المرتجی۔ المرتضی المصطفی۔ الرؤف الرحیم الکریم۔ علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ وعلی
الہ وصحبہ والخلفاء وازواجہ امھات المومنین۔ وعشیرتہ والاقربین۔ اھل الصدق والصفاء لعمری
انہا النعمۃ **اشرف** من عموم نعمائہ۔ واعظم من عظیم الائہ۔ وافضل صلوات اللہ۔ واکمل تسلیمات
اللہ وانمی برکات اللہ۔ واکرم تحیات اللہ۔ علی اول مخلوقات اللہ۔ الامین المکین۔ شافع المذنبین
المتلوثین۔ الخاطئین الحالکین۔ سید الاولین والآخرین۔ والانبیاء والمرسلین۔ والملئکۃ المقربین
قامع اصول الشرک والمشرکین۔ وقالع اساس الکفر والکافرین۔ مستوصل بنیان نفاق المنافقین۔ ھادم
قلاع فساد المفسدین الباغین۔ دامغ ادمغۃ الطاغین۔ الخارجین المارقین۔ المارقین من الدین۔
مروق السھم من الرمیۃ والشعرۃ من العجین۔ المنتقصین لشانہ والمکذبین۔ لربہ والمتکلفین۔
الذی الف بہ بین قلوب المسلمین۔ وحرم علی عبادہ سوالاہ سائر الکفرۃ والمشرکین ھو الامام۔

اشرف الانام، قمر التمام، مبدد الظلام، هادی سبل السلام شرف الدین وعز الاسلام، خلیفة اللہ فی السموات والارضین، صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الطیبین، وصحبہ الطاھرین، وخلفائہ الراشدین المرشدین، الھادین المھدیین وعلینا وعلی سائر امتہ اجمعین، آمین آمین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بعد حمد و نعت۔ برادران اہلسنت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر امیدوار کہ جو کچھ عرض کرے آپ اسے گوش حق نیوش سے سنیں گے اور عین انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے حق ہو قبول فرمائیے معاذاللہ باطل پائیے تو رد فرما دیجئے بغور سنئے اور فبشر عباد[1] الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدٰھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب کے مصداق بنیے۔

عزیزانِ ملت! ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ ہم مسلمان جس پستی میں ہیں کوئی قوم نہیں آج ہم کفار کے قبضہ اقتدار میں ہیں کل ان پر حکمراں تھے آج ان کے محکوم ہیں کل وہ ہمارے محتاج تھے آج ہم ان کے دست نگر کل وہ ہمارے قابو میں تھے آج وہ ہم پر بری بلا کی طرح مسلط ہیں وہ ظلم کرتے ہیں ہم سہتے ہیں وہ ستم کرتے ہیں ہم دم نہیں مار سکتے۔ ہم ہیں اور رنج و غم کے پہاڑ۔ ہم ہیں اور ہموم و آلام کے گراں بار انبار۔ ہم روز آنہ نت نئی آفتوں سے دوچار ہیں۔ پے در پے شامتیں ہم پر سوار ہیں۔ ہر دن ہم مصیبتوں کا شکار ہیں۔ ایک مصیبت ٹلتی نہیں کہ دوسری اس سے سخت تر آجاتی ہے۔ ایک آفت ختم نہیں ہو پاتی کہ اور اس سے بھی عظیم تر پہونچ جاتی ہے ؎

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
آ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

یہی کہتے گزرتی ہے۔ کبھی آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا کہ آخر یہ عظیم تغیر و تبدل یہ شدید انحطاط و تنزل کیوں ہوا کبھی اس کے علل و اسباب کی تلاش فرمائی۔ میں تو مدتوں سرگرداں رہا اور اس مسئلہ پر غور کرتا رہا کہ مسلمان باوجود اسلام پستی و تنزل اور قعر ذلت و تزلزل میں کیوں ہیں ہم سے تو ہمارے رب مالک و مولیٰ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ صادقہ ہے لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون[2] تم سست اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے۔ تم ہی غالب ہوتے ہم ہی فتح و نصرت شوکت و حشمت جاہ و منصب و عزت پاتے مگر اپنی زبوں حالت بالکل برعکس ہے بہت کچھ فکر کی کچھ سمجھ میں نہ آیا یہ ایک ایسا معمہ تھا جس کا حل بہت دشوار ہوا نہ میں مسلمانوں کو نا مسلم خیال کر سکتا نہ پناہ بخدا اس واحد قہار عزجلالہ کے وعدہ صادقہ میں وہم شائبہ کذب لا سکتا تھا معاذاللہ ایسا

[1] سورۂ زمر آیت ۱۸
[2] آل عمران آیت ۱۳۹

کون کہہ سکتا ہے اور کس کی مجال کہ اس کا کذب بالذات محال وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ اللہ سے زیادہ کس کی بات راست اور اس سے زائد کس کا قول سچا۔

میں جتنا جتنا سمجھتا آیا یہ گتھی اور زیادہ الجھتا جاتا۔ جتنا جتنا سوچتا حیرانی اور تعجب بڑھتا جاتا خوبی قسمت کہ انھیں دنوں حضور پرنور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے رسالہ مبارکہ "فلاح ونجات" کی زیارت سے مشرف ہوا اس سے یہ عقدہ لاینحل حل ہوا اور میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ جو کچھ ہے اپنا ہی کرتوت ہے جو بویا تھا وہ کاٹ رہے ہیں۔ ارشاد فیض بنیاد وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ کی تصدیق ہے۔ جو مصیبت ہم پر آئی یا آئے گی وہ سب اپنے ہی ہاتھوں لائی ہوئی ہے یا ہوگی۔ ہاں ہاں یہ اوامر الٰہیہ سے غفلت کا پھل اور احکام شرعیہ حضرت رسالت پناہی سے بے پرواہی کا ثمرہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ عزوجل کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ وہ وعدہ کام کے مسلمانوں سے ہے نہ نام کے۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کے بعد اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ بھی فرما دیا ہے یعنی اگر تم پکے مسلمان ہوگے تو تمہیں غالب رہوگے۔

اب جو اپنی حالت پر نظر کی تو ساری پریشانی دور اور تعجب غائب اور حیرانی کافور کہ جب شرط معدوم مشروط کا وجود خود مفقود۔ سچ کہو کیا آج کل کے مسلمانوں کی یہ حالت نہیں کہ اعمال تو اعمال عقائد سے بھی خبردار نہیں۔ جیسے انھیں ان سے کچھ سروکار نہیں۔ اوامر کی بجاآوری سے اجتناب، منہیات نواہی کا ارتکاب بہ رغبت زناکاری، شراب خواری، قمار بازی، لواطت کی کثرت آج مساجد نمازیوں کی کثرت کی بجائے قلت سے تنگ، رمضان مبارک روزہ داروں کی تلاش میں دنگ۔ فقرا کا ذکر نہیں امرا میں حج فرض ہے ان کے خواب میں بھی نہ آئے حاجی بیت اللہ نہیں۔ ہر سال زکاۃ کا بار سر پر سوار ہے مگر انھیں پرواہ نہیں۔ آپس میں وداد وخلوص ومیل واتفاق کی جگہ بغض وحسد وشقاق ونفاق کی گرم بازاری غیروں سے میل جول پیار محبت یاری کافروں مشرکوں سے ربط ہے۔ مرتدوں ملحدوں سے محبت ہے فالی اللہ المشتکیٰ۔

کیا سچے مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان کے کارنامے یہی ہوتے ہیں۔ عوام جہال کی کیا شکایت۔ آج مدعیان علم بدنام کنندگان علم کی جانب سے جو کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں ان میں شور وغل تو بہت کچھ مچایا جاتا ہے ترقی ترقی کے نعرے لگائے جاتے تنزل کے مرثیے پڑھے جاتے پستی کے نوحے بلند کئے جاتے ہیں مگر بجائے اس کے کہ تنزل کے اسباب وعلل تلاش کئے جاتے ان کے

١ سورۂ نساء آیت ١٢٢ ٢ سورۂ شوریٰ آیت ٣٠ ٣ مشکوٰۃ ص ٤ آل عمران آیت ١٣٩

مفید علاج و پرہیز بتائے جاتے ہیں تا کیا ہے اسلام کی خدمت کے بہانے مشرکین سے اتحاد منایا جاتا۔ ان پر قرآن و حدیث کی عمر نثار کی جاتی کافر کی حمد خطبہ جمعہ میں بلند منبر مسجد پر حمد اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ملائی جاتی اسے معاذ اللہ مذکر مبعوث من اللہ کہا جاتا ہے بلکہ صاف صاف بالقوۃ کی ٹٹی لگا کر نبی مانا جاتا ہے۔ اسے مہاتما روح اعظم ، خضر و مسیحا کہا جاتا ہے انھیں مدعیان علم میں بڑے بڑے جبے قبے والوں نے کہا گاندھی اور لاجپت رائے وغیرہ مشرکین کی طرح خدا سے ڈرنے والا کوئی خدا نے پیدا ہی نہ فرمایا۔ کان سبحٰنہ لم یخلق لخشیتہ ، سواھم من جمیع الناس انسانا۔

یوں مالک عرش و فرش محبوب رب العرش سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی انھیں بڑھایا تا تک کی نکٹی اٹھا کر رام رام ست ست کہتے جا کر اسے مرگھٹ تک پہونچایا۔ گاندھی کی جے کا بار بار وزانہ نعرہ لگایا اپنے ماتھوں پر کفری علامت قشقہ کھنچوایا۔ اور پھر فخر کے ساتھ کہا۔ قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا وغیرذلک من الامور الشنیعۃ القبیحۃ الکفریۃ اعاذنا اللہ وجمیع المسلمین منہا۔ سچ کہنا۔ کیا یہ امور اسلام کی مدد ہیں یا اس کا ہدم۔ لطف یہ کہ یہ امور بیخ کن اسلام کرکے اسلام کو زہر ہلاہل سم قاتل دیتے اور الٹی چھری سے ذبح کر ڈالنے ہی کو مفید بتایا جاتا ہے بلکہ فائدہ کو اسی میں منحصر سمجھا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو ترکوں کو کوئی فائدہ کسی طرح نہیں ہو سکتا انھیں فائدہ جب ہی ہوگا جب کہ ہندی مسلمان ہندوؤں کی غلامی اختیار کریں گے۔ انھیں نبی مانیں گے جزیرۃ العرب جب ہی آزاد ہو سکے گا جب ہندوؤں پر قرآن و حدیث کی عزت تک نثار کریں گے اور ممالک اسلامیہ کی آزادی کی یہی صورت ہے کہ مراسم کفر اختیار کئے جائیں اور شعائر اللہ مٹائے جائیں یہ آخر الدوا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بفرض باطل یہ مفید بھی ہوتا جیسے کبھی سنکھیا۔ تو پہلے سبب اصلی کا افنا ضرور تھا کہ جب تک سبب باقی مرض باقی مریض کو بخار آتے تو طبیب کا کام اصلاح خلط فاسد ہے نہ کہ نرا شربت وغیرہ کوئی مسکن دینا یا صرف ملمس کی دفع حرارت کی کوئی تدبیر کرنا یوں فساد اخلاط سے حرارت غریزی کا اطفا ہوتا ہے گا اور دن بدن مرض بڑھتا جائے گا انجام کار حرارت غریزی کا ہیجان باعث ہلاک مریض ہوگا غرض مرض کو دور کرنا اور سبب کو باقی رکھنا سخت نادانی و حماقت اور اہلاک و اماتت ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ عقائد و احکام و حقوق اسلام کی تعلیم دیتے مناہی کے ارتکاب اور مضار سے اجتناب کی ہدایت کرتے تو یہ تو نہ ہوا بلکہ کیا ہوا یہ کہ جن باتوں سے پرہیز قریب فرض تھا اور جن کے اختیار کرنے سے نقصان یقینی تھا انھیں کرنے کا حکم دیا یا بیٹھے دیکھتے رہے

اور صحیح نہ کیا اور جو باتیں عمل کرنے کی تھیں انھیں نہ خود کیا نہ ان سے اوروں کو آگاہ کیا۔ یعنی معاملہ بالکل برعکس ہوا یعنی دوا سے پرہیز رہا اور جن سے پرہیز چاہیے تھا ان کا استعمال ہوا۔ بات یہ ہے کہ ؎

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

دوسروں کو کیا ہدایت کرتے خود اندھے بہرے بن کر چاہ ضلالت میں ڈوبے۔ کہ ہندوؤں سے اتحاد منایا انھیں اپنا پیران کی غلامی بندگی انقیاد کا ٹیکا لگایا۔ دشمنان خدا و مصطفےٰ جل و علا و علیہ التحیۃ والثناء سے محبت و وداد واجب ٹھہرا لیا احکام اسلام کو پس پشت پھینکا بلکہ انھیں پاؤں سے کچل ڈالا دو لتیوں سے کچل ڈالا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاعلیٰ۔ غرض وہ کچھ کیا جسے دیکھ کر بلکہ سن کر سچے مسلمان کا دل کانپ اٹھے۔ سر سے پاؤں تک مرتن ہو سے بیٹھے اسلام کی مدد کرنے اٹھے تھے ایسی مدد کی۔ جیسے کسی نے مرے پر بیت لات اور دی کیا اسلام کی ترقی کفریات اور اس کی مدد اس کے احکام زمین پر مار دینے سے ہو سکتی ہے۔ ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ
آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ

کاش مسلمان اب بھی آنکھیں کھولیں۔ آخر یہ خمار کب تک یہ غفلت تابکے ایک دن آنے والا ہے کہ سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ پھر کچھ بنائے نہ بن پڑے گا۔ للہ للہ آنکھیں کھولو اچھے برے کھوٹے کھرے کی تمیز پیدا کرو۔ بس اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے واسطہ رکھو۔ اسی کا نام اسلام ہے اور مسلمان کا یہی کام ہے۔ جو تمہیں اللہ و رسول کے احکام پہونچائے وہ مانو اور اسے اپنا خیر خواہ اور سچا دوست جانو۔ اور جو احکام الٰہیہ واضحہ سے منھ پھیرے اور تمہیں اس کی طرف بلائے تو اس کے پیچھے مت لگو اسے جہنم جانے دو۔ اور اپنا حقیقی دشمن جانو یہی ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1] اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ یہی ہے وہ جو حدیث کریم نے فرمایا لَا تُجَالِسُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ وَاِذَا مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْھُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْھَدُوْھُمْ[2] یعنی نہ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کے ساتھ پیو نہ ان سے بیاہ شادی کرو اور وہ جب مریض ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور وہ اگر مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

دیکھو دیکھو اللہ واحد قہار عز و جل جلالہ اور اس کے رسول دونوں جہاں کے سردار احمد مختار صلی اللہ

[1] سورہ انعام آیت ۶۸ [2] یہ حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ و عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ مرتب امجدی

تعالیٰ علیہ وسلم سے ڈرو اس وقت سے خوف کرو جب اسلام فریادی ہوگا کہ مجھے میرا ہی نام لینے والوں نے ضعیف کیا مسلم کہلانے والوں نے میری جڑ کھودی۔ مجھے نہایت بے دردی سخت بے رحمی کے ساتھ اکھیڑ پھینکا اور تم سے سوال ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشقت ہائے عظیمہ برداشت فرما کر بویا ہوا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے مبارک خون کی ندیاں بہا کر سینچا ہوا سرسبز پھلتا پھولتا اسلام کا درخت تم نے کیوں کاٹا یا کٹنے دیا۔ کیا اس دن کے لئے تم نے کوئی جواب تیار کر لیا ہے۔ کیا اس دن جب واحد قہار غضبناک ہو پر قہر فرمائے گا اور جوارح کو بولنے کا حکم دے گا کہ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ [1] تو کسی کا کوئی حیلہ بہانہ چل سکتا ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ [2]۔

اے اسلام کے مدعیو خدا کو مانو۔ جاگو جاگو۔ للہ ہوش سنبھالو۔ شام سر پر سوار ہے۔ اب اور کیا انتظار ہے جو مہلت باقی ہے۔ جب تک سانس آتی ہے۔ غنیمت جانو عظیم سفر درپیش ہے۔ وہاں کا جہاں غیر مرخوش ہے۔ منزل کڑی ہے۔ بوجھ بھاری ہے۔ تمہیں کچھ فکر نہیں۔ وہی غفلت شعاری ہے۔ ہائے کیا مستی تمہاری ہے۔ کیسی ستمگاری ہے۔ کمر ہمت چست کرو۔ سامان سفر درست کرو۔ اپنے رب کے حضور سر نیاز جھکاؤ۔ توبہ و استغفار کرو اپنے سر سے یہ گناہوں کا گراں بار اتار دھرو۔ اس تغافل کے بد ثمرے اور اس بدمستی و بے ہوشی کے برے نتیجے تم نے اب تک دیکھے۔ اور اگر تم نے اپنی حالت نہ بدلی تو اس سے سخت تر آگے دیکھو گے۔ جب تک تم دین دار تھے تمہیں بر سر حکومت و اقتدار تھے۔ تم میں کا ایک ایک ہزار پر بھاری تھا۔ تمہاری خون آشام تلواروں نے کفار پر قہر کی بجلیاں گرا دیں۔ ان کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ ہر شر کس کی دھجیاں اڑا دیں۔ عالم میں تمہاری دھاک تھی تمہارا سکہ جاری تھا۔ تمہاری عزت و شوکت تھی۔ تمہاری سطوت و ہیبت تھی۔ تمہاری زبانوں پر اللہ اکبر کے بعد ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ تھا۔ جس سے ہر کافر کے بدن پر لرزہ تھا۔ تمہارے خوف سے ہر جسم کافر لرزاں تھا اور ہر قلب مشرک تم سے ترساں تھا۔ تمہاری ہمت کا جا بجا چرچا تھا اور تمہاری شجاعت کا عام شہرہ تھا۔

غرض ہر فن میں طاق تھے۔ شہرۂ آفاق تھے۔ اب وہی تم ہو کہ خود اپنی نظر میں ذلیل ہو۔ بہ نسبت سابق بہت ہو مگر سمجھتے یہ ہو کہ قلیل ہو بات یہ ہے کہ تم صحیح نہیں علیل ہو۔ جب تو دشمنوں سے ملتے ان سے اتحاد رکھتے مشرکوں سے محبت و وداد کرتے بلکہ ان کی غلامی و انقیاد کا دم بھرتے ہو اعدائے اللہ اور دشمنان رسول اللہ سے میل جول کرتے ہو اور اس میں بھی خدا کی محبت ملحوظ رکھی ہے کہ کر اس واحد قہار سے مشغول کرتے ہو۔ اس سے استہزا نہ کرو اس کے قہر سے ڈرو اس کے غضب کو تھوڑا نہ سمجھو اس کے عتاب کو دیکھو اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ [3]

[1] سورۂ یٰسٓ آیت ۶۵ [2] مائدہ آیت ۹۱ [3] سورۂ بقرہ آیت ۱۵

ويمدهم في طغيانهم يعمهون کے مصداق نہ ہو۔ مشرکوں مرتدوں کو چھوڑو ان کی دوستی یاری سے منہ موڑو ان کے جھوٹے وعدوں کا اعتبار نہ کرو۔ بے ہودہ لغو فضول بے معنی عہدوں پر اعتماد و اعتبار نہ کرو ان کی کسی بات پر کان نہ دھرو ان سے ناتے توڑو رشتے نہ جوڑو سچے دل سے دین الٰہی و شرع رسالت پناہی عز جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مددگار بن جاؤ یاایها الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ پر عمل کرو اور یاایها الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم پر نظر فرماؤ انعام اللہ کے لئے تیار رہو اور اکرام رسول اللہ کے سزاوار ہو۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور جب وہ تمہارا مددگار ہوگا پھر وہ ایسا کون ظالم و ستمگار ہوگا جو تم پر ظلم و ستم کر سکے گا۔ جب تم اللہ و رسول کے مقبول و منظور ہو گے تمہیں مظفر و منصور ہو گے ہرگز ہرگز کسی سے مجبور نہ ہو گے کوئی تم پر غالب نہ ہوگا تم کبھی مقہور نہ ہو گے۔

کیا تم نے فرمان ربانی ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم پڑھا نہیں کیا تم نے ارشاد قرآنی یمددکم ربکم بخمسة اٰلاف من الملٰئکة مسومین دیکھا نہیں یا کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ پڑھا نہیں کیا تمہیں علم نہیں کہ مقدس اسلام کا نور اس وقت جب کہ دنیا تاریک تھی روئے زمین پر کوئی ایک بھی لا الٰہ الا اللہ کہنے والی اور ایک خدائے واحد احد صمد کی جاننے اور ماننے والی بظاہر نہ تھی صرف ایک ذات پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چمکا اور باوجود اس کے کہ اس کی راہ میں بے شمار اور ان گنتی روڑے اٹکائے گئے اور بے نہایت کانٹے بچھائے گئے ساری دنیا مخالف ہو گئی اور سب کی متحدہ کوشش ہوئی کہ یہ شمع نور بجھا دی جائے یہ پودا ابھرنے نہ پائے یہیں ابھی خاک میں ملا دیا جائے۔ یہ حقانی آواز اٹھنے نہ پائے اسے کوئی سننے نہ پائے۔ اسی لئے اس ذات مقدس کو کفار نے تختہ مشق ستم بنا لیا کبھی قتل و ہلاک کے مشورے ہوئے کبھی پتھروں کنکروں کی اس قدر بارش کی کہ جسم نازنین زخموں سے چور ہو گیا۔ کبھی افترا و بہتان کیا دیو مکر و طوفان اٹھایا ساحر و کاہن بتلایا۔ پہرہ بٹھا دیا گیا کہ کوئی ان کے پاس نہ آئے ان کی بات نہ سننے پائے۔ کبھی سب جمع ہو کر آئے اور کاشانہ اقدس کا محاصرہ شدید و سخت تر کیا۔ کبھی حضور کو بے وطن بے گھر شہر بدر کیا۔

غرض جس طرح کفر کے بادل امنڈ امنڈ کر آئے اس آفتاب نبوت پر چھائے ظلمت و تاریکی نے اپنے سائے زور دکھائے۔ مگر کیا ممکن کہ خدا کے چاہے میں کوئی خلل لائے۔ یا اس کے امر میں کسی طرح قصور آئے وہ نور کا آفتاب ان کفری بادلوں کو چھانٹتا اور ظلمات اور تاریکیوں کو دور فرماتا ہوا ایسا چمکا اور ایسا تاباں ہوا کہ دنیا کے ہر حصے کو روشن کر دیا جگمگا دیا۔ وہ پودا جسے کفار اپنی متحدہ قوت و طاقت سے پامال کر ڈالنا اور خاک میں

لہ [illegible] آیت ۱۵ ۲ سورة محمد آیت ۷ ۳ آل عمران آیت ۱۶۰ ۴ [illegible] آیت ۱۲۴ ۵ سورة البقرة آیت ۲۴۹

ملا دینا چاہتے تھے اتنا بڑھا اور پھلا پھولا جس کی شاخیں غرب سے شرق اور جنوب سے شمال تک پہونچیں اور انھوں نے اپنے خوشگوار سایہ میں اس دنیا کے بہت کثیر مسافروں کو لے لیا وہ بھیانک شور وہ بے ہودہ غل اس حقانی آواز کو دبا نہ سکا وہ آواز اٹھی اور ایسی اٹھی کہ دنیا کی ساری آبادی میں پہنچی بلکہ ہر ہر دشت و جبل میں گونجی یہی تھا رو سے قرآن نے فرمایا [illegible] کیا تم نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیسی جرأت کتنی دلیری سے لکھو کھا کفار کا مقابلہ فرمایا تین تین سو نے ہزاروں کے منہ پھیر دیئے۔ سب کے لوہے ٹھنڈے کر دیئے۔

کیا آپ حضرت صدیق اکبر کی ہمت حضرت عمر فاروق کی صولت۔ حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت حضرت عثمان غنی کی شوکت حضرت خالد و حضرت ضرار بن ازور کی دلیری جرأت بھولے ہوتے ہیں۔ جن کی کفار کے قلوب پر ابھی تک سکے بیٹھے ہوتے ہیں۔ جن کے نام سے ان کے اجسام بید کی طرح لرزتے اور قلوب تھر تھر کانپتے ہیں کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک ایک لاکھ کے مقابلہ میں صحابہ صرف دس ہزار آتے ہیں۔ اور کفار پر قہر کی بجلیاں گراتے ہیں کیا تم بھولے ہوتے ہو کہ جبلہ بن ایہم غسانی کے ساٹھ ہزار لشکر میں صرف تیس صاحب ساری رات اپنے رب کے حضور نوافل میں سر جھکا کر بسر فرما کر صبح ہوتے ہی نماز فجر سے فراغت کر کے قتال کے لئے گھس پڑتے ہیں اور ایسی لڑائی لڑتے ہیں جس سے کفار تھر تھرا اٹھتے اور آخر کار بھاگ پڑتے ہیں کفار کے دس ہزار قتل ہوتے اور دس ہزار اسیر اور مسلمانوں کے صرف پانچ شہید ہوتے اور پانچ گرفتار۔ ان پانچوں گرفتاروں کا حال معلوم کر کے ذرا دم نہیں لیتے آرام کا خیال نہیں کرتے فوراً پھر تعاقب فرماتے اور چھڑا کر لاتے ہیں۔ کیا تمہیں حضرت ربیعہ کے کارنامے بھولے ہوتے ہیں صرف تن تنہا ہزارہا کفار کے ٹڈی دل میں ان کے سپہ سالار جرجیس سے بات کرنے جاتے اور وہاں اس کے پادری سے مناظرہ فرماتے ہیں ایک دن پہلے لڑائی میں اس کے بھائی بطریق کو قتل کر چکے ہیں جرجیس کو ایک کافر یاد دلاتا ہے کہ تیرے بھائی کو اسی نے قتل کیا ہے وہ یہ سن کر ان تنہا پر حملہ کا حکم دیتا ہے اور یہ شیر کی طرح ان بھیڑوں کے گلے کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں یوں اس لڑائی کا خاتمہ فرماتے ہیں کہ ایک کافر بچ کر نہیں جاتا سب کھیت رہتے ہیں یہ صحابہ تو صحابہ ہیں کیا تمہیں محمود غزنوی کے اسی ہندوستان پر آج نہیں جب کہ ہندوؤں میں کوئی قوت نہیں جب کہ ہندو اپنی قوتوں پر پھولے نہیں سماتے تھے جیتے پر راج رکھتے حکومت جماتے تھے سترہ حملے یاد نہیں کیا تم نے شہاب الدین غوری کا نام نہیں سنا کیا تم تیمور سے واقف نہیں کیا تم بابر ہمایوں سلیم۔ جہانگیر۔ شاہجہان۔ عالمگیر وغیرہ سلاطین اسلام کو بھول گئے۔

اب تم سات کروڑ ہو جب محمود کے ساتھ کے آئے تھے تو بہت کم تھے اور کیا کیا تھا۔

بات یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے ہم جیسے مسلمان نہیں بلکہ ایک اللہ سے ڈرنے والے اپنے مذہب پر مر مٹنے والے اپنے دین کا درد رکھنے والے۔ آج اگر تم بھی ویسے ہی بن جاؤ گے تم بھی وہی ہو جاؤ گے کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین سے جہاد فرماتے ہوئے کبھی یہودی یا عیسائی سے مدد چاہی یا یہودیوں یا عیسائیوں سے قتال فرماتے ہوئے مشرکین سے استعانت فرمائی۔ بلکہ حضور نے تو یہ کیا کہ کفار امداد کے لئے آئے اور انکار فرما دیا کہ اِنَّا لَا نَسْتَعِیْنُ بِمُشْرِکٍ، اِنَّا لَنْ نَسْتَعِیْنَ بِمُشْرِکٍ ہم کافروں سے مدد نہیں چاہتے ہم مشرکین کی مدد نہ لیں گے۔ اچھا حضور کی شان تو ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے کیا صحابہ کرام سے بھی کسی نے کبھی کسی یہودی نصرانی مشرک مجوسی سے اتحاد کیا یا وداد فرمایا۔ انھوں نے تو یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کافر کو محرری دے دی جائے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی اس عرض پر کہ میرا ایک محرر نصرانی ہے حضرت عمر فاروق نے فرمایا تمہیں اس سے کیا علاقہ خدا تمہیں سمجھے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر گذارش کی۔ اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ اس پر انھوں نے فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جب کہ انھیں اللہ نے خوار کیا میں انھیں عزت نہ دوں گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کیا میں ان کو نزدیک نہ کروں گا جب کہ اللہ نے انھیں دور کیا۔ انھوں نے عرض کی بصرہ کا کام ہے اس کے بے اس کے پورا نہ ہوگا انھوں نے فرمایا مر گیا نصرانی تو ہ والسلام

یہ تو تھی صحابہ کی شان بھی عظیم اور ان کا مرتبہ بھی فخیم ہے۔ اور سلاطین اسلام کو دیکھو کیا ان میں سے کسی نے بتایا کہ نا مراد اتحاد کا شوشا۔ اکبر کا نام نہ لینا وہ اپنی نجس حرکات کے باعث مسلمان ہی کب تھا۔ اللہ کے بندو تم ہو اسلام کی نعمت حریت کو پامال نہ کرو۔ ہندوؤں کی غلامی چھوڑ دو۔ جیسے روافض کو تمہارے بزرگوں نے چھوڑا یوں ہیں تمام مرتدین سے قطع کر لو ایک خدائے واحد احد صمد پر توکل کرو اور وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ پر کاربند ہو جاؤ پھر تمہاری چاندی ہے۔ دنیا تمہاری باندی ہے۔ جسے چاہو رکھو جسے چاہو نکالو۔ اک ذرا ہوش تو سنبھالو۔ ہاں ہاں خبردار رہو جہاں اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ ہے وہیں وہیں اسی آیۂ کریمہ میں وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ ہے۔

برادرانِ امت اعلمائے کرام کی پکار سنو قوم نوح علیٰ سیدنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی طرح انکار و استکبار

لے ابو داؤد صفحہ ۲۳ رشیدیہ ‌ ‌ ٹے سورہ مائدہ آیت ۵۱ ‌ ‌ تے جہاد کی آیت ۵۱ ‌ ‌ گے آل عمران آیت ۱۶۰ ‌ ‌ ھے ایضاً آیت ۱۶۰

نہ کرو۔ ضد نہ باندھو۔ ہٹ سے باز آؤ وَجَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا[1] کی تصویریں نہ کھینچو جو دور کرنے کی ہیں انھیں دور کرو۔ ان سے نہ بھاگو وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ[2] کا تمغا نہ لو اور فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا[3] کے قصے نہ رچاؤ بری صحبت برا رنگ لائے گی تمہیں رسوا کرے گی شرمائے گی خدارا ان سے بچو اچھی صحبت اچھا رنگ رچائے گی خیر کثیر دے گی صالح بنائے گی۔ للہ اسے اختیار کرو۔ مولنا معنوی و حضرت سعدی کے ارشاد سنو ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند (معنوی)

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم (سعدی)
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ان کو ایک کان سن کر دوسرے سے اڑا نہ دو بلکہ گوش حق نیوش سے سن کر عمل کرو۔ دین و مذہب سے بے خبری علمائے امت سے بدعقیدگی کا لازمی نتیجہ اور ان سے کشیدگی کا اثر ہے۔ اور یہ ساری کلفتیں زحمتیں مشکلیں دقتیں صعوبتیں اذیتیں مصیبتیں آفتیں آنا اسی کا ثمر ہے یہی وجہ ہے کہ آج ان مسائل میں جو تیرہ سو برس پیشتر طے ہو چکے اختلاف کی گرم بازاری ہے۔ ان میں مناظرے ٹھنتے ہیں۔ اور بہت تو وہ ہیں جن پر روز روشن کی طرح مسئلہ ظاہر و باہر کر دو جب بھی انھیں انکار ہے ضد ہے اصرار ہے ہٹ ہے استکبار ہے اگر یہی رنگ ہے تو خدا خیر کرے کل کہیں توحید الٰہ و رسالت رسول اللہ پر بھی جھگڑے نہ اٹھیں۔ ابھی کئی دن کی بات ہے حدیث سے طے شدہ ہر زمانہ کے فقہائے کرام کے طے کردہ مسئلہ اذان ثانی یوم جمعہ کی داخل مسجد مکروہ ہونے اور خارج مسجد سنت ہونے پر کتنا عظیم کیسا شدید انکار ہوا ہر طرح ثابت کر دیا گیا کہ اذان حضورِ امام مسجد سے باہر ہی ہونا سنت ہے مسجد کے اندر ہونے کی ممانعت ہے مگر منکرین نے ہرگز نہ مانا وہی ایک ہانک ہانکی مرغے کی ایک ہی ٹانگ رہی۔ عبارات میں تحریفیں کیں علمائے کرام پر افترا کئے بہتان اٹھائے یہ سب کچھ ہوا مگر سنت ہونے کا کسی طرح اقرار نہ ہوا۔

یوں ہی آج یہ مسئلہ جہاد و خلافت و قربانی و ترک موالات ہے۔ جس پر آئے دن جھگڑا ایک بات ہے خدا کی شان وہ لوگ جو کھلے کھلے کفروں پر تکفیر نہ کرتے تھے ان مسلمانوں کو جنھوں نے وہابیہ وغیرہم کے وہ داغ

[1] سورۂ نوح آیت ۷۔ [2] سورۂ اعراف آیت ۷۹ [3] سورۂ نوح آیت ۶

کفر کے کوہن میں اسلام و دین کی گنجائش نہیں ان کی تکفیر کی۔ کافر کا خطاب دیتے تھے ان مسلمانوں کے یہاں کفر کی مشین بناتے تھے آج خود واقعی کافر ہیں۔ آج ان کے یہاں بے شک کفر کی مشین ہے جس میں زبردستی کفر کے ٹھپے ڈھلتے ہیں۔ آسمان کا تھوکا منھ پر پڑتا ہے اور چاند پر خاک ڈالنے کا یہی حاصل ہوتا ہے کہ وہ لوٹ کر اسی کے منھ پر اور آنکھوں میں پڑتی ہے جو اس پر خاک ڈالتا ہے۔ آج ان لوگوں کے نزدیک جو ہندوؤں سے اتحاد نہ کرے اٹلا کافر ہے جو ہندوؤں سے محبت و وداد کو ممنوع و ناجائز کہے وہ کافر ہے۔ جو کھدر نہ پہنے کافروں کا ساتھی ہے جو انگریزی ملازمت کرے کافر ہے۔ جو ہندوؤں کی غلامی نہ کرے اسلام کا دشمن ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ مسئلہ اذان پر تو تعامل تعامل پکارا جاتا تھا۔ اجماع اجماع کی رٹ تھی۔ جو در حقیقت غلط تھا جس کی کوئی اصل نہ تھی اور جن پر واقعی اجماع ہے جن پر فی الحقیقت تعامل ہے تو وہ تعامل و اجماع پکارنے والے بات بات پر توارث کی رٹ لگانے والے سنت کا نام لیے آپے سے باہر ہو جانے والے اب کہاں بے خود و مدہوش ہیں یا در خواب خوش خرگوش ہیں۔ اب کیوں خاموش ہیں مگر ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ اللہ عزوجل ہدایت دے آمین۔

آج یہ فتنۂ شدھیۂ ارتداد

تمہارے اسی نامراد اتحاد اور محبت و وداد اور غلامی و انقیاد کا نتیجہ ہے۔ سچ کہو کیا پہلے بھی کسی نام کے مسلمان کو بھی ہندو ہوتے دیکھا ہے۔ اللہ اکبر دھوتی پرشاد اور یہ ہمت۔ گھاس کھانے والوں میں یہ جرأت اے مدعیانِ اسلام! تم نے انھیں جری کیا ——— تم نے انھیں یہ ہمت دلائی تم نے انھیں دلیر بنایا۔ ہاں ہاں تم نے انھیں ابھارا۔ نہ تم ان پر ایسے ہوش کھو کر حواس گم کر فدا و نثار ہوتے نہ وہ یوں تمہیں قابل پا کر تمہارے شکار کو تیار ہوتے نہ تم اپنے ماتھوں پر تلک لگواتے نہ تم قشقے کھنچواتے نہ تم تلک کی ارتھی اٹھاتے اور اسے مرگھٹ تک پہونچاتے نہ تم رام رام ست کہتے جاتے نہ تم جے کارے لگاتے نہ تم انھیں مسجدوں میں لے جاتے اور انھیں مسجد کے منبر پر مسلمانوں سے اونچا بٹھاتے نہ تم ان کو مسلمانوں کا واعظ بناتے نہ تم یوں ان کے فوٹو کھنچواتے تصویریں اترواتے نہ تم یہ روز بد دیکھتے اور اوروں کو دکھاتے آج میدان ارتداد میں منشی رام شردھانند کا وہ فوٹو جو مسجد جامع دہلی میں اس کے منبر پر بیٹھے ہونے اور لکچر دینے کا لیا گیا ہے ملکانوں کو دکھا دکھا کر مرتد کیا جا رہا ہے۔

شرم شرم۔ هَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۝ نہ تم ہندوؤں کے طاغوت گاندھی کو اپنا ہادی اپنا راہبر اپنا امام اپنا پیشوا اپنا راہنما اپنا فخر کہتے نہ تم اس کا اندھا دھند اتباع کرتے نہ تم اس پر قرآن و حدیث کی تمام عمر نثار کرتے نہ تم اسے مذکر مبعوث من اللہ جانتے نہ تم اسے نبی بالقوۃ مانتے۔ نہ تم اسے جبریل امین کا لقب روح اعظم دیتے نہ تم اسے خضر و مسیحا بلکہ تمام انبیا بلکہ سید الانبیاء سے افضل بتاتے۔ نہ تم اس کے آگے ملائکہ کے سر جھکاتے۔ نہ تم آج ہندوؤں کی ہمتیں اتنی بڑھاتے کہ وہ یہ کہنے پاتے کہ مسلمانوں کے تمام مقامات مقدسہ بلکہ کعبہ مکرمہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے۔ نہ تم یہ کلمہ خبیثہ خود سنتے نہ اوروں کو سنواتے شرم شرم شرم هَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۝[1]

اے کاش مسلمان اب بھی بیدار ہو جائیں تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہنود بے بہبود کو ان کی اس دریدہ دہنی ان کی اس ناپاک حرکت اور صریح گستاخی اور سخت بدلگامی اور ہرزہ سرائی کا مزا چکھا دیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں۔ اور اپنے بزرگوں کی یاد تازہ فرما دیں اسلام کا پرچم ان کے سروں پر لہرا دیں خدا کے پسندیدہ دین کا علم ان کے قلب و دماغ میں نصب کرا دیں شجر اسلام ان کے سینوں میں لگا دیں۔ مسلمانو اٹھو للہ جلد اٹھو امتحان کا وقت ہے آزمائش کا عہد ہے دیکھو دیکھو کسوٹی پر پورے اترو پیارے اسلام کی مدد کرو۔ اگر خدا نخواستہ تم نے بے پروائی کی اور اس کی مدد نہ کی تو واللہ واللہ ثم واللہ کہ اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا اس کا ذرا نقصان نہ ہوگا تم ہی بگڑ جاؤ گے۔ تم ہی نقصان اٹھاؤ گے تم ہی ٹوٹا کھاؤ گے تم ہی خراب و خستہ دست و پابستہ قیامت میں آؤ گے بلکہ دنیا ہی میں اس بے حمیتی اس بے حیائی اس بے غیرتی کا مزہ پاؤ گے۔ اسلام کا مالک اسلام کا حافظ اللہ واحد قہار ہے وہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے اس کے دشمنوں کو برباد کر دینے والا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔[2] قوم نوح کو کس نے ہلاک کیا نمرود مردود کو مچھر سے کس نے تباہ کیا۔ عاد و ثمود کو کس نے برباد کیا فرعون کو کس نے غرق کیا اصحاب فیل کو چھوٹے سے پرند ابابیل سے کس نے عصف ماکول جیسا بنایا۔

وہی ان ہنود کی اس خواب کی تعبیر لائے گا مگر دیکھنا تمہارا ہے کہ تم کیا کام کرتے ہو تم کیسا صدا سلام رکھتے ہو۔ بسا تعجب ان مدعیان اسلام سے جو باوجود ہنود بے بہبود کی ان نجس حرکات شنیعہ کے آج تک وہی پرانا بے ہودہ بے سرا راگ گائے جاتے ہیں وہی اتحاد و اتفاق حرام کی رٹ لگائے جاتے ہیں علمائے کرام اہلسنت کثرہم اللہ و شکر مساعیہم نے بارہا ان کی جن اباطیل کا رد فرمادیا دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے دکھا دیا جھوٹوں کو گھر تک پہونچا دیا مگر وہ ہیں کہ وہی فرمائے جاتے ہیں۔ اسلام پر یہ وقت ہے مگر انھیں فتنہ پردازی جھگڑے بازی سوجھی ہے جگہ جگہ یہ جھگڑے اٹھائے جاتے ہیں۔ شاہجہان پوری و لاہوری سوالات کے جواب میں یہ رسالہ مبارکہ

[1] سورۂ مائدہ آیت ۹۱ [2] سورۂ حجر آیت ۹

طرق الھدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد جو باعتبار حجم بہت مختصر مگر نہایت مدلل جامع ہے مخالفین کے زعم باطل اور خیال عاطل اور وہم فاسد وکاسد کا قامع ہے انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے بہت ہی نافع ہے۔ حاضر ہے ملاحظہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مصنف مدظلہ کی سعی مشکور اور انھیں اجر موفور بطفیل حضور پر نور شافع یوم النشور صلی وسلم علیہ الملک الغفور عنایت کرے آمین۔ وانا الفقیر ابو الشرف محمد شرف الدین اشرف الجاشی غفر لہ المولی القوی العلی بجاہ حبیبہ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ از لاہور حویلی پتھراں والی موچی دروازہ مرسلہ خلیفہ شہاب الدین صاحب ۲۱ محرم ۱۳۴۱ھ

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ پ۱۰ الانفال رکوع ۸۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ جو فرض مندرجہ بالا آیت کی رو سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی تعمیل کس طرح ہوسکتی ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں اور نہ ہی عمل کرنے کے لئے کوئی طریق کار سوچیں تو کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس فرض کی اہمیت اسلام میں کس درجہ کی ہے۔

مکرمی معظمی جناب مولٰنا مولوی صاحب دام الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف؟ فتوی ہٰذا جناب کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے اس پر غور کیجئے اور قرآن مجید اور حدیث نبوی سے اس کا شان نزول دیکھئے اور لکھئے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کو کیا سمجھا اور اس پر کس طور سے عمل کیا اور اس سے کیا فوائد مترتب ہوئے۔ کیا اب یہ آیت منسوخ ہے یا ہمارے لئے بھی کوئی مفید سبق رکھتی ہے۔ اگر رکھتی ہے تو کیا علماؤں نے اس کی تبلیغ واضح طور پر کردی ہے اگر نہیں کی تو کیا اب کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر اب بھی تیار نہیں تو کیا اس آیت کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ (پ۲ ع۳) اگر آتے ہیں تو کیوں اب بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور کیوں اپنی عاقبت کو تائب ہو کر سنوار نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ اس آیت پر عمل نہ کرنے سے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچ چکا ہے اور اگر آئندہ بھی عمل نہیں کیا گیا تو کس قدر نقصان

پہونچے گا خدا کے لئے میری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھایئے اور خلق خدا کو راہ راست پر لایئے میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور اب آپ اپنا فرض ادا کیجئے۔ والسلام خاکسار خلیفہ شہاب الدین۔

الجواب۔ چند مقدمات استماع فرمایئے کہ وضوح حق بروجہ اتم واکمل ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ نور حق آفتاب نصف النہار سے زیادہ تاباں درخشاں ہو کر شپرہائے مخالفین کو خیرہ کر دے اور معاندین کی نگاہوں میں چکاچوند مچادے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ[1]۔

(۱) ہم مسلمانوں کے آقا و مولیٰ ملجا و ماویٰ نبی کریم رؤف و رحیم رافع مناصب واعلام نافع اسقام دافع جملہ آلام شافع انام شارع اسلام علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء الکرام وصحبہ العظام وآلہ الفخام افضل الصلاۃ واکمل السلام تمام عالم کے لئے رحمت عام ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسی لئے ان کی مقدس شریعت نہایت سمحہ سہلہ ہے والحمد للہ تعالیٰ وہ پاک ہے اس سے کہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو فوق طاقت وقوت بشر اور انسانی وسعت سے باہر ہو ان پر جس کتاب کریم یعنی قرآن عظیم نے نزول فرمایا یہ ارشاد فرماتا آیا لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[2] اور یہ فرمان الٰہی سناتا آیا فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ[3] یونہیں یہ ارشاد فرمایا لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[4] خود آپ نے جو فرمان نقل کیا اس میں بھی مَا اسْتَطَعْتُمْ ہے حدیث[5] میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ۔

(۲) یونہیں یہ پاک شریعت اس سے منزہ ہے کہ بے فائدہ وعبث امر کا حکم فرمائے قال اللہ سبحنہ وتعالیٰ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ[6]۔ ھذا کلہ ما افادہ امامنا مجدد المائۃ الحاضرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) اپنی عزت وجان ومال خصوصاً جان کی حفاظت تو اہم فرائض سے ہے یہاں تک کہ اعظم فرائض نماز سے بھی اہم تر ہے کہ نماز اور سب فرائض فرع ہیں اور وجود اصل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ[7] اپنے ہاتھوں اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(۴) فتنہ وفساد سخت شنیع وقبیح ومنہی عنہ ہے قال عز من قائل لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ[8]۔

(۵) ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے جو کام کل کا ہے آج نہ ہوگا یا جو کل ہو سکتا تھا وہ آج نہیں ہو سکتا کہ پہلے کا وقت آیا نہیں اور دوسرے کا وقت گذر گیا۔ یونہیں ہر بات کہنے کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے بے موقع بے محل بات کہنا لوگوں کو ہنسنے کا موقع دینا ہے ایسی بات لغو بے ہودہ اور بے اثر بلکہ مضر ہوتی ہے ——

کہ ہر سخنے موقع و ہر نکتہ مقامے دارد۔ جب یہ مقدمات خمسہ ممہّد ہو لیے اب اصل مقصود کی جانب ہو چلیے۔

فاقول وعلی اللہ اعول۔ ان مقدمات سے ظاہر ہوا کہ جو حکم انسانی قوت وطاقت بشری وسعت و استطاعت سے باہر ہو، وہ ہرگز حکم شریعت مطہرہ نہیں جس حکم میں کوئی فائدہ نہ ہو عبث ولغو ہو وہ ہرگز ہماری پاک شرع کا حکم نہیں جس حکم میں بے فائدہ اتلاف جان واہلاک نفس ہو وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں۔ یونہی جس حکم سے سوتے فتنے جاگیں فساد برپا ہوں وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہو سکتا۔ اب یہ خود دیکھ لو کہ یہاں اس وقت حکم جہاد میں تکلیف مالایطاق ہے یا نہیں۔ اس میں کوئی فائدہ ہے یا سراسر مضرت۔ جانوں کی بے وجہ ہلاکت ہے یا حفاظت۔ فتنہ وفساد کی اثارت ہے یا اماتت۔ اس میں مسلمانوں کی عزت ہے یا ذلت۔ یہ حکم قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر۔ ان امور پر غور کر لینے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا۔ اصلا خفا نہ رہے گا۔ کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں لڑنے کا حکم دینا صحیح نہیں اور تکلیف فوق الوسعت نہیں کیا ایسوں کو جو ہتھیار چلانا بڑی بات ہے اٹھانا نہیں جانتے جن کے وہم میں بھی کبھی نہیں گزرا کہ بندوق کس طرح اٹھاتے تلوار کیونکر تھامتے مارتے طمنچے کیسے چلاتے ہیں جنھوں نے کبھی جنگ کے ہنگامے لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے۔ انھیں توپوں کے سامنے کر دینا کچھ زیادتی نہیں کیا ایسوں سے میدان کرانا اور ان کی جانیں مفت گنوانا عبث نہیں کیا یہ فتنہ وفساد نہیں کہ مسلمانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں اس سے قبیح کیا اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا ایک مسلمان ایک کعبہ نہیں ہزار ہوں ان سے زیادہ افضل وبہتر ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر ست | از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

فتح المستمل میں ہے علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں حرمۃ المسلم الواحد ارجح من حرمۃ الکعبۃ۔ تو ایک جان مسلم کا اتلاف کعبہ ڈھانے سے بدتر ہے بلکہ ساری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے ناحق قتل سے کہیں ہلکا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم۔[1] رواہ الترمذی والنسائی عن ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ایسی حالت میں جہاد جہاد کی رٹ لگانا غیر قوموں کو اپنے اوپر ہنسانا اور ان سے یہ طعن اٹھانا ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور جب کہ وہ ان شنائع قبائح پر مشتمل ہے حرام حرام حرام ہے وہ ہرگز حکم شرع نہیں شریعت پر افترا و زیادتی

---

[1] جامع ترمذی جلد اول صفحہ ۲۵۹، [2] خیر صفحہ ۲۳۰

ہے جو آج اسے حکمِ الٰہی و امرِ حضرت رسالت پناہی ٹھہرا رہے ہیں مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں وہ اللہ و رسول پر افترا کرتے بہتان باندھتے ہیں اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ اور فرماتا ہے رب تبارک وتعالیٰ ﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ اور ارشاد فرماتا ہے عز وعلا۔ ﴿وَیْلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی﴾۔ اور فرماتا ہے جل جلالہٗ وعم نوالہٗ ﴿لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ﴾ یہاں کے نہتے بے سروسامان جنگ سے ناواقف مسلمان ان پر تو ان پر خود سلطانِ اسلام جس کے پاس سامانِ حرب بھی ہو اور باقاعدہ فوج بھی وہ اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں یہ فوج و سامان انھیں کافی نہ ہوگا تو ایسی حالت میں اسے ان سے پہل ناجائز ہے کتب میں یہ مسئلہ مصرح ہے شامی رد المحتار میں فرمایا هذا اذا غلب علی ظنه انه یكافئهم والا فلا یباح قتالهم۔

خود اس گاندھی امت کے لیڈر اعظم مولوی عبد الباری کو مسلم ہے کہ یہ وقت وقتِ جہاد نہیں اور یہ کہ وہ نامفید اور بے ضرورت اہلاکِ نفس ہے۔ وہ اپنے رسالہ ہجرت میں کہتے ہیں "میں کشت وخون کو خصوصاً محض حملہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے اسباب مجتمع نہیں" اسی رسالہ میں لکھتے ہیں "اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلاضرورت جائز نہیں قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہمیں عذر ہے" جہاد تین قسم ہے یہ حکمِ حرمت اس وقت یہاں سنانی سے خاص ہے جسے آج لیڈران فرض ٹھہرا رہے ہیں رہے لسانی وجنانی وہ بفضلہٖ تعالیٰ علمائے سنت و تمام اہلسنت نے کیے کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔ لیڈران الٹے چلے کہ جو حرام تھا اسے فرض بتایا اور جو فرض تھا اسے اپنے چہیتے اپنے پیارے ہندوؤں کے ساتھ حرام کیا۔

اصل یہ ہے کہ وہ گاندھی کو اپنا امام و پیشوا ہادی و رہنما جانتے بلکہ نبی بالقوہ بلکہ نبی بالفعل مانتے کہ اسے مذکر مبعوث من اللہ کہتے اور اس پر ساری عمر قرآن و حدیث قربان و نثار کرتے ہیں صاف صاف لکھتے ہیں خدا نے ان کو (گاندھی) کو مذکر بنا کر بھیجا ہے ان کو (گاندھی) کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے ؎

عمر یکہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی

لہٰذا گاندھی کے اقوال واحکام پر سر منڈاتے اور احکامِ اسلام کو پس پشت ڈالتے ہیں اس کے مخالف

۱ سورۂ نحل آیت ۱۱۶ ۲ سورۂ نحل آیت ۱۰۵ ۳ سورۂ طٰہٰ آیت ۶۱ ۴ سورۂ آل عمران آیت ۶۱

اسلام اقوال کو قرآن و حدیث کا جامہ پہناتے رہیں۔ جو کچھ وہ کہتا ہے یہ کہتے ہیں جو وہ کرتا ہے یہ کرتے ہیں غرض اتباع ہوا پرستی کرتے ہیں۔ ورنہ کیا آج سے قبل قرآن عظیم میں آیات جہاد و ترک موالات نہ تھیں۔ کیا وہ دن بھولے جا سکتے ہیں جب کہ قرآن عظیم سے یہی آج بڑے لمبے چوڑے دعوے ترک موالات از نصاریٰ کرنے والے نیا چودھویں صدی کی اس جماعت پیش پیش ہیں نصاریٰ کے بندہ درہمی بنے ہوئے تھے ان کی اطاعت فرض ٹھہراتے تھے انھیں اولی الامر منکم میں شمار کراتے تھے ان سے بے سرتابی کو حرام اور ان پر چڑھائی کو بغاوت و فساد فرماتے تھے مسلمانوں پر باغی مجرم مفسد خطاوار ہونے کا حکم لگاتے تھے۔ آج یہ نصاریٰ ظالم ہیں کل تک یہی رحم دل نیک دل مہربان تھے آج ان کی کچہریوں میں ظلم ہوتا ہے کل تک عدل و انصاف ہوتا تھا آج ان میں مقدمات لے جانا حرام ہوئے آج یہ سمجھا ہے کہ وہاں خلاف شرع فیصلے ہوتے ہیں کل تک یہی کچہریاں عدالتیں تھیں۔ بلکہ عدالتیں تو آج تک کہا جاتا ہے۔ مگر یہ اجتماع نقیضین عجیب ہے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر وہابیہ دیابنہ کی کتاب تذکرۃ الرشید ہے جو ان کے ایک امام مرحوم کی سوانح ہے اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات سے اپنے اس امام مرحوم رشید احمد گنگوہی کی واقعہ گرفتاری و رہائی کا تذکرہ کیا ہے اسی میں ان نصاریٰ کو جو آج بحکم گاندھی کافر ہوئے جن سے آج باتباع گاندھی موالات حرام و کفر ہے موالات تو موالات مجرد معاملت بھی ناجائز ہے۔ جو باوجود اس اعتراف کے کہ اس زمانہ ۵۷ء میں ہزارہا بندگان خدا ناکردہ گناہ پھانسی چڑھائے گئے (تذکرۃ الرشید صفحہ ۷۳) ظالم نہ تھے آج بقول گاندھی ظالم ٹھہرے وہ بھی جب جب کہ جلیان والے باغ کا واقعہ پیش آیا۔ ورنہ کانپور کی مسجد پر مسلمانوں کے سینے چھلنی ہوئے دہلی میں کیا کیا کشت و خون نہ ہوئے کل تک وہ مالک تھے یہ مملوک تھے وہ سردار تھے یہ غلام تھے وہ مخدوم تھے یہ خادم تھے یہ بندے تھے وہ سرکار تھے وہ پیارے تھے یہ ان کے جاں نثار تھے کہ انھیں افسر و سرکار و مالک کے معزز القاب رحم دل نیک دل مہربان کے خطاب تھے۔ اور ان کے مقابل مسلمان باغی مفسد مجرم خطاوار تھے انھیں نصاریٰ پر اپنے امام مرحوم کی جاں نثاری کو بڑے فخر و مباہات کے ساتھ بیان پر کہا۔

آپ کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا ہو غول کے غول پھرتے تھے حفاظت جان کے لئے البتہ پاس تلوار رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم نانوتوی اور طبیب روحانی حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا

اس نے اٹل پہاڑ کی طرح پا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھ میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔"

اللہ اللہ۔ یا بایں شورہ شوری یا بایں بے نمکی۔ کہ نری معاملت سے آدمی کافر ہو جائے۔ یا کم از کم حرام کار ٹھہرے۔ لطف یہ کہ وہی انگریز ہیں وہی ان کا مذہب وہی ان کی گفتار وہی رفتار وہی کردار اور اس سے بڑھ کر نادان اور احمق کون جو واقعہ فاجعہ کانپور پیش نظر ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دے کہ اب مسلمانوں کی محبت نے انھیں انگریزوں کے ساتھ طرز عمل بدلنے پر مجبور کر دیا جب ترکوں پر مظالم دیکھے رہا نہ گیا۔ اپنے بھائیوں کے لئے اپنے سرکاروں سرداروں مالکوں سے منھ موڑ لیا اپنے پیاروں سے وہ رشتہ جاں نثاری توڑ لیا۔ اگر کوئی بدعقل ایسا کہے تو اس کا جواب اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ[1] حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ کیا کانپور اور دہلی کے مسلمان مسلمان نہ تھے کیا ان پر ظلم نہ ہوئے کیا وہ مسلمان نہ تھے جو غدر میں شریک تھے جن سے انگریزوں کی جانب سے یہ لڑے یا مسلمان تو تھے مگر اس ہمدردی کے قابل نہ تھے یہ ہمدردی ترکوں ہی کے لئے خاص ہے دوسرا اس میں ان کا شریک نہیں ہو سکتا اگر ہے تو وجہ فرق کیا ہے کہ ترکوں پر جو ظلم کرے وہ ایسی سزا کا مستحق ہو اور ساری دنیا کے مسلمانوں پر شوق سے ظلم کرے ان کی بلا جانے یہ ٹس سے مس نہ ہوں وہ فقرات صفحہ وار درج ذیل ہیں جن میں نصاری کی وہ تعریفیں مدحیں منقبتیں اور مسلمانوں کی وہ کچھ توہینیں تنقیصیں تذلیلیں ہیں۔

اپنی سرکار سے باغی صفحہ ۳ ے۔ سرکاری خیر خواہ صفحہ ۴ ے، تھانہ بھون سرکاری فوج سے گھیر لیا گیا حاشیہ صفحہ ۴ اپنی سرکار کے مخالف صفحہ ۵ ے، سرکار پر جاں نثاری صفحہ ۵ ے۔ سرکاری خیر خواہ صفحہ ۶ ے، ملازمان سرکاری صفحہ ۶ ے۔ سرکار کے نزدیک باوجاہت صفحہ ۷ ے۔ سرکاری بغاوت صفحہ ۷ ے۔ سرکاری خطاوار صفحہ ۹ ے۔ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے صفحہ ۹ ے۔ آپ (رشید احمد) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا کیا ہوگا اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔ ملازمان سرکاری صفحہ ۳ و ۱۹۔ رحم دل گورنمنٹ صفحہ ۳ ے، ایضاً صفحہ ۶ ے۔ نیک دل عیسائی صفحہ ۳ ے الزام بغاوت صفحہ ۳ ے ۵۷ء وہ سال تھا جس میں (گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا صفحہ ۲ ے، بغاوت کا علم قائم کیا فوجیں باغی ہوئیں صفحہ ۳ ے۔ ینکسی صاحب انگریز نے جو باغیوں کی سرکوبی کے لئے حکم موت کا

[1] ابوداؤد جلد دوم ص ۳۴۹

مجاہدین کو ضلع سہارن پور میں متعین کیا گیا مخبری کی حاشیہ صفحہ ۳ ۔ گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اٹھالیا صفحہ ۴ ۔ مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا نہ تھا صفحہ ۵ ۔ جب بغاوت وفساد کا قصہ فروہوا صفحہ ۶ ۔ باغیوں کی سرکوبی شروع کی صفحہ ۶ ۔ نہ ایسی اندھی جنگ بغاوت کبھی دیکھی یا سنی صفحہ ۶ ۔ باغی کی اعانت سرکاری بغاوت صفحہ ۷ ۔ ان کو باغی ومفسد اور مجرم وسرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا صفحہ ۹ ۔ مفسدوں میں شریک صفحہ ۳ ۔ کھلم فساد کھلم کھلا بلند کیا صفحہ ۳ ۔ مفسدوں میں شریک ہونے کی راہ چلائی صفحہ ۴ ۔ مفسدوں سے مقابلہ صفحہ ۴ ۔ جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھٹا صفحہ ۶ ۔ بزدل مفسدوں کو صفحہ ۶ ۔ یہ نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے صفحہ ۶ ۔ جماعت مفسدین صفحہ ۹ ۔ ہمارا کام فساد کا نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی صفحہ ۵ ۔ کچہری کے عالیشان کمرے اور عدالت کے وسیع مکانات صفحہ ۶ ۔ عدالت سے حکم ہوا صفحہ ۴ ۔ جس وقت حاکم کا حکم عدالت ۔ یہ ہے جان کی اتباع ہوا وہوس کی تصویر کا دوسرا رخ ۔

اب کمیٹی مسمیٰ بہا جمیعۃ العلماء اور ہر خلافت کمیٹی سے ضروری سوال ہے

ایسے لوگ جنھوں نے اس گورنمنٹ کو جس کی نسبت آپ ہی حضرات کا یہ فتویٰ ہے کہ جو اس سے موالات یا معاملت کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور دین ڈھائے گا اور معاذ اللہ ان کو آپ یشن و تمک موالات ہو جائے گا رحم دل نیک دل مالک سرکار وغیرہ کہیں ان کی دلی خیر خواہی کا دم بھریں ان پر جاں نثاری کو تیار ہوں تیار ہی نہیں بلکہ گزریں ان کی جانب سے مسلمانوں سے لڑیں اور اسے فخریہ خوشی خوشی بیان کریں ۔ ان کی کچہری کو عدالت کہیں دجن کی نسبت آپ آج فرماتے ہیں کہ ان میں سراسر ظلم ہوتا ہے جنھوں نے ان کے وہ اکرام و مدحیں کیں اور مسلمانوں کو دشنام و ذلتیں دی گئی ہیں کیا ہیں ۔ جھوٹے دروغ باف کذاب مستحق لعنت و عذاب نامحق باہر خوشامدی ظالم سودی کفار کچھ ہیں یا کچھ نہیں ۔ سچے پکے مسلمان ہیں اس لئے کہ جمیعۃ العلماء یا خلافت کمیٹیوں کے ارکان ہیں ۔ آپ لوگوں کے نزدیک ۔ ایسے ظالم کو بلکہ کسی کافر کو جس سے ایسے ظلم بھی نہ صادر ہوتے ہوں سرکار و مالک وغیرہ کہنا جائز ہے یا ناجائز ۔

اس حدیث کا کیا مطلب ہے لا تقولوا للمنافق سید فانہ ان یک سیدا فقد اسخطتم ربکم اور حدیث اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلک العرش کے کیا معنی ہیں ان دونوں حدیثوں سے ان کا کیا حکم ہوگا جنھوں نے فاسق ومنافق نہیں کھلے کافروں کی تعریفوں کے وہ پل باندھے ۔

ملہ بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۳

کافر کو نیک دل کہنا کیسا ہے۔ ان پر جاں نثار کرنے والے کا کیا حکم ہے۔ کافروں کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنا کیا حکم رکھتا ہے۔ کافروں کے جانب دار گروہ سے اگر کوئی قتل ہو گیا شہید ہوگا۔ جو اسے شہید کہے اس کا کیا حکم ہے۔ بغاوت کے کیا معنی ہیں۔ باغی کا کیا حکم ہے کیا غدر کے مسلمان باغی تھے بلا وجہ شرعی مسلمانوں کی توہین وتفسیق کرنے والوں کا کیا حکم ہے مسلمانوں کو ناحق ایذا دیں اور ایذا دینے والے کی بابت حکم شرعی کیا ہے کافروں کی کچہریوں بلکہ مسلمانوں کی کچہریوں کی جن میں خلاف شرع فیصلے ہوتے ہیں انہیں عدالت کہنا کیسا ہے اور قائل کا کیا حکم ہے؟ ان باقرار خود ملوکین نصاریٰ جاں نثاران گورنمنٹ دلی خیر خواہان انگریزان مقاتلین ومحاربین با مسلمانان متفسقین ومؤذین مومنان سے جو میل جول رکھے اس کی نسبت حکم شرعی کیا ہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو ان کی ایک ایک وقت کی دعوت میں پانچ پانچ سو اڑائیں وہ بھی اپنے نہیں بلکہ غریب مسلمانوں نے جو روپیہ نہایت عرق ریزی سخت جانکاہی سے کمایا اور اپنے مظلوم ترک بھائیوں کی امداد کے لئے دیا اس پر اس بے دردی سے چھری چلائیں ان کا شاندار استقبال کریں کرائیں غرض کوئی دقیقہ ان کے اعزاز و اکرام کا اٹھا نہ رکھیں انھیں صدر جلسہ صدر جمعیت کریں بلکہ بعض کو شیخ الہند بنائیں۔ کیا آج سے پہلے انگریز یا انگریز نہ تھے یا وہ مسلمان جو غدر میں پھانسیاں دیے گئے دریائے شور بھیجے گئے سخت سزایاب ہوئے جو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے گئے وہ مسلمان نہ تھے۔ یا جب تک (معاذ اللہ) قرآن عظیم میں ترک موالات وجہاد کے احکام نہ تھے آج گاندھی نے جسے آپ لوگ مذکر معبوث من اللہ مانتے ہیں بتائے ہیں۔ بینوا بیانا شافیا۔

مسلمانو! جمعیت و کمیٹی کے لوگ جو کچھ جواب دیں مگر تم جانتے ہو کہ انگریز جب بھی انگریز ہی تھے مسلمان نہ تھے اور غدر کے مسلمان بھی ضرور مسلمان تھے اور قرآن عظیم میں یہ احکام بھی بلا ریب تھے۔ اور یہ لوگ گاندھی کے بتانے سے پہلے بھی قرآن پڑھتے اور ان احکام الہیہ کا علم رکھتے تھے۔ تو پھر ظاہر کہ بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ یہ لوگ پابند ہوا و ہوس ہیں جب انگریزی سلطنت میں اپنا سوخ بڑھتا اعتبار جمتا تھا الہٰذا رنگ وہ تھا اب ہوس سوراج اور آزادی خود مختاری کے نشہ اور سلطنت کرنے کی خواہش کی ترنگ میں رنگ یہ ہے۔ کہ گاندھی کے بندے ہیں جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں عمر قرآن وحدیث تک اس پر نثار کرتے ہیں۔ غرض خدا کے بندے وہ جب تھے نہ اب ہیں۔ قرآن اوامر اسلامی احکام نہ جب مانتے تھے نہ اب عوام کو بہکانے اور جاہلوں کو پھسلانے کے لئے نام قرآن وحدیث کرتے ہیں پہلے انگریزوں کے جاں نثار تھے اب گاندھی پر مرتے ہیں۔ اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام ومسلمین گاندھی بددین کا حکم ہے۔ جیسے پہلے ہجرت سے نقصان پہونچانے مسلمانوں

کے خانماں برباد کرائے ان کی بیش بہا جائدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے سب کے کوشے کرائے غریب مسلمانوں سے اتنا روپیہ کہاں تھا یوں اپنے ہندو بھائیوں کو دلوائے۔

یوں ہی یہ مسئلہ جہاد نکال کر اس نے چاہا کہ مسلمانوں کو جن کی روح بالکل فنا ہو چکی ہے کچھ یوں ہی سی رمق باقی ہے یہ بھی کیوں رہ جائے بالکل تباہ کرائے۔ اگرچہ بظاہر گاندھی کی پالیسی یہ نہ ہو اور وہ اخباروں میں یہ شائع کرتا ہو کہ میرا مذہب کشت و خون کو روا نہیں رکھتا مگر ادنیٰ تامل سے یہ نکتہ حل ہو سکتا ہے غور فرمائیے جو لوگ بے حکم گاندھی کے پوالہ نہ توڑیں وہ بغیر اس کے مشورہ کے ایسے امر عظیم کا نام کیونکر لیتے معلوم ہوا کہ ضرور اس نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم جہاد جہاد پکارو اور اس سے انگریزوں کو مرعوب کر لو اور ہمیں دوسری پالیسی سے کام نکالوں گا عقل ہوتی تو اس مسئلے کو سمجھتے مگر عقل تو گاندھی نے لے لی سمجھے کون۔

مسلمانو! تم نے دیکھ لیا ہے تمہارے رب کریم کے ارشاد یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا[1] کی کھلی تصدیق۔ اور ابھی کیا ہے اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے تو دیکھو گے اور اپنے کئے کا مزا چکھو گے ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

کاش تم اب بھی سنبھلو اور ان گندم نما جو فروشوں سے بھاگو۔ ان کی تو دلی خواہش ہے کہ تم مشقت میں پڑو قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

آپ کے سوالات کے اصل مقصد کا جواب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ ہو لیا مگر اب دوسرے طور پر ہر ہر سوال کا جواب علیحدہ علیحدہ دیتے ہیں ــــــــــــــــ اللہ عزوجل اپنی کتاب کریم قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ[2] اور ارشاد فرماتا ہے عزجلالہ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ[3] اور ارشاد ہوتا ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ[4] اور فرماتا ہے عزنوالہ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ[5]۔

جو فرض ان آیات کریمہ مندرجہ بالا سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی تعمیل کس طرح ہو سکتی ہے (آپ اگر علم رکھتے ہوں تو آپ ورنہ خود گاندھی امت کے علما و لیڈر سے دریافت فرما کر مطلع کیجئے) اگر مسلمان ان پر عمل نہ کریں اور نہ ہی عمل کرنے کے طریق کا سوچیں تو کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں (ترک فرض پر مسلمان

[1] آل عمران آیت ۱۱۸ [2] توبہ آیت ۷۳ [3] ایضاً آیت ۲۹ [4] ایضاً آیت ۵ [5] ایضاً آیت ۱۲

ندرے کا سوال عجیب ہے) نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس فرض کی اہمیت اسلام میں کس درجہ کی ہے فتوی (استفتا) لہذا جناب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے اس پر غور کیجئے (اور اگر خود علم نہ رکھتے ہوں تو انھیں لیاڈر گاندھوی ملت کو دیدیجئے کہ وہ غور کریں) اور قرآن و حدیث نبوی سے اس کا شان نزول دیکھئے (زیادہ دیکھیں مگر قرآن عظیم سے شان نزول دیکھنا ہے عجیب) اور دیکھئے کہ آیا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا کیجئے علمائے صلعم یا صرف ص لکھنے کو تنقیص شان رسالت اور لکھنے والے پر حکم کفر فرمایا ہے) نے ان آیات کو کیا سمجھا اور ان پر کس طور سے عمل کیا ہے اور اس سے کیا فوائد مرتب ہوئے کیا اب یہ آیات منسوخ ہیں (یا اب مشرک ندرے مسلمان ہو گئے کیا گاندھی اور لاجپت رائے اور مدن موہن مالوی وغیرہ ائمہ کافر نہیں) یا ہمارے لئے ابھی کوئی مفید سبق رکھتے ہیں اگر رکھتے ہیں تو کیا علماؤں (علما) نے ان کی تبلیغ واضح طور پر فرمادی ہے اگر نہیں کی تو کیا اب کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں اگر اب بھی تیار نہیں تو کیا اس آیت کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں [1] اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ (الکتمون) یوں لکھئے ن اور ت کے درمیان الف نہیں وَالْھُدٰی ...... وان (دانا) یہاں کا الف بینت میں لکھ دیا برابر ہو گئے التواب الرحیم اگر آتے ہیں تو کیوں اب بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور کیوں اپنی عاقبت کو تائب ہو کر سنوارتے نہیں لیتے نیز یہ بھی عرض ہے کہ اس پر بھی غور کیجئے (لیاڈر غور کریں) کہ ان آیات پر عمل نہ کرنے سے اسلام کو کس قدر نقصان پہونچ چکا ہے اور اگر آئندہ بھی عمل نہیں کیا گیا تو کس قدر نقصان پہونچے گا خدا کے لئے ہماری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھائیے اور خلق خدا کو راہ راست پر لائیے ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور اب آپ یا وہ لیاڈر اپنا فرض ادا کریں۔ جو جواب آپ یا وہ لیاڈر دیں اپنے ان سوالات کا ادھر سے بھی وہی جواب سمجھ لیں۔

مہربانا! بات وہی ہے کہ ہر فرض بقدر قدرت و بشرط استطاعت ہے آپ مذکورہ سوال میں خود یہ شرط موجود تھی غور فرماتے حاجت سوال نہ ہوتی۔ اگر آپ میں قوت و استطاعت ہے بسم اللہ فرمائیے آپ کو کس نے روکا ہے کرم فرمایا یہ عرض محض بنظر خیر خواہی اسلام و مسلمین اور ابتغاءً لمرضات رب العالمین وحبیبہ رحمۃ للعالمین ہے نہ معاذ اللہ برائے رہنمائے کافرین یا بخوف فاجرین اور مخالفین و معاندین کے افتراؤں بہتانوں کے جواب کو قرآنی ارشاد [2] فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

حررہ الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری البریلوی
عفی عنہ المولی القوی بجاہ حبیبہ محمد المصطفیٰ النبی الامی

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۵۹ [2] سورۂ آل عمران آیت ۶۱

مسئلہ ۔ از شاہجہاں پور مسئولہ جناب منشی مقبول حسین خاں صاحب رضوی سلمہ ۱۰ ذی الحجۃ الحرام سنہ ۴۰ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کی نسبت کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ

۱۔ خلافت صحیحہ شرعیہ کس کا حق ہے؟ زید کا یہ قول کہ خلافت صحیحہ بموجب حدیث شریف صرف حضرت امام حسن علیہ السلام تک رہی پھر بصورت سلطنت ہو گئی اب خلافت کہاں رہی کیسا ہے؟

۲۔ ترک موالات و ترک معاملات میں کیا فرق ہے؟

۳۔ کیا نان کوآپریشن شرعی ترک موالات نہیں ہے؟

۴۔ قربانی کرنا صاحب نصاب پر واجب ہے یا نہیں؟ اگر زید عمرو سے یہ کہے کہ اس وقت تم قربانی نہ کرو اور بلکہ یہی روپیہ کہ جس سے قربانی کروگے خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ دو یا فنڈ مجروحین دے دو۔ دوسرے قربانی گاؤ کرنا ناجائز بھی ہے کیونکہ امیر افغانستان و علماء و مفتیان افغانستان نے اس پر فتوی دے دیا ہے کہ قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جاوے۔ قول زید شرعاً کیسا ہے؟ اور بموجب قول زید عمل کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

۵۔ کیا زکوٰۃ امداد ترک و مہاجرین و تحفظ سلطنت اسلام کے لئے دی جا سکتی ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب

الجواب ۔ خلافت کا مستحق وہ ہے جو ساتوں شرط خلافت کا جامع ہو یعنی مرد ہو۔ عاقل ہو۔ بالغ ہو۔ مسلم ہو۔ حر ہو۔ قادر ہو۔ قرشی ہو۔ یہ ساتوں شرطیں ایسی ضروری ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی کم ہو گی خلافت صحیح نہ ہو گی۔ تمام کتب عقائد میں اس کی تصریح ہے۔ تبرک کے لئے امام ابو البرکات نجم الملۃ والدین عمر نسفی اور سعادت اندوزی اور جہالت کی پوری دہن دوزی کے لئے علامہ سعد الملۃ والدین عمر تفتازانی کا ارشاد عرض کروں وہ اپنی کتاب عقائد اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ویکون من قریش ولا یجوز من غیرھم یعنی یشترط ان یکون الامام قرشیا لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام الائمۃ من قریش وھذا وان کان خبرا واحدا لکن لما رواہ ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ محتجا بہ علی الانصار ولم ینکرہ احد فصار مجمعا علیہ ویشترط ان یکون من اھل الولایۃ المطلقۃ الکاملۃ ای مسلما ذکرا عاقلا بالغا اذ ما جعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا والعبد مشغول بخدمۃ المولی مستحقر فی اعین الناس والنساء ناقصات عقل ودین والصبی والمجنون قاصران عن تدبیر الامور والتصرف فی مصالح الجمھور سائسا ای مالکا للتصرف فی امور المسلمین قادرا علی تنفیذ الاحکام وحفظ حدود دار الاسلام وانصاف المظلوم من الظالم[1]

(ترجمہ) امام قریش سے ہو غیر قریشی کا امام ہونا جائز نہیں یعنی امام کا قرشی ہونا شرط ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ

[1] شرح عقائد نسفی ص ۱۵۵

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الائمۃ من قریش سب ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اس وقت جب کہ انصار و مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں امامت پر گفتگوئیں ہوئیں فریق اول چاہتا تھا کہ امام انصار سے ہو اور فریق دوم کی خواہش تھی کہ مہاجرین سے آخر اول نے کہا کہ ایک امام ہمارا ہم میں سے ہو اور تمہارا تم میں سے) انصار پر حجت کے لئے روایت فرمایا اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا (انصار نے یہ ارشاد سرکار ابد قرار سنا سر اطاعت خم کیا وہ اصرار چھوڑ دیا اپنا دعویٰ واپس لے لیا) تو اس شرط قرشیت پر اجماع صحابہ ہو گیا اور اس میں امت سے کوئی بھی مخالف نہ ہوا خوارج اور چند معتزلہ نے خلاف کیا۔ اور امام کا ولایت مطلقہ کاملہ کا اہل ہونا شرط ہے یعنی مسلمان حر عاقل بالغ ہو (مسلمان ہو کافر نہیں ہو سکتا) کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کافروں کو کوئی راہ نہ دی اور (آزاد ہو غلام نہ ہو) کہ غلام (ایک تو) اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہوگا (دوسرے) لوگوں کی نگاہ میں حقیر اور (مرد ہو) کہ عورتیں عقل و دین میں مردوں سے کم ہوتی ہیں اور (عاقل بالغ ہو) کہ بچہ اور پاگل تدبیر امور اور تصرف فی مصالح الجمہور سے قاصر ہیں اور شرط ہے کہ سیاست والا ہو یعنی امور مسلمین میں تصرف کا مالک ہو تنفیذ احکام اور حفاظت دار الاسلام اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے پر قادر ہو انتہی۔

آج اس دور پُر فتن میں جہاں اسلام پر اور چند در چند مصائب نازل ہیں۔ اختلاف و تشتت و افتراق کی گرم بازاری بھی ہے بلکہ یہی ساری مصیبتوں کی اصل الاصول ہے۔ شرط قرشیت جس پر اجماع امت ہو چکا آج اسے غیر ضروری اور بے کار ٹھہرایا جاتا اور اجماع صحابہ و اتفاق سائر ائمہ و اطباق جمیع علما کو نہایت بے دردی سے توڑا جاتا ہے باوجود تصریحات علما کہ یہ شرط قطعی اجماعی ہے مثلاً شروح مواقف و مقاصد کا ارشاد اجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ دیکھ کر بھی رکیک و پادر ہوا اور دور از کار تاویلات سے کام نکالنا چاہا جاتا ہے مثلاً کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث امر نہیں خبر ہے جیسے القضاء فی الانصار۔ جیسے اس سے قضا انصار ہی میں منحصر نہ ہوگئی یوں ہی اس حدیث سے خلافت قریش نہ میں۔

فقیر عرض کرتا ہے یہی سہی کہ امر نہیں خبر ہے مگر کیسی خبر ایسی خبر کہ جس کی بابت دوسری حدیث میں ارشاد ہوا لایزال ھذا الامر فی القریش مابقی من الناس اثنان[2] (یعنی) یہ امامت قریش ہی میں رہے گی جب تک آدمیوں میں سے دو بھی رہیں کیا القضاء فی الانصار کے متعلق بھی کسی اور حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قضا انصار ہی میں رہے گی جب تک ان سے دو بھی رہیں گے ؟ کبھی کہا جاتا ہے " علما و ائمہ نے سلطنتوں کے ڈر سے اس شرط کو خواہ مخواہ بڑھا رکھا ہے " " قاضی عیاض سے اس کی ابتدا معلوم ہوتی ہے " " اجماع کا ثبوت مشکل

---

[1] کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹۶ [2] احمد بن حنبل، مسلم جلد ثانی صفحہ ۱۱۹

ہے یہ محققین اہلسنت قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں، یہ مثال کے لئے امام ابوبکر باقلانی کا نام تنہا بھی لے دیا جاتا ہے۔

گذارش ہے کہ اگر تمام محققین اہلسنت اس شرط سے عدول فرماتے نہیں نہیں صرف امام ابوبکر باقلانی ہی خلاف کرتے تو کتب عقائد میں یہ کیوں ہوتا کہ اس میں سوائے خوارج اور چند معتزلہ کے اور کسی کا خلاف نہیں مثلاً شرح عقائد نسفی میں ہے [1] لم یخالف فیہ الا الخوارج وبعض المعتزلۃ یا یہ بھی سلطنتوں کے خوف سے کیا کہ امام ابوبکر باقلانی اور محققین کا خلاف چھپا لیا صرف خوارج وبعض معتزلہ کا دکھایا۔

لیڈرو پنڈرو اللہ سے ڈرو کیوں امام اور تمام محققین پر افترا کرتے ہو محض اجماع صحابہ کرام کا شنیع الزام ان کے سر دھرتے ہو۔ فرمان قرآن [2] انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون کی بھی خبر رکھتے ہو۔ نہیں نہیں تم اور قرآنی ارشاد سے خبر خانہ ایسوں سے گلہ شکوہ بے کار جن کی عمر آیات واحادیث ہیئت پرست (گاندھی) پر نثار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز القہار۔ ائمہ کرام وعلمائے اعلام پر جو کتمان حق اور مداہنت فی الدین کے دو شنیع الزام رکھے اس کی جزا اللہ واحد قہار کے یہاں ہے [3] وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون مگر اتنی گذارش ہے کہ علامہ علی قاری کس دل گردے کے تھے کہ باوجود سلطنت ترکیہ ایدھا اللہ ونصرھا علی اعدائہا میں سکونت کے پھر بھی وہی فرمایا جو اگلوں نے خلفائے عباسیہ کے ڈر سے کہہ دیا تھا شرح فقہ اکبر [4] میں فرمایا شرط ان یکون الامام قرشیا لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الائمۃ من قریش وھو حدیث مشہور ولیس المراد بہ الامامۃ فی الصلاۃ بعینہ الامامۃ الکبری (یعنی خلیفہ قرشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد ہے الائمۃ من قریش سب ائمہ قریش سے ہیں۔ یہ حدیث مشہور ہے اور اس میں نماز کی امامت بالاجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالف خوارج ہیں یا چند معتزلی۔

اور حضرت محقق علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالی کتنے جری تھے جنہوں نے غنیۃ شرح منیہ میں جہاں کچھ ایسی ضرورت بھی نہ تھی یہ فرمایا [5] الخلیفۃ الآن والذی یکون بمصر فانما یکون خلیفۃ اسما لا معنی لانتفاء بعض شروط الخلافۃ فیہ علی ما لا یخفی علی من لہ ادنی علم بشروطہا یعنی آج کل کوئی خلیفہ نہیں اور وہ جو مصر میں ہے وہ تو نام کا خلیفہ ہے۔ حقیقی نہیں کہ بعض شروط خلافت اس میں موجود نہیں جسے شروط خلافت کا ذرا بھی علم ہو اس پر یہ ظاہر ہے ————— بہت ممکن کہ یہ سلطان سلیم عثمانی ہی کے متعلق ہو کہ سنہ ۹۲۳ھ میں مصر ان کے قبضہ میں آگیا تھا اور علامہ حلبی مذکور نے مصر ہی میں تعلیم پائی اور عہد

[1] شرح عقائد نسفی ص ۱۵۱ [2] سورۃ نحل آیت [illegible] [3] سورۃ کہف آیت [illegible] [4] شرح فقہ اکبر ص [illegible] مطبوعہ [illegible] [5] غنیہ [illegible] [6] کنز العمال [illegible]

مدت تک رہے پھر قسطنطنیہ آئے اور وہیں تشریف رکھی سلطانی مسجد جامع کے امام مقرر ہوئے اور حضرت فاضل سعدی چلپی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دار القراءۃ میں مدرس رہے اور ۹۵۶ھ میں وصال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

اور اگر غنیہ ۹۲۳ھ سے پیشتر کی تصنیف ہو تو اگرچہ ان سلطان سلیم کے متعلق نہ سہی دور خلفائے عباسیہ کے بعد سلطان سلیم عثمانی کے وقت تک بہت سی سلطنتیں ہوئیں اکراد کی سلطنت ہوئی اور ترکوں کی سلطنت ہوئی چراکسہ کی سلطنت ہوئی غرض جس کسی کے عہد میں غنیہ تصنیف ہوئی ہو اس کے متعلق ہے۔ مگر تقدیر کے اچھے تھے کہ کسی نے ان سے باز پرس نہ کی۔

اور علامہ شامی نے تو غضب ہی کر دیا کہ خاص سلاطین ترک کا تغلب صراحت سے فرمایا۔ رد المحتار میں ہے۔ قد تکون بالتغلب مع المبایعۃ وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن ——— لیڈران سرشاران بادۂ گاندھویت دیکھیں کہ علما کی زبانیں اور ان کے قلم حق بولنے حق لکھنے سے کبھی نہیں رکتے وہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسول دونوں جہان کے مالک ومختار علیہ الصلاۃ والسلام کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتے تم بحکم المرء یقیس علی نفسہ آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس۔ انھیں اپنا سا جانتے ہو جیسے خود خوشامد میں مسجد کانپور رسرک کرآئے۔ اللہ کے گھر کو ہرکرد مہ کے سوئے تک کی رہگذر بنا آئے۔ اے مدعیان علم وتہذیب وادب۔ علما کی شان میں گستاخ نہ ہو۔ انھیں اپنے پر قیاس نہ کرو۔ مولانا معنوی کے ارشاد سے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اشقیا را دیدۂ بینا نہ بود — نیک وبد در دیدۂ شاں یکساں نمود
ہمسری با انبیا برداشتند — اولیا را ہمچو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ — ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ

پر نظر رکھو ائمہ کرام وعلمائے عظام کی بے ادبی کھیل نہیں۔ آدمی کو کہاں سے کہاں پہونچا دیتی اور کیا سے کیا بنا دیتی ہے ——— عزیزانِ ملت! ان لیڈروں کو باوجود ادعائے سنت ودعوائے علم ومشیخت اس قید قطعی ابدی ترشیت کو نکلنے اور خوارج کے جال اور معتزلہ کے پھندوں میں پھنسنے کی کیا حاجت ہے انھوں نے مسلمات

اسلامیہ کے پامال کرنے میں کیا نفع سوچا ہے اور ان کی اس بیہودہ حرکت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ سلطان المسلمین ترکی اللھم انصرہ وانصر من نصرہ واخذل اعداءہ الکفرۃ الفجرۃ اللھم دمر دیارھم وقصر اعمارھم وزلزل اقدامھم ولاتجعل لھم علیہ وعلینا سبیلا کی حرمت وعزت کے لئے خدمت حرمین محترمین کیا کم ہے ان کی سلطنت علیہ کی حفاظت وحمایت کے لئے خلافت کی شرط حماقت ہے تحفظ وامداد سلطنت اسلام کے لئے امامت کبریٰ شرط ہی کب ہے جس کے لئے یہ لغو وفضول وبے معنی کد ہے سلطنت اسلام تو سلطنت اسلام ہے سلطان تو سلطان ہیں ہر فرد مسلم پر ہر فرد مسلم کی خیر خواہی لازم ہے الدین النصح لکل مسلم[1] ارشاد پاک حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر ناطق ہے ھذا وان شئت التفصیل فعلیک بالکتاب الجلیل۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش۔

خلافت راشدہ کاملہ بے شک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رہی۔ عند التحقیق یہ صحیح نہیں کہ پھر خلافت ہی نہ رہی ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور خاندان عباسیہ میں تو ۹۵۰ھ تک رہی ہاں جب سے اب تک خلافت سے دنیا خالی ہے اہل حل وعقد کے نزدیک[2] ارشاد پاک حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم تکون بعد ھا ملکا عضوضا[3] سے راشدہ کاملہ مراد ہے شرح عقائد میں فرمایا الخلافۃ ثلثون سنۃ ثم بعدھا ملک وامارۃ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخلافۃ الخ وقد استشھد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی راس ثلثین سنۃ من وفات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمعٰویۃ ومن بعدہ لایکونون خلفاء بل ملوکا وامراء وھذا مشکل لان اھل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبدالعزیز مثلا ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لایشوبھا شیئ من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ تکون ثلثین سنۃ وبعدھا قد تکون وقد لاتکون۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ ومجدہ اتم واحکم۔

جواب (۲) موالات ومعاملت میں فرق عظیم ہے دونوں بعید ہے موالات قطعاً یقیناً ہر کافر سے مشرک ہو یا کتابی ذمی ہو یا حربی اگر حقیقیہ ہے کفر ہے اور صوریہ ہے تو حرام ہے جس پر کثیر آیات قرآنیہ ناطق اور مجرد معاملت سوا مرتد کے سب سے جائز والتحقیق التام فی المحجۃ المؤتمنۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۳) ہرگز نہیں کما ھو مذکور فی رسائل اھل الحق واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب (۴) قربانی ہر آزاد مسلمان صاحب نصاب پر ایام اضحی میں کسی دن کرنا واجب ہے یا سنت مؤکدہ

[1] صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۴ [2] ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ [3] ترمذی جلد دوم صفحہ ۴۵

اس میں اختلاف ہے ہمارے امام اعظم و امام محمد و امام بن زفر و حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک واجب اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت میں وجوب ثابت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ وَجَدَ سَعَةً وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا[1] (یعنی) جو وسعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے یہی وہ حدیث ہے جس سے امام اعظم وغیرہ ائمہ مذکورین نے وجوب کا حکم فرمایا اور ایک روایت میں امام محمد و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اسے سنت مؤکدہ فرماتے ہیں۔ فتوی قول اول ہی پر ہے اور وہی مختار للفتوی متون کا مسئلہ ہے ہدایہ میں فرمایا[2] الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى اما الوجوب فقول ابي حنيفة ومحمد وزفر والحسن واحدى الروايتين عن ابي يوسف رحمهم الله تعالى وعنه انها سنة وهو قول الشافعي وذكر الطحاوي ان على قول ابي حنيفة واجبة وعلى قول ابي يوسف ومحمد سنة مؤكدة وجه الوجوب قوله عليه السلام من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا ومثل هذا الوعيد لا يلحق بترك غير الواجب ۱ھ مختصرا۔

یعنی قربانی ہر آزاد مسلمان مقیم صاحب نصاب پر یوم اضحیٰ میں کرنا واجب ہے۔ وجوب امام اعظم و امام محمد و امام زفر و حسن کا قول ہے۔ اور ایک روایت میں امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے کہ واجب ہے۔ اور دوسری روایت میں ان سے یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول پر واجب ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد کے قول پر سنت مؤکدہ۔ وجوب کی وجہ ارشاد پاک حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا ہے۔ کہ ایسی وعید ترک غیر واجب پر نہیں فرمائی جاتی۔

خیر اگر سنت ہی رکھیں تو بھی ترک کرنا اور کرانا سخت گناہ اور اصرار سے فسق اور پناہ بخدا مستحق عذاب نار و مصداق من ترك سنتي لم ينل شفاعتي (اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہونا ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے (عمداً) میری سنت ترک کی وہ میری شفاعت نہ پائے گا اعاذنا الله من تركها ورزقنا شفاعة حبيبه المصطفى عليه التحية والثنا ـــــــ قربانی اراقۂ دم ہے وہ روپیہ فقرا کو یا کمیٹیوں وغیرہ میں دیدینے سے ادا نہ ہوگی درمختار میں ہے فتجب[3] التضحية اى اراقة الدم من النعم عملا لا اعتقادا یہاں تک کہ اگر قربانی کا جانور بے ذبح کیے تصدق کر دیا قربانی ادا نہ ہوئی واجب ذمہ پر رہا۔ اور اگر ذبح کر کے سب اپنے صرف میں لے آیا فقرا کو کچھ نہ دیا قربانی ہوگئی واجب سر سے اتر گیا۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ بعد ذبح اس کا

[1] ابن ماجہ ص ۲۳۲ [2] ہدایہ آخرین ص ۴۴۳ [3] درمختار مع شامی جلد پنجم ص ۲۲۰ کوئٹہ

گوشت فقرا کو دیدے رد المحتار میں ہے الدلیل علی وجوب الاراقۃ انہا لو تصدق بعا حیۃ لا یخرج عن الواجب اما التصدق بلحمہا بعد الذبح فتجب حتی لو لم یتصدق بہ جاز اھ۔ زید پر توبہ فرض ہے اس نے اپنے اس قول میں کہ تم قربانی نہ کرو بلکہ یہی روپیہ جس سے قربانی کرو گے خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ اور موپلا فنڈ میں دیدو۔ دوسرے قربانی گاؤ کرنا ناجائز ہے ــــ چار گناہ عظیم کئے (۱) نہی عن المعروف (۲) امر منکر (۳) و (۴) علم کے تقوی دیانت شریعت گڑھی اور شرع مقدس پر افترا کیا اور بحکم حدیث لعنت ملٰئکہ سمٰوات وارض کو اوڑھا۔ کہ حدیث میں فرمایا[1] من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السمٰوات والارض۔ رواہ ابن عساکر عن امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دلیل ملاحظہ ہو کتنی معقول ہے کہ کیونکہ امیر افغانستان و علماء مفتیان افغانستان نے اس پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جائے" اولاً وہ جو امیر صاحب کی طرف منسوب اشتہار شاہجہاں پور کے کسی ہندو نے طبع کرایا ہے۔ وہ ہرگز امیر صاحب کا نہیں۔ ان پر اور وہاں کے علماء پر محض افترا اور عظیم بہتان ہے جبکہ قرآن عظیم میں صاف ارشاد ہے[2] ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔ اس سے عامہ مسلمین آگاہ ہیں کوئی ایسا ہی جاہل ہوگا جسے اس کا علم نہ ہوگا پھر سنت سے ثابت کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی گاؤ فرمائی۔ تو ایک ایسے امر کو جو قرآن سے ثابت حدیث سے ثابت جائز ہی نہیں بلکہ مسنون اسے امیر صاحب ایدھم اللہ ونصرھم اور علماء کیسے ناجائز فرما سکتے ہیں۔ ثانیاً بالفرض غلط و امیر صاحب کا یہی حکم بھی حجت شرعیہ نہیں ما احل اللہ کو حرام کر دینا اور اسے ناجائز قرار دینا کسی کا کام نہیں جو اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے انھوں نے حرام فرمایا وہ حرام ہے۔ قول زید بدتر از بول ہے اور اس پر عمل حرام حرام حرام قربانی گاؤ شعائر اللہ سے ہے قال تعالیٰ[3] والبدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ مسلمانوں پر اس کا کرنا اور جاری رکھنا واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب۔ (۵) ادائے زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے بے فقیر کو دیئے ادا نہ ہوگی درمختار میں ہے[4] لا یصرف الی مسجد لعدم التملیک وھو الرکن زر زکاۃ مسجد میں نہ صرف کیا جائے گا کہ تملیک فقیر نہیں اور وہ رکن ہے۔ ترکوں موپلوں میں جو فقراء ہوں اور کسی کو زکاۃ کا روپیہ دیا جائے کہ وہ انھیں ان کی طرف سے دیدے یوں زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ خلافت کمیٹیوں یا موپلا فنڈ میں دینے سے اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ زر زکاۃ فقراء کو پہونچا کہ روپیہ یہاں بھی صرف ہوتا ہے بلکہ بہت زیادہ وہی ہے جو یہاں رہ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ زکاۃ کا روپیہ جو حق فقراء تھا وہ انھیں پہونچ بھی گیا اور جب یہ یقین نہیں تو اطمے

[1] کنز العمال احادیث ۱۴۱ [2] بقرہ آیت ۶۷ [3] سورۂ حج آیت ۳۶ [4] درمختار مع شامی جلد دوم ص ۹۸ مطبوعہ کوئٹہ

زکاۃ کا حکم کیسے صحیح ہو سکتا ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

حررہ الفقیر عبدہ المذنب مصطفیٰ رضا

القادری النوری غفرلہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقیر عبد الرحمٰن عفی عنہ

اصاب من اجاب۔ فقیر حسنین رضا قادری نوری بریلوی

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد حشمت علی غفرلہ بریلوی

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ۔ فقیر عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ القوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب صواب والمجیب مثاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہری عفی عنہ

الاجوبۃ کلہا صحیحۃ ومجیبہا مصیبٌ۔ فقیر عبید الرضا محمد طاہر الرضوی السہرامی غفرلہ اللہ الصمد

ہذہ الجوابات کلہا صحیحۃ ومجیبہا مصیبٌ۔ حررہ العبد الفقیر ابو سراج عبد الحق رضوی عفی عنہ تلمیذ مولانا وبالفضل اولانا المولوی محمد وصی احمد غفرلہ اللہ العلی۔

فی الواقع مسائل مستفسرہ میں حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مدظلہم العالی نے جو تحقیق انیق فرمائی ہے وہ تمام ان بحثوں کو ختم کرتی ہے جن پر دور حاضر میں تلاطم مچا ہوا ہے جوابات صحیح وصواب ہیں فللہ در المجیب فقط فقیر محمد اسمٰعیل غفرلہٗ طبیب ریاست بہاول پور۔

جوابات صحیح ہیں۔ عمر نعیمی

۲۸۶۔ جزی اللہ القریب المجیب الفاضل المجیب اللبیب خیر الجزاء ویثیب فانہ اجاد فیما افاد و اصاب فیما اراد واللہ سبحنہ اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

بسمہ سبحانہ عز وجل

حامداً ومصلیاً ومسلماً

لنا ما علیہ رضا المصطفیٰ طریق الرشاد منال المنی

لقد فاز من اقتفی اثرہ نجی واھتدی من بہ اقتدی

ارشاد الٰہی جل وعلا۔ آیت۔ ما عھدالیھم ما استطعتم الخ کے متعلق۔ لاہور سے وارد شدہ ایک استفسار کے جواب میں۔ اکمل الفضلا افضل الکملا۔ اجل العلماء الاذکیا۔ انبل النبلا۔ جان قبلہ جانم شاہزادۂ والا شان عزیز سعید کریم محامل محترم حضرت مولینا مولوی مفتی شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب لازال بجلائل المفاخر والمعالی والمواھب کا لکھا ہوا اور فاضلانہ محققانہ شاملانہ مبرہن فتوی مسمی بہ طریق الھدی والارشاد جس میں ماشاء اللہ تعالیٰ انحلال عقدۂ سوال و وضوح حق وظہور حکم شرعی کے ساتھ ساتھ۔ علی رغم زعم الزاعم۔ استفتاء وخط ذیل استفتاء کے مواد حکم اور شرعاً نہ ادعاء کے ہر ہر ادا کی پوری پوری ناز برداری بھی ہوگئی ہے) ہمارے پاس آیا اور اس تحریر فیض تنویر کے مطالعہ سے ہم مشرف ہوئے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب فاضل لبیب کا تحریر فرمودہ یہ جواب بتائیدہ تعالیٰ نہایت صحیح اور عین صواب مطابق مراد ومنشار سنت وکتاب ہے۔ و للہ درہ وعلی اللہ اجرہ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم —— فقیر محمد عبد السلام ضیاء الصدیقی رضوی جبل پوری کان اللہ تعالیٰ لہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی حبیبہ النبی الکریم

ان ما قال المجیب الفاضل بن الفاضل قد اتی بالحق فیہ والصواب الکامل انی قد تشرفت بمطالعۃ ھٰذہ الرسالۃ الجلیلۃ المبارکۃ التی الفھا سیدنا الفاضل العلامۃ الکامل الفھامۃ اللبیب اللوذعی الفطین۔ مولینا المفتی الشاہ مصطفےٰ رضا خاں ادام اللہ تعالیٰ ظلالہ واسبغ علیہ وعلینا نعمہ نعمہ وافضالہ فوجدتھا متقنۃ بالحجۃ متینۃ بالکتاب والسنۃ۔ واسأل اللہ تعالیٰ ان یجعلھا کاسمھا طریق الھدی والارشاد للامۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ الفقیر عبد الباقی محمد برہان الحق القادری الرضوی الجبلفوری غفرلہ

مسئلہ۔ اس وقت کثرت سے لوگ ایسے ہیں جو امامت سے خارج ہیں کہ ان کے فعل ناجائز چشم دید مع شاہدین دکھادیئے گئے۔ مگر یہ لوگ نہ امامت کرنا چھوڑتے ہیں اور نہ فعل ناجائز سے توبہ کرتے ہیں تو اس پر زید ایسے اماموں کے پیچھے نماز باجماعت نہیں پڑھتا۔ تو عمرو بکر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم جماعت کا ثواب کیوں چھوڑیں کہ ناجائز کام کرنے والے اماموں کی کثرت ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ یہی نہیں ہم تو ایسے خارج الشرع اماموں کے پیچھے نماز جماعت جمعہ بھی نہ پڑھیں۔ مطابق امام مقبول شرع دور ملنے پر ہم نہ جاسکیں تو ہم جمعہ کی نماز بھی ظہر کی ادا کر لیتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں زید گنہگار ہوتا ہے؟ اور عمرو بکر وغیرہ کے اقوال صحیح ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ نہیں کہ امام معصوم ہو۔ امام فاسق معلن نہ ہو۔ فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جمعہ کی نماز تو بے جماعت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا امام اگر فاسق معلن بھی ہو اور کسی غیر فاسق معلن کے پیچھے نماز جمعہ نہ مل سکے تو اسی فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنا لازم جمعہ کا ترک حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۸۶
۹۲

سیف الجبار علی کفر زمیندار

القسورة علی ادوار الحمر الکفرة

۱۳۴۳ھ

ظفر علی رمة من کفر

۲۵ — ۶۱۹

ترجمہ

حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ۔ باقر گنج بریلی شریف

عرضِ مترجم

سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کا یہ فتویٰ اب سے تقریباً پچاس سال قبل انجمن حزب الاحناف لاہور کی جانب سے طبع ہوا تھا۔ بعدہٗ ایسا نایاب ہوا کہ اس کتاب کا تذکرہ سرکار مفتی اعظم ہند کی تصانیف میں اب تک کسی مقام پر میری نظر سے نہیں گذرا۔ بلکہ رازی زماں حضرت علامہ مبین الدین صاحب محدث امروہوی علیہ الرحمہ کی نظر سے تقریباً تین سال قبل جب پہلی مرتبہ گذرا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ میں نے بھی اب تک حضرت کا یہ رسالہ نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ حضور مفتی اعظم ہند کی صحبت میں وہ ایک طویل عرصہ تک بریلی شریف میں قیام پذیر رہے۔

مجھے بھی یہ رسالہ مطبوعہ تو نہیں مل سکا۔ البتہ محب محترم فاضل جلیل حضرت مولانا سید شاہد علی صاحب رضوی رام پوری شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور نے فوٹو اسٹیٹ نسخہ مرحمت فرمایا جس پر ان کا شکر گذار ہوں۔ رسالہ اپنی کتابت وطباعت کے اعتبار سے قدیم طرز پر تھا آیات واحادیث اور دیگر عربی عبارات کا ترجمہ بھی نہیں تھا۔ میں نے اس کو نقل کیا اور پھر تمام عربی عبارات کا ترجمہ بھی کیا۔ آیات کا ترجمہ تو کنز الایمان سے ہی نقل کیا۔ اور دیگر عبارات کا ترجمہ خود کیا۔ اس طرح ترتیب جدید کے ساتھ ہدیہ قارئین کر رہا ہوں جہاں کوئی خامی دیکھیں وہ اسی حقیر سراپا تقصیر کی جانب منسوب کرتے ہوئے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اسے درست کر دیا جائے۔ حضرت کا قلم اس سے پاک ہے۔ چند آیات کا ترجمہ حضرت نے خود فرمایا ہے اس لئے ہر جگہ کنز الایمان سے مطابقت بھی ضروری نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ میری اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۹ر صفر المظفر ۱۴۱۰ھ

تمہید حمید

از ـــــــ حضرت مولانا مولوی سید ابوالبرکات سید احمد صاحب سنی حنفی قادری رضوی نوری
صدر انجمن حزب الاحناف لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار ہزار حمد اس کی وجہ کریم کو جس نے ہم کو حق عطا فرمایا اور حق پر استقامت بخشی اور حق کے مقابل تمام باطل کو خاک و خون میں غلطاں فرمایا۔ ہمیں اہلسنت وجماعت میں داخل فرما کر اپنے پیارے حبیب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بندہ بنایا۔ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا شرف بخشا۔ تمام مذاہب باطلہ سے کنارہ کشی کا ہم کو حکم فرمایا۔ صاف ارشاد کیا۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ[1]۔ جو کسی کافر بدمذہب سے موالات و دوستی کرے وہ بھی انھیں میں سے ہے۔ انھیں کی طرح کافر ہے۔ محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہم کو سنایا کہ۔ لا تواکلوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تجالسوهم[2]۔ بدمذہبوں کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو نہ نشست و برخاست رکھو نہ ان سے انس و محبت رکھو۔ وایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[3] (ان بدمذہبوں) سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ الحمد للہ والمنۃ کہ محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو ان احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشی۔ مگر مطلع علی الغیوب مخبر صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگاہ فرما چکے ہیں کہ یاتی علی الناس زمان الصابر فیهم علی دینه کالقابض علی الجمر رواه الترمذی[4]۔ آخر زمانے میں گمراہی اور فتنہ بڑھے گا۔ آدمی کو اپنا دین سنبھالنا ایسا دشوار ہوگا جیسے ہاتھ میں انگارا لینا۔ نیز فرماتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا ویمسی مومنا ویصبح کافرا الحدیث۔ صبح کو آدمی مسلمان ہوگا اور شام کو کافر شام کو مسلمان ہوگا اور صبح کو کافر العیاذ باللہ۔

آج اس فرمان والاشان کی تصدیق ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک طرف مرتد قادیانی اٹھتا ہے دعوی نبوت ومسیحیت کا دعوی کرتا ہے اور کلمۃ اللہ سیدنا علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی تضحیک توہین وتکفیر کرتا ہے۔

[1] سورۂ مائدہ رکوع ۱۱، [2] مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰، [3] کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۳۲، [4] جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۲

دوسری طرف دیوبندی فتنہ کھڑا ہوتا ہے اور اللہ و رسول کی عظمت پر ناپاک حملے کرتا ہے۔ تیسری طرف نیچری مرتد نکلتا ہے۔ وہ معاذ اللہ تمام قرآن و حدیث کو باطل کر دیتا ہے۔ ایک گوشہ سے چکڑالوی خبیث پیدا ہوتا ہے اور رب العزت کے نائب اعظم خلیفۂ مطلق مختار کل سید رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک ڈاکئے کے برابر بنا کر ان کی احادیث کریمہ کو بالکل جھوٹ بک دیتا ہے۔ ایک سمت سے رافضی فرقہ خارج ہوتا ہے اور قرآن عظیم کو ناقص ساتا جبریل امین علیہ السلام کو خائن بتاتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو سب و شتم کرتا ہے۔ ایک طرف فرقہ ضالہ ندویہ ابھرتا ہے اور ہر کلمہ گو بدمذہبوں مرتدوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کو فرض قطعی بلکہ ایمان بتاتا ہے۔ مرتدین و مبتدعین کے رد کو خدا اور رسول کی اہانت کہتا ہے۔ ایک طرف نجدی فتنہ رونما ہوتا ہے اور تمام اہل اسلام مقلدین ائمۂ اربعہ متوسلین انبیا و اولیا علیہم الصلاۃ والسلام و رضی اللہ عنہم کو کافر و مشرک قرار دے کر واجب القتل مباح الدم سمجھتا ہے ایک طرف سے گاندھویہ خلافتیہ نکلتا ہے جس نے ان سب بدمذہبوں کو اور نیز مشرکین کو اپنے اندر داخل کر کے علی الاعلان دعوی کر دیا کہ جو اس میں شریک نہ ہو مسلمان نہیں۔

پس اس پرفتن زمانہ میں لوگوں کو اپنا ایمان محفوظ رکھنا اور ان فتنوں سے بچنا از بس دشوار ہے۔ مگر چونکہ ختم الرسل ہادی السبل سید الکل سیدنا مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا تمام اہل باطل پر اسی کو غلبہ حاصل ہوگا۔ للہ الحمد کہ اس نے اپنے فضل سے اس فرمان کا مصداق علمائے اہلسنت ایدہم اللہ تعالیٰ کو بنایا کہ انھوں نے اپنی جان اپنی زبان و قلم و قدم و درم سے دین حق کی تائید کی اور تمام بدمذہبوں کی حتی الامکان بذریعہ تحریر و تقریر بیخ کنی فرمائی اور الحمد للہ تعالیٰ تا ایں دم بھی خدمت دینی میں مشغول و منہمک ہیں اور مولیٰ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے محبوب روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں انھیں سربلندی اور کامیابی عطا فرمائی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ مگر یہ فتنے پیدا ہوتے ہی تھے ان کے بعد ایک تازہ فتنہ اور نکلا جو اپنے پہلوں سے زیادہ [illegible] ہے۔ یعنی فرقہ کمہاریہ (زمینداریہ)۔ ساہ مئی ۱۹۲۵ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور ہندوستان و پنجاب و سندھ کراچی وغیرہ بلاد مختلفہ کے علمائے کرام و صوفیاء عظام کو دعوت دی اور خداوند کریم ان فدایان ملت کو سلامت با کرامت زندہ رکھے کہ تکلیف سفر گوارا فرمائی اور سوا سو ۱۲۵ کے قریب تشریف لے آئے۔

اصل مقصد انعقاد جلسہ کا یہ تھا کہ گذشتہ چند سال سے سیاسی تحریکات کی آندھیوں نے سطح اسلام پر جو خس و خاشاک پھیلا دی تھیں انھیں صاف کیا جائے۔ کفر و اسلام کی ہم آہنگی سے جو حق و باطل میں امتیاز

مثلاً جاہا تھا اس کی روک تھام کی جائے۔ اور احقاق حق اور ابطال باطل کر کے اپنے سنی حنفی بے خبر بھائیوں کو خود غرض مطلب پرست اور عیار دنیادار (تام کے لیڈر) حنفی نما وہابیوں سے بچایا جائے۔ الحمد للہ کہ علمائے کرام نے جو مواعظ حسنہ فرمائے ان کا خاطر خواہ اثر ہوا حتی کہ مخالفین کو بھی اعتراف کرنا پڑا جلسہ حزب الاحناف میں مالک اخبار زمیندار کی وہ نظم جو نالہ خلافت کے نام سے ہنگامہ خلافت میں بارہا شائع ہوئی اور وہی نظم بعنوان فیصلہ کفر واسلام ۶ جون ۱۹۲۵ء کے اخبار زمیندار میں دوبارہ چھپی، دوران وعظ اس نظم کے اشعار کفریہ مندرجہ رسالہ ہذا کا ذکر آیا بالاتفاق علمائے کرام نے ان اشعار کو کفریہ بتایا اس کے قائل و قابل کو کافر خارج از اسلام فرمایا مسٹر ظفر علی صاحب شاعر تو ہوں گے لیکن وہ کوئی علوم دینیہ اسلامیہ کے عالم نہیں ہیں۔ عالم ہونا تو اور بات ہے صوم و صلاۃ کے مسائل بھی بخوبی معلوم نہ ہوں گے۔ لہذا اگر ان سے شاعرانہ بلند پروازی میں کوئی شرعی فروگذاشت ہو گئی تھی تو کوئی تعجب نہ تھا اس کا آسان علاج یہی تھا کہ علمائے کرام کے حضور حاضر ہوتے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے زیر حکم شریعت سر جھکاتے تائب و مستغفر ہوتے۔ اور جس طرح اشعار شائع ہوتے تھے ویسے ہی توبہ نامہ بذریعہ اخبار شائع کر دیتے۔ مگر بجائے اس کے وہ علمائے کرام و مفتیان عظام کو سب و شتم اور ناپاک اور فحش گالیاں دینے لگے حتی کہ اخبار کے کالم کے کالم علمائے کرام کی توہین و تحقیر میں سیاہ کرتے اور طرح طرح کے بہتان بندی اور افتر اپردازی میں مشغول ہو گئے۔ خصوصاً حضرت سراپا برکت سیدی و مولوی قبلہ و کعبہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین محی السنۃ قامع البدعۃ حضور پر نور مولانا مولوی سید ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب خطیب مسجد وزیر خان کی شان والا میں وہ وہ گستاخیاں فحش سرائیاں کیں کہ مسلم تو مسلم کفار و مشرکین بھی شرما گئے۔

خیال تھا کہ دنیائے اسلام کی ملامت سے تائب ہو جاتے اور اپنے کفریات سے توبہ کرتے دشنام دہی اور بہتان بندی اور افتر اپردازی سے باز آجاتے۔ یہ خیال غلط نکلا اور بجائے اس کے وہ اپنے مربی و محسن غلام تھامان سعود مسعود سے جا ملا پچ ہے۔ الجنس یمیل الی الجنس۔ یہ کامل یقین ہو گیا کہ بموجب فرمان واجب الاذعان حبیب الہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ یمرقون من الدین دین سے نکل جائیں گے کما السھم من الرمیۃ جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے ثم لا یعودون پھر دین میں واپس نہ لوٹیں گے۔ چنانچہ مسٹر پر فتویٰ کفر لگے آٹھواں مہینہ ہے ابھی تک کوئی توبہ نامہ شائع نہیں ہوا۔ بلکہ گمراہی و بے دینی کے مضمون اشاعت پا رہے ہیں ہم نے باوجود متواتر تقاضوں کے اس وقت فتویٰ تکفیر کی اشاعت کو ملتوی رکھا لیکن بعض بعض جگہ ابھی تک زمیندار کی غلط بیانی اور بہتان بندی کا اثر باقی ہے۔ پس اس غلط فہمی کے دور کرنے کی غرض سے

اباب انجمن کی خواہش پر وہ متفقہ فتوی تکفیر زمیندار مع تصدیقات مشاہیر علمائے ہندوستان وپنجاب وسندھ
وکراچی وغیرہ نقل مطابق اصل رسالہ کی صورت میں ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ جو آفتاب حق و
ہدایت سے حضور آنکھیں بند کرکے بلا تامل کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ بریلی اور مسجد وزیرخان لاہور سے مسلمانوں پر
کفر کے فتوے نکلتے ہیں ان کے پاس کفر کی مشین ہے۔ سب کو کافر بناتے ہیں۔ آنکھیں کھولیں اور چشم بصیرت
ونور ایمان سے اس رسالہ مبارکہ کو بنظر انصاف ملاحظہ کریں کہ یہ صرف علمائے بریلی اور حضرت مخدوم العلماء مدظلہ
العالی ہی تکفیر فرما رہے ہیں یا تمام ہندوستان وپنجاب اور سندھ کے سنی وحنفی علمائے کرام۔

آخر میں اپنے خالص ومخلص ناواقف بھولے بھالے مسلمان بھائیوں سے باادب التجا کرتا ہوں کہ وہ ایک
دفعہ اول سے آخر تک حرف بحرف بنظر انصاف اس رسالہ کو ملاحظہ فرمائیں۔ دوسروں کو سنائیں متردین کو دکھائیں
حق پسندی اور انصاف کو کام میں لائیں اللہ ورسول وقرآن کی عظمت وعزت کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان سے فتوی
لیں انشاء اللہ تعالی حق واضح اور عیاں ہے۔ بحمد اللہ اپنے فرض سے سبکدوش ہونے اظہار حق وابطال باطل
کر دیا اتمام حجت ہو چکی خواہ آپ لوگ خوش ہوں یا ناخوش اللہ ورسول عز جل جلالہ وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خوشنودی
مطلوب ہے۔ محض خالصا لوجہ اللہ ونصحا للمسلمین شائع کیا جاتا ہے، حسد وعناد کینہ خود بینی مکابرہ ومباحثہ
جنگ وجدل سے اس میں تعلق نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے الحق مر حق بات کڑوی لگتی ہے کسی نے کیا خوب
کہا ہے۔

دکھتی ہوئی آنکھوں کو برا لگتا ہے سورج
بیمار زبانوں کو برا لگتا ہے پانی

(خیر اندیش ابو البرکات)

استفتاء

حامداً و مصلیاً و مسلماً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اشعار ذیل کے بارے میں کہ آیا یہ اشعار شرعاً درست ہیں یا خلاف شرع ہیں۔ در صورت ثانی شاعر کا کیا حکم ہے۔ ہمارے دیار کے علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان اشعار کا مفہوم کفر و الحاد ہے اور قائل پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم اور جس طرح ان اشعار کی اشاعت عام ہوئی اسی طرح توبہ نامہ کی اشاعت بھی واجب ہے۔

بعض شعراء کا خیال ہے کہ ان اشعار کا مفہوم کفر نہیں پس جناب کی خدمت میں گذارش ہے کہ اشعار ذیل کے مفاہیم پر غور فرما کر جو حکم شرع شریف ہو اسے دلائل فقہیہ سے مزین بمواہیر فرما کر پتہ ذیل پر حتی الوسع جلد واپس فرمائیں۔ جواب کے واسطے ٹکٹ حاضر خدمت ہے، والسلام

اشعار یہ ہیں

یہ سچ ہے اس پہ خدا کا چلا نہیں قابو — مگر ہم اس بت کافر کو رام کر لیں گے
بجائے کعبہ خدا آج کل ہے لندن میں — وہیں پہ پہونچ کے ہم اس سے کلام کر لیں گے
جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی — خدا خدا نہ سہی رام رام کر لیں گے

بینوا توجروا

محمد الدین کلاتھ مرچنٹ نائب ناظم حزب الاحناف لاہور

الجواب۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ۔

اے عزیز یہ کیا پوچھتا ہے کہ یہ اشعار درست ہیں یا خلاف شرع۔ کہ دہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا بھی درست نہیں۔ مسجد میں جاتے پہلے بایاں قدم رکھنا بھی درست نہیں۔ مسجد سے آتے پہلے دہنا قدم نکالنا بھی درست نہیں۔ مسجد میں ایسے زور سے چلنا جس سے آواز پیدا ہو دھمک ہو یہ بھی خلاف شرع ہے۔ مسجد میں

زور سے بولنا بھی خلاف شرع ہے مطلقاً ٹھٹھے سے ہنسنا بھی خلاف شرع ہے۔ اے برادر دینی یہ پوچھ کیسے اخبث واشنع کفریات ہیں جن میں شائبہ بھی ایمان کا نہیں۔ اور جو ان کے کفر ہونے اور ان کے قائل وقابل کے کافر ہونے میں شک کرے اس کا کیا حکم ہے، بلکہ درحقیقت بات تو پوچھنے کی یہ بھی نہیں کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ قطعاً کفر ہیں یقیناً کفر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ بے شک ان اشعار کا قائل وقابل کافر اور جو اس کے کفر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ بھی اسی کا ساتھی۔ شفا و در مختار وغیرہما معتمدات اسفار میں ہے۔

من شك فى كفره وعذابه فقد كفر — جو ایسے کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

شعر اول کے دونوں مصرع کفر خالص ہیں پہلے میں صاف تصریح کی کہ اس بت پر خدا کا قابو نہ چلا۔ یہ اللہ عزوجل کی کھلی توہین اور اس کی قدرت عظیمہ کاملہ کریمہ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کا رد و انکار ہے کہ ایک شئی ایسی بھی ہے جس پر خدا کو قدرت نہیں اور اس پر اس کا قابو نہیں۔ اور وہ اس سے عاجز رہا۔

تَعَالَی اللہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا — اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ اور پاک ہے جن کو ظالم کہتے ہیں۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

یہ سرے سے الوہیت کا انکار ہوا کہ جو عاجز ہو خدا نہیں ہو سکتا تو مصرع خبیثہ لعینہ کے قائل نے الوہیت ہی کا حقیقتاً رد و ابطال کیا۔ تو بے شک وہ اور جو اسے قبول کرے وہ ہر مسلمان کے نزدیک کافر ہوا جو ایسے کو کافر نہ جانے یا اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر کہ پہلے نے کفر کو کفر نہ جانا۔ الوہیت ہی کا انکار اگر کفر نہ ہوا تو اور کیا کفر ہوگا۔ ایمان کو ایمان جیسا جاننا ضروری ہے یونہی کفر کو ماننا۔ جو کفر کو کفر نہ جانے گا وہ ایمان کو کیا جانے گا۔ کہ

الاشیاء تعرف باضدادھا۔ — چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔

اندھا روشنی کی قدر کیا بتائے گا۔ اور دوسرے نے شک کیا۔ اور کفر کے کفر ہونے کی تصدیق ضروری ہے تو شک اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے کہ تصدیق ہی کا نام ایمان ہے اور وہ بحالت شک ناممکن۔ اور دوسرے مصرع میں جو ملا اپنے آپ کو خدا سے زائد قدرت والا بتایا۔ تو اس کا مرتبہ گھٹایا اور اپنا رتبہ اس سے بڑھایا۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ کتنا خبیث تر کفر ملعون ہوا۔ اس دوسرے مصرع میں اپنی الوہیت کا اثبات کیا پہلے مصرع میں خدا کی الوہیت سے اسی نے انکار کیا تھا ظاہر ہے کہ مطلب یہ ہوا کہ لوگ جسے خدا کہتے ہیں اور اس کی قدرت بہت عظیم مانتے ہیں اور اسے ہر شئی پر قادر جانتے ہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ ایک چیز ایسی ہے کہ اس

۲۔ سورۂ طلاق آیت ۱۲ ۳۔ سورۂ اسراء آیت ۴۳

سے وہ عاجز رہا وہ اسے اپنی قدرت سے دبا بار ہا مگر اس کا اس پر قابو نہ چلا۔ تو وہ خدا نہ ہوا کہ خدا عاجز نہیں ہوتا اور ہم اس چیز کو بھی رام کرلیں گے جس پر لوگوں کے خدا کا قابو نہ چل سکا اور جس سے وہ عاجز رہا کسی طرح اسے رام نہ کر سکا۔ تو ہم ہر شی پر قادر ہوتے تو ہم خدا ہوئے نہ کہ وہ عاجز جسے لوگوں نے خدا بنا لیا۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ تعالیٰ۔ کیا کوئی مسلمان اس کے کفر و ملعون ہونے میں ادنیٰ شک لائے گا۔ بے شک ہر مسلمان کہے گا کہ لاریب یہ کفر ہے اور اس کا قائل و قابل کافر۔

یونہی اس کا وہ دوسرا شعر نجس کفر خالص ہے مسلمانوں کا دین مقدس اسلام اللہ کو جسم و جسمانیات سے پاک بتاتا ہے۔ مکان جسم ہی کے لئے مخصوص ہے تو اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے وہ جسم نہیں۔ نیز مکان مخلوق ہے وہ خالق ہے مکان حادث ہے وہ قدیم ہے۔ مکان جسم کو محیط ہوتا ہے اور اللہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شی اس کا احاطہ کرے وہ اپنے علم و قدرت سے ہر شی کو محیط ہے۔

واللّٰہ بکل شیئ محیط[1] اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کا قابو ہے۔

اور شاعر لندن کو خدا کا مکان بتاتا ہے تو خدا کو مجسم جانتا ہے اور لندن کو اسے محیط مانتا ہے جب تو کہتا ہے کہ خدا آج کل کعبے میں نہیں لندن میں ہے۔ بے شک وہ اہل اسلام کے نزدیک کافر ہے اللہ و رسول کے نزدیک کافر ہے باوجودیکہ مسلمان کعبہ معظمہ کو بلکہ ہر مسجد کو اس لئے کہ وہ خالصاً اللہ ہی کی ملک ہیں۔ بیت اللہ کہتے ہیں مگر جو کعبہ معظمہ کو اللہ کا مکان اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کا مکین مانے ان کے نزدیک کافر ہے۔ یونہی وہ عزوجل زمان سے بھی پاک ہے کہ زمانہ بھی حادث و مخلوق ہے۔ اور یوں بھی کہ اس کعبہ معظمہ سے لندن کو خدا کا کعبہ مقدس کی توہین کی۔ مگر جو رب کعبہ کی ایسی شدید توہین و تنقیص کر چکا ہو ایسے سے اس کی کیا شکایت۔ ع

ما علی مثلہ یعد الخطا — اس جیسی غلطی کی کیا شمار و قطار

یہاں اس احتمال کی بھی گنجائش نہیں کہ مکان سے اس کے مجازی معنی مراد ہوں اگرچہ اس طور پر بھی یہ اطلاق درست نہ ہوتا مگر خاص شہروں کا تسمیہ اور لندن میں خدا کا وجود بتانا اور دوسروں کو اس سے خالی ماننا اس احتمال کو قطع کر کے کلام کا اخبث کفر متعین کرتا ہے۔ یونہی اس کا تیسرا شعر بھی کھلا الحاد و زندقہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولوی و مالوی اس کے نزدیک برابر ہیں۔ خدا و رام ایک ہیں کفر و اسلام میں کچھ فرق نہیں ______ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

[1] سورۂ حٰم السجدہ آیت ۵۴

اس کے نزدیک خدا خدا نہ کیا رام رام کرلیا بات ایک ہی ہے حاصل وہی ہے۔ حالانکہ ہرگز خدا رام نہیں اور ہرگز رام خدا نہیں۔

سبحانہ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوًا کبیرا سبحن اللہ عما یصفون۔ سبحن اللہ عما یشرکون۔	اللہ تعالی ان تمام باتوں سے پاک و منزہ ہے جن کو ظالم کہتے ہیں اللہ کو پاک ہے ان باتوں سے کہ جن کو یہ بتاتے ہیں اور جن چیزوں میں شریک کرتے ہیں۔

مشرکین کا مذہب نامہذب ہے کہ خدا ہر چیز میں رما ہوا سرایت و حلول کئے ہوئے ہے۔ اور اللہ تعالی رمنے اور حلول کرنے سے پاک ہے۔ مشرک خدا کو اپنے اسی عقیدۂ خبیثہ کی بنا پر رام کہتے ہیں۔ تو خدا کو رام کہنا کفر ہوا اور خدا خدا کرنا عبادت اور کفر کو عبادت جاننا کفر۔ اور نہ یہی فرض کیجئے کہ وہ رام کے یہ معنی بھی نہ سمجھتا ہو جب بھی ہمارا خدا وہ نہیں جو ہنود بے بہبود کا مذموم خدا ہے جسے مشرکین نے خدا سمجھ لیا ہے۔ قرآن عظیم اس پر شاہد ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۔ (پ ۳۰ ع ۳۳)	تم فرما دو اے کافرو میں نہیں پوجتا جسے تم پوجتے ہو اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی بندگی میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں تمہارے معبودوں میں سے کسی کا پوجنے والا ہوں اور نہ تم میرے معبود حقیقی عز جلالہ کے عابد و پرستار ہو

اور فرماتا ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ (پ ۲۴ ع ۴)	اور انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ وہ نہیں جو کفار کا مزعوم ہے اور جسے وہ رام رام سے پکارتے ہیں۔ تو ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کا خدا خدا کرنا اور کفار کا رام رام بکنا ہرگز ایک نہیں ہو سکتا۔ اور کفار کے رام رام جپنے کو خدا کی یاد جاننا بے شک الحاد ہوا اور مشرکین میں اتنا جذب ہو جانے کو تو دیکھو کہ خدا خدا نہ ہی رام رام کرلیں گے کہ مسلمانوں اور ان کے پیشواؤں کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ ان کے معبود برحق کا ترک اور مشرکین میں گھلنے کے لئے ان کے معبود باطل کا اختیار ہے اور یہ ترک اور اختیار دونوں کفر ہیں' والعیاذ باللہ تعالی" کیسا اخبث کلمہ ہے۔ جو مولوی نہ ملے گا تو مالوی ہی سہی الخ کہ مولوی نہ ملے گا تو وہ بدنصیب مولوی کے خدا ہی کو چھوڑ دے گا اور مشرکین کے طاغوت مالوی کو اختیار کرے گا اور مالوی کے خدا کو پوجنے لگے گا۔ خدا کی اضافت چاہے وہ کسی صحیح لفظ ہی سے تعبیر کیا گیا ہو رام رام تو لفظاً بھی قبیح المعنی ہے، اگر خدا اور الٰہ اور معبود و رب وغیرہ سے تعبیر کرکے اپنے محق کی طرف اضافت کرے تو اس سے الٰہ حق اور مبطل کی طرف اضافت ہو تو الٰہ باطل مراد ہوتا ہے حضرت حق تبارک و تعالی ایمان

فرعون عنداً لیاس کو اس طرح نقل فرمایا ہے۔

اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ۔ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لایا۔

جس میں فرعون کو الٰہ حق متوجہ ہونے کے لئے رب کی اضافت محق کی طرف کرنا ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ لفظ خدا کی اضافت اگر محق کی جانب ہے تو اس سے الٰہ حق مراد ہے مبطل کی طرف تو الٰہ باطل۔ کفار کو تو خدا تک رسائی ہی نہیں وہ الٰہ حق تک پہونچے ہی نہیں ان کا خدا تو ان کی ہوا ہے۔

وَاِلٰهُه هَوَاهُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔ اور اس کا خدا اس کی خواہش نفس ہے۔

اس قائل اور ان شعراء پر جنھوں نے کہا ہے کہ ان اشعار کا مفاہیم کفر نہیں۔ توبہ و تجدید ایمان فرض اور فرض سے بڑھ کر فرض ہے۔ نئے سرے سے مسلمان ہوں اور اپنی اپنی بیویوں سے جب کہ وہ راضی ہوں از سرِ نو نکاح کریں۔ اور اگر کہیں بیعت ہوں تو تجدید بیعت بھی لازم۔ یونہی اگر حج کر چکے ہوں تو پھر حج کرنا بھی ضروری ہے کہ کفر سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں تو پہلا حج اور اعمال حبط ہو گیا اب دوسرا حج یوں فرض کہ حج کی فرضیت وقت عمر ہے۔ لہٰذا اب پھر حج ضروری و واجب۔ توبہ کریں اور بہانے نہ بنائیں کہ وہ کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد قال تعالیٰ۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ۔ واللّٰہ الموفق۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

[illegible]

یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہونا اور گائے کا گوشت کھالینا اور کلمہ اسلام پڑھ لینا بس اسلام کے لئے پختہ رجسٹری ہے کہ پھر کچھ بھی کریں کچھ بھی کہیں ہر طرح کھرے مسلمان ہی بنے رہیں پچھلے دنوں کوئی دو برس ہونے آئے بعض نیچری اخباروں میں ہماری نظر سے ایک مضمون گذرا تھا جس میں کہ جو یہ کہے وہ بھی ہندو جو نہ کہے وہ بھی ہندو جو یہ مانے وہ بھی ہندو اور جو یہ نہ مانے وہ بھی ہندو غرض ہندو مذہب کی کوئی حد بندی نہیں۔ اس پر ہم نے کہا تھا کہ یہ نیچری ہندوؤں کا کیا مضحکہ اڑاتے ہیں اپنے گریبان میں تو منھ ڈالیں اپنی حالت پر تو نظر کریں اپنی آنکھ کا تو شہتیر دیکھیں جو اعتراض کہ ہندوؤں پر کر رہے ہیں بعینہ ان پر بھی وارد ہے۔ ان کے خیال میں بھی تو مذہب کوئی شئ نہیں ان کے نزدیک بھی تو سارے باطل فرقے کھرے پختہ مسلمان ہی رہیں اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھیں ضال مضل کافر جانتے ہیں جنھیں حدیث میں کلھم فی النار فرمایا ناری جہنمی بتایا۔ اللہ و رسول کے نزدیک صرف ایک گروہ اہل حق ناجی ہے۔ حدیث میں الا واحدۃ فرما کر

جس کا استثنا فرمایا۔ جس کی نشانی صحابہ کی عرض پر ما انا علیہ واصحابی۔ ارشاد ہوئے یعنی وہ فرقہ (اہلسنت) جو اس راہ حق کا متبع ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور ان نیاچرہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والآخرۃ کے نزدیک وہ سارے باطل فرقے بھی پکے مسلمان ہیں کوئی کافر نہیں سب باایمان ہیں ناری نہیں ناجی از نیران ہیں کہ عباد الرحمٰن ہیں۔ دیوبندی ہوں وہابی ہوں قادیانی ہوں۔ بابی ہوں۔ رافضی ہوں، خارجی ہوں، خود نیچری ہوں، ندوی ہوں، چکڑالوی ہوں، گاندھوی ہوں، غرض بدنام کنندگان اسلام سے جو بھی ہوں جتنے متبعین شیطان ہیں ان کے نزدیک سب مسلمان ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جو خدا کا جھوٹ بولنا ممکن جانے وہ بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے اور جو محال جانے وہ بھی۔ جو خبیث تصریح کرے کہ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے یعنی معاذ اللہ جھوٹ بول چکا وہ بھی ان کے خیال میں مسلمان ہے اور ایسے کو کافر جانے وہ بھی جو یہ کہے کہ قرآن ناقص ہے وہ بھی اور جو بحکم۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۱) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

اور

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ (پ ۲۴ ع ۱۹) باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے۔

اسے دخل بشری سے محفوظ مانے اور کامل جانے اور ناقص کہنے والوں کی تکفیر کرے وہ بھی۔ جو یہ کہے کہ جہل وظلم وچوری شراب خوری سے معارضہ کم فہمی ہے کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ یعنی معاذ اللہ صاف کہ اللہ عزوجل ایک کذب ہی نہیں ان عیوب پر بھی قادر ہے اور ان سے بھی ملوث ہو سکتا ہے وہ بھی۔ اور جو اللہ عزوجل کو ہر عیب سے پاک جانے اور کسی عیب سے ملوث ہونے کو ناممکن مانے خدا کی الوہیت کو باطل ٹھہرانا جانے اور اس پر اس قائل کی تکفیر کرے وہ بھی۔ جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے بھیجی تھی جبریل علیہ الصلاۃ والسلام غلطی سے حضور کو دے گئے وہ بھی۔ اور جو حضور کی تنقیص حضرت جبریل کی توہین اور اللہ عزوجل پر ناپاک افترا حضرت جبریل پر گندا بہتان جانے اور قائل کو کافر مانے وہ بھی۔ جو حضرت مولیٰ علی وحضرت فاطمہ زہرا سبطین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو نبی مانے اور انھیں انبیاء کرام سے افضل جاننے کو کفر بتائے اور ایسے کو کافر جانے اور کسی غیر نبی کو نبی سے افضل ہونے کو محال جانے وہ بھی۔ جو اللہ عزوجل کے حبیب رب عم نوالہ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالیاں دے۔ حضور کے علم عظیم کو شیطان رجیم کے علم سے گھٹائے۔ حضور کے علم کو ہر صبی بلکہ ہر مجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے علم سے

ناپاک تشبیہ دے جو بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلمہ میں اشرف علی رسول اللہ بکنے اور درود شریف میں بجائے نام نامی واسم گرامی حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم علیہ النبی اشرف علی جپنے پر اپنے مرید کی تسلی کرے۔ جو یہ کہے کہ حضور کو تو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم تھا۔ جو یہ کہے معاذ اللہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے۔ جو انبیاء کو چوڑھے چمار سے زیادہ ذلیل جانے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز میں خیال آجانے کو اپنے گھر کے گاؤ خر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر جانے وہ بھی۔ اور جو ان نجاستوں نجاستوں سخت شدیدہ کفروں پر ان کے قائلوں قابلوں کو کافر نہ جانے وہ بھی۔ جو جنت و نار اور ملائکہ و اجنہ اور نماز روزہ وغیرہ کا منکر ہو وہ بھی۔ اور جو ان کے وجود کا قائل اور فرضیت صلاۃ وصیام وغیرہ کا معتقد ہو اور ان کے وجود و فرضیت کے منکر و معقول کو کافر نہ جانے وہ بھی۔ جو بعد ختم نبوت اپنے آپ کو نبی کہتا ہو یا یہ بکتا ہو کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بھی کہیں یا کوئی نبی ہو جب بھی آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہ آئے گا وہ بھی۔ اور جو ایسوں کو کافر نہ جانے وہ بھی۔ جو حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وعلیہ سائر انبیاء صلوات اللہ وسلام اللہ سے اپنے آپ کو افضل بتائے ان کے معجزات بابرکات کو مزیم کا عمل گائے اور کہے کہ اگر میں اسے برا نہ جانتا تو اس میں عیسیٰ سے کم نہ رہتا جو یوں بکے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

جو اگلے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی پیشین گوئیاں جھوٹی بتائے جو حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ امۃ اللہ مریم صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وابنہا ثم علیہا وسلم کو سخت سخت ناپاک گالیاں دے۔ اس محض قدرت حق عزوجل سے ہوئے بے باپ حضرت بتول مریم سے پیدا کو باپ سے پیدا جانے یوسف نجار (درمعنی) کا بیٹا بتائے جو حضرت مسیح کی فرضی دادیاں گائے اور انھیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نانیوں کو سخت سخت گالیاں سنائے زانیات بتائے جو باوجود اس کے کہ قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ۔　(پ ٦ ع ٢)　اور انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی۔

یہود بے بہبود نے نہ عیسیٰ کو قتل کیا نہ انھیں سولی دی قرآن کے مقابل خم ٹھونکے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو یہود کا مقتول ومصلوب مانے وہ بھی۔ اور جو ان سب کو کافر نہ جانے اور قائلین وقابلین کو کافر نہ جانے وہ بھی۔ جو سارے لوگوں کو اگرچہ ان سے کیسے ہی افعال واقوال کفر وضلال سرزد ہوں مسلمان جانے وہ بھی اور جو انھیں اور خود اپنے کو کافر و مرتد جانے وہ بھی جو مشرکین کی غلامی اور ان سے محبت و مودت کو فرض

جانے اور ان میں یہاں تک جذب ہوجائے کہ صاف کہدے کہ مشرک بھائیوں کو راضی کرلوگے تو خدا راضی کرلوگے۔ جو صاف کہے خدانے گاندھی کو تمہارا فرض دینی یاد دلانے کو مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ جو صاف کہدے کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے۔ جو صاف بکدے کہ میں نے اپنی ذات سے ارادہ کرلیا ہے کہ میں ہندو بھائیوں سے نہیں لڑوں گا چاہے وہ میری ماں بہن بہو اور بیٹی کی عزت خراب کریں یا میرے قرآن شریف کو پھاڑ ڈالیں یا میری مسجدوں کو شہید کر ڈالیں۔ جو صاف وا شگاف کہے کہ گاندھی اور لاجپت رائے وغیرہ سے بڑھ کر خدا نے کسی کو نہ بنایا۔ کوئی انسان ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا پیدا نہ فرمایا ہے

کان ربک لم یخلق لخشیۃ سواھم من جمیع الناس انسانا۔ جو ہندوؤں کی رضاجوئی کے لئے شعار اسلام قربانی گاؤ کے گلے پر چھری پھیر دے اسے حرام مردار نجس بتائے مثل سور ٹھہرائے اور جسے کفر کے باطل ہونے کا یقین نہ ہوکہ۔ جو یہ کہے اے ہندو بھائیو دعا کرو کہ اگر ہندو مذہب سچا ہے تو پرماتما مجھے ہندو مذہب پر اٹھائے جیسے اسلام کے حق ہونے میں شبہہ ہو کہ اے مسلمانو! دعا کرو کہ اگر اسلام سچا ہو تو خدا مجھے مسلمانوں کے مذہب پر اٹھائے وغیرہ وغیرہ۔ خرافات ملعونہ کفریات لعینہ بکنے والے بھی ان کے نزدیک سب مسلمان اور جو ان خباثات وکفریات پر ان قائلوں قابلوں کی تکفیر کریں وہ بھی۔ والعیاذ باللہ لملک الدیان من مکائد الشیطان۔ ہاں تکفیر کرنے والے ان کے نزدیک خطاکار ہیں۔ قصوروار ہیں مجرم ہیں گنہ گار ہیں۔ ان کے خیال میں کفر کرنا کفر بکنا کچھ عیب نہیں کافر کہنا عیب ہے۔ جب تو کفر بکنے والوں کے طرفدار ہیں اور تکفیر کرنے والوں سے برسرپیکار ہیں کوئی کہتا ہے کہ صاحب ان کے یہاں تو کفر کی مشین ہے جس میں رات دن کفر کے فتوے ڈھلتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ابھی ساری دنیا کافر ہے بس یہ مسلمان ہیں۔ یہ بھی کافر وہ بھی کافر سب کو کافر کئے ڈالتے ہیں کوئی کہتا ہے یہ سب کو کافر کہتے ہیں انھوں نے اسلام کا دائرہ تنگ کردیا ہے بڑے تنگ نظر ہیں۔ بہت تنگ خیال ہیں۔ نہایت کم ظرف ہیں۔ للہ انصاف یہ نگہبان اسلام یہ محافظین ایمان وسنت حضرت خیر الانام علیہ الصلاۃ والسلام جو اسلام کو برقرار و استوار رکھتے ہیں۔ یہ تو ایسے ویسے ہیں اور دشمنان دین وایمان جو دین کو میٹ ڈالنا چاہتے ہیں جو مذہب کو صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح محو کردینا چاہتے ہیں۔ اسلام کی چاردیواری چھوڑ کر اس کے حدود توڑ کر دہریت ولامذہبی نیچریت کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ وہ بڑے وسیع النظر وسیع الخیال عالی ظرف ہیں۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۳) — اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (پ ۱۹ ع ۱۵) — اور اب جاننا چاہتے ہیں کہ ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

وَتَبْغِيْهَا الْمُكَفِّرُوْنَ مَخْفِيَّ الذَّرِّيَّةِ (پ۱۳ ع ۱۲) اور اب جاننا چاہتے ہیں کافر کیسے طلب ہے بھلا گھر۔

تکفیر کی مشین کا غم بیکار، وہ تو کبھی تک جاری ہے۔ جب تک کفر کی مشین جاری ہے آج تم سب توبہ کرلو اور اپنی اپنی کفر کی مشین توڑ ڈالو۔ علمائے کرام پھر تکفیر کی مشین نہ چلائیں گے تمہارے دل نہ ہلائیں گے یہ عیار مکار بھولے بھالے سیدھے سادے مسلمانوں کو یوں چھلتے اور فریب دیتے ہیں کہ اب یہ آجکل کے علماء ایسے پیدا ہوتے ہیں۔ جو بات بات پر لوگوں کو کافر کہتے ہیں کفر کا بازار باٹنے ہیں پہلے کے علماء ایسے نہیں تھے۔ امام صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ننانوے وجوہ سے کافر ہو اور صرف ایک وجہ سے مسلمان ہو وہ مسلمان ہے کافر نہیں مسلمانو یہ ان کیا دوں کا عظیم کید ہے۔ کیا اس وقت کے علماء کچھ اپنے گھر سے کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں کتاب وسنت واقوال علماء ہی سے کہتے ہیں۔ امام عالی مقام پر یہ ان کا افتراء خبیث ہے ہرگز کہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں فرمایا۔ اور نہ کسی اور نے ایسا کہا۔ اور کوئی ایسا کیسے فرما سکتا ہے امام تو امام ہیں عالم تو عالم ہے کوئی ذرا سی عقل والا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیا جو ننانوے سجدے روزانہ بت کو کرے اور ایک خدا کو وہ مسلمان کہا جا سکتا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ہاں امام نے تو یہ فرمایا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں چند وجوہ ہوں مثلاً کسی کے ایک قول کے سو پہلو نکلتے ہیں ننانوے اسے کفر کی طرف لئے جاتے ہیں۔ اور ایک اسلام کی جانب لاتا ہے۔ سو معنی ہو سکتے ہیں ننانوے کفر اور ایک اسلام۔ تو تاوقتیکہ یقین نہ ہو کہ اس قائل نے اپنے اس قول کے معانی کفریہ سے کسی معنی کفری کا ارادہ کیا ہے اسے کافر نہ کہا جائے گا۔ اور ایک پہلوئے اسلام ان ننانوے کفری پہلوؤں پر غالب ہوگا۔ اور قائل کی تکفیر سے باز رکھے گا کہ ممکن ہے کہ قائل نے یہی معنی مراد لئے ہوں تو معانی کفریہ پر اسی ایک معنی اسلام کو ترجیح ہوگی نہ کہ ان کو۔

فان الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ کہ حق بلند ہوتا ہے پست نہیں ہوتا۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔

اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنعہ یمیل العالم الی ما یمنع من الکفر ولا یترجح الوجوہ علی الوجہ۔

جب کسی ایک مسئلہ میں چند وجوہ کفر کی متعلق ہوں اور ایک اسلام کی تو عالم کا فتویٰ اسلام ہی کی جانب مائل ہوگا وہ چند وجوہ کفر ایک اسلامی وجہ پر غالب نہیں ہو سکتیں۔

یہ تھا وہ حق جسے ان مفتریوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے محض باطل کرکے دکھلایا۔ یہ تو یہ جانتے ہیں کہ کلمہ طیبہ اسلام پڑھ لینے کے بعد آدمی کچھ بھی کرے کافر نہیں ہوتا اور قرآن وحدیث ہمیں بتاتے

ہیں کہ زمانہ اقدس میں ایسے لوگ جو کلمۂ اسلام پڑھتے تھے اور نہ صرف کلمۂ اسلام ہی پڑھتے تھے۔ بلکہ دربار گہربار سرکار نور بار رسالت میں حاضر ہو کر شہادتیں ادا کرتے تھے کہ ضرور ضرور بے شک و شبہ بالیقین حضور اللہ کے رسول حضور کی خدمت میں حاضر رہتے حضور کے پیچھے نمازیں پڑھتے حضور کے ساتھ جہاد کرتے تھے مگر اللہ و رسول نے انھیں باوجود اس کے جھوٹا فریبی کذاب منافق فرمایا اور ان کے اس کلمۂ طیبہ پڑھنے اور بڑی بڑی تاکید کے ساتھ شہادت رسالت دینے اور نمازیں ادا کرنے اور جہاد میں شریک ہو کر اپنی جانیں دینے اور کفار کی جانیں لینے پر نظر نہ فرمائی سب کو ہبآء منثورا فرمادیا قرآن فرماتا ہے۔

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ۔ (پ ۱۹ – ع ۱)

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝ (پ ۱ ع ۲)

بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور درحقیقت وہ مسلمان نہیں۔

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ (پ ۱ ع ۲)

وہ اللہ اور مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں اور واقع میں وہ اپنی جانوں کو فریب دے رہے ہیں اور انھیں اس کا شعور نہیں۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ (پ ۱ ع ۲)

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا اور ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۝ (پ ۲۸ ع ۱۳)

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو عرض کرتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک و بے شبہ بالیقین حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ (پ ۲۸ ع ۱۳)

اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تم اس کے رسول ہو اور اللہ شاہد ہے کہ بے شک یہ منافق اپنے اس دعوے میں ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھا قرآن مجید کا یہ قہری فتویٰ ان کے حق میں جو نہ صرف کلمۂ اسلام پڑھتے تھے بلکہ سب کچھ کرتے تھے جو صرف مسلمان کیا کرتے تھے۔ خدمت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر بھی ہوتے تھے۔ باجماعت نمازیں بھی پڑھتے تھے جہاد بھی کرتے تھے۔ سارے ہی اعمال کرتے تھے اور سنئے انھیں کلمہ پڑھنے والوں اور

بظاہر سارے اعمال خیر کرنے والوں کی نسبت قرآن عظیم کا ارشاد۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

(پ ۱۰ ع ۱۳)

تم فرماؤ واللہ کی اطاعت میں تم خوشی سے خرچ کرو یا ناپسندی سے ہرگز تم سے قبول نہ فرمایا جائے گا کہ تم نافرمان قوم ہو اور منع نہ کیا انھیں اس سے کہ ان کے نفقات قبول ہوتے مگر اس نے کہ بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر اس حال کہ وہ کسل مند ہوتے ہیں اور انھیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناگوار ہوتے ہیں۔

دیکھا باوجود کلمہ گوئی قرآن نے انھیں کافر فرمایا۔ ان کے زکاۃ و صدقات اگرچہ وہ خوشی ہی سے کیوں نہ دیں مردود فرمائے۔ ان کی نمازیں منھ پر ماریں۔ اور سنئے آگے انھیں حلف کے ساتھ مدعیان ایمان کے متعلق فرماتا ہے۔

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ ۝

(پ ۱۰ ع ۱۳)

وہ منافق اس پر اللہ کے ساتھ حلف کرتے ہیں کہ وہ ضرور تم میں سے یعنی مسلمان ہیں۔ اور اللہ فرماتا ہے کہ وہ تم میں سے نہیں یعنی مسلمان نہیں لیکن وہ تو ایسی قوم ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں کہ تم ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو مشرکوں کے ساتھ کرتے ہو اس لئے تقیۃً وہ یقیناً حلف اٹھاتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے۔

لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ ۝

(پ ۱۰ ع ۱۳)

اگر وہ کوئی جائے پناہ یا غار یا سما جانے کا موضع پائیں تو وہ ضرور تم سے پھر کر اس کی جانب جلد ایسا بھاگیں جیسا شریر منہ زور گھوڑا کہ اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

یعنی پھر کبھی وہ تمہاری طرف منھ بھی نہ کریں۔ اور سنئے۔ انھیں بڑے بڑے دعوٰی اسلام کرنے والوں کے لئے اس بات پر کہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ حضور کان ہیں جو جیسا حضور سے کہہ دے اسے حضور سن لیتے اور قبول فرما لیتے اس پر قرآن عظیم کا قہری فرمان فرماتا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ النَّبِیَّ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

(پ ۱۰ ع ۱۴)

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ وہ تمہاری بھلائی کے لئے کان ہیں اور وہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور مسلمانوں کی تصدیق فرماتے ہیں نہ کافروں کی اور وہ رحمت ہیں ان کے لئے جو تم میں سے ایمان لائے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔

اس کے بعد انھیں کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۰ ع ۱۴)

تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کرلیں اور تمہیں اس کا یقین دلادیں کہ تمہیں ان کی جانب سے جو خبر ایذا دہی رسول پہونچی ہے غلط ہے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہیں دی ہے اور وہ کلمہ خبیثہ نہیں بکا ہے۔ اور اللہ ورسول احق تھا اس کے لئے کہ اسے اطاعت سے راضی کریں یعنی توبہ کرتے اگر سچے مسلمان ہوتے۔

پھر ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ (پ ۱۰ ع ۱۴)

کیا انھیں نہیں معلوم کہ وہ جو اللہ ورسول کے خلاف کرے تو بے شک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔

اور سنئے غزوہ تبوک کو جاتے ہوئے بعض انھیں حلفوں کے ساتھ اپنے ایمان واسلام کا یقین دلانے والوں نے کہا تھا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی خبریں بتاتے ہیں وما یدریہ الغیب اور وہ غیب کیا جانیں اللہ عزوجل نے اس کی اطلاع اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمادی اور یہی فرمادیا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ (پ ۱۰ ع ۱۴)

اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہیں گے ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔

اگر تم ان سے اپنے قرآن کے ساتھ اس استہزا کو پوچھو گے تو ضرور ضرور وہ معذرانہ کہیں گے کہ ہم تو اس میں ہنسی کھیل اور خوش گپیاں کررہے تھے کہ راہ قطع ہو اور ہم نے استہزا کا ارادہ نہ کیا تھا اس پر ارشاد فرمایا۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (پ ۱۰ ع ۱۴)

تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ استہزا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ بے شک تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔

پھر فرمایا۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ (پ ۱۰ ع ۱۶)

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہیں کہا اور بے شک انھوں نے کلمہ کفر بکا اور کافر ہوگئے اپنے اسلام کے بعد۔

اور سنئے۔ ان بڑے بڑے مؤکد دعوی ایمان واسلام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور کفار سے بدتر جانتا

ہے کہ وعید میں پہلے انھیں ذکر فرماتا پھر اور کفار کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (پ۱۰-ع۱۵)

وعدہ دیا ہے اللہ نے منافقوں اور منافقات اور کافروں کو جہنم کی آگ کا کہ ہمیشہ رہیں گے اس میں وہ انھیں بدلہ کے لئے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے ہمیشہ کے رہنے والا عذاب ہے۔

کیا اب بھی یہ ظاہری آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے بننے والے یہی کہے جائیں گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لے کر خطبہ جمعہ فرماتے ہوئے جن تین سو مردوں اور ایک سو عورتوں کو اپنی مجلس مبارک سے اور مسجد اقدس سے یہ فرما کر سخت فضیحت اور نہایت رسوائی کے ساتھ نکالا اُخْرُجْ يَا فُلَانُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ۔ اے فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے وہ سب کلمۂ اسلام پڑھتے تھے اہل قبلہ بنتے تھے کہ نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے جو مسلمان کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جہادوں میں شریک ہوتے تھے کفار سے لڑتے تھے انھیں قتل کرتے تھے جہاد کرتے تھے مگر اللہ و رسول نے اس سب پر بھی انھیں کافر منافق ہی جانا منافق نماز کی کچھ بھی قدر نہ کی تمام مسلمانوں کے مجمع میں مسجد نبوی سے سخت فضیحت و رسوائی سے نکالا اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں دعائے قہر اللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ فرما کر برباد کر دیا۔ بعض احمق یہاں شاید یہ شبہہ کریں کہ یہ تو منافق ہیں جو دل سے مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے محض زبان سے دھوکہ دینے کے لئے کلمہ پڑھتے تھے ہم تو ان کے لئے کہتے ہیں جو واقعی مسلمان ہیں یہ شبہہ نہایت لغو بے ہودہ و باد ہوا ہے۔ ہر ادنیٰ عقل والے پر روشن ہے۔ اولاً ان کا واقعی مسلمان ہونا کہاں سے معلوم ہوا کیا اب منافقین کا بیج مارا گیا اب منافقین کا پیدا ہونا بند ہو گیا، ثانیاً کیا جو شخص واقعی مسلمان ہو وہ معاذ اللہ کبھی کافر نہیں ہو سکتا ہم اول کا منہ بند کرنے کو قرآن عظیم و احادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہی کے ارشادات کریمہ سنائیں انھیں سے ان کے منہ میں پتھر دیں۔ قرآن کریم نے کس وقت کس سے نہیں صحابہ سے خطاب فرما کر فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (پ۲۶-ع۱۳)

اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو اور ان کے حضور آنی زور سے کلام نہ کرو جیسے آپس میں کرتے ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تو معلوم ہوا کہ سچے پکے مسلمان سے اس منافقت کے بعد اگر معاذ اللہ ایسا واقعہ ہو تو وہ کافر ہو جائے گا۔

بلکہ خاص لفظ مرتد کا پتہ قرآن سے دیں فرماتا ہے۔

لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۲ ۔ ع ۱۱)

(کفار) ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں گے اگر قابو پائیں اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے اور کافر ہو کر مرے۔ تو ان کے سارے اعمال اکارت ہیں دنیا اور آخرت میں وہ دوزخ والے ہیں ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (پ ۶ ۔ ع ۱۲)

اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

احادیث اگر ذکر کریں تو بہت ہیں۔ اور مضمون طویل ہو جائے۔ اور منظور اختصار، اس لئے صرف چند احادیث پر اقتصار روافض کے متعلق ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْهُمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَاِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ (حدیث شریف)

میرے اصحاب پر تبرا نہ کرو کہ ایک قوم آخر زمانے میں آئے گی میرے صحابہ پر تبرا کرے گی تم ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا اور نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کرنا اور اگر وہ بیمار ہوں تو نہ ان کی عیادت کرنا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَآؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ (حدیث شریف)

آخر زمانے میں کچھ دجال کذاب ہوں گے وہ تمہیں ایسی حدیثیں سنائیں گے کہ نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے ان کو دور کرو ان سے بچو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ان تہدیدات الٰہیہ کے جن کی حمایت میں آج کل سوائے چند سارے انجانے گلے پھاڑے ڈالتے ہیں بعض

ے مسلم شریف جلد اول ص

احادیث میں ارشاد ہوا۔

يخرج ناس من قبل المشرق يقرؤون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية لا يعودون فيه حتى يعود السهم إلى فوقه سيماهم التحليق۔ (حدیث شریف)

کچھ لوگ مشرق کی جانب (نجد) سے پیدا ہوں گے قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کی گھانٹیوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسا شکار سے تیر۔ دین میں لوٹ کر نہ آئیں گے جیسے تیر سوفار کی طرف لوٹ نہیں سکتا ان کی علامت سر منڈانا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا۔

سيكون في أمتي اختلاف وفرقة قوم يحسنون القيل ويسيئون الفعل يقرؤون القرآن لا يجاوز إيمانهم تراقيهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية لا يرجعون حتى يعود السهم على فوقه هم شر الخلق والخليقة طوبى لمن قتلهم أو قتلوه يدعون إلى كتاب الله وليس منه في شيء من قتلهم كان أولى بالله منهم سيماهم التحليق۔ (حدیث شریف)

قریب ہے کہ میری امت میں اختلاف و افتراق ہو گا ایک قوم ہو گی اس کے لوگ باتیں بنانی اچھی جانیں گے اور کام کو برا خیال کریں گے یعنی باتیں بہت بڑھ بڑھ کر ماریں گے اور کام کچھ نہ کریں گے بلکہ کام کرنے کو برا سمجھیں گے قرآن پڑھتے ہوں گے مگر ان کا ایمان ان کی گھانٹیوں سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے شکار سے تیر پھر دین میں پلٹ کر نہ آئیں گے جیسے تیر سوفار کی جانب نہیں لوٹتا وہ ساری خلقت جانوروں چوپاؤں سے (جن میں کتے سور بھی ہیں) بدتر ہیں شادمانی ہے اسے جو انہیں قتل کرے یا وہ جسے قتل کریں وہ کتاب اللہ کی جانب لوگوں کو بلائیں گے حالانکہ انہیں کتاب سے کوئی واسطہ ذرا سا علاقہ بھی نہ ہو گا جو انہیں قتل کرے وہ اللہ کے نزدیک ان سے بہتر ہے ان کی علامت تحلیق ہے۔

علہ اس حدیث اور اس سے اگلی حدیث سے مسئلہ قتل مرتد بھی روشن ہو گیا۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو ائمہ امت سے تمام ائمہ کا اجماع تھا کسی نے کبھی کہیں اس میں اختلاف نہ کیا مگر آج کل آزادی کی تیز و تند آندھی چل رہی ہے اس میں بہت دین سے آزادوں سے ایک یہی نہیں بہت سے ایسے مسائل میں جو جمہور بلکہ اجماعی اتفاقی ہیں مثلاً مسئلہ خلافت قریش خواہ مخواہ دخل در معقولات دیا اور ہمارے مسلمانوں سے اختلاف کیا اور امت میں افتراق پیدا کرنا چاہا ان میں کا ہر ایک اپنے کو مجتہد مطلق سمجھتا ہے۔ اس مسئلہ قتل مرتد پر کچھ دن ہوئے بہت شور غل مچ چکا۔ قادیانیوں اور بعض اور شیطانیوں نے بہت طوفان بے تمیزی برپا کیا مسلمانوں کے بادشاہ جم جاہ سلطان حضرت امیر امان اللہ خاں والی دولت خداداد افغانستان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو اس بنا پر ظالم مشہور کر آسمان سر پر اٹھا لیا کہ ہرگز اسلام میں قتل مرتد کا حکم نہیں۔ امیر نے نعمت اللہ اور اس کے دو ساتھیوں کو قتل کیا ظلم کیا ظلم کیا۔ اب یہ آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ احادیث کریمہ میں قتل مرتد کا حکم دیا یا نہیں۔ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے یا نہیں تین حدیثیں اور خیال میں آئیں۔

لے کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ حیدرآباد۔ علہ ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۲۹۵

ایک اور حدیث میں فرمایا۔

یخرج فی آخر الزمان قوم احداث الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من قول خیر البریة یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة فاذا لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم عند الله یوم القیامة۔

آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی وہ لوگ نوعمر اور سخت بدعقل ہوں گے بات بات پہ حدیث کا نام لیں گے قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے تیر کی طرح نکل جائیں تو جب تم انھیں پاؤ قتل کرو کہ ان کے قتل کرنے میں ان کے قاتل کے لئے قیامت کے دن اللہ کے یہاں اجر عظیم ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

تحقرون صلاتکم مع صلاتهم وصیامکم مع صیامهم وعملکم مع عملهم ویقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة۔

تم اپنی نمازوں کو ان کی نماز کے سامنے حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے اور اپنے عملوں کو ان کے عملوں کے مقابل زیادہ جو اس کے ان کا حال یہ ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے گلوں کے نیچے نہ اترے گا اور دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر

قال صلی الله علیه وسلم من سب الانبیاء قتل، وقال علیه الصلاة والسلام ستکون بعدی هنات فمن رأیتموه فارق الجماعة فاقتلوه۔

ایک حدیث میں ارشاد ہوا۔

من بدل دینه فاقتلوه، یکون فی آخر الزمان قوم یقال لهم الرافضة فاذا لقیتموهم فاقتلوهم۔

آخری زمانے میں ایک قوم ہوگی جسے رافضی کہا جائے گا تم جب انھیں پاؤ تو قتل کرو، ایک اور حدیث میں حضور نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو رافضیوں کے قتل کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا۔ ان ادرکت قوما یقال لهم الرافضة فاقتلهم فانهم مشرکون۔ مسلمان دیکھیں ان کے اعتراضات وارد کریا علماء روایتی تک محدود ہے۔ یا ان کے ان شیخ الراسون سے اللہ ورسول بھی محفوظ نہ رہے۔ اب اگر ہم کہیں گے جو علماء کو اس لئے کہ وہ کافروں کو کافر کہتے ہیں بدتہذیب بے ادب کہے۔ اور قتل مرتد کو ظلم مانے وہ کافر ہے تو کانوں پہ ہاتھ رکھے جائے گی۔ کہ کافر کہہ دیا کہہ دیا مگر آپ حضرات انصاف سے فرمائیں۔ کہ یہ کفر ہوا یا نہیں۔ اللہ و رسول کے ساتھ گستاخی کرنا انھیں ظالم بتانا کفر نہ ہوگا تو اور کیا کفر ہوگا۔ بعض جاہل یہاں یوں بکتے ہیں۔ مانا کہ حدیث میں قتل مرتد کا حکم ہے۔ مگر قرآن میں کہیں مرتد کی سزا قتل نہیں فرمائی ہے۔ گویا احادیث قرآن کے خلاف ہوئیں۔ اور جو حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ نہیں مانی جائے گی، قرآن کے مقابل کوئی حدیث نہیں سنی جائے گی۔ یہ تو ان کی سخت جہالت اور

له ابوداؤد جلد دوم ص ۶۵۶ مع تیسیر القاطع، له کنز العمال جلد ا ص ۱۳۱ مطبوعہ حیدرآباد

ایک اور حدیث میں ہے۔

اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ فِتَنًا یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْھَا مُؤْمِنًا وَیُمْسِیْ کَافِرًا ۔ قرب قیامت بے شک ایسے عظیم فتنے برپا ہوں گے کہ آدمی صبح مسلمان ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔

اب تو واضح ہوا کہ محض کلمہ پڑھنا اور اہل قبلہ بننا اور قرآن و حدیث کا نام لینا ہرگز مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں اب دیکھنا ہے کہ یہ آنکھوں کے کورے ان آیات و احادیث کو دیکھ کر کیا کہتے ہیں۔ کیا عجب کہ اپنے زعم باطل و خیال فاسد و عاطل سے رجوع لائیں اور اللہ دے تو ہدایت پائیں۔ مگر وہ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر فرما دی اور کانوں آنکھوں پر پردے ڈال دیئے کہ حق نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ قبول کر سکتے۔

نہایت سفاہت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت ہے۔ اولاً۔ اگر قرآن میں بالفرض حکم نہ ہوتا تو حکم نہ ہوتا اور ممانعت ہوتی اسے پاگل ہی ایک جانے گا۔ معترض تو قرآن مجید کے جب معارض ہوتیں۔ جب قرآن کریم میں قتل مرتد کی ممانعت ہوتی۔ ثانیاً یہ بھی محض کذب کہ کوئی حدیث قرآن عظیم کے مقابل نہیں کی جاتی بے شک حدیث متواتر سے نسخ حال معلوم ہوتا ہے۔ وہ جس آیت سے معارض ہوگی معلوم ہو جائے گا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور بے شک حدیث متواتر سے قرآن عظیم پر زیادت بھی ہوتی ہے۔ جو احمق حدیث متواتر نہ مانے گا وہ قرآن کو کیا مانے گا اور شک نہیں کہ قتل مرتد کی احادیث متواتر ہیں۔ اور یہاں تو اس کی بحث ہی نہ تھی کہ جب قرآن عظیم میں قتل مرتد کی ممانعت نہیں۔ تو احادیث سے معارض کیا ہے [illegible] اگر چمگادڑ دن میں آفتاب نہ سمجھا اور یوں اپنی حماقت سے وجود آفتاب ہی کا منکر ہو بیٹھیں تو کیا ان کا یہ وجود آفتاب سے انکار کریں گے کوئی بھی وجود آفتاب میں کچھ شک و شبہ پیدا کر دے گا۔ عاقل تو عاقل ہے۔ انہیں قرآن میں قتل مرتد کا حکم نہ ملا تو سنو قرآن عظیم فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ۔ تو منافقوں پر جہاد کا حکم قرآن نے دیا اور جہاد میں قتل ہو جاتے ہی ہوتا ہے یا کچھ اور۔ تو قتل کا حکم حکم اسلام ہوا کہ نہیں۔ اور منافقوں کے کفر بعد اسلام و ایمان کی نسبت قرآنی ارشاد ہے۔ قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔ بے شک کافر ہو گئے اپنے ایمان کے بعد وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ۔ اور بے شک منافقوں نے کلمۂ کفر کہا اور کافر ہو گئے اپنے اسلام کے بعد مرتد کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں۔ مرتد اسی کو تو کہتے ہیں جو اسلام کا دعویٰ کر کے پھر جائے۔ اور اگر قتل کے لفظ ہی پر ضد ہو تو وہ بھی قرآن سے سنو۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ۔ کافروں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اگر یہ خیال ہو شبہ ہو کہ آیت میں تو مشرکین فرمایا۔ مرتدین تو نہیں فرمایا۔ ہم ان کے اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیں اور ان کی کوئی گنجائش نہ چھوڑیں۔ قرآن عظیم نے کیا فرمایا یہی فرمایا کہ جب اشہر حرام گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ تو اس سے وہ خاص قسم کفار مراد ہے جو شرک کرتے ہیں یعنی اور اقسام کفار کو اشہر حرام گذر جانے پر بھی قتل کا حکم نہ ہوا۔ مشرکین کے ساتھ یہود و نصاریٰ مجوس، منافقین، مرتدین لائے گئے ہیں تو اس وقت یہاں لفظ [illegible]

؎ جامع ترمذی جلد ثانی ص [illegible]

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۔ (پ ۱ ع ۲)

اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کر دی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب بہرے گونگے اندھے تو وہ پھر آنے والے نہیں۔

یہ بے تہذیب و بے ادب مدعیان تہذیب و ادب، علماء پر بے تہذیبی کا الزام لگاتے ہیں اور بے ادبی کا منھ آتے ہیں کہ یہ لوگ گالیاں سناتے ہیں مخلوق خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ بہت سختیاں برتتے ہیں نہایت شدت میں کہتے ہیں ان کے اعتراض علماء ہی تک نہیں رہتے بلکہ اللہ و رسول تک جاتے ہیں علماء ہی ان گندی گھنونی گالیوں سے ایذا نہیں پاتے بلکہ یہ کہہ کر اللہ و رسول تک ایذا پہونچاتے ہیں۔ علماء کیا فرماتے ہیں جنھیں یہ گالیاں بتاتے ہیں بے تہذیبی ٹھہراتے ہیں، علماء تو وہی کہتے ہیں، جو قرآن و حدیث انھیں سکھاتے ہیں۔ وہ اگر کافر کہتے ہیں تو اللہ و رسول نے کافر فرمایا۔

کہ ان مشرکین ہی کو قتل کیا جائے اور ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ کہ ان کے قتل کا ابھی حکم نہ ہوا اجازت ہوئی تو صرف مشرکوں کے قتل کی ہوئی ایسا تو کوئی جاہل سا جاہل بھی نہ کہے گا عاقل تو عاقل۔ بلکہ آیت کریمہ یقیناً تمام اقسام کے کفار کو عام ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ کبھی دو یا چند چیزوں کو تغلیباً ایک ہی نام سے ذکر کرتے ہیں۔ جیسے قمرین، حسنین، مشرقین، مغربین یونہی یہاں بھی چونکہ اخبث اقسام کفر شرک ہے لہذا اسے اور اقسام کفر پر غالب رکھ کر تمام کافرین کو مشرکین کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ حدیث ابھی اوپر ذکر ہوئی کہ روافض کی نسبت ارشاد ہوا کہ جب تم انھیں پاؤ قتل کرو کہ وہ مشرک ہیں۔ حالانکہ رافضی اس خاص قسم شرک میں کسی طرح داخل نہیں تو مراد یہی ہے کہ وہ کفار ہیں ایک حدیث میں ارشاد ہوا فلیرجعوا فانا لا نستعین بالمشرکین علی المشرکین۔ لوٹ جائیں کہ ہم ہرگز مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے اور یہ جن کی نسبت ارشاد ہوا وہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی چھ سو یہودی قوم بنی اسرائیل کے تھے کہ روز احد حاضر خدمت انور ہوئے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ مشرک اگرچہ ایک خاص قسم کافر کا نام ہے مگر کہیں پر مشرک عام بھی ہوتا ہے۔ اور کفار پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔ اب وہ کافر ہمیشہ سے کافر ہو یا اسلام لا کر مدعی ایمان ہو کر پھر کافر ہو گیا ہو۔ تو روشن ہوا کہ قرآن عظیم میں ہر کافر کے قتل کا حکم ہے اور ہر کافر میں مرتد بھی ہے تو قرآن عظیم میں اس کے قتل کا بھی حکم ہے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْد ایک شبہہ یہاں بھی ان سفہاء کو اور لگ سکتا ہے کہ قرآن عظیم میں جہاد و قتال کا حکم ہے تو جیسے اور کفار سے جہاد و قتال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان مرتدین سے کیا جانا چاہیے اور کفار جب ہتھیار ڈال دیں اور اطاعت قبول کر لیں جزیہ دیں تو انھیں قتل نہ کیا جائے گا بلکہ ان کے جان و مال کی ویسی ہی حفاظت کی جائے گی جیسے مسلمانوں کے جان و مال کی اور اسی طرح ان سے یہی طرز عمل ہوگا۔ مگر مرتد اگر توبہ کرے تو قتل ہی کیا جاتا ہے اور بعض مرتد تو وہ ہیں کہ وہ توبہ بھی کر لیں جب بھی انھیں قتل ہی کیا جائے گا۔ اس کا جواب ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (پ ۱ ع ۱۲) — تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

وہ فاسق کہتے ہیں تو قرآن نے فاسق فرمایا۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (پ ۱ ع ۱۶) — اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

وہ اگر ضال کہتے ہیں تو خدا نے فرمایا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (پ ۱ ع ۱) — نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

وہ اگر منافق کہتے ہیں تو ان کے رب نے فرمایا۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ (پ ۱۰ ع ۱۵) — منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے روکیں۔

وہ اگر فاجر کہتے ہیں تو اللہ نے فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (پ ۳۰ ع ۵) — یہ وہی ہیں کافر بدکار۔

وہ اگر ملعون کہتے ہیں تو قرآن نے فرمایا۔

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ (پ ۱ ع ۵) — اور اللہ کی ان پر لعنت ہے۔

وہ اگر جھوٹا کہتے ہیں تو قرآن نے فرمایا۔

لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (پ ۳ ع ۱۴) — جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔

وہ اگر ظالم کہتے ہیں تو قرآن میں آیا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (پ ۱۲ ع ۲) — ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔

ہماری اس تقریر سے روشن ہے صدق رسول اللہ نبینا الصادق المصدوق الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین وصدق عبدہ وخلیفتہ امیر المؤمنین وامام المسلمین سیدنا ومولٰنا عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ـــــــ حضور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الا ان یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بہٰذا القرآن فما وجدتم من حلال فاحلوہ وما وجدتم من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ، ہاں ہاں مجھے قرآن عطا ہوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل بھی، ہاں قریب ہے کہ کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے کہ تم تو بس قرآن ہی کی پیروی کئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام اسے حرام حالانکہ بے شک جو چیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وہ اگر خائن کہتے ہیں تو قرآن میں ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىٕنِیْنَ ۝ (پ ۱۲۔ ع ۱۴) اور اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

وہ اگر خائب و خاسر کہتے ہیں تو یہ بھی قرآن میں ہے۔

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (پ ۱۔ ع ۳) وہی نقصان میں ہیں۔

وہ انھیں ناری جہنمی بتاتے ہیں تو قرآن میں ہے۔

اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۱۔ ع ۳) وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

وہ اگر فریبی کہتے ہیں تو ہم یہ بھی قرآن سے دکھا چکے ہیں وہ اگر مرتد کہتے ہیں تو ہم اس کا پتہ بھی قرآن سے بتا چکے غرض وہ کیا ہے جو علماء اپنی طرف سے کہتے ہیں، وہ حکم شریعت بیان کرتے ہیں اس پر تو یہ مکار لئام جاہلان بدلگام یہ منہ زوریاں کرتے اور علماء پر بے تہذیبی بے ادبی اور تعصب و جہالت ضد و نفسانیت غرور تکبر کا الزام لگاتے ہیں۔ انھیں شریر النفس مفسد مسلمانوں میں تفریق کرنے والا بھائیوں میں پھوٹ ڈالنے والا بتاتے ہیں ان احکام شریعت کو گالیاں ٹھہراتے ہیں۔ اگر علماء وہ سب کچھ بھی اعلان کے ساتھ فرماتے جو کفار و منافقین کے لئے قرآن عظیم نے فرمایا اور جیسا کچھ انھیں بتایا، تو معلوم نہیں یہ شریر النفس متعصب پیکر غرور مجسمہ ضد و نفسانیت جہال بے خرد کیسا کچھ جامہ سے نکلتے آپے سے باہر ہوتے قرآن نے انھیں سفیہ احمق بے وقوف بدعقل فرمایا۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۱۔ ع ۲) سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

وہ اگر انھیں مفسد کہتے ہیں تو اس قرآن نے انھیں مفسد فرمایا۔

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ (پ ۱۔ ع ۲) سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انھیں شعور نہیں۔

نے حرام فرمائی وہ ویسی ہی ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سیاتی ناس یجادلونکم بشبھات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ۔ قریب ہے کہ کچھ لوگ آئیں گے جو تم سے قرآن مجید کے مشتبہ کلمات سے جھگڑیں گے تو تم ان کی حدیثوں سے گرفت کرو کہ حدیث والے قرآن مجید کو خوب جانتے ہیں۔ اب کھلا کہ مجملات قرآن کی تفصیل کا علم بے حدیث ناممکن اب تو واضح ہوا کہ اپنی اندھی اوندھی ناقص سمجھ کے بھروسے قرآن کے مطالب عالیہ تک بذات خود بے وسیلہ رسائی محال اور جو ایسا کرتا ہے یقیناً ضلالت کے اندھے کوئیں میں گرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ منہ عفی عنہ۔

قرآن نے انھیں جاہل بتایا۔

وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (پ ۹ - ع ۱۴) — اور جاہلوں سے منھ پھیر لو۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ۝ (پ ۲۰ - ع ۹) — بس تم پر سلام۔ ہم جاہلوں کے غرضی نہیں۔

قرآن نے انھیں گدھا بتایا۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۔ (پ ۲۸ - ع ۱۱) — گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔

كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ (پ ۲۹ - ع ۱۶) — گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

قرآن نے انھیں کتا کہا۔

كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (پ ۹ - ع ۱۲) — کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔

بلکہ کتے سور سے بھی زیادہ بدتر فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۝ (پ ۹ ع ۱۲) — وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ (پ ۳۰ - ع ۲۲) — وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ کلام اپنے منتہیٰ کو پہونچا اور ظاہر و باہر ہوا کہ یہ علمار کو بے تہذیب و بے ادب بتانے والے **خود مصنف بے تہذیب اور نہایت بے ادب ہیں** ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

علمائے کرام تخلقوا باخلاق اللہ۔ پر عامل ہیں اور اخلاق الٰہیہ سے شدت علی الکفار ہے اس لئے وہ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ سائر الانبیاء المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین کو اس کا حکم فرماتا ہے کہ ارشاد کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۝ (پ ۲۸ - ع ۲۰) — اے نبی جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو اور شدت برتو۔

اور اسی شدت علی الکفار کی بنا پر اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب جاں نثار خادموں مسلمانوں کو سراہتا ہے کہ فرماتا ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۝ (پ ۲۶ - ع ۱۲) — محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔

اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو حکم فرمایا۔

لَا تُوَاکِلُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْهُمْ وَاِذَا مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِذَا مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ۔ اَوْ کَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔

نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ پیو نہ ان کے ساتھ بیٹھو اٹھو نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو۔ وہ جب مریض ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو ان سے بچو انھیں دور کرو کہ وہ کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

بلکہ اسی لئے خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا۔

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (پ ۷۔ ع ۱۴)

اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر کافروں کے پاس نہ بیٹھو۔

وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ (پ ۱۲ ع ۱۰)

کافروں کی طرف ادنیٰ میل بھی نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

اسی شدت علی الکفار کی بنا پر فرمایا۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (پ ۲۸ — ع ۳)

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے کہ محبت کرتے ہوں اس سے جس نے اللہ ورسول سے لڑائی کی اگرچہ ان کے باپ دادا یا بیٹے پوتے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہوں۔

اگر اس قسم کی آیات واحادیث لکھوں تو دفتر درکار ہے اور مدنظر اختصار ہے اور ہے یہ کہ۔ ع در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست۔ اور معاند کے لئے اوراق سمٰوات وارض کے شواہد نا کافی غرض اتنا تو بفضلہ تعالیٰ ہر ادنیٰ عقل والے پر روشن ہوگیا کہ علمائے کرام متخلق باخلاق اللہ المنان ہیں۔ ہر طرح اس کے اور اس کے رسول کے تابع فرمان ہیں۔ اور یہ ان کے دشمن اعدائے دین ومذہب ومتبع خطوات شیطان ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اے عزیز یہ مسئلہ بھی ایسا ہے جس کے لئے دلائل فقہیہ درکار ہیں اور اگر یہی اصرار ہے تو یہاں کب انکار ہے سنئے۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرمایا۔

اِذَا وَصَفَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَلِیْقُ بِهٖ اَوْ نَسَبَهٗ اِلَی الْعَجْزِ وَالنَّقْصِ یَکْفُرُ۔

اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز ثابت کرنا جو اس کے لائق نہیں اس کو عاجز اور عیب دار بتانا کفر ہے۔

لہ یہ حدیث مسلم ابوداؤد ابن ماجہ عقیلی اور ابن حبان کی روایت کا مجموعہ ہے۔ مرتب امجدی

اسی میں ہے۔

یکفر[1] باثبات المکان للہ تعالیٰ فان قال اللہ فی السماء اذا اراد بہ المکان یکفر وان لم یکن لہ نیۃ یکفر عند اکثرھم وعلیہ الفتوی۔

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے اور اللہ فی السماء کہہ کے مکان مراد لینا بھی کفر ہے اکثر فقہاء نے بغیر نیت کے بھی کفر لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اسی میں ہے۔

لو قال[1] اری اللہ تعالیٰ فی الجنۃ فھذا کفر۔

اگر کسی نے کہا کہ میں اللہ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں تو یہ کفر ہے۔

اسی میں ہے۔

از خدائے[1] ہیچ مکانے خالی نیست کفر

خدا سے کوئی مکان خالی نہیں کہنا کفر ہے۔

ما یکون کفرا بالاتفاق یوجب احباط العمل کما فی المرتد وتلزم اعادۃ الحج ان کان قد حج ویکون وطؤہ حینئذ مع امرأتہ زنا والولد الحاصل منہ فی ھذہ الحالۃ ولد الزنا۔

جو سب کے نزدیک کفر ہو اس سے عمل برباد ہو جاتے ہیں جیسے مرتد کے، اور پہلا اس کو بعد توبہ دوبارہ حج کرنا ضروری ہے اور بغیر دوبارہ نکاح کے عورت سے محض زنا ہوگا اور اولاد حرامی ہوگی۔

بے شک بے شبہہ یقیناً ان سب پر توبہ فرض ہے جرم کا جیسا اعلان ہو ایسے ہی اعلان سے توبہ ہو۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور علانیہ کی علانیہ ہوتی ہے۔

یہ گمان نہ کریں اور اس گھمنڈ میں نہ رہیں کہ کلمۂ کفر ایک بار زبان سے یا قلم سے نکل گیا اس کے بعد ہزار بار کلمہ پڑھا ہے اب تک کیا وہ کفر باقی رہ گیا۔ ہاں ہاں ویسا ہی باقی ہے اگرچہ بے شمار کلمہ پڑھا ہو اور روزانہ دانے کی تسبیح گھمائی ہو جب بھی تاوقتیکہ اسی اعلان کے ساتھ اپنے ان کفریات سے توبہ نہ کرو رجوع نہ لاؤ ہرگز کچھ مفید نہیں اسی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔

ان اتی بکلمۃ الشھادۃ علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یرجع عما قالہ لانہ بالاتیان بکلمۃ الشھادۃ لا یرتفع الکفر۔

اگر بطور عادت اس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو یہ اس کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا جب تک کہ توبہ نہ کرے کیونکہ بغیر توبہ صرف کلمہ پڑھنے سے کفر ختم نہیں ہوتا۔

ان کی عورتیں بائنہ ہو گئیں بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کر سکتی ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ

[1] فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص مطبوعہ بیروت

جل مجدہ اتم۔

کتبہ الفقیر مصطفےٰ رضا القادری النوری البریلوی

- لقد اصاب من اجاب خویدم الطلبة محمد حسنین رضا القادری النوری الرضوی غفر لہ ربہ
- صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم، محمد مختار احمد عفی عنہ صدیقی میرٹھی۔
- الجواب صحیح ۔ محمد سراج الدین رام پوری۔
- لقد اصاب من اجاب۔ فقیر سردار علی بریلوی غفرلہٗ
- صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ فقیر محمد تقدس علی الرضوی البریلوی غفر لہ مولاہ القوی۔
- یہ اشعار متعدد کفریات پر مشتمل اور قائل کافر، واللہ تعالیٰ اعلم فقیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ صدر مدرس مدرسہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف۔
- صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ محمد اسماعیل محمود آبادی ضلع سیتا پور توابعات لکھنؤ۔
- ان اشعار کے کفر اور قائل کے کافر ہونے میں شک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم؛ محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین۔
- جواب صحیح ہے۔ سید غلام قطب الدین سہیل ہند سہسوانی۔
- ھٰذا ھو الجواب الصحیح والحق الصریح المصدق الفقیر محمد ابراھیم عفا عنہ ناظم جمیعۃ الاحناف صوبہ سندھ۔
- الجواب صحیح ۔ فقیر محمد حسین البلوچستانی۔
- نعم ای لقد اجاب فی ما اجاب واطاب واصاب فاوضح الصواب عن اللباب ابو العرفان فقیر محمد غلام جان قادری رضوی عفی عنہ مدرسہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور
- نعم الجواب وھذا التوفیق وحضرۃ المجیب مصیب ومثاب وعلی من خالفہ سوء العقاب واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقیر ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی قادری الرضوی لکھنوی غفرلہ مفتی جامعہ رضویہ منظر اسلام خانقاہ عالیہ قدسیہ رضویہ بریلی شریف۔ (مہر)
- ذٰلک کذٰلک وانی مصدق لذٰلک۔ فقیر غلام رسول قادری بہاولپوری مفتی ریاست۔
- الجواب صحیح والمجیب نجیح الفقیر محمد علی القادری الحامدی غفرلہٗ ھٰذا ھو الحق۔ عبد النبی المختار محمد یار

بہاولپوری بقلم خود۔

○ جواب صحیح ہے۔ غلام محمد نبی رام پوری مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رام پور۔

○ ابتدا اشعار مندرجہ سوال کفریات پر مشتمل ہیں جس کے کہنے والے کو کافر کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے یہ اشعار کفر اور کہنے والا کافر بلاشک ہے۔ العبد محمد سعوان حسین احمدی المجددی النقشبندی ناظم مدرسہ ارشاد العلوم ریاست رام پور محلہ چاہ شور۔

○ الجواب صحیح وصواب والمجیب اللبیب مصیب ومثاب، عبد الغنی غفرلہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور ہند۔

○ بے شک یہ اشعار کفریہ اور قائل وقائل ان اشعار کا کافر ہے، کتبہ بقلمہ وقالہ بفمہ العبد المذنب ابو البرکات سید احمد غفرلہ الاحد۔

فتوای

حضرت والا برکت بالا منزلت علامہ زمان مفتی دوراں مولوی محمد ابراہیم صاحب قادری مدرس اول دار العلوم شمس العلوم بدایوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقہائے کرام علیہم الرحمہ نے فرمایا کہ جو شخص خدائے تعالیٰ کو (معاذ اللہ) ایسے وصفوں سے متصف کرے کہ اس کے لائق نہ ہوں یا خدائے تعالیٰ کو جاہل عاجز ٹھہرائے یا اس کے کسی نام کے ساتھ تمسخر کرے اور اختیاراً ایسے قول کہے (وہ تعریضاً اور نقلاً نہ ہوں) اگرچہ کہنے والا اسے کفر نہ جانے اور اس کا اعتقاد نہ رکھے وہ شرعاً محض ایسے قول کی بنا پر کافر ہو جاتا ہے۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ الی ان قال او نسبہ الی الجہل او العجز

جو اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی چیز سے متصف کرے جو اس کے لائق نہیں وہ کافر ہے۔ اسی طرح وہ جس نے اللہ کے کسی نام کا مذاق اڑایا یا[1]

[1] فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص۲۵۸ مطبوعہ بیروت

او النقص۔ | کو جاہل عاجز عیب دار بتایا کافر ہے۔

اسی میں ہے۔

[1] اِذَا اَطْلَقَ الرَّجُلُ کَلِمَةَ الْکُفْرِ عَمْدًا لٰکِنَّهٗ لَمْ یَعْتَقِدِ الْکُفْرَ قَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا لَا یَکْفُرُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ یَکْفُرُ وَهُوَ الصَّحِیْحُ عِنْدِیْ کَذَا فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ مَنْ اَتٰی بِلَفْظَةِ الْکُفْرِ وَهُوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّهَا کُفْرٌ اِلَّا اَنَّهٗ اَتٰی بِهٖ عَنِ اخْتِیَارٍ یَکْفُرُ عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ خِلَافًا لِلْبَعْضِ وَلَا یُعْذَرُ بِالْجَهْلِ۔

کسی شخص نے عمداً کلمہ کفر بولا لیکن کفر کا اعتقاد نہیں کیا تو وہ ہمارے بعض علماء کے نزدیک کافر نہیں لیکن بعض دیگر علماء نے اس کو کافر کہا ہے اور یہی میرے نزدیک صحیح ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ کسی نے کلمۂ کفر کہا اور اس کو علم نہیں تھا مگر اس نے یہ اپنے اختیار سے بولا تھا تو عام علماء کے نزدیک کافر ہے اس کا عذر قابل قبول نہیں لیکن بعض نے کافر نہیں کہا۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے۔

[2] رَجُلٌ کَفَرَ بِلِسَانِهٖ طَائِعًا وَقَلْبُهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ یَکُوْنُ کَافِرًا وَلَا یَکُوْنُ عِنْدَ اللّٰهِ مُؤْمِنًا۔

کسی شخص نے زبان سے کفر بکا لیکن دل میں ایمان تھا تو وہ کافر ہے اللہ کے نزدیک بھی مومن نہیں۔

جو شخص نثر انظامیہ کہے کہ خدا کا اس بت کافر پر قابو نہیں چلا مگر میں اس کو اپنا مطیع کرلوں گا یا خدا خدا کی جگہ رام رام باتباع فلاں کافر کرلوں گا تو یہ کلمات صریح کفر کے ہیں جس میں تاویل کی گنجائش نہیں اگرچہ کہنے والا اعتقاد نہ رکھے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ محمد ابراہیم الحنفی القادری البدایونی غفرلہٗ

- الجواب صحیح ۔ فقیر محمد عبد القدیر القادری البدایونی ۔
- الجواب صحیح ۔ فقیر محمد امین عفی عنہ
- ذٰلک کذٰلک انی مصدق لذٰلک حررہ العبد المذنب ابو البرکات
- الجواب صحیح ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاران غفرلہٗ۔
- لقد اصاب المجیب جزاہ اللہ المجیب محمد حبیب الرحمٰن القادری البدایونی غفرلہٗ

[1] فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص۲۷۶ مطبوعہ بیروت ۔ [2] فتاوی خانیہ مع عالمگیری جلد سوم ص۵۷۳

فتوای

فاضل جلیل عالم نبیل حامی سنن ماحی فتن حضرت مولانا مولوی سید اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی سجادہ نشین سرکار مارہرہ شریف، اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

الجواب۔ شعر ۳ یقیناً قطعاً کفر خالص ہے۔ اس میں نہایت صاف واضح الفاظ میں خدا کو عاجز کہا اور عاجز بھی کیسا کہ جس "وبت کافر" پر بقول اس شاعر کافر کے خود یہ قادر ہے خدا کا اس پر کچھ بس نہیں چلا۔ اور یہ خدا کی طرف عجز کی نسبت اور وہ بھی ایسی یقیناً قطعاً اجماعاً کفر خالص ہے۔ فتاوی ہندیہ و بحر الرائق علامہ زین ابن نجیم و اعلام بقواطع الاسلام امام ابن حجر مکی علیہم رحمۃ الملک المقام میں کفر متفق علیہ کے بیان میں ہے۔

واللفظ للبحر یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ او نسبہ الی الجہل والعجز او النقص سلخ ملخصا

اعلام میں فرمایا۔ جو اللہ عزوجل کو کسی ایسی چیز سے موصوف مانے جو اس کی شان کریم کے لائق نہیں یا اس کی طرف جہل کی "سواء صدر عن اعتقاد او عناد او استھزاء" یا عجز یا نقص کی نسبت کرے وہ قطعاً کافر ہے برابر ہے کہ اس کا یہ قول اعتقاداً ہو یا عناداً یا ہنسی میں کہدیا ہو۔

یہ شعر اپنے اس معنی کفری میں نہایت واضح و صاف متعین ناقابل تاویل و توجیہ ہے جس میں کسی ایسی تاویل کی جو اسے کفر سے نکال سکے اصلاً گنجائش نہیں، نہ ایسے کفر صریح میں ادعائے تاویل مقبول و صحیح شفائے امام قاضی عیاض میں ہے۔

"ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ نہیں سنا جاتا۔

نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی میں ہے۔

ولا یلتفت لمثلہ و یعد ھذیانا — ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور وہ ہذیان گنی جائے گی۔

اس شاعر کے خسار و بوار کے لئے اس کا یہی ایک ملعون شعر کیا کم تھا۔ نہ کہ اس نے آگے اور کفر بکا۔ اور شعر ۲ کے پہلے مصرع میں مشرک کو اپنا رہبر و رہنما ہادی و پیشوا بنانے کی اپنی شرک پرستی کو ایک تعلیق موہوم کی بے معنی آڑ کے ساتھ ظاہر کرنے کے بعد دوسرے مصرع میں صاف کہہ دیا کہ سے خدا نخواستہ بھی رام رام کرلیں گے، اس شرک پرستی پر تو رد کامل علمائے اہلسنت کے رسائل میں ہے۔ یہاں کہنا یہ ہے کہ اس دوسرے مصرع میں

کلمۂ اسلام خدا خدا کو ایک کلمۂ کفر رام رام سے مساوی ماننا۔ اور اس کلمۂ اسلام کو چھوڑ کر اس کلمۂ ملعونہ یعنی رام رام کو اختیار کرنا ہے۔ اور یہ دونوں یقیناً کفر ہیں۔ کفر و اسلام کے مساوی جاننے کا کفر ہونا تو بدیہی ہے۔ اور رام کے معنی ہیں رما ہوا سمایا ہوا مشرک خدا کو اسی لئے رام کہتے ہیں کہ وہ ان کے زعم فاسد میں ہر شی ہر خلا میں رما ہوا سمایا ہوا ہے۔ اور خدا کو کسی چیز میں رما ہوا جاننا یقیناً کفر ہے۔ شفائے امام قاضی عیاض و اعلام ابن حجر میں ہے۔

واللفظ للاعلام من زعم ان الالٰہ سبحنہ و تعالٰی یحل فی شیٔ من احاد الناس او غیرھم فھو کافر ام ملخصاً۔ | جو یہ زعم کرے کہ اللہ عزوجل کسی آدمی یا کسی چیز میں حلول کیا ہو سمایا ہوا ہے وہ کافر ہے۔

اور کفر اس وقت کرے یا آئندہ اس کے کرنے کا ارادہ کرے۔ بہر حال اسی وقت کافر ہو جائے گا۔ فتاوی ہندیہ میں خلاصہ سے ہے۔

واذا عزم علی الکفر ولو بعد مائۃ سنۃ یکفر فی الحال۔ اگر کفر کا قصد کرے اگرچہ سو برس بعد اسی وقت کافر ہو جائے گا

ھذا۔ واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ الفقیر اولاد رسول محمد میاں القادری البرکاتی المارہروی کان اللہ تعالٰی لہ

(مہر) ۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۴۳ھ

الجواب صحیح والمجیب اللبیب نجیح نمقہ وقالہ بفمہ العبد الجانی سید احمد المکنی بابی البرکات الحسنی القادری الرضوی النوری۔ (مہر)

فتوای

حضرت عالی درجت والا برکت فاضل لمعی عالم لوذعی مولانا مولوی مفتی عبدالکریم صاحب درس السندی الحنفی مفتی کراچی۔

الجواب۔ نیچے کے تینوں شعر متوازی بکفر و محتوی ارتداد ہیں ان تینوں شعروں میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے حقیقی معنی مہجور یا متعذرہ یعنی ایسا متروک الاستعمال ہو جس میں تاویل کی گنجائش ہو کما ھو لا یخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ فی الفن۔ تیسرے شعر کے جملہ یہ سچے ہے نے شائبۂ شک بھی اٹھا دیا ہو گیا

اور نعوذ باللہ من سوء ذالک الاعتقاد۔ خالق کا اپنی مخلوق پر قابو نہ چلنے کی تحقیق اور تاکید ہوگئی اور آیۃ کریمہ وھو[1] علیٰ کل شیئٍ قدیر سے صاف صاف انکار ہو چکا وھذا کفر صریح۔ اور دوسرے مصرع ذات خداوندی پر اپنی عزیت ثابت کی ہے خاک بدہن قائلش، چوتھے شعر کے پہلے مصرع سے اس موجود حقیقی کا کعبہ سے خلو اور لندن کو اس لامکان ذات کا مکان اور مقام قرار دینا کفر نہیں تو اور کیا ہے۔ تعالی اللہ عما یصفون۔

اور دوسرا مصرع پہلے مصرع کا مؤید یعنی وہیں پہونچ کر الخ اور کلام کریں گے، سے کلیم اللہ بناسب سفسطہ اور الحاد ہے۔ پانچویں شعر میں آیت کریمہ ما یستوی[2] الاعمیٰ والبصیر کا انکار ہے۔ مولوی اور مالوی یعنی مومن اور کافر عارف اور اجنبی یعنی غیر عارف دونوں مسٹر ظفر کے سامنے برابر ہیں۔ مالوی مولوی تو مولوی مگر ایک فاسق مسلم کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

رد المحتار[3] حاشیہ در مختار کے باب صلاۃ الجنازۃ میں ہے۔

ان الکافر اجنبی غیر عارف باللہ تعالیٰ (الی ان

قال) والفاسق عارف۔

ان شعروں کا قائل کافر اور مرتد ہے الا ان یرجع و یتوب۔

حررہ المفتی عبد الکریم المدرس السنوی الحنفی عفا اللہ عنہ از کراچی۔

الجواب صحیح۔ فقیر محمد امین عفی عنہ، اصاب من اجاب نعمۃ الواحد رحمۃ اللہ القوی ابو البرکات سید احمد حفظہ ربہ۔

فتوای

حضرت حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی محمد ریحان حسین صاحب سنی حنفی مدرس و مفتی مدرسہ ارشاد العلوم رام پور۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ ھو الموفق للصواب۔

الجواب۔ ہر چند کہ بجائے خود یہ مسئلہ نہایت صحیح و مسلم اور مختار شامی، درر، غرر وغیرہ کتب معتبرہ فقہ میں مصرح ہے کہ حتی الامکان مسلمان پر حکم کفر نہ کیا جائے یہاں تک کہ کفر کے وجوہ اگر متعدد ہوں اور عدم تکفیر کے صرف ایک ہی وجہ اور وہ بھی روایت ضعیف تب بھی مفتی کو اسی وجہ کی بنا پر عدم تکفیر کرنا چاہئے لیکن یہ سب

[1] سورۂ مائدہ آیت ۱۲۰ [2] سورۂ فاطر آیت ۱۹ [3] رد المحتار جلد اول ص ۹۲۳ مطبوعہ کوئٹہ

اس وقت ہے کہ قائل کا کلام کفر اور عدم کفر میں محتمل ہو اور مدلول کفر میں صریح اور نص نہ ہو اس وجہ سے کہ قول صریح میں تاویل کو گنجائش نہیں۔

کما فی الشفاء التاویل فی صراح لا یقبل۔ انتہی — صریح میں تاویل غیر مقبول ہے۔

ونسیم الریاض۔ ولا یلتفت لمثلہ ویعد ھذیانا۔ انتہی — صریح الفاظ میں کسی طرح کی تاویل غیر معقول ہے۔

وشرح الشفا للعلامۃ القاری۔

ھو مردود عند قواعد الشرعیۃ۔ — قانون شرع کے اعتبار سے صریح لفظ میں تاویل مردود ہے۔

نیز یہ کہ تاویل بھی اگر ہو تو صحیح اور مؤید بالدلیل اس وجہ سے کہ تاویل بلا دلیل عند الفحول نامقبول ہے۔

فی التوضیح والتلویح۔

لا عبرۃ بالاحتمال الغیر الناشی عن دلیل۔ — جو احتمال کسی دلیل کے تحت نہ ہو غیر معتبر ہے۔

اور صورت مسئولہ میں تیسرے شعر کا پہلا مصرع۔ اور چوتھا شعر اور پانچویں شعر کا آخری مصرع لزوم کفر میں صریح ہے اس وجہ سے کہ تیسرے شعر کے پہلے مصرع میں قائل خدائے تعالیٰ کے عاجز ہونے کی تصریح کرتا ہے

وھل ھذا الا کفر صریح فی الفتاویٰ الھندیۃ[1]۔

یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ او نسبہ الی الجھل او العجز۔ — جو اللہ کو کسی ایسی چیز سے متصف مانے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اس کو عاجز و جاہل مانے وہ کافر ہے۔

اور چوتھے شعر کو بالفرض اگر تعریض پر محمول کیا جائے تب بھی ایسی تعریضیں کہ جن سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی شان کی تنقیص مترشح ہو اور اس کی تنزیہ و تقدیس کے خلاف ہوں قطعاً کفر ہے۔ فی الاعلام بقواطع الاسلام،

من نفی او اثبت ما ھو صریح فی النقص کفر۔ — جس نے کوئی ایسی چیز اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کی جس میں کھلا عیب ہو تو وہ کافر ہے۔

خدا خدا نہ ہوا ملک ان سہلا یا وہ گو الشعراء یتبعھم الغاوون[2] کے تعریضات اور تمسخر کا آلہ ہو گیا کہ کبھی کسی اکفر سے خدا کو تعبیر کر دیا اور کبھی مشرک سے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم[3]۔

کجا حق سبحانہ وتعالیٰ وحدہٗ لا شریک لہٗ معبود برحق اور کجا رام و لچھمن کہ جو دو شخص اہل ہنود کے معبود باطل جن کو وہ نعوذ باللہ خدا مانتے اور جانتے ہیں۔ موخر الذکر تین شعروں کے بعض الفاظ صریح کفر ہیں۔ اور شرعاً حکم کفر اس پر ہوتا ہے جس پر صراحۃً قائل کا لفظ دلالت کرے اگرچہ قائل نے قصد کفر نہ کیا ہو۔ اعلام بقواطع الاسلام میں ہے۔

حکمنا بمادل علیہ لفظہ صریحا وقلنا لہ انت حینئذ — ہم لفظ صریح کے مفہوم پر حکم لگاتے ہیں اور ہمارا یہ فتویٰ ہے کہ تم کفر

[1] فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم ص ۲۵۸ مطبوعہ بیروت، [2] سورۂ کہف آیت ۵، [3] شعراء آیت ۲۲۴

بطلان هذا اللفظ كلفظ كما هو ظاهر كذلك تنعقد تنعقد به
فذلك لانا انما نحكم بالحكم باعتبار الظاهر في اللفظ
اذا كان محتملا لمعان كان على احدها اظهر حمل
عليه وكذا ان استوت ووجد لاحدها مرجح والارادة
وعدمها لا يشغل لنا۔

الفاظ جب بھی بولوگے کافر ہو جاؤگے خواہ تمہاری مراد ہو نہ ہو کیونکہ ہم ظاہر
پر حکم لگاتے ہیں لہٰذا اگر کسی لفظ میں چند معانی کا احتمال ہوگا اور ان میں
ایک معنی ظاہر ہوں گے تو حکم اسی کے اعتبار سے ہوگا اور اسی طرح اس
وقت جب کہ تمام معانی برابر ہوں لیکن ایک معنی کے لئے کوئی وجہ ترجیح
ہو تو بھی اسی پر حکم لگے گا مراد و عدم مراد سے ہم کو کچھ کام نہیں۔

یعنی قائل کا قول اگرچہ چند معانی کا محتمل ہے تو ان میں سے جو معنی اظہر ہوں گے وہ کلمہ اس پر محمول ہوگا اور نیت سے کوئی غرض نہ ہوگی اور اگر اس کا ظہور سب میں مساوی ہو اور ایک معنی کے واسطے مثلاً قرینہ وغیرہ مرجح ہو تو اس مرجح معنی پر حمل کریں گے۔ هذا ما يقتضيه المقام والله سبحانه وتعالى اعلم بحقيقة الحال۔

العبد المجیب محمد ریحان حسین مجددی کان اللہ تعالیٰ لہٗ

الجواب صواب۔ العبد محمد معوان حسین مجددی کان اللہ تعالیٰ لہٗ ناظم مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

نعم الجواب والمجیب مصیب ومثاب وانا الفقیر الی المولی القدیر سید احمد القادری الرضوی المکنی
بابی البرکات حماہ اللہ من الآفات،

الجواب صحیح، العبد محمد شجاعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ ارشاد العلوم

الجواب صحیح والمجیب نجیح لا شک فی حقیقۃ المسئلۃ المزینۃ المذکورۃ لا ینبغی للمسلم الحسنی ان یرتاب
فی صحتہا۔ حررہ ابوالخیر فیض اللہ جان دیروی مروتی بقلم۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح العبد الفقیر محمد اکبر الحسنی القادری الشاذلی غفر لہ ولوالدیہ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح ابوالحسنات حافظ محمد احمد حسینی قادری الوری

صح الجواب نظام الدین ملتانی ثم وزیر آبادی۔

مسئلہ۔ ایک شخص کہتا ہے، اعلیٰ حضرت قبلہ نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے فتوی کتاب النکاح میں جولاہوں ونائیوں دھوبیوں وغیرہم کو ذلیل لکھا ہے کہ یہ لوگ ذلیل ہیں تو کیا واقعی یہ لوگ ذلیل ہیں اور یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اور حضور ان لوگوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ مسلمان ہونا عزت ہے اور کافر ہونا ذلت ہے بھنگی چمار جنھیں وہ جو اپنے آپ کو شریف کہتے ہیں۔ یعنی شیخ مغل پٹھان وغیرہ اور وہ جو ان اقوام مذکورہ سے اپنے آپ کو خود بھی چھوٹا جانتے ہیں یعنی دھنے جولاہے

نائی، موچی وغیرہ۔ آج اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ اس پٹھان اس شیخ اس مغل بلکہ اس مدعی سیادت سے
بہت زیادہ عزت والے ہیں جو معاذ اللہ کفر کرے وہابی یا رافضی یا قادیانی وغیرہ ہو جائے بلکہ حقیقۃً وہی عزت والا
اور بڑی عزت والا ہے قال تعالیٰ[1] وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وہ ان عزیزوں میں داخل جن کو اللہ
نے اپنے اور اپنے رسول کے بعد عزت والا فرمایا۔ بنص قرآنی عزت کا مسلمانوں میں حصر ہے کسی کافر کو عزت سے
ادنیٰ واسطہ نہیں وہ کافر اصلی ہو یا مرتد کہ اسلام کا مدعی ہو۔ اور کفار ہی ذلیل ہیں۔ قال تعالیٰ[2] اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ
پھر مسلمانوں میں عزیز و بزرگ تر وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہو جو جتنا اتقیٰ ہو زیادہ تقویٰ والا ہوگا اسی کا مرتبہ زیادہ بلند
و بالا ہوگا قال تعالیٰ[3] اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ بھنگی، چمار مسلمان ہو کر تقویٰ اختیار کرے، عالم دین بنے، وہ
جاہل شیخ مغل پٹھان، فاسق مغل پٹھان سے اللہ و رسول کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے۔ اور جاہل فاسق مدعی
شرافت اپنے فسق و فجور کے سبب ذلیل ہے رہا عرف تو اس میں یہ چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں باقی کسی حیثیت سے ان
سے کمتر، اسی پر شریعت نے کفائت کا اعتبار فرمایا۔

شریعت پاک کے بعض مسائل کا مدار عرف پر ہے اگر ہندوستان میں پٹھان اور مغل اور شیخ عالم دین کو
حضرات سادات اپنے برابر کا شمار کرتے اور عرفاً ان کی سیدوں کے بہ نسبت کم نسبی کا وزن شرافت علم سے پورا نہ
ہوتا تو ہرگز وہ بھی ان کے کفو نہ ہو سکتے۔ فتاویٰ رضویہ میں جہاں جولاہوں وغیرہ کو تحریر فرمایا کہ وہ عالم ہو کر بھی سید
کے کفو نہیں ہو سکتے وہاں یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس وقت تک جب تک ان سے عار باقی ہے۔ جہاں وہ تحریر فرمایا
کہ مغل پٹھان وغیرہ عالم ہو کر ان کے کفو ہوتے ہیں وہاں وجہ بھی لکھ دی کہ اس ملک میں مغل پٹھان وغیرہ علما
سے سادات کو عار نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت پر افترا محض ہے کہ انھوں نے جولاہوں، نائیوں، موچیوں کو ذلیل لکھا ہے (خدائے تعالیٰ
کے ارشاد[4] وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى سے مفتری کو ڈرنا چاہیے اور پھر وہ بھی ایسے امام جلیل پر وہ بھی بعد وصال
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پیشہ کی دنایت حقیقۃً مستلزم دنایت شخص نہیں۔ کما ھو ظاھر۔ جب یہ اس
کذاب کا محض دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت نے ان لوگوں کو کہیں ذلیل نہ تحریر فرمایا بلکہ اس مفتری کذاب کی
بانی خود اسی فتویٰ مبارکہ کتاب النکاح حصہ سوم سے ظاہر ص ۱۲۰ ملاحظہ ہو۔

اگر کوئی چمار مسلمان ہوا تو مسلمانوں کے دین میں اسے نظر حقارت سے دیکھنا حرام اور سخت حرام
وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ اور فرمایا فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ۔

[1] سورۂ منافقون آیت ۸ [2] سورۂ مجادلہ آیت ۲۰ [3] سورۂ حجرات آیت ۱۳ [4] سورۂ طٰہٰ آیت ۶۱

پھر اسی صفحہ پر فرمایا ـــــ کہ ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ بادی عرف میں ذلیل سمجھی جاتی ہیں الخ ـــــ

ـــــ بلکہ اسی صفحہ ۱۱۰ پر جس کی عبارت دکھا کر اس کذاب مفتری نے یہ جیتا بہتان باندھا وہیں تھا ـــ "پٹھان، مغل یہاں اپنے آپ کو شرفائے اصحاب سے شمار کرتے ہیں"۔

ان عبارات سے اس کذاب کا کذب واضح ہو گیا اور کھل گیا کہ حضرت قدس سرہ نے کہیں جولاہوں، نائیوں وغیرہ کو ذلیل نہیں تحریر فرمایا اور وہ جو ذلیل پیشہ در تحریر ہوا وہ پیشہ کی عرفی ذلت ہے۔ ان عبارتوں میں ہر ذرا سا پڑھا ہوا بادنیٰ تامل جان لے گا کہ عرف پر کلام ہے کیا جگہ جگہ پٹھان وغیرہم کو نہ فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو شریف شمار کرتے ہیں، یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں۔ یونہی یہ کہ جولاہے، نائی وغیرہ کے پیشے ذلیل عرفی ہیں۔ رہی عزت تحقیق وہ اسلام اور حسن عمل ہے جو ص۱۲۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ ص۱۲۱ پر فرمایا کہ شرافت قوم پر منحصر نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے [1] اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ تم میں زیادہ مرتبہ والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہے۔

جب حضرت قدس سرہٗ نے یہ نص فرمادی تو ظاہر ہو گیا کہ حضرت کے نزدیک ہر وہ جولاہہ، وہ نائی، وہ دھنیا وہ دھوبی، وہ چھیپی، وہ قصائی بلکہ وہ چمار، وہ بھنگی جو بعد اسلام نیک عمل کرے متقی و پرہیزگار بنے شریف ہے اور ہر وہ مغل پٹھان، وہ شیخ جو فسق و فجور میں مبتلا ہو ذلیل، اللہ اس مفتری کو توبہ کی طرف ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقیر محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری عفی عنہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ فقیر محمد حامد رضا قادری نوری رضوی خادم سجادہ و گدائے آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی۔

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ سگ بارگاہ عالیہ مدرسہ رضویہ فقیر ابوالمعانی محمد ابرار حسین صدیقی غفرلہٗ

الجواب صحیح۔ حضور پر نور مرشد برحق امام اہلسنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان قوموں کا ذلیل سمجھنا افترائے محض و کذب بحت ہے۔ ہر شخص جس نے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی ہے وہ جانتا ہے کہ حضور پر نور کا ان اقوام کے سنی مسلمانوں کے ساتھ کس قدر کریمانہ مشفقانہ رحیمانہ برتاؤ تھا ان کے یہاں دعوتوں میں تشریف لے جاتے، ان کے یہاں تشریف لے جا کر وعظ فرماتے، ان کی خواہش پر بیعت سے مشرف فرماتے، انھیں اپنے کاشانہ پر تقریبات میلاد شریف و عرس سراپا قدس وغیرہ میں محبت سے بلاتے، اور ان پر انتہائی شفقت فرماتے رضی اللہ عنہ، اگر معاذ اللہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ

[1] سورۂ حجرات آیت ۱۳

ان بھائیوں کو ذلیل سمجھتے تو کیا ایسا ہی برتاؤ فرماتے، جو شخص کسی کو اپنے سے ذلیل سمجھتا ہے اس سے ایسا ہی برتاؤ کرتا ہے؟ مگر یہ کہ خدا حیا دے ایمان دے۔ آمین۔

فقیر ابو الفتح عبید الرضا

محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہٗ ولابویہ ربہ القوی

الجواب صحیح۔ فقیر محمد علی قادری، حامدی، آنولوی غفرلہٗ

مسئلہ۔ از محمد زماں ہریا چندر سی اوپچپڑوا ضلع گونڈہ

موضع سنبھیاں کلاں ضلع گونڈہ کی مسجد کا منبر بہت مختصر اور نیچا تھا ایک سنی عالم نے نماز جمعہ کے بعد کرسی منگوایا اور اس پر بیٹھ کر فضائل نبویہ اور احکام شرعیہ بیان کئے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ محراب و منبر کے پاس کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام یا ائمۂ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی سے ثابت ہے کہ مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر کی ہو اور کوئی معذوری نہ رہی ہو منبر کے پاس کرسی پر بیٹھنا محراب و منبر کے احترام کے خلاف ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ منبر اینٹ چونے کا ہو یا لکڑی کا تخت ہو یا کرسی۔ مقرر اس پر بیٹھتا یا کھڑا ہوتا ہے تاکہ پورے مجمع تک آواز پہونچے اور پورا مجمع اسے سنے اور تعظیم ذکر بھی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ پہلے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے منبر نہ تھا پھر منبر بنایا گیا۔ کرسی پر بیٹھنا منبر و محراب کی توہین نہیں جیسے خود منبر جو مسجد کے لئے بنا ہوا ہے اس پر کھڑا ہونا یا بیٹھنا محراب کے احترام کے خلاف نہیں۔ کرسی نہ ہوتی کوئی تخت بچھایا جاتا یا تخت ہوتا اس پر کرسی رکھی جاتی۔ اس میں منبر اور محراب کے احترام کے کیا خلاف ہوتا؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ۔ مرسلہ جناب محمد نظام الدین صاحب۔ قادری برکاتی نوری رسولی محلہ کھاردروازہ متصل بالا پیر شہر سورت۔

(۱) مزامیر یعنی ڈھول طبلہ سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے یا ناجائز؟ زید کہتا ہے کہ صوفیوں کو مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے اور بکر کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولینا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۲۳ و ۲۴ پر مزامیر کے ساتھ قوالی کو حرام لکھا ہے اور حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب فوائد الفواد کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لہٰذا مزامیر کے

سامنے ہر شخص کو قوالی سننا ناجائز ہے۔ تو زید کا کہنا درست ہے؟ یا بکر کا قول صحیح ہے؟

(۲) غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے جائز ہے کسی طرح حرج نہیں۔ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں اور بکر کہتا ہے کہ مولینا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوٰی کتاب الکلام حصہ دوم صفحہ ۱۲ پر تحریر کیا ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے، لہٰذا ناجائز ہے۔ تو زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول صحیح ہے؟

(۳) قادری سلسلے کا مرید چشتیہ میں طالب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے۔ فقیر کو اختیار ہے۔ قادری سلسلے کے مرید کو چشتیہ میں طالب کر سکتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ حضرت باہو علیہ الرحمہ رسالہ تیغ برہنہ صفحہ ۹ پر فرماتے ہیں کہ اگر قادری طریقے کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو خواہ با نصیب ہی ہو تو بھی بے نصیب اور مردود ہو جاتا ہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ ملفوظات حصہ دوم ص۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کسی سلسلے کا آئے اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوائے غلامانِ قادری کے کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ لہٰذا ان بزرگوں کے فرمانے سے قادری سلسلے کا مرید کسی دوسرے سلسلے میں طالب نہیں ہو سکتا۔ تو شریعت مطہرہ کے موافق تحریر فرمائیے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا قول درست ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب:- (۱) بکر کا قول صواب و صحیح ہے اور قولِ زید محض باطل و قبیح و فضیح، بکر مصیب و مثاب زید بے قید مستوجبِ غضب و مبتلائے قہر و عتاب، گرفتارِ عذاب ہے کہ وہ بے علم فتوٰی دیتا ہے اور بے علم فتوٰی دینا حرام حرام ہے۔ قال تعالیٰ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا[۱] وقال عز وجل من قائل سبحانہ وتعالیٰ شانہ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ الآیۃ[۲] وقال تعالیٰ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ الآیۃ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں[۴] من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السموات والارض۔ مزامیر جنھیں مٹانے کے لئے حضور پر نور نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے کما فی الحدیث مطلقاً حرام ہیں نہ صوفی کو حلال نہ غیر صوفی کو۔ مزامیر نہ ہونا شرطِ اباحتِ سماع ہے۔ جن کے لئے سماع حلال و مباح ہے۔ مجرد سماع چار قسم ہے۔ حلال۔ حرام۔ مکروہ اور مباح۔

[۱] سورۂ اسراء آیت ۳۶ [۲] سورۂ نحل آیت ۱۱۶ [۳] سورۂ انعام آیت ۱۴۴ [۴] کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۱۱

اگر صاحب وجد کامیلان جانب حق اکثر و بیشتر ہے اسے مباح ہے۔ اور اگر میل بمجاز زائد ہے تو اسے مکروہ ہے۔ اور جو بالکل مجاز کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے حرام اور جو بالکلیہ جانب حق مائل اور مجاز سے یکسر منقطع اس کے لئے حلال ہے۔ بعض متصوفہ خصوصاً مریدان سلسلۂ عالیہ چشتیہ نے یہ ظلم ڈھایا اور نیا ستم برپا کیا ہے کہ زبردستی مزامیر کے جواز کا باطل دعوی کر لیا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو چشتی ہو جائے اسے مزامیر حلال۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ گویا چشتیوں کی شریعت اور ہے اور سلاسل کی شریعت اور والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اس لئے مناسب کہ ہم حضور پر نور سیدنا سلطان المشائخ نظام الحق والشریعۃ والطریقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات کریمہ "سیر الاولیاء" سے جس کے جامع حضور کے مرید و خلیفہ حضرت میر خورد مولٰنا سید کرمانی قدس سرہ النورانی ہیں، یہ ثبوت حرمت پیش کریں۔ اس وقت اگر وطن سے دور اور کتب سے مجبور نہ ہوتا تو اور بھی بعض سادات حضرات چشت سے ثبوت پیش کر سکتا خصوصاً لطائف اشرفی مگر منصف کے لئے یہ بھی کافی اور ہٹ دھرم کو دفتر بھی ناکافی۔ حضور سلطان المشائخ سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

سماع بر چہار قسم ست حلال و حرام، مکروہ و مباح۔ اگر صاحب را میل بسوئے حق بیشتر ست آں مباح ست۔ واگر میل بمجاز بیشتر ست مکروہ است واگر میل بکلی بطرف مجاز ست آں حرام ست۔ واگر میل بکلی بطرف حق ست آں حلال ست۔

اس کے بعد اس پر تفریع کرتے ہوتے فرماتے ہیں کہ "پس می باید کہ صاحب ایں کار حلال و حرام و مکروہ و مباح بشناسد"

پھر فرماتے ہیں کہ اباحت سماع کے لئے چند چیزیں درکار مسمع، مستمع، مسموع وآلۂ سماع یعنی قوال پورا مرد ہو، امرد نہ ہو، عورت نہ ہو، مستمع سننے والا یاد خدا سے خالی نہ ہو، مسموع وہ چیز جو گائی جائے فحش و مسخری نہ ہو اور آلۂ سماع مزامیر جیسے چنگ و رباب وغیرہ اس سے مجلس پاک ہو۔

ارشاد فرماتے ہیں۔ چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود و مستمع و مسموع وآلۂ سماع یعنی گویندہ مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند، فحش و مسخرگی نباشد وآلۂ سماع مزامیر ست چو چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست و سماع صوتے ست موزوں چرا حرام باشد۔

صوفیوں کو خصوصاً چشتیوں کو حلت مزامیر کی باطل دستاویزیں دینے والے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں کہ

حضور سلطان المشائخ سید الصوفیہ سردار چشتیاں نے کہیں صوفیوں، چشتیوں کا حکم علیحدہ بیان کیا کہ سماع کی اباحت کی جو یہ شرطیں ہیں وہ غیر صوفیہ کے لئے ہیں اور چشتیوں، صوفیوں کے لئے آزادی ہے۔ ان کے لئے مطلقاً حلال ہے۔ اور یہ بھی بتائیں کہ صوفیوں کو مزامیر ہی حلال ہیں یا عورت و امرد کا گانا سننا بھی۔ فرق کیا ہے کہ ایک شے جو اوروں کے لئے شرط اباحت تھی ان کے حق میں نہ ہو اور دوسری ان کے حق میں بھی ہو اور اوروں کے لئے بھی۔ جو علت صوفیوں کے لئے جواز کی ہوگی وہ مزامیر کے علاوہ عورت و امرد کی آواز کے لئے بھی ہوسکتی ہے۔ پھر وجہ فرق کیا ہے؟ اللہ اکبر! چشتیت کا یہ دعویٰ! اور حضور سلطان المشائخ کے خلاف فتویٰ۔

آج کل کے متصوفہ کا توڑ کر دیا۔ حضور سلطان المشائخ کے زمانہ کے بعض آستانہ دار درویش جب اس بلا میں مبتلا ہوئے تو حضور میں شکایت گذری جو سیر الاولیاء شریف میں یوں مذکور ہے۔

بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت کہ دریں روزہا بعض از درویشاں آستانہ دار در مجمع کہ چنگ و رباب و مزامیر بود، رقص کردند، فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است ـــــــ (یعنی ایک صاحب نے خدمت سلطان المشائخ قدس سرہٗ میں گذارش کی کہ بعض وہ درویش جو آستانہ دار ہیں انھوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب و مزامیر تھے، رقص کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، انھوں نے اچھا نہ کیا کہ جو چیز نامشروع ہے، ناپسندیدہ ہے)

اس سے بھی زیادہ اور کوئی نص درکار ہے۔ آنکھیں بند کر کے دیکھو کہ حضور سلطان المشائخ کس کو ناجائز فرما رہے ہیں۔ مزامیر و چنگ و رباب کو۔ اور خوب آنکھیں مل مل کر دیکھو کس کے لئے ناجائز فرما رہے ہیں۔ صوفیوں ہی کے لئے تو۔ اسی پر بس نہیں۔ اللہ عزجلالہٗ کی ہزاراں ہزار رحمتیں اور کروڑہا کروڑ برکتیں روح پر فتوح حضور سلطان المشائخ پر ہوں کہ ان متصوفہ کے لئے بالکل جائے دم زدن باقی اور ان کے عذر مقبوح و مذبوح کی کوئی رگ سسکتی نہ چھوڑی۔

اسی سیر الاولیاء شریف میں ہے۔ کہ بعد ازاں یکے گفت۔ چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیرون آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں مجمع مزامیر بود۔ سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ما چناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر ہست یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود۔ ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید ـــــــ یعنی بعد اس کے حضور کی خدمت میں شکایت گذری اور حضور نے اس کا وہ جواب فرمایا۔ ایک صاحب نے ان کا یہ عذر گذارش کیا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ اس جگہ سے باہر آیا۔ لوگوں نے

ان سے کہا یہ کیا کیا؟ ایسے مجمع میں جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ اور کیوں کر رقص کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا۔ یہ جواب بھی کچھ نہیں کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیتوں پر ہو سکتا ہے۔

یعنی آدمی شراب پئے اور کہہ دے مجھے خبر ہی نہ تھی کہ یہ شراب ہے یا شربت، ماں کے ساتھ زنا کرے اور کہہ دے میں تو ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ معلوم ہی نہ کر سکا کہ یہ ماں ہے یا بیوی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نیز اسی سیر الاولیاء میں ہے کہ حضور سلطان المشائخ کی مجلس شریف میں کسی نے حضور سے عرض کی کہ فلاں موضع میں اس وقت حضور کے مریدوں کا مجمع ہے۔ اس میں مزامیر و محرمات ہیں۔ فرمایا میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ ہوں، انھوں نے اچھا نہیں کیا اور اس بارے میں بہت غلو فرمایا یہاں تک کہ ارشاد کیا کہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی ہوں اور امام کو سہو ہو تو مرد تو سبحان اللہ کہہ کر امام کو سہو سے آگاہ کرے اور اگر عورت سہو پر وقوف پائے تو وہ تسبیح نہ کہے کہ اس کی آواز غیر محرموں کو سننا جائز نہیں، پشت دست کف دست پر مارے اور ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ تالی ملاہی سے ہے۔ یہاں تک ملاہی و امثال ملاہی سے پرہیز وارد ہے تو سماع میں بطریق اولیٰ ملاہی سے کچھ نہ ہونا چاہئے۔ جب دستک میں اس قدر احتیاط ہے تو سماع میں مزامیر بطریق اولیٰ ممنوع ہیں۔

عبارت سیر الاولیاء یہ ہے۔ در مجلس حضرت سلطان المشائخ شخصے تقریر کرد کہ اکنوں در موضع فلاں یاراں شما جمیعتے کردہ اند۔ و مزامیر و محرمات درمیان ست حضرت سلطان المشائخ فرمود کہ من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نہ باشد۔ نیکو نہ کردہ اند و دریں باب بسیار غلو کرد تا بحدے کہ گفت کہ اگر امامے در نماز باشد و جماعتے کہ در عقب او مقتدی شوند و در آں جماعت عورات ہم باشند۔ پس اگر امام را سہو افتد مردانے کہ اقتدار کردہ باشند یکے بہ تسبیح اعلام دہد۔ بگوید سبحان اللہ۔ پس چہ کند۔ او پشت بر کف دست زند۔ و کف دست بر کف دست نہ زند کہ آں بہ لہو می ماند تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولیٰ منع ست۔

آنکھیں کھولو۔ دیکھو تم کہاں جا رہے ہو۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی | کیں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

کیا اب بھی جواز مزامیر کا بے سرا راگ گائے جاؤ گے۔ ؟ کیا اب بھی وہی بے وقت کی راگنی الاپے جاؤ گے۔ حضور سلطان المشائخ کے فرمان ذیشان کے آگے سر تسلیم جھکاؤ اور اپنے غلط و باطل کہے پر پشیمان ہو اور شرماؤ

کیا حضور نے مزامیر کو ناجائز، حرام، ممنوع و معصیت نہ فرمایا۔ کیا حضور نے ان کا معصیت ہونا غیر صوفیہ کے ساتھ خاص فرما دیا۔ کیا خود صوفیہ کے لئے بار بار نہ فرمایا کہ میں منع کر چکا ہوں۔ انھوں نے برا کیا نا مشروع کام کیا معصیت کی۔ پھر یارب! اب وہ کون سے صوفی ہیں جو حضور سلطان المشائخ کے مریدوں سے بھی آگے ہیں اور ہوں بھی تو علی الاطلاق یہ کہنا کہ صوفیوں کے لئے مزامیر حلال ہیں کیونکر محل ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاں جو مکلف نہیں۔ یا مضطر ہیں، ان کے احکام ہمیشہ مکلف و مختار سے جدا ہیں۔ احکام اضطرار اور ہیں، احکام اختیار اور۔ وہ ایک مزامیر کیا ہر امر میں علیحدہ ہیں۔ پھر کیا کوئی یوں کہہ سکتا ہے کہ سوئر کا گوشت حلال ہے حالانکہ خود قرآن عظیم میں مضطر کا استثنار فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ[1] موجود ہے۔ غیر مکلف پر تو احکام شرعیہ کا اجرا ہی نہیں کہ عقل شرط تکلیف ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ رہا مضطر اسے اسی وقت اور اتنے ہی کی جس سے وہ نقصان عظیم سے محفوظ رہ سکے، رخصت ہے، بعض اجلہ اکابر جو چنگ سنتے تھے۔ اسے کبیرہ فرماتے ہیں۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے۔ مولینا برہان الدین بلخی را باوفور علم کمال صلاحیت ہم بودہ است چنانکہ بارہا گفتے کہ خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نہ خواندہ پرسید آنگاہ حضرت سلطان المشائخ تبسم کرد و فرمود کہ ایں ہم گفتی مگر یکے از کبیرہ از وپرسیدند کہ آں کبیرہ کدام ست، گفت سماع چنگ، کہ چنگ بسیار شنیدہ ام“

یہ مولینا برہان الدین بلخی ان اکابر سے ہیں جن کے فضل کے شاہد عدل حضور سلطان المشائخ قدس سرہٗ ہیں اور جن کے علامۂ عصر ہونے اور ایسے عظیم درجہ پانے کی پیش گوئی حضور امام العصر برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ مرغینانی قدس سرہٗ النورانی نے فرمائی کہ ”شاہان زماں ان کے در پر حاضر ہوں گے اور بار نہ پائیں گے۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے۔ سخن در بزرگی مولینا برہان الدین بلخی افتاد۔ فرمود کہ برہان الدین حکایت کرد کہ من خورد بودم بقیاس پنج شش سالہ کم و بیش برابر پدر خود در راہے می رفتم۔ مولینا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ پیدا شد۔ پدر من از دور تماشی کرد و در کوچہ دیگر رفت۔ مرا بر جائے گذاشت۔ چوں کو کبہ مولانا برہان الدین نزدیک رسید من پیش رفتم و سلام کردم۔ ودر من تیز بدید ایں سخن تیز بگفت۔ کہ من دریں کودک نور علم می بینم من ایں سخن شنیدم۔ پیش رکابے او رواں شدم۔ باز مولینا برہان الدین بر زبان مبارک ایں لفظ راند کہ مرا خدائے تعالیٰ چنیں می گویاند۔ کہ ایں کودک در روزگار خود علامۂ عصر خواہد شد۔ مولینا برہان الدین می گوید کہ من ایں چنیں شنیدم۔ وہم چناں من پیش می رفتم۔ باز مولینا برہان الدین مرغینانی فرمود۔ کہ خدائے تعالیٰ مرا چنیں می گویاند کہ ایں کودک چناں بزرگ شود کہ بادشاہاں بر در او بیایند و بار نیابند۔

[1] سورۂ بقرہ آیت ۱۷۳

ایسے عالی مرتبت جلیل القدر بزرگ علامۂ روزگار باوجود اس کے خود استماع فرماتے مگر اسے کبیرہ ہی فرماتے ان کے یہ کلمات طیبہ کہ "خدائے عزوجل مرا از ہیچ کبیرہ نخواہد پرسید" اس کا اعلان کر رہے ہیں کہ وہ ایسے حال میں تھے کہ زیر قلم تکلیف ہی نہیں۔ نیز آگے ان کا یہ ارشاد کہ "دریں ساعت ہم بشنوم اگر باشد" اس کے بعد بھی بے وقت کی وہی شہنائی رہے گی کہ صوفیوں کو مزامیر حلال ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

فوائد الفوائد شریف ملفوظات حضور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت دیکھ کر بھی جس کی یہ حالت ہے تو ایسے شخص سے کیا امید کہ سیر الاولیاء شریف کی یہ عبارت دیکھ کر اپنی غلطی تسلیم کرے گا مگر مولیٰ عزوجل کے فضل وکرم سے ہر آن امید ہے:

اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار — نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

شاید اب وقت ہدایت آگیا ہو اور یہ ثواب اس فقیر کے حصہ کا ہو۔ واللہ عندہٗ حسن الثواب فالیہ المرجع والمآب وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) وہ خود بے ایمان ہے جو حکم شرع کو بے ایمانی اور اس پر عامل کو بے ایمان بتاتا ہے۔ بے شک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے جس کا اللہ و رسول نے حکم فرمایا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا وہ یقیناً ابوالروح ہوتا ہے۔ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جایا کرتا تو چاہئے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہو سکتا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر کون پیر ہوگا۔ پھر حضور نے اپنی امتی بی بیوں سے نکاح فرمایا یا نہیں؟ کیا معاذ اللہ جن کے محرم تھے ان سے نکاح فرمایا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبع سنابل شریف میں حضرت فلک ہدایت و مرکز دائرہ ولایت سند المحققین سید العلماء العالمین میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ در جہاں نہ ہمچو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پیرے پیدا شد و نہ ہمچو ابوبکر مریدے ہویدا گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرید ہوئے تو حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرید کی بیٹی۔ ان جہال بے خود کے نزدیک معاذ اللہ پوتی۔ اور پوتی سے نکاح حرام۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ اللہ تعالیٰ جہل بدبلا سے محفوظ رکھے۔ احمق لفظ منہ سے نکال دیتے ہیں اور اس کے نتیجۂ بد کا لحاظ نہیں کرتے فقیر

اس مسئلہ پر ذرا اور تفصیل کرتا اگر ضرورت سمجھتا، مگر چونکہ "السواد الاعظم" میں اس کا کافی جواب چھپ چکا ہے اس لئے اسی پر اقتصار کرتا ہے سمجھنے والا اسی سے سمجھ سکتا ہے اور بدعقل بے سمجھ کے لئے دفتر بے کار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جہاں تک فقیر سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ بیعت جب ایک جامع شروط کے ہاتھ پر کرے۔ پھر دوسرے کے ہاتھ پر نہیں کر سکتا۔ کہ جو ایک کے ہاتھ بک چکا۔ اس کا غلام ہو چکا جب تک آزاد نہ ہو غلامی نکال نہ دے دوسرا اس سے بیعت نہیں لے سکتا۔ یہ دوسرے کے ہاتھ بک نہیں سکتا۔ پریشان نظر دربدر پھرتا اور ذلیل و خوار ہوتا۔ در درستا اور کہیں سے فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ جو کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے اور پھر پریشان نظری کرے وہ دھوبی کا کتا۔ نہ گھر کا۔ نہ گھاٹ کا۔ اور جو ایک کا ہو رہے وہ ضرور فیض یاب ہوتا ہے۔ اگر پیر جامع شروط ہو اگرچہ صاحب فیض نہ ہو کہ اس سلسلہ میں جو صاحب فیض ہوگا اس کی اس پر نظر کرم ہوگی اور وہ اس پر فیض ڈالے گا۔ بعض اکابر کے مطابق اس کے شاہد ہیں۔ طالب فیض کو اس میں حرج نہیں اور یہ بلا نکیر تمام سلاسل میں جاری ہے۔

خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ باوجودیکہ قادری تھے" اور سلاسل سے بھی فیض یاب تھے چشتی، سہروردی، نقشبندی وغیرہ سلاسل کی بھی حضور پر فتوح کو اجازت تھی۔ یہ اجازت کیا فیض نہیں۔ مگر "یک در گیر و محکم گیر" پر عمل کرنے والے انھیں بظاہر کہیں سے ملے ویقین یہی کرتے ہیں کہ مجھے اسی در سے ملا ہے جس سے میں منتسب ہوں۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ میں آپ نے تین قلندروں کی حکایت ملاحظہ فرمائی ہوگی جو خدمت حضور پر نور سلطان المشائخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک مردار بیل کھا کر حاضر ہوئے تھے الخ۔ اسے مریدی کہتے ہیں۔ فیض یقیناً حضور سلطان المشائخ سے پایا۔ مگر پیر کے قربان ہو رہے ہیں۔ کیوں کہ اگر پیر کی نظر کرم نہ ہوتی تو حضرت سلطان المشائخ کیوں نظر کرم فرماتے اور فیض عطا کرتے۔ یہ ہے "یک در گیر و محکم گیر" حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کا مطلب تو واضح ہے کہ جو اس سلسلۂ عالیہ کو ترک کرے اور دوسرا سلسلہ از روئے بیعت اختیار کرے اور حضرت عدی بن مسافر کے ارشاد میں غالباً بیعت سے مراد بیعت ارادت نہیں بلکہ یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طالب فیض کے لئے آئے۔ میں ہر ایک کو فیض عطا کرتا ہوں مگر جو قادری ہو کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کے پاس کون آتا ہے۔ یا یہ کہ کسی سلسلے کا مرید اپنی بیعت توڑ کر آئے تو میں اس سے بیعت لے لیتا ہوں مگر قادری کی بیعت نہیں کرتا کہ وہ پریشان نظر نہیں ہوتے کہ وہ جانتے ہیں کہ حضور غوث اعظم بحر ہیں اور میں نہر اور اوروں کے مرید جو پریشان نظر ہوتے ہیں، اپنے پیر پر کامل اعتقاد اور پورا اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ اگر بیعت توڑ کر آتے

دیں تو میں بیعت لے لیتا ہوں۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا القادری غفرلہٗ

- صح الجواب۔ خادم العلم والعلماء محمد حسنین رضا خاں
- ذالک کذالک محمد اسمٰعیل محمود آبادی حنفی ریاست جلال آباد ضلع فیروز پور
- لقد اصاب المجیب رحم الٰہی قادری رضوی۔ غفرلہٗ
- مصطفےٰ رضا قادری آل الرحمٰن محمد عرف ابوالبرکات محی الدین جیلانی
- الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم فقیر ابرار حسن صدیقی تلہری عفی اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی
- اصاب المجیب ولجاد عبدالعزیز عفی عنہ قادری رضوی مدرس مدرسہ اہلسنت
- للہ در المجیب فقیر سردار علی عفی عنہ
- الجواب صحیح ابوالقمر محمد نورالہدیٰ عفی عنہ
- الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم فقیر احسان علی مظفرپوری مدرسہ منظر اسلام ۹ ذوالقعدہ ۳۶ھ